فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

161 24 جنوری 2014ء 22 ربیع الاول 1435ھ

برائے رابطہ: عارف
0300-7200042

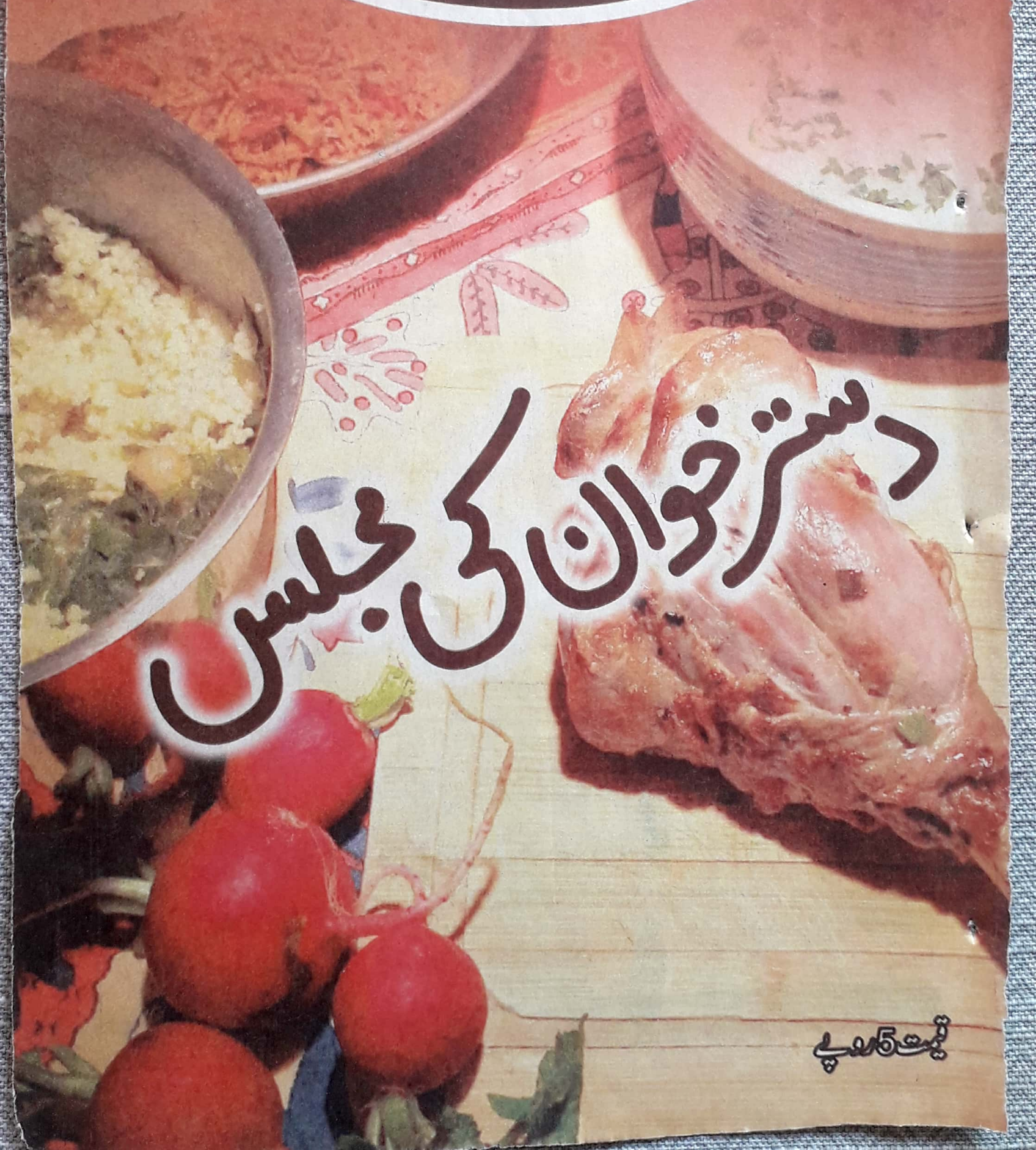

دسترخوان کی مجلس

قیمت 5 روپے

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے' ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے' اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہایت شفقت کرنے والا' نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ النور 19-20)

(محمد آصف۔لیاقت پور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"بے شک بندہ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سارے گناہ لاکر اس کے سر اور کندھوں پر رکھ دیے جاتے ہیں۔ پس جب وہ رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔"

(صحیح الجامع الصغیر:۱۶۷۱)

(حفصہ قیوم۔ننکانہ)

پہلی بات

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام کے ننھے مجاہدو!

امید ہے کہ آپ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ ایک بات تو بتائیں...... روضۃ الاطفال کیسا ہوتا ہے......؟ عام سا...... کچھ خاص نہیں...... وہی پرانی باتیں...... !! کیا......؟ نہیں! ایسا نہیں ہوتا...... پھر کیسا ہوتا ہے......؟ بہت اچھا......! چلیں! آپ کی بات مان لیتے ہیں لیکن اگر یہ اچھا ہوتا ہے تو کیا آپ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں اسے تقسیم کرتے ہیں؟ دیکھیں نا! اگر ایک اچھی بات آپ تک پہنچتی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اسے دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ لہٰذا اب جو بھائی آپ تک روضۃ الاطفال پہنچاتا ہے اس سے ایک روضۃ الاطفال نہیں لینا بلکہ زیادہ لینے ہیں اور تقسیم کرنے ہیں۔ یوں ہم نے روضۃ الاطفال کی دعوت کو تمام لوگوں تک پہنچانا ہے کیوں کہ ہمارا سب کا نعرہ ہے

"دین کے ہم لوگ سپاہی"

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو

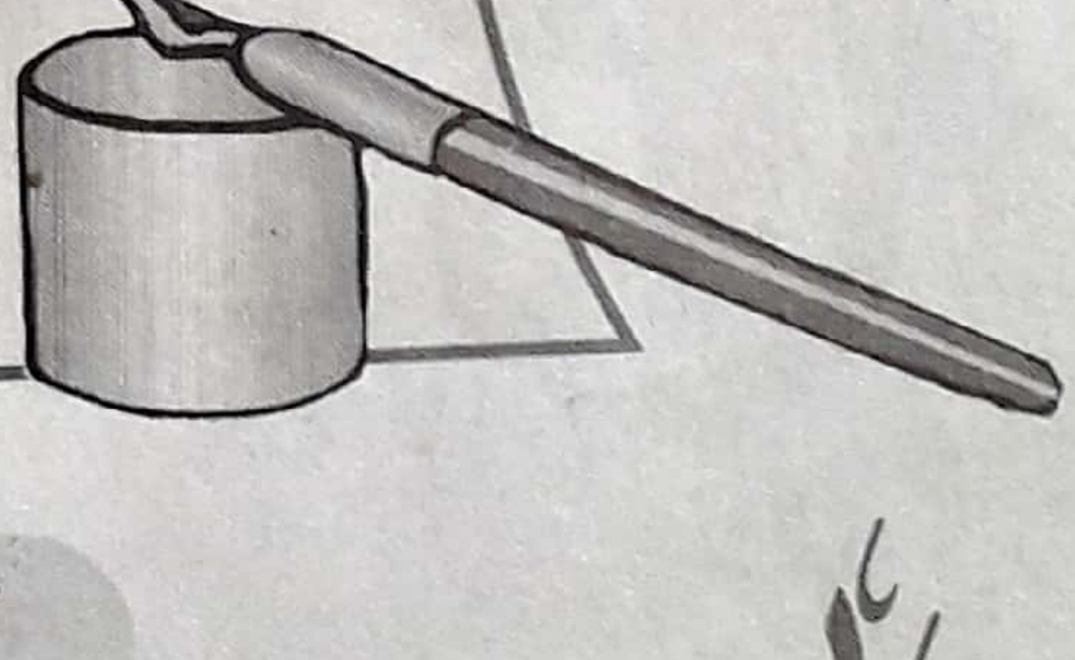

ربنا

مقیم کی مسافر کے لیے دعا

زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی قَالَ وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَیَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ حَیْثُمَا کُنْتَ. (ترمذی :155)

"اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا زادراہ عطا فرمائے اور تیرے گناہ بخشے اور تو جہاں بھی ہو تیرے لیے نیکی میسر کرے۔"

(اخت حافظ حمود الرحمٰن سادوی۔سادوگورائیہ)

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

تلوار کا فیصلہ

رستم کا دربار سجا ہوا ہے۔ دیدہ زیب، قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ درباری فاخرانہ لباس پہنے باادب انداز میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہیرے جواہرات کی چمک دمک کی وجہ سے دربار جگمگاتا دکھائی دے رہا ہے۔ رستم تخت پر گردن اکڑائے بڑے رعب سے بیٹھا ہوا ہے۔ اسی دوران ایک شخص بڑا ہی پراعتماد انداز اختیار کرتے ہوئے دربار میں داخل ہوا اور بڑی ہی بے نیازی کا اظہار کرتے ہوئے تخت پر چڑھ گیا اور رستم کے برابر جا بیٹھا۔

درباریوں کو اس آدمی کا یہ انداز بڑا ناگوار گزرا اور دربار میں سناٹا چھا گیا۔ پہرے دار آگے بڑھے، اس آدمی کو پکڑ کر تخت سے نیچے اتارا اور کہا کہ تم یہاں نیچے بیٹھو تو اس آدمی نے غضبناک لہجہ اختیار کرتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا، یہ کیا بدتمیزی ہے؟

تم نے خود ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی ہے۔ ہم اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے، گھر بلا کر یہ سلوک اختیار کرنا تمہاری اخلاقی پستی کی علامت ہے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی درباریوں کو مخاطب کرکے بولا:

”درباریو سنو! ہم عرب ہیں، ہم خوددار قوم ہیں۔ ہمارے ہاں یہ دستور نہیں کہ ایک شخص خدا بن بیٹھے اور دوسرے اس کی پوجا کرنے لگیں۔ ہم سب برابر ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں، تمہارا اگر یہی حال رہا تو بہت جلد تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ تمہارا دنیا سے نام و نشان مٹ جائے گا۔“

دربار میں موجود تمام لوگ یہ خیالات سن کر حیران ہوئے کیونکہ انہوں نے برابری کا یہ تصور پہلی دفعہ سنا تھا۔ رستم بھی یہ باتیں سن کر پریشان ہوا اور اپنی ندامت کو چھپانے کے لیے اس نے خوشامد کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا: ”نہیں نہیں! آپ یونہی ناراض ہو گئے۔ آیئے تشریف رکھیے۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔“

پھر بات کو ٹالنے کے لیے ان تیروں کی طرف اشارہ کیا کہ جو اس آدمی کی ترکش میں موجود تھے اور کہا کہ ان باریک سی تاروں سے تم ایران جیسی

سپر پاور کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ یہ کیا تمہارا قلندرانہ انداز ہے؟ اس آدمی نے رستم کی طنز آمیز گفتگو کا جواب دیتے ہوئے کہا: آگ کی لو اگرچہ باریک ہوتی ہے لیکن اس میں طوفان برپا کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ پھر رستم نے تلوار کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا: واہ! کیا کہنے یہ بوسیدہ تلوار اور ایران کی مسلح افواج کا مقابلہ کرنے کی تمنا۔ تو اس آدمی نے کہا: کیا ہوا اگر یہ تلوار بوسیدہ ہے، پرانی ہے، زنگ آلود ہے لیکن اس کی دھار بڑی ظالم ہے۔ دشمن کے پرخچے اڑانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ رستم نے کہا: ایرانی قوم کے حوصلے بڑے بلند ہیں، یہ جاہ و جلال، سرفرازی و سربلندی سے آراستہ ہیں، اس کے مقابلے میں عرب ایک حقیر قوم ہیں۔ غربت و افلاس نے اسے دیوالیہ بنا رکھا ہے، وہ ہمارا کیا بگاڑ سکے گی۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم یہاں سے اپنی جان بچا کر واپس لوٹ جاؤ۔ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمہیں تمہارے تصور سے بھی زیادہ انعام سے نوازدوں گا۔ تمہاری بہتری بھی اسی میں ہے کہ تم میری بات مان لو۔

یہ بات سن کر وہ آدمی غصے سے بولا اور کہا: اسلام قبول کر لو تو یہ ملک تمہارا تمہارے پاس ہی رہے گا یا جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ، ورنہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔

رستم یہ جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا: مجھے سورج کی قسم اس کے طلوع ہونے سے پہلے تم پر ایسی یلغار کروں گا کہ کسی ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ بات سنتے ہی وہ آدمی باہر نکلا اور کہا: اب میدان میں جوڑ پڑے گا تو دیکھا جائے گا۔

یہ عظیم المرتبت بہادر، دلیر سفیر حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ تھے اور پھر جب ان مجاہدوں کا میدان میں ایرانیوں سے جوڑ پڑا تو بہت زبردست جنگ کے بعد 20 ہزار ایرانی میدان میں قتل ہو گئے اور ان کی قسمت کا فیصلہ تلوار نے جہاد کے میدان میں کر دیا اور ایران جیسی سپر پاور مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی۔

(بحوالہ: حکمران صحابہ ؓ)

(عبدالرؤف سلفی، عبدالصبور صابر۔ ڈجکوٹ)

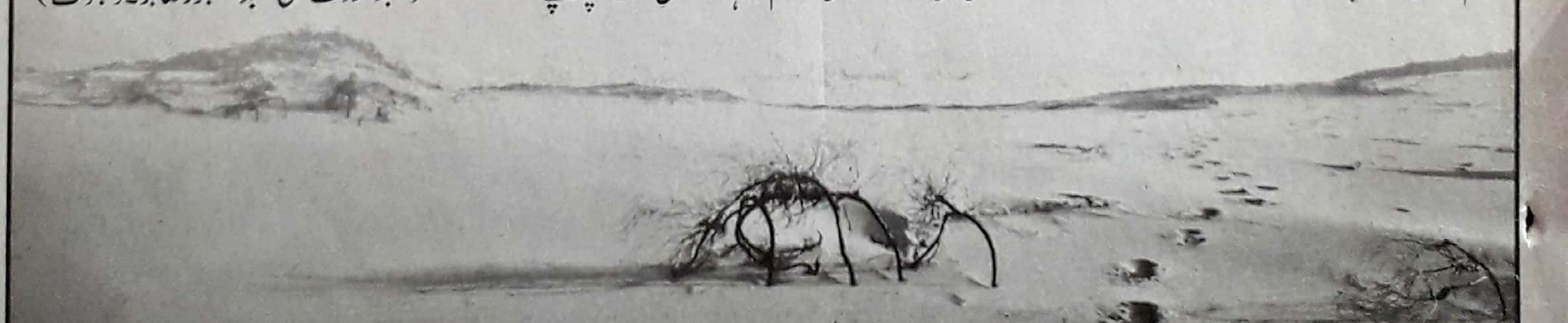

گھر اللہ کے

مسجد چینیاں والی

چینیاں والی مسجد اندرون لاہور کوچہ چابک سوارا رنگ محل میں واقع ہے۔ اس کے بانی کا نام سرفراز خان المعروف فراز خان ہے جو کہ شاہ جہاں اور عالمگیر کے ادوار حکومت میں مغلیہ سلطنت کا عہدیدار تھا۔ صوبہ لاہور کی فوج داری اس کے سپرد تھی۔ یہ معمولی عہدہ نہ تھا۔ اورنگزیب نے شاہ جہاں کو امور سلطنت سے بے دخل کرتے ہوئے قید خانے میں ڈال دیا اور خود مغلیہ سلطنت کا مالک بن گیا۔ سرفراز خان اس کے دور حکومت میں بھی اپنے عہدے پر فائز رہا۔ ایک سال بعد کسی نے اورنگزیب کے کان بھرے کہ سرفراز خان تو اصل میں دشمن کا وفادار ہے اور آپ کا جانی دشمن ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی طرف سے کوئی کارروائی ہو اس کا بندوبست کرنا مناسب ہوگا۔

بادشاہ نے سرفراز خان کی جائیداد ضبط کرنے کا حکم جاری کیا اور اس کو فوج داری کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ ابھی یہ اطلاع حاکم صوبہ کے پاس باقاعدہ طور پر نہ آئی تھی کہ سرفراز خان کو اس کا پتہ چل گیا۔ اس نے فوراً اپنی تمام جائیداد وقف کر دی، اپنی حویلی کو گرانا شروع کر دیا اور اعلان کر دیا کہ اس جگہ مسجد بنائی جائے گی۔

یہ سرفراز خان کی سمجھداری اور دور اندیشی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ کا حکم پتھر کی لکیر ہے۔ جائیداد سے تو ہاتھ دھونے ہی پڑنے ہیں کیوں نہ مسجد بنا دی جائے۔

جب اورنگزیب کو پتہ چلا کہ سرکاری حکم کے پہنچنے سے قبل ہی نواب سرفراز خان اپنی جائیداد اللہ کے لیے وقف کر چکا ہے اور اپنی حویلی کو گرا کر مسجد بنا رہا ہے تو بادشاہ نے اپنا حکم واپس لے لیا اور سرفراز خان کو اس کے عہدے پر بحال کر دیا۔ اس کے علاوہ اس کو جائیداد کا بہترین متبادل بھی دے دیا۔

سرفراز خان نے پھر بڑے شوق سے یہ عالی شان مسجد تعمیر کی جس کو مسجد چینیاں والی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد 1080ھ بمطابق 1668ء میں تعمیر کی گئی۔

یہ مسجد فن تعمیر کا لاجواب شاہکار تھی۔ یہ مسجد سطح زمین سے خاصی بلندی پر بنائی گئی تھی۔ اس کے ایک طرف دکانیں تھیں اور صحن میں حوض تھا۔ سکھوں کے دور حکومت میں دیگر مساجد کی طرح اس مسجد کو بھی بڑا نقصان پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ مسجد میں تہہ خانہ بھی تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اب کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

مسجد کا شمالی دریچہ جو زمین سے ایک منزل بلند تھا۔ 1882ء میں دو فٹ کے قریب اونچا رہ گیا تھا۔ اس حوالے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مجاہدین آزادی مسجد کی اس نچلی منزل کو جو زمین میں دب گئی تھی، اپنے لیے جائے پناہ اور چھپنے کے لیے محفوظ ٹھکانے کے طور پر استعمال کرتے رہے ہوں گے۔

اس تاریخی مسجد میں بہت سے علماء خطبہ جمعہ اور درس قرآن ارشاد فرماتے رہے تھے۔ جن میں حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی، حضرت مولانا سید عبدالواحد غزنوی، حضرت امام عبدالجبار غزنوی، حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور ماضی قریب حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بلاشبہ یہ عظیم الشان مسجد مجاہدوں کا مرکز تھی۔ غازی علم الدین شہید اسی محلہ کے رہنے والے تھے، اسی مسجد کے نمازی تھے۔ انہوں نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کو منبر بنا کر تحفے کے طور پر دیا تاکہ مولانا اس پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ مولانا غزنوی کے بعد حضرت علامہ شہید رحمہ اللہ کے دور میں بھی یہی منبر استعمال ہوتا رہا۔ مئی 1998ء میں انتظامیہ نے مسجد کی خستہ حالت کے پیش اسے گرا دیا اور از سر نو جدید انداز میں تعمیر کیا۔

(انتخاب: محمد اشفاق نذیر کھیالی۔ گوجرانوالہ)

انعامی تحریر

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

کلاس کی صورت میں مجلس لگی ہوئی تھی۔ تمام طالب علم بڑے غور سے اپنے استاد کے ارشادات کو محفوظ اپنے سینوں میں محفوظ کرنے میں مصروف تھے۔ سب طالب علموں کی کوشش تھی کہ ان کے استاد کے منہ سے نکلنے والا کوئی لفظ بھی ایسا نہ رہ جائے جو وہ یاد نہ کر پائیں۔

روزانہ ہی سب طالب علم ایسی ہی مجلس لگاتے۔ استاد صاحب آتے تو تمام طالب علم ان کے بکھیرے جانے والے علم کے موتی چننے میں مصروف ہو جاتے۔ بعض طالب علموں کی تو کوشش ہوتی تھی ... پل کے لیے بھی اپنے استاد سے جدا نہ ہو ... اگر وہ جدا ہوئے تو ایسا نہ ہو وہ علم کے کچھ موتیوں کو چننے سے محروم رہ جائیں۔

استاد محترم طالب علموں کے امتحان کی خاطر اکثر سوالات بھی کرتے رہتے تھے۔ ایک دن ایسی ہی مجلس سجی ہوئی تھی، تمام طالب علم ادب واحترام سے بیٹھے تھے اور بڑے انہماک سے اپنے استاد محترم کی بات سن رہے تھے کہ اچانک استاد محترم نے سوال کیا' وہ کون سا ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور اس درخت سے مسلمان کی مثال دی جاتی ہے؟

سب طالب علموں کا خیال جنگل کے مختلف درختوں کی طرف دوڑا۔ ان میں سے ایک طالب علم کے دل میں خیال آیا وہ درخت یقیناً کھجور کا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور اسی درخت سے مسلمان کی مثال دی جاتی ہے۔

لیکن یہ صحیح جواب سوچ کر بھی یہ طالب علم خاموش رہے...... تمام طالب علم کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد بولے: اب استاد محترم! آپ ہی بیان فرما دیجیے۔

استاد محترم مسکرائے اور بولے وہ درخت جس کے پتے نہیں جھڑتے کھجور کا درخت ہے۔ یہ سن کر وہ شاگرد گھر کی طرف چل پڑے (جنہوں نے صحیح جواب سوچا تھا) گھر جا کر اپنے والد محترم کو بتانے لگے کہ ابا جان مجھے اس درخت کے متعلق علم تھا لیکن میں آپ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس مجلس میں موجودگی اور ادب کی وجہ سے خاموش رہا۔

پیارے قارئین! یہ طالب علم سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے اور استاد محترم پیارے پیغمبر آخر الزماں جناب محمد ﷺ تھے جو بڑی مشفقت ورحمت' محبت والفت سے اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم کے خزانوں سے مالا مال کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابھی ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے در و دیوار پر اسلام کا سایہ دیکھا اور اسلام کے دامن میں ہی ان کی نشوونما ہوئی۔ اس طرح انہوں نے بچپن سے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہجرت کے بعد جو حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر پیش آیا اس وقت ان کی عمر ۱۳ سال تھی۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کے لیے اپنا نام پیش کیا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے غزوہ بدر میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ جب غزوہ احد پیش آیا تب بھی انہوں نے غزوۂ احد میں شرکت کے لیے اپنا نام پیش کیا کیونکہ آپ کی عمر کم تھی۔ اس لیے اس مرتبہ بھی آپ کی درخواست مسترد کر دی گئی۔

غزوہ احد کے دو سال بعد ۵ ہجری کو غزوہ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی۔ اس لیے اس غزوہ میں ان کو شرکت کی اجازت مل گئی اور یہی پہلا معرکہ تھا جس میں ان کو سرکار رسالت ﷺ سے شرکت کی اجازت ملی۔

صدقہ و خیرات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نمایاں وصف تھا...... ایک دفعہ میں بیس بیس ہزار تقسیم کر دیتے تھے...... دو دو تین تین ہزار کی رقمیں تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے...... بعض اوقات تیس ہزار کی رقم بھی ایک ہی بار اللہ کی راہ میں لٹا دیتے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون ...... کی عملی تفسیر تھے۔ آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں دے دیتے تھے۔ جو غلام آپ کو پسند ہوتا اس کو راہ خدا میں آزاد کر دیتے ...... آپ کی نظر میں سب سے پسندیدہ غلام وہ ہوتا جو ... ہوتا ...... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود ... کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ... میرا جسم پکڑا اور فرمایا:

اے عبداللہ! دنیا میں اس طرح رہ کہ گویا تو مسافر ہو...... پھر مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ ابن عمر! آخرت میں نہ درہم ہوں گے' نہ دینار وہاں تو نیکیاں ہوں گی اور بدیاں...... بس انہی نیکیوں سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

اپنی تعریف سننا سخت ناپسند تھا۔ ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا۔ انہوں نے اس کے منہ میں مٹی جھونک دی اور کہا: آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے مداحوں کے منہ میں خاک ڈالا کرو...... بلا امتیاز ہر کسی کو سلام کرتے۔ اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے تو پلٹ کر سلام کرتے۔

اللہ کا ڈر تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ کیفیت بڑی نمایاں تھی۔ چنانچہ قرآن کی یہ آیات:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ.

(الحدید 16)

"کیا لوگوں کے لیے وہ وقت نہیں رہا کہ اللہ کی یاد سے ان کے دل میں خشوع پیدا ہو۔"

پڑھتے تو ان پر بے انتہا رقت طاری ہو جاتی۔ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد آیت پڑھی تو زار و قطار رونے لگے۔ حتی کہ آپ کی داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گئے۔

(استفادہ: بخاری، سیرت الصحابہ رضی اللہ عنہم)

(ضبط تحریر: حافظہ نبیلہ معظم۔ چھوٹی اناسی فیصل آباد)

گلدستہ روضہ

اولاد میں برابری کرنی چاہیے

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ نے کہا: اس عطیے پر آپ جب تک اللہ کے رسول ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میرے والد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح کا عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو! اور اولاد کے درمیان انصاف کرو اور فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (بخاری و مسلم)

(مریم اکرام۔ صادق آباد)

نماز کے فوائد

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''زاد المعاد'' میں نماز کے کچھ فوائد بیان کیے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1- حصول رزق کا باعث ہے۔
2- پریشانی سے نجات دیتی ہے۔
3- دل کو تقویت دیتی ہے۔
4- جان کے لیے فرحت بخش ہے۔
5- جسم میں نشاط پیدا کرتی ہے۔
6- شرح سدر کا ذریعہ ہے۔
7- دل کو منور کرتی ہے۔
8- عذاب الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے۔
9- شیطان سے دور رکھتی ہے۔
10- نماز جنت کی کنجی ہے۔
11- نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔
12- باعث برکت ہے۔
13- نماز فکر آخرت پیدا کرتی ہے۔

(الحوالہ: کتاب نماز مصطفی)

(ابوطلحہ محمد شکیل شریف۔ ارزانی پور قصور)

عجوہ کھجور

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص صبح کے وقت سات کھجوریں عجوہ کھالے اس کو اس دن جادو اور زہر نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

(صحیح بخاری: ۵۷۷۹)

خواص:

یہ جنت کا پھل ہے، یقین کے ساتھ استعمال بے حد مفید ہے۔ کھجور کی تمام خاصیات کے ساتھ ساتھ اس کے متعلق فرمان نبوی ﷺ نے اسے خصوصی حیثیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کھجور عام کھجور کے مقابلہ میں بہت مہنگی ہے۔ (زاد المعاد۔ ج:۴۔ ص:۳۴۱)

(سید عثمان عبداللہ۔ ڈپٹی والا فیصل آباد)

فوقیت کا معاملہ

خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ جو کہ حضور اکرم ﷺ کے پیارے آزاد کردہ غلام تھے کے صاحبزادے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ مقرر فرمائی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شکوہ کیا کہ واللہ! اسامہ رضی اللہ عنہ کسی بات میں ہم سے فوقیت نہیں رکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں مگر رسول اکرم ﷺ اس کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ (مستدرک حاکم)

(آصف اقبال۔ مرکز یرموک پتوکی)

شہادت کے لیے تڑپ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نصر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کے معرکہ میں شریک نہ ہو سکے تو ان کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ کہتے ہیں پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ ﷺ تھے، میں اس سے غائب تھا۔ اللہ کی قسم! اگر اب اللہ تعالیٰ نے کسی معرکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کی تو اللہ دیکھے گا میں کیا کرتا ہوں؟

آئندہ سال جب احد کا موقع آیا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے۔ کہنے لگے: اے ابو عمرو! جنت کی خوشبو کے کیا کہنے، احد پہاڑ کے دوسری طرف سے مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔

پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے۔ حتی کہ شہید ہو گئے ان کے جسم پر ۸۰ سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے زخم پائے گئے۔

میری پھوپھی ربیع بن نضر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی صرف ہاتھ کے پوروں سے پہچان کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا. (الاحزاب.23)

''مومنوں میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا اس پر سچے اترے، بعض اپنی تما پا گئے اور بعض انتظار میں ہیں اوران کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔''

(مسلم کتاب الامارۃ 1903)

(اکرام الحسن۔ مرکز ریموک پتوکی)

چار الہامی کتب کا وقت نزول

1- امام ابوزرعہ دمشقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مجھے خبر دی گئی کہ تورات موسیٰ علیہ السلام پر 6 رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔

2- زبور داود علیہ السلام پر 12 رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔ یہ کتاب تورات کے 482 سال بعد نازل ہوئی۔

3- انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر 18 رمضان المبارک کو نازل ہوئی اور یہ زبور کے 1050 برس بعد نازل ہوئی۔

4- اور قرآن مجید نبی کریم ﷺ پر 24 رمضان المبارک (یعنی 25 ویں رات) نازل ہوا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام کی عمر 30 برس تھی۔ تین سال بعد 33 برس کی عمر میں آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ (بحوالہ: قصص الانبیاء)

(نعیم یوسف۔ راوی ریان مریدکے)

جنازہ......قرض دار

اللہ کے رسول ﷺ کسی ایسے آدمی کا جنازہ نہ پڑھایا کرتے تھے جس پر قرض باقی ہوتا...... ایک میت کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس پر قرضہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا جی ہاں۔ دو دینار قرض ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو......اس موقع پر سیدنا قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بول پڑے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے قرض کا ذمہ میں لیتا ہوں چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ (ابوداود۔ کتاب البیوع)

(انتخاب: ریحان ارشد، محمد عدنان بٹ۔ صادق آباد)

ڈھیلے کیوں مارتے ہو؟

بچپن کے واقعات بھی بڑے عجیب ہوا کرتے ہیں۔ انسان بوڑھا بھی ہوجائے مگر اپنے بچپن کے واقعات کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا اور لمحہ بالمحہ انسان کو بچپن کے واقعات اسی طرح یاد رہتے ہیں۔

سیدنا ابن ابی حکم الغغفاری کی دادی ابورافع بن عمرو کے چچا سے روایت کرتی ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی بچہ تھا۔ دین اسلام سے یکسر ناواقف، شرارتوں کا زمانہ تھا، وہ وقت تھا کہ جس میں نفع ونقصان کی بالکل پروا نہیں ہوتی۔ انصار کی کھجوروں کا باغ تھا، درخت کھجوروں سے بھرپور ہوا کرتے تھے۔ جب بھی شرارت سوجھتی تو درختوں پر ڈھیلے مارنا شروع کردیتا اور کھجوریں نیچے گرتی میں انہیں مزے سے کھاجاتا۔ انصار کے لوگ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔

جی! اللہ کے رسول ﷺ یہ ہمارے درختوں پر ڈھیلے مارتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے درختوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے لڑکے تو کیوں درختوں پر ڈھیلے مارتا ہے؟''

میں نے کہا: جی میں کھجوریں کھاتا ہوں، جس سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''ڈھیلے مت مارا کر جو نیچے گر جائیں انہیں کھالیا کر، پھر سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اے اللہ!'' اس کے پیٹ کو بھر دے۔''

(ابوالقاسم طلحہ بن خالد مرجالوی)

نام کا مسلمان

آئی مشکل تو رب تجھ کو یاد آ گیا
دی صدا اور تو سر جھکانے لگا
ہاتھ اٹھانے لگا گڑ گڑانے لگا
تجھ کو یاد آگئے سب فرائض اپنے
جو تو بھولا ہوا کتنے عرصے سے تھا
اب تو پابند صوم و صلوٰۃ ہو گیا
سنت پہ چلتا مسلمان ہو گیا
ہوا تجھ پہ کرم ہوئی مشکل آسان
تیری صدائیں دعائیں رنگ لانے لگیں
بھولا ایسے اسے جیسے انجان ہو
صوم و صلوٰۃ کی یاد تجھ کو اب آتی نہیں
اب تو سخت سے بھی انجان ہوتا گیا
صرف نام کا تو مسلمان ہو گیا

(اخت عبدالصبور احسن۔ لالہ موسیٰ)

سنہری باتیں

1- نعمت کا ملنا آزمائش ہے کہ تم شکر کرتے ہو یا ناشکری۔
2- علم بغیر عمل اور عمل بغیر علم گمراہی ہے۔
3- ایمان کے بعد افضل نیکی خلق کو آرام دینا ہے۔
4- توبہ کرنا آسان اور گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔
5- ایک دم کے لیے بھی موت کو فراموش نہ کرو۔
6- جو شخص وعدہ خلاف ہے وہ قوم کے لیے شرمندگی ہے۔
7- تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔
8- نیک لوگوں کو دشمنوں سے بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔
9- عالم لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔

(انعم فرمان۔ لاہور)

دسترخوان کی مجلس

(حذیفہ یمان)

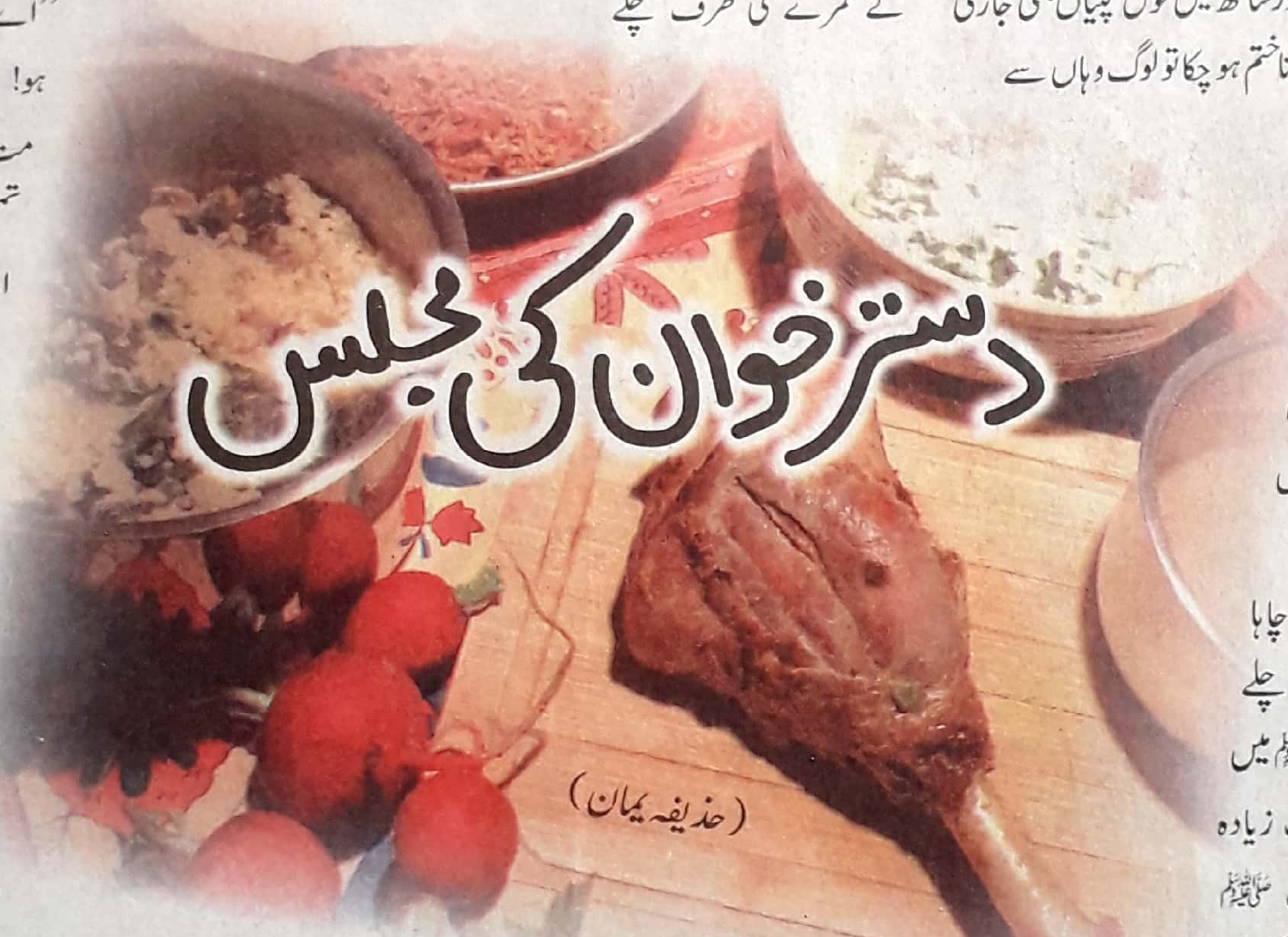

ہر فرد تک دعوت پہنچ چکی تھی۔ اب لوگ باری باری آ رہے تھے اور آ کر کھانا کھاتے جا رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ذمے یہ تھا کہ مدینہ میں کوئی ایسا شخص نہ ہو کہ جس تک دعوت نہ پہنچے۔ لہٰذا انہوں نے اپنا یہ فرض بخوبی انجام دیا تھا۔ مدینہ میں شاید ہی کوئی ایسا بچا ہو کہ جس تک دعوت نہ پہنچی ہو۔ اب جب ہر کسی کے پاس دعوت پہنچ چکی تھی تو ہر کسی نے یہ دعوت قبول بھی کی تھی کیونکہ یہ دعوت حضرت محمد ﷺ کی طرف سے تھی اور ان کے نکاح کی خوشی میں ولیمہ کی دعوت تھی۔ لہٰذا ہر شخص نبی ﷺ کے گھر پہنچا اور وہاں کھانا شروع ہو گیا۔

گوشت کا سالن اور ساتھ میں روٹی تھی۔ ہر شخص کھانے میں مگن تھا اور ساتھ میں خوش گپیاں بھی جاری تھیں۔ اب جب کھانا ختم ہو چکا تو لوگ وہاں سے جانا شروع ہو گئے۔ ایک ایک کر کے لوگ نکلتے جا رہے تھے۔ حتی کہ چند لوگ رہ گئے۔ یہ لوگ باتوں میں مگن تھے۔

نبی ﷺ نے چاہا کہ یہ لوگ بھی اب چلے جائیں لیکن نبی ﷺ میں چونکہ شرم ولحاظ بہت زیادہ تھے، اس لیے آپ ﷺ انہیں یہ بات نہ کر سکے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تک بیٹھے تھے، ان کو بھی یہ بات معلوم نہ تھی کہ ان کا یوں بیٹھ کر باتیں کرنا نبی ﷺ کو اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ اگر انہیں یہ بات معلوم ہوتی تو وہ بھی فوراً اٹھ کر چلے جاتے۔

نبی اکرم ﷺ کچھ دیر انتظار کرتے رہے کہ کب یہ لوگ اٹھیں گے اور ان کی باتیں ختم ہوں گی...... لیکن جب زیادہ دیر ہوئی تو بالآخر نبی ﷺ خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ کا یوں کھڑا ہونا دیکھ کر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اب انہیں چلنا چاہیے لیکن کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ابھی تک ایسے تھے کہ وہ وہیں پر موجود تھے۔

نبی اکرم ﷺ باہر کی طرف چل دیئے اور وہ لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر کی طرف چل دیے۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور نبی ﷺ سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ وہاں جا کر آپ ﷺ نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......!

جواب ملا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال احوال دریافت کیے...... آپ ﷺ کچھ دیر وہاں رکے اور پھر اگلی زوجہ کے کمرے کی طرف چلے گئے۔ وہاں بھی کچھ دیر رکے اور یوں تمام ازواج کے کمروں میں گئے۔ اس کے بعد جب نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ تین لوگ ابھی تک باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو دیکھا اور پھر سے واپس چلے گئے۔ آپ ﷺ دوبارہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے گئے۔

جب نبی ﷺ یوں دوبارہ پلٹ کر گئے تو تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس بات کا احساس ہو گیا کہ نبی ﷺ چاہتے ہیں کہ اب وہ یہاں سے چلے جائیں۔ جونہی یہ احساس ہوا...... وہ صحابہ رضی اللہ عنہم فوری اٹھے اور اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ نبی ﷺ کو جیسے ہی خبر ملی کہ وہ تین لوگ بھی جا چکے ہیں کہ جو ابھی تک بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فوراً گھر کی راہ لی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ ہی چلے آئے۔ اب نبی ﷺ نے جیسے ہی گھر میں دایاں قدم داخل کیا، آپ ﷺ نے پردہ گرا لیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ باہر ہی کھڑے رہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں مت داخل ہو مگر یہ کہ تمہیں کھانے کی طرف اجازت دی جائے، اس حال میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو اور لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور نہ (بیٹھے رہو) اس حال میں کہ باتوں میں دل لگانے والے ہو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے نبی کو تکلیف دیتی ہے، تو وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمہارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔"

(الاحزاب:53)

چونکہ نبی ﷺ مروت اور لحاظ کے باعث کچھ کہہ نہ پا رہے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک کی اس آیت کے ذریعے یہ بات سمجھا دی کہ جب نبی ﷺ کے گھر میں جاؤ تو کھانے کے بعد وہاں دیر تک بیٹھ کر باتیں نہ کرو بلکہ جلدی سے اپنے گھروں کی راہ لو۔

پیارے بچو! ہم بھی اکثر اپنے رشتہ داروں کے ہاں کھانا وغیرہ کھانے جاتے ہیں اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم کھانا کھانے کے بعد وہاں دیر تک بیٹھے رہتے ہیں۔ میزبان چاہ رہا ہوتا ہے کہ لوگ یہاں سے چلے جائیں لیکن لوگ وہاں بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ چونکہ مروت میں کہہ نہیں پاتا، اس لیے ہمیں خود اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ اگر تو میزبان ہمیں روک لے تو وہاں رکنا چاہیے۔ بصورت دیگر جب کھانے سے فارغ ہو جائیں تو وہاں سے جلدی واپس آنا چاہیے۔

اس سلسلے میں کچھ آداب یوں بنتے ہیں کہ جن کا ہر صورت ہمیں خیال رکھنا چاہیے۔

اگر کوئی خود بلائے تو جانا چاہیے، ورنہ بغیر بلائے کسی دعوت میں نہیں جانا چاہیے۔ کسی کو بلانا ہی اس کی اجازت ہے۔

جس وقت بلایا جائے صرف اسی وقت جایا جائے، اس سے پہلے یا بعد میں نہ جائیں تاکہ میزبان کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہو۔

ایسا نہ ہو کہ وقت سے پہلے جائیں اور کھانا ابھی تیار نہ ہوا اور آپ وہاں برتنوں کو دیکھتے رہیں اور انتظار کرتے رہیں کہ کب کھانا ملتا ہے۔ یہ بات بھی میزبان کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔

ایسا بھی نہ ہو کہ جب کھانا کھایا جا چکا ہو تو بعد میں آپ پہنچیں اور کھانا ختم ہو چکا ہو۔ یہ بھی میزبان کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے سے بھی گریز کرنا چاہیے۔

جب کھانا کھا لیا جائے تو پھر وہاں دیر تک نہیں بیٹھنا چاہیے کہ آپ وہاں بیٹھ کر دیر تک باتیں کرتے رہیں، لہٰذا وہاں سے جانے میں جلدی کریں اور وہاں بیٹھ کر دیر تک باتیں نہ کریں۔ سوائے اس صورت میں کہ جب میزبان آپ کو خود وہاں روکے۔

☆......☆......☆

حق کی پہلی ضرب

مکی زندگی کے دن تھے۔ زندگی کے کیا امتحان کے دن تھے۔ قدم قدم پر مصیبت تھی اور کروٹ کروٹ آفت
تو مشکل...... دشمنانِ دین سے مسلمانوں کو چھٹکارا کہیں تھا ہی نہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان دس مسلمانوں میں سے ایک جنہیں نام
بنام زندگی میں جنت کی بشارت ملی۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو کوئی سترہ سال کے ہوں گے۔ اس وقت مسلمان زیادہ سے زیادہ سات تھے۔
ایک دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے، اپنے دوستوں کے پاس گئے، دوست کون......؟ مسلمان ہی آپس میں دوست تھے، دوسرے تو انہیں پاس پھٹکنے بھی نہ دیتے تھے۔ کچھ
دوست ملے اور شہر سے باہر نکل گئے۔ مکہ سے باہر! ذرا ایک گھاٹی میں جا اترے۔ مکے کے اطراف بہت سی پہاڑیاں ہیں، اس لیے یہاں کئی گھاٹیاں بھی ہیں۔ خیال تھا ادھر کوئی
نہیں آئے گا، کچھ دیر یہاں عبادت کا مزہ لوٹا جائے۔ اللہ کے یہ نیک بندے ہر طرف سے دل پھیر کر اللہ کے ذکر میں لگ گئے۔ دنیا کی نظروں سے چھپے ہوئے تھے اور دل ہی
دل میں خوش تھے کہ کافروں کی پہنچ سے باہر ہیں لیکن ادھر عبادت ہو رہی تھی، ادھر کافروں کی ایک ٹولی جسے ہر وقت مسلمانوں کی فکر لگی رہتی تھی، ان کی ٹوہ میں نکلی۔ مسلمان تھے ہی
کتنے؟ انگلیوں پر تو گنے جاتے تھے۔ ان کے ٹھکانے سبھی کو معلوم تھے۔ ان ظالموں نے ادھر ڈھونڈا، ادھر ڈھونڈا، دیکھا کہ یہ کہیں نہیں ملتے تو ایک دوسرے سے بولے کہ آخر یہ
چکمہ دے کر گئے کہاں؟ ڈھنڈیا اس لیے پڑی تھی کہ جب تک یہ ظالم ہر روز مسلمانوں پر کوئی نیا ستم نہ ڈھا لیتے، ان سے رہا نہ جاتا، کچھ اِدھر بھاگے، کچھ ادھر بھاگے، کچھ پہاڑوں
پر آئے، کچھ گلی گلی بٹ گئے۔ آخر ہوتے ہوتے اس گھاٹی میں پہنچے جہاں اللہ والے اللہ کی عبادت میں لگے تھے۔ انہیں دیکھا تو ظالم بولے:
''اچھا تم لوگ یہاں ہو! بتاؤ کیا کر رہے ہو؟''

مفت کا جھگڑا تھا۔ جواب دے کر کون بات بڑھاتا؟ مسلمان چپ سادھے بیٹھے رہے اور یہ مذاق پر اتر آئے، کوئی چوٹ کرتا تو کوئی آوازے کستا، کوئی ہنستا تو کوئی گالی دیتا، دھول
دھپے میں بھی یہ شیطان رکے ہوئے نہ تھے۔ غرض کوئی ذلت نہ تھی جس کا منہ گھاٹی میں چھپے ان بیچاروں نے دیکھا۔ ظالم تھے کہ کسی بات میں رکتے ہی نہ تھے۔ قہقہوں کا ایک
طوفان بدتمیزی تھا کہ اڑا جا رہا تھا۔ آخر صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اہل ایمان بھی انسان ہی تھے۔ نوجوان سعد رضی اللہ عنہ دیر تک یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ جو کچھ گزرتی رہی برداشت
کرتے رہے۔ عبادت گزاروں میں ایک مسلسل خاموشی تھی۔ ہوں نہ ہاں...... کچھ بھی نہیں لیکن جب صبر کا بند ٹوٹا، ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو جواں سال سعد رضی اللہ عنہ نے اِدھر اُدھر
دیکھا۔ سامنے کچھ دور اونٹ کا ایک ڈھانچہ پڑا تھا، نظر اس پر جا ٹھہری۔ دل ہی دل میں کچھ سوچا، چپکے سے اس کی طرف بڑھے۔ ایک ہڈی اٹھائی، بڑی اور مضبوط ہڈی اور حریفوں
پر ٹوٹ پڑے، جو سامنے آیا، پٹ گیا، ظالموں کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ پہلی ضرب جس مشرک پر پڑی تھی، وہ تو چکرا گیا۔ اس زور کی مار پڑی تھی کہ سر پھٹ گیا۔ خون بہنے لگا،
حق و باطل کی لڑائی میں یہ پہلی ضرب تھی جو کسی مسلمان نے کسی کافر پر لگائی۔ (بحوالہ: سیرت ابن ہشام)

(عبداللہ بن عبدالرؤف۔ صادق آباد)

اللہ تعالیٰ نے گاجر کی صورت میں انسان کو بہت بڑی نعمت سے نواز رکھا ہے۔ کیونکہ اس نعمت سے استفادہ بڑا مفید اور صحت کے لیے کسی تحفہ سے کم نہیں۔ اس کا استعمال بلند فشارِ خون (High Blood Prrssure) اور السر (Ulcer) سے محفوظ رکھتا ہے۔ طبیعت میں بے چینی کو کم کر کے خون بنانے کے عمل کو تیز کرتا ہے۔ خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کر کے نہایت مفید ثابت مند ہوتا ہے۔

کچی گاجریں کھانا یا گاجر کا جوس پینا جلد (Skin) میں سفیدی لاتا ہے۔ اسی طرح ناخنوں میں سفید دھبے ختم کر کے انہیں صحت مند اور سرخی مائل کرنے میں گاجروں کا ثانی نہیں۔

نباتاتی لحاظ سے گاجر ایک جڑ ہے، یعنی ہم پودے کا جو حصہ کھاتے ہیں، وہ ایک جڑ ہوتی ہے۔ جسے Taproot کہتے ہیں۔ گاجر کی جڑ بطور سبزی دنیا بھر میں استعمال ہوتی ہے۔ عموماً گاجر کی جڑ سرخ رنگ میں ہوتی ہے۔ البتہ مختلف اقسام کی بنا پر اس کا رنگ نارنجی، کالا، جامنی، سفید، پیلا بھی ہوتا ہے۔

گاجر یورپ اور ایشیا کا مقامی پودا ہے، جسے دنیا بھر کے لوگ مختلف طریقوں سے بطور سبزی استعمال کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے FAO کے مطابق دنیا بھر میں گاجروں کی سالانہ پیداوار 36 ملین ٹن سے زائد ہے۔

2011ء کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا بھر میں کل پیداوار 35.658 ملین ٹن تھی۔

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ 1100 سال پہلے بھی ایران اور افغانستان کے لوگ گاجر کاشت کیا کرتے تھے۔ گویا گاجروں کا انسانی کھانوں کے ساتھ تعلق صدیوں پرانا ہے۔ گاجروں کا قدرتی رنگ اور ذائقہ بھی انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ گاجروں کی رنگت کا ذمہ دار ایک مادہ ہوتا ہے، جسے کیروٹین (Carotene) کہا جاتا ہے۔

گاجروں کی غذائی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔ اسے کھانے سے طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے

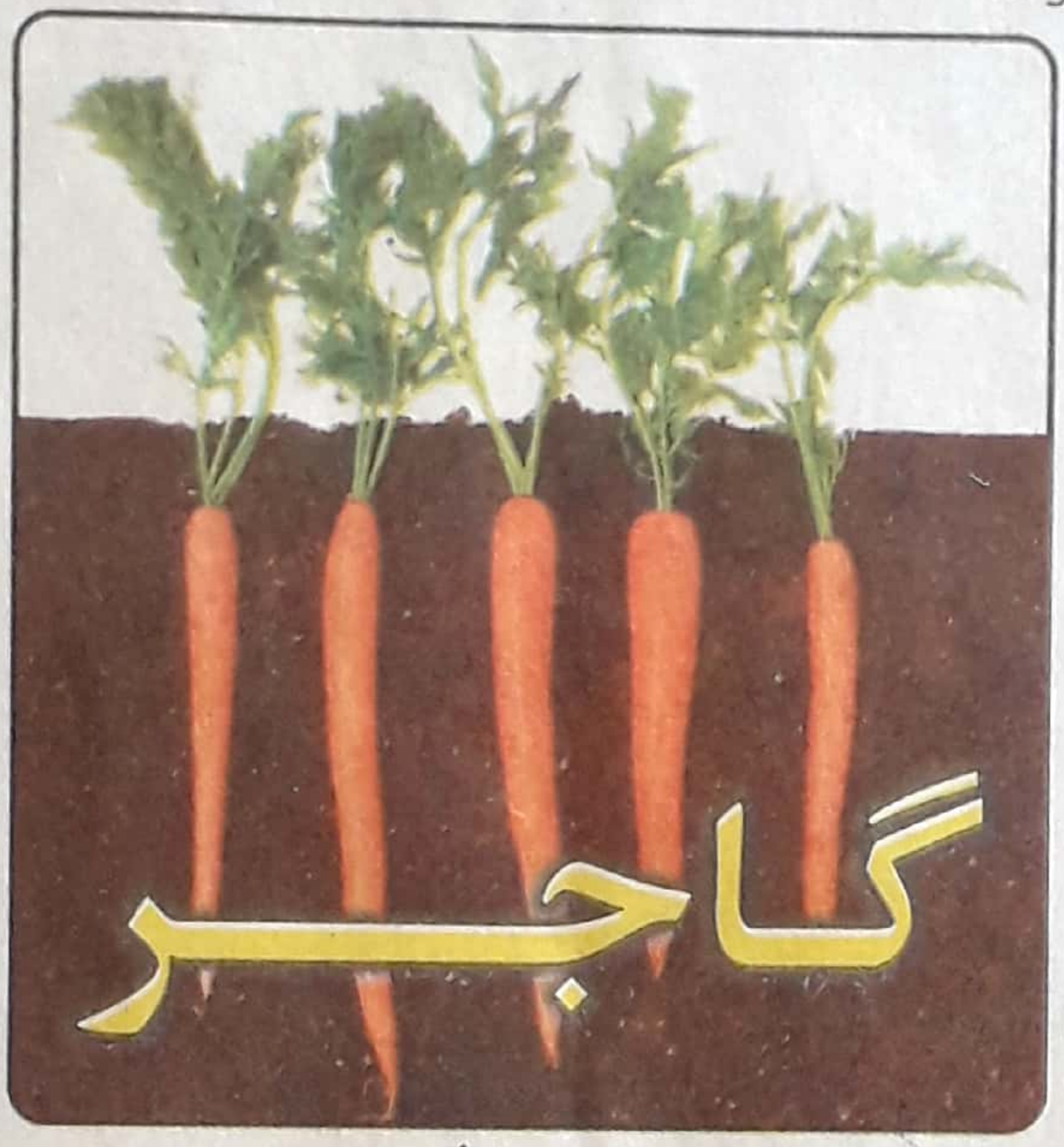

کیونکہ گاجر میں 88 فیصد تک پانی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں نشاستہ، غذائی ریشے (Fiberr)، چکنائی اور پروٹین بھی پائی جاتی ہے۔ وٹامنز میں وٹامن A، وٹامن B9,B6,B5,B2,B1، وٹامن C اور وٹامن D بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح گاجروں میں کئی طرح کے نمکیات بھی موجود ہوتے ہیں۔ جن میں قابلِ ذکر کیلشیم، آئرن، میگنیشیم، مینگنیز، فاسفورس، پوٹاشیم، سوڈیم، زنک اور فلورائیڈز ہیں۔

پروردگارِ عالم کے اس بے نظیر خزانے سے استفادہ کئی طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ جن میں گاجروں کا کچا استعمال، گاجر کا حلوہ، جوس، بحیثیت سبزی اور اچار وغیرہ شامل ہیں۔

گاجر پیدا کرنے والے ممالک میں چین پہلے نمبر پر ہے۔ اس کے بعد روس، امریکہ، ازبکستان، پولینڈ، یوکرائن اور برطانیہ کا نمبر آتا ہے۔ پاکستان میں بھی گاجریں کاشت ہوتی ہیں جو بمشکل مقامی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔

تجارتی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ کچھ مقدار میں یہ افغانستان پہنچائی جاتی ہیں۔

محترم قارئین!

ایک مرتبہ پھر ہماری زندگی میں گاجروں کا موسم آن پہنچا ہے، اب یہ ہمارا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے ہم کس قدر فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کا کتنا شکر ادا کرتے ہیں؟

(حافظ منشاء بلال۔ خانیوال)

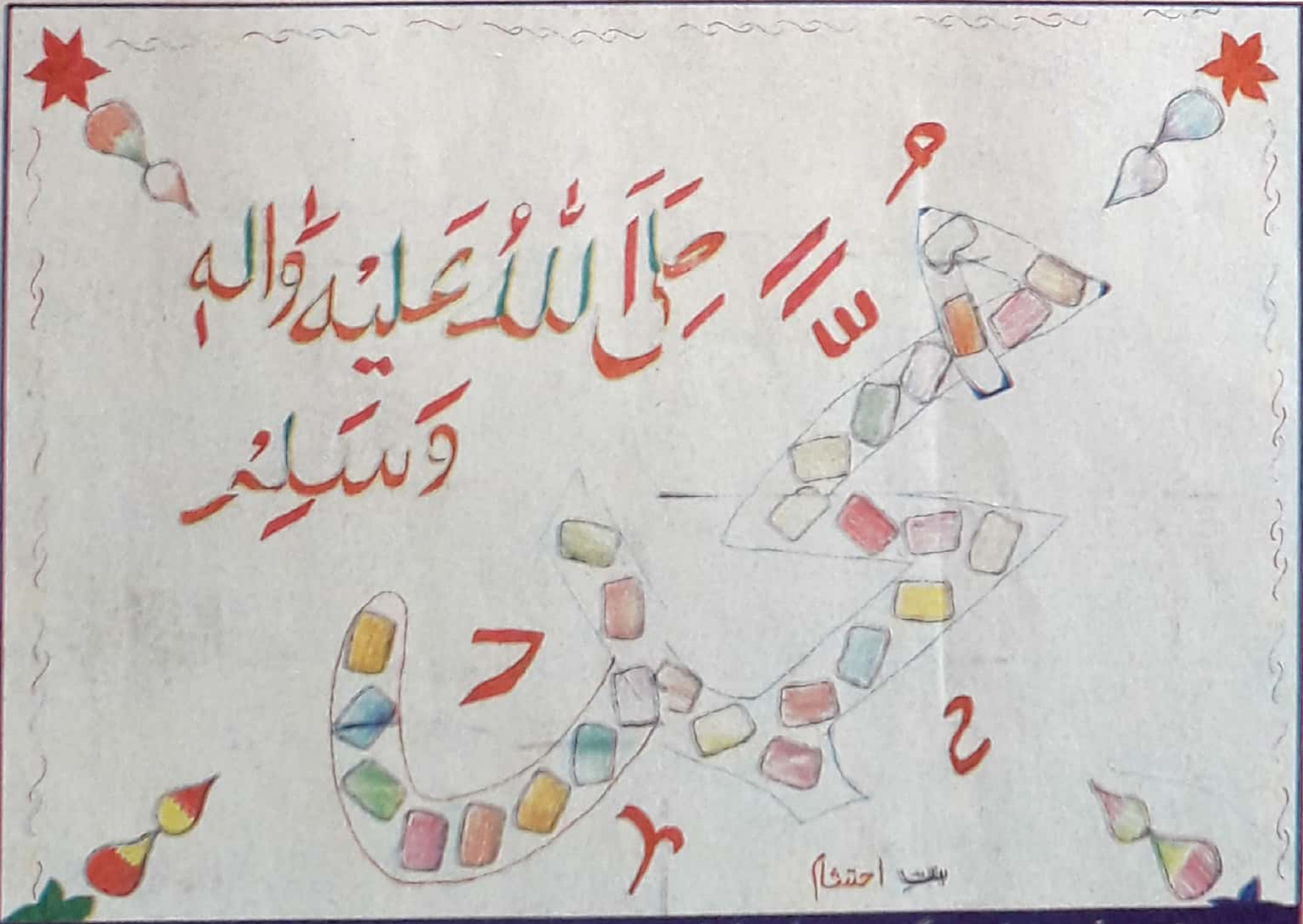

یہ پینٹنگ شمارہ نمبر 160 کی آرٹ گیلری میں شائع نہ ہو سکی لیکن اب یہ شائع کی جا رہی ہے اور اسے بنانے والے کو انعام بھی بھیجا جائے گا

عزیز ساتھیو! آپ میں سے بہت سے بچے ایسے ہوتے ہوں گے'جو صبح اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ امی آوازیں دے دے کر تھک جاتی ہے'پھر آنکھیں ملتے اٹھتے ہیں اور نماز بھی دیر سے پڑھتے ہیں اور بعض تو نماز پڑھتے ہی نہیں۔

ذرا سوچیں! آپ کو کیا محسوس ہوا اگر کوئی بندہ اعلان کرے یہ میرے پاس ہیرے جواہرات ہیں جو آتا جائے لیتا جائے اور کوئی بندہ اس بات سے بے پرواہ ہو کر غافل پڑا سوتا رہے۔ یقیناً آپ اس کو بے وقوف کہیں گے تو پھر آئیں آج آپ دیکھیں کہ فجر کے وقت اللہ کیسے کیسے خزانے بانٹ رہے ہوتے ہیں اور غافل سوئے رہتے ہیں۔ اللہ کے خزانے تو ہیرے جواہرات سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔

ننھے منے ساتھیو! جب ہم سو جاتے ہیں تو شیطان ہماری گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے'سوتے رہو'صبح سویرے فجر کے وقت اٹھنے والے بچوں کی یہ گرہیں کھل جاتی ہیں'جب وہ اٹھ کر دعا پڑھتا ہے'ایک گرہ کھل گئی۔ وضو کیا تو دوسری گرہ اور نماز پڑھنے پر تینوں گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ ہشاش بشاش رہتا ہے۔ نیکی کے لیے آمادہ رہتا ہے' اللہ کی ہر کام میں تائید ہوتی ہے۔ مشکلات کی دوری ہوتی ہے۔ چہرے پر جمال آتا ہے'لبوں پر تبسم ہوتا ہے اور انسان سرگرم رہتا ہے۔ نماز باجماعت کی طرف اندھیرے میں چل کر جانے والے کے لیے نور کی خوشخبری ہے'جس سے وہ قیامت کے دن اندھیروں کو پار کرے گا'اسی نور سے نبی اکرم ﷺ اپنے امتیوں کو پہچانیں گے۔

حدیث میں ہے کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی'وہ اللہ کی ضمانت میں ہے اور اللہ اپنی ضمانت کے بدلے تجھ سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے۔ اسی طرح فجر اور عصر کی جس نے نماز پڑھی'وہ ہرگز آگ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ جس نے دو ٹھنڈی رکعتیں پڑھیں'وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس سے مراد فجر کی سنتیں ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''تم اپنے رب کو اسی طرح بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو۔ اگر تم کر سکو تو ایسا ہی کرو کہ طلوع آفتاب سے قبل کی نماز اور غروب آفتاب سے قبل کی نماز میں مغلوب ہو کر نہ رہ جاؤ (یعنی ان کو ضرور ادا کرو)۔'' (بخاری ومسلم)

فجر کے خزانے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فجر کی دو سنتیں دنیا ومافیہا سے بڑھ کر ہیں۔''

(مسلم)

اور نبی اکرم ﷺ نے نوافل میں سب سے بڑھ کر فجر کی دو سنتوں کی ہی پابندی فرماتے تھے۔

(بخاری ومسلم)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فجر باجماعت ادا کی'پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا'پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کا اجر حج اور عمرہ کے برابر ہوا اور آپ ﷺ نے اسے تین مرتبہ فرمایا۔ (ترمذی)

فجر کے بعد بیٹھے بیٹھے بغیر کوئی بات کیے جس نے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

کلمات پڑھے'اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی'10 گناہ مٹائیں جائیں گے اور 10 درجات بلند ہوں گے۔

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! تو میری امت کو اس کے بکور میں برکت دے۔ بکور دن کا پہلا حصہ ہے۔ صبح کا وقت برکت والا ہوتا ہے'آپ صبح جو کوئی بھی کام کریں'سبق یاد کریں'وہ آپ کو کبھی نہیں بھولے گا۔ رات جلدی سو کر صبح جلدی اٹھیں اور اللہ سے شیطان کی گرفت سے آزادی' مستعدی' نور کی بشارت' فرشتوں کی شہادت' حفاظت کی ضمانت' جہنم سے آزادی' جنت کا حصول' رب کا دیدار' حج کامل کا ثواب اور سحر خیزی کی برکت حاصل کریں۔ صبح کے وقت قرآن کریم کی تلاوت کریں' تاکہ فرشتے جب اللہ کے پاس جائیں تو ہم رب کی عبادت میں مشغول ہوں۔

کیوں ساتھیو! کیسی لگیں آپ کو فجر کی سنتیں اور فجر کے خزانے۔ تو پھر آج ہی کمر کس لیں'ہو جائیں تیار اور اللہ سے یہ بے بہا خزانے حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

(اخت مزمل ثناء اللہ۔ میاں چنوں)

اگلی انعامی تحریر کا موضوع

''امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بچپن''

آپ کی تحاریر 6 فروری تک موصول ہو جانی چاہئیں۔

ہدایات:

★ تحریر صفحے کے ایک طرف اور صاف ستھری لکھیں۔
★ نقل شدہ تحریر مت بھیجیں۔
★ حوالہ جات لازمی لکھیں۔
★ آپ کی تحریر 6 جنوری تک موصول ہو جانی چاہیے۔

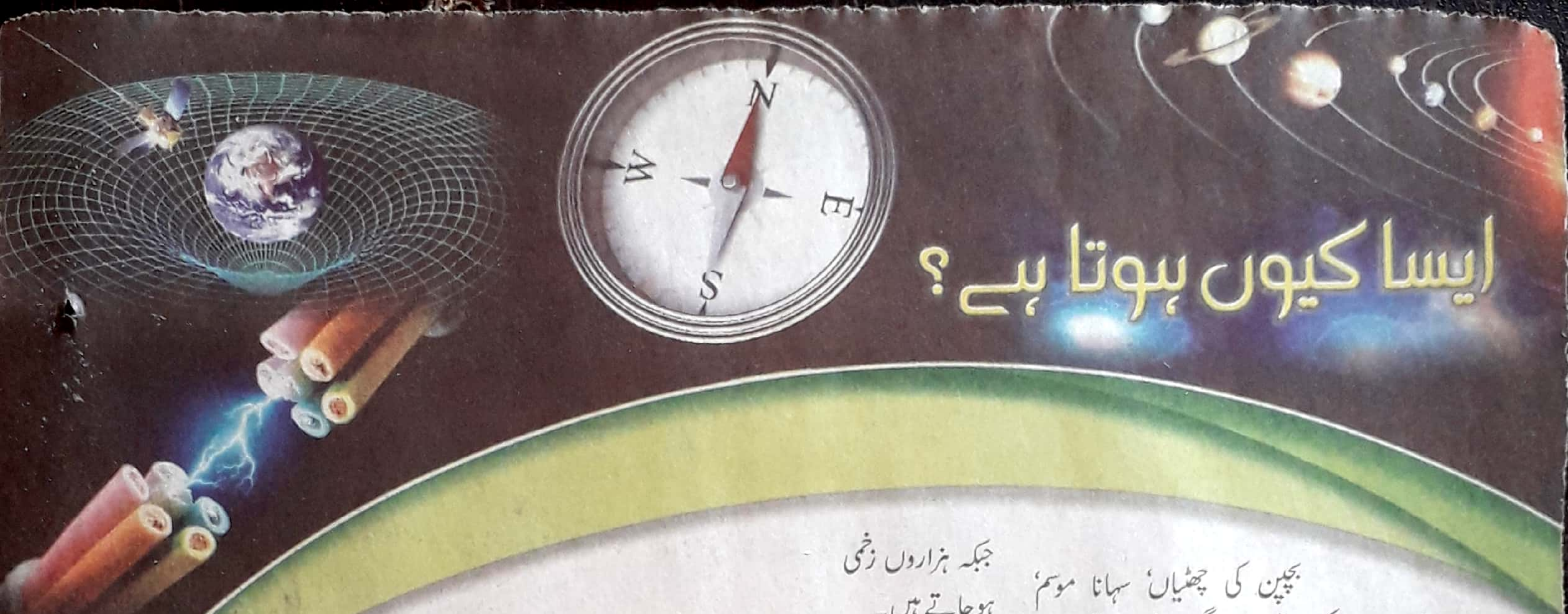

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

بجلی کیوں چمکتی ہے؟

بچپن کی چھٹیاں، سہانا موسم، ماموں جان کی فارمیسی سے گھر واپسی پر قبرستان سے گزرتے ہی تیز موسلا دھار بارش نے مجھے نہلا ہی دیا۔ اسی پر بس نہیں، تیز بجلی کی چمک اور کڑک نے تو زناٹے دار آواز سے مجھے ڈرا ہی دیا۔ میں پریشان تو نہ ہوا مگر گھر میں جو دعائیں یاد کروائی تھی فر فر پڑھ دی۔ اب میں مطمئن تھا کہ میرا پیارا رب مجھے کچھ نہیں ہونے دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں مشکل میں بچاتا اور آزماتا ہے۔

پیارے بچو! آپ نے بھی بھونچال کی طرح آسمان پر زور دار بجلی چمکتے ہوئے ضرور دیکھی ہوگی۔ آپ ڈرے بھی ہوں گے۔ کچھ بچے تو سخت نیند سے اٹھ کر باقاعدہ چیخیں مارنا شروع کردیتے ہیں۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے تو ہو ہی جاتا ہوگا۔ ماہرین موسمیات کے مطابق دنیا بھر میں ہر وقت ایک ہزار آٹھ سو(1800) کے قریب طوفان، بادو باراں یا گرج چمک کے ساتھ بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہر سیکنڈ میں اوسطاً ایک سو(100) جگہوں پر بجلی گرتی ہے۔

زمین پر بھی مثبت یا منفی چارج ہوتا ہے۔ اسی لئے تو بچو! آسمانی بجلی اس چارج کی طرف لپک کر زمین میں چلی جاتی ہے۔ بجلی کا کڑکا یا بجلی کی لہر چودہ ہزار(14000) میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی ہوئی زمین پر پہنچتی ہے۔ جس میں تین لاکھ (300000) وولٹ کی طاقت ہوتی ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں کردیتے ہیں۔ اس سے قرب و جوار میں فضا کا درجہ حرارت 30000 سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے جو کہ سورج کے درجہ حرارت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ہر سال تقریباً 100 افراد صرف اسی کی زد میں آکر جاں بحق ہوجاتے ہیں جبکہ ہزاروں زخمی ہوجاتے ہیں۔

یہ بلندی پر واقع مقامات پر زیادہ کثرت سے گرتی ہے۔ نیویارک کی بلند ترین عمارت ''ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ'' پر سال میں 25 بار بجلی گری۔

اوہ ہو...... یہ ساری باتیں ایک دم ٹھیک ہیں مگر کیسے، کیوں گرتی ہے؟ یہ آسمانی بجلی!!

وہی تو بتا رہے ہیں جی! کہ علم موسمیات کے ماہرین نے معلوم کیا ہے کہ بجلی پیدا ہونے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے بڑا سادہ مگر حیران کن بنایا ہے۔ انسانوں کے حواس کو خطا کرنے کے لئے ایک معمولی سی کڑک ہی کافی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا معمولی مگر بہت خوفناک منظر ہے۔ سائنس و حقائق کے مطابق بادلوں کے اولے برسانے والے ٹکڑے 7.4 سے 7.5 میل (6.7 سے 9 کلومیٹر) کی بلندی پر ہوتے ہیں۔ بادلوں میں گرج اور چمک کا پیدا ہونا ہی حقیقتاً بجلی کا پیدا ہونا ہے۔ یہ تو تھی اس کی معمولی سی تعریف۔

اصل بات یہ ہے بچو! کہ بادل جب فضا میں ہیں تو بادلوں میں ہی برف کی روئی کے ذرے اور پانی کے ننھے ننھے قطرے گھومتے گھومتے آپس میں ٹکراتے ہیں تو ان پر بجلی کا چارج آنا شروع ہوجاتا ہے جس سے ان میں بجلی پیدا ہوجاتی ہے۔

اب پیش ہے بڑی بجلی کی بڑی بات! وہ یہ کہ جب چارج شدہ ایک بادل اچانک دوسرے چارج شدہ بادل کو ٹکر مار دے تو زوردار گرج کے ساتھ بجلی پیدا ہوتی ہے جو کہ اچھل کر زمین پر گر کے دھماکے کے ساتھ ساتھ بڑا شعلہ بھی پیدا کرتی ہے۔ بادلوں کی اس ٹکر سے ہوا گرم ہوکر پھیلتی ہے۔ یاد رہے کہ ہوا کے اندر آواز جس رفتار سے سفر کرتی ہے ان کو ''سپیڈ آف ساؤنڈ'' کہتے ہیں۔

جی ہاں!

یاد آ ہی گئی خاص بات کہیں رہ نہ جائے! ''آسمانی بجلی اور گرج ایک ساتھ پیدا ہوتی ہیں''۔ اب آپ ہی ذرا بتائیں کہ ''بجلی کی چمک کی روشنی تو ہمیں نظر آجاتی ہے مگر اس کی گرج دار آواز ہمیں چند سیکنڈ بعد سنائی کیوں دیتی ہے؟؟؟ سادہ سی بات ہے کہ ہماری آنکھیں پہلے ہیں اور کان بعد میں اس لئے بجلی کی چمک پہلے اور آواز بعد میں آتی ہے!!

اوہ ہو جی نہیں بچو! ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ بات تو یوں ہے کہ روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے بہت تیز ہے۔ جبھی تو بادلوں کے آپس میں ٹکرانے سے پہلے روشنی کی چمک اور بعد میں گرج کی آواز سنائی دیتی ہے۔

اب کیوں نہ آپ کو پکڑ کر بجلی سائنسدان بنا دیتے ہیں۔ وہ بھی چٹکی میں...... یعنی آپ ''بنا کسی آلے کے...... بجلی کے گرنے کا فاصلہ معلوم کرسکتے ہیں۔

مگر یہ کیسے ممکن ہے؟؟ یہ سب ہم آپ کو بتا دیتے ہیں۔

لیجئے! آپ نے کرنا صرف یہ ہے کہ بجلی کی چمک دیکھتے ہی فوراً سیکنڈ شمار کرنا شروع کردیں۔ جیسے بجلی دھماکہ کرے گنتی ختم کردیں۔ اب فرض کریں کہ آپ نے چمک دکھائی دینے کے 10 سیکنڈ بعد بجلی گرجنے کی آواز سنی تو آپ کو اندازہ ہوجانا چاہیے کہ بجلی آپ سے دو میل یعنی تین کلومیٹر دور گری ہے۔ ہے نا کمال کا آئیڈیا۔

ننھے منے بجلی سائنسدانو! یہ تھیں ہمارے رب کی قدرت بجلی کے حیران کن رازوں کے موتی جو ہم نے لکھ کر آپ کی جھولی میں ڈال دیئے ہیں۔ اللہ حافظ

(حافظ ابوبکر ادریس بن مفتی محمد ادریس المدنی)

فرضی قصّے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

3 7 فروری 2014ء/4 ربیع الثانی 1435ھ

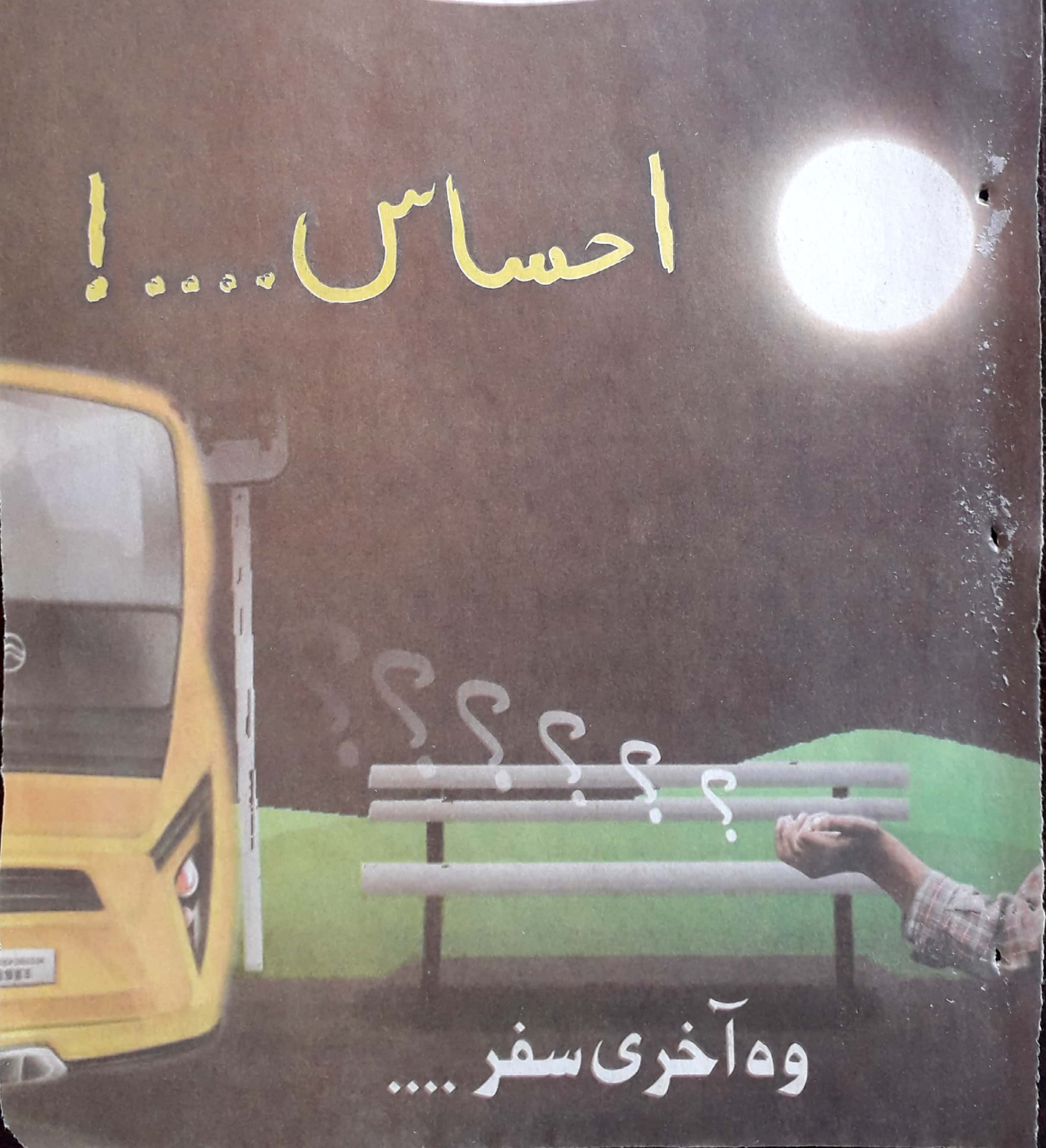

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی ﷻ

اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت بتادوں جو تمھیں دردناک عذاب سے نجات دلائے' تم اللہ اور اس کی رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو' یہ تمہارے لئے بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو' وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ کی جنتوں میں تمہارے لئے پاکیزہ مکانات ہیں' یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (سورہ الصف:12-10)

(ابو عبداللہ۔ رحیم یار خان)

حدیثِ نبوی ﷺ

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز پڑھنا۔ پوچھا گیا پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جہاد کرنا۔ تو اس نے کہا: میرے والدین ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے والدین کے ساتھ خیر کا حکم دیتا ہوں۔ اس نے کہا اس ہستی کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا میں ضرور جہاد کروں گا اور انہیں ضرور چھوڑ جاؤنگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو بہتر جانتا ہے۔ (مسند احمد 182/2)

(محمد آصف۔ لیاقت پور)

پہلی بات

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گلستان روضہ کے پھولو!

بڑے زور وشور سے پڑھائی جاری ہوگی' کیوں نہ ہوں؟؟؟ آخر سال بھر کی محنت کا اصل امتحان اب ہونا ہے اور امی ابو کی طرف سے کھیل کود کی بھی اجازت بھی کم کم ملتی ہوگی اور آج کل آپ بچوں کی مثال اس کسان کی طرح ہے۔ جو اپنی فصل کے لئے بہت زیادہ محنت کرتا ہے۔ اور جیسے جیسے فصل پکنے کے قریب ہوتی ہے۔ اس کی دیکھ بھال اور فکر مندی اس قدر بڑھتی ہے۔ اور ہاں اب تو نمازوں کی بھی پابندی ہوگی۔ یقیناً اور خشوع وخضوع کے ساتھ دعاؤں کا بھی اہتمام ہوتا ہوگا کہ اے اللہ! مجھے اچھے نمبروں سے کامیاب کرنا۔ تاکہ میں اپنے تعلیمی سلسلے کو اچھے انداز میں جاری رکھ کر معاشرے کا باوقار شہری بن سکوں۔ اور اپنی صلاحیتوں سے دین وملت کی خدمت کرسکوں۔

بس اس سلسلے کو امتحانات کے بعد بھی جاری رکھنا ہے کیونکہ ہم امتحانات میں ہی مسلمان نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمان ہیں۔ ہمیں اس امتحان کی بھی فکر کرنا ہوگی جو ہماری موت پر شروع ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! آخرت کی زندگی جو موت کے بعد شروع ہونے والی ہے وہ دائمی اور نہ ختم ہونے والی ہے۔ اس دنیا کی خوشیاں بھی عارضی اور غم بھی عارضی ہیں تو ہمیں آخرت کی زندگی کے لئے بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اچھا جی! اب چلتے ہیں آپ نے امتحان کی تیاری بھی کرنی ہے۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو......!

والسلام

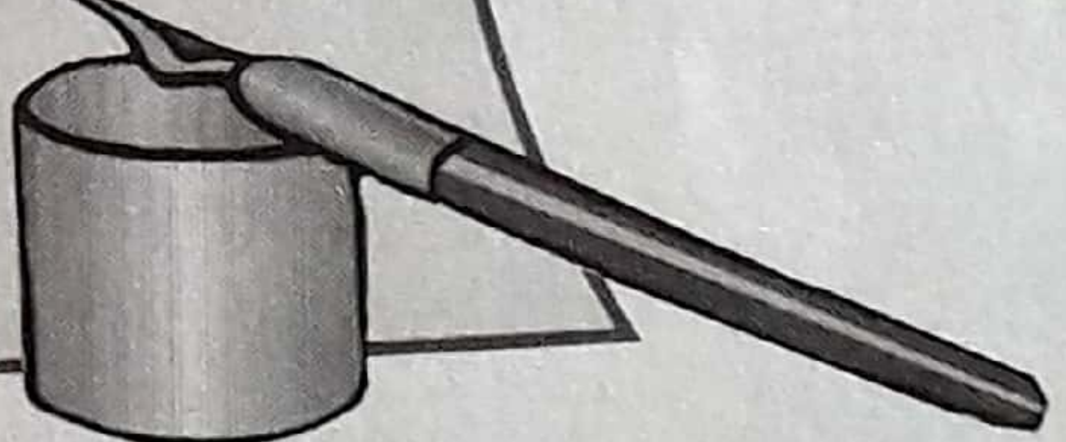

استغفار اور توبہ کی دعا

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ (ابو داؤد: 85/2)

''میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اسی کی طرف توبہ کرتا ہوں۔''

(بنت امتیاز۔ اسلامیہ کالونی)

ربنا

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

قیمت 5 روپے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادی خصوصیات

مالک ارض وسماء نے قرآن حکیم میں فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

(البقرۃ 2:530)

''ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔''

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا میری مثال ایسے ہے جیسے ایک عالی شان مکان تعمیر ہو لیکن اس مکان کی سامنے والی دیوار پر ایک اینٹ کی جگہ رہ گئی ہو۔ جو بھی مکان کو دیکھتا وہ تعریف کرتا لیکن جب مکان کے سامنے والی دیوار پر اینٹ کی خالی جگہ پر نظر پڑے تو وہ اعتراض کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہ اینٹ ہوں جو اس کی خوبصورتی مکمل کرتا ہوں''۔ اسی طرح بخاری کی مشہور حدیث ہے کہ ایک انصاریہ عورت آئی کہنے لگی: اے اللہ کے نبی ﷺ آپ کھجور کے تنے کی بجائے منبر پر خطبہ ارشاد فرمائیں اگر آپ اجازت دیں تو ہمارا کاروبار ہے ایک منبر بنوادیں؟۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں بنوادیں۔ جب اگلا جمعہ آیا تو نیا منبر مسجد نبوی میں آگیا۔ آپ ﷺ نئے منبر پر رونق افروز ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی رسول اللہ ﷺ بچے کے رونے کی آواز آرہی ہے لیکن کوئی بچہ ہے نہ کوئی آنسو گرتا ہے بس آواز آرہی ہے۔ نبی رحمت ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اس کھجور کے تنے کو گلے سے لگایا اور اسے تھپکی دی چپ کروایا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ گزرتے ہوئے ایک باغ میں داخل ہوئے تو ایک اونٹ روتا ہوا میرے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا دکھڑا بیان کیا۔ نبی رحمت ﷺ نے اسکے مالک کو بلایا اور فرمایا کہ یہ اونٹ تیرے بارے میں شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے کھلاتا اور پلاتا کم ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے انس رضی اللہ عنہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھے نبوت ملنے سے پہلے جھک کر سلام کیا کرتا تھا۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا نمودار ہوا اس نے ایک بکری پکڑی اور ذرا دور جا کر کھانے لگا۔ چرواہا پیچھے دوڑا بکری لے لی۔ بھیڑیا پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ گیا اگلی ٹانگیں سیدھی کر لی پھر بولنے لگا: ''اِتَّقِ اللّٰہ'' ''اے چرواہے اللہ سے ڈر''۔ جس نے یہ میری خوراک بنائی ہے اور تو اسے چھین کر لے آیا ہے۔ اگر سمجھ نہ آئے تو مدینہ کی وادی میں ایک ایسی شخصیت ہے جس نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے اس سے جا کر پوچھ لے۔ اب چرواہے نے سب کچھ چھوڑا اور مدینہ کی وادی میں پہنچا جہاں نبی رحمت ﷺ موجود تھے، سارا واقعہ سنایا اور حیرت میں گم تھا کہ بھیڑیے نے یہ بات سنائی۔ نبی ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: الصلاۃ الجامعۃ کہ منادی کرو۔ سارے لوگ مسجد میں اکٹھے ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس چرواہے سے فرمایا: کہ وہ ساری داستان لوگوں کو سنائے تو اس نے سنائی۔ پیغمبر کی یہ منفرد خصوصیات تھیں کہ کہیں کھجور کے تنے سے رونے کی آوازیں آتی ہے۔ کہیں اونٹ آکر اپنی شکایات کرتا، کہیں پتھر جھک کر سلام کرتے ہیں...... کہیں بھیڑیا خونخوار درندہ انسانی آواز میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہے۔

اسی طرح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم نے فرمایا: پانچ خصوصیات ایسی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو اللہ نے عطا نہیں کیں۔

① ایک مہینے کی مسافت سے کفر پر رعب طاری ہوجاتا تھا۔

② میرے لئے زمین کا ہر حصہ سجدہ گاہ بنا دیا۔ جہاں چاہیں نماز ادا کریں۔

③ مال غنیمت حلال ٹھہرایا یعنی وہ مال جو جہاد کرتے ہوئے دشمن سے لے لیا جائے وہ ہمارے نبی ﷺ کی ذات پر حلال تھا۔

④ ہر پیغمبر خاص قوم کے لیے، خاص وقت کے لیے نبوت لے کر آئے لیکن میرے آقا نے فرمایا: اب قیامت کی صبح تک آنے والوں کے لیے میری نبوت چلے گی۔

⑤۔ قیامت والے دن کوئی شفاعت نہ کرے گا۔ اس سخت دن میں نبی ﷺ ہی امت کی شفاعت کریں گے۔

یہ تو چند ایک خصوصیات ہیں۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو لاتعداد واقعات ملتے ہیں جن میں میرے آقا ﷺ کی انفرادی خصوصیات کا تذکرہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سعادت کی زندگی سے زندہ رکھے موت آئے تو شہادت جیسی عظیم موت سے نوازے۔ آمین۔

(خدیجۃ الکبریٰ۔ ہارون آباد)

وہ آخری سفر...

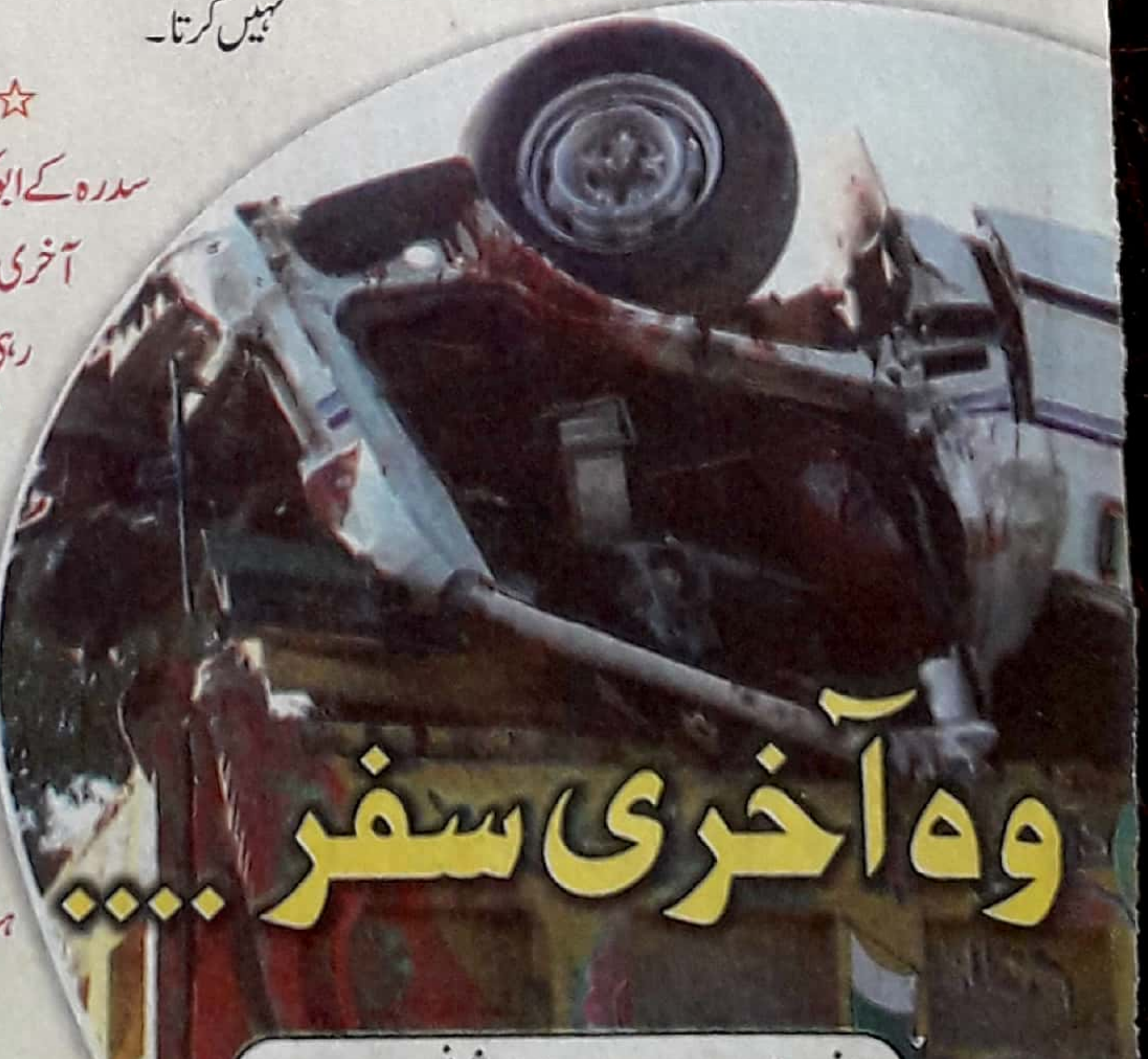

سدرہ: ابو مجھے سیرۃ النبی ﷺ کے مقابلے میں لازمی حصہ لینا ہے۔

ابو: بیٹا! میں نہیں چاہتا کہ تم شہر سے دور جاؤ۔

مجھے نہیں پتہ ابو! بس مجھے جانا ہے، مجھے ضرور جانا ہے۔ آپ آج اجازت دیں پھر کبھی ضد نہیں کروں گی۔

رات ہوگئی، سب لوگ سونے کو ہیں مگر سدرہ بضد ہے، آخرکار سدرہ کے ابو نے اجازت دے دی۔

صبح ہوئی۔ ثواب رکشہ لینے ہی نہیں آرہا۔

سدرہ کے ابو نے تسلی دی کہ بیٹا چلو آج میں تمہیں سکول چھوڑ دیتا ہوں۔

مگر اب سدرہ ایک اور فرمائش کر رہی ہے کہ دادا ابو! مجھے ایک سو روپے چاہئیں۔

لے بیٹا پورے ایک سو روپے...... دادا بولے

سدرہ: ابو جی ابو جی! آپ بھی مجھے ایک سو روپے دیں۔

اتنے پیسے کیا کرو گی؟

دوسرے شہر جانا ہے نا...... اس لئے۔

سدرہ کبھی دادا ابو سے ملتی اور کبھی ابو سے اور کبھی دروازے پر رکشہ دیکھنے جاتی۔ جانے کی خوشی میں بار بار گھر کے دروازے کے چکر لگا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

معظم: ابو! آج میرے لئے دعا کرنا کہ میں مقابلہ جیت کر آؤں۔

ابو: میرا پیارا بیٹا! تم ضرور جیت کر آؤ گے۔ تم نے اتنی تیاری جو کی ہے۔

مگر پھر بھی معظم بار بار اپنے ابو سے دعا کرنے کا کہہ رہا تھا۔

چودہ سالہ معظم پانچ وقت کا نمازی تھا۔ دین کے بارے میں کافی معلومات رکھتا تھا۔ آٹھ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن بھی پڑھ لیا تھا۔ گاؤں کے سارے دوست کہہ رہے تھے کہ معظم جاتے وقت بس یہی کہہ رہا تھا...... دوستو دعا کرنا...... ابو دعا کرنا...... دعا کرنا۔

☆☆☆☆☆

منصور اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ والد پہلے وفات پا چکے تھے۔ ماں لوگوں کے کپڑے سلائی کر کے بڑی محنت سے منصور کو تعلیم دلوا رہی تھی اور خواہش یہ تھی کہ بڑا ہو کر منصور میرا سہارا بنے گا۔

☆☆☆☆☆

افق آج نا جانے ماں جی سے اتنا کیوں پیار کر رہی تھی۔ کبھی ہاتھوں کو چومتی اور کبھی ماں کے گالوں کو۔

افق: ماں دعا کرنا میری پورے سندھ میں پہلی پوزیشن آئے۔ آج تو کمال ہوگیا...... افق اتنی خوش کبھی نہ ہوئی تھی۔

آج صبح قرآن پاک پڑھتے ہوئے خوشی خوشی میں افق اپنی سہیلی کو عجیب خواب بیان کرتی ہے۔ کہتی ہے کہ رات میرے خواب میں ایک بزرگ آئے اور کہہ رہے تھے کہ میں تمہیں کل اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

☆☆☆☆☆

ہمایوں بابر علی کا اکلوتا بیٹا تھا۔ بابر علی، نواب شاہ ہسپتال میں پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ بیٹا میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہ پاؤں گا۔ آج اتنے دن گزرنے کے بعد بھی بابر علی اپنے اکلوتے بیٹے کے غم میں کسی سے بات نہیں کرتا۔

☆☆☆☆☆

سدرہ کے ابو کو کیا خبر تھی کہ شاید آج میری بیٹی آخری دفعہ اتنے پیار سے پیسے مانگ رہی ہے۔

معظم کے ابو بھی نہیں جانتے تھے کہ شاید معظم آخری بار دعا کرنے کا اصرار کر رہا ہے۔

منصور کی والدہ کے خواب بھی ادھورے رہ گئے۔

افق کو کیا پتہ تھا کہ یہ خواب سچ ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

رواں سال 15 جنوری کی صبح نواب شاہ کے ایک چھوٹے سے قصبے دولت آباد سے برائیٹ فیوچر ہائی سکول کے بچے سیرۃ النبی ﷺ کے مقابلہ میں شریک ہونے نواب شاہ جا رہے تھے۔ واپسی پر 2 بج کر 15 منٹ پر تیز رفتار وین ایک ڈمپر سے جا ٹکرائی۔ جس سے وین مکمل طور پر تباہ ہوگئی اور اس میں موجود 20 بچے شہید ہوگئے۔ اس کے علاوہ 2 اساتذہ بھی اللہ سے جا ملے۔ حادثہ میں شہید ہونے والے دیگر بچے فریحہ بنت اکرم، فرسیہ مرہم بنت حشمت، یٰسین بن بشیر، انیس بن سرور آٹھویں کلاس جبکہ حمزہ بن ارشاد، مقصد بنت ظفر، نعمان بن رفیع، یٰسین بن مقصود اور میر ارباز بن ندیم ساتویں کلاس میں پڑھتے تھے۔

پیارے بچو! اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ زندگی ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھئے مندرجہ بالا بچے بھی ہنستے مسکراتے دعا دیتے اور لیتے ہوئے اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ ان کو کیا خبر تھی کہ آج یہ وین ان کو موت کی وادی میں لے جائے گی۔

موت کو ہر کسی نے گلے لگانا ہی ہے مگر آدمی جس حال میں مرے گا (یعنی کفر یا ایمان کی حالت میں) اسی حال میں کل قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

ننھے بچو! ہمارے لئے ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھئے وہ کس طرح کی موت چاہتے تھے۔ انہوں نے کس طرح زندگیاں بسر کیں۔

نبی ﷺ کی بڑی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ شہادت کی عظیم موت عطا فرمائے۔ ایک جنگ میں آپ ﷺ نے مسلسل دس مرتبہ سے زیادہ یہ دعا کی۔

ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ۔ (صحیح بخاری: 2588)

"میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں"

پیارے بچو! ہم نے بھی اپنی تعلیم مکمل کر کے ایک اچھا ڈاکٹر یا انجینئر بننے کے ساتھ ساتھ پہلے ہم نے ایک اچھا مجاہد مسلمان بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت عطا فرمائے۔ آمین

(فیصل امین)

سعد کی ضد

ہرگز نہیں!...... میں نے کہا نا نہیں...... نہیں، نہیں، نہیں...... !میرے دوست کیا کہیں گے...... میری عزت میں کمی ہوگی۔ وہاں پارٹی میں جب ہر لڑکا نئے زرق برق کپڑے اور جوتے اور گھڑی پہن کر آئے گا تو میں پھر انہیں پرانے کپڑوں اور جوتوں میں کیسا لگوں گا؟

ماں: اچھا سنو! تمہیں ایک قصہ سناتی ہوں......

سعد: مجھے نہیں سننا...... سعد نے جلدی سے کہا......

ماں: سنو تو...... بہت مزیدار ہے......

سعد: اچھا! جلدی جلدی سنائیں پھر......

امی نے قصہ شروع کیا...... ایک ماں کے بہت ہی لاڈلے پیارے بیٹے جن کا نام مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ ماں کو ان سے بے پناہ محبت تھی اور اپنا مال، جان اور پیار سب کچھ اس بیٹے پر نچھاور کرتی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ میرا بیٹا کبھی پریشان نہ ہو۔ کہیں اس کو کسی چیز کی بھی کمی نہ ہو۔ یہ لاڈلا بیٹا جب کبھی جو بھی فرمائش کرتا ماں فوراً اپنے پیارے بیٹے کی ہر بات مان جاتی تھیں۔

مبشر کے امی ابو کی طرح...... سعد نے ٹوکا...... وہ بھی تو مبشر کے منہ سے نکلنے والی ہر فرمائش کو فوراً مان لیتے ہیں۔

ہاں جی......

اچھا امی جان پھر......؟

وقت گزرتا رہا اور بیٹا جوانی کے قریب پہنچ گیا۔ ماں کے انعام واکرام کا سلسلہ تب بھی جاری تھا۔ اب تو یہ بیٹا شہزادوں کی طرح دکھتا تھا اور کیا ریشمی لباس پہنتا تھا۔

امی کیا ریشمی لباس قیمتی ہوتا ہے؟ کیا ایسا لباس آج بھی پہنا جاتا ہے؟ سعد نے پھر بات کاٹی۔

جی بیٹا! اس وقت ریشمی لباس پہننے والے کو بہت ہی مالدار تصور کیا جاتا تھا اور یہ امیرانہ لباس تھا اور وہ اس کے ساتھ مخملی جوتے پہنا کرتے تھے۔ یہ بھی شہزادوں کو پسند آنے والا جوتا ہوتا تھا جو بادشاہوں کی اولادیں ہی پہنتی تھیں۔

یہ لڑکا جب گھر سے باہر نکلتا تو اس کی سواری کے دائیں بائیں غلاموں کا ایک دستہ ہوتا تھا جو ہر بات فوراً ماننے کے لئے حکم کے انتظار میں ہوتے تھے۔

ماں جی یہ غلام کون ہوتے ہیں؟

بیٹا! پہلے زمانے میں اشیاء کی طرح انسان بھی بکا کرتے تھے۔ جب جنگیں ہوتی تو دشمن کے قیدیوں کو غلام بنا دیا جاتا۔ پھر ان کی تجارت ہوتی اور انہیں لوگ جانوروں کی طرح خریدتے اور ان سے کام لیتے تھے۔

اس کے علاوہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اعلیٰ ترین خوشبو لگاتے تھے۔ جب ایک جگہ سے گزرتے تو کافی دیر تک وہ خوشبو ان گلیوں اور بازاروں میں پھیلی رہتی تھی۔ جہاں سے ان کا گزر ہوتا اور بعد میں گزرنے والے لوگ اندازہ لگا لیتے کہ یہاں سے مصعب رضی اللہ عنہ کا ہی گزر ہوا ہوگا۔

بیٹا میں اب آپ کو کہانی کے دوسرے رخ کی طرف لے جاتی ہوں۔ یہ سب واقعات ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہیں۔ اب میں آپ کو اسلام قبول کرنے کے بعد کی جھلک دکھاتی ہوں۔

اللہ کے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ اپنے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد نبوی میں مجلس کر رہے ہوتے تھے۔

مجلس سے کیا مراد ہے؟...... بیٹے نے معصومیت سے پوچھا۔

بیٹا! آپ سوال بہت کر رہے ہیں۔ آپ نے پارٹی میں بھی جانا ہے۔ خیر آپ کو بتا دیتی ہوں۔

جی! اب میں صرف سنوں گا۔

مجلس سے مراد کسی بھی موضوع پر گفتگو ہے۔ یعنی جب آپ ﷺ فارغ ہوتے تو مسجد نبوی میں آتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تشریف لے آتے تو وہاں دینی مسائل پر سوال و جواب ہوتے اور آپ ﷺ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسائل کا حل بتاتے۔ خیر مجلس کے دوران آپ ﷺ کی نظر دروازے سے باہر گلی میں سے گزرتے ہوئے مصعب رضی اللہ عنہ پر پڑی تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے۔

آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو بہت عمدہ لباس پہنا کرتے تھے، انہوں نے آج ٹاٹ سے اپنے جسم کو ڈھانپا ہوا ہے اور ان کے جوڑ بھی سوئی اور دھاگے کی بجائے کانٹوں سے لگائے ہوئے ہیں۔ وہ پاؤں جو کبھی شہزادوں جیسے جوتے پہنا کرتے تھے ان کو ٹاٹ کیوں سے باندھا ہوا ہے اور جسم جو کبھی صحت مند اور سرخ و سفید تھا اب کمزور اور سانولے رنگ میں بدل گیا ہے۔

آپ ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے آج مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت دیکھی تو مجھے زمانہ جاہلیت کے مصعب یاد آ گئے۔ جنہوں نے اسلام قبول کر کے اس قدر سادگی کو اپنا لیا۔ اللہ ان کی اس خوبی کو پسند کرے اور ان سے راضی ہو جائے۔

مجھے ساری بات سمجھ آ گئی ہے! اب میں ضد نہیں کروں گا۔ سعد نے اب ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

بیٹا! پوری بات تو سن لیں۔

اسلام نے ان کی تربیت اس بنیاد پر کی تھی۔ سعد کو سمجھ نہ آیا لہٰذا اس نے پوچھ لیا......

ہم بھی تو مسلمان ہیں اور وہ بھی تو مسلمان تھے جنہوں نے اسلام کے بعد سادگی کو اپنا کر شاہانہ زندگی کو چھوڑ دیا اور ہم؟؟؟

میں بھی اب سادگی کی زندگی گزارنے کی کوشش کروں گا۔

جی...... بالکل بیٹا...... ہمارے اردگرد بے شمار لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس پہننے کے لئے لباس اور جوتے نہیں ہوتے مگر ہم تو بے شمار کپڑے رکھتے ہیں، ہماری الماریاں بھری ہوتی ہیں، کپڑوں کے ڈھیر اور جوتے بھی بے شمار...... جو ہر سال عیدوں اور شادیوں پر لیتے ہیں۔ جنہیں کئی مرتبہ پہنا جا سکتا ہے مگر صرف اسی موقعہ پر پہننے کے بعد فارغ کر دیتے ہیں۔

جی! آپ نے بالکل درست کہا۔ اب تو میں اپنے دوستوں کے نئے لباس، نئی چیزیں دیکھ کر کبھی پریشان نہیں ہوں گا۔ بلکہ ان کو بھی سادگی کی نصیحت کروں گا۔ ان شاء اللہ

(طہٰ منیب۔ المحمدیہ روضہ سوسائٹی رابطہ و تنظیم پاکستان)

گلدستہ روضہ

ذہانت

اورنگ زیب عالمگیر ہندوستان کا ایک بہت متقی بادشاہ گزرا ہے۔ایک دفعہ اس نے کسی علاقے پر حملے کا ارادہ کیا۔ابھی اس نے اس بات کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا تھا۔حتّٰی کہ اپنے خاص بندوں کو بھی اپنے ارادے سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ پورے علاقے میں خبر پھیل گئی کہ آپ فلاں جگہ لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔اورنگ زیب بہت پریشان ہوا اور اس سے بھی زیادہ حیران کہ میری سوچوں کو کسی نے کیسے پڑھ لیا؟ اس نے پورے علاقے میں جاسوس چھوڑے کہ پتا کرو آخر یہ بات کس نے پھیلائی ہے۔سب ایک دوسرے کا نام لیتے رہے اور آخر کار متقی بادشاہ کی جاسوسی کامیاب ہو ہی گئی۔اورنگزیب کا ایک وزیر تھا' آخر اس نے اعتراف کیا کہ جی! یہ بات میں نے ہی پھیلائی ہے۔

''ہاں میں نے واقعی ایسا سوچا تھا لیکن تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟''

اورنگزیب نے حیرانی سے کہا:''گستاخی کی معافی چاہتا ہوں' جناب والا۔لیکن جس دن مجھے پتا چلا کہ اس دن صبح فجر کی نماز کے لیے وضو کرنے کے بعد آپ نے اُس علاقے کی طرف رخ کیا اور اپنی داڑھی میں ہاتھ پھیرا' میں سمجھ گیا کہ آپ اس پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

وزیر بات ختم کر کے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا اور اورنگزیب اس کی اس درجہ ذہانت پر دنگ رہ گیا اور اُسے معاف کر دیا۔

(خنساء محی الدین۔لوہاراں والا کھوہ)

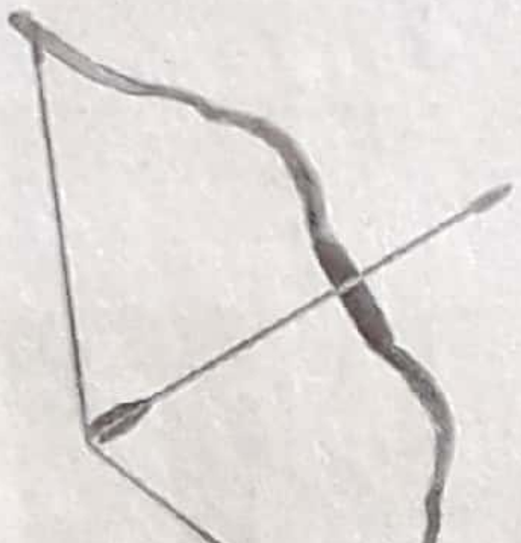

سعادت مند آنکھ

سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں کمان ملی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن مجھے عنایت کر دی۔اس کے ذریعہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا اور تیر چلاتا رہا۔حتیٰ کہ وہ کمان ٹوٹ گئی لیکن میں پیچھے نہ ہٹا تھا۔اسی مقام پر ڈٹا رہا۔جب بھی کوئی تیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آتا تو میں اپنا سر اس طرف کر دیتا تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بچا سکوں۔اسی کوشش میں ایک تیر تیزی سے آیا اور میری آنکھ پر لگا جس نے میری آنکھ نکال دی۔دشمن بکھر چکا تھا۔میں نے آنکھ کی پتلی ہاتھ میں لی اور بھاگتا ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پتلی میرے ہاتھ میں دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: اے میرے اللہ! قتادہ نے اپنے چہرے کے ساتھ اپنی آنکھ سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا ہے۔اس کی آنکھ کو پہلے سے بھی زیادہ حسین تر اور تیز نگاہ کر دے تو ایسا ہی ہوا کہ میری یہ آنکھ دونوں میں زیادہ خوبصورت اور تیز روشنی والی تھی کیونکہ اسے آپ نے اپنے دست مبارک سے رکھا تھا۔

(حوالہ:طبرانی)

(زجاجہ بنت فاروق الرحمٰن۔میرپور آف شاہ کوٹ)

انمول موتی

- اگر پہاڑوں کو سر کرنے کا ارادہ ہے تو پہلے ذروں کو سر کرنا سیکھو۔
- اگر آپ کے کچھ اصول ہیں تو ان پر قائم رہیے' کبھی نہ کبھی بات ضرور سنی جائے گی۔
- اعتماد اس پرندے کی طرح ہے جو صبح کاذب میں بھی روشنی کے احساس سے چہچہانے لگتا ہے۔
- ہم اعتماد کے سہارے چلتے ہیں' بینائی کے سہارے نہیں۔
- دنیا عجائب سے بھری پڑی ہے' لیکن انسان سے بڑا عجوبہ کوئی نہیں۔
- انسان کا شیطان بن جانا اس کی شکست ہے' انسان کا عظیم انسان ہونا اس کا معجزہ ہے اور انسان کا انسان ہونا اس کی فتح ہے۔
- انصاف کی بات کہنے کے لیے کوئی وقت بھی نامناسب نہیں ہے۔
- کسی کے ایمان کا اندازہ اس کے وعدوں سے لگاؤ۔

(فیصل۔جڑانوالہ)

کل اور آج

☆......کل لوگ تھوڑا کھا کر بھی الحمدللہ کہتے تھے لیکن آج اچھا کھا کر بھی کہتے ہیں کہ مزہ نہیں آیا۔

☆......کل لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جان دے دیتے تھے لیکن آج دولت کی خاطر جان دے دیتے ہیں۔

☆......کل گھروں سے قرآن مجید کی تلاوت کی آوازیں آتی تھیں۔لیکن آج گھروں سے گانوں کی آوازیں آتی ہیں۔

☆.....کل اولاد والدین کے حکم کی تکمیل کرتی تھی لیکن آج والدین خود اولاد کے حکم کی تکمیل کرتے ہیں۔

(حافظ نواز الرحمٰن، محمد رضا۔فیصل آباد)

جہاد

○ جہاد کرو اپنی جانوں سے اپنی زبانوں سے اپنے مالوں سے۔(نسائی)

شہید کے سب گناہ معاف ہوں گے سوائے قرض کے۔(مسلم)

○ دشمنوں سے مقابلے کی تمنا نہ کرو۔ اللہ سے پناہ مانگو۔ لیکن جب ان سے مقابلہ کرو تو ڈٹ جاؤ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

(بخاری)

○ جو صرف اس لئے لڑتا کہ اللہ کی بات اونچی ہو جائے وہی اللہ کی راہ میں لڑا۔(بخاری)

○ جس نے اللہ کے غازی کو سامان دیا وہ بھی غازی ہوا اور جو اللہ کے غازی کے پیچھے بھلائی کے ساتھ رہا وہ بھی غازی ہوا۔(بخاری)

(اسامہ بن نصیر۔فیصل آباد)

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں

⌘ ہم نے اللہ کو پہچانا مگر اس کی معرفت کا حق ادا نہ کیا۔

⌘ ہم نے قرآن پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا۔

⌘ ہم نے محبت رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ کیا مگر سنت رسول ﷺ پر عمل نہ کیا۔

⌘ ہم نے جنت کو چاہا مگر اس میں داخلے کے لئے انتظام نہ کیا۔

⌘ ہم نے جہنم کی پناہ مانگی مگر خود ہی اپنے نفسوں کو اس میں ڈالنے والے کام کرنے لگے۔

⌘ ہم نے موت کو برحق جانا مگر اس کے لئے تیاری نہ کی۔

⌘ ہم نے سب کی عیب جوئی کی، مگر اپنے عیب نہ دیکھے۔

⌘ ہم نے اللہ کی نعمتیں کھائیں مگر شکر ادا نہ کیا۔

⌘ ہم نے مردوں کو دفن کیا مگر عبرت حاصل نہ کیا۔

⌘ ہم نے شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا مگر اس کی مخالفت نہ کی۔

(منیبہ ممتاز۔سلانوالی)

فضائل قرآن

① تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھلائے۔(صحیح بخاری:5027)

② تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سیکھیں اور اسے سکھلائیں۔

(السلسلۃ الصحیحۃ:1172)

③ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ قرآن مجید کو صحیح پڑھنے میں ماہر ہے تو وہ قیامت کے دن بزرگ، نیکوکار، فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید محنت کے باوجود بھی اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اسے پڑھنے میں مشقت ہوتی ہے تو اس کے لئے دگنا اجر ہے۔

(ابن حبان:1790)

⑤ قرآن مجید کثرت سے پڑھا کرو اس لئے کہ قیامت والے دن یہ اپنے پڑھنے والے ساتھیوں کا سفارشی بن کر آئے گا۔(مسلم:252)

⑥ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سرفراز فرمائے گا اور اسی وجہ سے دوسروں۔(عمل نہ کرنے والوں) کو ذلیل کردے گا۔

(صحیح مسلم:201/2)

⑦ اگر قرآن کریم کو کسی دل میں جمع کیا جائے تو اسے اللہ آگ کے ساتھ نہیں جلائے گا۔

(صحیح الجامع الصغیر:5142)

⑧ قرآن کا علم سیکھو اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو۔(السلسلۃ الصحیحۃ:258)

⑨ ابن آدم جب سجدہ تلاوت (قرآن کریم کی قرأت کے دوران کرتا ہے تو شیطان علیحدہ ہو کر رونا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے: ہائے میرے لئے ہلاکت کہ ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کیا پس اس کے لئے جنت ہے اور مجھے بھی سجدے کا حکم ملا مگر میں نے انکار کر دیا پس میرے لئے آگ ہے۔

(ابن ماجہ:1052، مسند احمد:443/2)

(ابوثمامہ عبدالواحد، محمد اکرام الحسن، پتوکی)

کشمیر ہمارا ہے

کشمیر ہمارا ہے، کشمیر ہمارا ہے
کشمیر سے دہلی تک یہ ملک ہمارا ہے
ہم تن من دھن واریں کشمیر کی وادی پر
ہر قطرہ خون قربان تیری آزادی پر
تیری خاک کا ہر ذرہ دل و جان سے پیارا ہے
کشمیر ہمارا ہے، کشمیر ہمارا ہے
کشمیر سے دہلی تک یہ ملک ہمارا ہے
کشمیر کی وادی کے اے مظلوم مسلمانو!
اے صبر کے کہسارو جذبات کے طوفانو!
کشمیر کی وادی نے پھر تم کو پکارا ہے
کشمیر ہمارا ہے، کشمیر ہمارا ہے
تیری جیلوں کے دروازے اک ضرب سے توڑیں گے
اب ہند کے ظالم چیلوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے
ہر شخص کے ہونٹوں پر تکبیر کا نعرہ ہے
کشمیر ہمارا ہے، کشمیر ہمارا ہے
غزنی کے مجاہد جب کشمیر آئیں گے
بھارت تیری فوجوں کو مار بھگائیں گے
خود ہند کہے گا ''ہاں''!
کشمیر تمہارا ہے، سارے کا سارا ہے
کشمیر ہمارا ہے، کشمیر ہمارا ہے
ہم شوقِ شہادت کا طوفان اٹھائیں گے
دہلی کے قلعے پر ہم توحید کا پرچم لہرائیں گے
کشمیر سے دہلی تک یہ ملک ہمارا ہے
کشمیر، کشمیر، کشمیر ہمارا ہے

احساس....!

مجھے گاؤں سے نکلتے ہوئے تھوڑی دیر ہوگئی تھی......اب پریشانی تھی کہ پتہ نہیں لاہور کے لئے گاڑی ملے گی یا نہیں...... اسی فکر میں بس سٹاپ پر پہنچا......جنوری کا آغاز تھا اور سردی سے ہڈیوں کا گودا منجمد ہو رہا تھا...... گاڑی کا انتظار کرنا بہت دشوار لگ رہا تھا لیکن بہر حال وہیں انتظار کرتا رہا اور اللہ سے دعا بھی کہ جلد سے جلد کوئی گاڑی آجائے۔

کچھ ہی دیر بعد ایک گاڑی آگئی...... بظاہر اس کی حالت خستہ تھی لیکن چونکہ لاہور پہنچنا تھا اور اس سے آگے ایک اور شہر کا سفر بھی کرنا تھا اس لئے اسی گاڑی میں سوار ہوگیا۔

قصہ کچھ یوں تھا کہ ایک دوست بڑے عرصے سے اصرار کر رہا تھا کہ میرے پاس آئیں ...... سو اب وقت ملا تو اس کے گاؤں گئے...... گاؤں میں بڑا اچھا وقت گزرا لیکن چونکہ ہر صورت میں نے واپس آنا تھا لہٰذا اس دوست کے اصرار کے باوجود رات کو ہی نکلنا پڑا۔

سردی کی اس رات میں گاڑی کے شیشے ہوا کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ اسی سردی میں ٹھٹھرتے کانپتے لاہور سے کچھ پہلے ایک بس سٹاپ پر گاڑی نے اتار دیا۔

جلدی میں اترا اور دوسری بس میں بیٹھنے کے لئے بڑھا...... تاکہ جلد از جلد منزل مقصود تک پہنچ سکوں......

اس رات سردی کی شدت اس قدر زیادہ تھی کہ گرم جیکٹ پہننے کے باوجود کانپ رہا تھا۔

اسی تیزی میں اپنے خیالوں میں مگن آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ ایک معصوم سی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ دماغ میں پہلا خیال یہ یہی آیا کہ یہ کوئی بھکاری ہے۔ لہٰذا اس کی طرف سرسری انداز میں دیکھا اور کہا...... اللہ بھلا کرے...... بس اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سوچوں کے اسی سفر میں مگن دوسری بس کے سٹاپ تک پہنچا اور بس میں سوار ہوگیا...... خوش قسمتی سے بس تقریباً خالی تھی اور مجھے بیٹھنے کے لئے مرضی کی نشست مل گئی۔

جب نشست پر بیٹھا تو کچھ اطمینان ہوا اور دماغ سوچوں کے بھنور سے باہر نکلا...... دماغ میں فوری خیال آیا کہ مانگنے والا کون تھا؟......اس وقت تو جلدی میں دھیان بھی نہ کیا...... یاد بھی نہیں آ رہا تھا...... ذہن پر تھوڑا سا زور ڈالا تو یاد آیا کہ وہ تو ایک چھوٹا سا بچہ تھا......

لیکن آج کل تو اکثر بچے بھیک مانگتے ہیں اور اس کے لئے باقاعدہ گروہ ہیں جو بچوں کو استعمال کرتے ہیں...... یہ کہہ کر دل کو تسلی دی...... لیکن اگلی بات ذہن میں آتے ہی شدید پریشانی نے گھیر لیا...... اس بچے نے تو صرف آدھے بازو کی ایک شرٹ اور پھٹی ہوئی پرانی سی پتلون پہنی ہوئی تھی...... لیکن سردی میں زبردستی بھی تو بچوں کو ایسے حلیے میں رکھا جاتا ہے تاکہ بھیک زیادہ ملے...... دماغ نے یہ تجویز دی اور دل کو تسلی دینے کی کوشش کی...... لیکن ایک بات اور تھی جو اس بچے کو عادی بھکاری ظاہر نہیں کر رہی تھی...... یہ بات یاد آتے ہی دل ایک بار پھر بے چین ہوگیا...... وہ بچہ اس وقت آگ کے پاس بیٹھا تھا جو تقریباً راکھ میں بدل چکی تھی۔ لیکن اس میں سے تھوڑی تھوڑی حرارت آ رہی تھی اور بچہ اسی حرارت کے ذریعے اپنے آپ کو گرم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اب دماغ ہار گیا. تھا کہ وہ بچہ عادی بھکاری نہ تھا...... بلکہ حقیقتاً مجبور تھا...... اس نے شاید مجھ سے پیسے مانگنے تھے یا شاید کسی گرم کپڑوں کا سوال کیا تھا۔ میں تو جلدی میں اس بچے کی بات بھی توجہ سے نہ سن سکا تھا۔

رات زیادہ ہو چکی تھی

اور انہیں سوچوں میں بس بہت آگے آ گئی تھی اور واپس جانے کے لئے شاید اس وقت مجھے کوئی بس نہ ملتی...... بے چینی بڑھ رہی تھی اور ضمیر مسلسل ملامت کر رہا تھا...... میں گرم جیکٹ کے باوجود سردی سے کانپ رہا تھا لیکن اس بچے کی حالت کیا ہوگی...... جیسے ہی یہ بات ذہن میں آتی...... بے چینی کی ایک لہر پوری جسم میں دوڑ جاتی...... شدید خواہش تھی کہ کسی طرح اڑ کر اس بچے کے پاس پہنچ جاؤں اور اسے گرم کپڑے فراہم کردوں تاکہ وہ سردی میں ٹھٹھرنے سے بچ سکے...... لیکن اب ایسا ممکن نہ تھا...... وقت گزر چکا تھا...... اب صرف ضمیر کی ملامت تھی جو شاید زندگی بھر ساتھ رہنے والی تھی...... انہی سوچوں نے طبیعت میں اداسی پیدا کر دی تھی۔ منزل پر پہنچنے کے بعد بھی جیسے ہی تنہائی میسر آتی تو اس بچے کا خیال آتا کہ نجانے اس کو گرم کپڑے ملے بھی ہوں گے یا نہیں...... یا وہ ابھی تک اسی طرح سردی سے ٹھٹھر رہا ہوگا۔

اس غلطی کا ازالہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن آج بھی دل میں یہ بات موجود ہے کہ کاش! میں اس دن اس بچے کی رک کر بات سن لیتا...... زیادہ سے زیادہ چند منٹ دیر ہو جاتی...... لیکن اس بچے کو شاید میں گرم کپڑے دلا دیتا۔ اگر وہ بھوکا تھا تو اسے کھانا کھلا دیتا...... یا اس کی کوئی بھی مدد کر سکتا تھا...... لیکن اب چونکہ وقت گزر گیا ہے۔ لہٰذا! اب صرف پچھتاوا باقی ہے اور اللہ سے دعا ہے کہ اس بچے کو جلد از جلد گرم کپڑے اور ٹھکانہ ملے تاکہ وہ مزید سردی میں ٹھٹھرنے سے بچ سکے اور اللہ سے ہر وقت معافی کی درخواست ہے کہ اللہ میرے اس گناہ کو معاف کر دے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

پیارے بچو! آپ بھی روز ایسے بہت سارے بچوں کو دیکھتے ہوں گے۔ جو سردی میں کانپ رہے ہوں گے اور ان کا جسم گرم کپڑوں سے عاری ہوگا۔ اگر آپ اپنے جیب خرچ کو چند دن جمع کریں یا کچھ دوستوں کو بھی ساتھ ملائیں تو آپ ان کے لئے استعمال شدہ گرم کپڑے یا جیکٹ وغیرہ خرید سکتے ہیں۔ یوں حاصل ہونے والی خوشی اور دعائیں یقیناً آپ کی زندگی کا سرمایہ ہوں گی۔ لہٰذا! آپ کسی صورت کسی کو نظر انداز مت کریں بلکہ ہر ممکن حد تک اس کی مدد کرنے کی کوشش کریں...... اللہ تعالیٰ ہمیں لوگوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کشمیر کا بیٹا

اسد جونہی گھر میں داخل ہوا، اسے ایک زبردست چکر آیا اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اس کی بوڑھی ماں تیزی سے آگے بڑھی اور چیختے ہوئے اسد کے ابا کو بلانے لگی...... اور ساتھ ہی بوکھلاہٹ میں اسد کو زور زور سے جھنجھوڑنے لگی۔ ''بیٹا! اسد اٹھو! تمہیں کیا ہوگیا ہے، بیٹا'' اس کی زبان سے یہی جملے نکل رہے تھے کہ اسد کا باپ آ گیا اور اس کو چارپائی پر لٹا کر ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔ اسد کی ماں نے قریب پڑے مٹی کے گھڑے سے پانی نکالا اور اسد کے منہ میں ڈالا، اسد کو جلد ہی ہوش آ گیا۔ اس نے ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو تڑپ گیا۔

''ماں'' وہ بے اختیار ہو کر بولا۔

بیٹا اسد! تمہیں روز بروز کیا ہوتا جا رہا ہے۔ بتاتے کیوں نہیں! ماں نے روتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ اسد جواب دیتا اس کا والد ڈاکٹر سمیت گھر میں داخل ہوا۔ وہ چپ ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اس کو چیک کیا دواؤں کے نام لکھ کر پرچی اسد کے باپ کو دی اور سلام کہتا ہوا چلا گیا۔

''اسد بیٹا میں تمہیں دن بدن نڈھال ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، کہیں تم نے نشہ تو نہیں شروع کر دیا۔ یاد رکھنا بیٹا! تم نے کشمیر کی سرزمین پر جنم لیا ہے۔ اس لیے تمہارا خون اس دھرتی کی امانت ہے۔ اس کے باپ نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

آپ کے خیال میں کیا میں نشہ کرنے لگا ہوں......؟ اسد نے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تو اور کیا؟ آج کتنے دن ہو گئے ہیں تو ہر وقت نڈھال سا رہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی ماں نے قدرے سخت لہجے میں پوچھا:

اسد تم بتاتے کیوں نہیں، اصل وجہ کیا ہے؟

آپ میرے بارے میں جو رائے قائم کر رہے ہیں' وہ غلط ہے ابا جان! حقیقت جاننا چاہتے ہیں تو سنیں۔ اسد نے بولنا شروع کیا۔ آج جو کشمیر کی حالت ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے جو زخم کشمیری مجاہدین دشمنوں کو لگاتے ہیں، وہ اس کا بدلہ مظلوم اور نہتے کشمیریوں کو ہلاک کر کے لے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں کون سا کشمیری بچہ ہوگا جو نشہ کرے گا یا چین سے بیٹھے گا۔ ابا جان! آج کشمیری بچے روٹی سے زیادہ ہندو درندوں کی گولیاں کھا رہے ہیں۔ ہر بچے کے دل میں انتقام کا لاوا ابل رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کو تیزی سے بڑا کرے اور وہ دشمنوں کو اپنی سوہنی دھرتی سے ختم کر سکیں۔ میری بھی یہی خواہش ہے، مگر چونکہ دنیا کی نظر میں میں ابھی چھوٹا ہوں۔ اس لیے مجاہدین اپنا ساتھی نہیں بنا رہے مگر وہ نہیں جانتے کہ میں میرا جذبہ جوان ہے۔

امی جان! پچھلے دنوں جب مجاہدین کا دستہ ہمارے گاؤں میں خون حاصل کرنے آیا تھا تو میں نے بھی ایک خون کی بوتل عطیہ کی تھی۔ پہلے تو وہ راضی نہ ہوتے تھے مگر میری ضد کے آگے وہ مجبور ہو گئے۔

ابا جان! میرے پاس خون تھا مگر پیسے نہ تھے۔ وہ خون میں نے اس زمین کے پھل اور اناج کھا کر حاصل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے دھرتی کی امانت لوٹانے کی کوشش کی۔ امی جان! ابھی بھی میں مجاہدین کے ایک خفیہ اڈے پر خون کی بوتل دے کر آ رہا ہے۔ اس لیے مجھے چکر آ گیا۔

اسد کی باتیں سن کر اس کے والدین حیران رہ گئے۔ وہ اس کے جذبے سے، بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اسد کو گلے لگایا اور ماں اس کی بلائیں لینے لگیں۔ اس کا باپ بولا ''خوش ہو جاؤ اس کی ماں'' جس قوم کے بچوں میں اتنا جذبہ پیدا ہو جائے وہ دیر تک غلام نہیں رہ سکتی۔ دیکھنا جلد ہی کشمیر آزاد ہو جائے گا۔

اور پھر تینوں کی زبانوں سے بیک وقت نکلا۔

ان شاء اللہ!

(محمد اسد حیات۔ سکھیکی منڈی)

ننھا طبیب

ہم بھی نا بہت ہی شرارتی تھے......!! کبھی کبھی تو شرارتوں کے لمحات یادیں بن کر ذہن میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ پھر جب کبھی زندگی کے موڑ پر جیسے ہی وہ لمحہ ہمیں یاد آتا ہے تو بلا اختیار ہمارے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔

اوہو......! خیر بچ بچا......تو ہوگیا۔ پھر ہم بھی تو ننھے منے سے تھے۔ مار تو نہ پڑی لیکن مذاق بہت اڑا اور سب محظوظ بھی بہت ہوئے کیونکہ ہم نے کام ہی ایسا کیا تھا کہ پیارے بچو! جیسے کہہ سکتے ہیں......؟؟

''نیم حکیم خطرہ جان'' والی بات...... نہ نہ بچو! آپ کبھی بھی کسی کے کہنے پر ایسی غلطی نہ کریں۔ ہم تو آپ کو آج پکا حکیم' ڈاکٹر بنادیں گے۔ بھلا کس مرض کا؟؟؟ سوچیں ہاں بھلا!!

پیارے بچو! آج کل سردی ہے نا؟؟؟'...... ''نزلہ زکام' کھانسی'' یعنی جسے ہم معمولی سمجھتے ہیں۔ سردی میں اکثر بچے اس کا شکار ہوجاتے ہیں۔ طبی ماہرین کے مطابق مناسب علاج نہ کرنے سے دوسری کئی بیماریاں بھی جنم لے سکتی ہیں۔ سیانے کہتے ہیں کہ احتیاط اور کچھ پرہیز کرنے سے نزلہ زکام سمیت کئی دیگر موسمی اور وبائی بیماریوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

ننھے بچو! اس ''نزلے زکام'' کی وجہ سے تو بال بھی قبل از وقت سفید ہوجاتے ہیں۔ قوت بصارت میں کمی بھی آجاتی ہے۔ بندہ زندگی کی رنگینیوں اور رونقوں کو مدھم مدھم سا پاتا ہے۔ یہیں پر بس نہیں بلکہ دماغی صلاحیتوں اور قابلیتوں پر اثرانداز ہوکر کامیابیوں کے حصول کو مشکل تر کردیتا ہے اور پھر گلے میں رطوبتیں گرنے سے آواز کی خوبصورتی میں بگاڑ...... ''بھوک ختم'' ''دانت پیلے'' ''حلق'' اور'' کان خراب'' ''سانس کی تکلیف'' اور ساتھ ہی سارا بدن کمزوری کی گرفت میں آجاتا ہے۔

تو پیارے بچو......! اسے کہتے ہیں ''نزلہ زکام'' چلیں ساتھ کھانسی کو بھی شامل کرلیں یہ بھی ہمیں انہی کی خالہ زاد لگتی ہیں۔ ہم آپ کو بتادیتے ہیں...... کہ ''نزلہ ہو تو کیا محسوس ہوتا ہے''؟

جی جب نزلہ وزکام وغیرہ حملہ آور ہوتے ہیں تو ......جسم میں ہلکے ہلکے سے درد کا احساس...... آنکھوں میں سرخی ظاہر ہونے لگتی ہے...... سر میں بھاری پن اور درد محسوس ہوتی ہے...... جسم میں سستی اور کمزوری کا غلبہ اور پھر کسی کام کو جی بھی نہیں چاہتا...... کبھی کبھی تو بخار بھی ہوجاتا ہے۔ بھوک تو بچو!...... نہ ہونے کے برابر ہی رہ جاتی ہے...... پانی کی طلب تو ہوتی ہے مگر پانی پینے کو جی ہی نہیں چاہتا اور آپ کی ناک...... بار بار پونچھنے کی وجہ سے سرخ ہوجاتی ہے۔ ہے نا؟؟؟ یہ تو تھی اس نزلہ زکام کی روداد...... بلکہ چھوڑیں کیا اتنی علامتیں ڈھونڈیں گے آپ اس کی ...... ایسے کریں!! جب آپ شوشو کرنے لگ ہی جائیں اور نوزی (ناک) بھی بار بار صاف کریں تو سمجھ جائیں کہ نزلہ ہوگیا ہے۔ پھر آپ آجائیں سیانوں کی باتوں پر کہ ''اللہ کا نام لے کر ہر چیز کھا جائیں باقی دیکھی جائے گی'' اوئی نا بھئی نا!! ایسے نہیں کرنا...... ایسے تو آپ کے ''حدودِ معدہ میں جنگ کے حالات پیدا ہوجائیں گے''...... آگے آپ کو پتا ہی ہے کہ پھر کہاں جانا پڑتا ہے آپ کو...... اصل بات یوں ہے کہ ''علاج سے پرہیز بہتر ہے''۔ تو آپ پرہیز کریں فوری طور پر سر اور گردن ڈھانپ لیں۔ ٹھنڈے پانی سے اجتناب کریں۔ متواتر تیز دھوپ اور گرمی سے بھی بچیں۔ ٹھنڈا پانی پی کر فوراً گرم چائے یا کافی قہوہ نہ پئیں۔ بیکری' بازاری اشیاء پلاؤں وغیرہ کا استعمال کم تر کردیں۔ مرغن ، تلی اور بھنی ہوئی غذاؤں کے چسکے ذرا ملتوی ہی کردیں تو بہتر ہوگا۔ اوہ ہو......!! یہ نزلہ تو ایسے آپ کا سب کچھ بند کرجائے گا۔ ہم آپ کو اس کا سیدھا سادھا سا علاج بتائے دیتے ہیں۔

لیجئے بچو! جو گھر میں ابو جان' امی جان' آپی جان اور خود سے بھی کرواسکتے ہیں۔ بھلا وہ کیسے دیکھتے جائیں بس یہ نزلہ زکام اور کھانسی اب جاتی کہاں ہے؟؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ وضو کریں۔ سارے وائرس ختم ہوجائیں گے۔ پانی لیں اور اس کی بھاپ لیں۔ لیکن دھیان سے چہرے کو کچھ نہ ہو...... بھاپ چپکے سے جھلسا بھی دیتی ہے۔ ناک صاف کریں' صاف ستھرے پانی سے کافی مقدار میں وائرس دھل جاتے ہیں۔

شہد اور لیموں کو قہوے میں ڈال کر چسکیاں لے لے کر پئیں۔ شہد کی جراثیم کش صلاحیت اور لیموں کے وٹامن سی چھیلے گلے کو بھی آرام دے دیتی ہے۔ نہیں تو......! دارچینی تو جراثیم کی قاتل ہے ہی۔ اسی وجہ سے تو یہ ہزاروں سالوں سے استعمال ہو رہی ہے۔ مغربی سرد ممالک میں تو سونے کے بھاؤ بھی بکتی رہی ہے۔ یہ ہر طرح کے ورم بھی دور کردیتی ہے۔ دل نہ بھرے تو لہسن کو شہد کے ساتھ پیس کر استعمال کریں۔

لو جی......! اگر کچھ سجھائی نہ دے تو......؟؟؟ ادرک' تلسی' شہد کو قہوہ میں ڈال کر استعمال کریں۔ یہ تو بلغمی کھانسی' سینے کی جکڑن کو بھی ٹھیک کردیتا ہے۔ بلغم کو خارج کرکے پسینے چھڑوا کر بخار دور کردیتا ہے اور تو اور نزلہ بھی غائب ہوجاتا ہے۔ لیکن ان سارے کاموں میں اپنے گھر سے کسی بڑے کا مشورہ لازمی لیں......

ننھے پیارے بچو......! ''نزلہ زکام کھانسی اسپیشلسٹ بن جائیں! تو دیر کس بات کی......؟؟؟؟ اٹھائیں فائدہ اللہ کی نعمتوں کا۔ فی امان اللہ

(حافظ ابوبکر ادریس بن مفتی محمد ادریس المدنی)

جان سے پیارا پاکستان

کشمیر کی فضاؤں میں آج بھی اس نعرے کی گونج گونجتی ہے کہ ''بھوکا ننگا ہندوستان...... جان سے پیارا پاکستان'' یہ اسی لیے ہے کہ کشمیر میں کوئی گلی کوچہ ایسا نہیں ہے جہاں کشمیریوں کے پاک خون کا رنگ نہ لگا ہو اور کوئی ایسا گھر نہیں ہے کہ جہاں بھارتی ظلم وستم کی وجہ سے معصوم کشمیری بچوں کی دردناک چیخیں نہ بلند ہوتی ہوں۔ کشمیر کے گلی کوچوں میں کوئی ایسا گھر نہ ہو گا جہاں بھارتی مظالم کی لگائی آگ نہ سلگ رہی ہو۔

ہر کشمیری کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہے ''ہم کیا چاہتے...... آزادی'' ''پاکستان سے رشتہ کیا...... لا الہ الا اللہ''

وادی کشمیر جغرافیائی، مذہبی، ثقافتی، فطری اور قدرتی لحاظ سے پاکستان کا لازمی جزو ہے۔ کشمیریوں پر جب بھی کڑا وقت آیا انہوں نے ہمیشہ پاکستان کی طرف ہی ہجرت کی اور بے شمار کشمیری خاندان ایسے ہیں جن کے رشتے دار مدتوں سے پاکستان میں آباد چلے آ رہے ہیں اسی طرح کئی پاکستانی باشندوں کی کشمیریوں سے گہری رشتہ داریاں ہیں۔

کشمیریوں کے لیے برا وقت تب سے ہی شروع ہو گیا تھا جب بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر پر زبردستی قبضہ رکھنے کے لیے اتار دی تھیں اور کشمیریوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ کشمیر کی گلیوں کو خون کی ندیوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ پانچ لاکھ کشمیریوں کو شہید کر دیا گیا۔ ان کڑے حالات میں بھی کشمیریوں نے پاکستانی علاقوں کو ہی اپنی آخری پناہ گاہ سمجھا۔ ان انتہائی مشکل حالات میں لٹے پٹے اور کٹے پھٹے مسلمانوں کا ایک وفد کٹھ پتلی وزیراعظم کشمیر شیخ عبداللہ کے پاس اپنی حالت زار بیان کرنے کے لیے آیا تو اس نے طنزاً کہا ''تمہارا پاکستان سے عشق ابھی ختم ہوا نہیں''، کشمیریوں نے بھارت کے آگے جھکنے کی بجائے 1990ء میں مسلح جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ کشمیر کی آزادی کے لیے کشمیریوں کی لازوال قربانیوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی مجاہدوں کا پاک لہو بھی کشمیری سرزمین میں جذب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے کشمیر کے عظیم لیڈر سید علی گیلانی کا کہنا ہے کہ ان کی توقعات پاکستانی عوام کے ساتھ وابستہ ہیں۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں بہنے والے تمام دریا کشمیر کی خوبصورت وادی میں بہتے اور اپنا راستہ بناتے ہوئے پاکستان کی سرزمین کو چومتے ہیں۔

ہڑتالیں، کرفیو، نہتے معصوم مسلمانوں کا قتل عام، بے جا گھر گھر تلاشیاں اور معصوم بے گناہ ماؤں کے جگر گوشوں کی گرفتاریاں، کتنی ہی مائیں ہیں جن کے دل کے ٹکڑے بھارتی فوج چھین کے لے گئی...... جن کے بارے میں خبر تک نہیں کہ زندہ ہیں یا بھارتی فوج کے بہیمانہ مظالم کے آگے ہار کے موت کے بھیانک منہ میں جا گھسے ہیں۔ ادھر مائیں اپنے بیٹوں کی راہیں تکتی اپنی آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئیں ہیں۔ مردوں، عورتوں، بوڑھے، بچوں کی مار کٹائی اور سانحہ شوپیاں جیسے واقعات کشمیری مسلمانوں کی زندگی کا حصہ بن گئے ہیں۔ کشمیر کی ہر بستی پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے۔

اے دنیا کے قاضیو! سلامتی کے ضامنو!!

کشمیر کی جلتی وادی میں بہتے ہوئے خون کا شور تو سنو! ہندوؤں کے ہاتھوں بھنے ہوئے ننگے جسم دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کی غیرت پر ہنس رہے ہیں اور چلا چلا کر اپنے پجاریوں کو ترغیب دے رہے ہیں کہ دیکھو مسلمانوں کا رب جھوٹا ہے۔ اگر سچا ہوتا تو وہ اپنے علاقے ہم سے ضرور آزاد کرواتے۔ ہمارا رب سچا ہے اور ہم ضرور اپنے رب کی مدد سے کشمیر آزاد کروائیں گے۔

(جمیلا شوکت۔ گوجرہ)

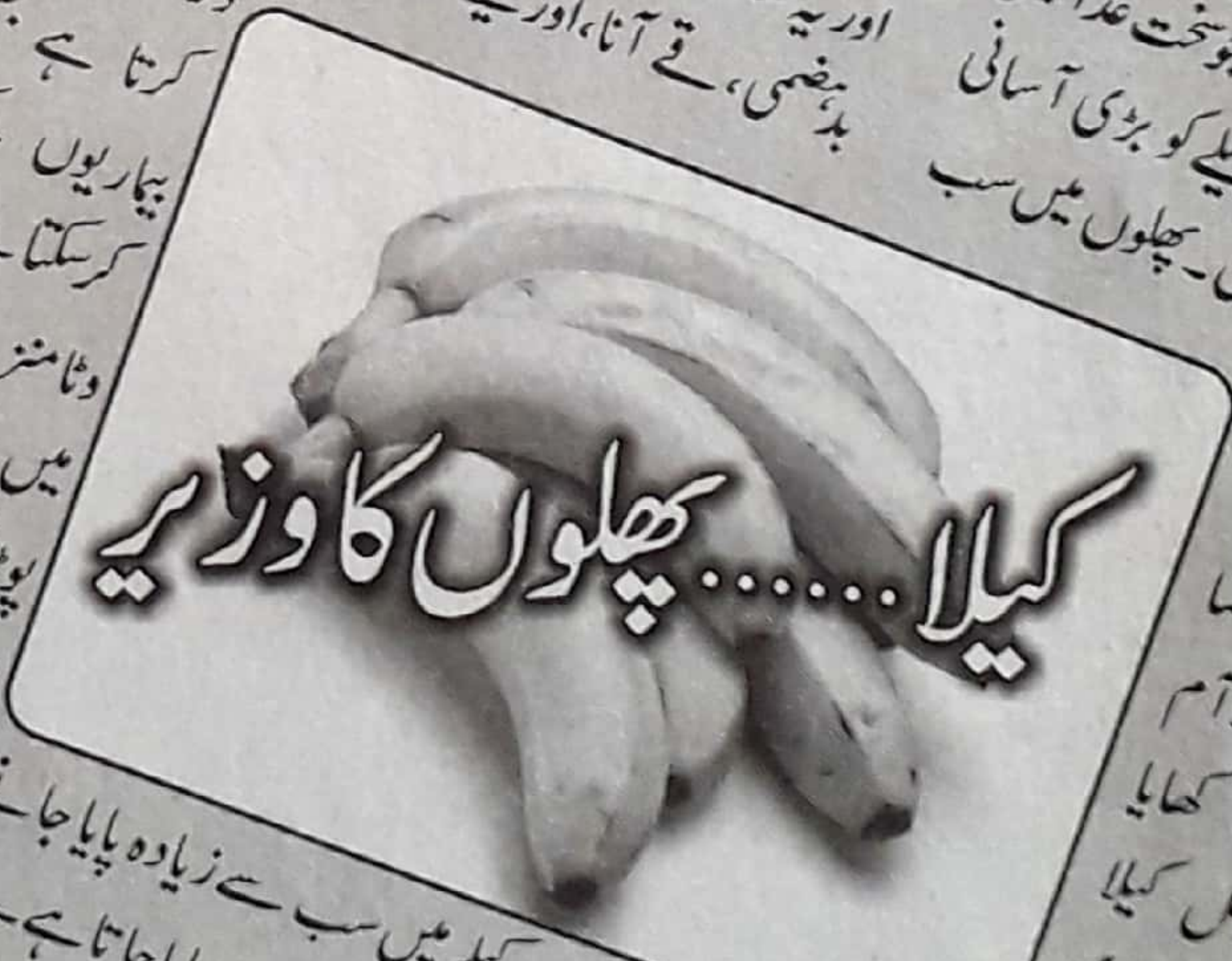

کیلا...... پھلوں کا وزیر

کیلا ایک ایسا پھل ہے جسے بچے بوڑھے جوان سب شوق سے کھاتے ہیں اور خاص طور پر چھوٹے بچے اور زیادہ عمر والے بزرگ جو سخت غذا نہیں کھا سکتے وہ کیلے کو بڑی آسانی سے کھا سکتے ہیں۔ پھلوں میں سب سے زیادہ نرم، خوش ذائقہ اور خوشنما پھل کیلا ہے۔ آم کے بعد زیادہ کھایا جانے والا پھل کیلا ہے۔ آپ نے اکثر بڑی عمر والے لوگوں سے سنا ہوگا کہ آم پھلوں کا بادشاہ ہے اور کیلا اس کا وزیر ہے۔ کیلا جنوب مشرقی ایشیا سے تعلق رکھتا ہے اور دنیا کے کئی ممالک میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ کیلا بھارت میں پیدا ہوتا ہے اس کے بعد چین، فلپائن اور پاکستان کا نمبر آتا ہے۔ کیلا سب سے پہلے پوپائے نیوگنی میں تھا۔ ایک ہندوستانی قافلہ وہاں سے گزرا تو انہوں نے یہ عجیب وغریب پھل دیکھا اور انہوں نے کافی سارے کیلے توڑے اور اپنے ملک بھارت لے آئے تب سے یہاں کیلا زیادہ سے زیادہ کاشت ہونے لگا اب دنیا کے 107 ممالک میں کیلے کو تجارتی پیمانے پر کاشت کیا جاتا ہے۔ تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ کیلا بہت فائدہ مند پھل ہے اور یہ معدے کی تمام بیماریوں مثلاً پیچش، پیٹ کا درد معدے کی جلن، بدہضمی، قے آنا، اور سینے کی جلن میں بہت مفید ہے کیلا خون کے مفید ذرات کی پیداوار میں اضافہ کرتا ہے جس سے انسان بیماریوں کے خلاف مقابلہ کر سکتا ہے کیلے میں بہت سے وٹامنز پائے جاتے ہیں۔ کیلے میں فاسفورس، کیلشیم، فولاد، پوٹاشیم کے وٹامنز بھی خاصی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ کیلے میں سب سے زیادہ پایا جانے والا وٹامن B6 ہے جو کہ تقریباً 50 فیصد کے قریب پایا جاتا ہے۔ کیلے کا درخت کوئی زیادہ لمبا نہیں ہوتا بلکہ اس کی اونچائی صرف 6 سے 7 میٹر تک ہوتی ہے اس کے پتے 2.7 میٹر تک لمبے ہو سکتے ہیں جن کی چوڑائی 60 سینٹی میٹر ہوتی ہے کیلے کے بعض درختوں کے پتے لمبائی میں کافی چھوٹے ہیں اور ان میں رگیں بھی ہوتی ہیں۔

(عبداللہ۔ المحمد یہ روضہ سوسائٹی سیکٹر مستول، بہاولنگر)

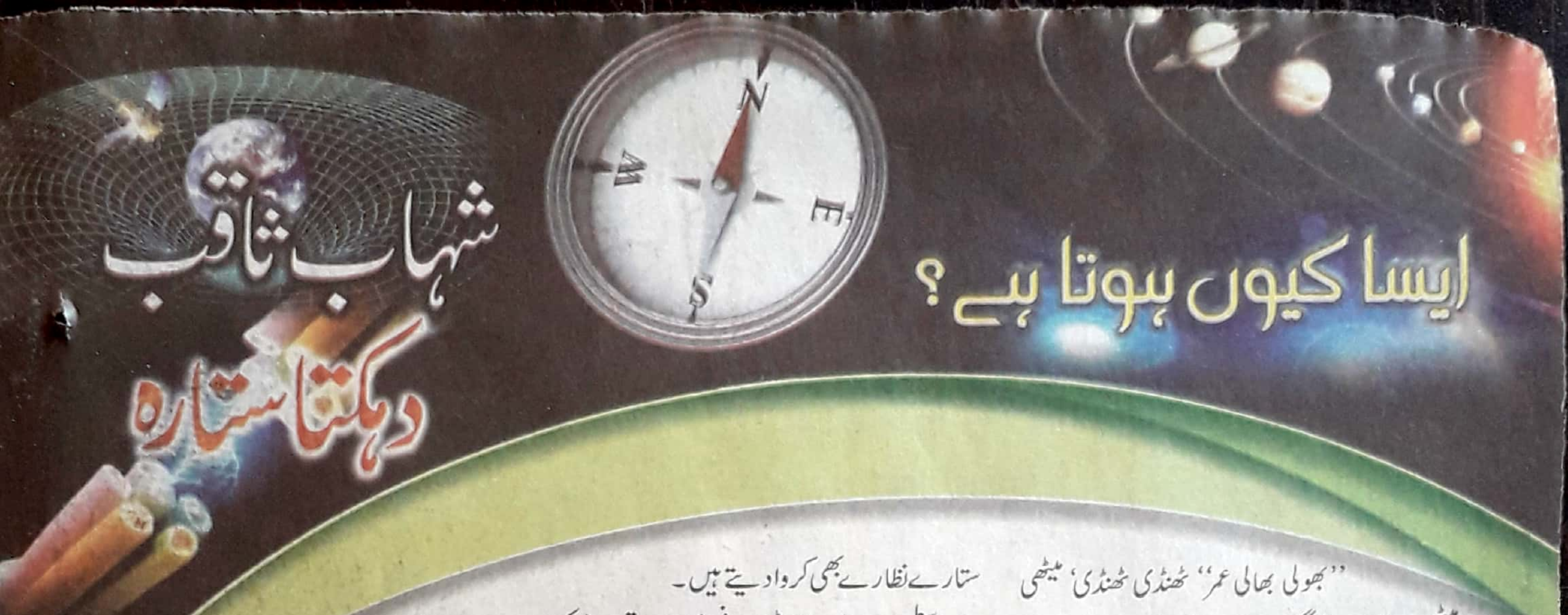

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

شہاب ثاقب

دہکتا ستارہ

"بھولی بھالی عمر" ٹھنڈی ٹھنڈی، میٹھی میٹھی ہواؤں والی گھپ اندھیری راتوں میں چھت پر سونے کے لئے بستر پر لیٹا ہی تھا کہ میری نظریں غیر ارادی طور پر کالے اندھیرے کو ڈراؤنی شکلیں دیتے آسمان پر چمکتے جھلملاتے ستاروں سے آنکھ مچولی ہی کرنے لگ گئی۔ میں جگ مگ کرتے پیارے تاروں سے کھیلنے لگا۔ ایک ہوشیار ستارے کا تعاقب کیا تو یک دم سے اس نے آگ بگولے جیسے شعلے کو روپ دھار لیا اور جیسے وہ گرا...... ایک دم میں سہم گیا۔ پوچھنے پر امی جان نے منع کر دیا کہ "نہ دیکھو بیٹا! اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مارنے بھیجا ہے اسے" سمجھ تو کچھ نہ آیا پر میرے دماغ نے مجھے رات بھر سونے نہ دیا۔

آخر یہ ستارے اصل میں ہیں کیا؟؟ اتنا پیارا ستارہ یک دم سے شعلہ کیوں بن گیا؟؟ ان کی اصل صورت کیا ہے؟ وغیرہ ...... مجھے تو ان سوالوں نیبڑا کھپایا۔ یقیناً ایسے سوالات آپ کو بھی تنگ کرتے ہوں گے۔

بچپن میں تو کچھ خاص پتا نہ تھا مگر آج ان کی حقیقت آپ کو بتانے لگے ہیں۔

پیارے بچو! ستارے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بہت زیادہ ٹھنڈے اور گرم۔ یہ بھی ہر شے کی طرح آئٹم اور مالیکیولز سے مل کر بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان کی درگت بنانے آسمان کی حفاظت کرنے کے لئے بنایا ہے۔ ایک اور بات بھی بڑے کام کی ہے کہ زمانہ قدیم سے ہی ستاروں سے تاریخ کا حساب رکھنے، موسم کا اندازہ کرنے اور رات کے اندھیرے میں راستہ اور سمت معلوم کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ یعنی ایویں تو نہیں سجایا گیا آسمان کو ان سے اور اگر اللہ تعالیٰ کو غصہ آجائے تو یہ پیارے ستارے نظارے بھی کروا دیتے ہیں۔

وسطی روس میں 10 ٹن وزنی شہاب ثاقب (دہکتا ستارہ) گرا اور اس سے بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے۔ روسی اکیڈمی آف سائنس کے مطابق نقصان اس لئے کم ہوا کہ اس شہاب ثاقب کا بڑا حصہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی ٹوٹ گیا اور قریب ہی آبادی سے دور جھیل میں جا گرا۔ اب تو ستاروں کی پوجا کرنے والوں کو شہاب ثاقب کے ایک ہی تھپڑ سے ہوش آ گیا ہوگا۔

آپ نے سنا تو ہوگا "آج کا دن کیسا رہے گا؟؟"

اور پھر یہ نام "حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، عقرب اور قوس وغیرہ...... یہی نام بتا کر عام لوگوں کو ان کی قسمت بتانے کے بہانے ان کی مت ہی ماردی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی منزلوں کا ذکر کیا، آسمان میں ان کے کئی برج ہیں۔ مگر ان کا یا ستاروں کی چالوں کی کسی پر بھی کوئی اثر نہیں۔ نہ ہی یہ چالیں کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ ہمارے اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی باتیں سب کی سب ایسے عقائد کی نفی کرتی ہیں کہ "انسان شخصیات، ان کا مزاج، ان کی صلاحیت، برج یا ستروں وغیرہ کے مطابق ہوتی ہیں" یہ سب شیطانی خیالات ہیں، ان کا حقیقت سے دور دور کا تعلق نہیں ہے۔

آپ بھی کیا تجسس میں پڑے ہوں گے کہ یہ ستارے ٹوٹتے کیوں ہیں؟

چلیں جی! آپ بھی کیا یاد کریں گے بتا ہی دیتے ہیں یہ بھی ......

ننھے تارو! شہاب ثاقب، دم دار ستارے وغیرہ سورج کے گرد مدار بھی بناتے ہیں۔ سورج کے گرد کا ملبہ گیسوں اور منجمد برفیلے کنکروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ 133 سال کے بعد ایک بہت بڑا ستارہ نظام شمسی میں سے لہراتا ہوا گزر جاتا ہے اور اپنے پیچھے گرد اور کنکروں کی صورت میں دھوئیں جیسی قطار چھوڑ جاتا ہے۔ جب زمین اس ملبے کے قریب سے گزرتی ہے تو یہ ایک سو چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہماری فضا میں شعلوں کی صورت میں گرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں اور ان کی انتہائی دلکش بارش ہو رہی ہے۔ خاص بات یہ بھی ہے کہ ستارے ہر وقت آسمان پہ ہوتے ہیں اور یہ گھر نہیں جاتے، بس سورج کی روشنی کی وجہ سے دن میں ہمیں نظر نہیں آتے۔

پتا تو مجھے ہے کہ آپ جواب کمال کا دیتے ہیں۔ لیکن مجھے آج صرف یہ بتا دیں کہ؟؟

"آسمان پر ستارے جل بجھ کیوں کرتے ہیں؟؟

سادہ سی بات ہے کہ "جب ان میں بجلی کم یا زیادہ ہوتی ہے یا لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے تو یہ جل بجھ...... جل بجھ کرتے رہتے ہیں" اف...... شرارتی بچو! دراصل ایسا نہیں ہے فضا میں ستاروں کو بجلی دینے کے لئے نہ تو ٹرانسفارمر ہے اور نہ ہی جنریٹر۔ اصل میں! زمین پر ان ستاروں کی روشنی ایک خول میں سے گزر کر پہنچتی ہے۔ ہوا کے چلنے کی وجہ سے یہ روشنی کبھی زیادہ اور کبھی کم لگتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ ستارے ہمیں جگمگاتے اور ٹمٹماتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ پیارے بچو! قدرت کے ان شاہکاروں کے کچھ راز ہم نے کھولے تو کچھ آپ نے بتایا۔ اچھا لگنے کے ساتھ ساتھ بہت مزہ بھی آیا...... اب اللہ حافظ۔

(حافظ ابوبکر ادریس بن مفتی محمد ادریس المدنی)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاھور پاکستان

4 21 فروری 2014ء/20 ربیع الثانی 1435ھ

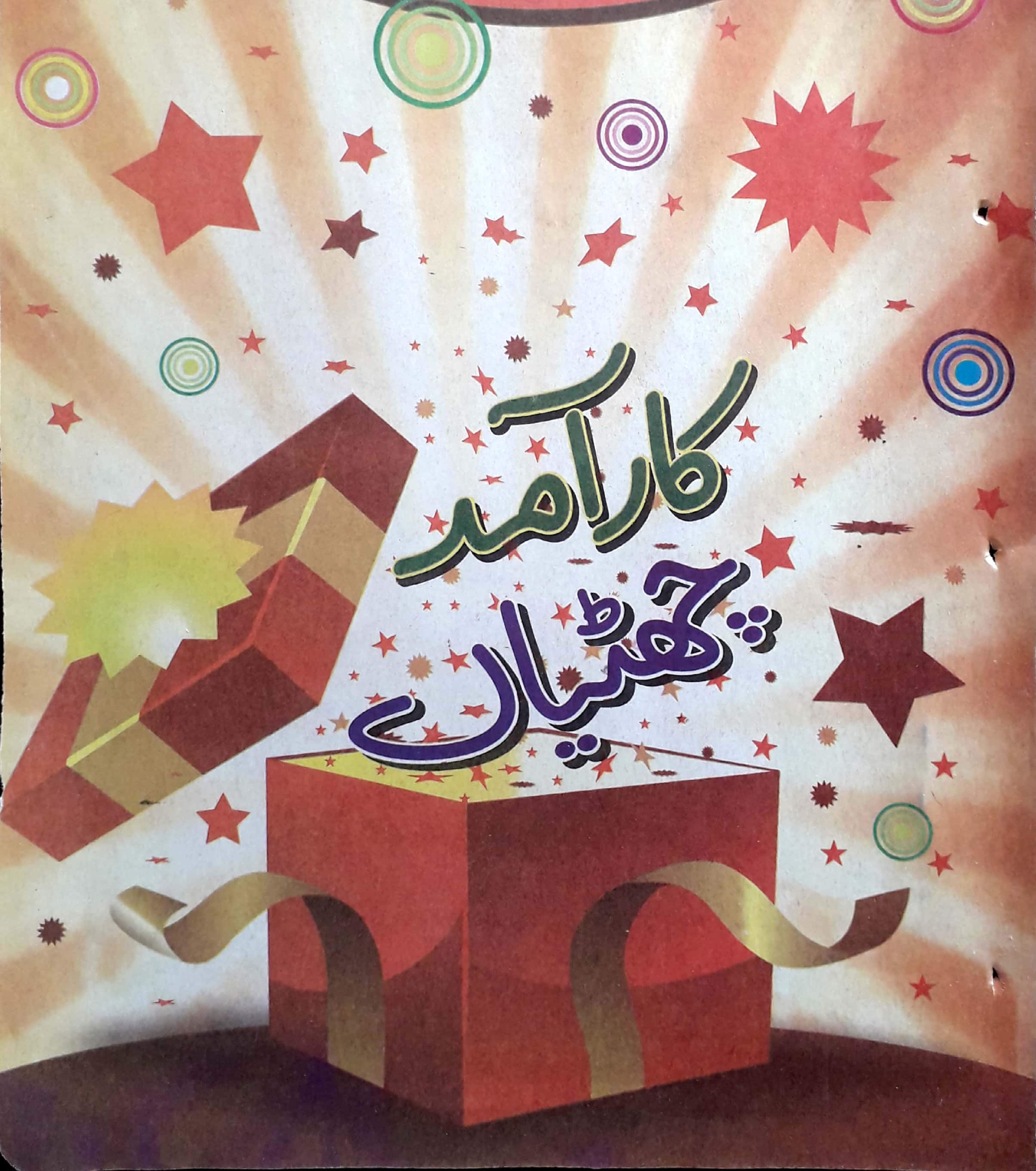

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''اور وہ لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ (قصور) کیا ہو (ناحق) تہمت لگا کر اذیت دیتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیتے ہیں۔'' (الاحزاب:۵۸)

(عفیرہ۔سادہ گورائیہ)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم حضور پاک ﷺ کے ساتھ تھے تو بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کو کھڑے ہوئے، جب اذان دے چکے تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دل سے یقین کر کے ایسا ہی کہا وہ جنت میں جائے گا۔ (سنن نسائی جلد ۱)

(اسامہ بن نصیر۔فیصل آباد)

برائے رابطہ: عارف والا نزبی
0301-7200042

پہلی بات

اسلام کے ننھے مجاہد......!!

امید ہے کہ آپ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے......

لیں جی! امتحانات تو آپ کے ختم ہو گئے......اب آپ کی تیاریاں جاری ہیں......کوئی نانی اماں کے گھر جا رہا ہے اور کوئی دادی اماں کے......بس فراغت ہے اور مزے کرنے کی بھرپور تیاریاں......اور ساتھ میں کوئی ذمہ داری بھی نہیں ہے......لیکن درحقیقت ذمہ داری کا آغاز تو اب ہوا ہے۔ وہ ذمہ داری جو قرآن پاک نے فراغت کے دنوں میں آپ پر عائد کی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۔ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ . (الم نشرح 8,7)

''پس جب تو فارغ ہو جائے تو محنت کر......اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کر۔''

آپ بھی اپنی اس ذمہ داری کو ادا کریں......ہر دفعہ چھٹیاں بے مقصد کاموں میں گزرتی ہیں۔ اس دفعہ انہیں مفید بنائیں اور الحمد یہ روضہ سوسائٹی کے تحت ہونے والے صفہ تربیتی کورس میں شرکت کریں......تاکہ آپ بھی ذمہ دار مسلمان اور اچھے شہری بن سکیں۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

والسلام

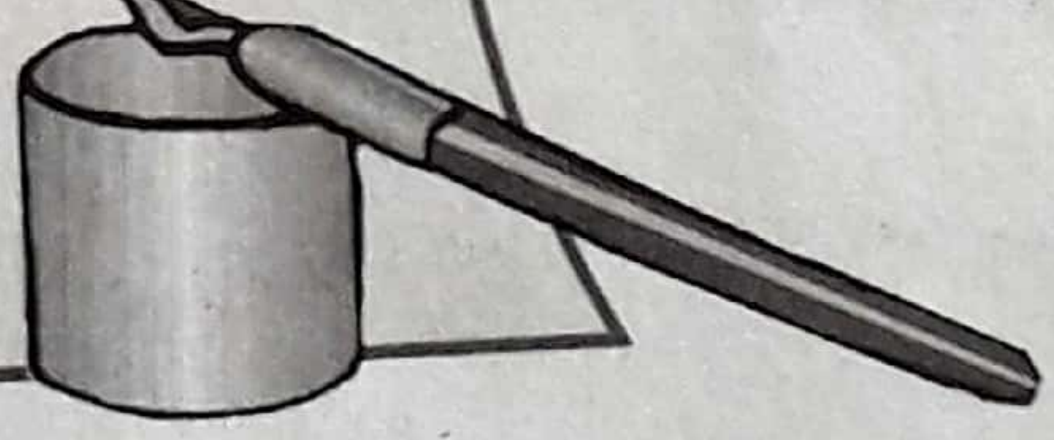

ربنا

خوف الٰہی سے خالی دل سے پناہ مانگنے کی دعا

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا. (مسلم: ۲۷۲۲)

''اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے، اور اس دل سے جو اللہ سے نہ ڈرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔''

(طیبہ گلزار، مبین کوثر۔طیبہ ماڈل H/C ارزانی پور)

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

موہنجوداڑو

موہنجوداڑو 4500 سال پرانا ایک تاریخی شہر تھا۔ یہ ایک پررونق شہر تھا۔ 1922ء تک اس کے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ کچھ دیہاتیوں کو اس جگہ سے پرانے چکنے برتنوں اور پرانی اینٹوں کے ٹکڑے ملے۔ یہ برتن اور اینٹیں ایک انگریز سرکاری ملازم سرجان مارشل کے پاس لائے گئے۔

جان مارشل کا کام تھا کہ وہ قدیم آثاروں، قدیم عمارات اور دوسری قدیم اشیاء کی تاریخ میں دلچسپی رکھتا تھا اور ان کھنڈرات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے تجسس میں لگا رہتا تھا۔

اس نے جب یہ برتن اور اینٹیں دیکھیں تو اس کو فوراً اندازہ ہو گیا کہ یہ چیزیں بہت پرانی ہیں اور یہ جو اینٹیں ہیں یہ کسی پرانے شہر یا قصبہ کی ہیں جو ریت اور مٹی کے نیچے پوشیدہ ہے۔ اس نے ادھر کی کھدائی کروائی تو جیسے جیسے وہ کھدائی کرتے، ویسے ویسے چیزیں اوپر آتی جاتیں۔ یہاں تک کہ سڑکیں اور تعمیر شدہ مکانات کا ایک شہر نمودار ہوا۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ وہ لوگ کتنے حیرت زدہ اور خوش ہوئے ہوں گے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ سب کچھ اس میں سے نکل رہا ہے۔ جس کو وہ لوگ مٹی اور ریت کا ٹیلا سمجھتے تھے۔ ہر مکان پکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ غسل خانہ اور ملازموں کے کوارٹر نزدیک ہی تھے۔ سڑکیں پکی اور ان سڑکوں پر ڈھکی ہوئی نالیاں ہیں۔

آپ وہاں آج بھی ایک بڑا ہال دیکھ سکتے ہیں جہاں وہ لوگ اپنے لیے اناج اکٹھا کرتے تھے۔ اس شہر کے درمیان میں ایک مرکز تھا جہاں خرید وفروخت ہوتی تھی۔ اس شہر کے لوگ بڑے تاجر تھے کیونکہ دریا اور سمندر ان کی دسترس میں تھا' ان کا علاقہ زرخیز تھا' جہاں وہ گندم' کپاس اور چاول اگاتے تھے۔

وہاں ماہر کاریگر تھے جو سونے چاندی اور ہاتھی دانت کا کام کرتے تھے۔ یہاں سے دلچسپ چیزیں بھی نکلیں جس میں زیورات' کھلونے' ہتھیار اور منقش برتن شامل ہیں۔

موہنجوداڑو سے بہترین دریافت ایک بیل کا سر ہے۔ جو مہر کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہاں سے دھات کے اوزار بھی ملے' ان دھات کی اشیاء کی وجہ سے اس شہر کا امکانی زمانہ تقریباً چار ہزار سال بتایا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگوں نے خوش وخرم زندگی گزاری۔ وہ بہت امیر اور تفریح وتجارت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے تھے۔ کوئی نہیں جانتا کہ بعد میں ان کے ساتھ کیا ہوا؟ یا تو اللہ کی طرف سے کسی بڑے زلزلے نے انہیں تباہ کیا' یا پھر ان پر حملہ کیا گیا۔ کوئی بھی شخص ان الفاظ کے معانی نہیں جان سکا جو مہروں اور برتنوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ اگر ان الفاظ کو پڑھ سکیں تو بہت کچھ اس شہر کے بارے میں جانا جا سکتا ہے۔

موہنجوداڑو کی تباہی کی کوئی خاص وجہ آج تک معلوم نہیں ہو سکی۔ یہاں سے نکلنے والے مجسمے یہ بتاتے ہیں کہ یہ لوگ بت پرست تھے۔ اس قوم کی ایک خاص بات ان کا آبپاشی کا نظام ہے اور یہ کنوؤں کا ایک باقاعدہ نظام تھا۔ جس کے ذریعے وہ پانی جمع کرتے اور بڑا حمام ان کی خاص عبادت کا حصہ تھا یہاں مرد وعورت غسل کرتے تھے۔ بڑا کنواں ان کی خاص نشانی ہے جو سینکڑوں چھوٹے کنوؤں تک پانی پہنچانے کا بنیادی مرکز تھا۔

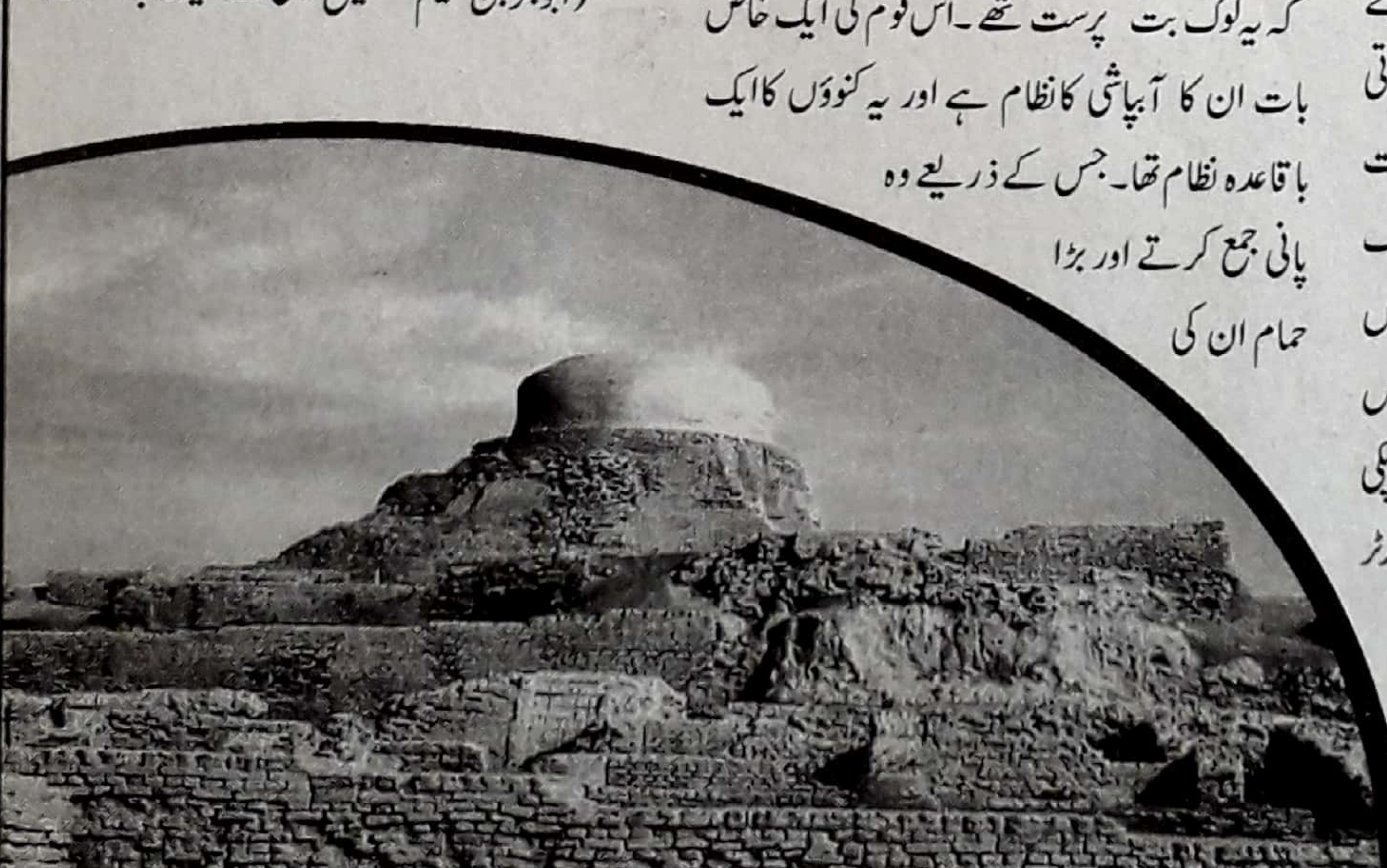

قرآن کریم اور اسلامی تاریخ کے مطالعے سے ایک عجیب انکشاف ہوا ہے۔ قرآن میں ایک قوم کا تذکرہ ہے جن کی خاص علامت کنواں ہی تھا یعنی ''اصحاب الراس''

وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ۔ (الفرقان 38)

اصحاب الرس کے معنی کنویں والے ہیں۔

ابوبکر بن عمر بن حسن نقاش کہتے ہیں اصحاب الرس کی بستی میں ایک ہزار کنویں تھے جس سے وہ پانی پیتے اور کھیتیاں سیراب کرتے تھے اور یہ بت پرست تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو ایک بڑے کنویں میں قید کر دیا تھا۔ ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ اس قوم نے اپنے نبی کو کنویں میں دفن کر دیا تھا۔

آج کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ موہنجوداڑو والے کون تھے مگر اصحاب الراس اور موہنجوڑو کے لوگوں کی کچھ باتیں مشترک ہیں۔ مثلاً بڑے بڑے کنوؤں کا نظام...... بت پرستی...... خوشحالی کے بعد اچانک تباہی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے بچائے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(ابوبکر بن سلیم، تحصیل حالی روڈ حیدرآباد سندھ)

بچے عہد زریں کے
سعادت مند کپڑوں والا

سعد اللہ۔ شہدادپور سندھ

دشمنی اور نفرت کا کھیل دن بدن تیز ہوتا جارہا تھا۔ ہر طرف حسد کی آگ بھڑک رہی تھی، جیسے ہی کوئی اہل حق کی جماعت کا ساتھی بنتا اس پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹنے شروع ہوجاتے۔ ستم اس قدر بے رحم ہوکر برس رہا تھا کہ دنیا کے یہ عظیم لوگ بھی پکار اٹھے ...... یارب! تیری مدد کب آئے گی؟ مگر قدرت بھی ان کے صبر کا امتحان لینا چاہ رہی تھی۔ وگرنہ شاید کہ ان ظالموں پہ آسمان گر جاتا' زمین ان کے لیے پھٹ جاتی۔ پہاڑ آپس میں مل کر ان کو پیس ڈالتے اور سمندروں کی بے رحم موجیں ان کو تباہ و برباد کردیتیں...... صبر واستقلال کے پہاڑ بن کر یہ لوگ اپنے رب کے حضور جنت الفردوس کی مہمانی کا یقین اپنے دل میں لیے زندگی بسر کرتے رہے۔

آگ کو بھڑکانے اور اہل حق پر کاری ضربیں لگانے میں عاص بن احیحہ ہروقت آگے بڑھنے کی کوشش کرتا۔ اس کی ہی کوششوں سے جلد ہی اہل حق کو حجاز کی زمین کو خیر آباد کہنا پڑا۔

حجاز کو چھوڑنے کے بعد جلد ہی حق پرستوں نے اپنے ظلموں کا بدلہ چکانے کا پلان ترتیب دے دیا۔ پھر جلد ہی اس پہ عمل درآمد شروع کردیا۔ اور وہ دن آن پہنچا کہ جب حق و باطل کا آمنا سامنا ہوگیا۔

عاص بن احیحہ میدان میں آیا تو اس کا سر فخر اور غرور سے تنا ہوا تھا۔ وہ اپنے سامنے کھڑے مختصر لشکر کو حقیر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنے مقابلے اور ٹکر کا کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا لیکن اس نادان کی غلط فہمی جلد ہی دور ہوگئی۔ اس کے مقابلے میں وہ شہسوار آیا جس کی ضرب کبھی خطا نہیں جاتی تھی۔

عاص میدان میں کھڑا تکبر سے سینہ تانے مدمقابل کو للکارتے ہوئے آگے بڑھا۔ مدمقابل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بڑی شان کے ساتھ آگے بڑھے۔ عاص بن احیحہ ان کی شجاعت کا ذرا سا بھی زور سہہ نہ پایا' اس کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ اپنے ہی خون سے بجھ گئی اور لمحوں ہی میں وہ موت کے منہ میں جاچکا تھا۔

عاص بن احیحہ تو جہنم واصل ہوگیا مگر اس کے بعد یہ کہانی ایک نئے روشن راستے کی طرف گامزن ہوجاتی ہے۔ کوئی بھی اندازہ نہیں کرسکتا کہ عاص بن احیحہ کے گھر پیدا ہونے والا بچہ اس قدر خوش نصیب ہوگا کہ جس کے بہترین کردار' تقویٰ و پرہیزگاری' اعلیٰ اخلاق اور سخاوت و فیاضی پہ ہر کوئی رشک کرے گا۔

عاص کے جہنم واصل ہونے کے بعد اس کے گھر پیدا ہونے والے بچے نے جب تھوڑا سا ہوش سنبھالا تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے دنیا کی سب سے عظیم ترین ہستی کو پایا۔ ابن عاص کے شب و روز اس کے پاس گزرنے لگے۔ دنیا کی اس عظیم تربیت گاہ میں ابن عاص میں بچپن ہی میں وہ خوبیاں بھردیں جو شاید صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔

پیارے نبی ﷺ اس ستارے سے بڑی محبت کرتے تھے۔ دربار رسالت میں آپ پر خاص شفقت و نوازش ہوا کرتی تھی۔ مجلس رسالت ﷺ میں جب بھی کوئی تحفہ پیش ہوتا تو ننھے ابن عاص رضی اللہ عنہ کے نصیب کو لازماً چھو کر گزرتا تھا۔

ایک روز نبی مکرم ﷺ کی مجلس سجی ہوئی تھی' اتنے میں ایک خاتون ایک تحفہ لیے مجلس میں حاضر ہوئی اور کچھ یوں بولیں:

اے اللہ کے نبی ﷺ! "میں نے نیت کی ہے کہ یہ تحفہ (چادر) عرب کے کسی معزز آدمی کو دوں۔"

پیارے پیغمبر ﷺ نے جب خاتون کی بات سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس بچے کو دے دو۔" اشارہ ابن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

ہر کوئی اس بچے کی سعادت مندی پہ نازاں تھا اور پھر یہ بچہ "سعادت مند کپڑوں والا" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس وقت اس کی عمر بمشکل دس سال تھی۔

اس بچے کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ وہ مجلس میں نبی مکرم ﷺ کے قریب ہوکر بیٹھے اور ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ ہر وقت دربار نبوت ﷺ میں حاضر رہنے کی وجہ سے آپ ﷺ بھی اس بچے پر خصوصی شفقت فرماتے۔ اس بچے کی بہترین عادات اور خوبیوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

"اس بچے کو عظیم شان نصیب ہوگی۔"

وقت گزرتا رہا اور یہ بچہ دربار رسالت ﷺ میں قرآن و حدیث کا علم سیکھتا رہا اور بے پناہ خوبیوں کا مالک بنارہا۔ یوں تو اس بچے میں ہر صفت موجود تھی مگر ایک صفت جو رفعت و بلندی کا باعث بنی وہ تھی "سخاوت" اور یہ بچہ بڑا ہوکر سخاوت کا پیکر بنا اور سعید

بن عاص ؓ کے نام سے آج ہم انہیں جانتے ہیں۔

سخاوت بھی کیا عجب خوبی ہے کہ سخی ہر دل عزیز ہوتا ہے اور پھر اللہ کا بھی دوست ہوتا ہے۔ سخاوت صرف مال خرچ کا نام نہیں ہے بلکہ میدان جنگ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا بھی سخاوت ...... دین کے کام کے لیے وقت صرف کرنا بھی سخاوت ہے......!

سعید بن عاص ؓ کی سخاوت ان تمام خوبیوں سے مزین تھی۔

تاریخ میں سعید بن عاص ؓ کی سخاوت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ آپ ؓ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کی شام اپنے غلاموں کو دیناروں کی تھیلیاں دے کر کوفہ کی مسجد میں روانہ کرتے۔ غلام دیناروں کی تھیلیاں نمازیوں کے آگے رکھ دیتے۔

اس دور کے نیک نمازی اپنی مرضی سے اپنی ضرورت کے تحت ان تھیلیوں سے دینار لے لیتے۔ اسی وجہ سے کوفہ کی مسجد میں آہستہ آہستہ ضرورت مند نمازیوں کی تعداد بڑھنے لگی حتی کہ مسجد نمازیوں سے مکمل طور پر بھر جاتی۔

سعید ؓ کی سخاوت کے اس سفر میں ایک دفعہ ایک بدو نے آپ ؓ سے سوال کیا تو آپ ؓ نے غلام کو اسے پانچ سو دینار دینے کو کہا۔

بدو نے جب پانچ سو دینار کا نام سنا تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ غلام نے سوچ میں ڈوبے بدو کو پانچ سو دیناروں کی تھیلی پکڑائی تو بدو نے رونا شروع کر دیا۔

سعید ؓ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟

بدو نے کہا میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ''یہ زمین آپ ؓ جیسے عظیم لوگوں کو بھی کھا جائے گی۔''

معاویہ ؓ نے آپکو ایک بار پچاس ہزار درہم دیئے اور فرمایا اس سے کوئی جاگیر خرید لیجئے گا۔

سعید ؓ بھلا ایسا کب کر سکتے تھے۔ فرمانے لگے: میں بھوکوں کو کھانا کھلاؤں گا، بیواؤں کی شادی کروں گا، غلام آزاد کروں گا، دوستوں کی داد رسی کروں گا، پردیسیوں کے حال کی درستی کی کوشش کروں گا، معاویہ ؓ نے فرمایا: اللہ پر ایمان کے ذکر و شرف کے لیے سب سے بڑی چیز سخاوت ہے اور سخاوت کو اللہ رب العزت نے سعید ؓ کی صفت بنایا ہے۔

ایک دن معاویہ ؓ نے آپ ؓ سے مال کے بارے مخاطب ہو کر سوال کیا۔ مجھے پتا چلا ہے کہ آپ مال کو بہت چاہتے ہیں اور اس کو حاصل کرنے کے لیے بہت جستجو کرتے ہیں۔

سعید ؓ ان کی بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے: کہ اے امیر المؤمنین! بے شک ہمارے پاس بہت مال ہے، جس سے ہمیں نفع حاصل ہوتا ہے، جب ہمیں کم نفع حاصل ہوتا ہے تو ہم اپنے خرچ میں کمی کر دیتے ہیں، اگر منافع زیادہ ہو تو خرچ بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ہمارے پاس رقم ہو تو ہم اسے ضرورت مندوں اور محتاجوں سے بچا کر نہیں رکھتے، حتی کہ گوشت یا چربی کا ٹکڑا تک بچا کر نہیں رکھتے۔

معاویہ ؓ یہ سن کر بڑے حیران ہوئے اور پوچھا کہ یہ معاملہ کب تک چلتا ہے؟ سعید ؓ نے فرمایا: اس طرح معاملے چلتے نصف سال گزر جاتا ہے۔ فرمایا: سال کا باقی حصہ کیا کرتے ہو؟

سعید ؓ نے فرمایا: بقیہ سال میں ہمیں وہ لوگ مل جاتے ہیں جو ہم پر خرچ کریں۔ ہمارے معاملات کو اس طرح ٹھیک کرنے کی کوشش کریں جس طرح ہم دوسروں کے کرتے ہیں۔

معاویہ ؓ ان کی باتیں سن کر مطمئن ہو گئے اور وہ ان کی سخاوت کے دل سے قائل ہو گئے۔ بھلا ایسا کون ہو گا جو اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دے۔ اپنے پاس لٹانے کے لیے کچھ نہ ہو تو اسے اپنے ذمہ قرض لکھ دے۔

ایک دفعہ آپ ؓ مسجد میں تھے، ایک شخص آپ ؓ کے ساتھ بڑے احترام سے چلنے لگا۔ سعید ؓ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں کوئی مشکل درپیش ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مگر آپ ؓ اس کی ضرورت سمجھ گئے۔ آپ ؓ نے اسے کہا لکھنے کے لیے دوات اور چمڑا لاؤ اور میرے فلاں غلام کو بلا کر لاؤ۔

وہ آدمی چمڑا اور دوات لے کر آیا اور ساتھ ہی غلام کو بھی بلا لایا۔ آپ ؓ نے غلام کے سامنے اسے اپنے اوپر بیس ہزار درہم قرض لکھ کر دے دیا اور اسے کہا کہ جب ہمارا غلہ آئے گا تو تمہیں ادا کر دیں گے۔

کچھ ہی عرصہ بعد سعید بن عاص ؓ کی وفات ہو گئی۔ وہ تحریر آپ کے بیٹے عمر بن سعید ؓ کے پاس لائی گئی تو انہوں نے وہ بیس ہزار درہم ادا کر دیئے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اللہ کے رستے میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(سعد اللہ۔ شہداد پور)

گلدستہ روضہ

جھوٹ

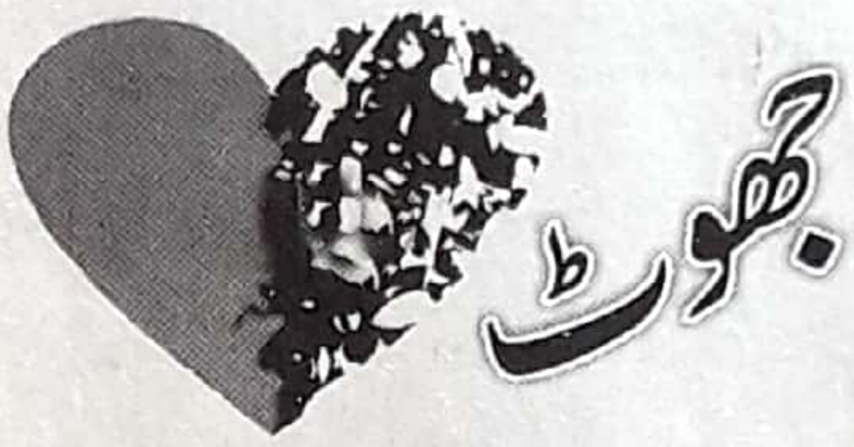

پیارے بچو! ہم بات کرتے وقت اکثر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مثلاً آپ کے پاس پنسل ہے۔ کوئی آپ سے کہتا ہے کہ مجھے اپنی پنسل دے دو تو آپ کہتے ہیں میرے پاس تو کوئی پنسل نہیں، تو یہ آپ نے جھوٹ بولا۔ اس طرح دنیا کے عارضی نفع کی خاطر آپ اپنی آخرت کا نقصان کر رہے ہیں اور اپنے خالق جو اتنی بڑی ذات ہے، اسے ناراض کر رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔'' (النور)

لعنت کا مطلب اللہ کی رحمت سے دوری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ ہم اکثر گناہ پر گناہ کرتے جاتے ہیں لیکن کبھی اس گناہ کے بارے میں نہیں سوچا۔ اسی طرح اگر آپ سے کوئی کہتا ہے میرے پاس چیز ہے لے لو اور اس کے پاس چیز نہیں ہوتی تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں، جن کے ذریعے ہماری نسل میں جھوٹ کی گندی عادت پیدا ہو رہی ہے۔

پیارے بچو! ہمیں ہمیشہ سچ بولنا چاہئے۔

(طیبہ نورین، عائشہ غفار۔ ارزانی پور)

میرا پسندیدہ شعر

ان تاریکیوں سے کہہ دو اب ٹھکانہ کریں کہیں
ہم نئے عزم سے بنیاد سحر رکھتے ہیں

☆......☆......☆......☆......☆

کبھی دریا سے مثل موج ابھر کر
کبھی دریا کے سینے میں اتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر
مقام اپنی خودی کا فاش تر کر

(فریحہ ایمان اللہ۔ سلانوالی)

مٹ جائیں گے وہ لوگ جو اسلام مٹانا چاہتے ہیں
مجاہد اپنی جانیں دے کر دین بچانا چاہتے ہیں

☆......☆......☆......☆......☆

کفر کے ہر ایک ملک کی اینٹ سے اینٹ بجاتے جائیں گے
مجاہد اپنی جانیں دے کر دین پھیلاتے جائیں گے

(عبدالمنان اشرف۔ میرپور آزاد کشمیر)

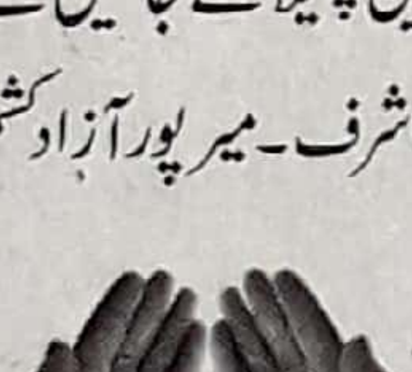

بچے کی دعا

میرے اچھے اللہ میرے پیارے اللہ
مجھ کو بھی اپنی رحمت سے اچھا بنا
میں چمکتا رہوں جگمگاتا رہوں
چاند بن کر اندھیروں پہ چھاتا رہوں
نیک افکار سے علم پاتا رہوں
نیک کردار سے جگمگاتا رہوں
میرے اچھے اللہ میرے پیارے اللہ
اپنی رحمت سے مجھ کو بھی اچھا بنا
یاالٰہی! جسم میں جب تک ہماری جان رہے
تجھ پہ صدقے تیرے محبوب پہ قربان رہے
میں رہوں یا نہ رہوں مگر دعا ہے دل کی
دین محمد ﷺ رہے اور عزت قرآن رہے

(انتخاب: ابورضوان جاوید۔ بدھلہ سنت ملتان)

حیرت انگیز معلومات

1- ''صبح'' ایک ایسی چیز ہے جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(والصبح اذا تنفس) سورۃ التکویر 18-

''اور قسم ہے صبح کی جب وہ دم بھرے۔''

2- چار ایسے جاندار جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔

① حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ آنے والا مینڈھا (دنبہ)۔ ② حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو پہاڑی سے نکلی۔ ③ حضرت آدم علیہ السلام۔ ④ حضرت اماں حوا علیہا السلام

3- تین ایسی نمازیں جن کی کوئی اذان نہیں ہوتی۔

① عیدالفطر۔ ② عیدالاضحیٰ۔ ③ نماز جنازہ

4- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام دوسرے پیغمبر ہیں جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

5- ایک ایسی قوم جس نے سچ بولا پھر بھی جہنم میں گئی وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ جنہوں نے کہا: ''یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہودی کسی راہ پر نہیں۔'' (سورۃ البقرہ آیت 113)

انہوں نے یہ بات سچ کہی پھر بھی جہنم میں گئے۔

6- وہ قوم جنہوں نے جھوٹ بولا اور پھر بھی جنت میں گئی۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں، جنہوں نے کہا: ''ابا جان ہم دوڑنے لگے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا اُسے بھیڑیا کھا گیا۔''

(سورۂ یوسف: 17)

یہ بات انہوں نے جھوٹ کہی تھی لیکن پھر بھی جنت میں گئے (کیونکہ توبہ کرلی تھی)۔ (خنساء محی الدین۔لوہاراں والا کھوہ)

سفر

☆......جس کی سفر میں موت واقع ہوجائے، وہ شہید کے حکم میں ہے۔ (ابن ماجہ:116)

☆......فجر کی دو سنتیں سفر کی حالت میں بھی نہیں چھوڑنی چاہئیں۔ (ابن ماجہ:389)

☆......سفر سے واپسی کا بہتر وقت شام یا صبح صبح کا ہے۔ رات کا وقت بہتر نہیں ہے۔ (مسلم:242)

☆......وطن واپسی پر تیز رفتاری سنت ہے۔ (بخاری:431)

☆......سفر سے واپسی پر استقبال کرنا سنت ہے۔ (بخاری:433)

☆......سفر سے واپسی پر اولاً مسجد جانا سنت ہے۔ (بخاری:434)

(اقراء ندیم۔سیالکوٹ)

سچائی

آؤ مل کر سارے بچے
ہم سب پیارے پیارے بچے
سچائی کے دیپ جلائیں
سچائی کے پھول کھلائیں
سچائی کے نغمے گائیں
سچائی کے گیت سنائیں
سچائی کا روپ دکھائیں
سچائی کی جوت جگائیں
سچائی کی بات بتائیں
سچائی کے کام کریں ہم
سچائی کو عام کریں ہم

(محمد شکیل۔ارزانی پور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا ہے، اس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ لوگ اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں، کسی نے زیادہ لیا، کسی نے کم۔ اتنے میں ایک رسی نمودار ہوئی جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی تھی۔ پہلے آپ ﷺ آئے اور اس رسی کو تھام کر اوپر چڑھ گئے۔ پھر ایک دوسرے شخص نے وہ رسی تھامی وہ بھی اوپر چلا گیا۔ پھر ایک تیسرے شخص نے تھامی وہ بھی اوپر چل دیا۔ پھر ایک چوتھے شخص نے وہ رسی تھامی تو وہ ٹوٹ کر گر پڑی لیکن پھر جڑ گئی (وہ بھی چڑھ گیا) یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! اللہ کی قسم! اس کی تعبیر مجھے کہنے دیجیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا: کہو۔ انہوں نے کہا ابر کا ٹکڑا تو اسلام کا دین ہے اور شہد اور گھی جو اس میں سے ٹپکتا ہے اس سے مراد قرآن اور اس کی شرینی ہے۔ اب کوئی شخص بہت قرآن سیکھتا ہے، کوئی کم۔ رہی رسی جو آسمان سے زمین تک لٹکتی تھی، اس سے مراد وہ سچا طریقہ ہے جس پر آپ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ اس پر قائم رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اٹھالے گا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد ایک شخص اس طریقے کو لے گا (جو آپ ﷺ کا خلیفہ ہوگا) وہ بھی مرے گا، پھر ایک اور شخص لے گا۔ تو اس کا معاملہ (خلافت کا) کٹ جائے گا۔ پھر جڑ جائے گا تو وہ بھی اوپر چڑھ جائے گا۔ (اخت عمران امجد۔ڈاہرانوالہ)

میں ہوں آپ کی خادمہ

دیکھنے میں میرا جسم اتنا بڑا نہیں ہے۔ لیکن آپ حیران ہوں گے بلکہ شاید یہ سن کر آپ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں کہ میری خوراک پندرہ کلوگرام ہے۔

جی ہاں! پیٹ ضرور چھوٹا ہے لیکن خوراک اتنی ہی ہے، اس سے بڑھ سکتی ہے لیکن کم نہیں ہوسکتی اور خوراک بھی مزے دار اور طرح طرح کی ہوتی ہے۔ سخت ترین چیزیں بھی ہضم کرجاتی ہوں اور ہلکی پھلکی چیزیں تو کسی شمار وقطار میں شامل ہی نہیں! بس جو مل جائے، ہضم......!!

اب آپ بہت زیادہ حیران ہوچکے ہوں گے اور سوچ میں ڈوب چکے ہوں گے کہ آخر یہ کون صاحبہ ہیں اور ہاضمے کی آخر کون سی گولیاں استعمال کرتی ہیں لیکن یہاں آپ کی سوچ غلط ہے۔ میں ہاضمے کی گولیاں استعمال نہیں کرتی۔

اب آپ میرے بارے میں جاننے کے لیے بری طرح بے چین ہوں گے۔

تو لیجیے میں آپ کی الجھن دور کیے دیتی ہوں......

آپ ذرا صبر سے کام لیجیے، یہ آپ کیا لکھتے رہتے ہیں، میرا خط شائع نہ ہوا تو رسالہ پڑھنا چھوڑ دوں گا۔ نصیحت یاد رکھئے...... مجھ بے جان کی طرح صبر کیجیے۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ میں بھی صبر ہی کرتی ہوں تو مجھے اتنی خوراک ملتی ہے اور آپ کوشش جاری رکھا کریں۔ کوشش رایئگاں نہیں جایا کرتی۔ اب آپ زیادہ الجھن میں پڑ گئے ہوں گے......!

تو میں ہوں آپ کی خادمہ ''ردی کی ٹوکری۔''

(عبداللہ بن عبدالرؤف۔صادق آباد)

مصعب خیالوں ہی خیالوں میں گاؤں میں پہنچ چکا تھا۔ گاؤں کی کھلی ہوا...... پھلوں کا باغ اور سب سے بڑھ کر ڈھیر ساری چھٹیاں...... نہ سکول جانا پڑے گا اور نہ ہی کوئی خاص پڑھنا پڑے گا۔ نانی اماں ڈھیر سارا پیار کریں گی اور ماموں سے بھی لاڈ اٹھوائے جائیں گے۔ یہی سب کچھ ذہن میں تھا۔ امتحانات بس ختم ہونے والے تھے۔ صبح آخری پرچہ تھا لیکن مصعب اس کی تیاری میں مصروف ہونے کے بجائے خیالات میں خوب مزے اڑا رہا تھا......!

مصعب کیسی تیاری ہے......؟ اماں نے قریب آکر پوچھا...... مصعب! تیاری کیسی ہے......؟ جواب نہ ملنے پر اماں نے دوبارہ پوچھا...... وہ اچانک ہڑبڑایا اور اماں کی طرف دیکھنے لگا۔ بیٹا! میں پوچھ رہی ہوں...... تیاری کیسی ہے؟ بہت زبردست ہے اماں جی۔ بس کل پرچے ختم ہو جائیں گے پھر ہم نانی اماں کے گاؤں جائیں گے۔ اس نے اپنی والدہ کو یاد دہانی کروائی۔

مصعب ہر وقت گاؤں میں ہی رہنا چاہتا تھا۔ ان دنوں بھی امتحانات سے پہلے اس کی یہی ضد تھی کہ گاؤں جانا ہے۔ اس کے والدین نے اس کے ساتھ یہی وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی امتحانات ختم ہوں گے' اسے گاؤں بھیج دیا جائے گا۔

جیسے تیسے کر کے بڑی مشکل سے رات گزری......

صبح نماز پڑھی' جلدی میں ناشتہ کیا اور امتحانی مرکز کی طرف چل دیا۔ امتحان کی تیاری تو خوب تھی لیکن دماغ میں سوالات کے بجائے گاؤں ہی کے حسین مناظر منڈلا رہے تھے۔ پرچہ جیسے ہی سامنے آیا تو اسے تقریباً سارے سوالات آتے تھے۔ بس پریشانی صرف یہ تھی کہ پرچہ تین گھنٹے کا تھا۔

اس نے جلدی جلدی سوالات حل کرنا شروع کیے۔ ممتحن نے جیسے ہی پرچہ ختم ہونے کا اعلان کیا...... پرچہ اسے تھما دیا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

مصعب! مصعب...... رکو تو سہی...... وہ گھر کی جانب تیزی سے بڑھ رہا تھا جب حذیفہ نے اسے آواز دی۔ جی فرمایئے! کیا بات ہے؟ مصعب جلد سے جلد گھر پہنچ جانا چاہتا تھا...... اس لیے جان چھڑوانے کے انداز میں بولا......!

چھٹیوں میں کہاں جانے کا ارادہ ہے......؟

حذیفہ نے پوچھا...... میں تو ہمیشہ کی طرح اپنی نانی اماں کے گاؤں جاؤں گا' مصعب نے جھٹ سے جواب دیا اور تم کیا کرو گے......؟ میں اس دفعہ اپنی چھٹیوں کو بہت کارآمد بنا رہا ہوں......! حذیفہ نے جواب دیا...... وہ کیسے......؟ میں اس دفعہ ایک تربیتی کورس کر رہا ہوں۔ یہ تربیتی کورس کیا ہوتا ہے......؟

مصعب نے حیرانگی سے پوچھا......؟ اور تم بھی نا! بہت پڑھا کو ہو! چھٹیاں ختم ہوگئی ہیں لیکن تمہیں اب بھی پڑھائی کی پڑی ہے......!

یہ کوئی پڑھائی والا تربیتی کورس نہیں ہے...... حذیفہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی...... بلکہ یہ ایک عملی تربیتی کورس ہے جس میں عملی طور پر بہت سی چیزوں کی تربیت دی جائے گی۔

کون سی چیزوں کی تربیت......؟ مصعب نے پوچھا...... اس بات نے اس کا تجسس بڑھا دیا تھا' سکول میں ہونے والی تمام جسمانی سرگرمیوں میں وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتا تھا۔ پڑھائی اسے کوئی خاص پسند نہ تھی لیکن ایسی سرگرمیاں اسے بہت پسند تھیں۔

ایسی تربیت کہ جس سے میں امت مسلمہ اور اپنے دفاع کے قابل بن سکوں......

حذیفہ نے محض اتنا ہی بتایا اور یہ کہتے ہوئے چل دیا۔ میں نے تیاری کرنی ہے اور کل جانا ہے۔ تین ہفتوں کے لیے جانا ہے۔ اگر تم نے جانا ہو تو آجانا...... مل کر چلیں گے......!!

مصعب اور حذیفہ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ دونوں دوست تھے۔ مصعب کا ارادہ تو فوری گاؤں جانے کا تھا لیکن حذیفہ کی باتوں نے اس کا ارادہ ڈانواں ڈول کر دیا تھا...... وہ سوچ میں تھا کہ اب کیا کرے...... ایک طرف نانی اماں کا گاؤں تھا کہ جہاں بہت سارے مزے تھے۔ دوسری طرف ایسی تربیت تھی کہ جو اسے بہت پسند تھی اور اس کے لیے بہت ضروری بھی تھی...... اسی کشمکش میں وہ گھر پہنچ گیا۔

مصعب بیٹا! جلدی سے کھانا کھاؤ اور تیاری کرو...... شام کو ہی تمہارے والد صاحب تمہیں گاؤں چھوڑ آئیں گے...... والدہ نے گھر پہنچتے ہی اسے گویا خوشخبری سنائی تھی لیکن مصعب نے کوئی خاص ردعمل نہ ظاہر کیا...... اس کی والدہ تھوڑا حیران ہوئیں اور پوچھا!

بیٹا کیا معاملہ ہے......؟ جواباً مصعب نے حذیفہ کے ساتھ ہونے والی ساری بات چیت اماں کو سنادی۔

بیٹا! یہ تو بہت اچھی بات ہے...... نانی اماں کے گاؤں تو ہر دفعہ ہی جاتے ہیں۔ اس دفعہ نہ جائیں بلکہ آپ یہ تربیت حاصل کرلیں...... اماں نے ساری بات چیت کے جواب میں کہا۔ یہ سب سن کر مصعب کی مشکل آسان ہوگئی...... اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اب وہ حذیفہ کے ساتھ ہی جائے گا۔

☆......☆......☆......☆......☆

مصعب اور حذیفہ دونوں کورس میں شامل ہوچکے تھے۔ شروع شروع میں انہیں یہاں کا معمول بہت سخت لگا تھا لیکن وہاں موجود استاد جی کے سمجھانے پر انہیں یہ سب کچھ بہت آسان نہیں لگا تھا...... درحقیقت یہ مشکل تھا بھی نہیں...... بلکہ یہ تو ایک مومن کا معمول ہونا چاہیے تھا۔ صبح تہجد کے وقت بیداری اور تہجد کے نوافل پڑھنا شروع میں مشکل لگا تھا لیکن اب کچھ دن گزرنے کے ساتھ اس میں بھی مزا آنے لگا تھا۔ گھر میں کبھی کبھار اس کی فجر کی نماز قضا ہوجاتی تھی لیکن یہاں اس کی تہجد پڑھنا بھی اس کی عادت بنتی جارہی تھی۔ سو فجر کی عادت بھی بہتر ہونے لگی تھی۔ فجر کے بعد ورزش سے جسم بھی مضبوط ہورہا تھا...... ورزش کے بعد اشراق کی نماز ایک بہترین سکون دیتی تھی...... یوں دن میں کبھی انہیں تیراکی سکھائی جاتی اور کبھی گھڑسواری...... ذاتی دفاع کے حربے بتائے جاتے اور کبھی ابتدائی طبی امداد سکھلائی جاتی...... ان سب سے بڑھ کر تمام مسنون دعائیں سکھائی گئیں اور ساتھ میں تقریر کرنا بھی سکھادیا گیا......!

یوں دن گزرتے گئے اور پتہ ہی نہ چلا کہ کب آخری دن آگیا۔ سب اپنے اپنے سامان کو سمیٹ رہے تھے اور آنکھوں میں آنسو تھے...... یہاں سے جانے کا کسی کا دل نہیں کررہا تھا...... یہاں انہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی ترین دن گزارے تھے۔ وہ نہ صرف اپنا دفاع کرسکتے تھے بلکہ کسی بھی ہنگامی صورتحال میں بہت سے لوگوں کی مدد بھی کرسکتے تھے...... نہ صرف خود ساری دعائیں سیکھ چکے تھے بلکہ بہت سے دوستوں کو بھی دعائیں سکھانے اور اسلامی احکام بتانے کے قابل ہوگئے تھے......!!

یوں مصعب کو اب اپنا فیصلہ درست ثابت ہونے پر بہت خوشی محسوس ہورہی تھی اور حذیفہ محض مسکرائے جارہا تھا کہ وہ بھی مصعب کے اجر میں برابر کا حق دار تھا کیونکہ اسی نے تو مصعب کو دعوت دی تھی۔

(حذیفہ یمان)

محمد ﷺ کی پسندیدہ غذائیں

رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کو اپنی زندگی میں زیادہ پسند فرمایا۔ ان میں آٹا بغیر چھنا، تربوز، ثرید، جَو کی روٹی، حلوہ، دودھ، زیتون، سرکہ، شہد، کدو، کھجور، خربوزہ، گوشت، مکھن، نمک شامل ہیں۔

کھجور اور مکھن:

حضرت عبداللہ ؓ اور عتبہ بن سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں کیونکہ آپ ﷺ ان کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد)

حلوہ اور شہد:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حلوہ اور شہد پسند فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

عربی میں حلوہ سے مراد ہر میٹھی چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر مہینہ میں کم از کم تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اس کو اس مہینے میں کوئی بیماری نہ ہوگی۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ نے فرمایا: شفا کے دو مظہر ہیں۔ شہد اور قرآن۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہد کو اختیار کرو کیونکہ اس میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے موت کے۔ (ابن ماجہ)

ثرید: رسول اللہ ﷺ کا محبوب ترین کھانا ثرید تھا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ گوشت کا ثرید بنا کر اس میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر کھاتے تھے۔

نمک:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے سب سالنوں کا سردار نمک ہے۔ (ابن ماجہ)

سجدے کی حالت میں بچھو نے آپ ﷺ کو ڈنک مارا پھر آپ ﷺ نے نمک اور پانی منگوا کر ایک برتن میں ڈالا اور اپنی انگلی پر جہاں بچھو نے کاٹا تھا ڈالنے لگے اور ساتھ تعوذ پڑھنے لگے۔ (زادالمعارج)

تربوز:

آپ ﷺ تربوز کو تر کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے اور فرماتے تھے کہ اس کی گرمی اس کی سردی کو دور کردیتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

آپ کو وہ چیزیں بھی بتاتے چلیں جو آپ ﷺ نہیں کھاتے تھے۔ تیز گرم کھانا، رات کا باسی کھانا، چٹ پٹے کھانے، کچا لہسن، کچلی والا درندہ، پاؤں سے پکڑنے والا، ٹیڑھی چونچ والا وغیرہ...... ایسے کھانے سے اللہ کے نبی ﷺ پرہیز کرتے اور امت کو بھی آپ ﷺ ان چیزوں کے کھانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(امتہ الرقیب اخت حافظ حمود الرحمٰن سادوی۔ سادو گورائیہ)

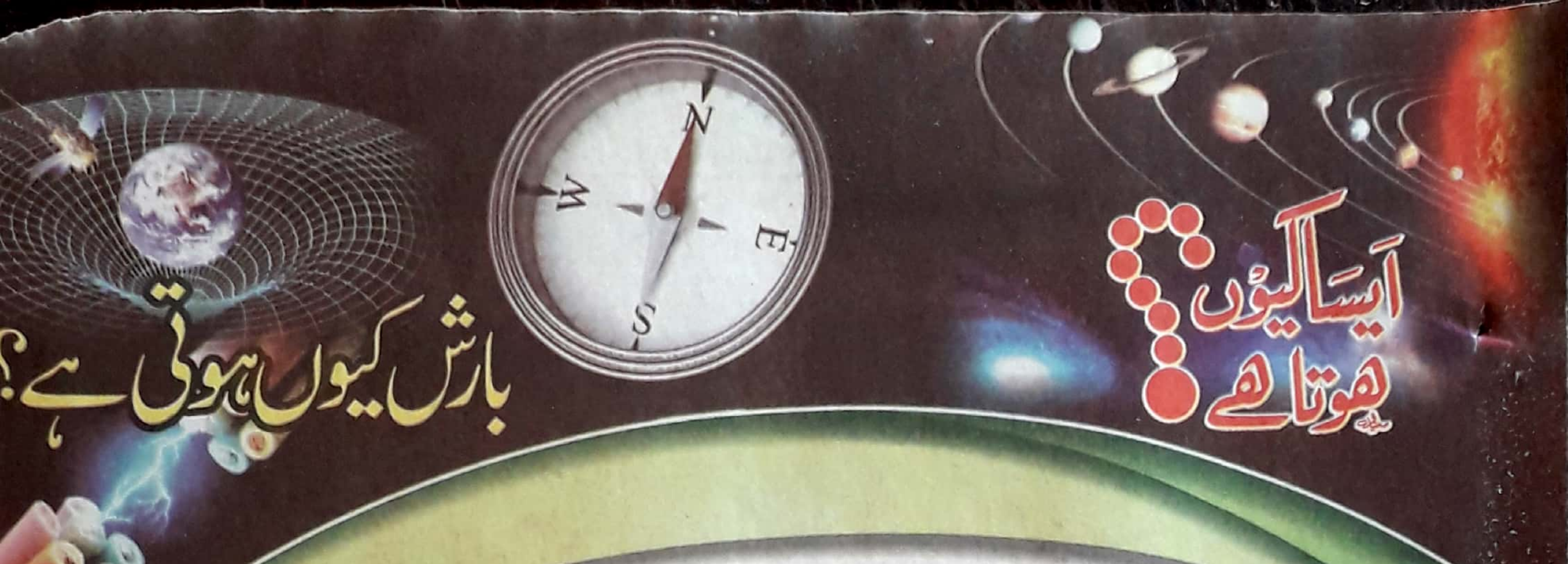

ایسا کیوں ہوتا ہے

بارش کیوں ہوتی ہے؟

صبح صبح انگڑائی لیتے ہوئے اٹھے ......دعائیں پڑھیں ......تو......ایسے ہی کمرے سے باہر آگئے ......دیکھا تو......موسم کافی خوشگوار سا لگا...... ہم نے باہر کا نظارہ کرنے کی ٹھانی......لیں جی! یہاں بھی موسم کافی دھلا دھلا سا تھا......اوہ! ساتھ ہی ہمیں بھاگ کر برآمدہ میں آنا پڑا۔ کیونکہ پھر سے وہی کام شروع ہوگیا تھا جو کچھ دیر پہلے ہو چکا تھا۔ جی جی! سمجھنے میں تو آپ ماہر ہو ہی گئے ہیں کہ ہم ''بارش'' کی بات کر رہے ہیں۔

ہر طرف پانی ہی پانی......کھیت کھلیان سرسبز شاداب......ہمیں تو درخت بھی ایسے محسوس ہوئے جیسے کسی نے سرف ایکسل سے دھوئے ہوں۔ جمع ہونے والے پانی میں تو بچے کشتیاں بھی چلا رہے تھے۔ بلکہ کبھی لوگ گھروں سے باہر نکل کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نظارہ کر کے خوش ہو رہے تھے۔

پیارے بچو! یہ بارش رحمت تو ہے البتہ کبھی کبھی زحمت بن جاتی ہے۔ سوچیں......! یہ بارش ہوتی کیوں ہے......؟

سڑکیں، گلیاں ......اور یہ پیاری شاہراہیں ندی نالوں میں کیونکر تبدیل ہو جاتی ہیں؟ آج کل تو گٹر بھی ابل پڑتے ہیں اور تو اور ٹھیک طرح سے چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور جو تو بارش کے کیچڑ میں گر کر لت پت ہوتا ہے وہ تو وکھری قسم کی سائنسی مخلوق کا منظر پیش کرتا ہے۔

آیئے جی بچو! ہم آپ کو بارش کے دیگر دلچسپ حقائق سے آگاہ کرتے ہیں۔

بارش کا پانی بادلوں کے ذریعے سے تقریباً 1200 میٹر کی بلندی سے گرایا جاتا ہے۔ ایک اور بات بھی جانئے......اور رب کا شکر بھی کریں......کہ اگر پانی کے قطرے یا اس کے مثل کوئی بھی چیز مسلسل تیزی کے ساتھ زمین پر گرائی جائے تو وہ چیز زمین پر 558 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گرے گی۔ اس صورت میں زمین پر جانداروں کا زندہ رہنا تو ممکن ہی نہیں رہتا اور نہ ہی کوئی عمارت اپنی جگہ پر قائم رہ سکتی ہے......مگر......اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ بارش کے قطرے کرہ ہوائی سے رگڑ کھا کھا کر سست رفتاری سے زمین پر 8 سے 10 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گرتے ہیں اور باقی رہی یہ بات کہ بارش بنتی کیسے ہے؟ تو سنیں پھر......!!

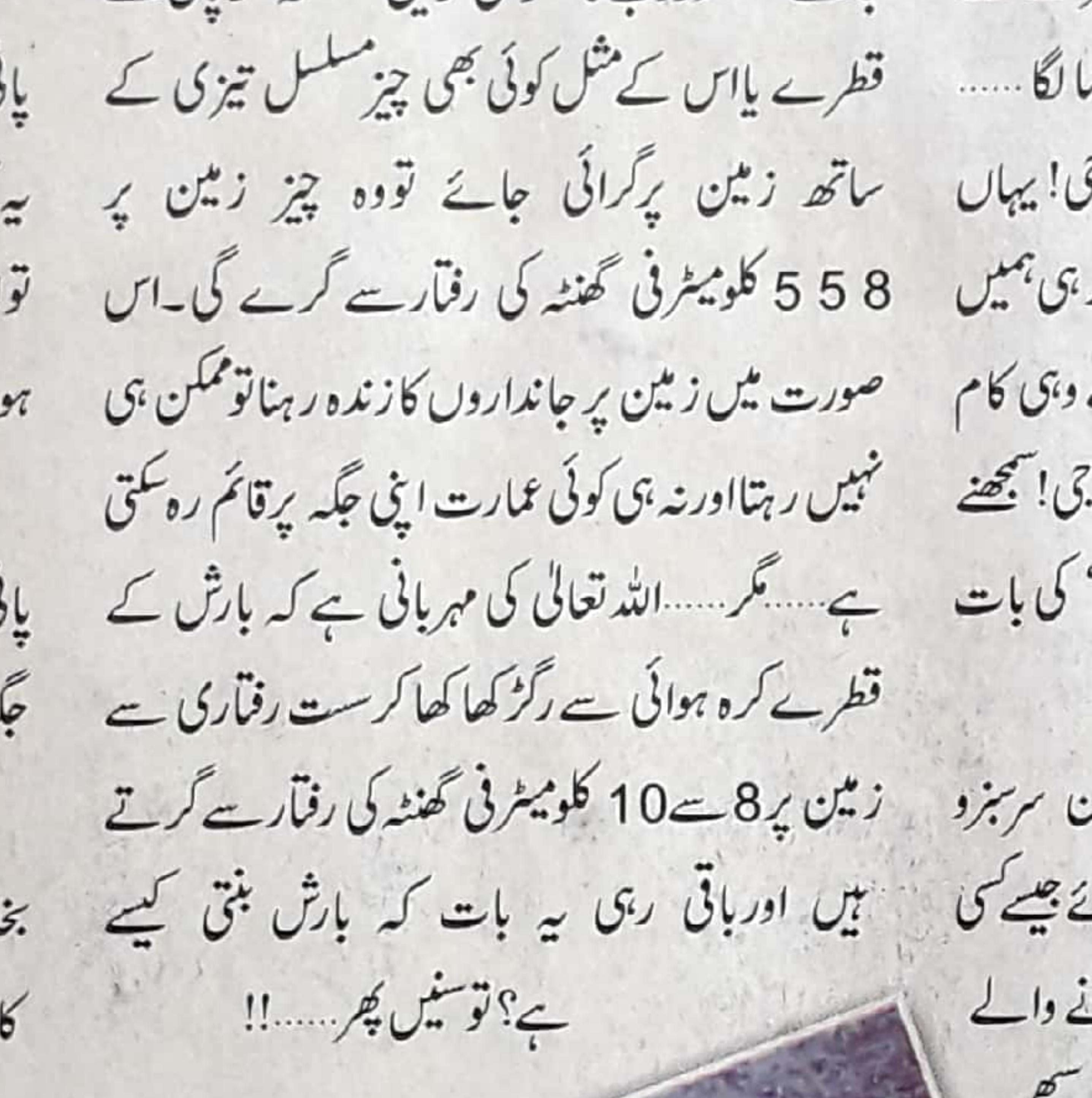

پیارے بچو! پانی سے بخارات اٹھتے ہیں اور یہ بہت بلندی پر پہنچ کر نمی کے ذرات کا روپ دھار لیتے ہیں۔ یہ ذرات لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں اکٹھے ہو کر ایک مجموعے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جنہیں ہم دیکھتے ہی ساتھ بادل کہہ دیتے ہیں۔ تو پھر ہوا ان بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو دھکیل دھکیل کر اکٹھا کرتے ہوئے بادلوں کے بڑے بڑے پہاڑ بنا دیتی ہیں۔ ان میں کافی مقدار میں پانی بھرا ہوتا ہے۔ پھر جب یہ آپس میں جہاں کہیں بھی ٹکراتے ہیں تو اللہ کے حکم سے وہاں پر بارش چھم چھم برسنا شروع ہو جاتی ہے۔ جی جی یہ تو اتنی سی بات تھی۔

مگر آپ کو پتا تھا......نہیں نا؟؟ کہ بادلوں کا سارا پانی ایک ہی بار اکٹھا یا برف بن کر دھڑام سے نیچے کسی جگہ نہیں گرتا......بلکہ قطرہ قطرہ گرتا ہے۔

ننھے بچو! حیرت کی بات یہ ہے کہ 97 فیصد بخارات ''نمکین'' سمندروں سے اٹھتے ہیں۔ مگر بارش کا پانی میٹھا کیوں ہوتا ہے؟؟

اصل میں اس کی وجہ اللہ کا ایک طبعی قانون ہے، جس کے مطابق سمندروں سے اٹھنے والے بخارات میں سمندری نمک کے ذرات بھی مل کر فضا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کرہ ہوائی اس طرح تقریباً 7.2 کروڑ ٹن نمک جمع کر لیتا ہے۔ مگر زمین پر برسنے والے پانی کی مقدار کے مقابلے میں یہ نمک صرف اس پانی کو میٹھا کرنے کے لیے بمشکل کافی ہوتا ہے۔ اسی لیے تو بارش میں مختلف روایتی کھادیں ......کیلشیم، پوٹاشیم وغیرہ ہوتی ہیں جو زمین پر کھڑی ہماری فصلوں کو اور بھی زرخیز کر دیتی ہیں۔

پیارے بچو! جہاں بارش کے فوائد ہیں وہیں اس کے موسمی خطرات بھی ہیں تو جب بھی سردی میں بارش ہو اس میں احتیاطی تدابیر اپنائیں اور اپنا خیال رکھیں۔

فی امان اللہ

انعامی تحریر

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کا بچپن

سب بچے بے حد خوش نظر آ رہے تھے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد اپنے والد کے ساتھ سیر کے لیے نکلنے والے تھے۔ سب لوگ تیاریوں میں مصروف تھے لیکن ایک بچہ جانے پر راضی نہ ہوا' وہ کھیل کود کا زیادہ دلدادہ نہ تھا اور مسلسل گھر رکنے پر اصرار کر رہا تھا۔ آخر والد صاحب اس کو چھوڑ کر باقی بچوں کے ساتھ سیر کو روانہ ہو گئے۔

چھوٹا بچہ گھر پر ہی رکا رہا۔ شام کو سب لوگ واپس آئے۔ والد نے کہا: افسوس بیٹا! تم آج ہمارے ساتھ نہ گئے۔ آج کی تفریح بڑی دلچسپ تھی۔ بھائی بھی تمہاری عدم موجودگی کو بہت محسوس کر رہے تھے۔ بچے نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

''ابا جان! میں نے آج یہ کتاب حفظ کر ڈالی ہے'' یہ کہہ کر کتاب سامنے کر دی۔ والد بہت حیران ہوئے اور کتاب سنانے کو کہا انہوں نے فر فر کتاب سنانا شروع کر دی۔ والد نے اس ذہین سپوت کو گلے سے لگا لیا۔

کتابوں کو عشق کی حد تک چاہنے والے' کمال درجے کے حافظے کے حامل اس بچے کو دنیا آج تقی الدین المعروف امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نام سے جانتی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ 10 ربیع الاوّل پیر کے روز 661ھ میں شام کے شہر حران میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا امجد الدین عالم اور خطیب تھے۔ والد شیخ عبدالحلیم اپنے وقت کے علوم پر عبور رکھنے کے ساتھ مدرس بھی تھے۔ ان کے والد اور دادا بھی کتابوں کے مطالعہ کے شوقین تھے۔

شیخ عبدالحلیم کا حافظہ بے مثال تھا۔ لہٰذا یہ دونوں چیزیں وراثت میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو ملیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ جس کتاب کو ایک دفعہ نظر سے گزار لیتے' وہ ان کو حفظ ہو جاتی۔ بچپن میں اپنے آپ کو ایک مذہبی اور علمی گھرانے میں پایا اور بے مثال تربیت سے پروان چڑھنے لگے۔ جب سات برس کی عمر کو پہنچے تو تاتاریوں نے حران پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے لیے یہ بہت کڑا وقت تھا۔ تاتاریوں کے حملوں سے سارا عالم اسلام تنگ تھا۔ آخر مجبور ہو کر آپ کا خاندان بے سروسامانی کے عالم میں دمشق کو روانہ ہوئے۔ راستہ انتہائی پرخطر تھا۔ لیکن ان کی سب سے قیمتی جمع پونجی ''کتابیں'' تھیں۔

آپ کے والد نے اتنا خطرناک سفر بچوں اور عورتوں کے ساتھ اس حال میں طے کیا کہ کتابوں کی گاڑی کو بھی کھینچنا پڑتا تھا۔ جانور دستیاب نہ تھے۔ آخر کار یہ خاندان اپنے علمی ذخیرے کے ساتھ دمشق پہنچ گیا۔ اس سفر میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تاتاریوں کا ظلم وستم اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یوں ظلم سے نفرت اور بیزاری پروان چڑھی۔ اسی بیزاری نے ان کے اندر جہاد کا وہ جذبہ پیدا کیا کہ دمشق سے تاتاریوں کا زور توڑنے کا سہرا انہی کے سر باندھا جاتا ہے۔

تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے تو مروجہ تمام علوم سیکھے۔ حدیث وفقہ کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ لغت ونحو' عربی زبان وادب کی تاریخ اور قدیم وجدید شعراء کے کلام پر مکمل عبور حاصل کیا۔ ریاضی میں کمال حاصل کیا۔ خوش نویسی میں مہارت پیدا کی۔ فلسفے اور منطق میں ایسا عبور حاصل کیا کہ ان علوم کی کمزوریوں سے واقف ہو گئے۔ انیس برس تک پہنچتے پہنچتے آپ کی ذہانت کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔

چنانچہ شام کے قاضی نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی۔ والد کی وفات کے ایک سال بعد درس کی مسند سنبھال لی اور والد کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف 21 برس تھی۔

علم حدیث میں اس قدر کمال کو پہنچ گئے کہ لوگ کہتے کہ جس حدیث کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نہیں سنا' اس کے حدیث ہونے میں شک ہے۔ 15 برس تک درس وتدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔ 695ھ میں دارالحدیث میں 37 برس کی عمر میں ان کو شیخ الحدیث مقرر کر دیا گیا۔

آپ کی سخاوت فیاضی اور زہد وتقویٰ کے تاریخ میں بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ بالکل سادہ لباس پہنتے۔ جوتا بھی معمولی قیمت کا ہوتا۔ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد تقریباً آدھا دن ذکر میں مصروف رہتے اور فرمایا کرتے کہ: ''یہ میرا صبح کا ناشتہ ہے۔''

ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کوئی کتاب طلب کی تو اس کو کہا کہ جو کتاب پسند ہے' وہ لے لو۔ اس نے قرآن مجید کا وہ نسخہ اٹھایا جو آپ نے بہت مہنگا منگوایا تھا' مجلس کے لوگوں نے ناگواری کا اظہار کیا تو فرمایا: ''علم کو طالب علم سے روکنا مناسب نہیں۔''

امام صاحب کی ایک بڑی صفت شجاعت تھی۔ چنانچہ جب حالات کا تقاضا ہوتا تو سپاہی بن جاتے اور جب امن وامان کے حالات ہوتے تو مسند درس سنبھال لیتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طرف قاضی ہیں تو دوسری طرف حیدر کرار بھی۔

سائل کو کبھی واپس نہ لوٹاتے جو کچھ بن پڑتا' اسے ضرور دیتے۔ آپ کو صرف کتابیں پڑھنے ہی کا شوق نہ تھا بلکہ لکھنا بھی ان کا مشغلہ تھا۔ بارہا ان کو قید میں جانا پڑا۔ وہاں جا کر وہ کتابیں لکھتے رہتے تو حاکم وقت نے لکھنے کا سامان بند کر دیا تو اس مردِ مجاہد نے بکھرے ہوئے اوراق پر کوئلے سے لکھنا شروع کر دیا۔ اس شعر کے مصداق۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بہت مشہور ہوئے۔ اپنے قلمی' بدنی اور لسانی جہاد کی بدولت دنیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ان شاء اللہ

(اخت مزمل ثناء اللہ۔ میاں چنوں)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

5 7 مارچ 2014ء 5 جمادی الاول 1435ھ

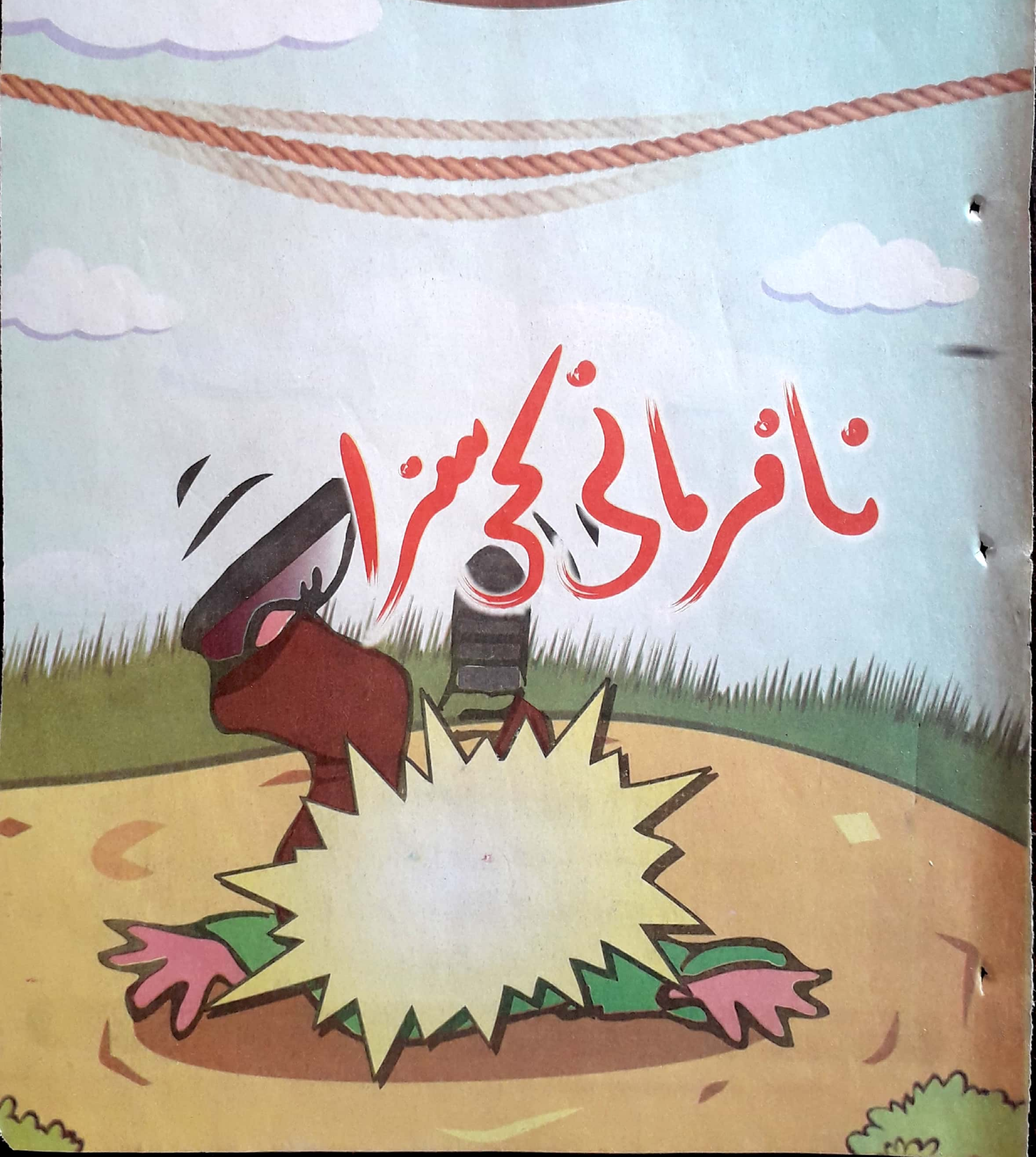

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

’’اور جس نے میری کتاب (قرآن مجید) سے منہ موڑا تو یقیناً ہم اس کی دنیا تنگ کر دیں گے اور قیامت کے دن اسے اندھا اٹھائیں گے‘ وہ کہے گا میرے رب! مجھے اندھا کیوں اٹھایا گیا جبکہ میں (دیکھنے والا) تھا تو اللہ فرمائے گا کہ ایسے ہی تمہارے پاس میری آیتیں آئیں تو تم نے انہیں فراموش کر دیا۔ اس طرح تم آج فراموش کر دیے جاؤ گے۔‘‘

(سورۃ طٰہٰ 133/135)

نبیلہ مظہر اقبال لوہاراں والا کھوہ

حدیثِ نبوی ﷺ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (انسان کی حفاظت کرنے والے) فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ اس بات کی بدبو کی وجہ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔ (مشکوٰۃ، ص:413)

(مریم اکرام۔ صادق آباد)

پہلی بات

اسلام کے ننھے مجاہدو......؟

امید ہے کہ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے اور اسے مزید بہتر کرنے کے لیے کوشاں ہوں گے۔ بہت سے قارئین کے امتحانات کے نتائج آچکے ہیں۔ کچھ کامیاب اور بہت تھوڑے سے ناکام...... کامیاب اپنی محنت پر خوش اور ناکام شرمندہ...... بھی جس نے جو کیا اسے اس کا پھل مل گیا......

لیکن کتنا ہی اچھا ہوتا کہ اگر آپ کو امتحان سے قبل بتا دیا جاتا کہ آپ کے امتحان میں کونسے سوالات آرہے ہیں۔ یوں تیاری کرنا بہت آسان ہو جاتا...... تو بس یوں ہی سمجھ لیں...... بلکہ سمجھیں نہیں...... حقیقت میں ہے ہی ایسا...... آپ کے حقیقی امتحان کے سوالات بتا دیے گئے ہیں۔ بس جلدی سے اس کی تیاری کریں اور اس حقیقی امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔

امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہماری مراد آخرت کا امتحان ہے......

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو

والسلام

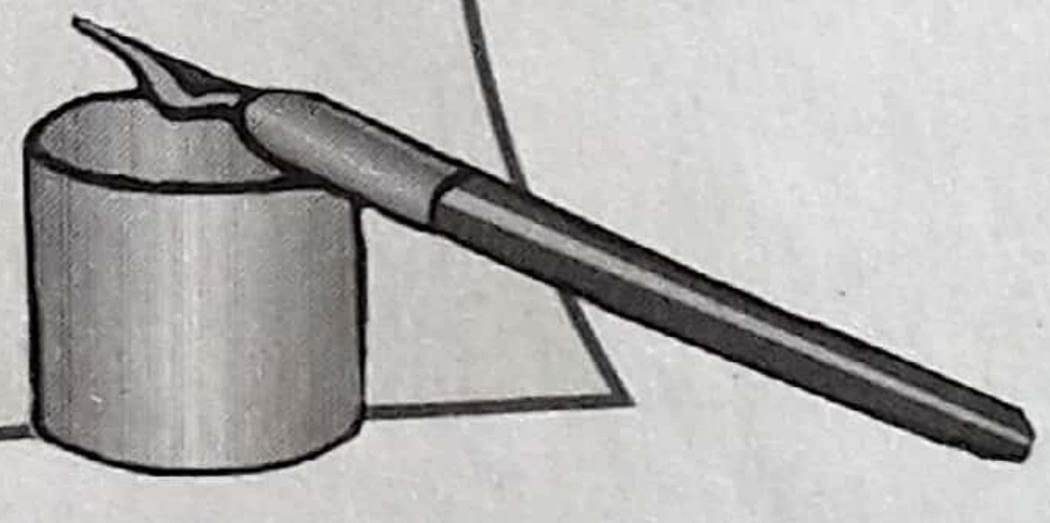

اپنی تعریف سننے کی دعا

رَبَّنَا

اَللّٰھُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَ اغْفِرْلِیْ مَالَا یَعْلَمُوْنَ (وَاجْعَلْنِیْ خَیْرًا مِّمَّا یَظُنُّوْنَ) (بخاری)

اے اللہ! جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس پر میری گرفت نہ فرما، میرے وہ گناہ بھی بخش دے جو وہ نہیں جانتے اور مجھے ان کے (حسن) گمان سے بھی بہتر بنا دے۔

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

تربیت کا ایک اور انداز

ہوازن اور ثقیف کے بہت سے شکست خوردہ افراد حنین سے بھاگ کر اپنے کمانڈر مالک بن عوف کے ساتھ طائف میں قلعہ بند ہوگئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک حکمت عملی کے تحت ابھی تک مال غنیمت تقسیم نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار مجاہدین کی فوج دے کر طائف روانہ کیا۔ پھر خود تشریف لے گئے۔ دشمن نے سال بھر کا کھانے پینے کا سامان جمع کرلیا تھا۔ محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا۔ بعض روایات میں دس، بیس، اٹھارہ اور پندرہ دن کا ذکر بھی ہے۔ آپ ﷺ نے اس جنگ میں اس عہد کی مناسبت سے جدید ترین جنگی طریقے اور اسلوب اختیار فرمائے۔ اس جنگ میں ہی پہلی مرتبہ منجنیق کا استعمال ہوا۔

قلعہ کی دیوار میں شگاف ڈالنے کے لیے متعدد گولے پھینکے گئے۔ دبابہ جسے آج کی اصطلاح میں ٹینک کہا جاسکتا ہے، کا بھی استعمال ہوا۔ دبابہ لکڑی سے بنایا ہوا چھوٹا سا گھر تھا جس کے اندر گھس کر آگ لگانے کے لیے قلعہ کی دیوار تک رسائی ہوجاتی تھی۔ دشمنوں کی تیراندازی سے بچنے کا یہ موثر اور منفرد انداز تھا۔ دشمن کو زیر کرنے کے لیے انگوروں کے باغ کو آگ لگادی گئی۔ یہ حکمت عملی کامیاب رہی۔

ثقیف نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر التجا کی کہ درختوں کا کاٹنا بند کریں۔ آپ ﷺ نے اللہ کے واسطے اور قرابت کی خاطر ہاتھ روک لیا۔ دوران محاصرہ اعلان فرمایا کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آجائے، اس کو آزادی ہے۔

چنانچہ 23 آدمی قلعہ سے نکل کر مسلمانوں میں شامل ہوگئے اور انہیں آزادی مل گئی۔ محاصرہ نے طول پکڑا تو ایک حکمت عملی کے تحت اسے ختم کرکے واپس جعرانہ تشریف لائے۔ طائف سے نکلتے وقت لوگوں نے ثقیف کے لیے بددعا کی درخواست کی۔

آپ ﷺ نے اس کے بدلے یہ دعا فرمائی:

اے اللہ! ”ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میرے پاس لے آ۔“

ابھی تک مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ چند دن مال غنیمت تقسیم کیے بغیر ٹھہرے رہے۔ تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن والے تائب ہوکر آجائیں تو جو کچھ کھویا ہے سب لے جائیں۔

حنین کے بعد طائف کے محاصرے کے دوران مالک بن عوف ہوازنی نے اللہ کے رسول ﷺ کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر آپ ﷺ محاصرہ اٹھادیں تو وہ تائب ہوکر چلا آئے گا۔ اگر ہم شکست قبول کرلیں اور مسلمان ہونے کا اعلان کردیں تو عرب مدتوں تک ہمیں شرم دلاتے رہیں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ نہایت اعلیٰ ظرف، دوراندیش، بردبار، بلند حوصلہ اور اعلیٰ اخلاق والے قائد تھے۔ آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھالیا۔ پھر مالک بن عوف کا انتظار فرماتے رہے مگر اس نے آنے میں تاخیر کردی۔ اب آپ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کردیا۔ نبی ﷺ ہر موقع پر امت کا تزکیہ اور تربیت فرماتے تھے۔ حکیم ابن حزام آئے۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے حصہ مانگا۔ آپ ﷺ نے کافی مال دے دیا۔ اب آپ ﷺ نے حکیم کو مال و دولت کے بارے میں نصیحت فرمائی۔

سنو! اے حکیم! اوپر والا نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ اوپر والا ہاتھ وہ ہوتا ہے جو عطا کرتا ہے اور نیچے والا ہاتھ وہ ہوتا ہے جو لیتا ہے۔

قارئین کرام! یہ چند کلمات عالیہ کیا تھے، گویا بجلی کا کڑکا تھے۔ ان کلمات نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی زندگی بھر کا مزاج بدل ڈالا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پھر وہ لوگوں کے مال سے ہمیشہ کے لیے مستقل طور پر بے نیاز ہوگئے۔

خلافت صدیقی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں زکوۃ اور غنیمت کے مال سے حصہ دینا چاہا مگر انہوں نے لینے سے انکار کردیا۔ تربیت محمدی ﷺ کا ایسا اثر ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں عطیات سے نوازنا چاہا مگر انہوں نے کہا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ سے جو عہد کرلیا تھا، اسے ہرگز نہیں توڑوں گا اور ابداً کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ (بحوالہ: سیرۃ الحلبیہ 3/80-84)

(انتخاب: اسداللہ اکرام مجاہد۔ صادق آباد)

انوکھا ساتھی

(حافظ ابوبکر ادریس بن مفتی محمد ادریس المدنی)

جی جی! ہم بھی سیر وتفریح کے بڑے دلدادہ ہیں۔

پیارے پیارے سرسبز وشاداب پارک، سیر گاہیں اور قدیم قدیم پرانی عمارتیں، جنگی قلعے دیکھنا تو ہمیں جنون کی حد تک اچھا لگتا ہے۔ اگر تو یہ کچھ بھی میسر نہ آئے تو گھر یا قریب کوئی پر فضا، پرسکون جگہ مل جائے...... ہمارے لیے غنیمت ہی ہوتی ہے۔

سڑک کنارے لگے تمام درخت ہرے بھرے تھے۔
ہم تو پہلے کی طرح بڑے خوش...... خوش تھے کہ اچانک کسی اندھیری کوٹھری سے میرے ایک "ساتھی" نے آتے ہی میرے سارے پیارے موڈ پر پانی پھیر دیا۔

میری آنکھیں، چہرہ سرخ، سر بھی ایسا چکرایا کہ جو اب سامنے آیا...... اس کی خیر نہیں...... آپ بھی تجسس میں پڑے ہوں گے...... کہ یہ کون سا خاص ساتھی ہے جو ہمارا یہ حال کر رہا ہے......؟؟؟

پیارے بچو! یہ سبھی کے پاس آتا ہے، سبھی کا جو ساتھی ہے...... جب یہ آئے نا! تو...... اگر اس کی ایسی کی تیسی نہ کی جائے تو یہ کسی کی کر جاتا ہے۔

آئیں......! ہم آپ کو اس کی پہچان کروائیں...... اس کے سارے راز بھی آپ کے سامنے فاش ہی کر دیتے ہیں...... جناب والا...... انسانی طبیعت کا حصہ ہے۔ ان کی...... تشریف آوری...... کا آغاز انسان کے دل ودماغ سے ہوتا ہے۔ ان کی حاضری کی کیفیت شعلہ آگ کی مانند پورے جسم پر چھا سی جاتی ہے۔ تو بچو! آنکھیں کیا چہرہ اور کان تک ریڈ (سرخ) ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھار تو ہاتھ پاؤں کانپنے...... اعصاب آپے سے باہر...... عقل بے وفائی کرنے اور آواز پھٹنے لگتی ہے۔ اس غضبناک کیفیت میں "پاگل" والا فرق بھی مٹنے لگتا ہے۔ حتی کہ انسان چڑچڑا سا ہو جاتا ہے۔

توبہ...... توبہ...... اتنا برا ساتھی...... جی جی بچو! یہ اتنا برا ساتھی ہی تو ہے۔ اس لیے تو اس کو آنے دینا حرام اور آنے پر غٹاغٹ کر دینا حلال ہے۔ کبھی کبھی تو یہ ساتھی صاحب غلطیاں ہی ایسی سرزد کروا دیتا ہے کہ "ساری زندگی سزا بھگتنی پڑے"۔

پیارے بچو! یہ ہے "غصہ" جو ایک برا ساتھی ہوتا ہے۔ آئیں...... ہم آپ کو بتائیں یہ کیسے آتا ہے؟؟

ہمارے حقائق کے مطابق یہ کسی کو کسی بات پر تو کسی کو کسی اور بات پر آتا ہے۔ کسی کو کبھی کبھار آتا ہے تو کسی کو ہر بات پر...... کسی کو کم تو کسی کو زیادہ اور کسی کا غصہ تھوڑی ہی دیر میں ختم ہو جاتا ہے تو کسی کو آتا ہے تو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ باتوں سے لاتوں تک بات چلی جاتی ہے۔

اوہ......! یہ کیا کسی کسی لگا دی ہے......؟؟ آ گیا نا "غصہ" تھوڑا سا سر بھی گھوما ہے نا؟؟

جناب والا! یہ اسی طرح آتا ہے۔ ہمارے پاس تو اس کے بڑے دلچسپ حل ہیں۔ آپ کو بھی بتائیں؟؟

پیارے بچو! یہ غصہ فائدہ مند بھی ہے اور نقصان دہ بھی...... راہ خدا میں دین ووطن کے دفاع کے لیے اور اچھے اچھے نیکی کے کاموں میں آئے یا عزت وناموس کی حفاظت کے لیے اس کا استفادہ کیا جائے تو ایک دم سے ٹھیک...... نہیں تو نقصان۔

پیارے تارو! اب سنئے اس غصے کی وجوہات اور ساتھ ہی دلچسپ سے حل بھی...... سائنسی سروے اور وائس آف امریکہ کے مطابق...... "پاکستان میں لوگوں میں برداشت بہت کم ہو گئی ہے اور انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آ جاتا ہے۔"

ہم تو دیکھتے ہیں کہ "لوگ ایک دوسرے کے رویوں پر غصہ کر کے یہ بتا دیتے ہیں کہ انہیں کیا ناپسند ہے۔ تاکہ دوسرا اپنا رویہ بدل لے اور یوں تعلقات برقرار رہتے ہیں۔ لوگ بھی عجیب ہیں...... بچوں کی طرح چاہتے ہیں کہ ہر چیز ان کی مرضی کے مطابق ہو جائے، جب ایسا نہیں ہوتا تو غصے میں آ جاتے ہیں۔ ایسا ہی ہے نا......؟

ننھے بچو! سیدھی سچی سی بات ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا اسلام ہمیں نرم وملائم لہجے اور احسن اخلاق کا درس دیتا ہے، نہ کہ غصے کا۔ یہ غصہ ایسا اخلاقی مرض ہے کہ اگر فوری اس کا علاج نہ کریں تو حسد، کینہ، نفرت، دوریاں، مار پیٹ، اور نا جانے کہاں کہاں تک بات چلی جاتی ہے۔ مگر آج بھی سب سے بہتر اور کامیاب حل ہمارے اسلام میں ہے۔

لیجئے......! حل اب سارے ہی ذہن نشین کر لیں۔
آزمائیں اور ڈھیر سارے انعامات اور نیکیاں سمیٹیں......!
سب سے پہلے تو یہ کریں کہ اگر غصہ آئے تو فوراً اپنی جگہ تبدیل کر لیں۔

(بقیہ صفحہ: 15 پر)

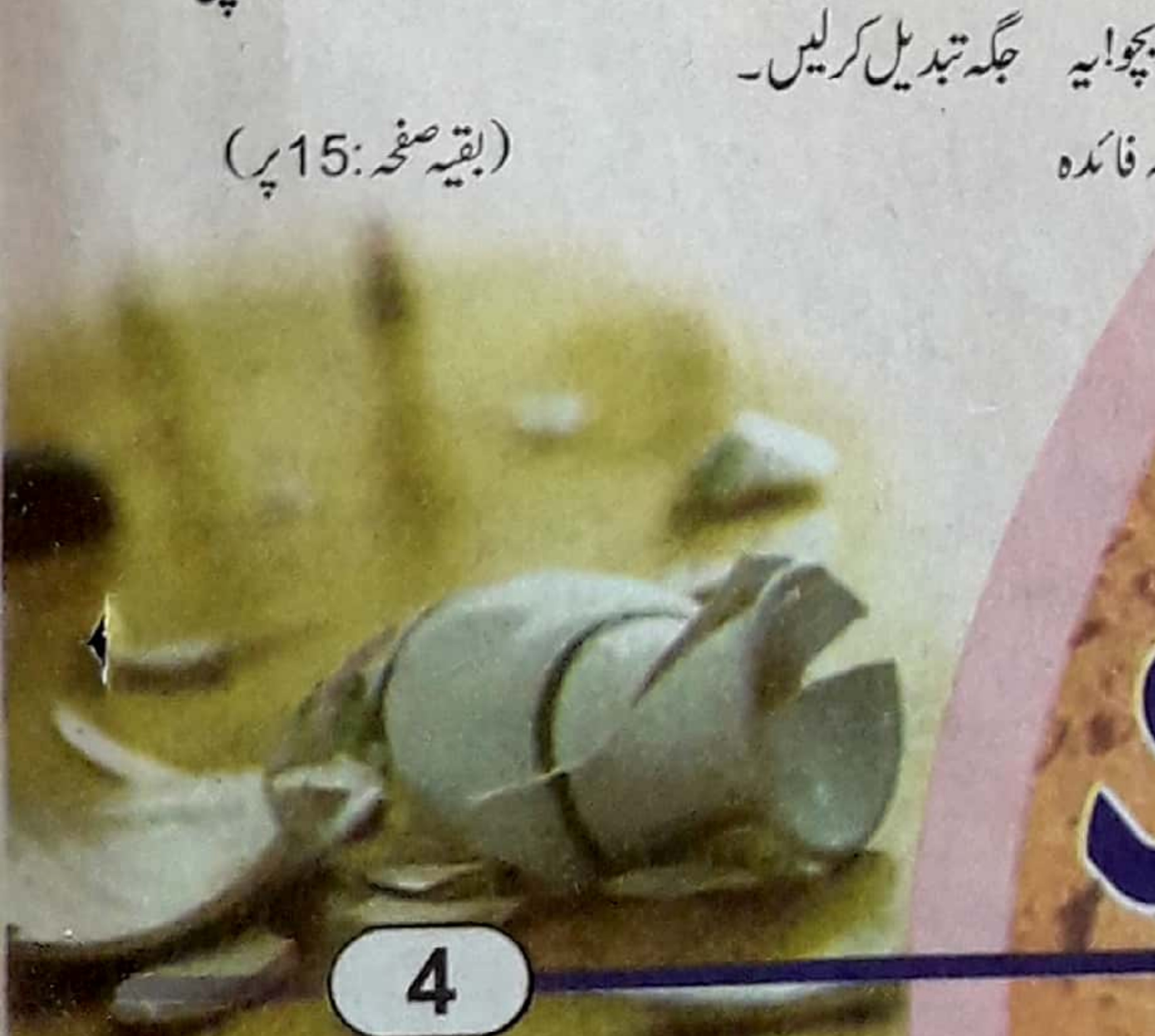

گھر اللہ کے

پیارے بچو! آج ہم آپ کو جس تاریخی مسجد کی کہانی سنانے لگے ہیں، اس کا نام ہے ''بابری مسجد''

بابری مسجد آج سے تقریباً 487 سال پہلے 1527ء میں مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر نے تعمیر کرائی تھی۔ اسی لیے اس کا نام بابری مسجد رکھا گیا تھا یہ مسجد بھارت کی ریاست اترپردیش میں واقع ایودھیا کے مقام پر تعمیر کی گئی تھی۔

اس زمانے میں پورے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت ہوا کرتی تھی۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر ہزار سال حکمرانی کی ہے۔ پھر ہندوستان پر ہندوؤں نے قبضہ کرلیا۔

تو بچو! اب بات ہو جائے بابری مسجد کی۔ اس مسجد کو دربارِ بابری سے منسلک ایک نامور شخص میر باقی نے ڈیزائن کیا تھا۔ مسجد بابری اسلامی اور مغلیہ فن تعمیر کا شاہکار تھی۔ پوری مسجد کو صحن سمیت قیمتی پتھروں سے سجایا گیا تھا۔ صحن میں ایک کنواں بھی کھودا ہوا تھا۔ مسجد کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے چھت کو بلند بنایا گیا تھا۔ چھت پر 3 گنبد بنائے گئے تھے، جن میں سے درمیانی گنبد بڑا اور باقی دونوں گنبد قدرے چھوٹے تھے۔ روشنی اور ہوا کے لیے جالی دار کھڑکیاں بھی بنائی گئی تھیں۔

پیارے بچو! آج ہم آپ کو بابری مسجد کی ایک خاص بات بھی بتائیں گے اور اس کو سن کر آپ حیران رہ جائیں گے۔ آپ جانتے ہیں بابری مسجد تقریباً پانچ صدیاں پہلے بنائی گئی تھی اور اتنی بڑی مسجد کے لیے تو کئی سپیکروں کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ مگر اس زمانے میں سپیکر کہاں؟ اتنی بڑی مسجد میں ایک بھی سپیکر نہیں تھا لیکن مسجد کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا تھا کہ محراب میں کھڑے شخص کی ہلکی سی آواز بلکہ سرگوشی کو بھی مسجد کے کسی بھی اندرونی حصے میں آسانی سے سنا جا سکتا تھا۔ مسجد کا منبر چھوٹی اینٹوں سے بنا ہوا تھا اور اس پر چونے کا پلستر کیا گیا تھا۔

1528ء میں بابری مسجد کی تعمیر کے صرف ایک سال بعد مسلمانوں کے ازلی وابدی دشمن ہندوؤں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ بابری مسجد ہندوؤں کے خدا ''رام'' کی ''جنم بھومی'' یعنی جائے پیدائش پر تعمیر کی گئی ہے۔ لہٰذا یہاں پر رام مندر بننا چاہیے تھا۔

اپنے اسی مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے 1949ء میں ہندوؤں نے ایک سازش کی اور یہ ڈھنڈورا پیٹا کہ بابری مسجد سے رام کی مورتی دریافت ہوئی ہے۔ ہندوؤں کی یہ سازش کامیاب ہوئی اور بھارتی عدالت نے بابری مسجد کو متنازعہ مقام قرار دے کر بند کروا دیا اور مسلمانوں کو مسجد میں عبادت کرنے سے روک دیا گیا۔

1984ء میں ہندو دہشت گرد تنظیم ''وشوا ہندو پریشد'' کی جانب سے بابری مسجد کے خلاف تحریک کا اعلان ہوا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی BJR کے لعل کرشن ایڈوانی نے اس تحریک کی قیادت سنبھالی 1986ء میں بھارت کی ہندو عدالت نے ہندوؤں کو پوجا کی اجازت دے دی۔ جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا 1989ء میں وشوا ہندو پریشد نے مسجد سے ملحقہ زمین پر رام مندر کی بنیاد رکھ دی۔

1990ء میں ہندو دہشت گرد تنظیموں نے مسجد کو جزوی طور پر نقصان پہنچایا۔ 1991ء میں ریاست اترپردیش میں ہندو دہشت گرد تنظیم بی جے پی کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ دور مسلمانانِ ہند کے لیے آزمائشوں اور مشکلات کا دور تھا۔

6 دسمبر 1992ء کو BJP کے لعل کرشن ایڈوانی کی قیادت میں تمام ہندو دہشت گرد تنظیموں (BJP، وشوا ہندو پریشد، بجرنگ دل اور شیوسینا) نے بابری مسجد کے خلاف مظاہرہ کیا۔ مظاہرے سے پہلے ہندو مظاہرین کے منتظمین نے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ مسجد کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، مگر تاریخ گواہ ہے کہ ہندو نے جب بھی وعدہ کیا پورا نہ کیا۔

6 دسمبر 1992ء کو ہندوستان بھر سے آئے ہوئے ڈیڑھ سے دو لاکھ ہندو دہشت گردوں، بی جے پی اور وشوا ہندو پریشد کے رہنماؤں اور نیم فوجی دستوں کے سینکڑوں مسلح دہشت گردوں نے سرکاری سرپرستی میں بابری مسجد کو شہید کر دیا۔

وہ جو مسجد بابری تھی وہ نشاں تھا تیری عظمت کا
کیا مسمار ہندوؤں نے تیری ملت کا سرمایہ

صرف یہیں پر بس نہیں پھر اس کے بعد دہلی اور ممبئی سمیت ہندوستان بھر میں مسلم کش فسادات میں 3 ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ بابری مسجد کے ساتھ ساتھ ان ہزاروں مسلمانوں کی شہادت کا قرض ہمارے سروں پر ہے جو ہندوستان کو چکانا ابھی باقی ہے۔

(سیف اللہ معاذ۔ بہاولنگر)

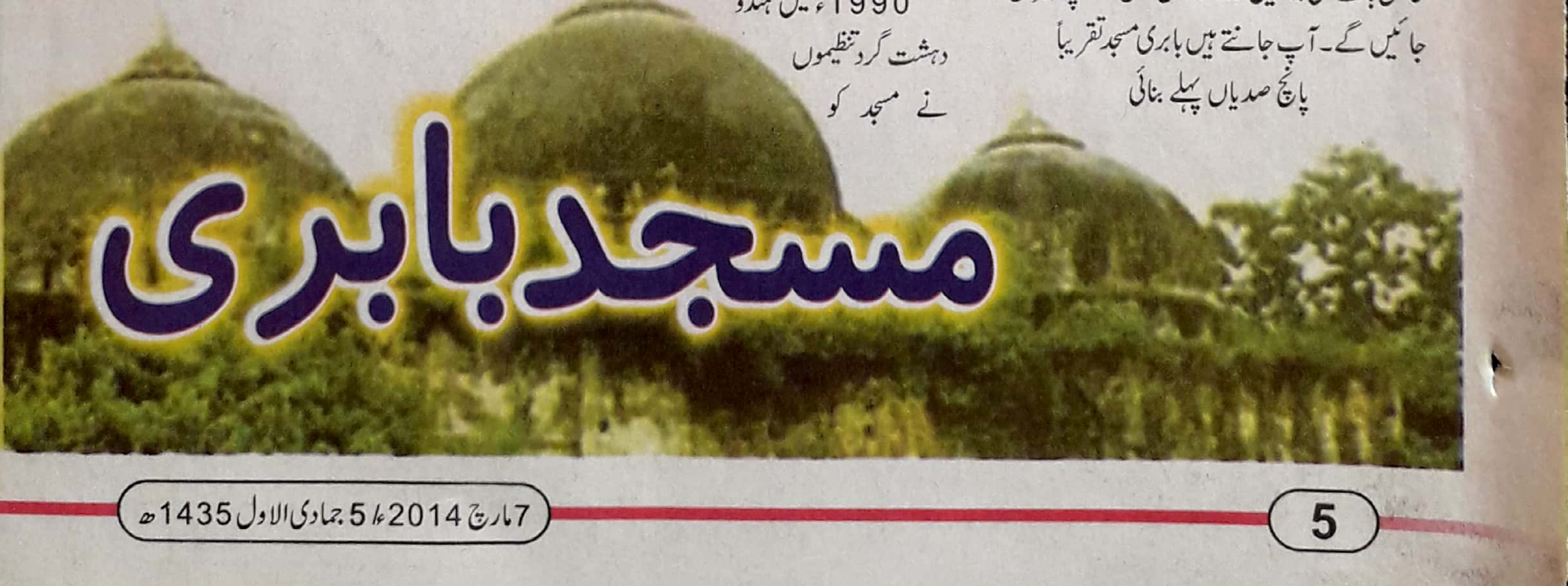

مسجد بابری

گلدستۂ روضہ

میرے پسندیدہ اشعار

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
(ابوہاشم الثالث عبدالسلام قاسم۔ٹھٹھہ کوڑیانہ جھنگ)

نہیں کیے سجدے ہم نے کبھی شاہوں کی چوکھٹ پر
ہمیں جتنی ضرورت ہو اللہ سے مانگ لیتے ہیں

ایک جھونکے سے جو بجھ جائے وہ چراغ نہیں ہم
اور بھی ضیاء دیتے ہیں طوفانوں میں ہم
(حافظ عثمان حیدر۔تلونڈی ناروال)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے' آپ ﷺ نے فرمایا:''اسلام کا مضبوط ترین کڑا کون سا ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:''نماز''

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: نماز کے بعد کون سا عمل ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: رمضان کے روزے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''اس کے بعد نیک عمل کون سا ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا''جہاد''۔

آپ ﷺ نے پھر پوچھا:''اس کے بعد نیک عمل کون سا ہے؟''

پھر آپ ﷺ نے خود ہی جواب دیا۔ایمان کا مضبوط ترین کڑا یہ ہے کہ محض اللہ کی رضا کے لیے کسی سے محبت کرو اور اللہ کی رضا کے لیے کسی سے دشمنی کرو۔(مسند احمد 60/5)

(حافظ محمد بن عبداللہ گوجرانوالہ)

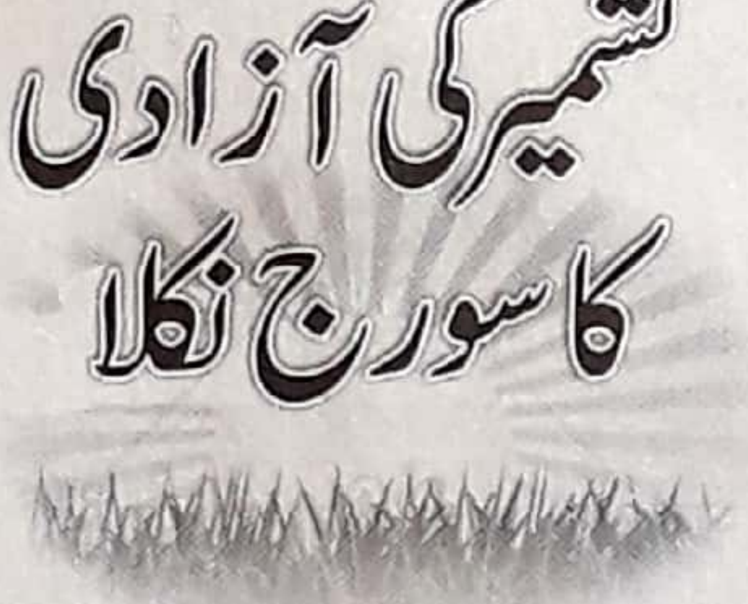

آزادی کا سورج نکلا جاگ اٹھا کشمیر
کرن کرن سے پگھل رہی ہے زنداں کی زنجیر
خونِ شہیداں مچل رہا ہے بن کر موجِ نیل
صورتِ موسیٰ دیکھ رہی ہے فرعونوں کی تدبیر
شب بھر ہند کے نمرودوں نے دیکھے آگ کے خواب
صبح ہوئی تو پھول کھلے تھے الٹی تھی تعبیر
آج بتوں سے پاک ہوا ہے تیرا اک گھر اور
وادی وادی گونج رہی دیکھ تیری تکبیر
راہِ عدو سے ہٹ نہ سکے گی آہن کی دیوار
اپنا سینہ دیکھ چکے ہیں توپ' تفنگ اور تیر
(ابورضوان جاوید۔بدھلہ سنت ملتان)

رسول اکرم ﷺ کی سات وصیتیں

صحابی رسول ﷺ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے سات چیزوں کی وصیت کی:

1- مجھے مساکین اور نچلے درجے کے لوگوں سے محبت کرنے کا حکم دیا۔

2- مجھے حکم دیا کہ میں اپنے سے کم درجے کے لوگوں کی طرف دیکھوں اور اپنے سے زیادہ امیر لوگوں کی طرف نہ دیکھوں۔

3- مجھے حکم دیا کہ میں کسی سے کسی بھی چیز کا سوال نہ کروں۔

4- آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں رشتے داری کو ملاؤں، اگرچہ وہ مجھ سے منہ موڑیں۔

5- آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہمیشہ سچ بولوں' خواہ وہ کتنا ہی کڑوا کیوں نہ ہو۔

6- آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔

7- آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ''لاحول ولاقوۃ الاباللہ'' بہت کثرت سے پڑھا کروں' پس یہ عرش کے نیچے واقع خزانوں میں سے ہے۔''

(مسند احمد:159/5)

(حافظ اویس بن محمد شہباز۔گوجرانوالہ)

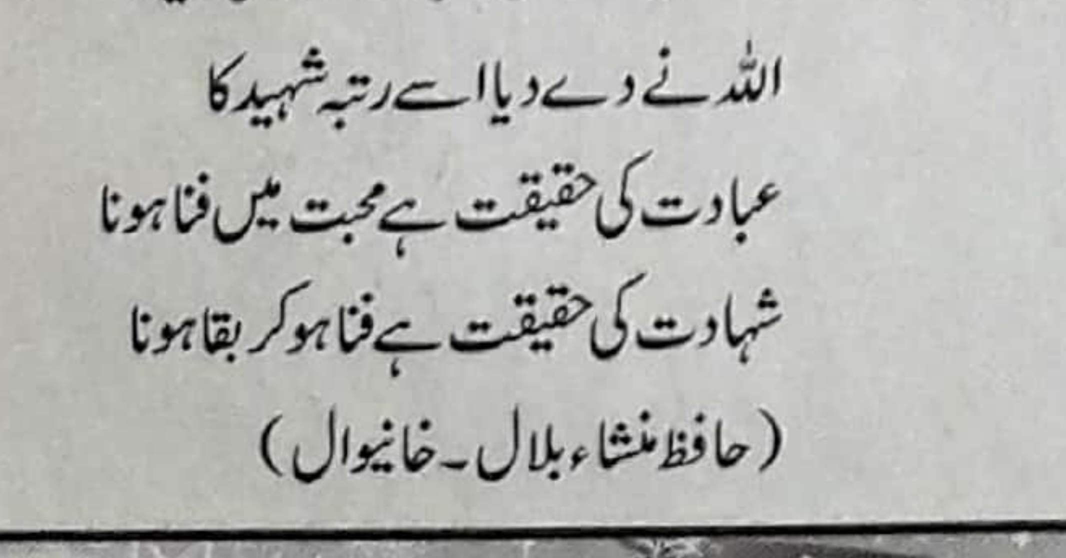

تھا جس کے دل میں ولولہ اللہ کی دید کا
اللہ نے دے دیا اسے رتبہ شہید کا
عبادت کی حقیقت ہے محبت میں فنا ہونا
شہادت کی حقیقت ہے فنا ہو کر بقا ہونا
(حافظ منشاء بلال۔خانیوال)

دل کو نرم کرنے کے اسباب

توبہ کرنے سے پہلے اچانک موت آنے سے ڈرنا۔
فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ.
(سورہ لقمان:34)
''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا''
تمام حقوق اللہ پورے کرنے میں اپنی کمزوری کا خوف کھانا کیونکہ اللہ کے حقوق بہت زیادہ ہیں۔ان میں چند یہ ہیں:

☆ایمان باللہ
☆اللہ کی اطاعت
☆اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا
☆اختلافی امور میں اللہ کی کتاب کی طرف رجوع کرنا
☆اللہ کے کسی حکم کی مخالفت نہ کرنا
☆احداث (بدعات) کو چھوڑ دینا
☆اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا
☆اللہ کی ذات سے محبت رکھنا
☆اللہ کا ذکر اور اس کی تعریف بیان کرنا

(ابوطلحہ جرار محمد شکیل شریف۔ارزانی پور قصور)

روحانی صحت کا نسخہ

اجزا:
۱۔سچائی کی کلیاں ۲۔ دیانتداری کے پھول
۳۔عاجزی کے انگور ۴۔محبت کی چاشنی
۵۔اتفاق کی طاقت ۶۔سادگی کا حسن
۷۔اخلاص کی مٹھاس

ترکیب:
ان اشیاء کو دل کی ہنڈیا میں ڈالیں اور ریاضت کے چولہے پر رکھیں۔ محبت الٰہی کی تیز آنچ دیں اور اخلاص کا ڈھکنا دے کر کافی دیر تک پکنے دیں اور اللہ کے ذکر سے لمحہ بھر کے لئے بھی غافل نہ ہوں۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو شریعت کے نفیس مرتبان میں ڈالیں۔

استعمال:
صبح و شام رحم دلی کی گلقند ملا کر انصاف کے چمچ سے کھائیں۔

پرہیز:
لالچ، حرص، ہوس، غصہ اور کینہ آور چیزوں سے مکمل اجتناب کریں۔

نوٹ:
دوا کو اپنے مخفی اعمال کے فریزر میں رکھیں تاکہ شیطان کی دسترس سے محفوظ رہے۔
اللھم اغفرلنا
(محمد عمر فاروق۔میراں پور مظفر گڑھ)

باپ

باپ ایک ذمہ دار ڈرائیور ہوتا ہے جو گھر کی گاڑی کو اپنے خون پسینے سے چلاتا ہے۔باپ ایک مقدس محافظ بھی ہے جو سارے خاندان کی نگرانی کرتا ہے۔

یاد رکھو! کبھی باپ کے آنسو تمہارے دکھ سے نہ گریں، ورنہ رب تم کو جنت سے گرادے گا۔اپنے باپ کا حکم مانو تاکہ خوشحال ہوسکو۔

والد کی سختی برداشت کرو، تاکہ باکمال ہوسکو
باپ کے سامنے اونچا نہ بولو، ورنہ اللہ تم کو نیچا دکھا دے گا، والد کے سامنے نظریں جھکا کے رکھو۔

تاکہ خدا تم کو دنیا میں بلند کریں، والد ایک کتاب ہے، جس پر تجربات تحریر ہوتے ہیں۔
(جہانزیب صداقت)

کس قدر حسین ہے؟

دل: جس میں نرمی ہو۔
زبان: جس پر اللہ کا ذکر ہو۔
آنکھ: جس میں حیاء ہو۔
ہاتھ: جس سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔
قدم: جو میدان جہاد کی طرف اٹھے۔
کام: جس سے دوسرے بھی فائدہ حاصل کرسکیں۔
عمل: جو آخرت میں کام آئے۔
انسان: جو دوسروں کے کام آئے۔
روضۃ الاطفال: جس میں میرا نام ہو۔
دعا: جس میں دوسروں کے لیے خیر مانگی جائے۔
التجا: اے اللہ! ہمیں بھی ایسا بنادے۔آمین
(عدیل اشرف، سیف الرحمٰن۔لیہ)

ہر نیکی صدقہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کل معروف صدقة ''ہر نیکی صدقہ ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیکیوں کے چاہنے والے تھے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہتے تھے۔ وہ نیک کام کرنے کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہتے تھے' اگر کسی وجہ سے کوئی اچھا کام نہ کر پاتے تو انہیں اس کا بہت دکھ ہوتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
تمہارا ایک دفعہ ''سبحان اللہ'' کہنے پر صدقہ کا ثواب ملے گا' ایک دفعہ ''اللہ اکبر'' کہنے سے صدقہ کا ثواب ہوگا۔ایک دفعہ ''الحمدللہ'' اور اس طرح ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے سے صدقہ کا ثواب ہوگا۔اس کے علاوہ تم نیکی کا حکم دو، یہ بھی صدقہ ہے۔(بحوالہ: اسلام کے احکام و آداب)
(ابوالقاسم کشمیری)

''جنت میں داخل ہونے والے ہر جنتی کو 4 چیزیں برابر ملیں گی''

1- زندگی ہوگی موت نہیں ہوگی۔
2- صحت ہوگی بیماری نہیں ہوگی۔
3- جوانی ہوگی بڑھاپا نہیں ہوگا۔
4- جو کچھ جس کو دیا جائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی کا ہوگا۔

(حافظ امان اللہ۔خانپور)

ظالم شیرون کا انجام

1982ء میں جب شیرون اسرائیل کا وزیر دفاع تھا' تب اس نے لبنان میں صابرہ اور شتیلہ کے فلسطینی کیمپوں پر حملہ کردیا۔ ان کیمپوں میں فلسطین کے مہاجر تھے' جنہیں یہودیوں نے مار مار کر اور زمین چھین کر جلاوطن کیا ہوا تھا۔

اب یہودی ان کی قائم کی ہوئی مہاجر بستیوں پر بھی ٹوٹ پڑے اور بے دریغ عورتوں اور بچوں کو شہید کیا۔ کئی دنوں تک ان کی سپلائی بند کیے رکھی۔ وہ بلیاں اور کتے تک کھانے پر مجبور ہوگئے۔ ان ظالمانہ مناظر سے جن صحافیوں نے پردہ اٹھایا' ان میں سرفہرست جارج سلوئیز رہے۔ یہ ایک یہودی ہے' اس نے ان مناظر پر فلم بنائی تھی۔ جو دنیا بھر میں مشہور ہوئی۔ یہ صحافی یہودی تھا' اس لیے اسے خاص مقامات پر جانے کی بھی اجازت تھی۔ وہ اس وقت کے وزیر دفاع اریل شیرون کے ساتھ تھا۔

شیرون سارے مظالم کے آرڈر خود دے کر اپنے مذہب پر عمل کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے مذہب پر یوں عمل کیا کہ لٹے پٹے کیمپوں سے بھوک کے مارے دو بچے نکلے۔ ان کی عمریں دو سے تین سال تھیں۔ یہ گورے چٹے خوبصورت بچے جونہی شیرون نے دیکھے تو اپنے ہولسٹر یعنی کمر سے بندھا ہوا پستول نکالا اور ان دونوں بچوں کو گولی مار کر قتل کر دیا۔

مسٹر جارج اس ظلم اور سربیت کے ہولناک منظر کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اپنے حواس کھو بیٹھا کہ کسی ملک کا وزیر دفاع اس قدر درندہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی وارننگ کے بغیر دو بچوں کو قتل کر دے گا۔ ایسے بچوں کو مار دے گا جو کسی وارننگ کے بھی قابل نہ تھے۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ اس نے محض ڈرانے کے لیے پستول نکالا ہے مگر اس نے تو آناً فاناً دونوں بچے خاموش کر دیئے۔

قارئین کرام! مسٹر جارج کا کہنا ہے کہ اریل شیرون جو اس وقت ہسپتال میں بے ہوش پڑا ہے اور پچھلے چار سال سے پڑا ہے۔ اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے علاقے تل ہاشومر کے فوجی ہسپتال میں ہے۔ وہاں اس کی حالت انتہائی بری ہے۔

2006ء کے آخر میں جب یہ اسرائیل کا وزیراعظم تھا اور اسی حیثیت سے اس نے لبنان کے ساتھ جنگ میں عورتوں اور بچوں کی بلڈنگ پر حملہ کر کے 85 بچوں کو شہید کر دیا تھا...... ایسا ظالم شخص برین فالج میں مبتلا ہوگیا اب اس کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ نہ وہ مرتا ہے اور نہ جیتا ہے۔ اس کے جسم نے گلنا سڑنا شروع کر دیا ہے۔ مگر گلنے سڑنے کی رفتار انتہائی آہستہ اور عجیب وغریب ہے۔ سمجھ میں نہ آنے والی ہے۔

شیرون کے معالج ڈاکٹر کریکر کہتے ہیں' شیرون کا جسم بوسیدہ ہے' اسے علیحدہ کمرے میں رکھنے پر مجبور ہیں۔ اس کی بیماری بالکل سمجھ نہیں آرہی' بس یہی معلوم ہے کہ اس کے دماغ کو صدمہ پہنچا ہے۔ مزید یہ کہ اس کے جسم سے بدبوؤں کے بھبوکے اٹھتے ہیں۔ ڈاکٹر اور نرسیں قریب جانے سے گھبراتے ہیں۔

مسٹر جارج کا کہنا ہے کہ شیرون کو جب ہسپتال سے فارغ کر کے گھر بھیجا گیا تو اس کے گھر والے بھی اسے گھر میں برداشت نہ کر سکے اور یوں دوبارہ اسے ہسپتال ہی کے الگ کمرے میں لٹا دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے معالج یہی کہتے ہیں کہ وہ موت کے انتہائی قریب ہونے کے باوجود موت سے کوسوں دور ہے۔

اسرائیلی اخبار "حارث" اور "وائی نیٹ نیوز" کا کہنا ہے کہ وہ صرف غراتا ہے اور صرف اتنا ہی کرسکتا ہے۔ جبکہ اس کا بول و براز بستر پر ہی نکل جاتا ہے۔

الغرض! یہ ایسا شخص ہے جسے گھر والے بھی قبول نہیں کرتے۔

مسٹر جارج سلوئیز یہ داستان بیان کرتا ہے اور کہتا ہے' میں ایک اعلیٰ یہودی خاندان کا فرد تھا' اس لیے مجھے شیرون کے ظلم اور دو بچوں کے قتل کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور اب اس کا جو حال ہے وہ بھی اس وجہ سے معلوم کرسکا ہوں کہ میں ایک باثر یہودی ہوں۔ میں جب اس کا یہ عبرتناک حال دیکھتا ہوں تو مجھے وہ معصوم بچے یاد آجاتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے شیرون جو اپنی کتاب بائبل پر عمل کر کے اپنے انجام سے دو دو چار ہو چکا ہے اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن چکا ہے۔

(انتخاب: میں نے بائبل سے پوچھا قرآن کیوں جلے؟)

(ثمینہ سیف الملوک۔ منصور آباد فیصل آباد)

بقیہ: ننھا طبیب

پہلے اپنے جسم کو نارمل درجہ حرارت میں آنے دیں اور جب آپ کا پسینہ مکمل خشک ہو جائے پھر ہی کچھ کھائیں یا پئیں۔ کوشش کریں پھلوں کا جوس استعمال کریں۔ ورزش کے بعد یہ سونے پہ سہاگے کا کام کرتا ہے۔ زیادہ ٹھنڈا نہیں پینا' ناشتے میں دودھ' انڈہ' مکھن اور پھل وغیرہ استعمال کریں۔ ناشتے سے قبل پسینہ خشک ہونے کے بعد غسل کر لیا جائے تو بہت اچھی بات ہے۔

بیچارے کچھ بچے ایسے بھی ہوں گے جن کو صبح صبح نہانے سے ڈر لگتا ہوگا۔ وہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید پانی انہیں کھا لے گا......گھبرانا نہیں ہے اچھا......ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ہماری ضمانت ہے۔

پیارے بچو! مناسب مقدار میں ناشتہ کریں۔ اگر آپ پیٹ بھر کر کھائیں گے تو کلاس میں آپ کو نیند آئے گی اور پھر آپ کو پتا ہے کہ استاد (Teacher) سے ڈانٹ بھی پڑسکتی ہے۔ ہوں......!!

مجھے پتا چلا ہے کہ کچھ بچے بغیر ناشتہ کیے سکول جاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے مناسب غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ اس طرح ناشتہ چھوڑیں گے تو آپ کمزور ہو جائیں گے اور پھر آپ اچھے طریقے سے اللہ کے سپاہی بن کر اس کے دین کا کام بھی نہیں کرسکیں گے۔

لیں جی پیارے بچو!

اب آپ کو ہم سے کرنا ہوگا وعدہ!......مسلمان وعدے کا پکا ہوتا ہے۔ آج سے آپ جلدی سوئیں گے اور جلدی بیدار ہو کر تہجد ادا کریں گے اور باقاعدگی سے صبح ورزش کے لیے جایا کریں گے تو کہہ دیں پھر......ان شاءاللہ

ننھا طبیب

عرفان بشیر

لیں جی! آج ننھے طبیب صاحب لڑکھڑاتی ٹانگوں، ڈگمگاتے قدموں سے چلتے ہوئے اور چہرے پر تھکاوٹ کے زبردست اثرات لیے کراہتے ہوئے (قریب ہے کہ رو پڑھیں) قلم کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہونے لگے ہیں ''مفید اور صحت مند مشوروں پر سوار......''

تو پیارے بچو! اس طرح کی کیفیت کب ہوتی ہے؟ یہ تو ہم آپ کو بعد میں بتاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ طبیب کو کچھ ہو جائے جلدی سے صحت مند مسلمان مجاہد بننے کے لیے ہو جائیں تیار...... مثال مشہور ہے:

Early to rise and Early to bed make a man healthy wealthy and wise

صبح جلدی اٹھنے اور جلدی سونے سے ایک انسان امیر، عقل مند اور صحت مند بن جاتا ہے۔

ہاں جی! آئی نا سمجھ اب......؟ صحت مند رہنے کے لیے جلد سونا اور جلد بیدار ہونا انتہائی ضروری ہے۔ معمول سے زیادہ سونا صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اگر ہم زیادہ دیر تک سوتے رہیں گے تو ہم سستی کاہلی امراض قلب، فالج اور شوگر سمیت دیگر بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اللہ نہ کرے ایسا ہو۔ مسلمان تو صحت مند مجاہد ہوتا ہے اور اپنے وقت کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔

کوشش کرنی چاہیے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر فوراً سو جائیں اور ایک بات ضرور آپ نے ذہن نشین کرنی ہے کہ 6 گھنٹے سے زیادہ ہرگز نہیں سونا۔ کیونکہ انسان جتنا مرضی تھکن سے چور ہو 6 گھنٹے سونے سے اس کی تھکن دور ہو جاتی ہے۔ اگر آپ جلد سونے کی روٹین بنا لیں گے تو آپ تہجد کے وقت آرام سے بیدار ہو جائیں گے۔ تہجد کے وقت بیدار ہو کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں، نوافل ادا کریں اور اپنے لیے اپنے گھر والوں کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائیں مانگیں کیونکہ اس وقت میں کی گئی دعا رد نہیں کی جاتی۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد صبح کی سیر ضرور کرنی چاہیے۔

ننھے منے ساتھیو! انسانی جسم کو چاق وچوبند رکھنے کے لیے مناسب آرام کے ساتھ ساتھ ورزش کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جو بچے صبح جلد بیدار ہوتے ہیں اور ورزش کرتے ہیں وہ عام بچوں سے زیادہ صحت مند، پڑھائی میں تیز بلکہ ہر کام میں چاق وچوبند، سب سے آگے ہوتے ہیں۔ اب آپ نے اپنے کمرے میں ورزش شروع نہیں کر دینی بلکہ اس کے لیے آپ کسی پارک، کھلے میدان یا کسی باغ میں جائیں۔

اوہو! آپ تو ڈرنا شروع ہو گئے۔ ارے

سردیاں تو ختم ہو رہی ہیں اب آپ کو ٹھنڈ نہیں لگے گی۔ جب آپ صبح صبح ٹھنڈی ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے تھپیڑے کھائیں گے تو سستی دور ہو جائے گی اور آپ ہشاش بشاش ہو جائیں گے۔

ورزش شروع کرنے سے پہلے تھوڑا پیدل چلیں اور اس کے بعد دوڑ لگائیں۔ ارے آہستہ آہستہ (اتنا تیز بھی نہیں دوڑنا کہ دیکھنے والے کہیں کہ اس کے پیچھے پتا نہیں کون لگا ہے، جو ہمیں نظر نہیں آ رہا اور یہ اس سے بچنے کے لیے سرپٹ بھاگے جا رہا ہے)۔ اطمینان کے ساتھ ہلکی پھلکی دوڑ لگائیں۔ یہ نا ہو کہ پہلے دن ہی آپ بھاگ بھاگ کر اپنا برا حال کر لیں اور اگلے دن آپ اپنی ٹانگیں کسی سے دبوا رہے ہوں۔ دوڑ لگانے کے فوراً بعد بیٹھنا ہرگز نہیں بلکہ ہلکے ہلکے جمپ کرنے ہیں۔

پیارے بچو! اپنے پھیپھڑوں کو تر و تازہ کرنے کے لیے لمبے لمبے سانس لیں اور تازہ آکسیجن اپنے پھیپھڑوں کے اندر داخل کریں، ایسا کرنے سے آپ کو ایک عجیب لطف آئے گا۔ اور ہاں ورزش کے لیے کھلے کپڑے پہنیں۔ تنگ لباس پہن کر ورزش کرنے سے آپ تنگ ہوں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ننھی جانیں مشکل میں پڑ جائیں۔

دوڑ کے لیے ایسے جوتے (Shoes) استعمال کریں جو نہ زیادہ کھلے ہوں اور نہ ہی تنگ بلکہ آرام دہ جوتا استعمال کریں۔

اوہو! ایک خاص بات وہ بھی ان کے لیے جو ہمارے ننھے منے موٹے تازے قارئین ہیں انہیں تو لازماً صبح کی سیر اور ورزش کرنی چاہیے کیونکہ دوڑنے سے جسم میں موجود فالتو چربی پگھلتی ہے اور جسم سے ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ارے پریشان نہیں ہونا آپ کمزور ہرگز نہیں ہوں گے بلکہ زیادہ مضبوط ہو جائیں گے۔

اپنے جسم کو مضبوط کرنے کے لیے پش اپ، چن اپ اور بیٹھکیں لگائیں۔

اور ہاں! ایک بات ضرور یاد رہے کہ ایک ہی دن میں ساری ورزشیں نہیں کر دینی بلکہ روزانہ کی بنیاد پر ورزشوں کی تعداد بڑھاتے جائیں۔ سورج نکلنے تک اپنی ورزش مکمل کر لیں اور سورج کی ابتدائی روشنی میں تھوڑا وقت گزاریں تاکہ اس سے آپ کے جسم کو درکار وٹامن ڈی کی مقدار مل سکے کیونکہ سورج کی روشنی وٹامن ڈی کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ سورج کی ابتدائی روشنی کو دیکھنے سے آنکھیں تر و تازہ ہو جاتی ہیں اور نظر کی کمزوری دور ہوتی ہے۔

جیسے ہی آپ ورزش سے فارغ ہو کر گھر پہنچیں گے تو آپ کو زبردست بھوک لگی ہوگی...... ناشتے کو دیکھ کر صبر سے کام لینا ہے۔ (بقیہ صفحہ: 10 پر)

عظیم سائنسدان

پیارے بچو! سامنے ایک خوبصورت منظر ہے۔ پہاڑ، جھیل، برف باری غرض ہر طرف کے خوبصورت ترین مناظر آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ سارے کا سارا سمیٹ کر آپ اپنے ساتھ لے کر جاسکتے ہیں۔ بھلا کیسے......؟؟؟

وہ بھی ایک کلک اور ٹِک کی آواز کے ساتھ...... ہے نا حیرت کی بات؟

جی تو یہ سہولت فراہم کرتا ہے ہمیں ''کیمرہ''

سوچئے! اس کی ایجاد کس نے کی؟ فوراً ہی ہمارے ذہن میں جاپان، چائنہ، امریکہ وغیرہ کے سائنسدانوں کا تصور آنے لگتا ہے۔ مگر یہ کیمرہ ان میں سے کسی نے بھی نہیں بنایا اور پھر بہت سی ایسی ایجادات ہیں جو سرے سے ہی ان کی ایجاد کردہ نہیں۔ مگر ان سے منسوب ہیں۔ اس طرح کر کے یہ سائنس اور دریافت تک کے علم کو اپنی ایجاد سمجھ کر اصل سائنسدانوں کے احسان کو فراموش کر رہے ہیں۔

آیئے! ہم آپ کو ایسی ایجادات اور سائنس کے علم میں انقلاب پیدا کرنے والے سائنسدان کے بارے میں بتاتے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ باقی کی طرح یہ بھی مسلمان ہیں۔ یعنی کہ زیادہ تر مسلمان سائنسدانوں نے ہی سائنس کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا ہے۔ انہی میں سے ایک سائنسدان ابن الہیثم ہیں۔ یہ کیمرہ بھی تو انہی کی ایجاد ہے۔

ابن الہیثم ......ان کا پورا نام ''ابوعلی الحسن بن حسین ابن الہیثم'' ہے۔ یہ عراق کے تاریخی شہر بصرہ میں 965ء میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔

ابن الہیثم نے مصر میں جامعۃ الازہر میں اپنی سائنسی تحقیقات کا آغاز کیا۔ انہوں نے طبیعات یعنی فزکس میں بڑا کام کیا۔ اس کے علاوہ ریاضی، انجینئرنگ، فلکیات اور ادویات کے بہترین تحقیق کار تھے۔ ابن الہیثم نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں ''کتاب المناظر'' بہت مشہور ہوئی 'انتہائی اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب بصریات کے متعلق ہے۔ جس میں روشنی کی نوعیت اور اس کا توانائی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ابن الہیثم کے مطابق روشنی کسی جسم پر پڑھنے کے بعد منعکس یوں منعکس ہونے کے بعد آپ کی آنکھیں اس جسم کو دیکھ سکتی ہیں۔ یہ نظریہ اب سائنسی طور پر ثابت کیا گیا ہے۔

قوانین انعکاس......روشن......اور غیر روشن...... شفاف اور غیر شفاف......اجسام بھی سب سے پہلے انہوں نے پیش کیے۔ کروی آئینوں سے بننے والے شبیہوں کے سلسلے میں بھی انہوں نے تحقیق پیش کی۔

ابن الہیثم نے آنکھ کے بارے میں سب سے پہلے اصل تفصیل بیان کی ہے......تو وہ آج بھی وہی ہے۔

ابن الہیثم نے آنکھ کی ساخت...... اور اس کی باریکیوں پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دو آنکھیں دی ہیں، اس میں اس کی مصلحت پوشیدہ ہے۔ ان کا سب سے بڑا اہم ترین کارنامہ روشنی کی تحقیق ہے۔ انہوں نے روشنی کی رفتار کے اصول وضع کیے۔ بے نور اور منور اجسام کے فرق کو واضح کیا۔ اس بات کی وضاحت کی کہ غروب ہوتے وقت چاند اور سورج شفق پر بڑے نظر کیوں آتے ہیں؟ ستارے مسلسل کیوں نہیں چمکتے......؟ جھلملاتے کیوں ہیں؟

ابن الہیثم کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں آج کی جدید سائنس اپنی ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔

پیارے بچو! یہ عظیم مسلم سائنسدان نے 74 سال کی عمر پائی اور مصر کے شہر قاہرہ میں فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اچھا مسلمان سائنسدان بنادے۔ آمین

(اکرام اللہ۔KPK)

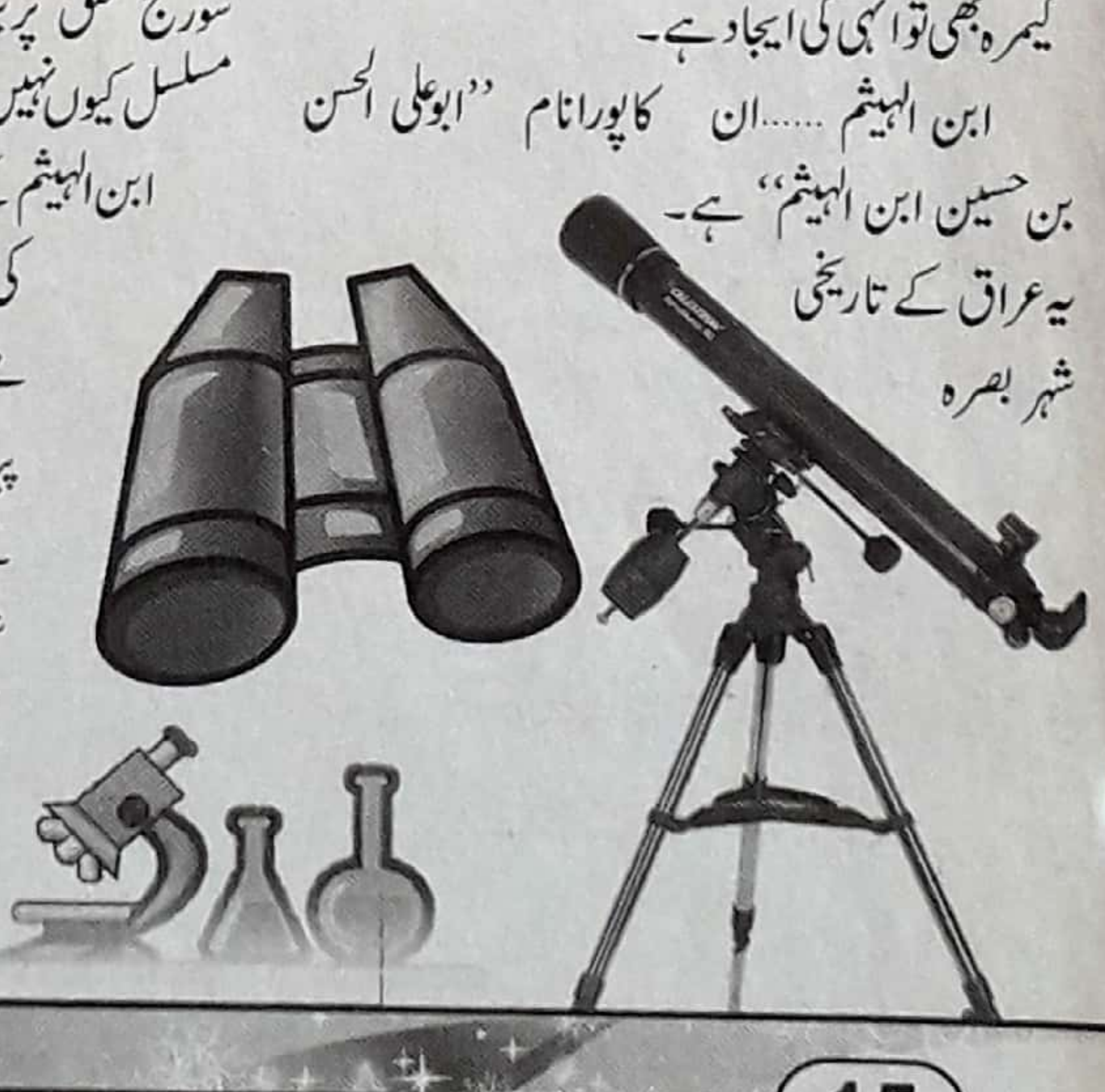

بقیہ : انوکھا ساتھی

کھڑے ہیں تو بیٹھ جائیں، بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیں (گلی میں نہیں لیٹ جانا، ورنہ تو کپڑے خراب ہوجائیں گے) نہیں تو پانی پئیں اور اطمینان سے سوچئے کہ غصہ کرنے سے کیا فائدہ اور کیا نقصان ہے اور اس موقع پر غصے کا نعم البدل کیا ہے؟؟

سائنسی تحقیق کے مطابق تو زیادہ پانی پینے اور باقاعدہ ورزش کرنے سے بھی غصے پہ قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔ جن کی وجہ سے غصہ آتا ہے ان چیزوں سے پرہیز کریں۔ اجر و ثواب کی نیت سے اس پر قابو پائیں۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اور پیارے رسول ﷺ کی محبت، جنت میں داخلہ، اللہ کے غضب سے بچاؤ، جنت میں بہت بڑے اجر کے ساتھ صحت، تندرستی جیسے کئی انعامات اضافی طور پر ملیں گے۔

لو جی پیارے بچو......! کمال کی بات تو رہ ہی گئی......اوہو......! جی بتانے تو لگیں ہیں...... بتانا یہ تھا کہ آج کل سائنسدانوں کو بھی پتا نہیں کیا ہوگیا ہے۔ سویڈن کی حالیہ تحقیق پڑھ کر تو میری ہنسی نکل گئی کہتے ہیں کہ ''غصہ آئے تو زور زور سے چیخیں، چلائیں، رولا پائیں ورنہ دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔''

لو جی! یہ کوئی بات ہے کرنے والی، رولا پائیں وغیرہ۔ اگر آپ کے چیخنے چلانے سے ڈر کر دبکتے ہوئے دل کو دورہ پڑ گیا یا آپ کو اس وجہ سے مار زیادہ پڑ گئی تو اس کا کون ذمہ دار ہے......؟؟؟ خیر چھوڑیں ان کی اب کی بار غلطی معاف کر دیتے ہیں۔

طبی مگر سادہ سی بات...... اور ہمارا نسخہ نوٹ فرمالیں۔ غصے میں کچھ دکھائی نہ دے تو ''غصے'' کو کان سے پکڑ کر زور زور سے دو تین ٹیکے 'اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' کے لگادیں۔ ہم کہتے ہیں ساری کہانی ہی ختم ہوجائے گی۔ نیکی کی نیکی......حل کا حل۔ باقی اپنا خیال رکھئے گا۔

تو پیارے بچو! غصے سے بچیں اور بچائیں۔ پریشان مت ہوں، رولا پائیں نہ چیخیں چلائیں۔

فی امان اللہ

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

6 | 21 مارچ 2014ء، 19 جمادی الاول 1435ھ

بن کے رہے گا پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

تو کیا جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنا لیں گے۔ بے شک ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے بطور مہمانی تیار کر رکھا ہے۔ (الکھف 102)

(ابو احمد چھانگا مانگا)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک وہ نہ چاہے اپنے بھائی یا اپنے ہمسائے کے لیے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔

﴿صحیح مسلم﴾

(ملک محمد لقمان چک 153/G.B ٹوبہ)

پہلی بات

اسلام کے ننھے مجاہدو.........

امید ہے کہ آپ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے اور اسے مزید بہتر کرنے میں کوشاں ہوں گے

اب تو خوب خوشیاں منائی جارہی ہوگی کہ دو اکٹھی چھٹیاں ہیں اور مزے کرنے کی خوب تیاریاں بھی...... ایک تو اتوار کی چھٹی اور دوسری 23 مارچ...... اتوار کی تو ہر ہفتے ہوتی ہے لیکن یہ 23 مارچ کیا ہے......؟ امید ہے کہ بہت سے قارئین جانتے ہوں گے کہ اس دن قرارداد پاکستان پیش کی گئی تھی اور وہ بھی بہت بڑے جلسے میں...... کہ سب ملکر مسلمانوں کے لیے ایک آزاد ملک بنائیں گے۔ اب وطن تو ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دے کر حاصل کر لیا تھا لیکن اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور اس کی عزت پر آنچ نہ آنے دیں۔

ہمارا یہ وطن اسلام کا قلعہ ہے اور دو قومی نظریہ اس کی بنیاد ہے۔ دو قومی نظریہ یعنی ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں۔ پاکستان اسی نظریے کی وجہ سے بنا تھا اور اگر آج ہم اسی نظریے پر قائم رہیں گے تو ہی پاکستان کی حفاظت ممکن ہے۔ بس ایک بات یاد رکھنی ہے جو 23 مارچ 1940ء کو کہی گئی تھی اور وہ بات آج بھی اسی طرح ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا......... لا الہ الا اللہ

والسلام

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو

بدفالی کی کراہت کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

"اے اللہ! نہیں ہے کوئی بدشگونی مگر تیری بدشگونی (یعنی تیرے حکم سے) اور نہیں ہے کوئی خیر مگر تیری خیر اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

(مسند احمد: ۲/۲۲۰۔ ابن السنی: ۲۹۲۔ الصحیحۃ: ۱۰۶۵)

(ابوخزیمہ محمد شفیق حمبر کلاں)

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

رہنما

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

اور بی جی رونے لگیں

بی جی اکثر بچوں کو اپنے بچپن کے قصے کہانیاں سناتی رہتی تھی۔ اب کی بار بی جی ہمارے گھر آئی تو اگست کا مہینہ تھا۔ ایک دن وہ قصہ سنانے کے لیے بیٹھی ہی تھیں تو بھائی جان نے کہا: ”بی جی! جب پاکستان بنا تھا تو آپ کی کتنی عمر تھی؟“

تب میری شادی بھی ہو چکی تھی اور تمہارے بڑے ماموں دو سال کے تھے۔ بی جی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ تو بی جی آج ہمیں اپنی ہجرت کا قصہ سنائیں میں نے جھٹ سے کہا۔ بی جی یہ سن کر ایک دم اداس ہو گئیں اور اپنی درد بھری کہانی یوں شروع کی۔

ہم لوگ ضلع گورداسپور کے ایک نواحی گاؤں میں رہتے تھے۔ جب میں 12 سال کی تھی تو میری شادی ہو گئی۔ 1947ء میں جب پاکستان کی جغرافیائی تقسیم کا فیصلہ ہوا تو ضلع گورداسپور پاکستان میں شامل کیا گیا۔ ہم سب بہت خوش تھے۔ ہمارے عزیز و اقارب جو دیگر علاقوں میں رہتے تھے سب ہمارے گاؤں آ گئے۔ 13 اگست کی رات ایک قیامت اچانک ہم پر ٹوٹی جب رات 12 بجے یہ اعلان ہوا کہ ضلع گورداسپور بھارت کا حصہ ہے۔

یہ سب بھارت اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی سازش کا نتیجہ تھا۔ بزرگوں نے مشورہ کیا اور ہم لوگ ہجرت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ہم لوگ اپنا گھر بار سب کچھ چھوڑ کر چل دیے۔

ہمارے پاس نقدی اور زیورات کے سوا کچھ نہ تھا۔ میرا ایک بیٹا دو سال اور دوسرا بیٹا 6 ماہ کا تھا۔ ہم لوگ ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے۔ قافلے میں ہمارے خاندان کے 20 لوگ تھے۔ ہندوؤں، سکھوں سے چھپتے چھپاتے چلتے رہے۔ کیونکہ یہ سب مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔ وہ قافلوں پر حملہ کرتے اور نوجوان لڑکیوں کو چھین لیتے۔ میری ایک بہن بھی ان ظالم سکھوں نے ہم سے چھین لی۔ بڑے بھائی کو سکھوں نے مار ڈالا۔ میری ماں یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ہم لوگ انہیں بے گور و کفن (بغیر کفن کے) چھوڑ کر آگے چل پڑے۔

چلتے چلتے پیاس لگی، پینے کو پانی نہ تھا خود تو صبر کر لیا لیکن چھوٹا بچہ زور سے رونے لگا۔ قافلے والوں نے کہا کہ بی بی یا تو قافلے سے الگ ہو جاؤ یا پھر اس بچے کو یہاں رکھ دو۔ میرا دل تڑپ اٹھا پھر سوچا سکھ میرے بچے کو میری آنکھوں کے سامنے برچھیوں پر اچھالیں، یہ مجھ سے برداشت نہ ہو گا۔ آخر کار میں نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے اپنے بیٹے کو بٹھایا۔ یہاں تک کہ سناتے سناتے بی جی رو پڑی۔

میرے بھائیو! یہ وہ قربانیاں ہیں جو ہم نے پاکستان بنتے وقت دی تھیں لیکن آج ہم اس پاکستان کی قدر نہیں کرتے۔ اس کے بعد بی جی بولیں۔ میں نے اسے وہاں بٹھایا اور چل پڑی۔ تم لوگ کہو گے کہ میں کتنی ظالم تھی لیکن یہ سب میں نے قافلے میں موجود بہنوں کی عزت بچانے کی خاطر کیا۔ بی جی کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

بی جی نے تو اپنی کہانی ختم کر دی تھی، لیکن میں بہت دیر تک سوچتا رہا...... جو پاکستان ہمارے بزرگوں نے اتنی قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا۔ جس مقصد کے لیے حاصل کیا گیا...... کیا وہ مقصد پورا بھی ہوا؟ پاکستان کو تو اسلام کا قلعہ ہونا چاہئے تھا لیکن......! لیکن یہاں......!

افسوس کہ آج ہم نے اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو بھلا دیا۔ بی جی کو فوت ہوئے تین سال گزر گئے لیکن ان کی ایک ایک بات آج تک یاد ہے۔ ان شاء اللہ ہمارے بزرگوں کی دی ہوئی قربانیاں ضائع نہیں کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ رکھے تو اسلام پہ 'موت آئے تو شہادت کی' میدان مقتل میں اور اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

(محمد رضا بیگ، سردار محمد۔ فیصل آباد)

گلدستہ روضہ

میرے پسندیدہ شعر

تم لے کے اجالا ماضی سے، پھر مستقبل کو چمکا دو
پھر رسم شجاعت زندہ ہو، یوں شمشیروں کو لہرا دو
(ابوولید)

☆......☆☆......☆☆

اک تھپڑ ہندو بنیئے کو اس زور سے ہم ماریں گے کہ
نسلیں اس کی یاد کریں، اس مار کو جو ہم ماریں گے

☆......☆☆......☆☆

اے ظالم تیرے ظلم کا اب بدلہ ہم چکائیں گے
وہ مندر جن میں بت ہیں وہ مندر جلد گرائیں گے
(اُخت محمد وقاص احمد جنجوعہ نوکھڑ اڈا۔)

اقوال زریں

(1) خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔
(2) عقیدہ میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔
(3) موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔
(4) دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
(5) سخاوت کے ساتھ احسان کرنا نہایت کمینگی ہے۔
(6) عقل مند ہمیشہ غم وفکر میں مبتلا رہتا ہے۔
(7) زمانہ کے پل پل کے اندر آفات پوشیدہ ہیں۔
(عبیداللہ بہاولنگر)

قلم پکڑنا بھی ایک فن ہے۔ قلم کی گرفت سے انگلیوں کے پٹھوں پر بوجھ پڑتا ہے اور انگلیاں آسانی سے حرکت نہیں کرسکتی۔ قلم پکڑنے کا غلط انداز ہوتو لکھنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے اور حروف بھی ٹیڑھے بنتے ہیں قلم پکڑنے کا درست انداز یہ ہے کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑا جائے اور درمیانی انگلی سے سہارا حاصل ہو۔ قلم نرمی سے پکڑنا اور انگلیوں کو متوازن رکھنا چاہیے۔ لکھتے وقت قلم کا قط آنکھوں سے دس بارہ انچ کے فاصلے پر ہو اور کاغذ جسم کے درمیانی حصے کے بالکل چھ (6) انچ سے زیادہ دور نہ ہو۔ جھک کر لکھنے سے آنکھوں؟ پھیپھڑوں اور جسم کے پٹھوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ آپ لکھتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ آپ کا قلم پکڑنے کا انداز صحیح ہو۔ قلم کی گرفت پر اگر آپ کوئی توجہ دیئے بغیر لکھنا شروع کردیں گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ قلم پکڑنے کی اہمیت سے ناواقف ہیں۔

(نائلہ تبسم)

ذلت

آٹھ چیزیں ذلت لاتی ہیں۔

1- انسان کا ایسے دستر خوان پر بیٹھنا جس کی طرف اسے بلایا نہیں گیا۔
2- گھر والوں پر سختی سے حکم چلانا۔
3- دشمنوں سے احسان کی امید کرنا۔
4- اپنے مرتبے سے بلند جگہ پر بیٹھنا۔
5- ایسے شخص سے دوستی کرنا جو اس کا اہل نہیں ہے۔
6- ایسے شخص سے باتیں کرنا جو دھیان نہیں دیتا۔
7- حاکم کی تحقیر کرنا۔
8- ایسے دو آدمیوں کی باتوں میں دخل اندازی کرنا جو اسے مخاطب کرنا نہیں چاہیے۔

(ابومحمد، گوجرانوالہ)

راستے کے حقوق

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو''۔ صحابہ نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلسوں کے بغیر ہمارا گزارا نہیں کیونکہ ہم ان میں بات چیت کیا کرتے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا اگر تم نہیں مانتے تو پھر راستے کو اس کا حق دو''۔ صحابہ نے پوچھا: ''اس کا حق کیا ہے؟'' فرمایا: ''نگاہ نیچی رکھنا، تکلیف نہ دینا سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔''

(بحوالہ بخاری 6229، مسلم اللباس 327)
(مقدس شہزادی، فیصل آباد)

نظم

میرے ہیں دو ہاتھ چھوٹے چھوٹے ہاتھ
یہ رہتے ہیں میرے ساتھ ساتھ
آؤ یہ دعا کریں ان سے کام جو کریں
اچھے کام ہوں اور اچھا ہو انجام
میرے ہیں دو پاؤں چھوٹے چھوٹے پاؤں
یہ چلتے ہیں میرے ساتھ ساتھ

آؤ یہ دعا کریں سیدھی راہ چلیں
نیک راہ پہ رلیں ہمارے ساتھ
یہ رہتے ہیں میرے ساتھ ساتھ
میرے ہیں دو کان چھوٹے چھوٹے کان
آؤ یہ دعا کریں ان سے جو سُنیں
اچھی بات ہو اور اچھا ہو انجام
میری اِک زبان چھوٹی سی زبان
یہ رہتی ہے میرے ساتھ ساتھ
آؤ یہ دُعا کریں اس سے بات جو کریں
سچی بات ہو اور اللہ کی ہو بات
میری ہیں دو آنکھیں پیاری پیاری آنکھیں
یہ رہتی ہیں میرے ساتھ ساتھ
آؤ یہ دعا کریں
ان سے اچھی چیز جو ہم دیکھیں
ہم الحمد للہ کہیں

(محمد ذوالجبادین طور بن طارق شیخوپورہ)

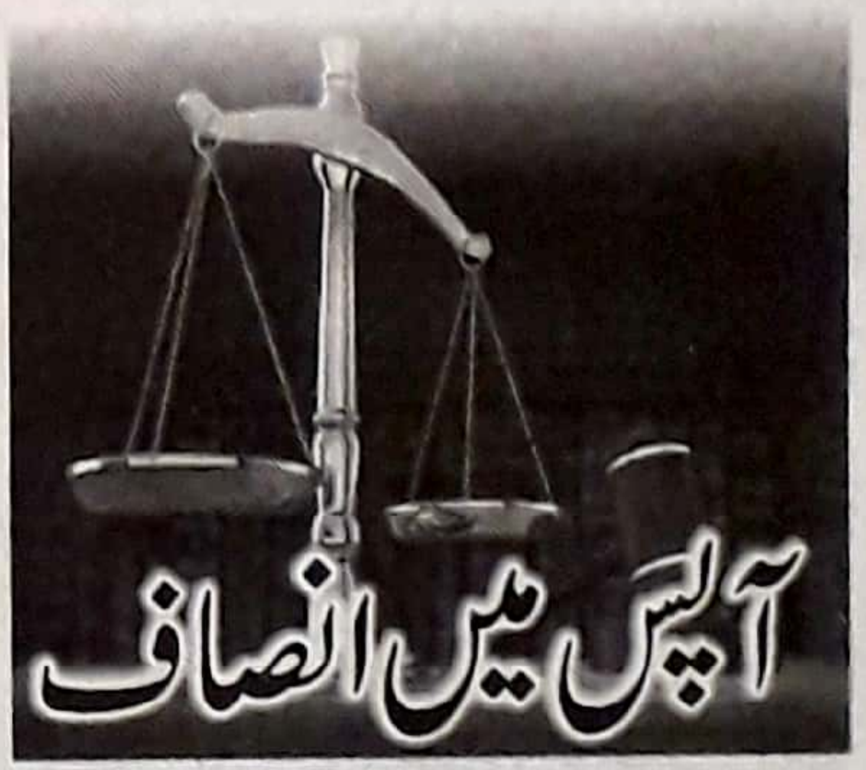

ہرقل شاہ روم جب مسلسل پسپا ہو رہا تھا تو انطاقیہ میں اس نے اپنے بعض مصاحبوں سے پوچھا: مجھے اس قوم (مسلمانوں) کے بارے میں بتاؤ کیا یہ انسان ہیں؟ وہ مسلسل فتح حاصل کر رہے ہیں اور تلواریں تمہاریں پاس بھی ہیں لیکن تم بزدلی دکھا کر شکست کھا رہے ہو حالانکہ وہ تعداد میں تم سے بہت کم ہیں؟ یہ سن کر ایک عمر رسیدہ بزرگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: وہ بھی انسان ہیں لیکن ہم اور ان میں بہت فرق ہے۔ وہ لوگ رات کو نماز پڑھتے ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں عہد کو پورا کرتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور آپس میں انصاف کرتے ہیں اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ اس کے برعکس ہم شراب پیتے ہیں، بدکاری کرتے ہیں، عہد کو توڑتے ہیں اور ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا: تم نے مجھے سچی بات بتلائی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ)

محترم قارئین! یہ ہیں سچے مسلمان کی صفات جو میدان جنگ میں بھی غیر مسلموں کی زبانوں سے تعریفی کلمات کی صورت میں ادا ہوتی ہیں۔ ایسی صفات والے مسلمان دنیا میں کہیں مار نہیں کھاتے بلکہ ہر جگہ پر فتح یاب ہوتے ہیں۔

(حافظ حمزہ فردوسی، عشاء شبیر، فیصل آباد)

روضۃ الاطفال

☆ روضۃ الاطفال نام تیرا۔
☆ جہاں میں روشن ہے کام تیرا۔
☆ روضۃ الاطفال سلام تجھ پر۔
☆ اگرچہ دنیا میں اور بھی میگزین بہت بلند ان میں مقام تیرا۔
☆ کتاب وسنت اور احادیث سے مہک رہا ہے۔
☆ پڑھا جس نے بھی دین کی روشنی سے چمک اٹھا ہے۔
☆ صدق دل سے ہم احترام کرتے ہیں تیرا
☆ یہ علم وعمل میں اضافہ کیلئے
☆ روضۃ الاطفال سلام تجھ پر
☆ تیرے خلاف بھی لب اپنے ہلے۔
☆ مگر تیری روشنی سے ہے آج روشن دل ہمارے
☆ مگر تیرا مقام پھر بھی اونچا روضۃ الاطفال
☆ یہ نور عرفاں باتیں تیری سلام تجھ پر
☆ بہت ہے بالا مقام تیرا
☆ ہے تو سب سے چھوٹا مگر
☆ تو سب سے آگے نکل گیا ہے
☆ جہاں روشن کرنا ہے کام تیرا
☆ ہے یہ دعا ہماری اللہ اس کو دے ترقی اور بھی
☆ اور پھیل جائے ہر سو روضۃ الاطفال ہمارا

(رقیہ عبدالمجید سادوی)

ایک دن رحمت عالم جناب محمد ﷺ اپنے ایک انصاری جانثار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ نبیؐ کا معمول تھا کہ بغیر اجازت آپ ﷺ کسی کے گھر داخل نہ ہوتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دروازے پر کھڑے ہو کر گھر والوں کو کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت سعد نے آپ ﷺ کا سلام سن کر آہستہ سے جواب دیا وعلیکم السلام۔ یہ آواز نبی ﷺ کے کان مبارک تک نہ پہنچی۔ آپ نے دوسری دفعہ سلام کہا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ آپ ﷺ نے تیسری دفعہ بلند آواز سے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت سعد نے پھر آہستہ سے جواب دیا وعلیکم السلام۔ حضرت سعد نے اس بار بھی اپنی آواز کو پست رکھا۔ نبیؐ نے خیال فرمایا کہ شاید سعد گھر پر نہیں یا کسی وجہ سے مجھے اجازت دینے میں کوئی بات رکاوٹ ہے۔ نبیؐ کا معمول تھا کہ اگر تین دفعہ پکارنے پر بھی صاحب خانہ اجازت نہ دیتے تو حضور ﷺ واپس تشریف لے آتے۔ ابھی رحمت عالم ﷺ واپس مڑے ہی تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جلدی سے گھر سے باہر نکلے عرض کی حضور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ تشریف لائیے۔ میں آپ کا سلام سن رہا تھا اور اس کا جواب بھی آہستہ سے دے رہا تھا۔ عرض یہ تھی کہ آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ ہم پر سلام کریں۔ حضور ﷺ جانثار کا یہ جذبہ دیکھ کر مسکرا دیے اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

(حوالہ، رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں)

(انیقہ نور، کبریٰ، سارا۔ میاں چنوں)

یادگارِ پاکستان

عرفان بشیر

آج میں اقبال پارک (منٹو پارک لاہور) میں کھڑا بڑے غور سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ وہ پارک ہے جس میں 23 مارچ 1940ء کو ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمان جمع ہوئے اور قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک بہت بڑا تاریخی جلسہ منعقد ہوا۔ یہ گراؤنڈ فلک شگاف نعروں سے گونج رہا تھا۔ ہر مسلمان کی زبان پر تھا: پاکستان کا مطلب کیا:............ لا الہ الا اللہ

لے کے رہے گے پاکستان...... بٹ کر رہے گا ہندوستان۔

سینے پہ گولی کھائیں گے...... پاکستان بنائیں گے۔

سامنے بادشاہی مسجد کے مینار اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اسلام کی بنیاد پر بننے والے اس ملک کے لیے یہاں لوگوں کا سمندر جمع ہوا تھا۔ لوگ اس جذبہ سے سرشار تھے کہ اسلام کی بنیاد پر پاکستان بن کر ہی رہے گا' چاہے اس کے لیے ہمیں اپنی جانیں قربان کرنا پڑیں

یہ پارک اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ لوگ ہندوؤں اور انگریزوں سے نجات چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان کا رب اللہ ہے۔ ان کا دین اسلام ہے' ان کا رسول محمد ﷺ ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید ہے...... یہ ہر لحاظ سے ایک مکمل علیحدہ پہچان رکھنے والی قوم ہے اور یہ اپنے لیے ایک علیحدہ ملک چاہتی ہے کہ جہاں پر وہ مکمل آزادی سے اسلام پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزاریں اور اسلامی قوانین قائم کر سکیں۔ جبکہ ہندو ایک علیحدہ قوم ہے ان کا دین اور ہے' ان کے تین کروڑ سے زائد خدا ہیں' وہ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمان ان کے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتے۔ یہی وہ نظریہ تھا جس پر پاکستان بنا۔ جو دو قومی نظریہ کہلایا۔

اس پارک کے درمیان ہرے بھرے پودوں میں گھرا ہوا فلک بوس مینار ہے۔ جسے "مینارِ پاکستان" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ عین اس جگہ پر تعمیر کیا گیا ہے جہاں 23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی۔ اس کی تعمیر کا سلسلہ پاکستان بننے کے بعد 1960ء میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ایوب خان کے حکم پر شروع ہوا۔ اس کا ڈیزائن ترک ماہر تعمیرات "نصیر الدین میرات خان" نے تیار کیا تھا۔ تعمیر کا کام "عبدالخالق اینڈ کمپنی" نے کیا اور 21 اکتوبر 1968ء میں اس کی تعمیر کا کام مکمل ہوا۔

مینار پاکستان کی تعمیر پر 75 لاکھ روپے کی لاگت آئی۔ اس کی بلندی 196 فٹ ہے۔ مینار کے اوپر جانے کے لیے 324 سیڑھیاں ہیں۔ یہ عظیم مینار قرارداد پاکستان کی یادگار ہے۔

آج یہ مینار اپنے دامن میں وہی پرانی یادیں سمیٹے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ کھڑا ہے جسے شاید آج کے پاکستانی کہلوانے والے بھول چکے ہیں۔ بلندیوں کو چھوتا ہوا یہ مینار ہر آنے والے کو شاید یہی کہہ رہا ہے کہ میں اس ملک کی پہچان ہوں۔ جس کے لیے تمہارے آباؤ اجداد نے بہت ساری قربانیاں دیں۔ انہوں نے اپنی جانوں تک کی پرواہ نہ کی اور اپنے جگر گوشے اس ملک کو پانے کے لیے لہو میں گما دیئے۔ ماؤں اور بہنوں نے اس پاک زمین کے لیے اپنی عزتوں تک کی پرواہ نہ کی...... اپنا گھر بار چھوڑ کر اس ملک میں سکونت اختیار کرنے کے لیے ہجرت کی لازوال داستانیں رقم کیں۔ جن کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی...... شاید کوئی آنے والا اس مینار کی سرگوشیوں کو سمجھ سکے۔

یہ مینار بہت بے تاب نظر آ رہا تھا...... اور کہہ رہا تھا کہ کیا تم نے وہ مقصد حاصل کر لیا جس کی خاطر ہزاروں شہداء نے اپنے مہکتے ہوئے خون سے اس دھرتی کو تروتازہ کیا...... آخر یہ سب کچھ کیوں کیا گیا......؟؟

کیوں اس ملک کے لیے قربانیوں کی لازوال داستانیں رقم ہوئیں......؟ آخر کیوں میرے پھول جیسے بچوں کو نیزوں کی سولی چڑھا کر تہ تیغ کیا گیا......؟ کیوں میرے بزرگوں نے اس ملک کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کیا......؟ شاید کوئی ان باتوں کا جواب دے سکے......

ہاں! ان سب قربانیوں کا مقصد اسلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ تھا۔ اس ملک کو دیکھنے کی جستجو کرتے ہوئے جانوں سے گزرنے والوں کا مقصد یہی تھا کہ اس ملک میں رہ کر اسلام پر آزادی سے عمل کر سکیں۔ ان ظالموں ہندوؤں اور انگریزوں سے چھٹکارا حاصل کر کے مدینہ جیسی ریاست قائم کی جا سکے......!

مینارِ پاکستان کے احاطہ میں لہراتا ہوا سبز ہلالی پرچم بھی اپنے دامن میں سوالات سمیٹے ہوئے تھا...... شاید یہ پرچم اسی لیے بار بار زور سے پھڑ پھڑا رہا تھا کہ اپنی داستان لوگوں کو سنا سکے...... اپنے دامن میں شہیدوں کے پاکیزہ لہو کی داستان لیئے یہ سبز ہلالی پرچم بھی ہر آنے والے سے یہی سوال کر رہا تھا...... کیا میرے بنانے کا مقصد پورا ہو چکا ہے جو تم اتنی خوشیاں منا رہے ہو...... کہیں تم نے مجھ سے اور اپنے قائد سے کیے ہوئے وعدوں کو فراموش تو نہیں کر دیا......؟ شاید کوئی ان کی باتوں کو سمجھ سکے جو یہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں...... ہر آنے والا اس مینار اور سبز ہلالی پرچم کو دیکھتا اور اس کی حسین مناظر اپنے کیمرے میں محفوظ کر کے لے جاتا...... شاید کوئی ان کے سوالات کو بھی ذہن نشین کر لیتا جو وہ کر رہے ہیں......!!

خبر کی تحقیق

ہر علاقے، کالونی، معاشرے میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو کسی بھی قسم کی چھوٹی موٹی بات یا واقعے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ آواز ٹائر پھٹنے کی آئی اور یہ صاحب علاقے میں بتاتے پھرتے ہیں کہ بم پھٹ گیا ہے...... کوئی نیا بندہ اس علاقے میں بطور مہمان آ گیا تو یہ صاحب علاقے میں شور مچا دیتے ہیں کہ چور آ گیا...... کسی بھی وقت کوئی بھی بات ہو وہ فوراً سے پہلے اسے علاقے کے باقی مکینوں تک پہنچانے کے لیے بے تاب نظر آتے ہیں......!

اس کی ایک مثال آج کل کے صحافی بھی ہیں کہ جن کو ایک چھوٹی سی خبر مل جائے تو وہ اس کا بتنگڑ بنا کر ٹیلی وژن، ریڈیو پر ایسے بتاتے ہیں جیسے قیامت آ گئی ہو...... خبر سن کر لوگ ایک دم چونک جاتے ہیں، پریشان ہو جاتے ہیں...... مگر جب خبر کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے تو اپنی بیوقوفی پر ہنستے ہیں اور صحافی کو برا بھلا بھی کہتے ہیں......!

ایک دفعہ ہمیں سفر پر جانا تھا...... ہم 17 بھائی تھے...... ہم نے نماز فجر پڑھ کر نکلنے کا ارادہ کیا...... اور اسی ارادے کے تحت صبح ناشتے کے لیے رات بھر تیاری کرتے رہے......!

سردی کی وجہ سے ناشتے میں آلو کے پراٹھے ہونے چاہئیں......! ایک بھائی نے تجویز پیش کی تو سب نے ہاں کردی اور سامان منگوا لیا گیا۔ آلو ابالے اور باقی مصالحہ بھی تیار ہونے لگا۔ آلو ابل گئے تو انہیں مصالحے میں مکس کرنے کے لیے کوٹنا پڑتا ہے۔ ہم نے بھی دیگچے میں آلو ڈال کر ڈنڈے کے ساتھ کوٹنا شروع کیا۔ اسی طرح آٹا گوندھا اور پراٹھوں کے لیے تقریباً سامان تیار ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

چور...... چور...... چور......!

باہر سے ایک دم آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہم کچھ سہم گئے کہ رات کے اس پہر (2 بجے) جب سارا محلہ وادی نوم میں پہنچا ہوا ہے تو مگر اس وقت بھی کچھ لوگ جاگ رہے ہیں جن کی آوازیں اس قدر بلند ہیں۔

رات اس قدر ٹھنڈی تھی کہ باہر نکلنے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ خیر ہمت کر کے ہم گھر سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پولیس کی دو گاڑیاں جس میں تقریباً پورے تھانے کے پولیس والے ہوں گے، ہمارے گھر سے باہر کھڑے چور کا انتظار کر رہے ہیں......!

قریب مدرسے کے رہائشی طالب علم بھی آ گئے اور اسی طرح اہل محلہ سے بہت سے لوگ جمع تھے۔ کچھ سردی کی وجہ سے چادریں لیے ایسے سہمے کھڑے تھے کہ ابھی چور باہر نکلیں گے اور پولیس والوں سے بھرپور لڑائی ہوگی۔

ہم حیران تھے کہ یہ سب اچانک کیا ہو گیا کہ پولیس اور سارے لوگ ہمارے گھر سے باہر دائرے بنا کر کھڑے ہیں۔ باہر آئے تو پولیس والوں نے پوچھا کہ چور آپ کے گھر آئے ہیں......؟؟

ہم رات کے وقت اس قسم کے حالات دیکھ کر پہلے ہی حیران و پریشان تھے کہ یہ ایک اور سوال ہم سے ہی ہوا تو ہم اور زیادہ حیران اور پریشان ہو گئے۔

نہیں! ہمارے گھر تو کوئی نہیں آیا......! ہم نے جواب دیا۔

آپ کے گھر سے آوازیں آ رہی تھیں اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی دیوار توڑ رہا ہے یا چھت میں ہتھوڑے کے ذریعے سوراخ کر رہا ہے......!

اوہ......! ہمارے منہ سے اچانک نکلا اور ہمیں پولیس والوں کو آلو کے پراٹھے بنانے کے لیے کوٹے جانے والے آلو دکھانے پڑے جن کے کوٹے جانے کی آواز سے وہ یہاں تشریف لائے تھے۔

ہمارا گھر پہلی منزل پر ہے اور نیچے بینک ہے۔ ایک صاحب نے وہاں سے گزرتے ہوئے آلو کوٹے جانے کی آواز سنی (جو رات کو سناٹے کی وجہ سے زیادہ بلند ہو رہی تھی) اور تھانے جا کر سنائی دینے والی آواز کو چوروں کی طرف سے دیوار توڑے جانے کی آواز سے ملا کر ایک لمبی سی ایف آئی آر درج کروا دی۔

پولیس نے وہاں موجود لوگوں کو یہ بات بتائی تو وہ ہنستے ہوئے گھروں کو لوٹے۔ مدرسے کے بچے بھی ایک دوسرے کو مذاق سے چور...... چور کی آوازیں دینے لگے۔

ان سب کے جانے کے بعد ہم پھر سے پراٹھے بنانے کی تیاری میں لگ گئے مگر پریشان تھے کہ لوگوں میں کسی بھی بات یا واقعے کی حقیقت جاننے کا شوق ختم ہو گیا ہے اور ایک عجیب عادت اور بھی بہت پھیل گئی ہے کہ بات چھوٹی سی ہو گی اور یہ جب کسی کو بتائیں گے تو اس واقعے کے ساتھ دو تین واقعے ملا کر ایسے سناتے ہیں کہ جیسے اس واقعے میں وہ بذات خود موجود ہوں۔ حالانکہ انہوں نے بھی کسی سے سن رکھا ہوتا ہے۔ پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا أَن تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات: 6)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمان لانے والے مسلمانوں کو سمجھا رہا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی شخص کسی بھی قسم کی خبر لائے تو اس کی تصدیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم وہ خبر آگے سے آگے پہنچا دو یا اس خبر سے متعلق کوئی فیصلہ کر ڈالو اور وہ فیصلہ غلط ہو اور اس سے کسی کو کوئی نقصان پہنچ جائے وہ پریشان ہو جائے اور اس کے بعد جب خبر کا بھید کھلے تو وہ خبر ویسے نہ ہو جیسے آپ نے سنی تھی۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بندے کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔

آخر کار ہمارے ناشتے کا سامان تیار ہو گیا اور ہم سفر کے لیے روانہ ہو گئے لیکن پورے سفر میں اور اس واقعے کو بیان کرنے تک ہم یہی باتیں سوچتے رہے سوچتے رہے اور سوچتے چلے گئے۔

(بدر سدید کراچی)

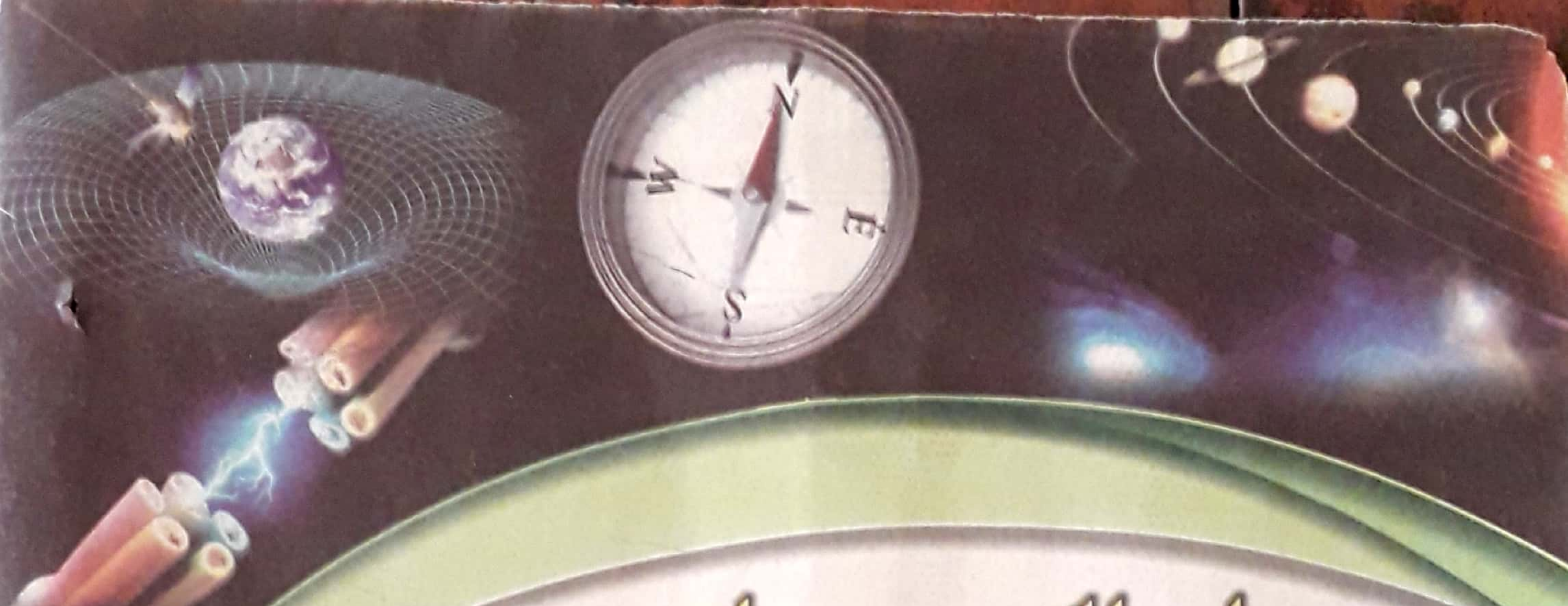

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جب اللہ کی زمین پر کوئی مسلمان کوئی کام کرتا ہے۔ تو اس کے ذہن میں اگر یہ بات ہو کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے تو وہ اس کام کو کرنے سے پہلے سوچے گا۔ ہے نا! جی ضرور سوچے گا کہ وہ کام اچھا ہے یا برا ہے۔ اگر برا ہوگا تو وہ اس کام سے باز آجائے گا اور اگر اچھا ہوا تو وہ خوشی سے کرے گا۔ جی! وہ ذات اللہ رب العزت کی ہے۔

اسی طرح موسموں کا تبدیل ہونا، دھند کا آنا اور ہمارا یہ بہانہ کہ آج ہم سکول نہیں جائیں گے۔ یہ آپ کے لیے ہی نہیں جب پہلے دن دھند آئی تھی تو ہم نے بھی چھٹی کر کے اس دن خوب انجوائے کیا تھا۔ پھر آج سے یہ بات یاد رکھنی ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو آیئے آج دیکھتے ہیں کہ دھند کیسے آتی ہے؟ بھلے اب نہیں آتی ہے لیکن اگلے سال تو آئے گی...... اس لیے ابھی سے سمجھ لیں کہ کیسے آتی ہے یہ دھند......؟

اچھا جی! اب ایک مثال پر غور کریں۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ پانی کی سطح سے پانی بخارات کی شکل میں اڑتا رہتا ہے، اس عمل کو عمل تبخیر کہتے ہیں۔ یہ بخارات ہوا کے اندر موجود ہوتے ہیں اور جب ٹھنڈے ہوتے ہیں تو پھر سے پانی کی شکل

اختیار کر لیتے ہیں۔

کیسے کرتے ہیں، دیکھ لیں۔ جب آپ گرمیوں میں ٹھنڈا پانی گلاس یا بوتل میں ڈالتے ہیں تو اس کے گرد پانی کے قطرے نمودار ہوتے ہیں۔ وہ کہاں سے آتے ہیں؟

وہ فضا میں موجود بخارات ٹھنڈے ہو کر بوتل کے ساتھ چپکتے ہیں۔ پتہ چلا کہ بخارات کیا ہوتے ہیں۔

اوہ دھند! تو لیں جی جب گرم ہوا ٹھنڈی ہوا سے ملتی ہے تو ان میں موجود بخارات پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے یعنی دھند کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ٹھنڈی اور گرم ہوا کہاں سے آئے گی تو وہ بھی سن لیں......!!

ایسی ہوا جو سمندر اور دریاؤں کے پانی کی سطح سے گزرے ٹھنڈی ہوا ہوگی اور جو ہوا صحرائی علاقوں سے آئے گی گرم ہوا ہوگی۔ جب یہ آپس میں ملیں گی تو دھند پیدا ہوگی۔ رہ گیا منہ سے دھواں تو وہ جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہم گرم ہوا منہ سے نکالتے ہیں جس میں پانی بخارات کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ جب وہ باہر ٹھنڈی ہوا سے ملتے ہیں تو بخارات پانی کی شکل یعنی مزید دھند جسے ہم دھواں کہتے ہیں بن جاتا ہے۔ تو یہ تھا دھند اور دھویں کا فلسفہ۔

(حافظ محمد انس سعید۔ فورٹ عباس)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

7 4 اپریل 2014ء / 4 جمادی الثانی 1435ھ

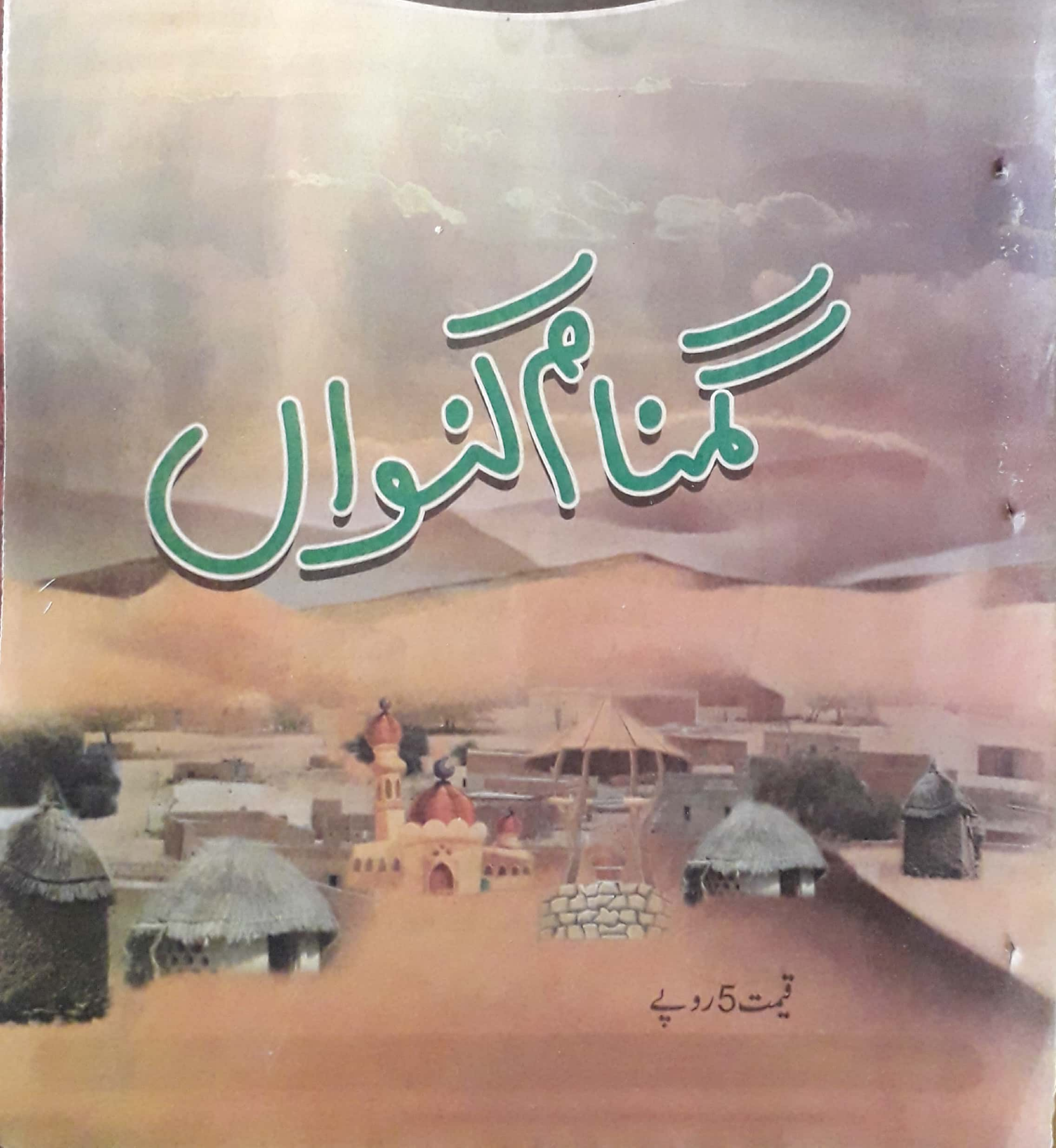

گمنام کنواں

قیمت 5 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ہدایت بخشے جنہوں نے نعمتِ ایمان پالینے کے بعد کفر کیا۔ حالانکہ وہ خود گواہی دے چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حق پر ہیں اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آ چکی ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی یہی جزاء ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔"

(آل عمران: ۱۸۶، ۱۸۷)

(عدیل اشرف، لیہ)

حدیثِ نبوی ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظرِ کرم نہیں فرمائے گا جو اپنی شلوار یا چادر وغیرہ "تکبر کے طور" پر ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے۔" (صحیح بخاری: ۵۷۸۸)

ایک روایت میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے ہی کو تکبر کہا گیا ہے، چاہے کپڑا لٹکانے والے کی نیت تکبر کی ہو یا نہ ہو۔ (مسند احمد: ۵/۶۴)

(حافظ منشاء بلال، خانیوال)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے اور اسے مزید بہتر کرنے میں کوشاں ہو۔ اللہ آپ سب سے اپنے دین کا کام لے لے۔ دعائیں تو ہم آپ کے لیے کرتے ہی رہتے ہیں اور آپ بھی کہتے تو یہی ہیں کہ دعائیں کرتے ہیں لیکن اب دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے، خیر چھوڑیں ان باتوں کو...... آپ کا نیا تعلیمی سال پھر سے شروع ہو رہا ہے۔ پھر سے نئی کتابیں، نیا بستہ اور بہت کچھ...... اور ایک ہر سال آپ کی دہرائی جانے والی بات کہ اس دفعہ خوب پڑھنا ہے...... کیونکہ آپ نے نمبر زیادہ لینے ہیں۔ لیکن اگر یہ "خوب" پڑھنے کی بجائے آپ روز کا کام روز کرتے جائیں اور ساتھ ہی ساتھ میں ساری پڑھائی کرتے جائیں تو یوں آپ کو امتحانات کے قریب جا کر خوب نہیں پڑھنا پڑے گا۔ اور آپ زیادہ وقت اللہ کے دین کی دعوت دے سکیں گے کیونکہ نعرہ تو اپنا ہم نے بھولنا نہیں...... بھلا کیا...... دین کے ہم لوگ سپاہی...... ایک اور بات کہ آپ کے سکول میں یا کلاس میں کچھ بچے ایسے ہوں گے جو نئی کتب نہ لے سکتے ہوں گے...... اگر آپ کچھ دوست مل کر اس کو نئی کتب خرید دیں تو یقیناً آپ کو انمول خوشی ملے گی۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو

والسلام

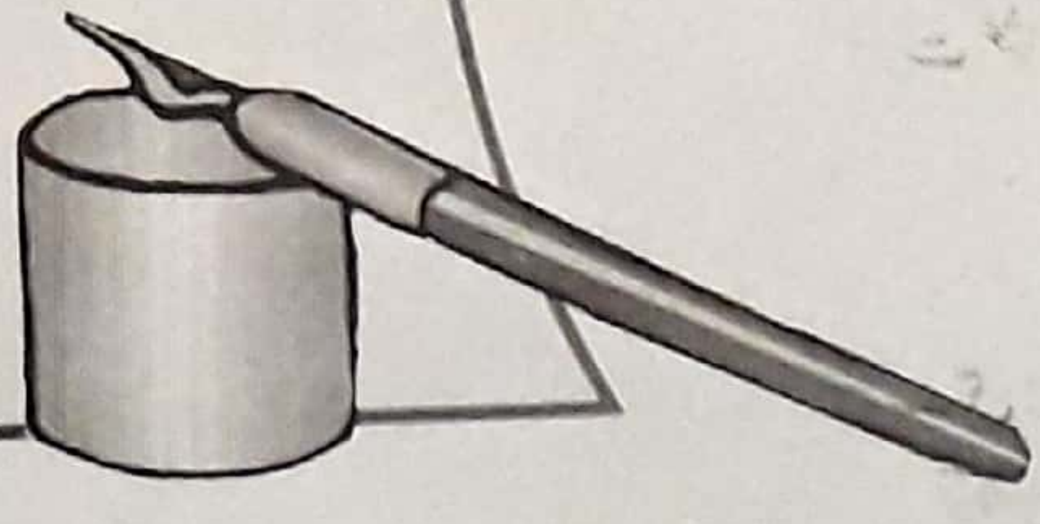

72- جو شخص کچھ کھلائے یا پلائے اس کے لیے دعا

ربنا

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ (مسلم: ۲۰۵۵)

"اے اللہ! جو مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اس کو پلا۔"

ابو حذیفہ محمد عمر (کوٹ راجہ)

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

بچے عہد زریں کے

ننھا مفسر قرآن

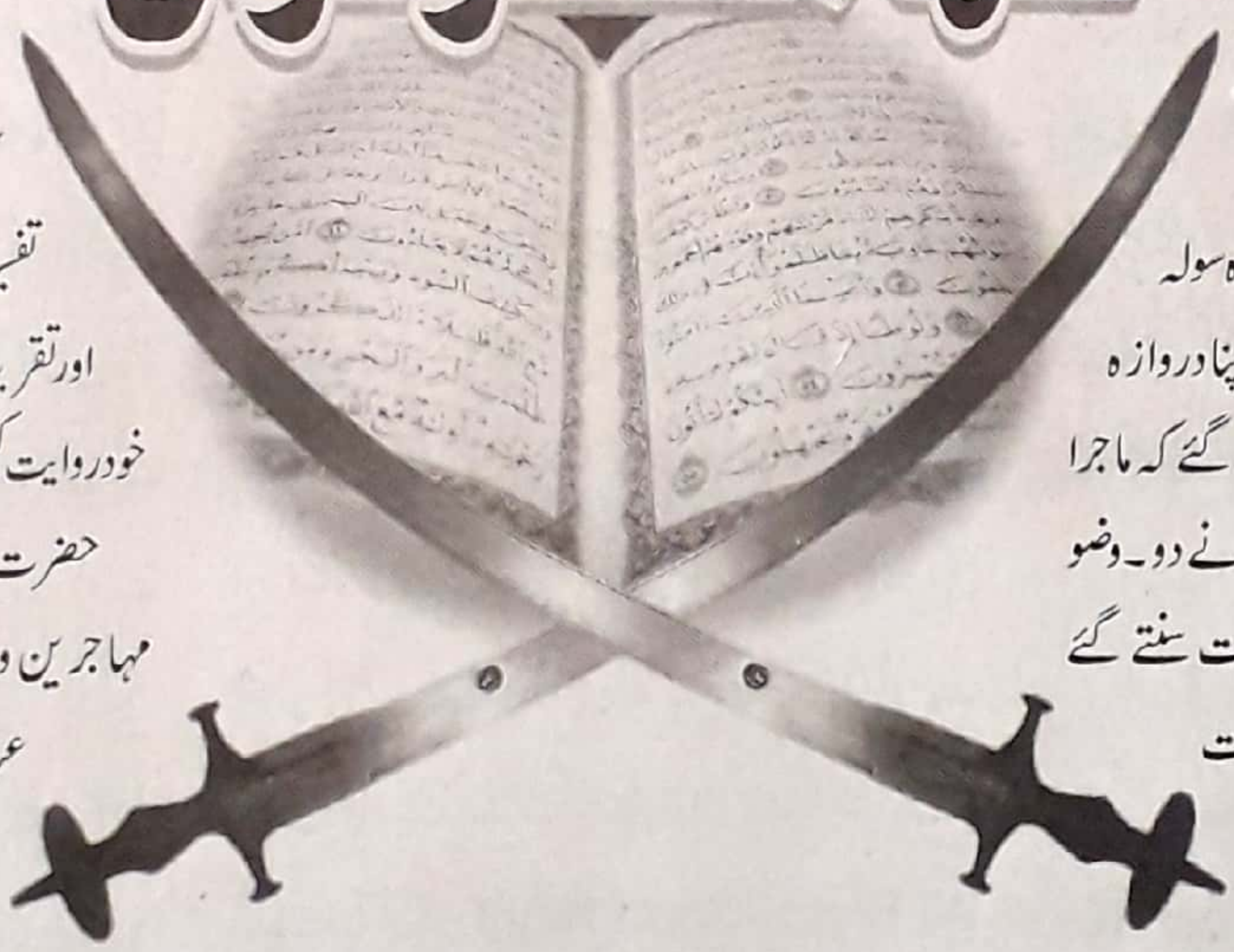

دروازے سے باہر لوگوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ ایک ہجوم تھا جو بڑھتا ہی جارہا تھا، بس بڑھتا ہی جارہا تھا۔ گلی میں اتنا رش تھا اب مزید کسی کے پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی۔ یہاں تک کہ آنے والوں کے لیے راستہ بھی بند ہو گیا تھا جو نئے لوگ آرہے تھے وہ سامنے والے گھر میں ٹھہرنے پہ مجبور تھے۔

عوام کا یہ اتنا سمندر اسی گلی میں کیوں امنڈ آیا تھا؟ کیا یہ لوگ کسی بڑی شخصیت کی زیارت کرنے کے لیے آئے تھے یا کہ یہاں کوئی خیرات تقسیم ہونی والی تھی؟

نہیں بھئی! ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ یہ لوگ تو علم کے پیاسے تھے جو اپنے اپنے سوالوں کے جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں لینے آئے تھے۔

ہاں! تو پھر کون تھا اتنا بڑا عالم اور فقیہ جس کے طالب علموں کی تعداد اتنی زیادہ تھی؟

جی ہاں! وہ مفسر اور محدث صرف پندرہ سولہ سال کا ایک لڑکا تھا...... جونہی انہوں نے اپنا دروازہ کھولا سامنے لوگوں کی کثیر تعداد دیکھ کر سمجھ گئے کہ ماجرا کیا ہے۔ فوراً بولے: ٹھہر جاؤ! مجھے وضو کرنے دو۔ وضو سے فارغ ہو کر وہ باری باری ہر ایک کی بات سنتے گئے اور بڑے پیار اور اعتماد سے سب کے سوالات کے جوابات دیتے گئے۔ وہ ہر مسئلے کی اتنی وضاحت کرتے کہ سننے والا نہ صرف مطمئن ہو جاتا بلکہ سوال کے علاوہ بھی ڈھیر ساری معلومات سمیٹ کر لے جاتا۔

یہ وہ وقت تھا جب رسول اللہ ﷺ کو ابھی چند ہی سال گزرے تھے اور بڑے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی موجود تھے پھر بھی سبھی لوگ اس نوعمر لڑکے سے تفسیر و حدیث سیکھنے آتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے دورِ خلافت میں اس نوجوان کو جید علماء کرام کی صف میں شامل رکھتے تھے۔ اس بات پر حیران ہو کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس بچے کو اتنی عزت دیتے ہیں' اس پر خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس بچے کی کم عمری کو مت دیکھو بلکہ اس کے علم کو دیکھو۔

وہ ننھا مفسر اور محدث رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے گھر پیدا ہوا۔ یہ ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے کی بات ہے۔ ولادت کے فوراً بعد اسے حضور اکرم ﷺ کی گود نصیب ہوئی۔ میرے حضور ﷺ نے اپنا لعاب مبارک اس نومولود بچے کی زبان پہ لگایا اور اس کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ رکھا۔ تاریخ نے اسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد رکھا۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچپن کے تیرہ سال نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گزارے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوتے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ...... آپ ﷺ سفر پر ہوتے یا پھر مسجد نبوی میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہر عمل کا غور سے مشاہدہ کرتے اور اتنی چھوٹی عمر میں ہی انہوں نے بہت سی باتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ ایک مرتبہ کم سن ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے وضو کے لیے پانی بھر کر لائے۔ آپ ﷺ ان کی یہ خدمت دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کندھے پہ پیار سے تھپکی دی اور یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ! اس بچے کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرمادے۔'' (بخاری)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے وقت میری عمر صرف تیرہ سال تھی اور میں نے قرآن کی تفسیر سیکھ لی تھی۔ رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ نے احادیث کا علم حاصل کرنے کے لیے بڑی کوشش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان سے حدیث کا جو بھی حصہ ملتا اسے یاد کرتے۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ رضی اللہ عنہ جب کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جاتے تو اس کے انتظار میں گھنٹوں تک اس کی چوکھٹ پہ کپڑا بچھائے بیٹھے رہتے۔ جب وہ صحابی رضی اللہ عنہ باہر نکلتا تو بڑا حیران ہو کر کہتا کہ آپ رضی اللہ عنہ تو رسول پاک ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ مجھے بلا لیا کریں۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ بڑا خوبصورت جواب دیتے کہ میں طالب علم ہوں' اس لیے مجھے ہی چل کر آنا چاہیے۔

پھر اسی طرح وقت گزرتا گیا اور ایک وہ وقت بھی آیا کہ جب بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مسائل دریافت کرنے کے لیے آنے لگے۔ چنانچہ قرآن کی تفسیر کا ایک بہت بڑا حصہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تقریباً 1660 احادیث ایسی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ نے خود روایت کیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ علم' سمجھ اور دانائی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ (بخاری)

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کا ہی اعتراف تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ کے منصب کے لیے نامزد کیا گیا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ عہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر اور اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ زندگی کے آخری حصہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی اور آپ رضی اللہ عنہ نے شہر طائف میں سکونت اختیار کر لی۔ ۷۱ سال کی عمر میں سن ۶۸ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور فرمایا کہ آج اس امت کا امام ربانی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(تحقیق وترتیب: ناصر محمود بیگ۔ ساہیوال)

پراسرار ملائیشین طیارہ

ہم بھی گزشتہ چندروز سے عالمی خبروں پر عقابی نگاہیں لگائے ہوئے ہیں۔ بات تو بس ایک ہی نظر آئی ہیکہ ''ساری دنیا کو سیاپا پڑا ہوا ہے''......سمجھ بھی کچھ نہیں آ رہا......زیادہ ترمما لک دانتوں میں انگلی لیے کھڑے ہیں۔ کچھ پراپیگنڈہ تو کوئی جناب چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے......سب ہی کو اپنے اپنے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

ہم تو خود پریشان ہیں کہ دنیا ''کملی'' کیوں ہوئی پڑی ہے؟؟ آئیے جی ہم بتاتے ہیں۔

پیارے بچو! دنیا میں ٹرانسپورٹ کا منظم ترین نظام صرف ''ہوائی جہازوں'' کا ہے۔

ائیر پورٹ سے ایک جہاز کے اڑنے سے اترنے تک زمینی کنٹرول روم فضا میں جہاز کو ہر طرح کی انسٹرکشن دیتا ہے۔ حتی کہ اس کو یہ بھی بتاتا ہے کہ آپ اپنی رفتار اتنی زیادہ یا کم کریں۔ جہاز کو اتنی بلندی پر لے جائیں۔ اور پھر جہاز کو اس سب کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر سکرین میں دیکھا بھی جا رہا ہوتا ہے۔

کنٹرول روم بھی ہر طرح کے حالات کے لیے تیار ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو کچھ انوکھا ہی ہوگیا ہے۔ بھلا کیا؟ کہ جہاز ہی گم ہو گیا ہے۔ اخبارات کو اشتہارات کی پڑی ہے ''گم شدہ ترین جہاز''۔

ننھے ننھے تارو! ہوا کچھ یوں ہے کہ ملائیشین ایئر لائنز کا بوئنگ 777 طیارہ نمبر MH370 ملائیشیا کے شہر کوالالمپور سے 8 مارچ کو ہفتے کی صبح 12 بج کر 41 منٹ پر چین کے دارالحکومت بیجنگ کے لیے روانہ ہوا۔ طیارے میں 153 چینی' 38 ملائیشین شہریوں کے علاوہ ایران' امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' انڈونیشیا' بھارت اور دیگر ممالک کے باشندے سوار تھے۔ طیارہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ پرواز کے 40 منٹ بعد ہی طیارے نے ایئر کنٹرول روم سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ اور آخر میں All Right -Good Night (سب ٹھیک ہے۔ شب بخیر)' کہہ کر اللہ حافظ ہو گیا۔ (ملائیشیا اور ویتنام کی سمندری حدود میں) دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر پھیل گئی کہ طیارہ گم ہو گیا ہے۔

تلاش شروع ہوئی......مگر تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ سطح سمندر پر تیل کے آثار ملے ہیں۔ اس کا مطلب طیارہ گم نہیں ہوا' ڈوب گیا ہے۔ لو جی! تبصرے شروع ہیں۔ آجا کے انہوں نے طالبان کا کارنامہ قرار دے دیا' اُن سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا اللہ معافی دے ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' ایسے جہاز اغوا کرنا تو ہمارے خوابوں میں ممکن ہے۔ خیر سمندر میں ڈوبنے کا کہہ تو دیا مگر یہ سن کر زمین ہی پاؤں سے نکل گئی کہ اتنے گھنٹے گزرنے کے باوجود مسافروں کے موبائل فون آن نکلے۔ دنیا نے کہا کہ پکڑو بھئی طیارہ گیا تو گیا کہاں؟ سبھی اسی سوال کا جواب تلاش کر رہے ہیں۔ ''زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا'' والی بات ہو گئی ہے۔

لو جی! امریکہ میدان میں اپنا بحری بیڑہ لے کر اترا کہ 24 گھنٹوں میں پتہ چل جائے گا کہ طیارہ کہاں ہے؟ مگر کچھ بھی خبر نہیں۔ تحقیقات شروع ہیں۔

آئیے! ان بیچاروں کی بھی سنیے......!

ان کا کہنا ہے کہ طیارے پر سوار نامعلوم دہشت گرد شخص نے ممکنہ طور پر کمپیوٹر سسٹم کی مدد سے طیارے کا رخ بحر ہند کی طرف موڑ دیا۔ کاک پٹ میں موجود اس شخص نے طیارے کا رخ موڑنے کے لیے 7 سے 8 کیز استعمال کی۔ ٹیم نے یہ بھی بتایا کہ طیارے کو ریڈار سے بچانے کے لیے اسامہ بن لادن کے پلان کی طرح کم بلندی پر اڑایا گیا۔ جس سے طیارہ کم از کم تین ملکوں کے ریڈار سے بچ نکلا اس مقصد کے لیے خطرناک فلائنگ ٹیکنیک "Lerroin Mesking" بھی استعمال کی گئی۔ مگر ایران اور چین کے مطابق ہمارا کوئی مسافر دہشت گرد نہیں۔

امریکی میڈیا نے انکشاف کیا ہے کہ جس صبح طیارہ غائب ہوا اسی صبح 6 بج کر 51 منٹ پر مالدیپ میں ایک طیارہ انتہائی نیچے پرواز کرتا دیکھا گیا ہے جو بھارتی

ریڈار کی نظر میں آ سکتا ہے مگر بھارتی فوجی افسر نے کہا کہ اسی وقت بھارتی ریڈار بند تھا۔ الجھن یہ ہے کہ کسی خودمختار ملک کی فضائی حدود کی نگرانی کسی بھی وقت کیسے بند ہوسکتی ہے؟؟"

جب کہ دوسری طرف پاکستان نے کہا کہ ہماری حدود میں کہیں بھی، کبھی بھی غیر قانونی طیارہ داخل ہو تو ایمرجنسی لگ جاتی ہے۔ لہٰذا طیارہ ہماری طرف آیا ہی نہیں۔

پیارے بچو! حیرت کی بات یہی ہے کہ طیارے کے متعلق حیرت انگیز تحقیقات معاملے کو اور بھی الجھا رہی ہیں۔ طیارے کے اچانک غائب ہوجانے پر کئی باتیں گردش کر رہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جہاز کو ہائی جیک کیا گیا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ دہشت گردوں کی طرف سے بم سے اڑائے جانے اور پائلٹ کی خودکشی یا جہاز کے برقی نظام کی ناکامی وغیرہ ....."یعنی جتنے منہ اتنی باتیں"......!!

ایک طرف تحقیقات کسی لائن میں نہیں لگ رہی تو دوسری طرف لاپتہ مسافروں کے لواحقین نے بھوک ہڑتال کی دھمکی بھی دے دی۔ مگر ملائیشیا اور گردونواح میں ہزاروں لوگوں نے جمع ہوکر لاپتا افراد کے لیے دعائیں کیں۔

پیارے بچو! آپ یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد 83 اور دنیا میں اب تک 136 طیارے اسی طرح غائب ہوچکے ہیں۔ جن کا کوئی اتا پتا ہی نہیں۔ 1972ء میں ایک طیارہ گم ہوا تو 72 دن بعد ملا۔ صرف چند لوگ ہی زندہ رہ پائے تھے جو اپنے ہی مسافر ساتھیوں کا گوشت کھا کر زندہ بچے۔

مگر یہ طیارہ ہے کہ سمجھ ہی نہیں آ رہا......!

حیرانگی ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا آپریشن شروع ہے جو ایک بہت بڑے جدید ترین جہاز کو تلاش کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے اور اس میں 29 ترقی یافتہ ممالک 30 لاکھ لوگ اپنے ہر طرح کے وسائل سمیت کے 59 سے زیادہ ہوائی جہاز اور تقریباً 45 بحری بیڑے لیے دن رات تلاش میں ایک کیے ہوئے ہیں۔ مگر تاحال طیارے کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

پہلے پہل تو ہم نے سوچا تھا کہ جہاز بچوں کی طرح بن بتائے کہیں سیر پر چلا گیا ہوگا' خود ہی آجائے گا۔ مگر ایک دن' دو دن بلکہ کئی ہفتے گزر گئے یہ طیارہ نہ آیا' طیارے کی تلاش اب چوتھے ہفتے میں داخل ہوچکی ہے۔ ہمیں بھی پریشانی ہوئی' ہم نے بھی دیکھا کیا دنیا اتنا کھپ رہی ہے' سارے ملکوں نے آٹا چھاننے کی طرح اپنے علاقے چھان مارے ہیں۔ جہاز پھر بھی نہیں مل رہا۔ اللہ ہی جانے اصل حقیقت کیا ہے؟

ننھے تحقیق کارو!

بڑی تحقیق جو اخبارات کی زینت بنی وہ یہ کہ جہاز کے پائلٹوں کے گھر سے تلاشی کے دوران کچھ سیمولیٹر ملے ہیں' جن میں بھارتی اور سری لنکن رن وے سمیت 5 رن وے پہ جہاز کو لینڈ کرنے کے سافٹ ویئر فیڈ ہیں اور امریکی بحری بیڑے کے نقشے ملے ہیں جس پر یہ جہاز کو آسانی سے لینڈ کرا سکتے ہیں۔ خدشہ ہے کہ طیارہ کو اسی امریکی بیڑے پہ لینڈ کیا گیا ہے اور نقشے سمیت ساری چیزیں پائلٹ کے پاس پہلے سے موجود تھیں جو اس کے گھر سے دیگر سامان کے ساتھ ملی ہیں۔ اب امریکی بیڑہ بھی طیارے کو تلاش کرنے کی بجائے واپسی کی راہ پر رواں دواں ہونے کو ہے۔ دنیا نے دل ہی دل میں ان حقائق کی روشنی میں یہ کہہ کر امریکہ کو ہی قصوروار ٹھہرا دیا ہے کہ "جو کروا رہا ہے امریکہ ہی کروا رہا ہے"

23 مارچ کی شام ملائشین وزیراعظم نے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے کہ "شک وشبہ سے بالاتر ہوکر کہا جا سکتا ہے کہ طیارے کے حادثے میں کوئی نہیں بچ سکا، آسٹریلیا کی سرچ ٹیمیں جہاز کے ممکنہ ملبے کے مقام کے قریب پہنچ جائیں گئیں مگر سوال ابھی بھی یہیں ہیں کہ یہ حادثہ کیسے پیش آیا؟ طیارے نے رخ کیوں تبدیل کیا؟ اپنے روٹ سے سینکڑوں میل دور کیسے تباہ ہوا......؟ دہشت گردی ہوئی یا اغوا......؟ یا پائلٹ نے جان بوجھ کر ایسا کیا......؟ وغیرہ وغیرہ"

گلوبل ویلیج کہلانے والی دنیا میں موبائل فون کے سگنل سے جگہ کا پتا چلا لیا جا سکتا ہے اور یہاں تو جدید ترین ترقی یافتہ ممالک نے تو یہاں تک بھی کہا تھا کہ ہم زمین وسمندر کی طہ میں سے سوئی تک بھی ڈھونڈ سکتے ہیں وہ بھی فضاء سے۔ یہاں تو اتنے بڑے دیوہیکل جسامت والے جہاز کو نہ تو ڈھونڈ سکے،

مگر جہاز کا اتا پتا نہ کوئی خبر آخر کار انہوں نے آخری امید کے طور پر ساری دنیا کے جادوگروں، کاہنوں نجومیوں کو طیارے کی تلاش کے سلسلے میں مدد کیلئے پکارا...... پھر ساری دنیا پر ان کے جھوٹا ہونے کے پول ہی کھل گئے جب انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے آگے اندھیرا آجاتا ہے۔ ویسے بھی ایسے لوگوں کی زندگیوں میں اندھیرا ہی ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اندھیرا ہی ہے۔"

تو پیارے ننھے منے بچو! اصل میں نا! اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک کتاب ہے۔ جس میں کسی چیز کے وجود میں آنے سے بھی پہلے اس کی (قسمت) تقدیر اس کتاب میں لکھی جا چکی ہوتی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو ایک سیکنڈ بھی لیٹ کیے بغیر اس کا انجام ہوجاتا ہے۔ پھر ساری دنیا بھی مل کر اللہ کے فیصلے کے آگے کیا کر سکتی ہے؟؟ ہاں جی! مگر تقدیر کو صرف دعا بدل سکتی ہے۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ حافظ

(حافظ ابوبکر ادریس)

گلدستہ روضہ

تین خصلتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ہوں گی وہ ان کی بدولت ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس کرے گا۔''

ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے سب سے بڑھ کر محبوب ہوں، دوم جس شخص سے محبت و تعلق رکھے صرف اللہ کے لیے رکھے، سوم ہدایت پا لینے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو ایسے ناپسند اور برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو۔'' (بخاری و مسلم)

(نورین سلیم۔ بوریوالہ)

جھوٹ بولنے سے فرشتے دور چلے جاتے ہیں

جھوٹ منافق کی علامت ہے۔ شریعت میں جھوٹ کی بہت زیادہ مذمت آئی ہے۔ جھوٹ کے جہاں اور بہت زیادہ نقصان ہیں، وہاں ایک خرابی یہ ہے کہ جھوٹے انسان سے فرشتے دور بھاگتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی بدبو سے فرشتے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ فرشتے پاکیزہ روحوں کے مالک ہیں۔ نافرمانی اور برائی ان کی فطرت اور سرشت ہی میں نہیں اور جب بندہ جھوٹ بولے تو انہیں اتنا برا لگتا ہے کہ جھوٹ کی بدبو سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

(اخت محمد عمران امجد، ڈھرانوالہ)

اللہ کن کو ناپسند کرتا ہے؟

☆......اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ (البقرہ:190)

☆......اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔ (البقرہ:205)

☆......اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔ (البقرہ:276)

☆......اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور بگھار بکھیرنے کو پسند نہیں فرماتا۔ (النساء:36)

☆......یقیناً دغاباز، گناہگار اللہ تعالیٰ کو اچھا نہیں لگتا۔ (النساء:107)

☆......اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں کرتا۔ (المائدہ:64)

☆......بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف:31)

☆......اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (الانفال:58)

☆......اللہ تعالیٰ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (النحل:23)

(حافظ ابوبکر صدیق طارق، مغلپورہ لاہور)

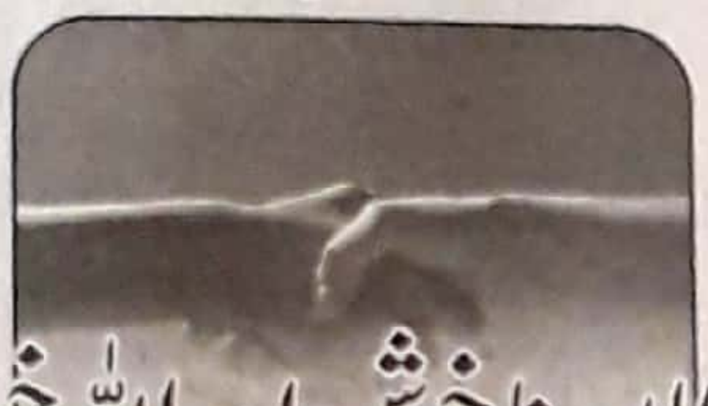

شیطان ناخوش اور اللہ خوش

6 چیزیں شیطان کو بہت ناخوش اور تکلیف دیتی ہیں جبکہ ان 6 چیزوں سے اللہ رب العزت بہت خوش ہوتے ہیں۔ لہٰذا ساتھیو! اللہ کو خوش کرتے ہوئے ہمیں ''6'' کام ضرور کرنا چاہیے۔ تاکہ شیطان ناخوش ہو جائے اور ہم سب خوش ہوں۔

① بسم اللہ پڑھنا۔ ② سلام میں پہلا کرنا۔

③ مسواک کرنا۔ ④ استغفار کرنا۔

⑤ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

اور ⑥ ان شاء اللہ کہنا۔

(سمیعہ شاہین۔ قصور)

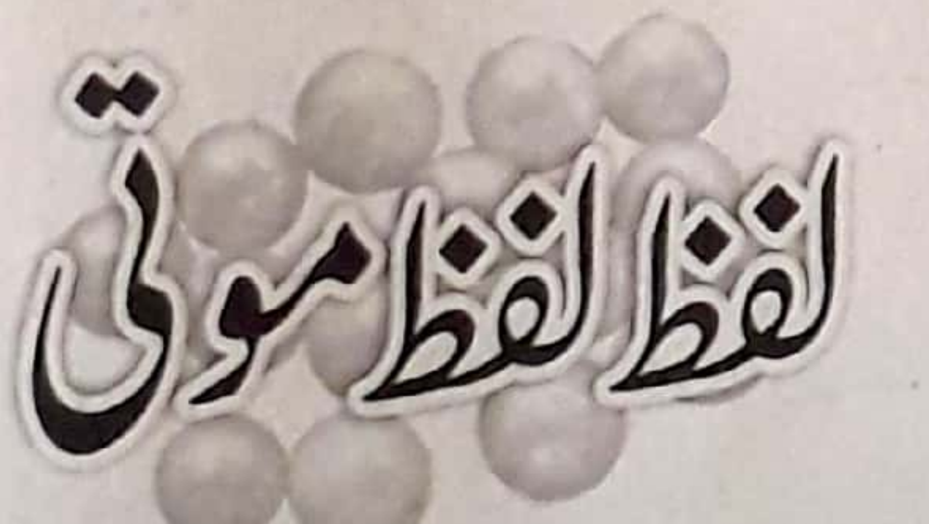

لفظ لفظ موتی

☆......عظیم وہ ہے جس کے دل میں دوسرے کے لیے درد کا احساس ہو۔

☆......دوست کو اپنے سے اتنا ہی آگاہ کرو کہ اگر وہ دشمن بن جائے تو تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔

☆......دوست کو خلوص دو مگر راز نہ دو کیونکہ دنیا میں بہت کم لوگ اعتماد کے قابل ہوتے ہیں لیکن ہم جان نہیں پاتے۔

☆......ایسی دولت کو قبول نہ کرو جو تمہیں اپنوں سے دور کر دے۔

زیادہ خوشی کس بات کی؟

خیبر فتح ہو چکا تھا۔ دو بڑے بحری جہاز مہاجرین کو لے کر حبشہ مدینہ آئے۔ ان مہاجرین میں آپ ﷺ کے چچازاد بھائی جعفر ابن ابی طالب بھی شامل تھے۔ یہ مہاجرین مکہ والوں کے ظلم سے تنگ آ کر حبشہ چلے گئے تھے۔ جب یہ مہاجرین واپس آنے لگے تو وہاں کے بادشاہ نجاشی نے ان کو الوداع کیا، تو اس نے مہاجرین مسلمانوں کو نصیحت کی اور کہا کہ: اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے پہلے میرا اسلام کہنا نہ بھولنا۔

اس قافلے میں ایک چھوٹی سی بچی بھی موجود تھی۔ اس چھوٹی سی بچی نے اس بات کو یاد کر لیا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے پہلے نجاشی کا سلام کہوں گی۔ ادھر آپ ﷺ مدینہ کے باہر نکلے اور حبشہ سے آنے والے مسلمانوں کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ اس دن بہت خوش تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے' آج مجھ کو پتہ نہیں چل رہا کہ مجھ کو کس بات کی زیادہ خوشی ہے۔ خیبر فتح ہونے کی یا مہاجرین حبشہ کے آنے کی۔

ادھر چھوٹی بچی سلام کہنے والی بات نہیں بھولی تھی۔ اس چھوٹی بچی نے مسکراتے ہوئے سب سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کو نجاشی کا سلام پہنچا دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس چھوٹی بچی کو پیار کیا اور اس کی کنیت ام خالد رضی اللہ عنہا رکھ دی۔

یہ ننھی بچی کا نام امتہ بنت خالد تھا اور یہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔ ام خالد رضی اللہ عنہا نے اپنا بچپن حبشہ میں گزارا اور ہجرت کے وقت اپنے والد کے ساتھ تھیں۔

نبی کریم ﷺ اس بچی سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک بار کہیں سے کچھ کپڑے آئے۔ آپ ﷺ ان کپڑوں کو تقسیم کر رہے تھے۔ ان کپڑوں میں ایک خوبصورت کپڑا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کپڑے کو ہاتھ میں لے لیا اور کہا، کون اس کپڑے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ ہر کوئی سوچ رہا تھا کہ کون خوش نصیب ہے؟ کہ آپ ﷺ جس کو یہ کپڑا دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوٹی بچی ام خالد رضی اللہ عنہا کو میرے پاس لے کر آؤ۔ ایک صحابی گئے اور ام خالد رضی اللہ عنہا کو لے کر آ گئے۔ آپ ﷺ نے یہ کپڑا خود اپنے ہاتھ سے بچی کو پہنایا اور ساتھ دعا دے رہے تھے۔ اے ام خالد! یہ کپڑا تجھ کو بہت اچھا لگ رہا ہے۔

چھوٹی بچی یہ تحفہ ملنے پر بہت خوش تھی۔ آپ ﷺ نے ام خالد رضی اللہ عنہا کو یہ دعا دی کہ یہ کپڑا بہت لمبے عرصے تک تم استعمال کرو اور لمبی عمر تک زندہ رہو۔

اللہ کے رسول ﷺ کی اس ننھی بچی ام خالد رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ دعا قبول ہوئی۔ انہوں نے لمبی عمر پائی اور تمام صحابیات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے آخر پر وفات پائی۔ (حوالہ: بخاری: ۵۸۴۵۔ ابی داؤد: ۴۰۲۸)

(ارسلان ناصر۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

نیویں مسجد

ننھے ساتھیو!

یقیناً مساجد مسلمانوں کے لیے اہم ترین مقامات ہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دیں گے۔ جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے...... مسجد امن وامان کی جگہ ہے۔

دنیائے اسلام میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں مساجد ایسی ہیں جو یادگار مشہور ترین اور فن تعمیر میں بے مثال ہیں...... مسجد الحرام...... مسجد نبوی ﷺ اور دیگر کئی مساجد کے توسیعی منصوبے اور فن تعمیر حیران کر دیتے ہیں......

آج ہم آپ کو لاہور میں واقع نیویں مسجد کے بارے میں بتاتے ہیں جو تقریباً 500 سال قدیم ہے...... یہ مسجد فن تعمیر کا قابل دید نمونہ ہے۔ اس مسجد کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ مسجد سطح زمین سے 30 فٹ گہرائی میں تعمیر کی گئی۔ مسجد کی عمارت' محراب ومنبر' صحن' غسل خانے زمین کی سطح سے بہت نیچے واقع ہیں۔ مسجد میں پہنچنے کے لیے نمازی سیڑھیاں اتر کر نیچے جاتے ہیں۔ وضو کا بہترین نظام اور انتہائی گہرائی میں ہونے کے باوجود بھی نکاسی آب کا شاندار نظام قائم کیا گیا ہے اور یہ نظام پانچ سو سال سے اسی طرح کام کر رہا ہے۔ مسجد کا صحن 46 فٹ مربع ہے جس کے آگے ایوانِ مسجد کے اندر چوڑی چوڑی محرابیں ہیں' جن پر تین پیچ دار گنبد تعمیر کیے گئے ہیں۔ پانی کی نکاسی کے لیے جو دو غرقیاں بنائی گئی ہیں' وہ کنواں نما ہیں۔ چھوٹی غرقی 35 فٹ گہری اور بڑی تقریباً 40 فٹ گہری ہے۔

اس مسجد کو لودھی خاندان کے دورِ اقتدار میں جو (1448ء تا 1526ء) ہے، میں ایک امیر ترین شخص جس کا نام ''ذوالفقار'' تھا، نے تعمیر کروائی تھی۔ مسجد گہرائی میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک انوکھی حیثیت رکھتی ہے۔ 500 سالوں میں اس مسجد کی کئی بار تعمیر و مرمت ہوئی اور ماضی قریب میں اس کی مرمت 2005ء میں مکمل ہوئی۔ ساری مسجد کو خوب صورت ٹائلوں سے سجایا گیا ہے۔ یہ مسجد آج بھی مکمل آباد اور فن تعمیر کے خوب صورت نمونے اور ماضی کی یادیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

''اور بے شک مساجد اللہ کے لیے ہیں پس اللہ کے سوا کسی کو نہ پکاریں۔'' (القرآن)

(انتخاب: جویریہ بتول۔ چکوال)

بستی میں موجود سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ مسلمانوں نے اپنی مسجد میں نوافل ادا کیے اور ہندوؤں نے اپنے آشرم میں جا کر پوجا کی۔

مسلمانوں نے اللہ کا نام لے کر کنواں کھدوانا شروع کیا۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی اور کنویں کا پانی میٹھا نکل آیا۔

جیسے ہی لوگوں کو پتہ چلا کہ پانی میٹھا نکل آیا تو بستی والوں نے خوشی کے مارے مٹھائیاں تقسیم کیں۔

کنواں تعمیر ہو گیا تو کنویں پہ سنگ تعمیر والی تختی لگانے کی باری آئی تو جس مہمان بزرگ نے اخراجات ادا کیے تھے 'ان کے نام پہ کنویں کا نام رکھنے لگے تو اس نیک بزرگ نے منع کر دیا اور پھر اس کنویں کا نام ''گمنام کنواں'' رکھ دیا گیا ۔اس گمنام کنویں کو مجھے بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ہم نے نزدیک جا کر اس میں جھانکا تو اتنا گہرا کنواں تھا' میں نے کبھی اپنی زندگی میں اتنا گہرا کنواں نہیں دیکھا۔ اس علاقے میں تقریباً دو سو تیس فٹ کے قریب گہرے گہرے کنویں ہوتے ہیں مگر علاقوں میں ساٹھ ستر فٹ گہرے کنویں ہوتے ہیں۔

پیارے بچو! یہ علاقہ پاکستان کے صوبہ سندھ میں ''تھرپارکر'' کا علاقہ ہے۔ یہ تو ایک کنویں کی کہانی ہے۔ تھرپارکر کے سولہ لاکھ لوگ اسی طرح میٹھے پانی کو ترس رہے ہیں۔

ہمیں اس طرح کچھ اور علاقوں میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بہت سارے لوگ کڑوا پانی پیتے ہیں۔ تھرپارکر کی تحصیل چھاچھرو میں گئے۔ وہاں کی ایک گوٹھ ڈبر شاہ کے لوگ بتا رہے تھے' ہمارے پاس میٹھے پانی کی نعمت موجود نہیں۔

پیارے بچو! آپ کو پتہ چلا ہوگا ۔سینکڑوں بچے ان دنوں تھرپارکر میں بیمار ہو کر موت کی آغوش میں جا سوئے ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف نامناسب کڑوا پانی اور خوراک کی قلت ہے۔ بچوں میں ''ڈائریا'' اور دیگر موذی بیماریاں لگ گئی ہوئی ہیں جس وجہ سے موت ہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے۔

وہاں کتنے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے شاید ہسپتال تو دور کی بات کبھی شہر کا منہ نہیں دیکھا۔ تھرپارکر میں بیماری کی سب سے بڑی وجہ صرف اور صرف ''بھوک'' ہے۔ میں نے زندگی میں اتنے غریب لوگ نہیں دیکھے۔ اتنے دور دراز علاقوں میں نہ تو تعلیم کی سہولت اور نہ ہسپتال ۔بس جانوروں پہ ہی گزر بسر ہوتی ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو یہ لوگ زمین میں بیج ڈال دیتے ہیں تو کچھ تھوڑی بہت خوراک حاصل کر لیتے ہیں۔

تھرپارکر میں کثیر تعداد میں ہندو آباد ہیں۔ ہندوؤں میں رہتے ہوئے مسلمان بھی دین سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ یوں سمجھیں ان لوگوں کے پاس نہ دین ہے' نہ دنیا۔ مگر اللہ کے فضل اور احسان سے ''فلاح انسانیت فاؤنڈیشن'' تھرپارکر میں پندرہ سالوں سے کام کر رہی ہے اور ایک ہزار کے قریب واٹر پروجیکٹ مکمل کر چکی ہے۔ اس کے علاوہ ان دنوں بھی اللہ کے فضل سے سب سے زیادہ جس تنظیم نے لوگوں کو سب سے زیادہ ریلیف دیا وہ فلاح انسانیت فاؤنڈیشن ہے اور فلاح انسانیت کا یہ اعزاز ہے کہ یہ بلا امتیاز ہندو اور مسلم تمام لوگوں کی خدمت کر رہی ہے۔

ہماری تمام بچوں سے درخواست ہے کہ تھرپارکر کے بلکتے بچوں اور انسانیت کی خدمت میں پیش پیش فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کا بھرپور ساتھ دیں۔

تھرپارکر کے لوگوں کے احوال کو دیکھیں۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کی طرف نگاہ دوڑائیں تو یہ بھوک وافلاس بالکل تھوڑی نظر آتی ہے۔ نبی ﷺ کا وہ گھرانہ تھا ۔اماں عائشہ ؓ فرماتی ہیں دو دو مہینے گزر جاتے آپ ﷺ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ کوئی ایسا غریب نہیں جس کے گھر میں دو ماہ تک کھانا نہ پکے۔

انس ؓ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کو اتنی زیادہ بھوک لگتی تھی کہ آپ ﷺ کی آواز سے نقاہت سے ہم آپ ﷺ کی بھوک کی شدت کا اندازہ لگایا کرتے تھے۔ خندق کے موقع پر سب صحابہ کرام ؓ نے بھوک کی وجہ سے ایک ایک پتھر باندھا تھا مگر آپ ﷺ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔

مندرجہ بالا واقعات سے آپ ﷺ کو غریب پیش کرنا مقصود نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو وہ شخص تھے کہ اماں عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں صبح کے وقت ایک لاکھ دینار آیا مگر شام تک ختم ہو چکا۔ گھر والوں نے روزہ رکھا تھا۔ اماں عائشہ ؓ لونڈی کو کہتی ہیں کہ افطاری کا سامان تیار کرو۔ لونڈی کہنے لگی گھر میں کچھ کھانے کو موجود نہیں۔ آپ ؓ نے فرمایا: صبح تو ایک لاکھ دینار آئے تھے۔ فرمایا: تو سب کے سب آپ ؓ کے کہنے پر غرباء میں تقسیم کر دیئے۔

اللہ اکبر! آپ ﷺ کی سخاوت کے ایسے ہزاروں واقعات سے تاریخ بھری پڑی تھی۔ آپ ﷺ کی سخاوت کا تو یہ حال تھا کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے یہ احد پہاڑ اگر سونے کا بن جائے تو تین دن سے زیادہ وقت نہ لگے تقسیم کر دوں اور پہاڑ آٹھ میل لمبا ہے۔ چوڑائی کا اندازہ خود کر لیں......!!

مندرجہ بالا کنویں کی کہانی میں کنواں تعمیر کروانے والے بھی فلاح انسانیت کے بزرگ تھے۔ جب کنویں کا افتتاح ہوا تو بستی کے لوگوں نے ایک پروگرام رکھا جس میں فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے چیئرمین نے درس دیا۔ دور دور سے لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر پروگرام سننے کے لیے آئے اور ہندوؤں نے کہا ہم بھی آپ کے پروگرام میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو مسجد کے باہر ان کے لیے بھی انتظام کیا گیا تو ہندوؤں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

اللہ کی قسم! آج تھر کے ہندو فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے رضاکاروں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ جوڑ کر شکریہ ادا کرتے اور کہتے ہیں ''تمہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ہر مصیبت میں ہماری مدد کی''۔ یاد رہے 2011ء میں انہی علاقوں میں بڑا سیلاب آیا تھا۔ تب فلاح انسانیت کے لوگوں نے ایسے ہی خدمت کی تھی۔ جیسے اب کر رہے ہیں۔

آج اللہ کے فضل و کرم سے فلاح انسانیت فاؤنڈیشن نے نبوی ﷺ منہج کے مطابق لوگوں کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت بھی کھڑی کر رہی ہے۔

آیئے! فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر لوگوں کی دنیا و آخرت کو سنواریں اور اپنے رب کے ہاں سرخرو ٹھہریں۔

نبیل غنی۔ مسئول الحمدیہ روضہ سوسائٹی حیدرآباد

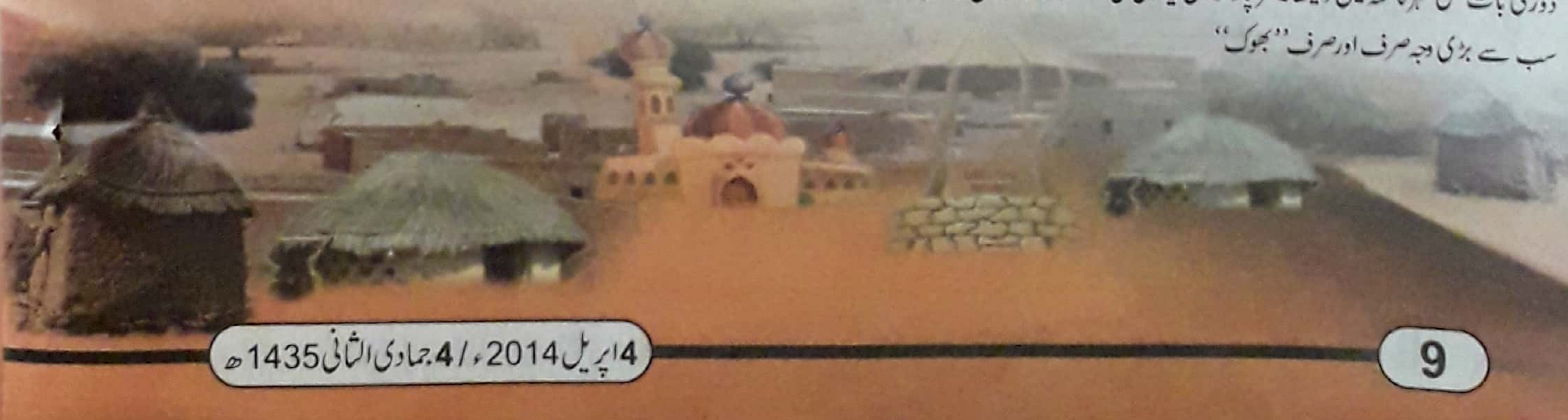

☆.....اگر اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ ہو تو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

☆.....خود کو چاند کی طرح بناؤ جو دوسروں کو روشنی دیتا ہے۔ مگر داغ اپنے سینے تک ہی رکھتا ہے۔

☆.....کسی کا دل مت دکھاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے آنسو تمہارے لیے سزا بن جائیں۔

(عمارہ وحید۔سمندری)

پسندیدہ اشعار

حق بات کہنے سے مومن رک نہیں سکتا
کٹ سکتا ہے سر خدارا مگر جھک نہیں سکتا

نادان ہیں جو رکھتے ہیں امید کسی پر
اک ذات خدا کے سوا' کوئی کسی کا نہیں ہوتا

وقت سب کو ملتا ہے' زندگی بدلنے کے لیے مگر
زندگی دوبارہ نہیں ملتی' وقت بدلنے کے لیے

قرآن کی صدا ہے فرصت ملے تو پڑھنا مجھے ضرور
میں نایاب الجھنوں کے حل کی مکمل کتاب ہوں

(حافظ احتشام الحق۔جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

اسلام میں سب سے پہلے

☆.....مدینہ منورہ پہنچ کر جو مسلمان مہاجرین کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر پھینکنے والے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....سب سے پہلے جن یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ سے لڑائی کی وہ بنو قینقاع تھے۔

☆.....سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے سریہ حمزہ میں جھنڈا تیار کیا تھا۔

☆.....سب سے پہلے جو لفظ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نازل ہوا وہ "اقراء" ہے۔

☆.....سب سے پہلے پھانسی پر چڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے پڑھی تھی۔

☆.....سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے جس غزوہ میں شرکت کی وہ غزوہ "ابواء" تھا۔

☆.....سب سے پہلے جس شخص کو لشکر کا امیر بنایا گیا وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....سب سے پہلے جس خاتون کو شہادت نصیب ہوئی وہ حضرت سمیعہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

☆.....سب سے پہلے جس چیز کو منسوخ کیا گیا وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

☆.....سب سے پہلے آپ ﷺ کے انتقال کے بعد اہل بیت میں سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا۔

☆.....سب سے پہلے جس نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی وہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....قرآن حکیم کی سب سے پہلی نازل ہونے والی سورۃ "علق" ہے۔

☆.....دنیا کی سب سے پہلی مسجد' مسجد الحرام ہے۔

☆.....دنیا میں سب سے پہلے آنے والے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

(انتخاب: ابو رضوان جاوید۔بدھلہ سنت ملتان)

دانت

دانت ہمارے کھانے کے نظام کا حصہ ہیں۔ خوراک چبانے کے لیے ہمیں دانتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو خوراک ہم کھاتے ہیں' نگلنے سے پہلے دانتوں کی مدد سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑتے ہیں۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ منہ میں دانتوں کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے۔ پوری زندگی میں دانت دو مرتبہ اگتے ہیں' پہلی بار اگنے والے دانتوں کو دودھ کے دانت کہتے ہیں۔ جو چھ سال کی عمر سے جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کی جگہ دوبارہ اگنے والے دانت مستقل یا پکے دانت کہلاتے ہیں۔ دودھ کے دانتوں کی تعداد 20 ہوتی ہے جبکہ مستقل دانت 32 ہوتے ہیں۔

اگر ہم احتیاط برتیں تو یہ دانت ساری عمر قائم رہ سکتے ہیں۔ ہمارے دانت اینمل (Enamal) کی موٹی اور سخت تہ سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ دانتوں کی چار اقسام ہیں۔ جن کے نام Incisors (سامنے کے کاٹنے والے دانت) Canines (نوکیلے دانت) Premolars (چھوٹی داڑھیں) اور Molars (داڑھیں) ہیں۔ سامنے کے 12 دانت Premolars اور Molars ہوتے ہیں۔ یہ خوراک توڑنے اور پیستے ہیں تاکہ وہ آسانی سے ہضم ہو سکے۔ صحت مند مسوڑھے بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے صحت مند دانت۔ یہ دانتوں کو اپنی جگہ برقرار رکھتے ہیں۔

(سعدیہ محمدی۔ہارون آباد)

حمد باری تعالیٰ

اے خدا تو ہی ہے جس نے کرم کیا
عصیاں سے بھرے میرے دامن کو ختم کیا
سایہ فگن دامن رحمت ہے تیرا کل عالم پر
تیری بے پایاں رحمت کے سامنے یہ عرب وعجم کیا
اللہ کی دہلیز پہ سر خم کر کے اغیار سے رشتہ توڑا
دغائے شیطان کے عوض اللہ نے مجھ سے دور غم کیا
باطل کا نظام ازل سے اسلام کے سامنے نہ ٹھہر سکا
اسلام کے نظام کو تو نے جو نظم کیا
شاد ہیں جو ہم بھلا کر پیمان الست
درحقیقت ہم نے اپنی جان پر سب وشتم کیا
اے خدا تیرا وصاف سے کون مقابلہ کر سکے
اک کن پر ہوگیا جس کا تو نے ختم کیا

(محمود الحسن قیصرانی۔ڈیرہ غازیخان)

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

پیارے بچو! آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

یہ 26 دسمبر 2004ء کی بات تھی۔ ایشیاء میں انڈونیشیا کی ریاست سماٹرا سے 55 میل دور بحر ہند کی سطح سمندر سے 6 میل نیچے ایک طوفان پیدا ہوا' اس نے اونچی اونچی لہروں کو جنم دیا (جنہیں سونامی کہتے ہیں) یہ سونامی لہریں 600 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سماٹرا کے صوبے بندا چے کے ساحل پر پہنچی اور اس شہر کو پوری طرح برباد کر دیا اور پھر یہ لہریں دائرے کی صورت میں ملائیشیا' تھائی لینڈ' برما' بنگلہ دیش سے ہوتی ہوئی ایک سے دو گھنٹے میں سری لنکا اور بھارت پہنچیں۔ 4 گھنٹے میں مالدیب اور 7 ویں گھنٹے میں صومالیہ' کینیا' شیلز اور تنزانیہ کے ساتھ ساتھ جنوبی مغربی افریقہ میں بھی تباہی پھیلاتے ہوئے لاکھوں لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنیں۔

آپ حیران ہوں گے اتنی تباہی؟ جی جی! یہ لہریں گھروں' علاقوں پر سے 25 فٹ کی اونچائی سے گزر گئی تھیں۔ ہر چیز تہس نہس ہو کر بہہ گئی یوں تاریخ میں سونامی نے بڑی تباہی کو جنم دیا۔

پیارے تارو! اتنی تباہی پھیلانے والے سونامی کے آنے کا طریقہ واردات بھی ذہن نشین کر لیں کہ یہ سونامی کیوں آتا ہے؟ اور کیسے تباہی کے لیے تیار ہوتا ہے؟ یعنی سونامی کی سائنس کیا ہے؟ یہ بھی سن لیں۔

پیارے بچو! یہ جاننے کے لیے زمین کی ساخت پر غور کریں جس طرح زلزلے آتے ہیں نا! اسی طرح یہ سونامی آتا ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں ''زلزلے کیوں آتے ہیں'' میں نے سبھی کو تفصیل سے بتایا تھا نا! کہ زمین کی بالائی سطح کو قشر کہتے ہیں۔ اس کی گہرائی 35 سے 70 کلومیٹر ہوتی ہے۔ اسی طرح زمین کی

سونامی کیوں آتا ہے......؟

دوسری اور تیسری تہہ ہے اور آخر میں زمین کا مرکز جو سوا تین ہزار میل گہرا ہے۔ آ گیا نا یاد جی!

اس میں پگھلے ہوئے مادے میگما (Magma) کی طغیانی ارضیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے اچانک تیز پڑتی ہے تو پلیٹیں آپس میں ٹکراتی ہیں اور زیرزمین سمندر میں غیر معمولی توانائی یا دباؤ پیدا ہوتا ہے جو ارد گرد کی چٹانوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ اسی طرح زمین کے بعض جزیرے سمندر میں غرق اور بعض حصے ابھر کر نئے جزیرے بن جاتے ہیں۔ جیسے گوادر میں بنے تھے۔

ننھے بچو! یہ توانائی زبردست دھماکوں اور خوفناک گڑگڑاہٹ کی صورت میں پلیٹوں کی دراڑوں پر آباد بستیوں میں زلزلہ اور سمندری سطح پر سونامی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور پانی میں شدید طغیانی پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات تو سمندر بے قابو ہو کر کئی سوفٹ اونچی لہریں بنا کر ایک لمحے میں ہی کسی بھی ساحلی شہر کو تہس نہس کر دیتا ہے۔

بچو! کیا آپ کو پتہ ہے کہ اس طوفان کا نام سونامی کیوں پڑا؟

نہیں تو لیں جی یہ بھی بتا ہی دیتے ہیں۔

اصل میں نا بحراوقیانوس اور بحرالکاہل کے جزائر اور جاپانی جزائر کے لوگوں کو ایسے زیر آب زلزلوں نے بڑا ہی کھپایا تو جاپانیوں نے ان پہاڑوں کی مانند بلند و بالا لہروں کو ''سونامی'' کا نام دے دیا۔

تو پیارے بچو! پانی اللہ تعالیٰ کی طاقت کا مظہر ہے۔ انسان کی نافرمانیوں کی وجہ سے روزانہ اللہ تعالیٰ سے 3 بار اجازت لیتا ہے کہ میں ان کو غرق کر دوں لیکن ہمارے اللہ تعالیٰ رحیم ہیں وہ اجازت نہیں دیتے مگر جب اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے تو یہ آفتیں آ جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائشوں سے بچائے۔ آمین

(حافظ ابوبکر ادریس بن مفتی محمد ادریس المدنی)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

8 18 اپریل 2014ء / 17 جمادی الثانی 1435ھ

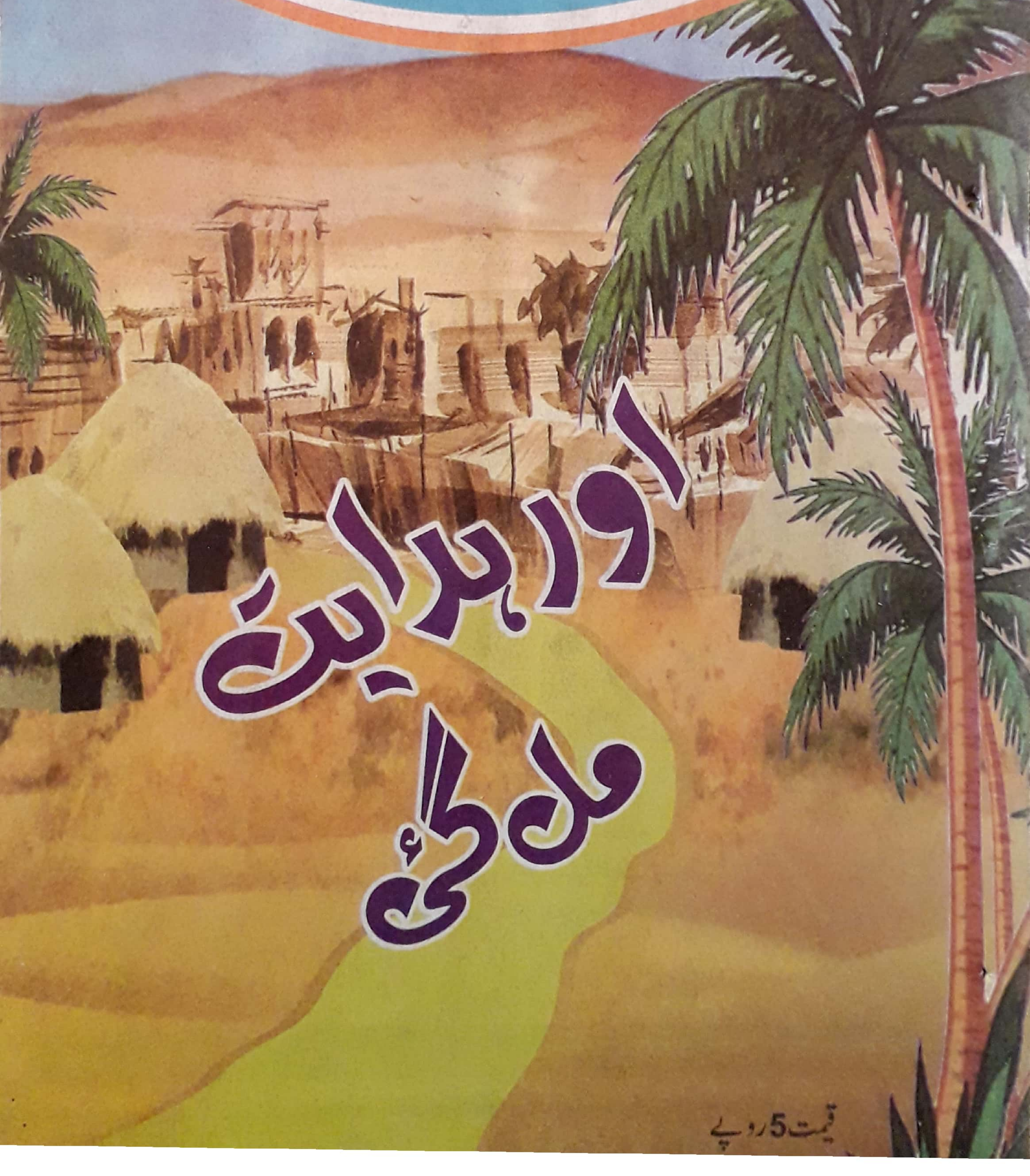

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

’’محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تُو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں‘‘

(سورۃ الفتح: 29)

(ابوعبداللہ۔ لاہور)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تین باتوں کے ساتھ ہم کو لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی مانند شمار کی گئی ہیں اور تمام زمین ہمارے لئے مسجد بنادی گئی ہے اور اس کی مٹی ہمارے لئے پاک کرنے والی ہے جس وقت ہم پانی نہ پائیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

(حنظلہ جاوید۔ ڈبی بازار رینالہ خورد)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گلستان روضہ کے پھولو!

امید ہے کہ آپ صحت وایمان کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ کچھ تو پیپر دیکر کھیل کود میں اور کچھ کتابیں سامنے رکھے خوب پڑھائی میں مصروف ہوں گے۔ پیپر دینے کے بعد بچے اپنے آپ کو بڑا آزاد محسوس کرتے ہیں اور پہلے سے تیار شدہ منصوبہ جات پر والدین سے خوب عمل کرواتے ہیں۔ کوئی ماموں کے ہاں اور کوئی دوستوں کے ہاں جانے کی فرمائش کو منوائے گا تو کوئی کھیل کا میدان سجائے گا۔

مگر ٹھہرو دوستو! اللہ رب العزت کا فرمان تو سن لیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں...... اے نبی ﷺ جب تو فارغ ہو تو اپنے رب کے ذکر میں مصروف ہو جا...... ہاں! تو کیا بات سمجھ آئی کہ سارا سال ہمیں وقت کم ملتا ہے لہٰذا ان فارغ دنوں سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ کی فراغت کو نفع بخش مصروفیت میں تبدیل کرنے کیلئے ہم آپ کیلئے لا رہے ہیں بہت ہی اہم چیز جس کا نام ہے...... ’’اسلامک ٹیلنٹ کیمپ‘‘...... جس میں ہونگے جسمانی کھیلوں کے مقابلے' وضو' نماز کی عملی مشقیں' نبی ﷺ کے روزانہ کے معمولات' نظریہ پاکستان پہ ڈاکومنٹری اور بہت کچھ......! یہ کیمپ آپ اپنے محلے میں بھی لگوا سکتے ہیں۔ اس کے لئے الحمد یہ روضہ سوسائٹی کے مقامی مسئول سے رابطہ کریں۔ اس خوشخبری کے ساتھ ہمیں اجازت۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو......!

والسلام

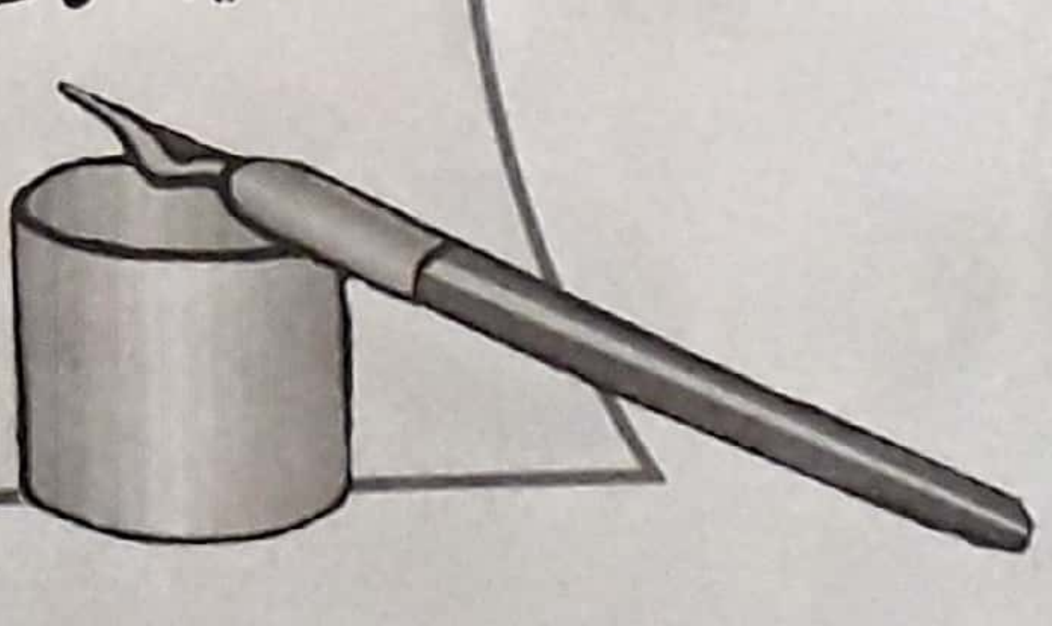

تعزیت کی دعا

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔ (بخاری: 1284)

’’اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور اس کے پاس ہر چیز مقررہ وقت کے ساتھ ہے۔ اس لئے تمہیں چاہیے کہ صبر کرو اور ثواب کی نیت رکھو۔‘‘

(محمد آصف۔ لیاقت پور)

ربنا

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

ننھا مجاہد

حملہ اس قدر اچانک تھا کہ کسی کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ پورے شہر میں حملہ آور فوج دندناتی پھر رہی تھی۔ مسلمانوں کا جو گھر آیا لوٹ لیا' جو بچہ اور مرد نظر آیا اسے قتل کر دیا۔ عورتوں کو پکڑ پکڑ کر ایک جگہ پر قید کر لیا......

کسی میں مقابلے کی ہمت نہ تھی۔ عیسائی حملہ آوروں کا اتنا خوف تھا کہ کوئی منہ سے ایک لفظ نکالنے کا بھی حوصلہ نہیں رکھتا تھا کہ کہیں جان سے ہاتھ نہ دھونا پڑ جائیں

ان حالات میں اگر کسی نے ہمت کی تو وہ ایک بچے نے کی...... اس نے بوڑھے ترک سے کہا: بابا اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم مصر کے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں۔ ایک وہی ہے جو مسلمانوں کو آ کر بچا سکتا ہے۔ ہماری ماؤں اور بہنوں کو رہا کروا سکتا ہے۔ بوڑھے ترک نے جواب دیا: میرے بیٹے میں دل و جان سے تمہارے ساتھ ہوں۔ ننھا مجاہد اس بوڑھے کے ساتھ دارالحکومت موصل شہر کی طرف روانہ ہو گیا جو کہ وہاں سے 90 میل کے فاصلے پر تھا۔

آپ اس جواں ہمت بچے کی جرات اور حوصلے کو داد دیجئے کہ جو کام بڑے بڑوں سے نہ ہو سکا وہ اس نے تن تنہا سر انجام دینے کا فیصلہ کر لیا...... وہ دونوں دن رات سفر کرتے رہے۔ بھوک اور پیاس نے انہیں بار بار ستایا مگر روتی چلاتی ہوئی عورتوں اور مردہ بچوں کے غم نے انہیں اپنی منزل کی طرف رواں دواں رکھا۔

ایک دن جب وہ چلتے چلتے تھک چکے تھے تو انہیں اچانک ایک گھڑ سوار نظر آیا۔ اس کو دیکھتے ہی ننھے بچے کے بے اختیار آنسو نکل آئے۔ گھڑ سوار نے رونے کی وجہ پوچھی تو بچے نے ساری داستان سنائی کہ کس طرح عیسائی دشمنوں نے مسلمانوں کے سارے گھر تباہ کر دیئے ہیں اور عورتوں کو غلام بنا لیا ہے۔ گھڑ سوار نے حیرت اور غصے سے پوچھا: اتنا بڑا حادثہ ہو گیا اور کسی نے کچھ بھی نہ کیا؟

ننھا مجاہد بہت بہادر تھا اور بولا: جناب کسی اور نے کیا کرنا تھا ہمارے بادشاہ نے ہی کچھ نہ کیا وہ تو ابھی تک بے خبر ہے۔ ہم تو اس کے پاس فریاد لے کر جا رہے ہیں۔

یہ سن کر گھڑ سوار چھلانگ لگا کر گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے بچے سے پیار کیا اور بولا: بیٹے وہ بدقسمت بادشاہ میں ہی ہوں جس کو یہ علم نہ ہو سکا کہ اس کے مسلمان بہن بھائیوں پر اتنا ظلم ہو گیا۔

یہ نیک دل بادشاہ نور الدین زنگی تھا۔ اس نے ان دونوں کو ساتھ لیا اور موصل شہر پہنچ کر فوج کو جمع کیا اور گرج دار آواز میں اعلان کیا کہ کل نور الدین زنگی کی تلوار ''رہا'' شہر پر چمکے گی...... بتاؤ کون کون میرا ساتھ دے گا؟

تمام فوجی افسر خاموش تھے کیوں کہ موصل شہر سے رہا شہر کا فاصلہ 90 میل تھا۔ اتنا لمبا سفر طے کر کے حملہ کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی دوران ایک آواز بلند ہوئی۔

ان شاء اللہ میں کل بادشاہ کے ساتھ ہوں گا۔

سبھی نے ہڑبڑا کر آواز کی سمت دیکھا...... وہ آواز ایک کم عمر اجنبی بچے کی تھی۔

ارے یہ بچہ......! کچھ افسر بولے ''میاں تم جاؤ یہ جنگ ہے کوئی بچوں کا کھیل نہیں...... جاؤ اور کھیلو'

سلطان نور الدین زنگی زور دار آواز میں بولا: یہ بچہ اپنی بات کا سچا اور ارادے کا پکا ہے۔ اعتبار ایسے ہی لوگوں کا کیا جاتا ہے۔ ہم ان شاء اللہ کل ''رہا'' شہر کے دروازے پر ہوں گے۔

سلطان کی بات سن کر سبھی فوجی افسروں نے حملے کی تیاری شروع کر دی۔ دوسرے روز اسلامی لشکر ''رہا'' شہر کے دروازے پر تھا۔ سلطان اور اس کی فوج راتوں رات سفر کر کے آ پہنچی تھی۔ جسم تھکاوٹ سے چور تھے مگر ان کے حوصلے جوان تھے۔

جنگ شروع ہوئی تو اتفاق سے سلطان نور الدین زنگی کا آمنا سامنا عیسائیوں کے سپہ سالار سے ہو گیا۔ سلطان نے پوری قوت سے اس پر وار کیا...... زرہ بکتر کی کئی کڑیاں ٹوٹ گئیں مگر وہ بچ گیا...... سلطان نے اب نیزہ سنبھال کر وار کرنا چاہا...... مگر اسی دوران کم عمر مجاہد نے تلوار سے صحیح نشانے پر وار کر دیا۔ سپہ سالار کا کام تمام ہو گیا۔ عیسائی اپنے سپہ سالار کا انجام دیکھ کر حوصلہ ہار بیٹھے اور بھاگ کھڑے ہوئے...... مسلمان عورتوں کو رہا کروا لیا گیا۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا اور ننھے بہادر کو بہت پیار کیا جس کی ہمت اور حوصلے نے یہ دن دکھایا تھا۔

یہ بچہ جس نے نہ صرف اپنے بچپن میں ہی نہیں بڑے ہو کر بھی دوسرے کے سکھ چین کا بہت خیال رکھا۔ 1138ء میں پیدا ہوا۔ تیس سال کی عمر میں مصر کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے 24 سال مصر اور شام پر حکومت کی۔ اس نے اپنے دور حکومت میں صلیبی جنگوں میں مشترکہ عیسائی افواج کے دانت کھٹے کر کے قبلہ اول بیت المقدس کو آزاد کروایا۔ یہ عظیم حکمران سلطان صلاح الدین ایوبی تھا جس کا ذکر تاریخ کے سینکڑوں صفحات پہ یوں پھیلا ہوا ہے کہ اس سے پڑھنے والے کو ہمت شجاعت اور غیرت کا سبق ملتا ہے۔ (بحوالہ: کمسن مجاہد۔

ناصر محمود بیگ۔ ساہیوال)

گھر اللہ کے

نیلی مساجد

بچو! آج ہم آپ کو جن نیلی مساجد کا تعارف کروانے جا رہے ہیں ان میں سب سے پہلے سلطان احمد مسجد جو نیلی مسجد کے نام سے معروف ہے۔ یہ ترکی کے شہر استنبول میں واقع ہے۔ یہ مسجد نیلی مسجد کے نام سے اس لیے معروف ہے کیونکہ اس کی بیرونی دیواریں نیلے رنگ کی ہیں۔ ترکی میں یہ واحد مسجد ہے جس کے چھ مینار ہیں۔ اس کے علاوہ مسجد الحرام کے میناروں کی تعداد چھ تھی۔ ترکی میں جب نیلی مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی تو سلطان نے اس بات پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ مسجد الحرام کے برابر نیلی مسجد کے میناروں کی تعداد کر دی لیکن اب جو کہ نیلی مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ سلطان کچھ نہ کر سکا۔ بعد از مسجد الحرام کے میناروں میں اضافہ کر کے چھ سے آٹھ کر دیے گئے۔ اچھا تو بچو! جی ہم آپ کو مسجد کے اندر کی بھی سیر کروا دیتے ہیں۔

مسجد کے مرکزی کمرے پر کئی گنبد ہیں جن کے درمیان میں مرکزی گنبد واقع ہے۔ جس کا قطر 33 میٹر اور بلندی 43 میٹر ہے۔ مسجد کے اندرونی حصے میں زیریں دیواروں کو ہاتھوں سے تیار کردہ 20 ہزار ٹائلوں سے مزین کیا گیا ہے جو ازنک (قدیم نیسیا) میں تیار کی گئیں۔ دیوار کے بالائی حصوں پر رنگ کیا گیا ہے۔ مسجد میں شیشے کی 200 سے زائد کھڑکیاں موجود ہیں تا کہ قدرتی روشنی اور ہوا کا گذر ہو سکے۔ مسجد کے اندر اپنے وقت کے عظیم خطاط سید قاسم غباری نے قرآن مجید کی آیات کی خطاطی کی۔ مسجد کی طرز تعمیر میں ایک اور خاص بات یہ ہے کہ نماز جمعہ کے موقع پر جب امام خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو مسجد کے ہر کونے اور ہر جگہ سے امام کو با آسانی دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔ مسجد کے ہر مینار پر تین چھجے ہیں اور کچھ عرصہ قبل تک مؤذن اس مینار پر چڑھ کر پانچوں وقت نماز کے لیے اہل ایمان کو پکارتا تھا۔ نماز مغرب پر یہاں مقامی باشندوں اور سیاحوں کی بڑی تعداد بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوتی ہے۔ رات کے وقت رنگین برقی قمقمے اس عظیم مسجد کے جاہ وجلال میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ملائیشیا میں بھی ایک نیلی مسجد ہے جو سلطان عبدالعزیز نے اس وقت بنوائی جب انہوں نے شاہ عالم شہر کو سیلانگو ریاست کا نیا درارالحکومت قرار دیا۔ یہ 14 فروری 1974 میں ہوا اس مسجد میں 16 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے اس کا سفید دھاریوں والا نیلا گنبد ہے جسکی وجہ سے یہ نیلی مسجد کہلاتی ہے۔ ان کے علاوہ تین نیلی مساجد اور بھی ہیں جو (1) افغانستان کے شہر مزار شریف (2) ایران کے شہر تبریز اور مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں واقع ہیں۔

عبداللہ مجاہد۔ گوجرانوالہ

گلدستۂ روضہ

حمد

وَحْدَہٗ لاشریک لہٗ
ہے روز ازل سے تو
آدم علیہ السلام سے کی تو نے ابتداء
بھیج کے درمیاں میں اور انبیاء
بنا کے انسانوں کے رہنما
محمد ﷺ پہ کی تو نے انتہاء
مخلوق اپنی پہ کرتا ہے رحم تو
ملے نہ جہاں کوئی ملتا ہے تو
فرش پہ ہے تو عرش پہ ہے تو
کروں جدھر نظر، نظر آئے تو
کرے عرش و فرش پہ سلطنت تو
ہر چیز فانی لافانی ہے تو
رحمت تیری پر پھیلائے ہے چار سو
پھیلا ہے تیرا ہی جلوہ ہر سو
رحیم و کریم ہے ذات تیری
دنیا میں سرخرو آخرت میں جنتی بنادے
اپنے محبوب کا شیدائی اور امتی بنادے
مکاں و لامکاں دونوں جہاں میں ہے تو

(فوزیہ تبسم، کشور کشا، لائبہ)

مومن کی چند صفات

① امور میں توکل
② گفتگو میں صداقت
③ سلام میں پہل
④ انتقام میں تاخیر
⑤ نیکی میں سبقت
⑥ لباس میں پاکیزگی
⑦ تکبر سے دوری
⑧ غصے سے پرہیز
⑨ غیبت سے اجتناب
⑩ لوگوں سے محبت
⑪ گھر والوں سے خوش اخلاقی

(کامران ذاکر۔ بنگلہ منتھار)

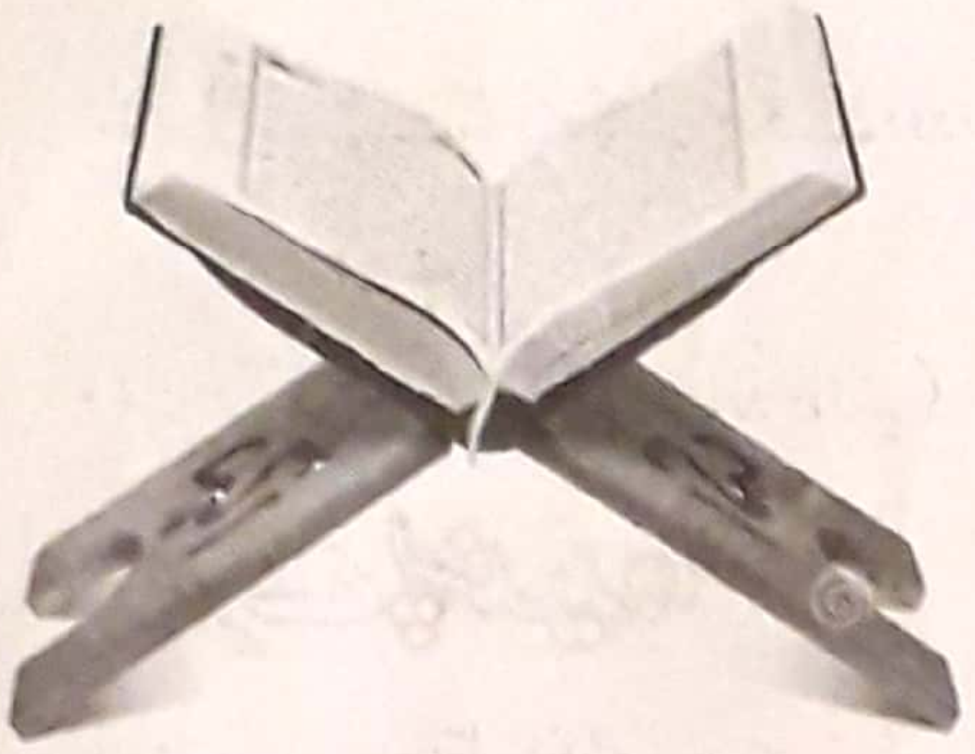

تحقیقی رپورٹ

امریکی سائنسدانوں نے قرآن پاک کے تصور موت وحیات کو تسلیم کرلیا۔ انسان کو آسمان سے نازل کیا گیا۔ موت کے بعد بھی حیات ہے، تحقیقاتی رپورٹ۔ تحقیق قرآن کی روشنی میں کی گئی جو سو فیصد سچ ثابت ہوئی، ڈاکٹر سلور۔ جو انسان دنیا میں پیدا ہوا ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جو کچھ قرآن میں ہے وہ سچ ہے، تورات، زبور اور انجیل میں آخری رسول اور قرآن کا ذکر موجود ہے، لابرٹ

(عامر شہزاد۔ دوسیرہ جھنگ)

سنہرے موتی

☆ دنیا میں ہر شخص جاہل نہیں، ہر کسی سے کچھ نہ کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔
☆ ہمیشہ ٹھوکر کھانے کے لئے تیار رہو تاکہ گرنے سے بچ سکو۔
☆ گناہ اتنا کرو جتنا عذاب سہنے کی طاقت رکھتے ہو۔ یعنی عذاب تو کم سے کم بھی سہا نہیں جاسکتا۔
☆ دنیا میں دوست ایک نعمت ہے۔ اگر وہ خودغرض نہ ہو۔
☆ زندگی ایک ایسا امتحان ہے جس کی کوئی ڈیٹ شیٹ نہیں ہوتی۔
☆ سب سے بڑی خیانت قوم سے غداری ہے۔
☆ مایوسی انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔

☆عدل بارش سے سیکھو جو پھول اور کانٹے دونوں پر برستی ہے۔
(امۃ الرقیب عبدالمجید سادوی۔ سادو گورائیہ)

میرے پسندیدہ اشعار

غاروں میں رہتا اندھیرا ہے اکثر
پہاڑوں کا رستہ بہت ہی کٹھن ہے
نہیں زندگی کا مزہ کوئی اب
شہادت کے دل پہ بس اک لگن ہے
نہیں رک سکے گا کسی سے بھی اب تو
بہہ جو پڑا ہے خوں کا یہ دھارا
غیروں نے ہم کو آگ لگائی
اپنوں نے ہم کو ہے پھولوں سے مارا
الٰہی ہمارا تو ہی سہارا
تیرے سوا ہے کون ہمارا

(ثناءاللہ۔ بہاولنگر)

جنت کیسی ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ جنت کس چیز کی بنی ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے اور اس کا مسالہ جس سے اینٹیں جوڑی جاتی ہیں، تیز خوشبودار مشک ہے۔ اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں داخل ہوگا ہمیشہ نعمت میں رہے گا اور محتاج نہ ہوگا۔ زندہ رہے گا موت نہ آئے گی۔ نہ جنتیوں کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔

(مسند احمد۔ جامع ترمذی)

غذائی علاج

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو چکھ لے سونف یا ادرک کا پانی
اگر خوں کم ہے اور بلغم زیادہ
تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعف جگر ہو کھا پپیتا
جگر میں ہو اگر گرمی دہی کھا
اگر آنتوں میں ہو خشکی تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
زیادہ گر دماغی ہے تیرا کام
تو کھالے شہد کے ہمراہ بادام
اگر ہو قلب کی گرمی کا احساس
مربہ آملہ کھا اور انناس
جو رکتا ہو گلا نزلہ کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے دانت کا درد مسلسل
تو انگلی سے مسوڑوں پر نمک مل
جو بدہضمی ہے تو چاہیے افاقہ
تو دو اک وقت کا لازم فاقہ

(رقیہ اخت حافظ حماد الرحمٰن سادوی۔ سادو گورائیہ)

معلومات اسلام

☆ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور سب سے افضل خوبصورت آسمان دنیا کو بنایا ہے۔
☆ جنت کے سو درجات ہیں اور اعلیٰ ترین درجہ، جنت الفردوس ہے۔
☆ ملائکہ میں سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بنایا ہے۔
☆ انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار امام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بنایا ہے۔
☆ شہروں میں افضل مکہ مدینہ کو بنایا ہے۔
☆ کتابوں میں افضل قرآن مجید کو بنایا ہے۔
☆ آیات میں افضل آیۃ الکرسی ہے۔
☆ غاروں میں افضل غارِ حرا ہے۔
☆ قبلوں میں افضل بیت اللہ ہے۔
☆ پہاڑوں میں افضل طور پہاڑ ہے۔
☆ پانی میں افضل آبِ زم زم ہے۔
☆ ہجرتوں میں افضل ہجرت جو دین کے لئے کی جائے۔
☆ ذکر میں افضل لا الہ الا اللہ ہے۔
☆ نفل نماز میں افضل نماز تہجد ہے۔
☆ فرائض وعبادات میں افضل نماز ہے۔
☆ روزوں میں افضل رمضان کا روزہ ہے۔
☆ مہینوں میں افضل ماہِ رمضان المبارک ہے۔
☆ ناموں میں سب سے پیارے نام اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔
☆ ارکانِ نماز میں افضل سجدہ ہے۔
☆ سفروں میں افضل مکہ مدینہ کا سفر ہے۔
☆ عورتوں میں افضل چار عورتیں ہیں۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا، حضرت مریم رضی اللہ عنہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
☆ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم میں افضل بدری صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

(حافظ عبدالرؤف تبسم۔ گوجرہ ضلع ٹوبہ)

اور ہدایت مل گئی

آج سے سینکڑوں برس پہلے کی بات ہے کہ اصفہان شہر میں بودخشان نامی شخص آباد تھا۔ یہ آگ کی پوجا کیا کرتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام مابہ تھا۔

مابہ کے ابو کو ایک دن کہیں کام سے جانا پڑ گیا۔ لہٰذا اس نے مابہ کی ذمہ داری لگائی کہ زمینوں کی دیکھ بھال کیلئے چلا جائے۔ مابہ جب کھیتوں کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں اس نے ایک گرجا گھر دیکھا۔ گرجا گھر سے مختلف قسم کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اندر جا کر دیکھا تو عیسائی اپنی عبادت کر رہے تھے۔ مابہ کو ان کی عبادت بھلی لگی۔ اس نے دیکھنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ ان سے سوال جواب بھی شروع کر دیئے۔

عبادت ختم ہونے کے بعد مابہ نے عیسائیوں سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے: شام میں، پتہ پوچھ کر گھر واپس آئے تو باپ نے پوچھا کہ اتنی دیر کہاں لگا دی؟ جواب دیا کہ کچھ لوگ گرجے میں عبادت کر رہے تھے، مجھ کو ان کا طریقہ اچھا لگا اس لیے غروب آفتاب تک وہیں رہا۔ باپ نے کہا: وہ مذہب تمہارے مذہب سے کم تر ہے۔ جواب دیا، نہیں! وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں برتر ہے، اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں یہ خیال تبدیلِ مذہب کی صورت میں نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیاں پہنا کر مقید کر دیا؛ مگر ان کے دل میں تلاشِ حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئیں تو مجھ کو اطلاع دینا؛ چنانچہ جب وہ آئے تو اُن کو خبر کر دی گئی؛ انھوں نے کہا کہ جب وہ واپس ہوں تو مجھے بتلانا؛ چنانچہ جب تاجروں کا قافلہ واپس لوٹنے لگا، ان کو خبر کی گئی اور یہ بیڑیوں کی قید سے نکل کر ان کے ساتھ ہوگئے، شام پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے؟ لوگوں نے وہاں کے پادری کا پتہ دیا، اس سے جا کر کہا کہ مجھے آپ کا مذہب بہت پسند ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں۔ مگر یہ پادری بہت بدکردار اور بداخلاق تھا، لوگوں کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا اور جب اس کے قبضہ میں آ جاتا تو فقراء اور مساکین کو دینے کی بجائے خود لے لیتا؛ حتی کہ سونے اور چاندی کے سات مٹکے اس کے پاس جمع ہوگئے، مابہ اس کی حرص کو دیکھ کر پیچ و تاب کھاتا مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مرگیا، عیسائی شان و شوکت سے اس کی آخری رسومات کرنے ادا کو جمع ہوگئے، اس وقت انھوں نے اس پادری کا سارا اعمالنامہ ان لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا؛ انھوں نے ان کو لے جا کر اس کے خزانے کے پاس کھڑا کر دیا، تلاشی لی گئی تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیوں نے اس کی سزا میں دفن کرنے کے بجائے اس کی نعش کو صلیب پر لٹکا کر سنگسار کیا، اس کی جگہ دوسرا پادری مقرر ہوا، یہ بڑا عابد و زاہد تھا، شب و روز عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا، مابہ اس سے بہت مانوس ہوگیا، اس سے دلی محبت کرنے لگا اور آخر تک اس کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا، جب اُس کی موت کا وقت قریب آیا تو مابہ نے کہا کہ میں آپ کے پاس عرصہ تک رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے، اس لیے آئندہ کے لیے مجھے کوئی راہ بتائیں۔ اس نے کہا کہ میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو مذہب عیسائیت کا سچا پیروکار ہو، سچے لوگ مرکھپ گئے اور موجودہ عیسائیوں نے مذہب بدل دیا ہے؛ بلکہ بہت سے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیے ہیں، ہاں موصل میں فلاں شخص ہے جو دین حق کا سچا پیروکار ہے تم جا کر اس سے ملاقات کرنا۔

اس پادری کی موت کے بعد حق کی جستجو میں وہ موصل پہنچے اور تلاش کر کے اس سے ملے اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ فلاں پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپ سے ملوں، اس نے ان کو ٹھہرالیا یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لیے انھوں نے اس کے پاس مستقل قیام کرلیا۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد اسکا وقت بھی آ گیا۔ آئندہ کے متعلق مابہ نے اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اس نے ''نصیبین'' میں ایک شخص کا پتہ بتایا۔

چنانچہ اس کی موت کے بعد مابہ نصیبین پہنچا اور اس پادری سے ملکر دوسرے پادری کی وصیت بتلائی، یہ پادری بھی پہلے دونوں پادریوں کی طرح بڑا عابد اور زاہد تھا، مابہ یہاں مقیم ہو کر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگا، ابھی کچھ ہی دن اس تھا کہ اس کا وقت موت بھی آ گیا، مابہ نے گزشتہ پادریوں کی طرح اس سے بھی آئندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ میں ایک پادری کا پتہ دیا۔

چنانچہ اس کی موت کے بعد انھوں نے عموریہ کا سفر کیا اور وہاں کے پادری کے پاس مقیم ہوگیا، جب اس کی موت کا وقت بھی قریب آیا تو مابہ نے اپنی آپ بیتی سنائی کہ اتنے مراحل طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا ہوں، اس لیے میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا: بیٹا میں تمہارے لیے کیا سامان کروں؟ آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے کہ جس سے ملنے کا میں تمھیں مشورہ دوں؛ البتہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستانِ عرب سے اُٹھ کر دینِ ابراہیم علیہ السلام کو زندہ کرے گا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کریگا، اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کریگا؛ لیکن صدقہ کو اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی؛ اگر تم اس

سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

اس پادری کے مرنے کے بعد کچھ عرصہ تک مابہ عموریہ میں رہے، کچھ دنوں بعد بنوکلب کے تاجر ادھر سے گذرے، مابہ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہنچادو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمھاری نذر کردوں گا۔ وہ لوگ تیار ہوگئے۔

لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کران کو دھوکا دیا اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کرڈالا، وادی القریٰ میں مابہ کو کھجور کے درخت نظر آئے تو امید بندھی کہ شاید یہی وہ منزل ہے جس کا پادری نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن گزارے تو مابہ غلامی درغلامی کی رسوائی سہتے ہوئے یثرب پہنچا۔ مابہ نے یثرب میں اپنے آقا کے ساتھ رہتے ہوئے محسوس کیا کہ یہ وہی کھجوروں کی سرزمین ہے جس کے بارے میں راہب نے کہا تھا کہ وہ نبی کھجوروں کی سرزمین کی طرف ہجرت کرے گا۔

ایک دن مابہ اپنے آقا کے باغ میں کھجوروں کے درخت پر چڑھے کھجوریں درست کررہے تھے اور آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچازاد بھائی نے آکر کہا کہ خدا ان لوگوں کو غارت کرے، سب کے سب قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں، جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں، مابہ کے کانوں تک اس بات کا پہنچنا تھا کہ ضبط باقی نہ رہا، صبر کا دامن چھوٹ گیا، بدن میں سنسناہٹ پیدا ہوگئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت سے زمین پر آجائیں؛ اسی مدہوشی کے عالم میں جلد از جلد درخت سے نیچے اُترے اور بدحواسی میں پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو؟ آقا نے اس سوال پر گھونسا مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض؟ تم اپنا کام کرو، اس وقت مابہ خاموش ہوگئے۔ لیکن اب صبر کس طرح کیا جاتا......؟ کھانے کی کچھ چیزیں پاس تھیں ان کو لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اور کچھ غریب آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس یہ چیزیں صدقہ کے لیے رکھی تھیں، آپ لوگوں سے زیادہ ان کے مستحق کون ہوسکتے ہیں؟ اس کو قبول فرمائیے۔

آنحضرت ﷺ نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا؛ مگر خود نہ کھایا اس طرح سے مابہ کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہوگیا کہ نبی ﷺ صدقہ نہیں قبول کرتے۔

دوسرے دن پھر ہدیہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزیں نہیں کھائی تھیں، آج یہ ہدیہ قبول فرمایئے، آپ نے قبول فرمایا، خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی دیا۔ اس طرح سے تیسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ! وہ سامنے آئے اور اپنی ساری داستان سنائی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ دلچسپ داستان اپنے تمام اصحاب کو سنوائی۔ پھر مابہ نے نبی آخرالزماں ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مابہ کی صراط مستقیم کی جستجو آج مکمل ہوچکی تھی۔

پیارے بچو! آپ جانتے ہیں کہ یہ کون صحابی تھے؟ جی ہاں مابہ بعد میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائضِ مذہبی ادا نہ کرسکتے تھے؛ اسی وجہ سے غزوہ بدر واُحد میں شریک نہ ہوسکے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے آقا کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کرلو، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیے، اس طریقہ سے تین سو درخت ان کو مل گئے ایک شرط پوری کردی، اب سونے کی ادائیگی باقی رہ گئی اس کا سامان بھی خدا نے کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا مل گیا، آپ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دے دیا، یہ وزن میں ٹھیک چالیس اُوقیہ تھا، یہ سونا مالک کو دے کر انہوں نے آزادی حاصل کرلی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے۔

کعب
اسلامک سائنس کالج شہداد پور سندھ

رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں

☆......ایک روز نبی ﷺ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ سے ایک آدمی نے کھیتی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ پروردگار نے پوچھا: کیا تمہاری چاہت پوری نہیں ہوئی ہے۔ اس نے عرض کی پوری تو ہوئی ہے مگر چاہتا ہوں کہ میرے بوتے ہی فصل فوراً تیار ہوجائے۔ (آپ ﷺ نے فرمایا اس کی خواہش اس طرح پوری کی گئی کہ) ادھر اس نے بیج بویا تو فوراً اگ پڑا اور کاٹنے کے قابل ہوگیا۔ (اسی محفل میں ایک بدو بیٹھا ہوا تھا' اس نے بڑی معصومیت سے) عرض کیا کہ یہ شرف تو صرف قریشی یا انصاری کو ہی نصیب ہوگا جو زراعت پیشہ ہیں لیکن ہم لوگ تو کاشت کار نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ یہ بات سن کر بے ساختہ مسکرا پڑے۔ (بخاری)

☆...... آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ کسی سائل کو خالی ہاتھ کبھی نہ لوٹاتے۔ اگر کسی وقت کچھ دینے کے لئے پاس نہ ہوتا تو بڑی انکساری سے معذرت چاہتے۔ ایک مرتبہ ایک تنگ دست نے آکر سوال کیا تو ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں۔ تم میرے نام پر کسی سے قرض لے لو۔ میں اسے ادا کردوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو عرض کی۔ کیا

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ تکلیف دی کہ طاقت سے بڑھ کر صدقہ کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہوگئے۔ قریب کھڑا ایک انصاری بولا: حضور ارشاد فرمائیے رب العرش مالک ہے، فقیری کا کیا ڈر ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ ہنس پڑے اور چہرہ اقدس خوشی سے تمتما اٹھا۔ فرمایا: مجھے یہی حکم ہے۔ (شمائل ترمذی بحوالہ رحمۃ اللعالمین)

☆......حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کا لڑکا فوت ہوگیا تو وہ اس قدر بدحواس ہوگئیں کہ بیٹے کو غسل دینے والے سے کہنے لگیں میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دینا ورنہ یہ مرجائے گا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو مسکرائے اور ان کو طویل عمر کی دعا دی۔ چنانچہ انہوں نے تمام عورتوں سے زیادہ عمر پائی۔ (نسائی)

☆......عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ہنسے اور ارشاد فرمایا: کہ تم نے مجھ سے پوچھا نہیں کہ کیوں ہنسا ہوں؟ فرمایا: مومن کے تعجب خیز معاملہ پر کہ اس کا تمام کام خیر پر مبنی ہے۔ اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے جو اسے محبوب ہو (تو خوش ہوکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور اجر پاتا ہے) اور اگر اس کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ بن جائے جسے وہ ناپسند کرتا ہوں تو اس پر صبر کرتا ہے تب بھی اس کے لئے یہ بہتر ہے۔ (کیونکہ صبر سے بھی اجر ملتا ہے) غرض یہ کہ اس کے لئے تمام کاموں میں خیر ہی خیر ہے۔

(مسند احمد)

(انتخاب: محمد اشفاق نذیر۔ گوجرانوالہ)

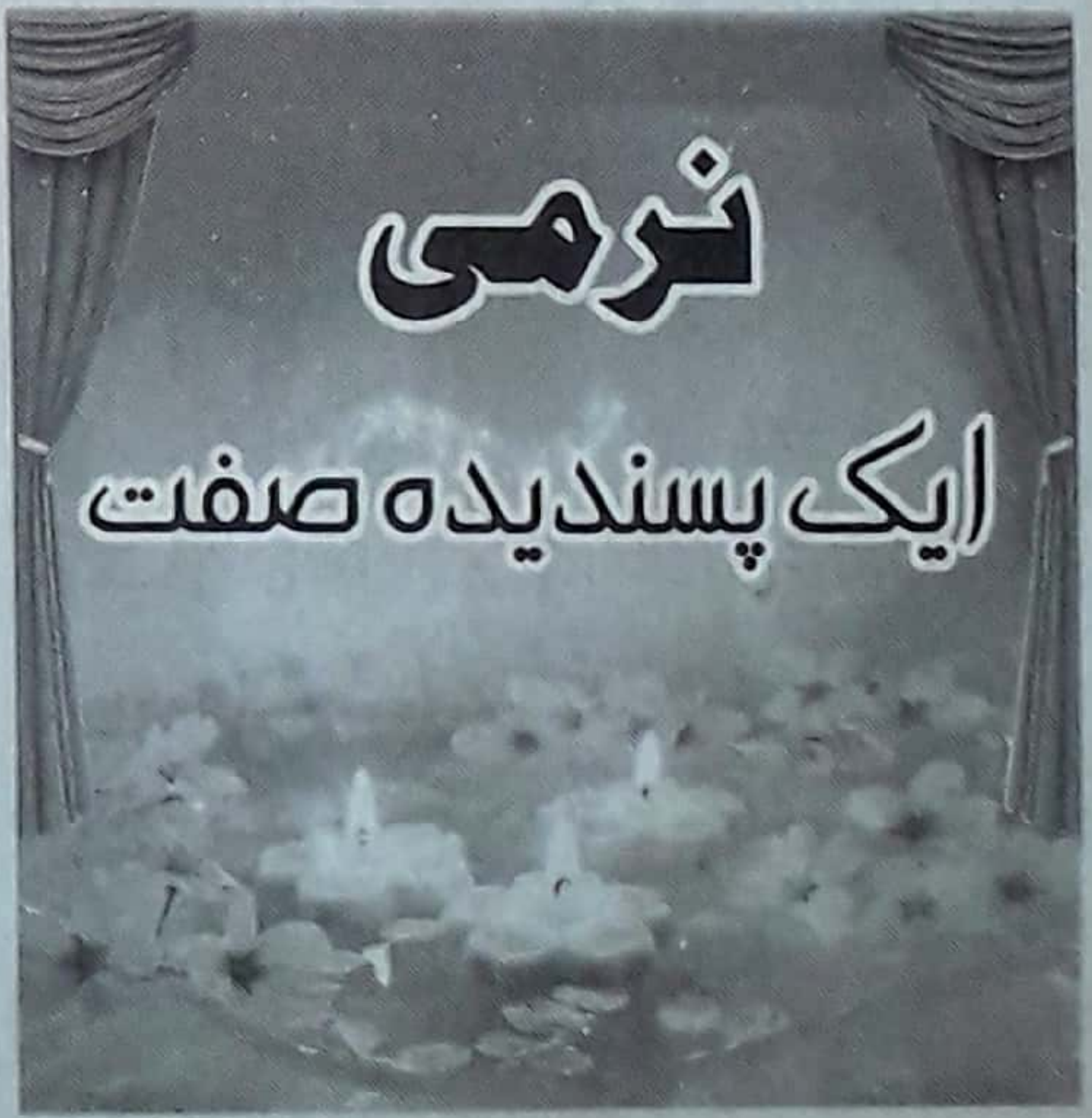

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا نرمی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے اہل خانہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کی نرمی کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔ (مسند احمد)

سیدنا خالد بن صفوان رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ نرم ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور اس سے راضی ہوتے ہیں اور نرمی پر اللہ تعالیٰ جو مدد فرماتے ہیں وہ سختی پر نہیں فرماتے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الادب)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو نرمی سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی کے حصہ سے محروم رہا وہ بھلائی کے حصہ سے محروم رہا۔ (جامع ترمذی)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو آگ پر حرام کردیا گیا ہے اور آگ کو اس پر حرام کردیا گیا ہے۔ ہر قریب رہنے والے سے نرمی کرنے والے اور آسانی کرنے والے پر۔

(صحیح ابن حبان)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفوں کو قائم کرو، بے شک تم فرشتوں کی صفوں کے ساتھ صفیں بناتے ہو اور کندھوں کے ساتھ برابری رکھو اور خالی جگہ کو پر کرو اور اپنے بھائیوں کے مقابلہ میں نرمی اختیار کرو اور شیطان کے لئے کشادگی نہ چھوڑو۔ جس نے صف کو ملایا، اللہ تعالیٰ اس کو ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ تعالیٰ اس کو کاٹ دیں گے۔ (مسند احمد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی سنگدلی کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اپنے دل کو نرم کرنا چاہتا ہے تو مسکینوں کو کھانا کھلایا کر اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر۔ (مسند احمد)

میمونہ بنت فاروق الرحمٰن یزدانی، میرپور آف شاہ کوٹ

عظیم سائنسدان

ننھے ساتھیو! جب ہم بیمار ہوجاتے ہیں...... جو بھی بیماری ہو تو ہم علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ وہ ہمیں علاج بتاتے ہیں دوائی لکھتے ہیں۔ ہم دوائی استعمال کرتے ہیں۔ درد ہونے لگتا ہے تو ہم درد کو ختم کرنے کے لیے گولیاں استعمال کرتے ہیں۔

کسی کو کوئی بیماری...... کوئی نفسیاتی مریض...... کوئی دل کا مریض...... کوئی آنکھ کا مریض۔ سب لوگ مختلف علاج کرواتے ہیں اور ٹھیک ہوجاتے ہیں۔

یہ ساری بیماریوں کے علاج ہمیں کس نے بتائے ہیں؟ مختلف لوگوں نے تحقیق کی ہے۔ ایسے ایسے سائنسدان گزرے ہیں کہ انہوں نے ہمیں علاج کے طریقے بتائے ہیں۔ ان میں سے ایک معروف ومشہور مسلم سائنسدان ابن سینا تھے۔ یہ علم العلاج میں امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ ابن سینا کا پورا نام حسین عبداللہ بن بو علی سینا تھا۔ ان کے خاندان میں کسی کا نام سینا تھا تو اس سلسلے میں انکا نام ابن سینا یا بوعلی سینا ہوگیا۔

ابن سینا بخارا کے گاؤں خرمشین میں 980ء میں پیدا ہوئے۔ ابن سینا نے دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے بخارا ہی میں حاصل کی۔ کئی استادوں سے مختلف کتابیں پڑھیں۔ فلسفہ کے متعلق کتابوں کا مطالعہ خود شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے علم کے دروازے ان پر خود بخود کھلتے چلے گئے۔ فلسفہ کے بعد انہوں نے طب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ کسی سے مدد نہیں لی۔ تھوڑی سی مدت میں مہارت حاصل کرلی۔ اچھے اچھے طبیب بھی ان کے پاس پڑھنے کے لیے آنے لگے۔ ابن سینا کو دنیا طب میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ انکی طبی خدمات میں ان کو شیخ الرئیس بھی کہا جاتا ہے۔ ابن سینا نے کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ''القانون'' اور ''شفا'' یہ مشہور کتابیں ہیں۔ اسی طرح ایک اور کتاب ''الادویہ'' یہ طب کی انجیل سمجھی جاتی ہے۔ ان کی مشہور ترین کتاب القانون یورپ کے تمام یونیورسٹیوں میں پندرھویں صدی عیسوی تک شامل نصاب رہی ہے۔ ابن سینا نہایت عمدہ اخلاق وعادات اور مضبوط ارادے کے مالک تھے۔ وہ ہر مشکل مسئلہ کو اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کے عادی، شریعت کے پابند، محنتی، سنجیدہ، بردبار، خاموش طبع، قناعت پسند، حرص وطمع سے بے نیاز، عیش وعشرت کی زندگی سے بہت دور اور علمی مشاغل کو جاری رکھنے کے سختی سے پابند تھے۔

جب بھی ان کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا، کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو فوراً وضو کرکے مسجد چلے جاتے، نماز کے بعد دعا مانگتے۔ شیخ ابن سینا کے نظریات طب کے ہر موضوع پر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ انکا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے علم نفسیات کو علم طب میں شامل کیا اور بتایا کہ خوشی، غم، غصہ، فکر وتردد اور دیگر احساسات کا تعلق دل کی ساخت، خون کی اقسام اور بدن کی رطوبت سے ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انسان رشک وحسد، کینہ وبغض، بہادری وبزدلی، پر طبی تدابیر اختیار کرکے قابو پایا جاسکتا ہے۔ دواؤں سے ہٹ کر انہوں نے مریض کا نفسیاتی علاج بھی کیا۔ وہ اس طریقہ کار کے موجد اور ماہر بھی تھے۔

ابن سینا اپنے زمانے کے سب سے بڑے مفکر، تحقیق کار، مصنف اور سائنسدان تھے۔ ان کی زندگی ابتداء اور آزمائش کی زندگی تھی۔ حالات خواہ کتنے ہی مشکل اور خراب کیوں نہ ہوں انہوں نے کبھی منفی اثر قبول نہیں کیا۔ رنج وغم، آرام وتکلیف، ہر حالت میں آپ مشاہدہ، تحقیق، تالیف وتصنیف میں مشغول رہے۔

پیارے بچو! ہمارے ذہن میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ جب کوئی انسان کسی بڑے مقام پر پہنچا ہے۔ سائنسدان بنا ہو یا ڈاکٹر، انجینئر تو اس کے مالی حالات بھی ٹھیک اور وہ کسی اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہوگا...... حالانکہ اسطرح نہیں ہے۔ ابن سینا کی زندگی میں کتنے مشکل حالات آئے لیکن انہوں نے اپنی تحقیق اور اپنا علم جاری رکھا تو سائنسدان بن گئے۔ ابن سینا 58 سال کی عمر میں 1038ء میں ''ہمدان'' میں فوت ہوئے۔ انتقال سے پہلے غسل کیا، قرآن کی تلاوت کی، گھر کا تمام اثاثہ غربا، مساکین میں تقسیم کیا، توبہ استغفار میں رہے۔ اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

☆☆☆☆☆

(اکرام اللہ۔ خیبر پختونخواہ)

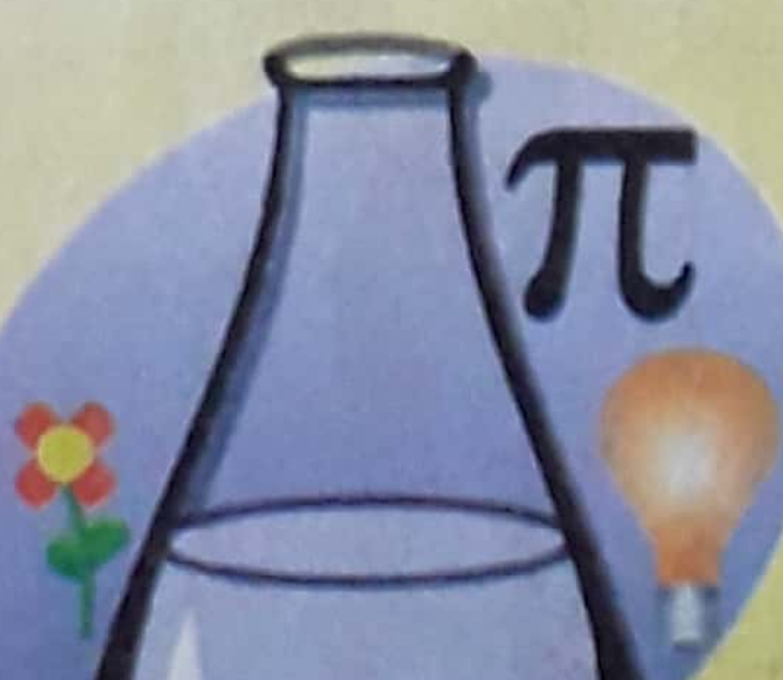

سوشل میڈیا...... ایک زہر قاتل

مصطفیٰ ہر وقت کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر انٹرنیٹ کا استعمال کرتا۔ ایک دن اس کی فیس بک پر ارسلان نامی لڑکے سے دوستی ہوگئی۔ آہستہ آہستہ یہ دوستی گہری ہوتی گئی اور نوبت ایک دوسرے کو ملنے پر آ گئی۔ ایک دن ارسلان نے مصطفیٰ سے کہا کہ تم مجھے ملنے آجاؤ۔ مصطفیٰ کسی کو بتائے بغیر گھر سے نکلا اور ارسلان کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا۔ اچانک دو تین لوگ آئے اور مصطفیٰ کو اغوا کر لیے گئے، مصطفیٰ کے گھر والوں کے بتانے پر پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے مصطفیٰ کو بازیاب کروالیا اور ساتھ مجرموں کو گرفتار بھی کرلیا گیا۔

پیارے بچو! یقیناً آپ میں سے بھی کچھ لوگ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہوں گے، کوئی وڈیو گیمز کھیلتا ہوگا تو کوئی کارٹون اور وڈیوز بڑے شوق سے دیکھتا ہوگا۔ کچھ بچے تو سوشل ویب سائٹس (فیس بک، یوٹیوب، ٹویٹر، وغیرہ) بھی استعمال کرتے ہوں گے۔

انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہوئے ہم روزانہ اپنا ڈھیر سارا قیمتی وقت ضائع کردیتے ہیں جو ہماری تعلیم اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بے حد متاثر کردیتا ہے۔ سوشل میڈیا میں ''فیس بک'' انتہائی زہر قاتل ہے جو وقت ضائع کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ آج کل اس سائٹ پر کچھ اغوا کار گروپ بڑے متحرک ہیں جو مصطفیٰ جیسے فیس بک استعمال کرنے والے بچوں کو دوست بنا کر اغوا کر لیتے ہیں اور بعد میں اپنے خطرناک مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ گروپس بچوں کو فیس بک کے ذریعے اغوا کر کے انہیں دور دراز علاقوں میں لے جا کر بھکاری بنا کر بھیک منگواتے ہیں اور اسی طرح اپنے دیگر مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سوشل سائٹس اخلاق سے گرا ہوا مواد شائع کرتی ہیں۔ جس سے اکثر لوگ بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اس کے استعمال سے اکثر اوقات انسان دوہری شخصیت میں جینے لگتا ہے۔ ایک اس کی حقیقی شخصیت اور دوسری وہ جو اس نے خود بنائی ہے جو کہ عارضی ہوتی ہے۔ اکثر لوگ اپنے جعلی اکاؤنٹ بنا کر دھوکہ دیتے ہیں۔ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

پیارے پھولو! یہ بات تو کسی حد تک درست ہے کہ سوشل میڈیا کی وجہ سے دوریاں سمٹ آئی ہیں لیکن اس نے ہمارے قریبی لوگوں کو ہم سے دور کر دیا ہے۔ اگر وڈیو گیمز کی بات کریں تو ان کو اکثر بچے ہی کھیلتے ہیں۔ لیکن ان وڈیو گیمز کا اثر اتنا گہرا ہوتا ہے کہ بچے اس میں بیان کیے گئے کردار کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک تحقیقی ادارے ''ہارورڈ میڈیکل سینٹر فار مینٹل ہیلتھ'' نے اپنی حالیہ تحقیق میں واضح کیا ہے کہ زیادہ تر وڈیو گیمز میں دکھائے جانے والے تشدد لڑائی اور مار دھاڑ کو بچے سکول یا گھر سے باہر اسی طرح نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح مار دھاڑ، گالی گلوچ اور سگریٹ نوشی تک کی لت ان وڈیو گیمز سے سیکھتے ہیں۔ جارحیت اور تشدد پر مبنی وڈیو گیمز کھیلنے سے ذہن میں مجرمانہ سوچ جنم لیتی ہے۔ لڑائی جھگڑے اور مار کٹائی والی وڈیوز ذہن پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں۔

قارئین! یورپی ممالک کے بچے تو وڈیو گیمز کی وجہ سے بہت پرتشدد ہو چکے ہیں۔ اسی طرح ایک ''ڈیون مور'' نامی بچے نے ''جی ٹی اے وائس سٹی'' گیم سے متاثر ہو کر دو پولیس والوں کو گولی مار دی جسے بعد میں چوری کی ہوئی پستول سمیت گرفتار کرلیا گیا۔

آج کل تو سمارٹ فونز بڑے عام ہو رہے ہیں اور بچے بھی اسے بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ حالیہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کم سن بچوں کا یہ فون استعمال کرنا ان کے ہاتھ کے پٹھوں کی کمزوری کا باعث بن سکتا ہے۔ مستقبل میں ایسے بچوں کی انگلیوں میں پیچیدہ مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق کمپیوٹرز، ویڈیو گیمز اور سمارٹ فونز کا استعمال سنگین مسائل سے دوچار کررہا ہے، جس میں گردن اور کمر میں درد شامل ہے۔ اس طرح کے مشغلے میں مبتلا اکثر بچے نظر سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ مانیٹر کی سکرین سے نکلنے والی خطرناک شعاعیں آنکھوں پر برا اثر ڈالتی ہیں اور نظر کمزور ہوجاتی ہے۔

محلوں میں وڈیو گیمز والی دوکانیں قائم ہیں جہاں کافی رش رہتا ہے۔ اکثر بچے وہاں جا کر اپنے پیسے اور وقت کو ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔

میرے وطن کے مہکتے پھولو! آؤ آج اس بات کا عہد کریں کہ ہم اپنے وقت کو اس طرح کے کاموں میں ہرگز ضائع نہیں کریں گے اور اپنے وقت کو اسلام، وطن کی تعمیر میں استعمال کریں گے۔ اگر کسی کو گیمز کھیلنی ہے تو وہ تیر اندازی، تیراکی، گھڑ سواری اور فٹ بال وغیرہ کھیلے کیوں کہ یہ کھیلیں صحت کے لیے بھی اہم ہیں اور ان سے انسان چاق چوبند رہتا ہے۔

عرفان بشیر

دعا

پیارے بچو! دنیا میں رہنے والے انسان...... ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، ہر کوئی اپنے مذہب اور عقائد کی رو سے اپنی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دعا کرتا ہے۔

مصیبت...... مشکل...... دکھ...... تکلیف...... بیماری...... غرض کہ ہر قسم کی مصیبت سے بچنے کے لیے اپنے مذہب کے مطابق...... عیسائی، یہودی، بدھ مت، ہندو، مسلمان دعا مانگتے ہیں۔ لیکن ان تمام مذہب میں سے جو سچا مذہب اسلام ہے اس نے ''دعا'' کو عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔

الدعا مخ العبادة

''پکارنا (یعنی دعا) عبادت کا مغز ہے''

(ترمذی)

دعا سے مراد بلانا، کسی کو کام کے لیے بلانا یا اس سے کچھ مانگنا، مراد اللہ کو پکارنا اور اس سے مانگنا ہے۔

پیارے بچو! جس طرح نماز ہم پر فرض ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی ہم پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہارے رب نے کہا کہ مجھے پکارو، میں تمہاری پکار قبول کروں گا یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (الغافر 60/40)

اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگنا تکبر کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر کرنے والا انسان پسند نہیں ہے کیونکہ تکبر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے۔ جس نے ہم کو پیدا کیا اور دنیا کی ہر نعمت سے نوازا ہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا صرف اس کی عبادت کر کے ہی ادا ہو سکتا ہے۔

''کوئی چیز اللہ کے ہاں دعا سے بڑھ کر عزت والی نہیں۔'' (ترمذی: 3370)

کیونکہ اس نے جن و انس کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور دعا بھی عبادت ہے۔ تو جب کوئی شخص دعا کرتا ہے تو وہ اپنی تخلیق کا مقصد پورا کر رہا ہوتا ہے، اس لیے اس کی دعا سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز عزیز نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ

(الفرقان: 77)

''کہہ دیجیے! میرا پروردگار تمہاری کوئی پروا نہیں کرتا اگر تمہاری دعا نہ ہو۔''

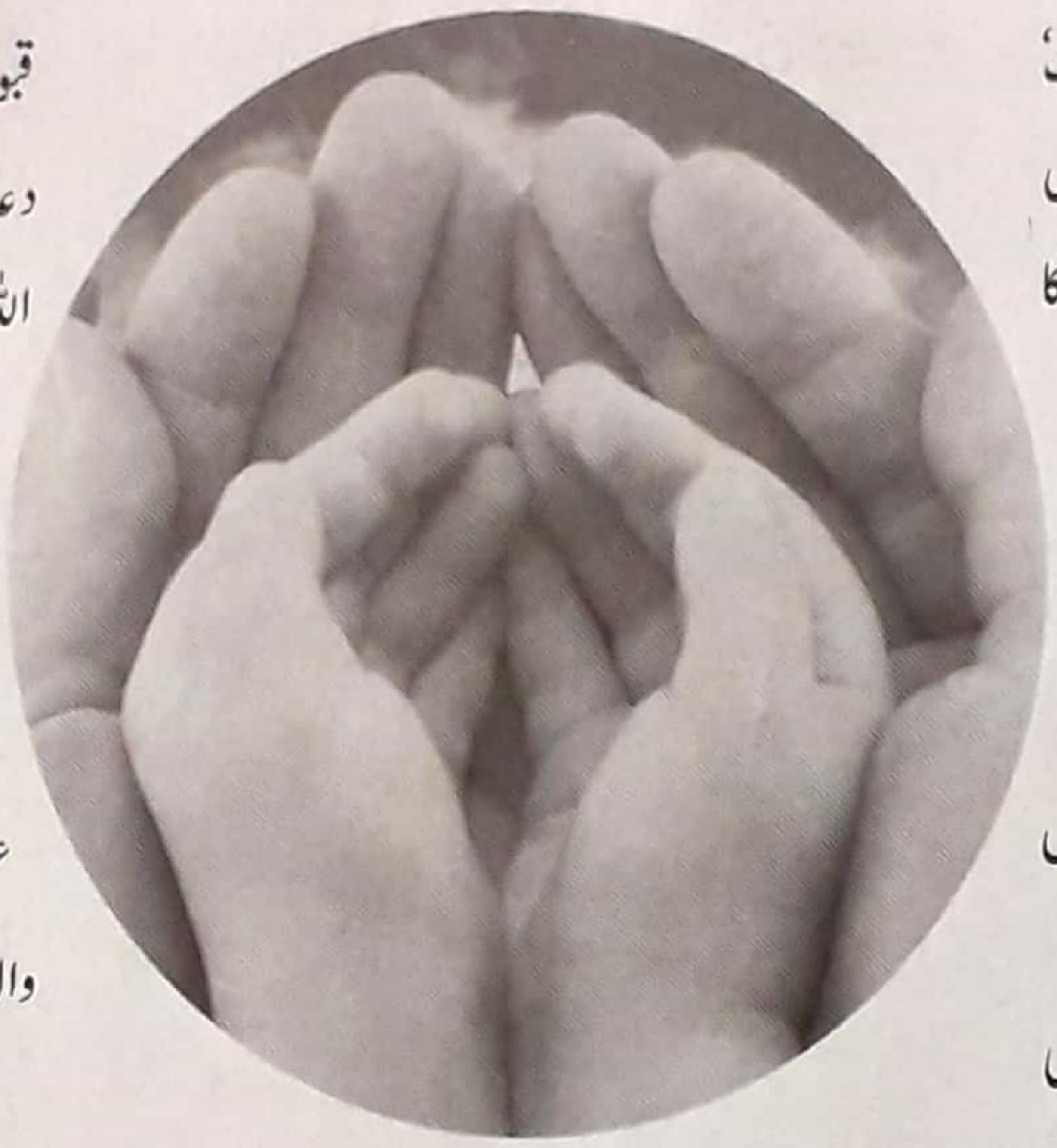

پیارے بچو! یقیناً آپ نے بھکاریوں کو اکثر سڑکوں پر بھیک مانگتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ ان کا بھیک مانگنے کا بھی کوئی نہ کوئی طریقہ ہوتا ہے جس سے وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بھی دعا مانگنے کا طریقہ ہے۔ ویسے تو دعا کہیں بھی اور کسی بھی حالت میں مانگی جا سکتی ہے لیکن جو افضل طریقہ ہے وہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ہے۔ اس سے بندے میں عاجزی وانکساری پیدا ہوتی ہے اور بندے کے اندر جو تکبر ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تمہارا رب بہت حیا کرنے والا کرم والا ہے، وہ بندے سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ اپنے ہاتھ اس کی طرف اٹھائے تو وہ انہیں خالی نہیں لوٹاتا۔'' (صحیح ابوداؤد ۱۴۸۸، ترمذی: ۳۰۰۶)

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتے بلکہ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرما دیتے ہیں۔ دعا مانگتے وقت سچے دل سے دعا مانگی جائے اور آپ کو اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسا اور یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

دعا کرتے ہوئے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر...... اور روتے ہوئے دعا مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے آنسو سے بہت محبت ہے اور وہ آنسو جو اس کی یاد میں بہتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا رد نہیں کرتا اور دعا کی قبولیت کے بھی کچھ لمحے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ انسان کی دعا کو فوراً قبول کرتا ہے۔ تہجد کے وقت کیونکہ اُس وقت اللہ تعالیٰ خود پہلے آسمان پر تشریف لاتے ہیں اور اپنے بندوں کو کہتے ہیں کہ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے، وہ میں اس کو عطا کر دوں۔ کچھ ایسے انسانوں کی دعا ہوتی ہے جو اللہ رب العزت قبول فرماتے ہیں۔ ان میں سے بیمار...... مسافر...... یتیم...... مظلوم...... بیوہ عورت...... اور اللہ کے راستے میں نکلنے والا انسان۔ ان کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے۔

پیارے بچو! ہم کو بھی اللہ رب العزت سے اپنی ہر مشکلات سے بچنے کے لیے دعا مانگنی چاہیے۔

تم آرزوں کے دیئے جلا کر خدا سے اچھی امید رکھنا
خزاں کے موسم کی رخصتی پہ بہارِ گل کی نوید رکھنا

(محمد عظیم اسلم_ پتوکی)

نوٹ

روضۃ الاطفال کے لکھاریوں کے لیے

خوشخبری

تحریری مقابلہ

عنوان: مسلمانوں کی ایجادات

بہترین تحریر کو روضۃ الاطفال میں شائع کیا جائے گا اور اول، دوم، سوم آنے والے لکھاریوں کو انعامات ارسال کیے جائیں گے انشاءاللہ۔

زمین پر زندگی

لیں جی! اب بتانے جا رہے ہیں ہم ...... بھلا کس کے بارے میں؟؟؟ وہ جو بہت ہی خاص ہے۔ جی! جو آپ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اوھو! جوتا نہیں۔ وہ جو...... جس پر چلتے ہوئے آپ سکول، وغیرہ اور اپنی مطلوبہ منزل پر پہنچتے ہیں۔ جی جی! یہ آپکی ساری گاڑیاں، سڑکیں، گھر، سکول، شاپنگ سٹورز اسی پر تو ہیں۔ یہ خوبصورت وادیاں، حسین مناظر، سیر گاہیں یعنی جو ابھی آپ سمجھ چکے ہیں۔ یعنی زمین......

یہ زمین کیسے وجود میں آ گئی؟؟؟ اور...... زندگی اس پر کیسے ممکن ہوئی؟؟ ہاں جی! اور یہ زندگی زمین کے علاوہ کہیں اور کیوں ممکن نہیں؟؟

پیارے بچو! آئیں! پہلے زمین کے بارے میں کچھ سائنسدانوں کی سن لیتے ہیں۔ پھر ہم اپنی باتیں کریں گے اور جو انکو نہیں پتا وہ بھی انہیں بتائیں گے۔

لیں جی پھر سن لیں ان نادانوں کی!

ان کے مطابق زمین اور اس سارے نظام سے بھی پہلے ایک گول قسم کی کوئی چیز تھی وہ زوردار دھماکے کی آواز سے پھٹی اور اسکے ٹکڑے چاروں طرف پھیل گئے اور یہ زمین، سورج، چاند، ستارے اور سیارے وغیرہ بن گئے۔ اس خودبخود کے دھماکے کو انہوں نے ''بگ بینگ'' کا نام دیا۔ پھر جب انہیں زمین کا خیال آیا کہ یہاں پر زندگی کیسے؟ تو اس کے لیے بھی انہوں نے ایک لمبی کہانی دنیا میں گھڑ دی۔

جس کی خاص بات یہ ہے کہ...... اوھوہ!''نہیں! نہیں خاص نہیں بلکہ یہ بھی ان سائنسدانوں کا اندازہ ہی ہے، وہ یہ کہ ''زمین پر زندگی کا آغاز آج سے تقریباً ساڑھے تین ارب سال پہلے اس وقت ہوا جب زمین کا ماحول بے حد مختلف تھا اور ہر طرف سادہ مرکبات کی بھر مار تھی۔ اور فضا میں آکسیجن (جس کی مدد سے سانس لیتے ہیں) کی بجائے میتھین گیس بھری تھی۔ کروڑوں برسوں پر محیط عرصے میں کیمیائی مادوں کے تعامل سے بے حد سادہ جنیاتی مادہ آر، این اے (RNA) پیدا ہوا اور پھر یہ بھی ترقی کرتا کرتا ایک جاندار خلیے ڈی این اے (DNA) میں تبدیل ہو گیا۔ اور آخر کار اس نے ہمت کی اور ''قدرتی چناؤ'' کے عمل سے گزرتا ہوا موجودہ دور کے بے حد پیچیدہ پودوں اور جانوروں کی شکل میں ڈھل گیا۔

بچو! یہ تو اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ یقین ہی نہیں ہوتا بس کہتے ہیں کہ دھماکہ ہونے سے ہی یہ سب بن گیا وہ بھی خودبخود...... دھماکہ بھی خودبخود...... سارے سیارے بھی خودبخود سورج، چاند بھی خودبخود اور پھر زمین بھی...... خودبخود بن گئی...... اور پھر زندگی بھی خودبخود...... حتیٰ کہ یہ کہتے ہیں کہ زندگی کے لیے ہر چیز نے ترقی کی حتیٰ کہ بندر نے تو اتنی ترقی کی اتنی ترقی کی...... کہ انسان بن گیا۔ ہم سوچ رہے ہیں کہ انسان سے ترقی کر کے ابھی تک تو کچھ نہیں بنا۔

پیارے بچو! اصل میں اس زمین پر موجود ہر شے زندگی کی نمود کو پروان چڑھانے کے لیے بنی ہے۔ زندگی کی بقاء کے لیے، مناسب ماحول، خوشگوار بدلتے موسم...... اور پھر خاص طور پر پانی اور آکسیجن کی تو بے حد ضرورت ہوتی ہے۔

جو کہ یہ سب کچھ زمین پر ہی میسر ہے۔ تبھی تو زندگی صرف زمین پر ہی ممکن ہے اور کسی جگہ نہیں۔

ہاں جی یہ بھی سن لیں! یہ سب جاننے کے باوجود بھی آج کل امریکی خلائی کمپنی ''ناسا نے'' خلا میں 2009ء میں پہلی خلائی دوربین بھیجی۔ تاکہ یہ پتا چلایا جا سکے کہ زندگی کسی اور جگہ بھی ممکن ہے یا نہیں۔ اب تو انہوں نے دو فہرستیں بھی تیار کر لی ہیں۔ جسکے مطابق زمین کے علاوہ کائنات میں جس جگہ زندگی کی موجودگی کا سب سے زیادہ امکان ہے وہ سیارہ ''زحل'' کا چاند ''ٹائٹین'' ہے ور زمین سے ساڑھے بیس نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ بھی پریشان ہو رہے ہوں گے...... یہ نوری سال کیا ہے؟؟ بچو! اس سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک سال میں طے کر سکتی ہے۔

یہ تو ہیں ان کی باتیں، اب تو یہ مریخ پر بھی زندگی اور پانی تلاش کر رہے ہیں۔

ننھے منے پیارے بچو! یہ زندگی، زمین یہ ستارے، یہ کائنات اور یہ سارے دن رات کی طرح کے بڑے بڑے نظام خودبخود وجود میں تو نہیں آ گئے۔ اسی طرح اس زمین کو بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے...... اور اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے ہی اس میں سارے نظام چلاتے ہیں اور اس جہاں میں زندگی کو اپنی نشانی بنایا ہے۔ پھر اس کائنات میں جنوں اور انسانوں کو اپنی کبریائی بیان کرنے کے لیے بنایا ہے۔

کیا کبھی ایسے بھی ہوا ہے؟؟؟ آپ کہیں جا رہے ہوں اور دریا پار کرنے لگیں تو پل ٹوٹا ہو...... پھر ایک درخت گرے...... اور خودبخود اس کے تختے بن جائیں اور پھر کشتی بن کر دریاؤں میں اتر جائے اور آپ اس میں بیٹھ کر دریا کی موجوں میں سفر کریں اور وہ خودبخود آپکو دریا کے کنارے لگا دے اور آپ اپنے گھر پہنچ جائیں۔

آپ کہیں گے ''نہیں'' ناں! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا! تو بچو یہ زندگی کائنات وغیرہ بھی خودبخود نہیں بن سکتی۔

تو پیارے بچو آیئے! جس مقصد کے لیے یہ بنی ہے صرف اسی مقصد کو پورا کریں۔

حافظ ابوبکر ادریس بن مفتی محمد ادریس المدنی

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

9 2 مئی 2014ء / 2 رجب 1435ھ

جب راستہ نہ ملا!!

قیمت 5 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اے لوگو! خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو پہنچا دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ خدا اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک خدا سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ النساء: 58)

(اُسامہ بن نصیر، فیصل آباد)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد رہے گا اور ہجرت کی نیت قائم رکھی جائے۔

(بخاری مسلم)

(شمیرزہ فیصل منڈی بہاؤالدین)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو! امید ہے ہمارے ننھے قارئین خیریت سے ہونگے۔ ہماری ہر دم یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں برکت دے اور آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

معزز قارئین! چند دن پہلے ایک نامور ہسپتال کے شعبہ حادثات (ایمرجنسی وارڈ) میں جانے کا اتفاق ہوا، دیکھا تو زیادہ تر مریض تکلیف دہ حادثات کا شکار پڑے تھے، زخمیوں کے رقت آمیز مناظر دیکھتے ہی انسان ڈر کر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ ابھی چند دن پہلے ڈیرہ غازی خان سے کراچی جاتے ہوئے مسافر بس سکھر کے قریب ٹرالر سے ٹکرا کر پچک گئی۔ اس خوفناک حادثے میں بھی 42 مسافر ہلاک ہوئے اور جو بری طرح زخمی ہوئے انہیں قریبی ہسپتال منتقل کیا گیا۔ فیصل آباد کے قریب بھی ایک تیز رفتار کار موڑ کاٹتے ہوئے درخت سے ٹکرا گئی۔ اس میں سوار پوری فیملی ہلاک ہوگئی۔ یہ واقعات عام معمول ہیں۔ ہم ان حادثات کی وجوہات پر غور کرتے ہیں نہ ہی ان سے بچنے کی کوشش۔

پیارے قارئین! ان حادثات سے اللہ کی پناہ میں آ کر تھوڑی سی احتیاط کر کے بچا جا سکتا ہے۔ ان سارے نقصان دہ حادثات سے بچنے کے لئے ہمیں صرف صبح وشام کے اذکار کرنا ہوں گے اور صرف سفر کی دعائیں پڑھنی ہوں گی۔ ایسا کرنے سے ہم اللہ کی طرف سے ایک مضبوط قلعے میں محفوظ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور مکمل پناہ میں آجاتے ہیں۔

تو دیر کس بات کی! کریں یاد یہ اذکار اور آجائیں ایک مضبوط قلعے میں...... اور بچ جائیں حادثات سے، ثواب کا ثواب، حفاظت کی حفاظت، ان شاء اللہ آج سے بھی قارئین صبح وشام کے اذکار کے قلعے میں رہنا معمول بنائیں گے (اور بچ جائیں گے سبھی حادثات سے)

والسلام

ربنا

ایمان میں شک گزرنے کی دعا

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ. (بخاری مع الفتح 336/6۔ مسلم 120/1)

"وہی اول ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

(محمد آصف۔ رحیم یار خان)

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور/ ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

اللہ کے پیارے نبی ﷺ اپنے صحابی کے دروازے سے ہی واپس پلٹ آئے اور وہ بھی ان سے ملے بغیر...... جونہی تاجدارِ مدینہ ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک پھیرا اور اپنے گھر کی جانب قدم بڑھایا......تو جانثار صحابی نے لپک کر آپ ﷺ کو تھام لیا اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ قربان ہوں میں نے تینوں دفعہ آپ ﷺ کا السلام علیکم کہہ کر اجازت طلب کرنا سن لیا تھا اور سلام کا جواب بھی دیا مگر بڑی دھیمی آواز میں...... کیونکہ میں چاہتا تھا کہ آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ میرے اوپر سلامتی بھیجتے رہیں اور میرے لیے دعا کرتے رہیں......اس کے بعد وہ سعادت مند صحابی سعد بن عبادہ ؓ آنحضور ﷺ کو اپنے گھر میں لے گئے اور پھر آپ ﷺ نے ان کے ہاں سے کشمش نوش فرمائی اور یہ خوشخبری سنائی ''اے سعد ؓ اس وقت اللہ کے فرشتے بھی تمہارے لیے رحمت اور برکت کی دعائیں کر رہے ہیں۔''

(مسند احمد)

عزیز بچو! یہ ہمارے حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو پہلے سلام کرتے پھر اندر داخل ہونے کی اجازت طلب فرماتے اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ صرف تین مرتبہ اجازت مانگتے اگر گھر کے اندر سے کوئی جواب نہ ملتا تو واپس لوٹ آتے۔ (بخاری)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی ہمیں یہی حکم فرمایا ہے ''اے ایمان والو! کسی کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو'' (النور:27)

اسی طرح کلاہ بن حنبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سلام کیا اور نہ ہی اجازت طلب کی تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم! کیا میں اندر آسکتا ہوں'' (ترمذی، ابوداؤد)

عزیز ساتھیو! بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب ہم دروازے پر دستک دیتے ہیں تو اندر سے کوئی جواب نہیں آتا تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر تمہیں وہاں سے کوئی (جواب) نہ ملے تو پھر بغیر اجازت اندر داخل مت ہونا اور اگر تم سے واپس جانے کو کہا جائے تو تم واپس ہی جانا'' (النور:28)

دوستو! یہ آداب اللہ نے صرف بڑوں کو ہی نہیں بلکہ بچوں کو بھی سکھلائے ہیں اور حکم دیا ہے کہ ننھے مہمان بھی جب کسی کے گھر جائیں تو تین اوقات میں لازمی اجازت طلب کریں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ''اے ایمان والو! تم میں سے تمہاری ملکیت کے غلام اور سمجھدار بچے تین وقتوں میں اپنے آنے کی اجازت ضرور مانگیں، ایک نمازِ فجر سے پہلے، دوسرا ظہر کے وقت (جب دوپہر میں آرام کا وقت ہوتا ہے) اور تیسرا عشاء کے بعد'' (النور:58)

اللہ اور رسول ﷺ نے اجازت مانگنے کے کچھ آداب بھی مقرر کر رکھے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن بسر ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی کے دروازے پر تشریف لاتے تو اپنا چہرہ دروازے کے سامنے نہ کرتے، بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر فرماتے ''السلام علیکم'' (ابوداؤد) اسی طرح نبی مکرم ﷺ نے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر جھانکنے سے بھی بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری، مسلم)

آپ ﷺ نے اس بات کو بھی پسند فرمایا کہ جب اندر سے گھر والا پوچھے، ''کون ہے؟'' تو اس کے جواب میں ہمیں اپنا نام بتا کر گھر والے کو اپنا تعارف کروانا چاہیے۔ (بخاری۔مسلم)

دوستو کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جہاں یہ اجازت لینا ضروری نہیں مثلاً سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے یا دعوت دی جائے تو وہ پیغام لانے والے کے ساتھ ہی آجائے اس کو الگ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں'' (ابوداؤد)

اسی طرح ''غیر آباد گھروں میں جہاں تمہار کوئی فائدہ یا سامان پڑا ہو (بغیر اجازت) جانے میں کوئی گناہ نہیں'' (النور:29)

پیارے دوستو! ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا، دعوتیں کھانا اور کھلانا، تحائف کا تبادلہ کرنا، اگر کوئی بیمار ہو تو اس کے تیمارداری کیلئے جانا ہمارے معاشرے کی اچھی روایات میں شامل ہیں مگر ان موقعوں پر درج ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔

(1) دوسروں کے گھر میں داخلے کے لیے اجازت مانگنا اور سلام کہنا۔

(2) دروازے کے ایک جانب ہو کر اجازت طلب کرنا۔

(3) کسی کے گھر میں جھانکنے سے گریز کرنا اور اپنی نگاہوں کو نیچا رکھنا

(4) اپنا نام بتا کر تعارف کروانا

(5) تین مرتبہ اجازت طلب کرنا اگر جواب نہ ملے تو واپس لوٹ آنا

(6) گھر والوں کے نیند اور آرام کے اوقات کا خیال رکھنا۔

(ناصر محمود بیگ، زاہد بیگ)

ادنیٰ خادم

"یہ جھوٹ ہے۔ پتھر کے بنے تمہارے یہ معبود ناک پر بیٹھی مکھی تو اڑا نہیں سکتے۔ معبود تو ہے جس نے ہمیں پیدا کیا، ہمیں رزق عطا کیا۔ ہمارے چلنے کے لیے زمین کو فرش بنایا اور جس نے بغیر ستونوں کے آسمانوں کو بلند کیا"

یہ مدینہ منورہ کا منظر ہے، ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کو بڑے احسن انداز میں دین کی دعوت پیش کر رہی ہے۔ "آپ کو اللہ نے عقل و شعور کی نعمت سے نوازا ہے پھر بھی آپ بے جان پتھروں کی پوجا کرتے ہیں۔"

افسوس ہے آپ پر اوس اور خزرج جیسے قبیلے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں۔ آپ ان کی طرح جلدی کیوں نہیں کرتے۔"

ام سلیم رضی اللہ عنہا دلی طور پر چاہتی تھیں کہ ان کا شوہر مسلمان ہو جائے۔ ایمان کی مٹھاس جو میں نے پائی ہے وہ بھی اس سے اپنا حصہ پالے۔ لیکن وہ کفر پر قائم رہا اور وہ چھوٹے معبودوں کو اپنا سچا معبود سمجھتا رہا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کو دین کی دعوت دیتی رہی مگر ہدایت کی روشنی ان کے شوہر کا مقدر نہ بن سکی۔ ایک دن ان کا شوہر مدینہ منورہ سے شام جا رہا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اللہ کی تقدیر جانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کیا۔

اللہ نے اس صبر کے بدلے میں ان کو ایک خوبصورت بیٹے کی نعمت سے مالا مال کیا تھا۔ بیٹے نے آنکھ کھولی اور تھوڑا بہت چلنے کے قابل ہوا تو شفیق ماں کے پیار نے باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی کمال تربیت کی۔ جس کی وجہ سے بچے کی بچپن میں ہی عادت بن گئی کہ داناؤں کی طرح سوچ سمجھ کر بولنا۔ ہمیشہ بڑوں کی فرمانبرداری کرنا۔ طبیعت میں شرمیلا پن اور سب سے بڑھ کر ماں کی محبت تو بچے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو جتنا قرآن یاد تھا، وہ سارے کا سارا بچے کو بھی یاد کرواتی رہتی۔ بچے میں علم حاصل کرنے کا شوق آہستہ آہستہ بڑھنے لگا تو اس نے علما کی مجلس میں بھی بیٹھنا شروع کر دیا۔

جب ماں نے بچے میں علم حاصل کرنے کی تڑپ دیکھی تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے سوچا بیٹے کی بہترین تربیت اور علم حاصل کرنے کی پیاس بجھانے کیلئے نبی اکرم ﷺ کی مجلس سے بہترین کوئی درسگاہ نہیں۔ لہٰذا ایک دن آپ رضی اللہ عنہا نے بیٹے کی انگلی تھامی اور نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو گئیں۔ اس وقت ان کے بیٹے کی عمر آٹھ برس تھی۔ ام سلیم یوں مخاطب ہوئیں۔ "اے اللہ کے رسول ﷺ! انصار کا کوئی فرد پیچھے نہیں رہا۔ ہر مرد اور عورت نے آپ ﷺ کی خاطر خود کو قربان کر رکھا ہے۔ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے جو آپ ﷺ پر لٹا سکوں، میری ساری دولت میرا بیٹا ہے۔ یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہے اس کو قبول فرمائیں۔ یہ ہمیشہ آپ کی خدمت کے لیے تیار رہے گا۔

نبی مکرم ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بیٹے کو قبول فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں رہتے ہوئے اس بچے نے گفتگو کے عمدہ آداب سیکھے۔ نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھا جس پر ہر کوئی رشک کرتا تھا۔ ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے والے اس بچے میں تقویٰ اور پرہیزگاری کوٹ کوٹ کر بھر گئی۔ دنیا کے افضل ترین انسان کی محبت نے اس بچے کو بے پناہ خوبیاں کا مالک بنا دیا چونکہ دنیا کی سب سے بڑی چیز عاجزی وانکساری صرف اور صرف محبت اور عقیدت سے پیدا ہوتی ہے جو اطاعت زبردستی یا طاقت کے بل بوتے پر ہو وہ کبھی دیرپا نہیں ہوتی۔ طاقت کا زور ختم ہوتے ہی یہ فنا ہو جاتی ہے۔

پیارے بچو! نبی ﷺ کی خدمت عالیہ میں اس بچے نے اپنی زندگی کے دس سال بسر کیے۔ مگر کبھی آپ ﷺ نے اس بچے کو یہ نہیں کہا کہ آپ نے یہ کام کیوں نہ کیا۔

پیارے قارئین! آپ تھوڑا تھوڑا جان گئے ہوں گے کہ یہ خوش نصیب بچہ کون تھا۔ جی ہاں! یہ بچہ انس رضی اللہ عنہ تھے! سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کوئی کام بھیجا۔ میں وہ کام کرنے جا رہا تھا کہ راستے میں بچے مل گئے جو کہ کھیل رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ کھیل میں مشغول ہو گیا اور کام مجھے بھول گیا۔

جب دیر ہوگئی تو نبی ﷺ کا جب ادھر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو چپکے سے میرے پیچھے سے آ کر میرے کان پکڑ کر ہلائے اور فرمانے لگے۔ "اے دو کانوں والے" تو انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے فوری کام یاد آ گیا اور شرمندہ بھی ہوا۔ دیکھیں یہاں بھی نبی ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں کہا کہ تم نے کام کیوں نہ کیا۔ آپ ﷺ تقریباً کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ میں دو خوبیاں بہت خاص تھیں۔ ایک کم بولنا اور دوسری خشوع خضوع سے نماز ادا کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ کی رضا کے طلب گار رہنے کی وجہ سے اپنے دل میں اللہ کا ڈر رکھتے اور اسی وجہ سے بہت کم بولتے تھے۔ یہ چیز انہوں نے نبی ﷺ سے سیکھی تھی۔ آپ ﷺ بھی بے ضرورت گفتگو نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ زبان کی حفاظت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "جو زیادہ باتیں کرتا ہے اس سے زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں زیادہ غلطیاں زیادہ گناہ ہیں۔ زیادہ گناہ آگ میں لے جانے کا باعث ہیں۔"

انس رضی اللہ عنہ کی نماز رسول اللہ ﷺ کی طرح بہت لمبی ہوتی تھی۔ جس طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نبی ﷺ قیام فرماتے اور پاؤں پر ورم آ جاتے۔ اسی طرح انس رضی اللہ عنہ بھی قیام فرماتے اور ان کے پاؤں پر ورم آتے تھے ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ میں ایک اور بڑی اہم خاصیت یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ بہترین تیر انداز تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا ان کا نشانہ کبھی خطا گیا ہو۔ ہمیشہ نشانے پر لگتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتے تھے۔ ہمیشہ آگے بڑھ کر جنگ میں حصہ لیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں تقریباً ستائیس کے قریب جنگوں میں حصہ لیا۔ انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ اور اپنے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

نبی ﷺ سے محبت تو ان کے جسم میں خون سے بھی تیز دوڑتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے نبی ﷺ کے ہاتھ مبارک کو چھوا جو کہ ریشم سے بھی زیادہ نرم تھا۔

باقی صفحہ نمبر 10 پر

گلدستۂ روضہ

تین اہم نصیحتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور جو کوئی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

(محمد انور سرور چک نمبر 88/A لیاقت پور)

سنہری باتیں

☆ دوسروں کے چہرے سے روشنی لینے والا ہمیشہ اندھیرے میں رہتا ہے۔

☆ انسان کی اصل دولت اس کی جیب نہیں اس کے دل ودماغ میں ہوتی ہے۔

☆ انسانی زندگی بغیر محبت کے مصیبت اور بغیر عقل کے حیوانیت ہے۔

☆ جو شخص علم رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا وہ اس مریض کی مانند ہے جو دوا تو رکھتا ہے مگر استعمال نہیں کرتا۔

☆ دولت سے دوست خریدا جا سکتا ہے لیکن وفا نہیں۔

☆ محبت ایک ایسا پھول ہے جو ہمیشہ اعتماد کی شاخ پر کھلتا ہے۔

☆ موت کی یاد انسان کو نیک بنا دیتی ہے۔

(مجاہد فیصل اقبال)

کبھی نہیں

رسول اللہ ﷺ نے کبھی خوان پر کھانا نہیں کھایا۔ خوان ایک میز ہوتی ہے۔ جس پر چھوٹے چھوٹے برتن اور کھانا رکھ دیا جاتا تھا اور رکھانے والے حسب ضرورت اس سے نکال کر کھاتے تھے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی باریک آٹے کی روٹی نہیں کھائی۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی نامحرم عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی قالین استعمال نہیں کیا۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی لونڈی یا غلام کو نہیں مارا۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی گھر میں کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کیا۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی سوال کرتا یعنی کچھ مانگتا تو آپ نے کبھی خالی نہیں لوٹایا۔ (بخاری)

(حافظ حمود الرحمٰن سادوی)

قرآن

قرآن پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے دل کو سرور
قرآن کھولو اور پڑھو ملتا ہے ہدایت کا نور
قرآن چشمہ ہے ہدایت کا انسان کے لیے
ملتا ہے زینہ کامیابی کا دونوں جہان کے لیے
قرآن ہے رب کی نازل کردہ ہدایت کی کتاب
اسکے نزول کے لئے رب نے کیا رسول ہاشمی ﷺ کا انتخاب
رخ موڑ دیتا ہے قرآن انسان کی زندگی کا
پیغام دیتا ہے انسان کو خالق کائنات کی بندگی کا
حافظ قرآن کو رب نے بڑا مقام دیا
دنیا اور آخرت میں اونچا اُس کا نام کیا
ضیائے شمس بھی جس کے سامنے ہو شرمندہ
اُس کے والدین کو ایسا شاہانہ تاج دیا
یارب! ہمیں بھی توفیق دے قرآن پڑھنے کی
سعادت ہم بھی حاصل کریں جنت کے زینے پر چڑھنے کی
حشر میں تیرا یہ فرمان ہو کہ قرآن پڑھتا چلا جا
جا جنت کے زینے پہ چڑھتا چلا جا......
ختم جہاں پر قرآن ہو جائے
وہاں تک جنت تیرے نام ہو جائے

(میمونہ بنت فاروق الرحمٰن یزدانی۔ میر پور، شاہ کوٹ)

سچے موتی

☆ دنیا کا مال زندگی کے آرام اور سکون کے لیے ہے نہ کہ زندگی مال جمع کرنے کے لیے۔

☆ اگر تو دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو لوگوں پر احسان کر جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان فرمایا۔

☆ سب سے بڑا بدنصیب وہ ہے جو لوگوں کو ستاتا ہے

کیونکہ جب اس پر مصیبت پڑے گی تو کوئی اس کا دوست نہ ہوگا۔

☆ اگرچہ معاف کرنا اچھا ہے لیکن پھر بھی لوگوں کو ستانے والوں کے زخم پر مرہم مت رکھو۔

(سعید عارف، مکتوم خالد)
(الدعوۃ سائنس کالج مرکز یرموک۔ پتوکی)

قبول کریں

☆ نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو
☆ بھائی کا عذر چاہے دل نہ مانے
☆ دوست کا ہدیہ چاہے حقیر ہو
☆ غریب کی دعوت چاہے تکلیف دہ ہو
☆ ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو
☆ اپنی غلطی چاہے ندامت ہو

(محمد سعد شبیر، سرائے مہاجر بھکر)

جھنڈوں کے بارے میں اہم معلومات

☆ سبز رنگ دنیا میں 63 ملکوں کے جھنڈوں میں استعمال کیا گیا۔

☆ مالٹا رنگ دنیا میں 116 ملکوں کے جھنڈے میں استعمال کیا گیا۔

☆ نیلا رنگ دنیا میں 50 ملکوں کے جھنڈوں میں استعمال کیا گیا۔

☆ زرد رنگ دنیا میں 50 ملکوں کے جھنڈوں میں استعمال کیا گیا۔

☆ سفید رنگ دنیا میں 103 ملکوں کے جھنڈوں میں استعمال کیا گیا۔

☆ کالا رنگ دنیا میں 32 ملکوں کے جھنڈوں میں استعمال کیا گیا۔

☆ آسمانی رنگ دنیا میں 22 ملکوں کے جھنڈوں میں استعمال کیا گیا۔

☆ چاکلیٹ رنگ دنیا میں صرف چار ملکوں میں استعمال کیا گیا۔

(اقصیٰ ارشد۔ چوک اعظم)

راز کچھ خوشی کے

☆ جو گزر اسو گزر گیا...... وقت پھر نہیں آتا لہٰذا جو گزر گیا اس کے بارے میں مت سوچو۔

☆ صبح کرلو تو شام کا انتظام نہ کرو بس اللہ کافی ہے، آج کی حدود میں رہو آج کی اصلاح کرو۔

☆ مستقبل کو آنے دو کل کی فکر میں نہ پڑو آج ٹھیک ہوا تو کل بھی ٹھیک ہوگا۔

☆ اللہ پر توکل کرو معاملہ اس کے سپرد کرکے اس کے حکم پر راضی رہو بس اس پر اعتماد کرو وہی تم کو کافی ہے۔ جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو جو تم کو کاٹے اس سے جڑو۔ جو محروم کرے اس کو دو، جو برائی کرے اس سے اچھائی کرو تو تم کو خوشی دائمی ملے گی۔

☆ آج کل کرنے اور ٹال مٹول کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ ناکامی کا سبب ہوتا ہے۔

☆ اللہ نے تمہارے لیے جو چنا ہے اس پر خوش رہو کیونکہ مصلحت کیا ہے تم نہیں جانتے، کبھی تنگ دستی بھی خوشحالی سے بہتر ہوسکتی ہے۔

☆ مکھی نہ بنو جو زخم اور گندگی پر بیٹھتی ہے، لوگوں کی آبرو اور عزت نفس کا احترام کرو، کسی کی عیب جوئی میں نہ پڑو نہ ان کی لغزشیں اور کمیاں دیکھ کر ہنسو۔

☆ صدقہ دیا کرو چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس سے گناہ ختم ہوگا، دل کو خوشی ملے گی فکر دور ہوگی، رزق میں اضافہ ہوگا۔

☆ کسی کے شکریہ کا انتظار نہ کرو۔

☆ نفس کو لالچ دو گے تو لالچ میں آئے گا اگر قلیل کا عادی بناؤ گے تو قناعت کرے گا۔

(محمود، شاہ کوٹ)

اقوال زریں

① اگر تم چاہو تو اپنے خیالات بدل کر زندگی بہتر بنا سکتے ہو۔
② حقیقی کامیابی لگاتار محنت کا نام ہے۔
③ آسمان پر نگاہ ضرور رکھو مگر اتنا مت بھولو کہ پاؤں صرف زمین پر ہی رکھے جاتے ہیں۔
④ اتنا مت سوچو کہ سوچتے ہی رہ جاؤ اور وقت گزر جائے۔
⑤ پختہ ارادہ آدھی کامیابی ہے۔
⑥ کمال نہ گرنے میں نہیں بلکہ گرنے کے بعد ہمت اور حوصلے سے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونے میں ہے۔

(طیبہ نورین، الدعوہ سائنس کالج پتوکی)

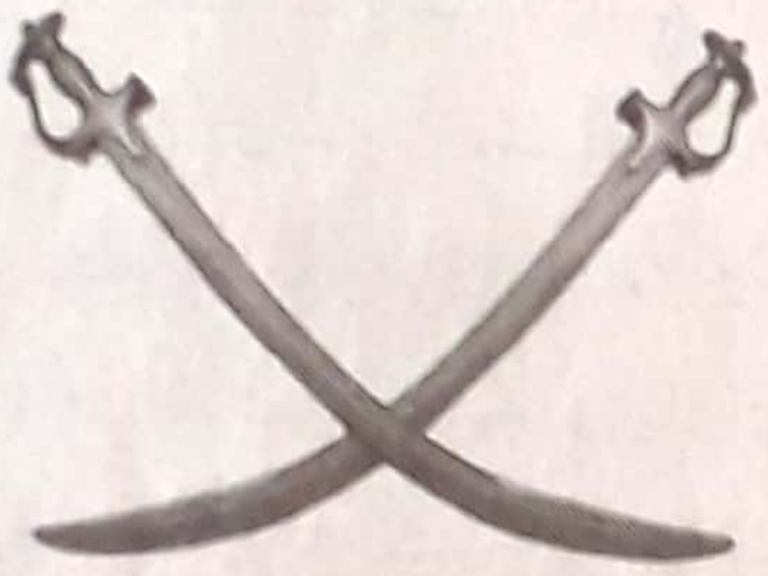

"میری شہادت کا منظر"

وہ وقت کتنا خوبصورت ہوگا اے میرے اللہ
کہ جب میرے جسم میں سینکڑوں گولیاں ہوں گی
جب میرے جسم پر ہزاروں زخم ہوں گے
کچھ بڑے کچھ چھوٹے ہوں گے
کچھ دل تک کچھ جسم کے آر پار ہوں گے
جو میرا لباس و کفن ہو گا
کچھ پھٹا ہو گا اور کہیں سے جلا ہوگا
وہ وقت کتنا خوبصورت ہو گا
جب جسم سے خون بہہ رہا ہو گا
میں خوشی سے جھوم رہا ہوں گا
وقتِ شہادت قریب ہو گا
اور میں سجدے میں گرا ہوں گا
وہ وقت کتنا خوبصورت ہوگا اے میرے اللہ

(عمران شہزاد، راجہ جنگ قصور)

جب راستہ نہ ملا!!

عبداللہ محسن

ایمبولینس کا ہارن مسلسل فضا میں گونج رہا تھا مگر گاڑیوں کی ایک بڑی تعداد اس ایمبولینس سے آگے تھی، اشارہ بھی بند تھا۔ ٹریفک وارڈن جلدی سے آگے بڑھا اور اس نے جس طرف کا اشارہ کھلا تھا، ہاتھ کے مخصوص اشارے سے اس طرف سے ٹریفک بند کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر لوگوں کو سبز بتی نظر آ رہی تھی اور وہ وارڈن کا ہاتھ نظر انداز کرتے ہوئے رکنے پر تیار نہ تھے۔ مجبوراً وارڈن گاڑیوں کے آگے آ گیا اور اس نے ایمبولینس والی طرف کی ٹریفک کو چلنے کا اشارہ کیا۔

گاڑیاں آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع ہوئیں لیکن ایک طرف کو ہٹنا انہیں ابھی بھی پسند نہ تھا۔ دوسری طرف ایمبولینس سے اب مسلسل یہ درخواست کی جا رہی تھی کہ ”برائے مہربانی ایک طرف کو ہو جائیں اور راستہ دے دیں“ بہر حال کسی نہ کسی طرح ایمبولینس کو راستہ ملا اور وہ تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

ایمبولینس کو تو راستہ مل گیا میری سوچ ایک نکتے پر آ کر ٹھہر گئی کہ نہ جانے ایمبولینس میں موجود مریض کس حالت میں ہو گا؟ نہ جانے اسے کتنی جلدی ہسپتال منتقل کرنا ضروری تھا لیکن ہم لوگوں کی جلد راستہ نہ دینے کی عادت کے سبب وہ راستے میں ہی...... اس سے آگے میں وہ بات سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا جو مجھے مسلسل پریشان کر رہی تھی۔ دل سے بے ساختہ دعا نکلی کہ یا اللہ! اس مریض کو اپنی حفاظت میں رکھنا اور اسے مکمل صحت عطا کرنا۔ آمین

پیارے بچو! یقیناً آپ جانتے ہوں گے پنجاب میں ”ریسکیو 1122“ کے نام سے ایک ایمرجنسی سروس چل رہی ہے جس کا کام کسی بھی حادثے کی صورت میں متاثرہ لوگوں کو ابتدائی طبی امداد فراہم کرنا اور پھر اسے ہسپتال منتقل کرنا ہے۔ اس سروس کا آغاز 2004ء میں ہوا۔ یقیناً یہ اس وقت کی حکومت کا ایک بہت ہی شاندار منصوبہ تھا کیونکہ اس سروس کی مدد سے بے شمار قیمتی جانوں کو بچایا جا سکتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ یہ سروس پھیلتی گئی تو اس وقت یہ پنجاب کے کئی شہروں میں یہ سروس چل رہی ہے۔ اس کے علاوہ خیبر پختونخواہ میں بھی اس سروس کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ یا اس طرح کی کوئی بھی سروس یقیناً عوام کی حفاظت اور ان کے فائدے کے لیے شروع کی جاتی ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض اوقات عوام ہی اس نیک کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔

شروع میں بیان کیے گئے ایک واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم بعض اوقات کس قدر غفلت اور بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر شخص ہی اس قسم کی لاپرواہی کا شکار ہے لیکن معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمبولینس کا ہارن سن کر بھی ان سنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پھر یہ نظارہ تو اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایمبولینس کے ساتھ لوگ ریس لگانا شروع کر دیتے ہیں یا اس کی تیز رفتاری اور راستہ ملنے کا فائدہ اٹھا کر اس کے پیچھے اپنی سواری کو بھگاتے رہتے ہیں تاکہ ہم بھی جلد اپنی منزل کی طرف بڑھ سکیں۔ یہ غلطی بالخصوص موٹر سائیکل سوار کرتے ہیں۔

یاد رکھیں! ایسی کوئی بھی سروس انسانیت کی بھلائی کے کاموں میں مصروف ہوتی ہے اور ہمارا کسی بھی طرح ان کے کام میں رکاوٹ ڈالنا درحقیقت بھلائی کے کاموں میں رکاوٹ پیدا کرنے جیسا ہو گا حالانکہ ہمارے سامنے ہر وقت یہ فرمان ہونا چاہیے کہ

”جس نے ایک شخص کی جان بچائی اس نے گویا پوری انسانیت کی جان بچائی“ [المائدۃ:32]

اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم اس طرح کے کسی بھی کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کی بجائے اسے کرنے والے یا اس کام میں آسانیاں پیدا کرنے والے بنیں گے تو گویا ہم نے پوری انسانیت کی جان بچا رہے ہوں گے۔ ”ریسکیو 1122“ کے اہلکار کئی طرح سے ہمارے کام آتے ہیں۔ جیسے آپ کے یا کسی کے گھر کوئی حادثہ ہو گیا ہے یا کسی شخص کی حالت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے تو آپ فوراً 1122 پر کال کر کے انہیں بلا سکتے ہیں۔

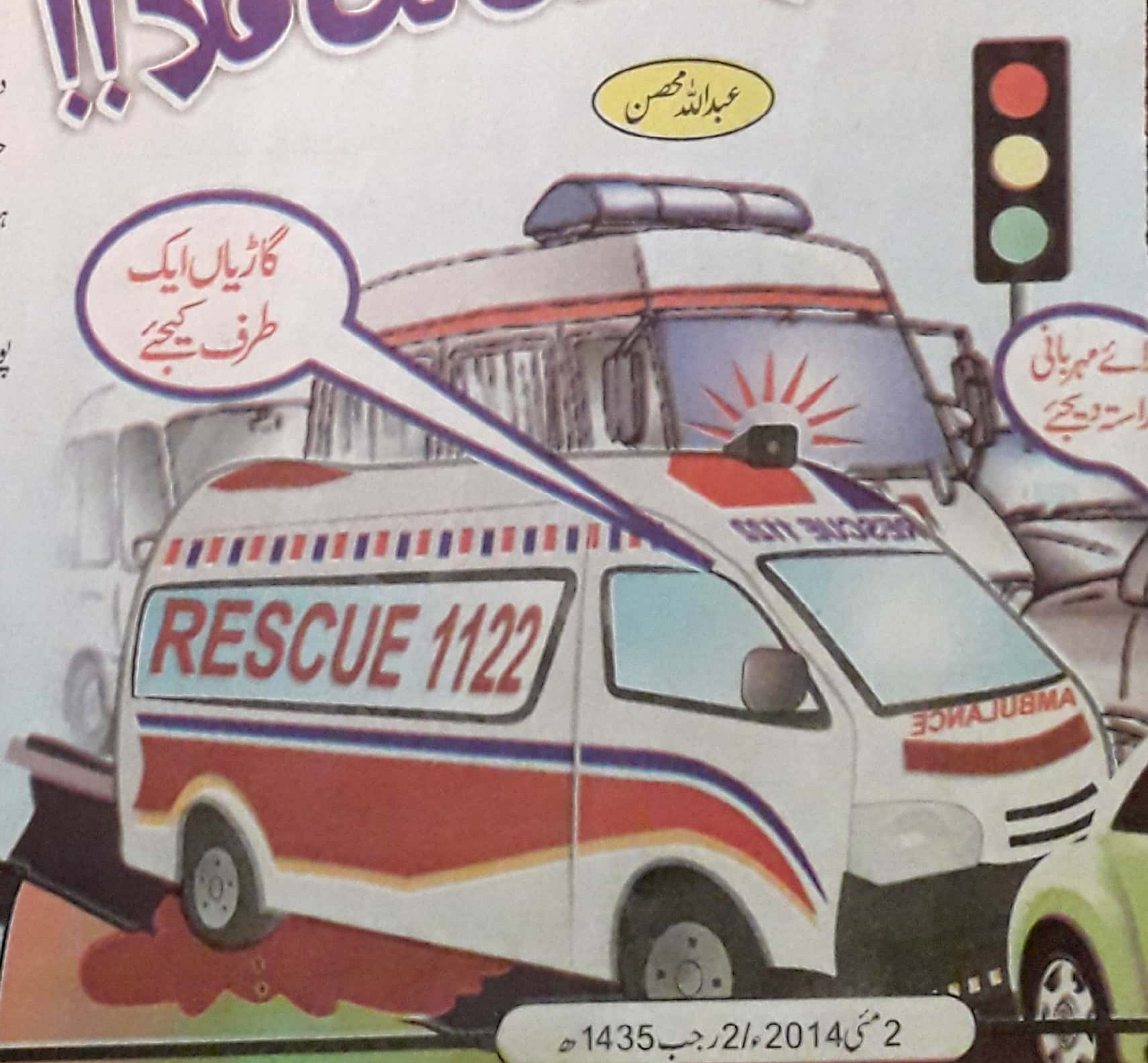

اسی طرح سڑک پر کوئی ٹریفک حادثہ ہوگیا ہے تو آپ فوراً انہیں بلائیں۔ پھر کسی جگہ پر آگ لگنے کی صورت میں بھی اس کا عملہ فوری پہنچ کر آگ بجھانے کا کام کرے گا۔ اب تک یہ سروس پنجاب میں جو خدمات سرانجام دے چکی ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امدادی سرگرمیاں	تعداد
سڑک کے حادثات میں مدد	839087
میڈیکل کی سہولت	1040851
آگ لگنے کی صورت میں مدد	5246
عمارتیں گر جانے کی صورت میں مدد	4523
کسی مجرم سے متاثرہ لوگوں کی مدد	85200
بم دھماکوں سے متاثرین کی مدد	828
ڈوبنے والوں کی مدد	4834
متفرق	166307

یہ اعداد و شمار 10 اکتوبر 2004ء سے لے کر 17 اپریل 2014 تک کے ہیں۔ اس عرصے میں 2478234 (چوبیس لاکھ اٹھہتر ہزار دو سو چونتیس) مریضوں کو اس سروس کی مدد سے "ریسکیو" کیا گیا۔ یقیناً یہ ایک بڑی تعداد ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ فکر کرنے والی بات یہ ہے کہ 1122 پر بہت سی کالز جھوٹی بھی جاتی ہیں۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ ان سالوں میں 1122 پر کل 64163597 کالیں کی گئیں جس میں سے ایمرجنسی کالوں کی تعداد 2194018 ہے۔ اکثر اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ کہیں پر کسی بندے کو کسی بھی وجہ سے گرتے دیکھ کر 1122 کو کال کر دی جاتی ہے اور جب تک ایمبولینس متاثرہ جگہ پہنچتی ہے، وہ شخص اٹھ کر روانہ بھی ہو چکا ہوتا ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ میرے اپنے ساتھ پیش آیا۔ میں ایک مارکیٹ میں کسی کام کی غرض سے موجود تھا کہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک نوجوان چلتے چلتے سڑک پر گرا اور بے ہوش گیا۔ چند سیکنڈ میں لوگ جمع ہوگئے اور ایک عجیب افراتفری کا منظر سا بن گیا۔ میں نے جلدی سے 1122 پر کال کی اور انہیں اس واقعہ کے بارے میں بتا کر جلدی وہاں پہنچنے کی درخواست کی۔ آگے سے مجھے بڑے اچھے انداز میں یہ کہا گیا کہ "آپ برائے مہربانی پہلے اس مریض کی حالت کو خود دیکھیں، گرمی بہت ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے ماریں، ہوش میں آ جائے تو پانی پلائیں...... اور اگر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہو رہی تو ہمیں دوبارہ کال کرلیں۔ میں نے چند لوگوں کو ساتھ ملا کر اسے ایک دکان میں لٹایا، پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر مارے تو وہ اٹھ بیٹھا اور چند منٹ میں اس کی حالت بالکل ٹھیک تھی۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ ہم کتنے معمولی معمولی واقعات پر بھی 1122 کی ایمرجنسی سروس کو کال کر کے ان کا وقت بھی برباد کر دیتے ہیں کیونکہ جب تک وہ پہنچیں گے، مریض وہاں سے جا چکا ہوگا۔

پھر یہ بات تو تھی ان کالوں کی جو ہم متاثرہ شخص سے متعلق پوری تسلی کیے بغیر ہی فوراً کرتے ہیں مگر بہت سی کالیں ایسی بھی ہیں جو جان بوجھ کر کی جاتی ہیں اور جھوٹ موٹ کا کوئی واقعہ یا حادثہ بیان کر کے 1122 کی سروس کو بلایا جاتا ہے۔ اب تک ایسی 3818 کالیں وصول ہوئی ہیں کہ جن پر یقین کرتے ہوئے 1122 کا عملہ جب بتائی گئی جگہ پہنچا تو پتہ لگا یہاں ایسا کوئی حادثہ یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ یہ یقیناً انتہائی شرمناک حرکت ہے جس سے ایک طرف تو پیسوں اور وسائل کا ضیاع ہوتا ہے لیکن دوسری طرف بہت سے متاثرہ لوگوں کو اس ایمبولینس کی اشد ضرورت بھی تو ہوسکتی ہے جو کسی کی جھوٹی کال پر یقین کرتے ہوئے پہلے اس طرف روانہ ہوئی ہے۔ ذرا سوچیے! اگر وہ ایمبولینس حقیقی طور پر متاثرہ جگہ پر بروقت نہ پہنچ سکے اور ایک شخص کی بھی جان چلی جائے تو ہم کیا اس بوجھ کو اٹھا سکیں گے......؟؟

آخر میں روضہ کے قارئین سے چند گزارشات کرنی ہیں جن پر عمل کر کے ہم بھی اس خدمت کے کام میں شامل ہوسکتے ہیں۔

1۔ سب سے پہلے تو آپ نے کوشش کرنی ہے کہ ابتدائی طبی امداد کا کورس کریں تاکہ کسی بھی حادثے کی صورت میں 1122 سے بھی پہلے آپ متاثرہ شخص کے لیے کچھ کر سکیں۔ اس حوالے سے یہ بالکل نہیں سوچنا کہ میں تو ابھی بچہ ہوں، میں کیا کر سکتا ہوں یا میں کیسے کسی مریض کی مدد کروں گا؟ ابتدائی طبی امداد دراصل ایسے ہی طریقوں پر مشتمل ہے جس میں آپ کو کوئی بڑا یا طاقتور ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس آپ کو چند باتوں کا دھیان رکھنا ہے تاکہ متاثرہ شخص کی جان بچائی جاسکے۔ آپ کو چھٹیاں ہونے والی ہیں اور الحمد یہ روضہ سوسائٹی کے تحت ہر علاقے میں "سکاؤٹ کیمپ" کروائے جائیں گے جس میں ابتدائی طبی امداد بھی سکھائی جاتی ہے۔ آپ نے اس میں بھی شرکت کرنی ہے اور صفہ کیمپ کے لیے وقت نکالنا ہے کیونکہ سکاؤٹ کیمپ تو دو دن کا ہوگا جبکہ صفہ کیمپ میں آپ مکمل تفصیل کے ساتھ ابتدائی طبی امداد کو سیکھ سکیں گے۔

2۔ آپ خود سائیکل یا کوئی بھی سواری چلا رہے ہیں، جونہی آپ کو یہ لگے کہ میرے پیچھے کوئی ایمبولینس آ رہی ہے آپ نے اپنی سواری مناسب طرف کر کے اس کی رفتار آہستہ کرنی ہے اور ایمبولینس کے قریب آنے پر رک جانا ہے۔ آپ کسی کے پیچھے بیٹھے کہیں جا رہے ہیں تو تب بھی آپ نے اس سواری کے چلانے والے کو ایسا ہی کرنے کا کہنا ہے۔ ایمبولینس کی آواز سن کر ایسا ہرگز نہیں سوچنا کہ وہ تو دور ہے، میں جلدی جلدی نکل جاؤں اور اس کے آنے سے پہلے ہی اپنی منزل پر پہنچ جاؤں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی اس سوچ میں ٹھیک ہوں لیکن جو ایمبولینس کے بالکل آگے ہیں وہ بھی اگر ایسا ہی سوچیں تو کیا ہوگا؟ یقیناً اس سوچ کا نقصان ہوگا اس لیے آپ نے لوگوں کے سامنے نمونہ بننا ہے اور ان کی یہ سوچ ختم کرنی ہے۔

3۔ کبھی بھی 1122 پر جھوٹی کال نہیں کرنی کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی یہ کال کسی کی زندگی لینے کا سبب بن جائے اور کوئی حقیقی ضرورت مند آپ کی وجہ سے اس سروس سے محروم ہوجائے۔

امید ہے کہ آپ ان باتوں پر خود بھی عمل کریں گے اور اپنے دوستوں تک بھی اس پیغام کو پہنچائیں گے۔

ذہانت وفطانت کا پیکر

حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کمال درجے کے ذہین وفطین تھے۔ مخالف کی چال کو فوری طور پر بھانپ لیتے تھے۔ حضرت عمر ؓ بن خطاب نے ان کو اپنے دور خلافت میں بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد بحرین کے باشندے ان کے خلاف ہوگئے۔ دربار خلافت میں ان کے خلاف شکایت کی، امیر المومنین عمر ؓ بن خطاب نے انہیں واپس بلایا بحرین کے باشندوں نے چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک لاکھ درہم اکٹھا کیا اور یہ رقم دے کر اپنے ایک نمائندے کو دربار خلافت مدینہ منورہ روانہ کردیا اس نمائندے نے جاکر امیر المومنین عمر ؓ بن خطاب کی خدمت میں وہ رقم پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک لاکھ درہم مغیرہ ؓ بن شعبہ نے خفیہ طور پر میرے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس کو بیت المال میں جمع کرلیجے۔ اہل بحرین نے یہ چال اس لیے تھی کہ اس طرح امیر المومنین حضرت عمر ؓ بن خطاب مغیرہ بن شعبہ کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے آئندہ کبھی بھی انہیں بحرین کا حاکم نامزد نہیں کریں گے۔ حضرت مغیرہ ؓ بن شعبہ نے جب اپنے خلاف اس سازش کو دیکھا تو فوراً معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے۔ حضرت عمر ؓ نے حضرت مغیرہ ؓ بن شعبہ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے اس خیانت کا ارتکاب کیوں کیا تو حضرت مغیرہ ؓ بن شعبہ نے عرض کی کہ: امیر المومنین میں نے تو 2 لاکھ درہم جمع کرائے تھے انہوں نے ایک لاکھ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے اور ایک لاکھ خود ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ بحرین سے آئے ہوئے نمائندے نے جب یہ بات سنی تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ اُسے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی اور چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ اسے اپنی

جان کے لالے پڑ گئے۔ اب مزید ایک لاکھ اور کہاں سے لائے اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ حقیقت حال سے امیر المومنین کو آگاہ کردیا جائے، اس نے دربار خلافت میں معافی کی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا کہ مغیرہ ؓ بن شعبہ بالکل بے گناہ ہیں انہوں نے کسی خیانت کا ارتکاب نہیں کیا یہ ہماری شرارت ہے، ہم نے اپنی نادانی کی وجہ سے یہ سوچا تھا کہ اس طرح انہیں دوبارہ کبھی بحرین نہیں بھیجا جائے گا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ اتنے ذہین وفطین انسان ہیں جو ہمارے بنائے ہوئے جال میں ہمیں ہی پھنسا دیں گے۔ امیر المومنین نے حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد مغیرہ ؓ بن شعبہ سے پوچھا۔ آپ نے جب ایک لاکھ درہم کی خیانت ہی نہیں کی تو دو لاکھ درہم کا کیوں اعتراف کیا تھا؟ عرض کی کہ امیر المومنین چونکہ انہوں نے مجھے بدنام کرنے کے لیے یہ سازش بنا رکھی تھی، اتنی بڑی رقم دیکھتے ہی میں صورت حال کو بھانپ گیا تھا۔ اگر میں اس ایک لاکھ درہم کا انکار کرتا تو شاید آپ میری بات نہ مانتے، کیونکہ نقد رقم آپ کی خدمت میں اس نے پیش کردی تھی اور گواہی کے لیے افراد بھی موجود تھے۔ میں یہ سمجھ گیا تھا کہ یہ میرے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے، تو میں ایک اور لاکھ درہم کا اعتراف اس لیے کیا کہ یہ بقایا رقم پیش نہیں کرسکیں گے اور حقیقت حال واضح ہوجائے گی۔

یہ جواب سن کر حضرت مغیرہ ؓ بن شعبہ کی ذہانت وفطانت کا اندازہ ہوا کہ یہ کس قدر بیدار مغز تھے۔ حضرت مغیرہ ؓ بن شعبہ ایک ذہین حکمران اور تجربہ کار جرنیل تھے۔ رضی اللہ عنہم ورضوعنہ

(بحوالہ حکمران صحابہ)

(حکیم عبدالروف سلفی۔ عبدالوہاب حسن، ڈجکوٹ)

بقیہ...... ادنیٰ خادم

آپ ﷺ کی خوشبو مجھے سب سے زیادہ پسند تھی۔ ثابت ؓ جب بھی انس ؓ کے پاس آئے تو محبت کے ساتھ ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ جب بھی ثابت ؓ آتے تو انس ؓ لونڈی جمیلہ کو بولتے۔ اے جمیلہ! میرے لیے خوشبو لاؤ ثابت ؓ نے میرے ہاتھوں کا بوسہ دینا ہے ثابت ؓ تو اس وقت تک راضی نہ ہوتے جب تک آپ ؓ کا بوسہ نہ لے لیتے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے یہ وہ مبارک ہاتھ ہے جنہوں نے نبی ﷺ کو چھوا ہے۔ نبی ﷺ کی محبت وشفقت میں پلنے والے پیارے انس ؓ کو جب اپنے پیارے نبی ﷺ جدائی کا پتہ چلا تو پھر یوں تھا جیسے انس ؓ پر آسمان پر گر پڑا ہو۔ انس ؓ وفات کے دن پیارے نبی ﷺ کا ذکر کرتے جاتے اور زار وقطار روتے جاتے۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ انس ؓ اپنے پیارے رہبر کے غم میں نڈھال ہوگئے۔ ہمیشہ پیار ومحبت دیا اور اب پیار اور محبت دینے والا اس عارضی جہاں سے جارہا تھا۔

نبی ﷺ سے انس ؓ کی جدائی تو ہوگی مگر انس ؓ آپ ﷺ کی زندگی میں پوچھ رکھا تھا کہ اللہ نبی ﷺ کو اس عارضی دنیا کے بعد ہمیشہ کی زندگی کے آغاز میں جلد از جلد قیامت کے دن کہاں مل سکیں گے۔ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اے انس ؓ قیامت کے دن تم مجھے سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرنا اور اگر وہاں نہ ملے تو میں میزان کے پاس ہوں گا۔ انس ؓ نے پھر پوچھا: اے اللہ کے نبی ﷺ اگر وہاں نہ بھی ملاقات نہ ہوسکی تو فرمایا: پیارے انس ؓ! میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ پھر فرمایا: پیارے انس ؓ! ان تین مقامات میں سے کسی ایک پر مجھ سے ملاقات کرلینا۔ اب انس ؓ کے پیارے رہبر ﷺ تو اس دنیا سے رخصت ہوگئے مگر انس ؓ کی محبت میں فرق نہیں آیا۔ انس ؓ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کہا کرتے تھے کہ میں جب نبی ﷺ سے ملوں گا تو کہوں گا ''اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ ﷺ کا ادنیٰ خادم انس ہوں''۔

(عطاالحسن ہسنول الحمدیہ روضہ سوسائٹی ضلع مٹیاری سندھ)

حضرت عامر بن عبداللہ التمیمی رحمہ اللہ

عامر بن عبداللہ، نیک دل، سلیم الفطرت، پاکیزہ ذہن، کڑیل جوان تھے۔ بصرہ تو آبادی اور مال و دولت کے اعتبار سے دوسرے شہروں کی نسبت امتیاز حاصل کر چکا تھا۔ کیونکہ مسلسل فتوحات کی بنا پر یہاں مال غنیمت کے انبار لگ رہے تھے، اور خالص سونے کے ذخائر جمع ہو رہے تھے، لیکن اس تمیمی نوجوان عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کو ان میں سے کسی چیز کی خواہش نہ تھی، وہ لوگوں سے بے نیاز اور اللہ کی محبت میں دنیا اور اس کی رعنائیوں سے کنارہ کش اور اللہ کی رضا کا طلبگار تھے۔

بصرہ کا باسی بیان کرتا ہے، میں ایک مرتبہ سفر میں اس قافلے میں شامل تھا جس میں حضرت عامر بن عبداللہ تمیمی سفر کر رہے تھے، رات ہوئی تو ہمارے قافلے نے جنگل میں ہی گھنے درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب پڑاؤ کیا، حضرت عامر بن عبداللہ نے اپنا سامان اکٹھا کیا اور اپنا گھوڑا درخت کے ساتھ باندھا، زمین سے گھاس اکٹھی کر کے اس کے سامنے پھینک دی تاکہ یہ اسے کھا کر سیر ہو جائے اور خود درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گئے، میں بھی یہ عزم لے کر دبے پاؤں اس کے پیچھے ہو لیا کہ آج میں ضرور یہ نظارہ کروں گا کہ عامر بن عبداللہ رات کی تاریکی اور درختوں کے خوفناک جمگھٹے میں کیا کرتے ہیں۔ وہ درختوں کے درمیان دور تک گئے یہاں تک کہ وہ ایک ایسی جگہ پر جا کھڑے ہوئے جہاں کسی کی نظر نہ پڑے، پھر انہوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی، نماز ایسی عمدہ، اعلیٰ، مکمل اور خشوع سے بھرپور طریقے سے پڑھ رہے تھے۔ میں نے ایسی نماز اس سے پہلے کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے رب سے سرگوشیاں شروع کر دیں اور دلدوز آواز میں فرمانے لگے "الٰہی تو نے مجھے اپنے حکم سے پیدا کیا اور اپنی مرضی سے مجھے اس دنیا میں آزمائشوں میں مبتلا کیا، پھر تو خود ہی مجھ سے فرماتا ہے کہ سنبھل کر چل، الٰہی بھلا میں تیری توفیق کے بغیر کیسے سنبھل سکتا ہوں۔ الٰہی میں تجھ سے ایسی محبت کرتا ہوں جس سے دنیا کی ہر مصیبت جھیلنی میرے لیے آسان ہو گئی۔"

وہ شخص بیان کرتا ہے کہ پھر مجھے نیند آ گئی، لیکن نیند گہری نہ تھی میں پوری رات نیند اور بیداری کی کشمکش میں مبتلا رہا، کبھی آنکھ لگ جاتی اور کبھی کھل جاتی، لیکن حضرت عامر بن عبداللہ پوری رات مناجات اور نماز میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی تو انہوں نے نماز فجر ادا کی پھر دعائیں کیں۔ **عامر بن عبداللہ رات بھر مصلے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے والے ہی نہ تھے بلکہ وہ دن بھر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر میدان میں نمایاں شجاعت سرانجام دینے والے ایک جفاکش مجاہد بھی تھے۔** جب بھی کسی نے جہاد کیلئے پکارا سب سے پہلے چاک و چوبند یہی میدان میں اترے، جب بھی کسی معرکے میں حصہ لینے کیلئے مجاہدین میں شامل ہوئے تو اپنا ایک قافلہ تشکیل دیتے اور جہاد کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے قافلے کے اصحاب سے مخاطب ہو کر کہتے، میرے آپ سے تین مطالبے ہیں، وہ پوچھتے کون سے؟ آپ فرماتے۔ (1) ایک مطالبہ تو یہ ہے کہ میں آپ سب کا خادم بن کر شریک سفر رہوں گا اور آپ میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ (2) دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ جب بھی نماز کا وقت ہوگا تو اذان میں دوں گا اور آپ میں کوئی بھی میرا یہ حق چھیننے کی کوشش نہیں کرے گا اور (3) تیسرا مطالبہ یہ ہے کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق پر اپنی جیب سے خرچ کروں گا اور کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا، اگر قافلے کے لوگ یہ تینوں مطالبے قبول کر لیتے تو ان کے ساتھ رہتے ورنہ دوسرے قافلے کی جانب رخ کرتے اور اس قافلے کے ساتھ مل کر سفر کرتے جو ان کے مطالبے مان لیتا۔

تو بچو! یہ تھے ہمارے اسلاف، دن کے مجاہد رات کے نمازی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جنہیں جستجوئے سکون رہی انہوں نے ساحلوں کو ڈبو دیا
انہیں کوئی موج نہ چھو سکی جو تڑپ کے پار اتر گئے

(محمد حق نواز: مسجد دارالسلام اہلحدیث، کلور کوٹ ضلع بھکر)

درست پزل بھیجنے والوں کے نام

نور سحر، میرپور خاص۔ تہمینہ قدیر، خانیوال۔ اسامہ منشاء، رحیم یار خان۔ فائزہ عبدالرحمٰن، ساہیوال۔ فرحین اشفاق، گگو منڈی۔ لاریب ناز، کیماڑی کراچی۔ عزیز علی، رشید پورہ لاہور۔ اسماعیل ساجد، کہروڑ پکا۔ محمد صادق، لیاقت پور۔ حافظ منشاء، خانیوال۔ دعا الیاس، لالہ موسیٰ۔ محمد حیدر، رحیم یار خان۔ شبانہ سحر، خانیوال۔ فیضان رازق، سرگودھا۔ محمد ظفر اقبال، پیر محل۔ محمد خان، پیر محل۔ ابوحذیفہ، پیر محل۔ ابوسعد، پیر محل۔ انس اکرم، ساہیوال۔ عبدالحمید، خانیوال۔ حاجرہ، شاہکوٹ۔ محمد انور سرور، لیاقت پور۔ عائشہ شاہد، بہاولنگر۔ رباب رازق، سرگودھا۔ ایاز محمود، ملتان۔ جواد الرحمٰن، جڑانوالہ۔ اللہ وسایا، قصور۔ اسماعیل زاہد، گوجرانوالہ۔ فرخ اقبال، فیصل آباد۔ اسوہ فہیم، لاہور۔ حافظ منیب الرحمٰن، بہاولپور۔ حافظ محمد انس، فیصل آباد۔ محمد زین، مرکز طیبہ۔ محمد عمیر مغل، سیالکوٹ۔ عائشہ، فیصل آباد۔ فیصل اقبال، خانیوال۔ مومنہ فاطمہ، لاہور۔ حاجرہ کہکشاں، سہراب گوٹھ کراچی۔ محدثہ، کراچی۔ اخت محمد عمران، ڈاہرانوالہ۔ اشنہ محسن، گوجرانوالہ۔ محمد صغیر، میانوالی۔ نعیم اکرام، قصور۔ عبداللہ عمر، عائفہ عائشہ۔ عبداللہ اویس۔ عبداللہ وسیم، لاہور۔ محمد یحییٰ عزیز، قصور۔ سدرہ عندلیب، کامونکی۔ سدرۃ المنتہیٰ، سرگودھا۔ حمزہ رفاقت، گوجرانوالہ۔ محمد عامر، بلووال۔ محمد آفتاب عارف، اٹک۔ حافظ عبداللہ، گوجرانوالہ۔ محبوب الرحمٰن، چوک اعظم۔ کائنات ریاض، قصور۔ فرح رفیق، قصور۔ شازیہ پردین، قصور۔ شبانہ پردین قصور۔ حافظ الیاس، گوجرانوالہ۔ طوبیٰ پردین، قصور۔ محمد سلیم، خانیوال۔ ثمرہ بوٹا، قصور۔ حافظ عبدالرحمٰن، اوکاڑہ۔ محمد طیب، چھوٹی اناسی۔ حافظ محمد حمزہ، گوجرانوالہ۔ عبدالجبار، فیصل آباد۔ اقراء حنیف، چونیاں۔ ملک اللہ دتہ، قصور۔ حافظ عبدالحئی، گوجرانوالہ۔ محمد جمیل، میانوالی۔ محمد کاشف، عاطف، طیب، مظفر گڑھ۔ حافظ صفی الرحمٰن، رنگ محل۔ کائنات، چونیاں۔ حافظ امان اللہ، رحیم یار خان۔ محمد سفیان، ملتان۔ عبدالرشید، صادق آباد۔ شکیل احمد، رحیم یار خان۔ قدیر احمد، صادق آباد۔ محمد عفان، چونگی لاہور۔ محمد شعیب، خانیوال۔ عمر عبدالستار، کھڑیانوالہ۔ محمد اویس، ستیانیہ بنگلہ۔ ضیاء الرحمٰن، خانپور۔ ازکا محمود، ننکانہ۔ اشمل فاطمہ، چکوال۔ مغیث احمد، ٹوبہ۔ فضل الرحمٰن، فصیح الرحمٰن، سرگودھا۔ عدیل اشرف، لیہ۔ محمد ارشد، بھکر۔ معاویہ افضل، بہاولپور۔ عبدالرحمٰن، قصور۔ عبدالرحمٰن، خانیوال۔ محمد ابوبکر، فیصل آباد۔ راحت شاہین، جڑانوالہ۔ میمونہ، صفیہ، جڑانوالہ۔

قسط نمبر-1

آئیے سیکھئے

اپنی بات کو مؤثر طریقے سے لوگوں کے سامنے پیش کرنا ''فن تقریر'' کہلاتا ہے۔ مقرر اس فن میں جتنا ماہر ہوگا، اتنی ہی اس کی بات سامعین پر اثر انداز ہوگی۔ یہ ایک وسیع فن ہے مگر سہولت کی خاطر ہم اسے مندرجہ ذیل اجزاء میں تقسیم کرتے ہیں۔

فن تقریر کے لوازمات:

عموماً فن تقریر کے مندرجہ ذیل لوازمات ہوتے ہیں۔

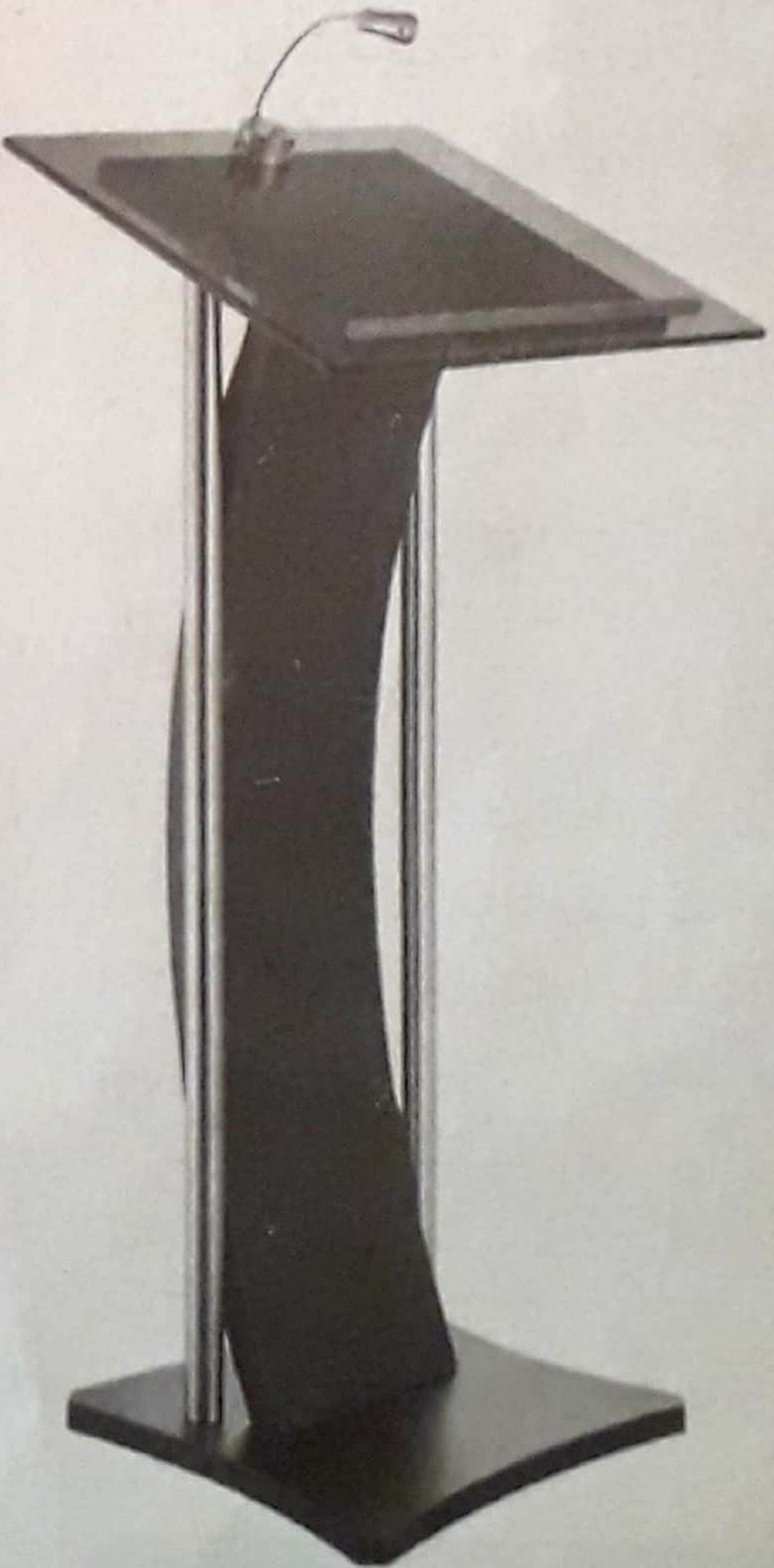

1-مقرر 2-تقریر
3-سامعین 4-صدر مجلس
5-جج صاحبان (مقابلے کی صورت میں)
(اگر تقریباتی موقع ہوتو)

اب ہم فن تقریر کے ہر لازمہ کے بارے میں مختصر معلومات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں تا کہ اس فن میں نئے آنے والوں کے لیے زادِ راہ بنے۔

1-مقرر:

جو شخص اپنی بات کو ایک مقررہ وقت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اسے مقرر کہتے ہیں۔ مقرر میں مندرجہ ذیل خوبیاں اور اوصاف ہونے چاہئیں۔

۱۔ شخصی وقار:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مقرر کو خوش اخلاق اور باوقار ہونا چاہئے۔ اسے بلند حوصلہ ہونا چاہئے تا کہ وہ کسی کے اعتراض کو برداشت کر سکے۔

۲۔ اعتماد:

مقرر کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ پر اعتماد کرے۔ کسی بھی شخصیت سے مرعوب نہ ہو۔ وہ اپنی بات کو پورے وثوق سے پیش کرے اور مجمع میں موجود کسی بڑی شخصیت سے ہچکچائے نہیں کیونکہ ہچکچاہٹ سے وہ صحیح تقریر نہیں کر سکے گا۔

۳۔ اندازِ بیان:

مقرر کا سامعین سے لسانی اور جسمانی رابطہ ہونا چاہئے۔ یعنی مقرر زبان وہ اختیار کرے جو سامعین کی اکثریت سمجھتی ہو اور جسمانی طور پر مقرر کو اپنے آپ کو مجمع کے اندر سمجھنا چاہئے اور بات کرتے ہوئے اس کی آنکھیں لوگوں سے دوچار رہیں۔ اس کے ہاتھوں اور جسم کی حرکات و سکنات اپنی گفتگو کے مطابق ہونی چاہئیں۔

۴۔ پوزیشن:

مقرر کو اسٹیج پر مناسب انداز میں کھڑا ہونا چاہئے۔ اپنی ٹانگوں کو اپنے ڈیل ڈول کے مطابق کھولنا چاہئے۔ تا کہ دیکھنے والوں کو مقرر کی شخصیت بھلی معلوم ہو۔ اس کے علاوہ مقرر کو یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ وہ نہ تو ڈائس پر جھک جائے اور نہ ہی اس سے بالکل جدا رہے بلکہ مناسب انداز میں ڈائس پر ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

۵۔ مطالعہ و تدبر:

مقرر کو اپنی تقریر اور اس کے موضوع سے مکمل واقفیت ہونی چاہئے۔ اسے تقریر سمجھ کر کرنی چاہئے اور موضوع سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔ وہ جس موضوع پر گفتگو کر رہا ہے، اس موضوع پر اس کا مطالعہ وسیع ہونا چاہئے۔ تا کہ اس موضوع پر اس کے ساتھ کوئی مزید گفتگو کرنا چاہے تو وہ اس کے لیے تیار ہو۔ مقرر وسیع ذخیرۂ الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال کا مالک ہونا چاہئے تا کہ ان کا استعمال وہ اپنی تقریر میں بروقت کر سکے۔ مقرر کو ادائیگی تلفظ پر عبور ہونا چاہئے۔ اسے اپنی تقریر میں پیش کیے جانے والے اشعار اور حوالہ جات سے پوری طرح واقف ہونا چاہئے۔ جہاں مناسب اشعار اور حوالہ جات تقریر کا حسن ہیں، وہاں ان سے کلی

واقفیت مقرر کی علمی اتھارٹی پر سند ہے۔

مقرر اپنی بات کو مختصر مگر جامع الفاظ میں لوگوں تک پہنچائے اور مقرر کو حقائق کے خلاف تقریر نہیں کرنی چاہئے اور اشتعال انگیز گفتگو سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مقرر کو تلخ حقائق بھی عمدہ الفاظ میں پیش کرنے چاہئیں۔

2- تقریر:

وقت مقرر میں لوگوں تک پہنچائی جانے والی بات تقریر کہلاتی ہے۔ تقریر کی مندرجہ ذیل اقسام عام طور پر کی جاتی ہیں۔

i- مرتب تقاریر ii- فی البدیع تقاریر

iii- مباحثہ

i- مرتب تقاریر:

کسی بھی موضوع پر پہلے سے تیار شدہ مواد کو پیش کیا جانا "مرتب تقاریر" کی ضمن میں آتا ہے۔

ii- فی البدیع تقاریر:

اس میں تقریر کے وقت سے کچھ پہلے مقرر کو موضوع دے دیا جاتا ہے اور اسی وقت کے دوران مقرر نے اپنے مواد کو یکجا کر کے سامعین کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔

iii- مباحثہ:

کسی بھی پیش آمدہ مسئلے پر دو مقرر اپنے اپنے دعوے کے مطابق دلائل پیش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے دلائل کو رد بھی کرتے ہیں۔ اس میں مقرر دو یا دو سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔

تقریر کے اجزاء:

تقریر میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

i- موضوع:

تقریر کا مواد موضوع کے مطابق ہونا چاہئے۔ اگر تقریر کے موضوع میں انفرادیت ہو تو یہ ایک اچھی خوبی ہے۔ نیز تقریر کو حالات حاضرہ کے مطابق ہونا چاہئے۔ عام طور پر مندرجہ ذیل موضوعات پر تقاریر کی جاتی ہیں۔

1- علمی و ادبی موضوعات۔

2- مذہبی موضوعات۔

3- سیاسی موضوعات

4- اخلاقی و معاشرتی موضوعات۔

5- تقریبات کے موضوعات وغیرہ

ii- الفاظ کی موزونیت:

تقریر میں موزوں الفاظ کا استعمال کرنا چاہئے جو ادبی اور علمی اعتبار سے قابل اعتراض نہ ہوں۔ تقریر کے فقرات مختصر ہوں اور حشو و زوائد (پر پرزے) سے پاک ہوں تا کہ تقریر، تحریر نہ بن جائے۔

iii- وقت کا لحاظ:

تقریر میں وقت کا لحاظ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ تقریر مقررہ وقت سے لمبی نہیں ہونی چاہئے۔ اس سے مقرر کا وقار کھو جاتا ہے اور وقت سے کم تقریر، مقرر کی کم علمی پر دلالت کرتی ہے۔

iv- تقریر کا آغاز:

تقریر کا آغاز عام طور پر کسی شعر یا واقعہ یا پھر معاشرتی و اخلاقی قاعدہ سے کیا جاتا ہے۔ یہ انداز اچھا ہے لیکن اس سے بھی بہتر انداز کہ تقریر کا آغاز اللہ کی حمد و ثنا اور اس کے رسول ﷺ کی تعریف سے کیا جانا چاہئے۔ یہ خود رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی ہے اور ثواب کا کام بھی۔ یعنی آپ لوگ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم جیسے الفاظ سے شروع کریں۔

v- تقریر کا متن:

متن، تقریر کے اندر پیش کیا جانے والا مواد ہے۔ اس کو موضوع کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس میں الفاظ کی غلطی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ اپنے آغاز سے الفاظ اور معانی میں مطابقت رکھتا ہو اور بے ربط نہ ہو۔ متن میں ایک ہی بات کو بار بار نہ دہرایا جائے، ایسا کرنا یہ تقریر کے حسن کو ماند کر دیتا ہے۔

vi- اختتام تقریر:

تقریر کا اختتام سبق آموز ہونا چاہئے تا کہ سامعین اپنے تاثرات کو ایک نکتہ پر مرکوز کر سکیں۔

vii- انفرادیتِ بیان:

اگر بیان منفرد ہوگا تو وہ ضرور سامعین کو متاثر کرے گا۔ خاص طور پر جب بہت سے مقرر ایک ہی انداز میں کسی موضوع کو بیان کر چکے ہوں تو منفرد بیان اس وقت جادو سے کم نہیں ہوتا۔

(جاری ہے)

پہلی پرواز

فضاؤں میں اڑنے کا شوق انسان کو شروع دن سے ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت عملی دیکھئے کہ اس نے فضا میں آج سے ہزار ہا سال پہلے اڑنے کا شرف اپنے پیارے نبی سلیمان علیہ السلام کو عطا کیا جن کا تخت ہواؤں میں ان کی مرضی کے مطابق اڑتا تھا' وہ اسے جب اور جہاں لے جانا چاہتے بیٹھ کر لے جاتے۔ انسان کا فضا میں اڑنے کا خواب تو بہت پرانا ہے مگر ہوائی جہاز کی ایجاد کے قصہ کو ابھی سو برس ہوئے ہیں۔ ہوائی جہاز کی ایجاد کا سہرا دو امریکی بھائیوں کے حصے میں ڈالا جاتا ہے جو تاریخ میں رائٹ برادران کے نام سے مشہور ہوئے۔

ولبر رائٹ 1867ء میں اور اورول رائٹ 1871ء میں پیدا ہوا۔ ان کا باپ پادری تھا۔ دونوں بھائی بائیسکل کی دکان پر کام کرتے تھے' اسی دوران انہیں ایک جرمن Ottolilienthal کے ہوائی تجربات کے بارے میں معلوم ہوا جو اگست 1896ء میں ایک گلائیڈر اڑانے کے تجربے کے دوران ہلاک ہو گیا۔ اس واقعے سے انہیں خود بھی پرواز سے دلچسپی ہوئی اور انہیں ہوابازی کے بارے علم اور تجربات کا جنون کی حد تک شوق پیدا ہو گیا۔ دونوں بھائی دن بھر سائیکل کی دکان پر کام کرتے اور گھر واپس آ کر اپنا سارا وقت تجربوں میں گزارتے۔ آخر انہوں نے ہوا کے کنٹرول کا ایسا نظام ایجاد کر لیا جس کے ذریعے سے ہوا کا دباؤ مشین کے مختلف حصوں پر بدلتا رہتا تھا۔ انہوں نے پٹرول کا ایک 12 ہارس پاور کا انجن تیار کیا جس کا وزن 152 پونڈ تھا اور پھر دوہرے پروں والا جہاز تیار کر لیا۔

17 دسمبر 1903ء کی صبح دس بج کر 35 منٹ پر امریکی ریاست نارتھ کیرولینیا میں کل ڈیول ہل کٹی ہاک کے مقام پر اورول رائٹ نے دنیا کے سب سے پہلے ہوائی جہاز جسے انہوں نے Flyer-1 کا نام دیا تھا اڑانے کا مظاہرہ کیا۔ یہ جہاز چار سلنڈر کا تھا۔ اورول سمیت جہاز کا کل وزن 750 پونڈ بنتا تھا۔ ہوائی جہاز نے 27 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے 12 سیکنڈ تک پرواز کی اور سینکڑوں فٹ کا فاصلہ طے کیا۔ جہاز نے 12 فٹ کی بلندی تک پرواز کی۔

اس کامیاب پرواز کے بعد رائٹ برادران نے اسی روز یعنی 17 دسمبر 1903ء کو ہی مزید تین کامیاب پروازیں کی تھیں جس میں سب سے کامیاب پرواز ولبر رائٹ کی تھی جو 59 سیکنڈ تک فضا میں رہا اور 852 فٹ کا فاصلہ طے کیا۔ اگلے دن مقامی اخبارات نے خبر شائع کی لیکن کسی کو یقین نہ آیا۔

برطانیہ کے صرف ایک اخبار ''ڈیلی میل'' نے اس اہم ترین خبر کو اشاعت کا لائق سمجھا۔ رائٹ برادران پرواز تو کر چکے تھے مگر انہیں ہوائی جہاز بنانے کے لیے کافی سرمایہ چاہیے تھا جس کے لیے انہوں نے برطانیہ' فرانس' اٹلی میں ہوائی جہاز کے کامیاب تجربے کر کے دکھائے۔ ہر جگہ لوگوں میں جوش جذبہ اور ولولہ پیدا ہو گیا۔

1909ء میں رائٹ برادران نے ایک ائیر کرافٹ پروڈکشن کمپنی کھولی۔ 1912ء میں بڑا بھائی ولبر رائٹ مر گیا جبکہ چھوٹا بھائی اورول رائٹ 1948ء میں فوت ہوا۔

یوں 17 دسمبر 1903ء ایجادات کی تاریخ کا اہم ترین دن بن گیا کہ اس دن انسان نے پہلے مرتبہ ہوائی جہاز کی پرواز کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جہاز بنانے کے مقابلے ساری دنیا میں شروع ہو گئے کیونکہ ہر کسی کو اس کا بنیادی فارمولا سمجھ آ گیا تھا۔

چند ہی سالوں میں باقاعدہ پروازیں شروع ہو گئیں اور پھر جنگی جہازوں کے بنانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہیلی کاپٹر اس سے بہت بعد کی ایجاد ہے۔ آج ایسے ایسے جہاز بنائے جا رہے ہیں جو آواز سے بھی تیز سفر کر سکتے ہیں اور بہت زیادہ وزن اٹھاتے ہیں۔

لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ پرواز کے اصول اور طریقہ پر تاریخ میں سب سے پہلے تحقیق ایک مسلمان سائنسدان الماجد الجبرانی نے 700 سال قبل دنیا کو بتائی تھی۔ ان کی وہ کتاب جس میں ساری تفصیلات درج ہیں۔ آج بھی برٹش لائبریری میں موجود ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اڑان کے بنیادی اصول بھی مسلمانوں نے بنائے اور اس بارے میں فکر بھی اسلام نے ہی دی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے بندوں کے لیے جن انعامات کا اعلان کیا ہے' ان میں اڑنے والے گھوڑوں کا بھی ذکر ہے۔ جنتی انہیں اپنی مرضی سے اڑائیں گے اور جنت کی سیر کریں گے نہ تو ان کے تباہ ہونے' آگ لگنے یا خراب ہونے کا خطرہ ہو گا اور نہ ہی ان کا کبھی پٹرول ختم ہو گا۔ جنتیوں کے یہ جہاز نہ گرم ہوں گے اور نہ انہیں اڑانے کے لیے پائلٹ اور ائیرپورٹ کی ضرورت ہو گی۔ دنیا کے جہازوں پر بیٹھنے والے موت کا خطرہ محسوس کر رہے ہوتے ہیں لیکن جنت میں ایسا نہیں ہو گا۔

پیارے بچو! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی جنتوں کے یہ بیش بہا مفت کے جہاز مل جائیں......

تو آیئے! اس اللہ کا ہر حکم مانیں اور اس کی منع کی ہوئی ہر چیز سے باز آ جائیں کہ ہمیں جنت کے یہ جہاز مل جائیں جو کرائے کے نہیں ہمارے ذاتی ملکیت ہوں گے اور ان پر ہماری ہی مرضی اور حکم چلے گا۔

(میر طلال فاروق۔ پنڈ شہداء گوندلانوالہ)

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

15 | 25 جولائی 2014ء / 26 رمضان المبارک 1455ھ

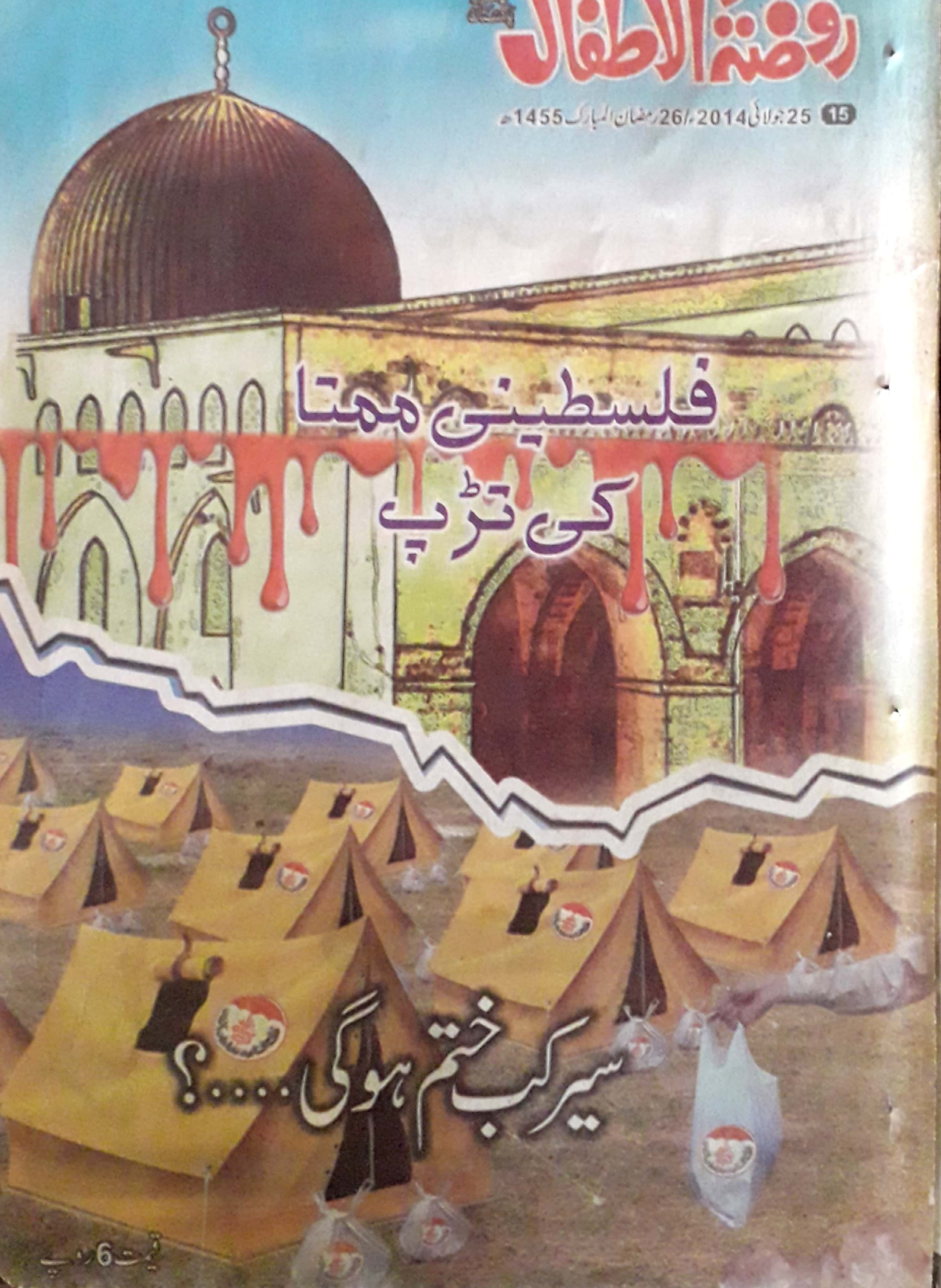

قیمت 6 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

''تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

(سورۃ البقرہ:216)

(احسان الٰہی ظہیر ٹھینگ موڑ)

حدیثِ نبوی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ جو مظلوم ہے اس کی ہم مدد کرتے ہیں تو ہم ظالم کی مدد کیسے کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کے ہاتھوں کو پکڑ لے۔ (بخاری)

(ابو عبداللہ)

پہلی بات

نونہالان اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ آپ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ ان شاء اللہ یقیناً آپ لوگ
بے چینی سے عید کا انتظار کر رہے ہوں گے لیکن آپ سب بچوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبی
اکرم ﷺ عید کا دن کس طرح گزارتے تھے اور آپ ﷺ کا عید کے دن کیا معمول ہوا کرتا تھا۔
پیارے بچو! نبی ﷺ عید کے دن مسواک کرتے اور صبح ہی صبح غسل کر لیا کرتے تھے۔ صاف
ستھرے کپڑے پہنتے اور خوشبو لگانے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ آپ ﷺ نمازِ عید ادا کرنے کیلئے
جانے سے پہلے طاق عدد یعنی (۱،۳،۵،۷) کھجور کھایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ کا معمول تھا کہ عید
کے دن غریبوں، مسکینوں میں صدقہ تقسیم کرتے تاکہ بھی عید کی خوشی میں شامل ہوسکیں۔ نمازِ عید ادا
کرنے کیلئے عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ گلیوں میں بلند آواز
سے تکبیرات ﴿اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد﴾
پڑھتے اور ایک راستے سے واپس جاتے اور تکبیرات پڑھتے دوسرے راستے سے واپس آتے۔
پیارے قارئین! آیئے ہم بھی عہد کریں کہ ہم بھی ویسے ہی عید کا دن گزاریں گے جس طرح
ہمارے پیارے نبی ﷺ گزارتے تھے اسی طرح عید گزاریں تحفے تحائف دیں اور بڑوں سے
عیدی بھی لیں اور خاص کر ان اپنے ننھے مظلوم فلسطینی بہن بھائیوں کو نہ بھولیے گا جو عید کے دن بھی
گولیوں کی بوچھاڑوں میں گزاریں گے۔ ان کے لیے بھی عیدی اکٹھی کریں اور اللہ تعالیٰ سے عہد
کریں کہ جیسے رمضان میں ہم نے خود کو برائیوں سے روکے رکھا اسی طرح آئندہ زندگی بھی برائیوں
سے دور رہیں گے اور کافروں ظالموں کے خلاف اور امت مسلمہ کی سر
بلندی کے لیے کردار ادا کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

والسلام

عید کے دن آپس میں ملتے وقت کی دعا

تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنِّی وَمِنْکَ۔ (سنن کبریٰ۔6091)

اللہ میری اور آپ کی طرف سے (عبادات) قبول کرے۔

ربنا

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

حصول علم کا شوق

عید کا دن تھا...... ہر طرف چہل پہل تھی۔ لوگ عمدہ لباس پہنے نماز عید ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کی طرف رواں دواں تھے۔ تاکہ گھر والوں کو عید کی مبارک باد دے سکیں۔ لیکن ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس کے قدم گھر کی بجائے کسی اور سمت اٹھ رہے تھے۔ بات یہ نہیں تھی کہ وہ نوجوان اپنے گھر والوں سے خفا تھا یا اسے کسی دوست یا رشتہ دار سے ملنا تھا۔ نہ ہی وہ کسی تفریح کے لئے جا رہا تھا۔ وہ نوجوان ایک بہت بڑے عالم دین کے مکان پر جا کر رک گیا۔ نوجوان نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہو گیا۔

عالم نے نوجوان سے پوچھا تم عید کی نماز پڑھ کر گھر نہیں گئے؟

نہیں......

کچھ کھا لو......

جی نہیں اس کی ضرورت نہیں......

پھر کیا ارادہ ہے؟

حدیث بیان فرمایئے!

بزرگ نے اس نوجوان کو کتاب لانے کا حکم دیا۔

نوجوان ایک کتاب نکال کر لایا۔ بزرگ نے چالیس حدیثیں بیان کیں۔

نوجوان نے کہا اور فرمایئے۔

بزرگ نے کہا یہی کافی ہیں۔ اگر تم نے یہی حدیثیں یاد کر لیں تو تمہارا اشمار حفاظ میں ہوگا۔

میں نے یاد کر لیں نوجوان نے انکشاف کیا

بزرگ نے نوجوان کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور فرمایا بیان کرو۔

نوجوان نے تمام چالیس حدیثیں لفظ بہ لفظ بیان کر دیں جو ابھی چند لمحے قبل بزرگ نے اس کے سامنے بیان کی تھیں۔

بزرگ کے لبوں کو جنبش ہوئی اور فرمایا جاؤ تم علم حدیث کے بلند پایہ عالم بنو گے۔

یہ عظیم نوجوان مالک بن انس ؒ تھے جو آگے چل کر امام مالک ؒ کہلائے اور وہ بزرگ امام ابن اشہاب الزہری ؒ تھے جن سے علم کے حصول کے لئے امام مالک ؒ نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ نماز عید کے بعد گھر چلے جائیں۔

خود امام مالک ؒ کے کہنے کے مطابق میں نے سوچا کہ آج ایسا دن ہے کہ امام ابن الشہاب ؒ فارغ ہوں گے۔ اس لئے ان کے پاس چلا گیا۔ علم دین حاصل کرنے کے لئے شوق و جستجو، تڑپ اور لگن تھی جس نے امام مالک ؒ کو حدیث کے اماموں میں بلند مرتبہ پر فائز کیا۔

(رقیہ اخت حافظ حماد الرحمن ساہدو گورائیہ)

مسلمان موت سے نہیں ڈرتا

۳ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کی ایک جماعت کو کفار کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے بھیجا۔ مکہ اور عسفان نامی مقام کے درمیان قبیلہ ہذیل کے لوگ چھپ کر اس جماعت پر حملہ آور ہوئے۔ سات آدمی موقع پر شہید ہو گئے اور تین کو انہوں نے جا کر مکے کے بازار میں فروخت کر دیا۔ ان میں خبیب بن عدی ؓ انصاری بھی تھے۔ حارث بن عامر جو خبیب ؓ کے ہاتھوں جنگ بدر میں قتل ہوا تھا اس کے بیٹوں نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے انہیں خرید لیا اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ایک اندھیری کوٹھڑی میں قید رکھا۔ کئی ماہ تک قید کی سختیاں برداشت کرتے رہے۔ آخر مشرکین مکہ نے انہیں مکہ سے باہر لے جا کر تنعیم کے مقام پر سرِعام پھانسی دے دی۔ قتل سے پہلے خبیب ؓ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ اجازت ملنے پر نماز پڑھی اور جلد فارغ ہو کر فرمایا۔ جی تو چاہتا تھا کہ نماز لمبی کروں لیکن اس لئے مختصر کر دی ہے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ مسلمان موت سے ڈرتا ہے۔ جب انہیں پھانسی کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

''جب میں حالت اسلام میں قتل ہو رہا ہوں تو یہ پرواہ نہیں کہ کس پہلو پر گروں گا۔ میرا قتل اللہ کی راہ میں ہے۔ وہ چاہے گا تو میرے جسم کے ٹکڑوں پر برکت نازل کر دے گا۔''

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو خبیب ؓ کے واقعہ شہادت کی اطلاع دی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے خبیب ؓ تجھ پر سلام، خبیب ؓ نے پھانسی چڑھتے وقت اپنا منہ قبلہ کی طرف پھیر لیا تھا۔ مشرکوں نے شہادت کے بعد لاکھ کوشش کی کہ ان کا منہ دوسری طرف پھیر دیا جائے مگر ناکام ہوئے۔ جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا اسے کسی دوسری طرف کیونکر پھیرا جا سکتا تھا۔

(محمد عدنان۔ فیصل آباد)

باغ نبوت کا پھول

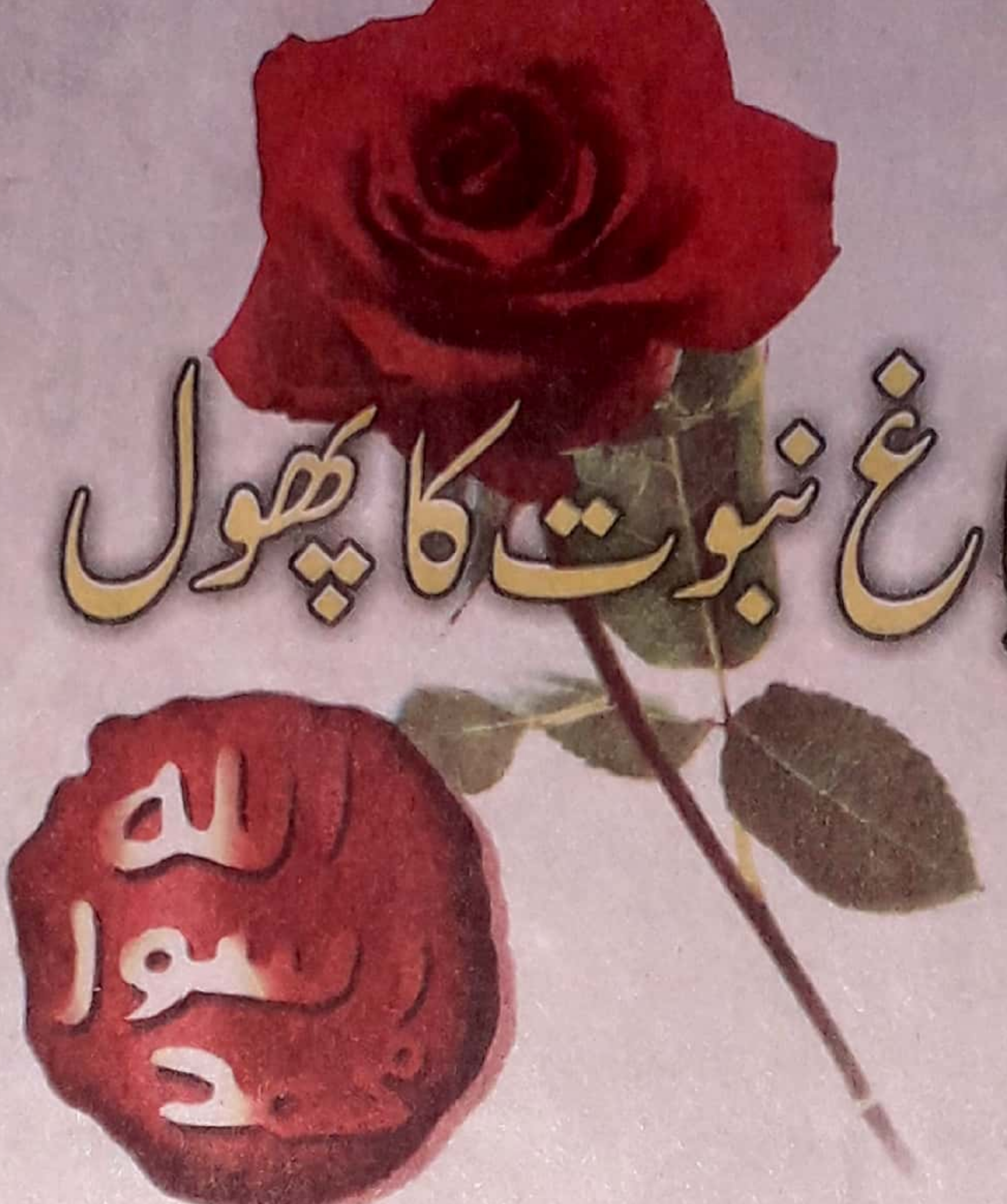

دونوں بھائیوں کی عمروں میں فرق صرف ایک سال کا تھا۔ اسی لئے جڑواں ہی لگتے تھے...... دونوں اپنے ماں باپ کی آنکھ کے تارے تھے...... اپنے نانا کو بھی بہت پیارے تھے...... سمجھدار اتنے کہ بڑوں کو بھی عقل کی باتیں بتاتے۔ ایک مرتبہ وہ مسجد میں وضو کر رہے تھے کہ ایک بوڑھے دیہاتی کو غلط طریقے سے وضو کرتے دیکھ لیا...... انہوں نے سوچا کیوں نہ ان بابا جی کا وضو درست کرایا جائے...... مگر یہ بات بھی مناسب نہ تھی کہ اسے منہ بھر کے کہا جائے کہ اے بڑے میاں آپ کا وضو غلط ہے۔ اس سے تو انہیں شرمندگی ہوگی کہ مجھے دو بچوں نے بتایا کہ میرا وضو غلط ہے...... پھر ان کے ذہن میں ایک ترکیب آئی......

بڑے بھائی نے بلند آواز میں چھوٹے سے کہا کہ میں وضو کرتا ہوں اور تم مجھے بتانا جہاں پہ میری غلطی ہو؟

وہ بوڑھا آدمی بچے کے وضو کو دیکھتا گیا اور جہاں پہ اس کی غلطی تھی اسے معلوم ہوگئی...... کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بچے غلط نہیں ہوسکتے بلکہ مجھے ہی اصلاح کی ضرورت ہے۔

وہ ادب کے پیکر بچے کون تھے؟ جنہوں نے دوسرے شخص کی غلطی کو بھی اس انداز میں بتایا کہ اس کو بے عزتی محسوس نہ ہو...... وہ ایسا کیوں نہ کرتے۔ ان کی پرورش جو اس دنیا کے سب سے بڑے معلم اور مربی اعظم ﷺ کی گود میں کھیل کر ہوئی تھی۔ جی ہاں! وہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے لاڈلے نواسے تھے جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی)

پیارے دوستو! ان دو پھولوں کی اپنی اپنی خوشبو ہے مگر اب یہاں کہانی ہے چھوٹے پھول کی یہ پھول نبی مکرم ﷺ کی چہیتی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے آنگن میں 3 شعبان 4 ہجری کو کھلا۔

پیدا ہوتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو بارگاہ رسالت ﷺ میں لے آئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے کانوں میں اذان اور اقامت کہی اور اس کا نام بڑے بھائی (حسن رضی اللہ عنہ) سے جوڑ کر حسین رضی اللہ عنہ رکھا...... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا جسم سر سے نیچے اپنے نانا محمد رسول اللہ ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔ شاید اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ جو شخص حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرے اور حسین رضی اللہ عنہ میری اولاد سے ہے۔

(ترمذی۔3775)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ اپنے ممبر پر کھڑے خطبہ ارشا فرما رہے تھے کہ اچانک حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اپنے ننھے ننھے قدموں سے لڑکھڑاتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ ممبر سے نیچے اتر آئے...... انہیں اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ (ترمذی۔ابوداؤد)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دونوں نواسوں کی کشتی کرائی۔ کبھی ننھے حسن رضی اللہ عنہ جیت جاتے اور کبھی ننھے حسین رضی اللہ عنہ بازی لے جاتے مگر آپ ﷺ ہر دفعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ہی شاباش دیتے۔ یہ دیکھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا پیارے ابا جی! آپ حسن رضی اللہ عنہ کو شاباش کیوں نہیں دیتے؟

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں کیا کروں جبرائیل علیہ السلام بھی یہاں موجود ہیں اور وہ ہر دفعہ حسین رضی اللہ عنہ کو ہی تھپکی دیتے ہیں...... اسی لئے میں بھی حسین رضی اللہ عنہ کی ہی حوصلہ افزائی کرتا ہوں۔

ام فضل رضی اللہ عنہا ایک دن کا منظر کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی گود مبارک میں ننھے حسین رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس بیٹے (حسین رضی اللہ عنہ) کو شہید کردے گی۔ (بیہقی)

ننھے حسین رضی اللہ عنہ نبوت والی گود میں کھیل کر ابھی سات سال کی عمر کو ہی پہنچے تھے کہ حضور ﷺ کی وفات ہوگئی۔ آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس طرح ایک سال میں دو صدمے......!

رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سرپرستی میں پل کر جوان ہوئے۔

عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز پڑھ کر نکلے تو بازار میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو چلتے ہوئے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ننھے حسن رضی اللہ عنہ کو کندھوں اور ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا اور فرمایا میرے والدان بچوں پر قربان ہوں۔ یہ دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسکرا پڑے۔ (بخاری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے کہ اس نوجوان کی بات سنا کرو اور وہ خود بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نصیحت اور مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایران فتح کیا تو اس میں مال غنیمت کے ساتھ شاہ فارس کی بیٹی شہربانو بھی لائی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ وہ شاہ کی بیٹی ہمارے نبی ﷺ کے شہزادے کے لائق ہے لہٰذا اس کا نکاح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے کردیا گیا۔

رحمت دوعالم ﷺ کی آغوش محبت میں پلنے والے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اخلاق اور عادات بہت اعلیٰ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ انصاف پسند، سچے، مہربان اور سخی دل انسان تھے۔

(حوالہ۔ گلشن اخلاق)

(ناصر محمود۔ کسووال)

گلدستہ روضہ

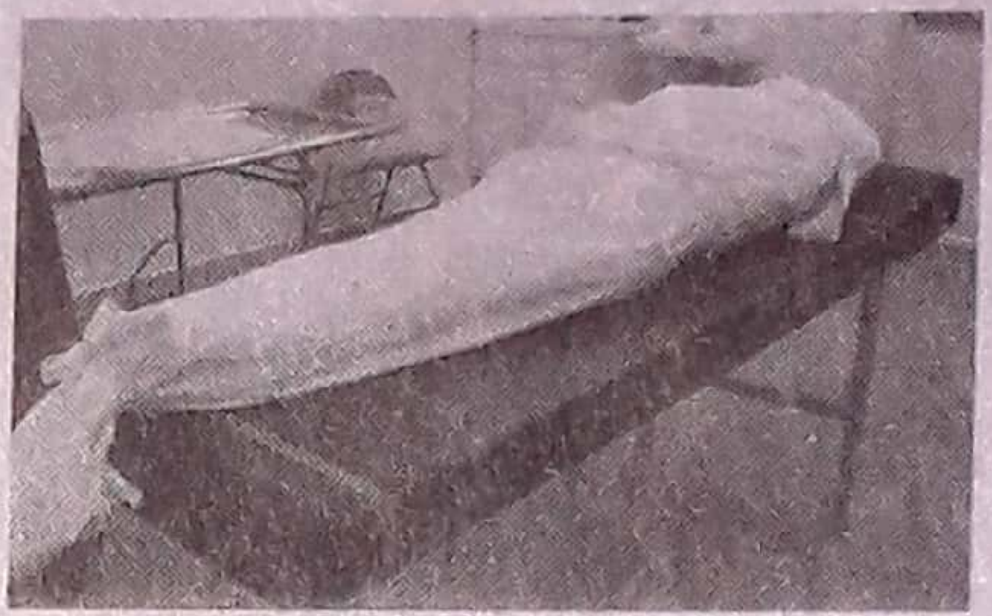

غیبت کیا ہے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا ایسے انداز میں اپنے مسلمان بھائی کا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر مسلمان بھائی میں وہ غلطی موجود ہو جس کا میں ذکر کروں تو (کیا یہ بھی غیبت ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جس کا ذکر تو کرے تو یقیناً تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ عیب موجود ہی نہیں جو تو نے اس کے متعلق بیان کیا تو پھر تو نے اس پر بہتان باندھا''

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الغیبۃ 2589)

(عائشہ، انیسہ اشرف۔ چیچہ وطنی)

حمد

تو ہے سب کا پالنے والا
تیری ذات ہے سب سے اعلیٰ
تو ہے سارے جہاں کا مالک
تو ہی ہے ہم سب کا خالق
کرتے ہیں سب تیری عبادت
سب کو ہے بس تجھ سے محبت
چڑیا حمد تیری کرتی ہے
فاختہ دم ہے تیرا بھرتی
ہر پھول کلی میں خوشبو تیری
عبادت تیری ہے زندگی میری
سب ہیں تیرے در کے سوالی
تو ہی ہے ہم سب کا والی
رحمت کی بارش تو برسائے
جو بھی مانگے سب کچھ پائے
جھکتے ہیں سب تیرے در پہ
کھاتے ہیں سب تیرے گھر سے

(ذکیہ، عمارہ، سحر)

غصے سے ایک ملاقات......

سوال: آپ کا نام؟
جواب: غصہ
سوال: آپ کے والد کا نام؟
جواب: فساد
سوال: آپ کی والدہ کا نام؟
جواب: واویلا
سوال: آپ کی بہن کا نام؟
جواب: پریشانی
سوال: آپ کے بڑے بھائی کا نام؟
جواب: توڑ پھوڑ
سوال: آپ کے دادا کا نام؟
جواب: شور شرابا
سوال: آپ کی دادی کا نام؟
جواب: گھبراہٹ
سوال: کیا آپ شادی شدہ بھی ہیں؟
جواب: جی ہاں! بے وقوفی میری بیوی کا نام ہے۔
سوال: آپ کی کوئی اولاد ہے؟
جواب: جی ہاں! ایک بیٹی ہے بدامنی
سوال: آپ کی تعلیمی قابلیت؟
جواب: جہالت میں اسپیشلسٹ کی ڈگری لی ہوئی ہے۔
سوال: پسندیدہ ادیب؟
جواب: بے چینی، حماقت پوری
سوال: آپ کا آئیڈیل کون ہے؟
جواب: منافق
سوال: آپ کی پسندیدہ ڈش کون سی ہے؟
جواب: جی! جھوٹ کی چٹنی اور غیبت وحسد کا اچار
سوال: آپ کا مشن کیا ہے؟
جواب: بدی کو فروغ دینا اور نیکی کو بے رونق کرنا۔

(آمنہ طفیل، ٹھینگ موڑ الہ آباد)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہے اور اس شخص کی طرف سے نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے، یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جانو جو تم پر ہے۔'' (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

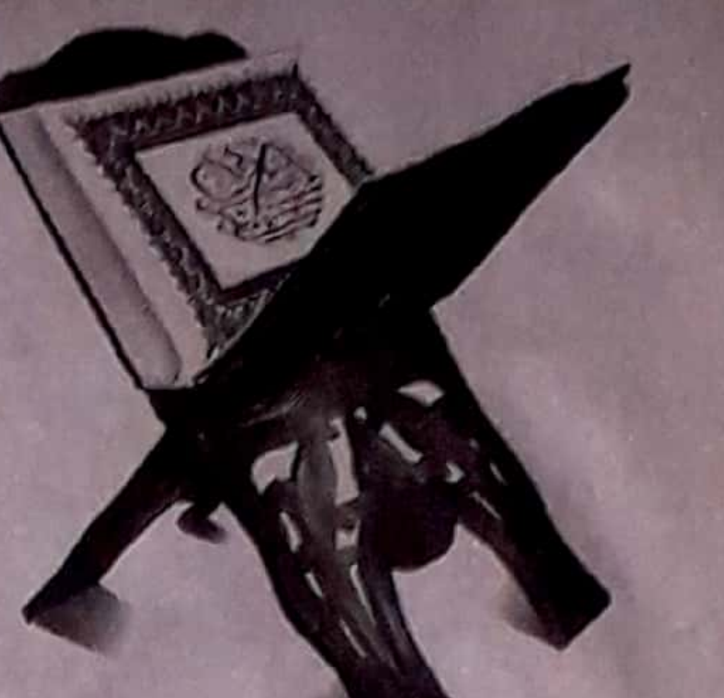

نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تلاوت

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر آیت کو الگ الگ پڑھا کرتے۔ ہر آیت پر ٹھہرتے، وقف کرتے۔ مثلاً الحمدلله رب العالمین پر رک جاتے۔ پھر الرحمن الرحیم پڑھتے۔ اس پر وقف کرتے پھر مالک یوم الدین پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ نماز میں جب الحمدلله رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''حمدنی عبدی'' میرے بندے نے میری تعریف کی۔

پھر جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اثنی عبدی، میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔

پھر بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجدی عبدی، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔

پھر بندہ کہتا ہے ایاک نعبدو ایاک نستعین، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ میرے اور بندے کے درمیان تقسیم ہے، میں اپنے بندے کو وہ کچھ دوں گا جو وہ طلب کرے۔

بندہ التجا کرتا ہے، اهدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیهم، غیر المغضوب علیهم والضآلین. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ سوال کرے گا۔ (مسلم)

لہٰذا وہ ناسمجھ لوگ جو نماز کے تیزی سے پڑھتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ اللہ سے بات کرنے کا یہ کیسا طریقہ ہے۔ نماز کے تمام ارکان انتہائی ٹھہر ٹھہر کے پوری عاجزی وانکساری کے ساتھ ادا کئے جائیں۔

(رقیہ، اخت حافظ حماد الرحمٰن، سادوگورائیہ)

اچھا دوست
خوش نصیبی کی علامت

خوش نصیبی کے اسباب میں یہ بھی ہے کہ تمہیں فائدہ منداور غم گسار دوست ملیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' کہاں ہیں میرے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے، آج انہیں میں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ جبکہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔''

یہ ایسے دوست ہوں گے جن کی محبت، میل جول اور جدائی سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی۔ (بحوالہ: غم نہ کریں۔ از ڈاکٹر عائض القرنی)

(محمد عبداللہ رحمان زیدی سال 75/12 چیچہ وطنی)

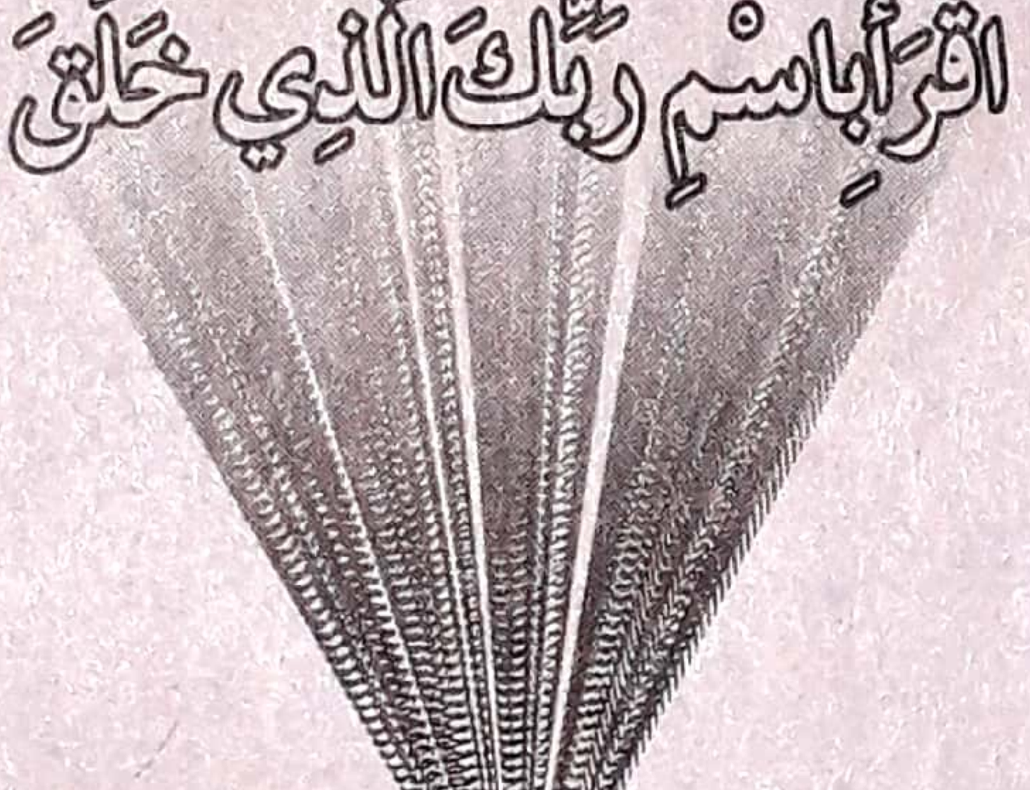

رسول اللہ ﷺ
پر وحی کیسے آتی تھی

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ پر وحی کیسے آتی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو اس طرح آتی ہے کہ جیسے گھنٹی کی جھنکار اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بڑی شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل ودماغ پر نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے تو جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔

(بخاری ومسلم)

(عائشہ، انیسہ اشرف۔ چیچہ وطنی)

وادئ کشمیر کی صدا

وادی میں دیکھو وہ لٹتے آنچل
جہان والو! بلا رہے ہیں
مینار و مسجد جو ہے محرومِ اذاں
اذان والو! بلا رہے ہیں
سسکتے بچے، وہ تڑپتی لاشیں
گرتے گنبد و جلتے قرآن
سُلگتی وادی میں قرآں کے پارے
قرآن والو! بلا رہے ہیں
لُٹا کے عصمت، گنوا کے عزت
وہ لاش کس کی عیاں پڑی ہے
کفن کے طالب بہن کے ٹکڑے
ایمان والو! بلا رہے ہیں
لگے ہیں جن کی زباں پہ پہرے
قمر ہیں جن کے بیاں پہ پہرے
وہ خطیب خاموش دنیا بھر کے
زباں والو! بلا رہے ہیں

(حمنہ بنت محمد عمران۔ جڑانوالہ)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کتنی عجیب بات تھی، ان کے پاس طاقت تھی، اختیار تھا، دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو چکی تھیں۔ ہر آدمی ان کی آنکھ کے اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن اس طاقت اور اختیار کو انہوں نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے استعمال نہیں کیا۔ اس وقت بھی جب ان کی قیمتی زرہ گم ہوگئی۔ اسے تلاش کرنے کی کوشش کی، لیکن زرہ نہ ملی۔ وہ اس کو اللہ کی رضا سمجھ کر خاموش ہو کر بیٹھے رہے۔

چند ہی دن گزرے کہ بازار میں انہیں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ نظر آگئی۔ اسے روک کر کہا: یہ زرہ میری ہے۔ تمہارے پاس کہاں سے آگئی؟

یہودی نے سختی سے انکار کرتے ہوئے کہا: بالکل نہیں، یہ زرہ میری ہے۔

وہ حاکم وقت تھے، اسلامی سلطنت کے طاقت ور ترین آدمی تھے۔ چاہتے تو اس سے زبردستی بھی لے سکتے تھے۔ اسے گرفتار بھی کرواسکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ دل خوف الٰہی سے آباد تھا۔ وہ اپنے دعوے کو ثابت کئے بغیر اس سے زرہ نہیں لینا چاہتے تھے۔

چنانچہ معاملے کو وہ قاضی کی عدالت میں لے گئے۔

یہ قاضی شریح رحمہ اللہ کی عدالت تھی۔ قاضی شریح رحمہ اللہ اپنے وقت کے بہت نامور اور انصاف پسند قاضی تھے۔ انصاف کے لئے انہوں نے کبھی کسی بڑے سے بڑے شخص کے اختیار اور دبدبے کو بھی پرواہ نہیں کی تھی۔ انہوں نے کئی بار حاکم وقت کے خلاف بھی فیصلے دے ڈالے تھے۔

وہ یہودی کو لئے قاضی شریح رحمہ اللہ کی عدالت میں پہنچے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ نے بڑے غور سے ان کا دعویٰ سنا، وہ کہہ رہے تھے یہ زرہ میری ہے۔ کچھ دن پہلے گم ہوئی تھی۔ آج اچانک یہ اس یہودی کے پاس نظر آگئی۔ میں نے اسے کہا کہ یہ میری زرہ ہے لیکن یہ اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا۔

قاضی شریح رحمہ اللہ نے اس یہودی سے پوچھا کہ وہ ان کی بات کے جواب میں کیا کہتا ہے؟

یہودی نے کہا کہ یہ میری زرہ ہے۔ ان کا دعویٰ درست نہیں ہے۔

قاضی شریح رحمہ اللہ یہودی کا جواب سن کر پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیا آپ کے پاس اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی گواہ ہے؟

وہ بولے میرا بیٹا اور غلام اس بات کے گواہ ہیں۔

قاضی شریح رحمہ اللہ نے نفی میں سر ہلایا اور کہا: باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی اور آقا کے حق میں غلام کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی۔

حاکم وقت نے کہا: کتنی عجیب بات ہے، آپ نے میرے بیٹے کی گواہی قبول نہیں کی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: وہ جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں۔ قاضی شریح رحمہ اللہ نے کہا مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں ان کی گواہی نہیں لوں گا۔ اگر کسی کے رتبے کو دیکھ کر فیصلہ کرنا ہوتا تو آپ کا یہ فرمان ہی کافی تھا کہ یہ زرہ میری ہے۔

بظاہر تو یہ بڑی توہین کی بات تھی کہ حاکم وقت کی بات نہیں مانی جارہی۔ ان کا جائز حق نہیں دیا جارہا۔ ان کے گواہوں کو تسلیم نہیں کیا جارہا تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ قاضی شریح رحمہ اللہ حق بات کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے صرف سچائی کا بول بالا کیا ہے۔ چنانچہ وہ خوش ہو کر بولے: مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہے۔ یہ زرہ اب یہودی کے پاس ہی رہے گی۔ قاضی شریح رحمہ اللہ کا فیصلہ یہودی کے لئے یہ اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ چند لمحوں کے لئے تو سکتے کی حالت میں چلا گیا۔ کیا دنیا میں کوئی عدالت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو رعب اور طاقت کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیتی ہو۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے سامنے عدالتیں بے بس ہو جاتی ہیں اور یہ حاکم وقت اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے حاکم تھے۔ چاہتے تو بزور قوت اپنی بات منوا سکتے تھے لیکن عجیب بات تھی، نہ تو قاضی ان کی قوت و اختیار سے خوفزدہ تھا اور نہ حاکم وقت ان کے فیصلے پر ناراض ہوئے۔

وہ یہودی بے اختیار پکار اٹھا، مجھے یقین ہو گیا ہے، آپ کا دین سچا ہے۔ اس کا یقین مجھے حاکم وقت کے خلاف آپ کے فیصلہ سنانے اور ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنے سے ہوا۔ یہ زرہ واقعی ان کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ یہ حاکم وقت کون تھے، آپ کے ذہن میں ان کا نام یقیناً آچکا ہوگا۔ یہ تھے خلیفہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ جن کو ابن ملجم نے زہر آلود تلوار سے 40 ہجری 21 رمضان المبارک کو شہید کیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 63 سال تھی۔

(محمد عدنان۔ فیصل آباد)

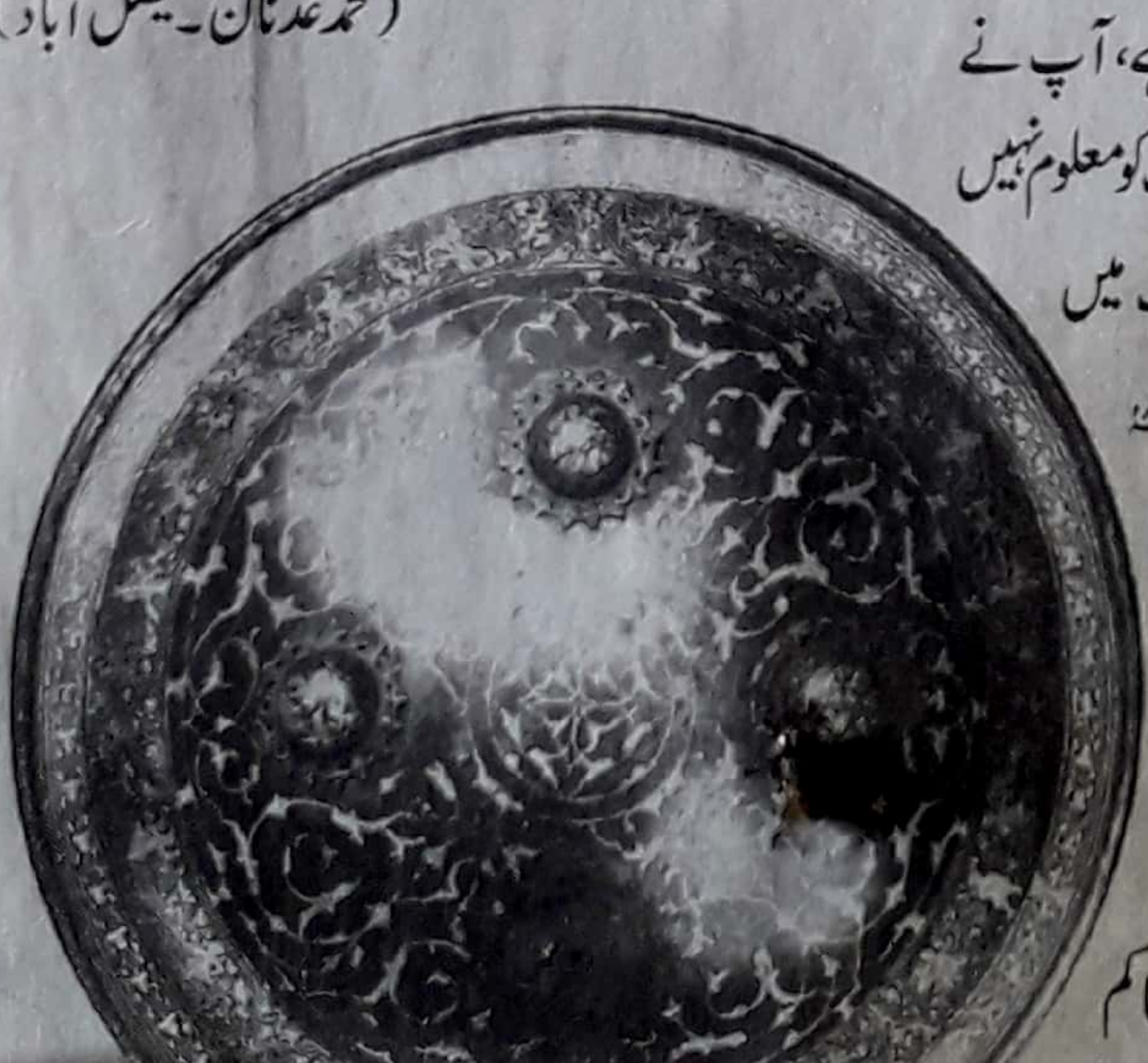

پہلا منظر

مریم...... مریم......!

جی بھائی جان!

حسن بھاگتا ہوا آیا! چلو جلدی سے ابو دفتر کے لئے نکل رہے ہیں۔ ابو سے آنے والی عید کے حوالے سے بات کرنی ہے۔

جی بیٹا! کیوں بھاگتے ہوئے آرہے ہو؟ کیا بات کرنی ہے؟

ہم سوچ رہے ہیں کہ عید الفطر میں چند دن باقی ہیں۔ ہم نے نئے کپڑے اور جوتے لینے جانا ہے۔ چاچو کے بیٹے اور بیٹیاں اپنے گھر والوں کے ساتھ کل بازار سے اپنے کپڑے، جوتے اور کافی دوسری چیزیں لے آئے ہیں۔

ٹھیک ہے میرے بچو کل شام کا پروگرام بنالیں۔ افطاری کے بعد سب مارکیٹ چلیں گے۔ آپ لوگوں نے جو چیزیں خریدنی ہیں ان کی فہرست بنالیں۔

چلیں ٹھیک ہے...... حسن اور مریم گہری سانس لیتے ہوئے خوشی سے بھاگتے ہوئے باہر نکل گئے۔

یہ ایک گھر کی کہانی ہے۔ ان دنوں ہر گھر میں عید کی تیاریاں جوش و خروش سے جاری ہیں۔ بچے اپنی من پسند کے کپڑے اور جوتے خرید رہے ہیں۔ ہر بچے کی یہی خواہش ہے کہ عید والے دن سب سے بڑھ کر وہ خوبصورت دکھائی دے۔ گھر والوں کے ساتھ تو کبھی دوستوں کے ساتھ بازاروں کے چکر لگ رہے ہیں۔ عید والے دن گھر میں جو عمدہ عمدہ کھانے بنانے ہیں، ان کا سامان خریدا جارہا ہے۔

کیا عید کا چاند نظر آگیا؟

ہاں آگیا......!

ہر گھر سے بچوں کا شور سنائی دے رہا ہے کہ کل عید ہے۔ خوشی اتنی کہ رات بھر خوش گپیوں میں مصروف اکثر بچے سوئے بھی نہیں۔ آخر کل عید ہے اور پھر بڑوں سے عیدی بھی لینی ہے۔ اب اگر عید والے دن بھی دوست اور سہیلیوں کا ساتھ نہ ہو تو عید کیسی؟

عید ملنے کے لئے دوستوں کے گھروں میں چکر لگ رہے ہیں۔ کہیں سے مٹھائی...... کہیں سے کھیر اور کہیں سے فروٹ چاٹ اور دہی بھلے وغیرہ کھانے کو مل رہے ہیں...... تو اس طرح مگن رہتے ہیں ہم اپنی عید پر!

دوسرا منظر

یہ کشمیر کا ایک گھرانہ ہے۔ گھر کے باہر کافی رش لگا ہوا ہے۔ لوگ آ آ کے پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ بتانے والے بتا رہے ہیں...... اس گھر کے مالک کو کل رات بھارتی فوجی مسجد سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ آج صبح اس کی میت ساتھ والے چوک سے ملی ہے۔ گھر والے شدت غم سے نڈھال ہیں۔ پانچ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے باپ کی لاش سے چمٹے ہوئے بلک رہے ہیں۔ عید میں چند دن باقی ہیں اور اس گھر میں صف ماتم بچھا ہوا ہے۔ ایسے کشمیر میں کئی مظلوم بچے ہیں جن کے ماں باپ کو شہید کر دیا گیا تو کچھ کے والدین کو انڈین فوجی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اب کہاں سے آئیں گے ان کے لئے نئے کپڑے، جوتے؟ اور کیسے ان کے پیٹ میں لذیذ کھانے کھا سکیں گے۔ جب ہر طرف جنگ اور کرفیو کا ماحول ہے تو کیسے یہ ملنے جائیں گے اپنے دوستوں سے؟ جب والدین سر پر نہیں رہے تو کون دے ان کو عید کی خوشیاں؟؟

تیسرا منظر

یہ گھرانہ ہے فلسطین کا...... جو کہ غزہ میں آباد ہے۔ گھر میں عید کی تیاریاں ہیں۔ عبداللہ، علی اور ان کی چھوٹی بہن فاطمہ بڑے شوق سے اپنے والدین کے ساتھ سحر و افطار اور کبھی کبھی راتوں کا قیام بھی کر رہے ہیں اور دلوں میں عید منانے کی خوشیاں لئے ہوئے نئے کپڑوں کا سوچ رہے ہیں۔ ایک رات ان پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ ساری خوشیاں بجھ جاتی ہیں، تینوں ننھی جانوں کی سانسیں ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے کٹ جاتی ہیں۔ اسرائیلی جیٹ طیارے اس بستی پر بمباری کرتے ہیں اور سینکڑوں لوگوں کو خون میں نہلا جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

پیارے بچو! جب ہم عید گزار رہے ہوں تو ان مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کو لازمی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جب ہم نئے کپڑے پہنے ہوں تو ان بچوں کی کفن میں لپٹی خون آلود لاشوں کو لازمی ذہن میں رکھیں جو کہ فلسطین، کشمیر اور دیگر مقبوضہ علاقوں میں روزانہ گر رہی ہیں۔ جب ہم لذیذ کھانے کھا رہے ہوں تو ان بے بس و لاچار لوگوں کو بھی یاد کریں کہ جن کے گھروں پر اسلام دشمن ظالم، کافر بلڈوزر چلا کر اور میزائل مار کر تباہ و برباد کرتے جارہے ہیں۔ نہ ان کے پاس کھانے کے لئے لذیذ کھانے ہیں اور نہ ہی رہنے کے لئے گھر۔ تو اپنے ان مظلوم مسلمان بہن بھائیوں کو عید کی ان خوشیوں میں خصوصی یاد رکھیں۔ ان کی مدد اور آزادی کے لئے ہمہ تن گوش ہوں اور اس موقع پر اپنے عید خرچ میں سے جتنا زیادہ تعاون ان مظلوم اور مجاہدین کے لئے کر سکتے ہیں اس میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیں تاکہ وہ عید کی خوشیوں میں شامل ہو سکیں۔

جزاکم اللہ خیرا۔

(احمد۔ لاہور)

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ائیر کنڈیشنر (AC) ٹھنڈ کیوں کرتا ہے؟

لیں جی! ہمیں تو مکمل یقین ہے... کہ آپ نے عید کے موقعہ پر ضرور دیکھا ہوگا۔ کہ کوئی بکرا، چھترا، کوئی گائے یا بیل وغیرہ تکبیر پھیرنے سے پہلے اپنی جوانی کے بل بوتے پر اپنا آپ چھڑوا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے..... اور پھر اسے پکڑنے کیلئے اس کے حصہ داروں کے علاوہ بھی ہر کوئی اپنا حصہ ڈالتا ہے اور سبھی اکٹھے ہو کر قومی اتحاد کا مظاہرہ پیش کرتے ہوئے اسکی پکڑ دھکڑ میں لگ جاتے ہیں... اور اسے کنٹرول کرنے کیلئے کہتے ہیں۔

''آگے سے رسہ ڈالو'' جا کے گلی بند کرو... اوہ! ''اسے چھریاں نہ دیکھاؤ'' ''جلدی پکڑو'' وغیرہ۔

کیا خوب منظر ہوتا ہے... بالکل اسی طرح بچو! جب گرمی آتی ہے تو سبھی اسے قابو کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بیل کی طرح اسے کنٹرول کرنے کیلئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں... کوئی کہتا ہے ہمت فین (یعنی ہاتھ والا پنکھا) چلا لو''... اس گرمی سے بچنے کیلئے ''ایئر کولر ہی لے آؤ''.... اور بات جب حد سے بڑھتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ بھئی AC ہی اب آخری حل ہے۔ جو سخت گرمی میں بھی ہمیں ٹھنڈک کا احساس دلاتا ہے... گرم موسم میں کچھ لوگوں کے لئے ایئر کنڈیشنر عیش و آرام اور کچھ کے لئے ایک ضرورت ہے۔

گرمی کے مارے پیارے بچو! آج ہم اسی ضرورت اور حیرت انگیز ایجاد کے بارے میں بتانے جا رہے ہیں پھر سے دلچسپ حقائق اور زبردست معلومات کے ساتھ جسے آپ بڑا ہی پیچیدہ سمجھے بیٹھے تھے آج آسان اور آپ کے سامنے ہے۔

یہ انیسوں صدی کی سب سے اہم ایجاد 1902 میں نیو یارک پبلشنگ ہاؤس میں نمی کنٹرول کرنے کے لئے کی گئی... پھر اس میں جدت آتی گئی اور کولنگ مشین اور فریج اور بات اب سمارٹ ایئر کنڈیشنگ تک پہنچ چکی ہے جسے آپ اپنے گھر جاتے ہوئے فون سے آن کر دیں تا کہ گھر ٹھنڈا ہو جائے اور اگر کہیں جاتے ہوئے بند کرنا بھول جائیں تو کسی بھی جگہ سے آپ اپنے فون سے اسے آف کر سکتے ہیں..... اخراجات بھی کم..... اور سہولت کی سہولت کہ کہیں بھی لے جائیں۔ جدت سے جدت آتی جا رہی ہے۔

اب بتاتے ہیں یہ AC کام کرتا کیسے ہے؟ تو لیں جی!

ایک بہت ہی وسیع موضوع ہے جو ہم آپ کو مختصر بتا رہے ہیں..... صرف آپ کی سہولت کے لئے......

پیارے بچو! اے سی کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک جو باہر لگا ہوتا ہے اسے آؤٹ ڈور یونٹ کہتے ہیں اور اس میں کمپریسر اور کنڈنسر لگا ہوتا ہے۔

دوسرا حصہ جو کمرے میں لگا ہوتا ہے اسے اِن ڈور یونٹ کہتے ہیں اس میں اویپوریٹر Eveporator لگا ہوتا ہے۔

یاد رکھیں! کسی بھی چیز کو دبانے سے اس کا پریشر بڑھتا ہے اور وہ گرم ہوتی ہے۔ اسی طرح آؤٹ ڈور یونٹ میں لگا کمپریسر R12-R144 نامی گیس کو کمپریس کر کے اور اس کو کنڈنسر میں بھیج دیتا ہے۔ کنڈنسر کی لائنیں U شکل کی ہوتی ہیں جن کے پیچھے پنکھا لگا ہوتا ہے جو ان کو ٹھنڈا کرتا ہے اور کنڈنسر سے گیس ٹھنڈی ہو کر پائپ لائنوں کے ذریعے اِن ڈور یونٹ میں لگے اویپوریٹر (Eveporato) میں چلی جاتی ہے جہاں پہلے ہی یخ ٹھنڈی گیس موجود ہوتی ہے جیسے ہی یہ گیس یہاں پہنچتی ہے تو اور زیادہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

اویپوریٹر سے نیچے ایک پنکھا لگا ہوتا ہے جسے بلور فین کہا جاتا ہے جو اس سے ہوا کو اوپر سے نیچے کھینچ کر ہمیں ٹھنڈ منتقل کرتا ہے اور گرم ہوا پھر اوپر چلی جاتی ہے۔ یوں ایک سرکل چلتا رہتا ہے، گرم ہوا آتی جاتی ہے اور اویپوریٹر سے گزرتی ہوئی ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے اور بلور فین مسلسل ہمیں ٹھنڈا کرتا رہتا ہے۔

پیارے بچو! حیرت کی بات ہے جب کولنگ زیادہ ہوتی ہے تو اے سی میں لگے سنسر (بٹر فلائی سنسر) اسے آف کر دیتے ہیں مگر جب کولنگ کم ہوتی ہے تو کمپریسر کو آن کر دیتے ہیں اور پھر سے ٹھنڈ پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یوں کمرے کا درجہ حرارت آپ کی مطلوبہ خواہش کے مطابق رہتا ہے۔

پیارے بچو! اتنا سا کام تھا AC کا جو آپ کو رضائی لینے پر مجبور کر دے..... ویسے بھی سرکاری محکموں میں ائر کنڈیشنر پر پابندی لگا دی ہے شاید لوڈشیڈنگ کی وجہ سے..... سنیں جی!! مگر لوڈشیڈنگ سے تنگ افراد کے لئے بھی ایک بڑی خوشخبری ہے کہ اب ان کے کپڑے ہی ایئر کنڈیشنگ ہوں گے۔ یہ منفرد کپڑے بنانے کا کارنامہ جاپانی کمپنی نے سرانجام دیا ہے۔ مگر جرمنی کی ایک کمپنی نے تو اور بھی کمال ہی کر دیا کہ ایئر کنڈیشنر اور ہیروں سے بلٹ پروف سوٹ تیار کر لیا ہے۔ یہ لباس نائن ایم ایم پسٹل سے لے کر 57 میگنم بندوق کی گولیوں تک سے تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔

ہاں جی یہاں بھی غور کریں..... نئی تحقیق آئی ہے کہ گاڑیوں میں ایئر کنڈیشنر کینسر اور خون کی بیماریاں پیدا کر رہے ہیں مگر آپ کے لئے ایک صدقہ جاریہ ہے۔ صدقہ جاریہ کا مطلب یہ نہیں کہ ہم آپ کے گھر ایک ایک سمارٹ AC بھیجیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہمارے عمر بھر کے تجربات اور تحقیقات سے فائدہ اٹھائیں اور فائدہ مند AC تیار کر لیں جسے لوڈشیڈنگ کا ڈر نہ ہو، طریقہ ہم بتا رہے ہیں کہ بس سمجھیں ابھی تیار...... لیں جی! ایک پلاسٹک کا کریٹ یا ڈبہ لیں اور اس کے ڈھکن پر چھوٹا پنکھا لگائیں جو ڈبے کے اندر ہوا پھینکے اور L شکل کا ایک پائپ پنکھے سے ذرا فاصلے پر سوراخ کر کے جوڑ دیں اور پنکھے کو بیٹری سے کرنٹ دے کر بٹن لگا لیں۔ یوں جب آپ پنکھا چلائیں گے تو ہوا ڈبے میں سے گزرتی ہوئی پائپ سے آپ کی طرف آئے گی۔

اب آپ ڈھکنا اٹھائیں اور ڈبے کو برف سے بھر دیں اور پھر اسی طرح بند کر دیں۔ زبردست AC تیار ہے کمرے میں رکھ کر پیش کریں۔ اب کریں اپنا اپنا AC تیار اور لیں ٹھنڈی ٹھار ہوا۔

ٹھہریں جی! یہاں ایک بات رہ گئی ہے ہماری، وہ بھی لے لیں۔ اگر یہ AC تیار ہو جائے تو ہمیں بھیج دیں۔ فی امان اللہ

حافظ ابوبکر ادریس

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

23 ۴ صفر ۱۴۳۶ھ، 28 نومبر 2014ء

لازوال جذبوں کی داستان

قیمت 6 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (سورۃ النحل: 91)

(عبداللہ۔ لاہور)

حدیثِ نبوی ﷺ

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے آدمیوں کو دوگنا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو اہل کتاب میں سے تھا، اور وہ اپنے نبی کے ساتھ بھی ایمان لایا اور مجھ پر بھی ایمان لایا''۔

(بخاری کتاب الجہاد: 3011، مسلم: 154)

(حمزہ خالد۔ رحیم یار خان)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو! کیا حال چال ہے؟ آپ یقیناً صحت وتندرستی کی عظیم نعمت میں خوشیوں بھری زندگی اسلام پر گزار رہے ہوں گے۔ زندگی میں کئی نشیب وفراز آتے رہتے ہیں۔ سمجھدار لوگ وہ ہوتے ہیں جو ان سے سبق سیکھتے ہیں۔ آخر زندگی کا بھروسہ ہی کیا ہے؟ آخر ایک نہ ایک دن ہم نے بھی چلے جانا ہے۔ گزشتہ دن مجاہدین کی ماں ام طلحہ پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ کی رفیقہ حیات بھی دین واسلام کی سربلندی کی سعی کرتے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ہمیں ان کی زندگی سے سبق سیکھنا ہے اور اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھنا ہے۔

یقیناً اجتماع کے لئے آپ اپنے دوستوں اور عزیزوں سمیت آ رہے ہوں گے۔ یاد رکھیے! ہم وہاں صرف دین کی سربلندی اور اپنی اصلاح کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ اس لئے وہ ادھر اُدھر سیر کرنے کی بجائے صرف اجتماع سنیں، اچھی اچھی باتیں اپنی ڈائری میں لکھیں اور اجتماع میں آنے کا حق بھرپور طریقے سے ادا کریں۔ اجتماع پر آپ کے لیے ایک عظیم خوشخبری بھی ہے۔ ہم الحمد یہ روضہ سوسائٹی پاکستان کی طرف سے اجتماع میں آپ کے لئے بہت ہی پیاری پیاری کتب، سٹیکرز اور دیگر مصنوعات لا رہے ہیں صرف آپ کے لئے جو آپ کے ہمیشہ یقین دلاتی رہیں گی۔ کہ ''آپ بھی اللہ کے دین کے سپاہی ہیں''

جزاک اللہ خیرا

ربنا

مصیبت کے وقت نعم البدل مانگنے کی دعا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ، اللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا. (صحیح مسلم، الجنائز: 918)

''یقیناً ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میرے صدمے میں اجر دے اور مجھے بدلے میں اس سے زیادہ بہتر دے۔''

(انس حبیب۔ الدعوۃ سکول مریدکے)

ایڈیٹر: عبداللہ

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-7276557

شہر زور کی فتح

رات اپنے سیاہ پر پھیلا چکی تھی۔ دائیں، بائیں آگے، پیچھے، ہر طرف اندھیرے کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اندھیرا گہری سیاہیاں پھیلانے میں مصروف تھا۔ رات اپنے ہیبت ناکی طویل کرتی گئی، سائے بڑھتے گئے اور روشنی کے مینار مختصر ہوتے، چند لمحوں کے بعد یہ موم بتیاں بھی اندھیرے کی سیاہی میں اپنا منہ کالا بنا چکی تھیں۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، زمین اور فضا کا ذرہ ذرہ منہ چھپا کر بیٹھ گیا تھا۔ رات کی حکومت تھی اور اندھیرے کا راج!

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ سپہ سالار عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں بیٹھے تھے۔ وہ دیر تک شہر زور کو فتح کرنے کی ترکیب سوچتے رہتے۔

شہر زور کا شہر بڑا تجارتی مرکز تھا اور یہاں دولت کے انبار تھے، اس شہر کا قلعہ مضبوط اور سامان جنگ وافر مقدار میں موجود تھا۔ اس شہر کے باسیوں نے اطاعت قبول کرنے کے بعد بغاوت کی تھی اور عبدالرحمٰن کو اسی بغاوت کو دبانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مجاہد ہر روز قلعہ پر حملہ کرتے۔ اہل قلعہ پتھروں اور تیروں کا مینہ برساتے، مجاہد زخمی ہوتے۔ مگر شوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ مسلمان شہادت کے لیے دعائیں مانگتے، زخموں کی پرواہ نہ کرتے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے جانیں لڑاتے۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے پتھر اور تیر کھاتے۔ مگر بے دل نہ ہوتے۔ وہ دشمن کے دیے ہوئے زخموں پر مسکراتے، پھولوں کی طرح ہنستے اور ان کا جذبہ شہادت اور بڑھ جاتا

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے گرد گھیرا تنگ کیا۔ مگر قلعہ کی دیوار پار کرنا دشوار تھا۔ محاصرہ جاری تھا اور وہ سوچ رہے تھے کہ یہ مشکل کس طرح حل کی جائے۔ نیند آتی اور اپنی آغوش محبت ادا کرتی۔ مگر مجاہد اسے ٹھوکر سے ہٹا دیتا۔

جب کوئی موثر تدبیر ذہن میں نہ آئی تو وہ سجدہ میں گر پڑے اور قلعہ فتح کرنے کی دعائیں مانگنے لگے۔ ان کی یہ عاجزانہ دعا سنی گئی۔

"مجھے حاضر ہونے کی اجازت دیجیے" ایک آواز آئی۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ چونک پڑے۔ کون ہے؟

"ایک پہرہ دار"

"کیوں آئے ہو؟"

"ایک آدمی کو لے کر حاضر ہوا ہوں"

"آجاؤ"

پہرہ دار اندر آیا۔ السلام علیکم کی آواز گونجی۔

"وعلیکم السلام! یہ کون ہے؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"یہ ایک جاسوس ہے، میں نے اسے بڑی مشکل سے گرفتار کیا ہے"

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جاسوس سے مخاطب ہو کر بولے:

"تم جاسوس ہو؟"

"جی حضور" جاسوس نے جواب دیا۔

"اب تم ہماری قید میں ہو"

"جناب!"

کیا تم آزادی چاہتے ہو؟

"اگر آپ آزاد کریں تو شکر گزار ہوں گا"

اگر تم قلعہ کے اندر جانے کا کوئی راستہ بتا دو تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔

"مگر آزادی کے ساتھ پناہ بھی مل جائے گی۔"؟؟

"ضرور ملے گی۔ مسلمان قول دے کر مکرا نہیں کرتے۔ تم ہمیں وعدے کا سچا اور بات کا پکا پاؤ گے"

"اگر اسی وقت قبضہ کرا دوں تو انعام کا مستحق بھی ہوں گا؟"

"ضرور ہم تمہیں گراں قدر انعام بھی دیں گے"

"میرے ساتھ آیئے!"

"پہلے ہمیں اپنی سکیم بتاؤ، پھر چلیں گے!"

"شاید آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں؟"

"جو لوگ اطاعت کر کے بغاوت کر سکتے ہیں، ان کے وعدے پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ بات ہے تو میں صدق دل سے اسلام لاتا ہوں۔"

"شاباش! اب تم ہمارے بھائی بن گئے ہو۔ چلو کہاں چلتے ہو؟"

عبدالرحمٰن نے دس مجاہدوں کو ساتھ لیا اور خاموشی سے نومسلم جاسوس کے ساتھ چل دیئے۔ قلعہ سے کچھ فاصلہ پر پہنچ کر راہنما رک گیا۔ گھنے درختوں کی طرف اشارہ کر کے بولا:

"یہ ہے سرنگ جس کا کسی کو پتہ نہیں۔"

غرض نومسلم آگے آگے اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے پیچھے سرنگ میں داخل ہو گیا۔ واقعی سرنگ قلعہ کے اندر لے گئی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ایک سو مجاہد اپنے ساتھ لیے اور اپنے لشکر کو تیار رہنے کا حکم دے دیا کہ خاموشی سے قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچ جائیں جونہی نعرۂ تکبیر سنیں، قلعہ میں گھس کر تیغ زنی شروع کر دیں۔

اب رات ہو چکی تھی۔ دن بھر کے تھکے ہارے قلعہ دار نیند کی گود میں خراٹے لے رہے تھے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سرنگ کے راستے قلعے میں داخل ہوئے اور جلد ہی دروازہ پر پہنچے۔ محافظ گہری نیند میں سوئے پڑے تھے، کسی نے آنکھ نہ کھولی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموشی سے ٹھکانے لگایا اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔

رات کی خاموشی میں اچانک نعرۂ تکبیر کی آواز دور دور تک گونجی۔ اسلامی لشکر نے تلواریں اٹھائیں اور نعرے لگاتا ہوا قلعہ میں داخل ہو گیا۔ سرنگ کے راستے میں کئی سو مجاہد قلعہ میں پہنچ گئے۔ ایرانیوں نے اپنے آپ کو نہتا اور سروں پر تلواروں کو چمکتا دیکھا تو الامان، الامان کا شور مچا دیا۔ قلعہ کا حاکم، ہاتھ باندھے، سر جھکائے حاضر ہوا اور آئندہ بغاوت سے توبہ کی۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نومسلم کو طلب کیا، اس کا شکریہ ادا کیا اور ایک ہزار اشرفی انعام عطا کیا۔

اس قلعہ میں ایک سونے کا بت تھا۔ جس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ اس بت کا نام زور تھا۔ اسی کے نام پر شہر بھی زور کہلاتا تھا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس بت کی دونوں آنکھیں تلوار کی نوک سے نکال لیں اور باقی بت حاکم قلعہ کو دے کر کہا:

"ہمیں سونے کی ضرورت نہیں۔ یہ بے جان بت نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، بہتر ہے کہ تم بتوں کی بجائے اللہ واحد لاشریک کی عبادت کرو۔"

اس طرح عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آگے سے آگے بڑھتے گئے اور علاقے فتح کرتے گئے اور اپنی ایمانی حرارت سے سلگتی ہوئی شمشیر سے سارے ایران میں ٹھنڈک پیدا کر دی۔

(اخت صفی اللہ ہجویری)

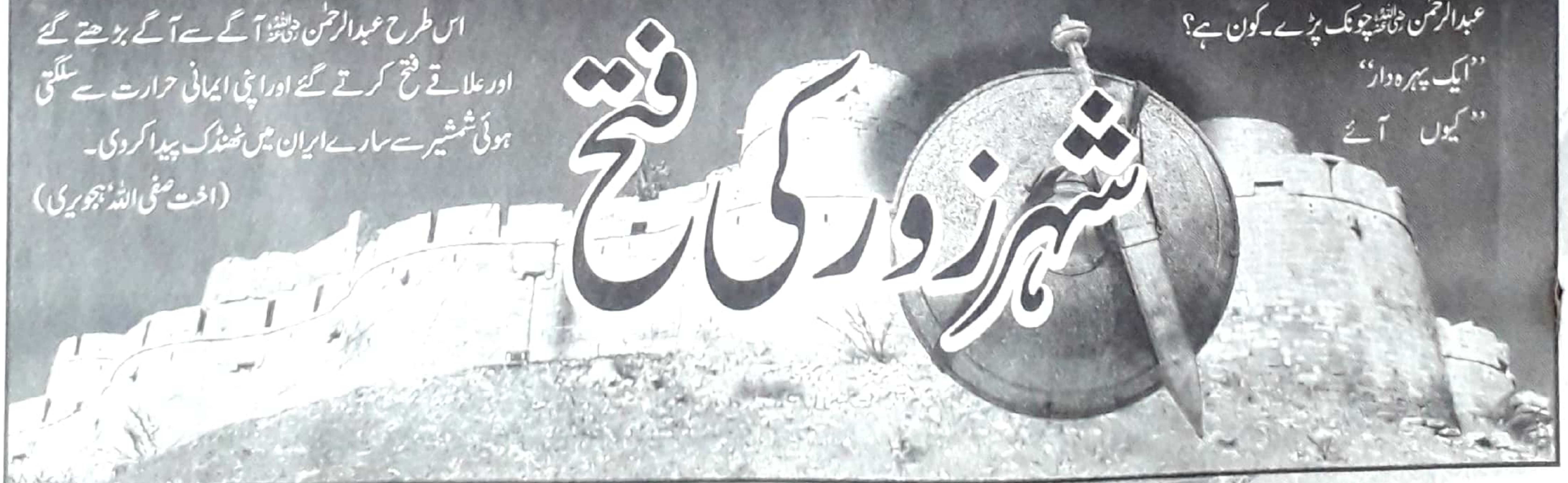

سلسلہ بنی اسرائیل

ناشکری کی سزا

بنی اسرائیل نے ضد کرنا شروع کر دی اور دنیا کی چیزوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو یہ چیزیں تو سب لوگ ہی کھاتے ہیں اور عام پائی جاتی ہیں۔ جبکہ تمہارے لیے تو کھانے پینے کے لیے آسمان سے چیزیں نازل ہوتی ہیں۔ مگر بنی اسرائیل نہ مانی۔

پیارے بچو! بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بہت انعامات کیے۔ جب یہ لوگ میدان جہاد سے بھاگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دینے کی بجائے پھر بھی ان پر احسانات کیے۔ وہ کیسے کہ انہیں طور پہاڑ کے دائیں طرف جانے کا حکم دیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسے احکام نازل فرمائے جس میں ان کی دنیا اور آخرت کے فوائد ہوں۔

جب بنی اسرائیل نے سفر شروع کیا تو پتہ چلا کہ وہ زمین تو بنجر اور بے آب ہے، سفر انتہائی مشکل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان کے لیے من وسلویٰ اتارا۔ یہ من وسلویٰ کیا تھا؟

صبح کے وقت بہت ہی میٹھا اور لذیذ ''من'' گھروں میں ملتا بنی اسرائیلی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو مزے سے کھاتے اور جب شام کا وقت آتا تو آسمان سے مزیدار اور پکے پکائے بہت ہی خوبصورت پرندے کافی تعداد میں ان کے پاس آکر بیٹھ جاتے جنہیں یہ لوگ بڑی آسانی سے پکڑ لیتے اور بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ جب دھوپ یا گرمی کا وقت آتا تو اللہ تعالیٰ ان پر بادلوں کا سایہ کر دیتے جس کی وجہ سے یہ لوگ تیز دھوپ اور سورج کی گرم شعاؤں سے محفوظ ہو جاتے۔ پھر جب پیاس کی شدت میں اضافہ ہوتا تو پانی کی تلاش میں لگ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں پھر ان پر بہت بڑا انعام کیا۔ چونکہ بنی اسرائیل بارہ قبیلوں پر مشتمل تھے۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی ایک پتھر پر ماری تو فوراً اس میں سے نہایت ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ کچھ قبیلے بڑے تھے اور کچھ چھوٹے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پانی کے چشمے بھی بڑے چھوٹے مختلف قسم کے نکالے تاکہ ان قبیلوں کی آپس میں لڑائی بھی نہ ہو اور وہ آسانی سے اپنے اپنے حساب سے پانی کے چشموں سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ لہٰذا بالکل ایسے ہی ہوا۔ تمام قبیلوں نے بغیر لڑائی جھگڑے کے اپنے اپنے چشمے کی پہچان کر لی اور پانی پینے لگ گئے۔ اگر ساری دنیا کی دولت اکٹھی کر لی جائے پھر بھی ان تمام نعمتوں کے برابر نہیں ہو سکتی اور یہ تمام انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل پر مفت میں کیے گئے تھے۔ ان نعمتوں کے لیے انہیں ذرا برابر بھی محنت نہیں کرنا پڑ رہی تھی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ ان تمام نعمتوں کا شکر بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنا وقت صرف کرتے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے مگر اس کی بجائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ صرف ناشکری ہی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلا نافرمانیاں بھی کرتے رہے۔

اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا:

''(ہم نے) تمہارے اوپر بادل کا سایہ کیا اور تمہارے لیے من وسلویٰ اتارا جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں، ان کو کھاؤ۔''

(سورہ البقرہ:57)

تو اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ:

''اے موسیٰ علیہ السلام! ہم سے ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمارے لیے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ) جو نباتات زمین سے اُگتی ہیں پیدا کر دے۔''

موسیٰ علیہ السلام ان کی یہ بات سن کر بڑے حیران ہوئے اور ان سے کہا کہ:

''کیا تم عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں چاہتے ہو؟'' (البقرہ:61)

اللہ تعالیٰ نے بھی بنی اسرائیل کو ناشکری کرنے پر عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا تھا کہ:

''تمہاری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو، ورنہ تم پر میرا عذاب نازل ہو گا اور جس پر میرا عذاب نازل ہو جائے وہ یقیناً تباہ ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور سیدھی راہ پر بھی چلتے رہیں۔'' (سورۃ طٰہٰ:82,81)

اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ناشکری کرنے کی وہی سزا دی جو وہ ہر ناشکری کرنے والے کو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ لہٰذا وہ لوگ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان سے تمام نعمتیں چھین لی گئیں۔ یہاں تک کہ محتاجی اور غربت ان کے مقدر میں لکھ دی گئی اور وہ خشک اور بنجر زمین پر ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے۔

پیارے بچو! بنی اسرائیل کو ناشکری کی کتنی سخت سزا ملی۔ اگر ہم بھی ایسی سزا سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اگر ہم شکر ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اور زیادہ نعمتیں عطا کرے گا۔ ورنہ پہلے والی نعمتیں بھی چھین لے گا۔

(عرفان، ملتان)

سلسلہ حیوانات

مجلس لگی ہوئی تھی...... سبھی براجمان تھے...... تمام فیصلہ جات تو ہو چکے تھے مگر ابھی ایک کام (فیصلہ) باقی تھا...... کام بھی کیا...... ایک مزاحیہ معماء کی سی حیثیت اختیار کرنے کو تھا......!

وہ کام تھا کہ ”ابوبکر بھائی (ہم) اب کس جانور پر مضمون لکھیں گے“، تجاویز شروع ہوئیں...... اور ساتھ ہی ایک کونے سے فیصلہ کن مگر زوردار فرمائش آئی۔

”ابوبکر بھائی! کسی اڑنے والے ”پرندے“ پر ہی مضمون لکھیں گے۔“

اس بات کا سننا ہی تھا کہ ساری مجلس ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔

واہ بھائی جان! ہر اڑنے والے جانور ہی کو تو ”پرندہ“ کہتے ہیں۔

”اڑنے والا“ کسی خاص جانور کا نام تو نہیں......! بات تو اس بھائی کی ٹھیک تھی......!

آپ حیران ہوں گے کہ وہ کیسے......؟ تو لیجیے! پھر......!!

پیارے بچو! وہ ایسے کہ ”ہر پرندہ اڑنے والا نہیں ہوتا۔“

ہاں جی! تو اب یہ نہ کہنا کہ ہم نے کوئی نیا ”شگوفہ“ چھوڑ دیا ہے۔

دراصل ہمارے ذہن میں وہ پرندہ آچکا ہے جو اڑ نہیں سکتا۔ ہم کسی معذور پرندے کی بات نہیں کرتے بلکہ اس کے خاندانوں کے خاندان بھی نہیں اڑ سکتے۔

ہاں جی!“ ان کی حیران کر دینے والی بات یہ ہے کہ ان کا وزن زیادہ ہوتا ہے اس لیے۔“

یہ پرندے صرف پانی میں تیر سکتے ہیں۔ کیسا؟ ہے نا حیرت کی بات......؟؟

پیارے بچو! ان پرندوں کا نام ”پینگوئنز (Penguins)“ ہے۔

تو سنیں پھر ان ”نہ اڑنے والے مگر تیرنے والے سمندری پرندوں کے بارے میں حیران کر دینے والی ہماری باتیں......!!“

پینگوئنز فاختہ کی شکل مگر بہت بڑی جسامت رکھنے والا پرندہ ہے۔ اس کی دو ٹانگیں ہوتی ہیں اور چلتا ایسے ہے جیسے دونوں ہی ٹوٹی ہوئی ہوں...... اس کا وزن 1 سے 30 کلوگرام تک ہوتا ہے...... یہ سیاہ اور سفید رنگ کے ہوتے ہیں، ان کی سامنے والی سائیڈ سفید ہوتی ہے اور دوسری کالی (سیاہ)۔ قد (لمبائی) 16 سے 45 انچ ہوتی ہے......!! یہ عام طور پر درمیانے سے بڑے قد کے بھی ہوتے ہیں۔

ان کی کئی اقسام ہیں جن میں سے ایک شہنشاہ پینگوئن بہت خوب صورت ہے۔ اس میں نر اور مادہ کا خوبصورتی اور قد کے لحاظ سے پتہ جاتا ہے۔

شہنشاہ پینگوئن کا وزن 100 پونڈ جبکہ لمبائی 48 انچ تک ہو سکتی ہے۔ ان کے بال سنہری سنہری، نیلے نیلے، کالے اور چمکدار ہوتے ہیں جو بے حد پیارے لگتے ہیں۔

یہ سمندر میں رہتے ہیں اور سمندر کے کنارے کھیلتے رہتے ہیں۔

ان کی کچھ اقسام ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے لیکن جو گرم پانی میں رہتی ہیں، وہ دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتیں۔ پینگوئن کے جسم میں چربی کی بڑی موٹی تہہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کو برفیلے پانی میں رہتے ہوئے بھی سردی نہیں لگتی......!!

پیارے بچو! اس کی مزاحیہ بات یہ بھی ہے کہ ان میں سے بعض اقسام کا وزن انڈے دینے کے دوران حیران کن طور پر کم ہو جاتا ہے...... اور دوبارہ پھر انہیں اپنی صحت بنانا پڑتی ہے......! ان کی جلد پھسلن والی ہوتی ہے...... عام طور پر یہ پتھریلے اور ریتلے یا برف باری والے ساحل سمندر پر پائے جاتے ہیں اور وہیں انڈے دیتے ہیں۔

پینگوئن کے پر کشتی کے چپو کی طرح ہوتے ہیں جو اسے تیرنے میں مدد دیتے ہیں...... اور اس کے پیروں کے پنجے جالی دار ہوتے ہیں۔ یہ تیرنے میں بہت طاقتور ہوتے ہیں اور ان کی چونچ درمیانے سائز کی اور خاصی موٹی ہوتی ہے۔

پینگوئن کا گھونسلہ یا تو زمین پر ہوتا ہے یا پھر سرنگوں میں اور ان میں سے کچھ تو گھونسلہ بناتے ہی نہیں......!

مادہ پینگوئن ایک وقت میں 2 انڈے دیتی ہے۔ جن کا رنگ سفید ہوتا ہے اور ان کو نر اور مادہ دونوں مل کر 33 سے 62 دنوں میں سیتے ہیں......!!

مچھلیاں اور سخت خول والے جانور ان کی خوراک بنتے ہیں۔ زمین پر لومڑی، سانپ، چھپکلی، کتوں اور کچھ دوسرے جانور چیتا سل، فر سیل، سمندری شیروں، شارک اور قاتل وہیل سے ان کی دشمنی ہے۔ یہ ان کے لیے بہت خطرناک ہیں۔

پینگوئن کی عمر تقریباً 20 سال ہوتی ہے۔ مگر آپ ایک بات یاد رکھیے گا...... پینگوئن بہت شرارتی ہوتے ہیں۔ کبھی دیکھنے کا موقع ملے تو ان سے بچ کے رہیے گا۔

اللہ حافظ

(حافظ ابوبکر بن مفتی محمد ادریس)

پینگوئنز (Penguins)

گلدستہ روضہ

زم زم کا کنواں

زم زم کا چشمہ چار ہزار سال پرانا ہے۔ یہ 13 فٹ چوڑا ہے، 33 میٹر گہرا ہے۔ ایک پاور فل موٹر 8 ہزار لیٹر فی سیکنڈ کے حساب سے اس میں سے 24 گھنٹے پانی کھینچتی ہے۔ اس میں آج تک کائی نہیں لگی اور نہ ہی پانی کا ذائقہ بدلا، پورا دن پانی پمپ کرنے کے صرف 11 منٹ بعد پانی لیول پر آ جاتا ہے۔

(صفیہ محمد بشیر سلفی۔ لونلوگی)

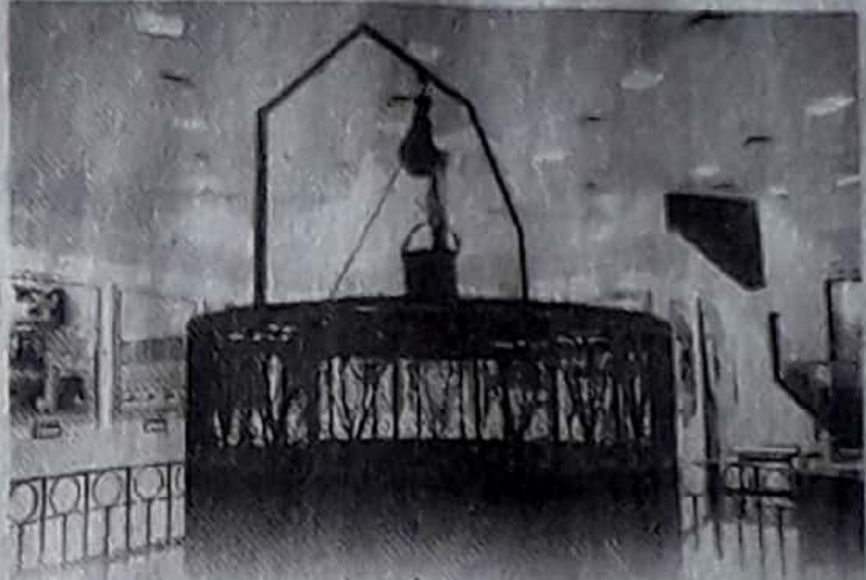

حدیث مبارکہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ تو نور ہے، میں اسے کیسے دیکھتا۔"

(صحیح مسلم، جلد 1، کتاب الایمان: 443)

(حمنہ بنت عمران۔ جڑانوالہ جھال)

حکماء کی باتیں

☆......دل آزاری بڑی مصیبت ہے۔ (بوعلی سینا)

☆......زندگی میں تین چیزیں سخت ہیں۔ فاقہ کشی، ذلت قرض اور شدت مرض۔ (بوعلی سینا)

☆......میری صحت مند زندگی کا راز کم کھانے اور کم سونے میں ہے۔ (حکیم سعید احمد)

☆......طب و حکمت درحقیقت علماء کا شعبہ ہے۔ (اشرف علی تھانوی)

☆......حکمت ایک درخت ہے اور زبان اس کا پھل ہے۔ (حکیم قاسم علی)

☆......صبح وسویرے گھڑے سے پانی کا استعمال پیٹ کی بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے۔

(حکیم زین العابدین)

☆......لیٹ کر پڑھنا اور بلاوجہ چشمے کا استعمال خود کو اندھا کرنے کا آسان طریقہ ہے۔ (حکیم ملک بشیر احمد)

☆......گرمی کے بخار کا علاج ٹھنڈے پانی سے کیا کرو۔ (حکیم محمد الیاس)

(حافظ محمد عمران شہزاد۔ فیصل آباد)

پسندیدہ اشعار

کوئی بھی مرد حق نہیں حکومتی ایوانوں میں
شعور کی کمی ہے یورپ کے غلاموں میں
اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں، ارض پاکستان میں
مسلم پیدا ہو رہے ہیں یورپ کے غلاموں میں

(راحیلہ لیاقت علی کھنہ)

دلچسپ معلومات

☆......ناشپاتی کا درخت 300 سال تک پھل دیتا ہے۔

☆......دنیا کی سب سے سخت چیز "ہیرا" ہے۔

☆......قاہرہ کو بازاروں کا شہر کہا جاتا ہے۔

☆......سعودی عرب وہ واحد ملک ہے جہاں کوئی سینما گھر نہیں۔

☆......عقابوں کی سرزمین البانیہ کو کہتے ہیں۔

☆......زرافہ وہ واحد جانور ہے جو بول نہیں سکتا۔

(راحیلہ لیاقت علی کھنہ)

اقوال زریں

1- جو معاف کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا، دراصل اس پل کو توڑ دیتا ہے جسے اس نے خود عبور کرنا ہوتا ہے۔

2- معافی خود اپنے لیے بھی مرہم ہے۔

3- معاف کر دینا محفوظ ترین انتقام ہے۔

4- زندگی کو سادہ مگر خیالات کو بلند رکھو۔

5- جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے ایسا بیمار ہے جس کے پاس دوا تو ہے مگر استعمال نہیں کرتا۔

6- علم کی محبت اور اُستاد کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

7- اگر دُکھوں کا دریا عبور کرنا ہے تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھو۔

8- جو اپنے دیرینہ دوست کو بُرے کاموں سے نصیحت کے ذریعے باز نہیں رکھتا، وہ دوستی کے لائق نہیں۔

(اقراء عبداللہ۔خانیوال)

تلواروں کے سائے تلے
پیاری ماؤں کی دعاؤں تلے
بڑھتے رہیں گے آگے ہم
انڈیا کو روندتے پاؤں تلے

(انساء جمیل۔ہجویری سکیم لاہور)

کہنے لگا: وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔

((من الساعة الى الساعة فرج))

''گھڑی بھر کے اندر میری رہائی بھی ممکن ہے۔''

ابھی اس نے یہ بات کہی تھی کہ شور اٹھا: لوگوں نے بتایا کہ بادشاہ وفات پا گیا ہے اور اس کے بعد اس شخص کو آزاد کر دیا گیا۔ (سنہرے فیصلے)

(خدیجہ نادر، تنزیلہ نادر۔کدھر)

ہند بنے گا پاکستان

ہاتھوں میں شمشیر و سناں
اور لب پر رب کا قرآں
جان لے ساری کافر دنیا
ہند بنے گا پاکستان

ہم ہی ہیں جرأت کے امین
ہم ہی ہیں خالد کا یقین
ان شاء اللہ ہم ہی بنیں گے
اللہ کی جنت کے مکیں

ہاتھوں میں شمشیر و سناں
اور لب پر رب کا قرآں
جان لے ساری کافر دنیا
ہند بنے گا پاکستان

کھانا آخری خواہش

نازوک نامی بادشاہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا۔ اس کو قتل کا حکم ہو چکا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی گردن اتاری جانے والی تھی۔ اس سے پوچھا گیا:

''تمہاری کوئی آخری خواہش ہے؟''

کہنے لگا: پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے۔

چنانچہ حکم ہوا کہ اس کے لیے کھانا لایا جائے۔ اب وہ کھانا کھا رہا ہے اور ساتھ ساتھ ہنستا بھی جا رہا ہے۔

سپاہیوں نے اس سے کہا:

بڑے عجیب آدمی ہو، تمہیں تھوڑی دیر بعد قتل کر دیا جائے گا اور تم ہنس رہے ہو۔

سوچ

زندگی بے وفا کیوں ہوتی ہے
وفا کرنے کی سزا کیوں ہوتی ہے
چھوٹی سی بات پر بہا دیتے ہیں خون
انسان میں اتنی انا کیوں ہوتی ہے
کرتے ہیں جس سے بار بار توبہ
الٰہی ہم سے وہی خطا کیوں ہوتی ہے
بناتے تو ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے مسجد
نماز اپنی ہی پھر قضا کیوں ہوتی ہے؟

(فوزیہ نورین۔عارف والا)

سب لوگ ایک جذبے اور ولولے کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ دلوں میں ایک زبردست جوش وجذبہ

غریب مسلمان سرِ بازار

قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور یہ سیلاب روکے نہیں رکتا تو انہوں نے زور اور ظلم کرنے کی ٹھان لی۔ غریب مسلمان پر جس کافر کا بس چلا اس کو طرح طرح سے ستانے لگے۔ دوپہر کو عرب کی ریگستانی اور پتھریلی زمین بے حد گرم ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ بے یار و مددگار مسلمانوں کو پکڑ کر اس تیز دھوپ میں اسی گرم زمین پر لٹا دیتے۔

چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے۔ بدن پر گرم بالو بچھاتے، لوہے کو آگ پر گرم کر کے اس سے داغتے۔ یہ وہ سزائیں تھیں جو بلال ؓ اور صہیب ؓ دو مسلمان غلاموں کو دی جاتی تھیں۔ اس سے بھی تسکین نہ ہوتی تو حضرت بلال ؓ کے گلے میں رسی باندھتے اور آوارہ لڑکوں کے حوالے کرتے اور وہ ان کو گلیوں میں گھسیٹتے۔ لیکن ان کا یہ حال تھا کہ اس حالت میں بھی زبان پر اَحد، اَحد ہوتا یعنی وہ اللہ ایک ہے، وہ اللہ ایک ہے۔

صہیب ؓ بھی غلام تھے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کو پکڑ کر اتنا مارتے تھے کہ ان کے ہوش وحواس جاتے رہتے تھے۔

خباب ؓ بھی شروع کے مسلمانوں میں سے تھے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے، یہاں تک کہ ایک دن گرم کوئلوں پر ان کو چت لٹایا گیا اور اس وقت تک نہ چھوڑا گیا جب تک کوئلے ٹھنڈے نہ ہو گئے۔

یاسر ؓ اور ان کے بیٹے عمار ؓ اور بیوی سمیہ ؓ یہ تینوں مکے کے غریبوں میں تھے اور اسلام لانے والوں میں بہت پہلے تھے۔

یاسر ؓ تو کافروں کی تکلیفیں اٹھاتے اٹھاتے ہی مر گئے۔ سمیہ ؓ کو ابوجہل نے ایسی برچھی ماری کہ وہ جاں بحق ہو گئیں۔

عمار ؓ کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا کر اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ زنیرہ ؓ ایک مسلمان باندی تھیں۔ ابوجہل نے ان کو اتنا مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں اور دوسرے غریب مسلمانوں اور نومسلم غلاموں، کنیزوں کو ایسی ہی سزائیں دی جاتیں۔

مگر کافر ہر طرف سے ان پر ٹوٹ پڑتے اور بری طرح مارتے۔ مسلمان اس بے کسی میں کیا کرتے۔ آ کر نبی اکرم ﷺ سے کافروں کی شکایت کرتے اور عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ دعا کیجیے کہ مسلمانوں کو امن ملے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت بلال ؓ، عامر ؓ اور دیگر مسلمان غلاموں اور باندیوں کو ان کے ظالم اور بے رحم مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا۔

(ثناءاللہ بن عبدالخالق)

قسط نمبر-1

جنت

وہ چلتے چلتے رک گیا۔

ارے دیر ہو رہی ہے بیٹا چلو! امی نے کہا۔

اس کی ایک ایسے مکان پر نظر پڑی جس سے نظر ہٹانا اس کے لیے مشکل سا ہو گیا تھا۔

امی جان! دیکھیں تو یہ کتنا خوبصورت مکان ہے کیا ہم بھی ایسا گھر لے سکتے ہیں؟

امی: بیٹا اللہ جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے۔

بیٹا یہ سب چیزیں دنیاوی، عارضی ہیں اور ان سب کو فنا ہو جانا ہے۔ میں آپ کو ایک ایسے گھر کے بارے میں نہ بتاؤں جو نیک اعمال کرنے والوں کو ابدی زندگی میں ملے گا۔ جس میں اس کے رہنے والے ہمیشہ رہیں گے۔

بیٹا: امی جان وہ کیسا گھر ہوگا؟

ایسا گھر جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کی ہے۔ جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔

(پیارے بچوں ہر کوئی چاہتا ہے کہ میں جنت میں جاؤں تو آج ہم آپ کو جنت کے بارے میں بتاتے ہیں)

عربی زبان میں جنت باغ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جنات اور جنان (باغات) ہے۔

ننھے منے بچو! ابھی ہم نے بہت سے دنیاوی باغات کی سیر کی ہے۔ مگر یہ باغ کچھ اور ہی انداز کا ہے۔ جس میں کلیوں، درختوں اور گھنے سایوں کے ساتھ ساتھ پانی، دودھ اور شہد کی نہریں، پرندوں کا گوشت، نادر اور قیمتی موتیوں پر مشتمل محلات ہوں گے۔

ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے جنتی کو کسی بھی قسم کی محنت کرنے یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

جو جنتی جب چاہے گا جتنا چاہے گا اپنی مرضی سے ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جنت کی نعمتوں کا سلسلہ نہ تو منقطع ہونے والا ہے اور نہ ہی ان سے کسی کو روکا جائے گا۔''

(واقعہ:33)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل جنت کی تواضع کے لیے سونے، چاندی اور شیشے کے برتن پیش کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جنت میں تم (جنتی) جدھر بھی نگاہ ڈالو گے اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمہیں نظر آئے گا۔''

(سورہ ہود:20)

اب اگر ہم اس کا دنیاوی زندگی کے ساتھ موازنہ کریں، یہ ساری نعمتیں کسی امیر (مال دار) شخص کے پاس ہو سکتی ہیں مگر جنت میں خواہ کوئی شخص (دنیا میں) فقیر بے نوا ہی کیوں نہ رہا ہو جب وہ اپنے اعمال کی بدولت جنت میں جائے گا تو وہاں اس شان سے رہے گا گویا وہ ایک عظیم سلطنت کا مالک (بادشاہ) ہے۔

عزیز بچو! یہ تمام نعمتیں اور زندگی ہمیشہ والی ہوگی۔ جنتیوں کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جیسے بکھرے موتی یعنی موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے ان کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہیں گے۔ وہ مسلمان بچے جو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتے ہیں، ان کی پرورش جنت میں کی جاتی ہے۔ قیامت کے دن انہیں ان کے والدین کے پاس بھیج دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے بچے (فوت ہونے کے بعد) جنت میں پرورش پاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام ان کی نگہداشت فرماتے ہیں۔ حتیٰ کہ قیامت کے روز انہیں ان کے والدین کے سپرد کر دیں گے۔''

(صحیح:1467)

رسول اللہ ﷺ نے جنت کا حال بیان کیا۔ یہاں تک کہ بے انتہا تعریف فرمائی۔ آخر میں فرمایا: ''جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، نہ کسی کان نے ان کی تعریف سنی ہے، نہ ہی ان کا تصور کسی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔''

(مسلم، کتاب الجنة)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنت کتنی بڑی ہوگی اور اس کی وسعت کی حد کیا ہوگی؟ جس میں مندرجہ بالا ساری نعمتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی (صرف) چوڑائی آسمانوں اور زمین (کی وسعت) جتنی ہے، وہ جنت متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' (سورہ ال عمران:133)

پیارے بچو! جنت میں ایک درخت کا سایہ اتنا لمبا ہوگا کہ گھڑ سوار سو سال تک مسلسل اس کے سائے میں سفر کرتا رہے گا، تب بھی ختم نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک گھڑ سوار سو برس تک چلتا رہے تب بھی ختم نہ ہو۔'' (بخاری)

اللہ اکبر! اتنی بڑی جنت کہ سب سے آخر میں جہنم سے سزا پانے اور جنت میں داخل ہونے والے جنتی کو اس دنیا سے دس گنا وسیع مملکت عطا کی جائے گی۔

(جاری ہے)

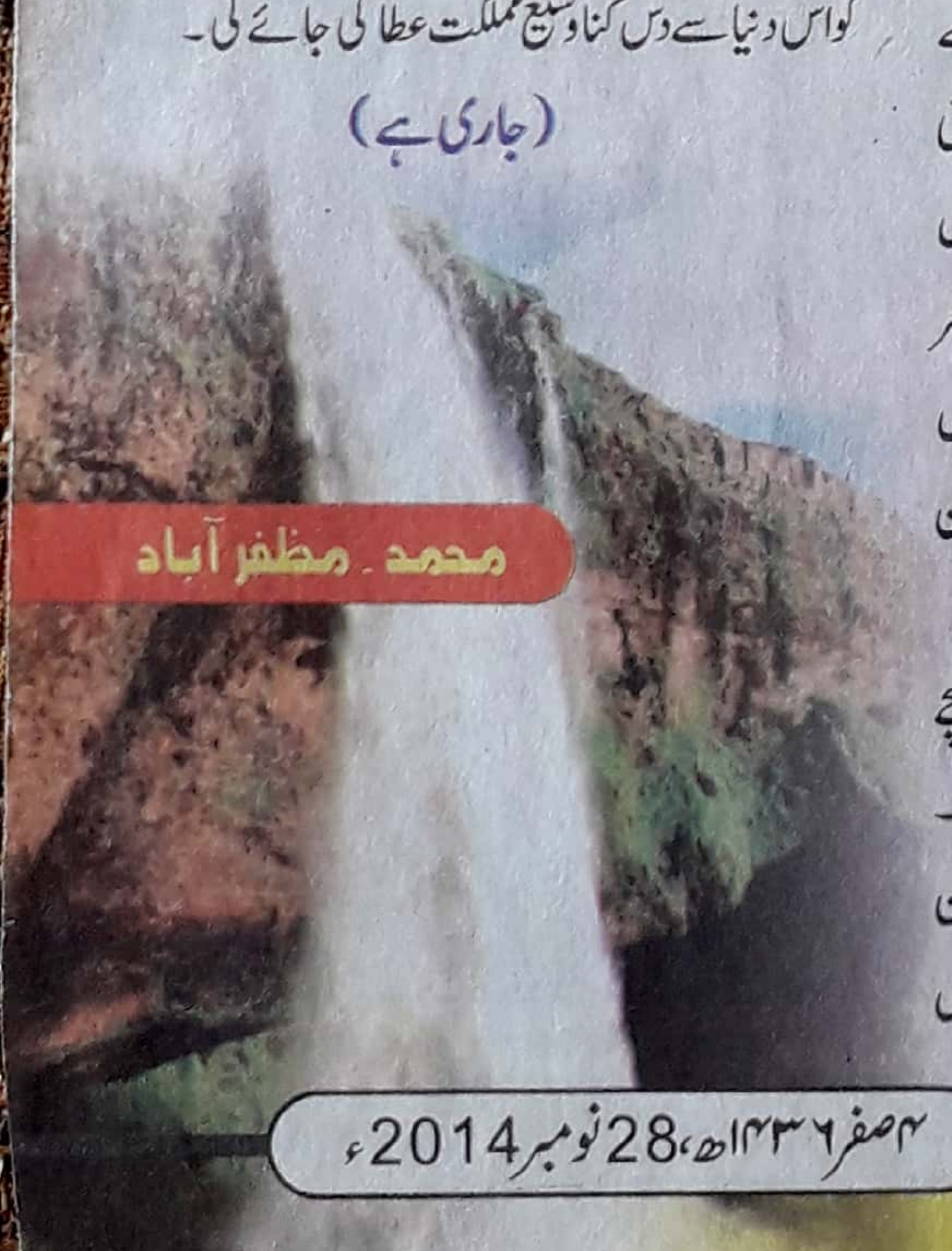

محمد۔ مظفر آباد

بچوں کے لئے اسلامی کھیل

درکار اشیاء: ایک میز

چارٹ پیپر سے ایک باغ بنائیں جس میں سبز رنگ کے درخت بنائیں اور کالے رنگ کے چارٹ سے ایک اور باغ میں درخت وغیرہ بنائیں۔ تین طلبا ایک جیسے لباس میں اور ان کی شکلیں بھی آپس میں ملتی جلتی ہوں۔

منظر:

(سرسبز باغ کو میز پر رکھ دیں جو سٹیج پہ نمایاں طور پر نظر آ رہا ہو۔ بچے باغ سے تھوڑا دور کھڑے ہوں)

پہلا بچہ: ہمارے باپ نے تو اس باغ کا پھل غریبوں اور مسکینوں کو ہی کھلا دیا، خود تو بس گزارہ ہی کرتے رہے۔

دوسرا بچہ: تو اور کیا۔ اپنے گھر کا خیال رکھنا چاہیے تھا، دوسروں کو دینے کا کیا فائدہ؟

پہلا بچہ: ہمارے باغ کا پھل پک کر تیار ہو چکا ہے۔ اب ہم کسی کو ایک دانہ بھی نہیں دیں گے۔ ہمارے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ بڑی مشکل سے گزارہ ہوتا ہے۔

دوسرا بچہ: بالکل ٹھیک! ہم صبح سویرے ہی باغ کا سارا پھل اتار لیں گے، کسی غریب کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے...... ورنہ وہ آ کر کہیں ہم سے کچھ مانگ نہ لیں۔

تیسرا بچہ: ایسا مت کریں۔ ہمیں اپنی چیزیں دوسروں کے ساتھ بانٹنی چاہئیں۔ ہمیں ثواب بھی ملے گا اور اللہ ہمیں زیادہ عطا فرمائے گا۔

پہلا بچہ: ہمارے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ ہم دوسروں کو کچھ نہیں دے سکتے۔

تیسرا بچہ: شیطان ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنی چیزیں دوسروں کے ساتھ بانٹیں گے تو کم ہو جائیں گی۔ ہمیں شیطان کو نہیں بلکہ اللہ کو خوش کرنا چاہیے۔

پہلا اور دوسرا بچہ غصے میں آ جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ باغ کی طرف چل پڑتے ہیں۔ اس دوران سرسبز باغ کی جگہ اب کالے چارٹ پیپر کا بنا باغ رکھ دیا جاتا ہے۔

پہلا بچہ (باغ کو دیکھ کر) اوہ! یہ تو ہمارا باغ نہیں، سب کچھ جل چکا ہے۔

دوسرا بچہ: (بہت پریشانی میں) لگتا ہے، ہم راستہ بھول گئے ہیں۔

پہلا بچہ: (پیشانی پہ ہاتھ مار کر) نہیں ہماری تو قسمت ہی پھوٹ گئی۔

(تیسرا بچہ بھی وہاں پہنچ جاتا ہے اور باغ کی حالت دیکھ کر کہتا ہے)

اللہ نے باغ اس لیے دیا تھا کہ ہم دوسروں کو بھی اس کا پھل دیں اور اپنے اللہ کا شکر ادا کریں اس کی پاکیزگی بیان کریں، ورنہ وہ نعمت چھن جاتی ہے۔

پہلا بچہ: (دوسرے بچے کی طرف اشارہ کر کے) تم نے لالچ کیا تھا جو ہمیں اللہ نے اس کی سزا دی۔

دوسرا بچہ: تم ہی کہتے تھے کہ ہمارے اخراجات بہت ہیں ہم کسی کو کچھ نہیں دیں گے، لو مزہ چکھ لو اب۔

تیسرا بچہ: آپ دونوں اللہ سے توبہ کریں کہ آئندہ دوسروں کے ساتھ اپنی چیزیں بانٹیں گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارا باغ واپس دے سکتے ہیں۔ دونوں بچے توبہ کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ وہ سب کچھ صرف اپنے لیے نہیں چاہیں گے بلکہ دوسروں کا بھی خیال رکھیں گے۔

(تینوں بچے مل کر) اللہ ہمیں چیزیں اس لیے دیتے ہیں کہ دوسروں کے ساتھ بانٹ کر ثواب حاصل کر سکیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ بہت زیادہ دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔

حافظ عرفان۔ گوجرانوالہ

سلسلہ: حیات تابعین

ایاس ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے علم اور ذہانت کے تذکرے ہر سو پھیلنا شروع ہو چکے تھے۔

ایک دفعہ عبدالملک بن مروان خلیفہ بننے سے پہلے بصرہ کے دورے پر ان کے پاس آئے۔ عبدالملک نے دیکھا کہ داڑھیوں والے چار قاری اس بچے کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں اور وہ آگے آگے۔

عبدالملک کہنے لگے: ان داڑھیوں والوں پر بھی افسوس ہی کرنا چاہیے! انہوں نے ایک بچے کو آگے کر رکھا ہے، کیا انہیں کوئی بزرگ نہیں ملا جو ان کی قیادت کرتا؟

پھر ایاس کی طرف دیکھ کر پوچھا: جوان! تیری عمر کیا ہے؟ اب ایاس آگے سے بولا: اللہ آپ کی عمر میں اضافہ کرے! میری عمر اتنی ہی ہے جتنی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ نے اسے لشکر کا امیر بنایا تھا جس میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

عبدالملک نے یہ جواب سن کر کہا: جوان! چلتے جاؤ! اللہ تعالیٰ آپ کے علم و فضل میں برکت دے۔

ایک بار لوگ رمضان کا چاند تلاش کر رہے تھے۔ ان میں سرفہرست جلیل القدر صحابی رسول ﷺ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ ان دنوں تقریباً سو سال کے بوڑھے تھے۔ لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھا لیکن چاند نظر نہ آیا۔ مگر انس بن مالک رضی اللہ عنہ آسمان پر نظریں گاڑھے ہوئے کہتے جا رہے تھے کہ مجھے چاند صاف نظر آ رہا ہے۔ وہ ہے سامنے! ساتھ ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی کر رہے تھے۔ لیکن کسی دوسرے شخص کو چاند نظر نہ آ سکا۔ اس دوران ایاس رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ ایک لمبا سفید بال ان کی آنکھ کے سامنے آ گیا ہے پھر ایاس رحمہ اللہ نے ادب سے اجازت مانگ کر ان کا بال پیچھے کر دیا اور پوچھا:

اے صحابی رسول ﷺ! کیا اب بھی آپ کو چاند نظر آ رہا ہے؟ انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بالکل نہیں۔ مجھے تو اب چاند بالکل بھی نظر نہیں آ رہا اور اس طرح ایاس رحمہ اللہ نے اپنی ذہانت کا ثبوت دیا۔

ایاس رحمہ اللہ کی ذہانت کے چرچے تو ہر جگہ تھے۔ ایک واقعہ ان کی ذہانت کی خبروں میں یہ تھا کہ ایک آدمی نے بصرہ میں اپنی پارسائی اور زہد و تقویٰ کا ڈھونگ مچا رکھا تھا۔ لوگوں نے دھوکے میں آ کر اس کی بہت تعریفیں کیں اور اسے امانت دار سمجھتے ہوئے اس کے پاس امانتیں رکھوانے لگے۔ بعض لوگ جب محسوس کرتے کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے تو اپنی اولاد کے لیے اسے سرپرست اور نگران مقرر کر جاتے۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے اس کے پاس امانت رکھی اور ضرورت پڑنے پر مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا پھر اس شخص نے ایاس سے شکایت کی کہ وہ شخص میرا مال واپس نہیں کر رہا۔ ایاس نے کہا ابھی جاؤ اور کل آنا۔

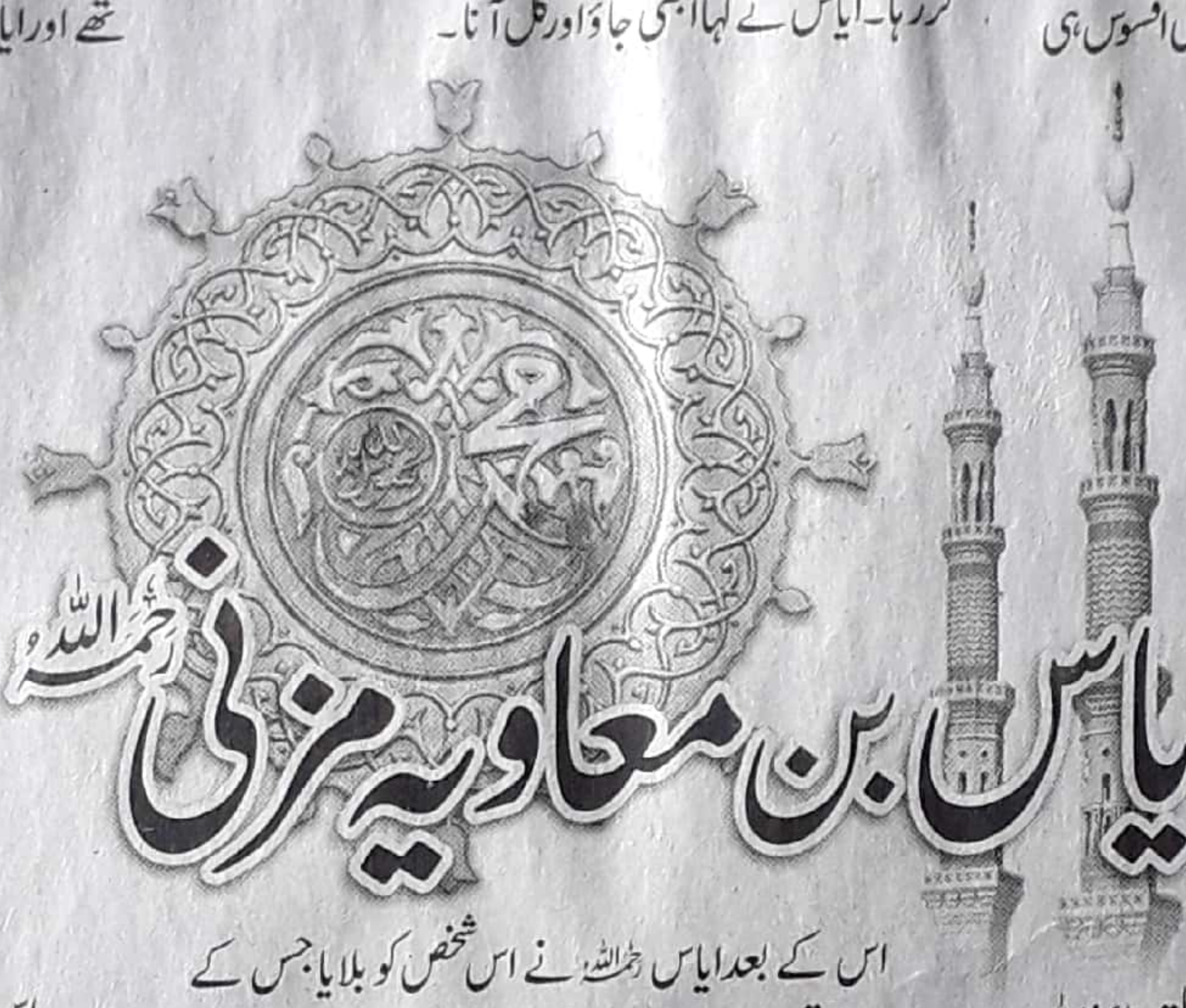

ایاس بن معاویہ مزنی رحمہ اللہ

اس کے بعد ایاس رحمہ اللہ نے اس شخص کو بلایا جس کے پاس امانت تھی اور اس سے کہا میرے پاس ایسے یتیم لوگوں کا مال ہے جن کا کوئی کفیل نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کو اس کا کفیل مقرر کر دوں۔

کیا آپ کے پاس اتنا وقت ہے؟ کہ یہ مال آپ کے پاس رکھ دیا جائے۔ آدمی نے فوراً کہا: جناب قاضی! ٹھیک ہے۔ ایاس نے کہا آپ کل آ جائیں اور سامان اٹھانے کے لیے کچھ آدمی بھی لیتے آئیں۔

اور اب وہ آدمی بھی حاضر ہو گیا تھا جس نے شکایت کی تھی۔ ایاس رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے پاس جاؤ اور مال کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں یہ بات قاضی کو بتا دوں گا۔

آدمی اس کے پاس چلا گیا اور مال کا مطالبہ کیا لیکن اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ مال کے مالک نے کہا کہ اگر آپ نہیں مانتے تو میں قاضی کے پاس شکایت لے جاؤں گا۔

''امانتدار'' نے یہ بات سنی تو فوراً مال اس کے حوالے کر دیا اور معزز طریقے سے اسے رخصت کیا۔ آدمی نے آ کر قاضی کو بتایا کہ اس نے مجھے میرا حق دے دیا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اب وہ لوگوں کی امانتیں رکھنے والا شخص وعدے کے مطابق اپنے آدمیوں کے ساتھ ایاس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایاس رحمہ اللہ نے اسے بہت شرمندہ کیا اور کہا: ''اے اللہ کے دشمن! تو تو بہت برا آدمی ہے۔ تو نے تو دنیا بنانے کے لیے دین کو ایک جال بنا رکھا ہے۔''

ان کے بچپن کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک ذمی یہودی کے پاس حساب کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک روز استاد کے پاس اس کے کچھ یہودی دوست آ گئے اور دینی معاملات پر باہمی گفتگو شروع ہو گئی۔ وہ اپنی گفتگو میں مشغول تھے اور ایاس ان کی گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔ مگر انہیں معلوم نہ ہو سکا۔

یہودی استاد نے اپنے دوستوں سے کہا: کیا تمہیں مسلمانوں پر حیرانگی نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ جنت میں کھائیں پئیں گے لیکن فضلہ نہیں بنے گا۔

ایاس نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: استاد صاحب! کیا مجھے اس موضوع پر بات کرنے کی اجازت ہے، جس پر آپ لوگ تبادلہ خیال کر رہے ہیں؟

استاد نے کہا کیوں نہیں؟

اس نوجوان نے کہا: کیا دنیا میں جو کچھ بھی کھایا جاتا ہے وہ تمام کا تمام فضلہ بن کر خارج ہوتا ہے؟

استاد بولا نہیں تو:

نوجوان: اس میں سے جس چیز کا اخراج نہیں ہوتا وہ کہاں جاتی ہے؟ استاد: جزو بدن بن جاتی ہے۔

پھر نوجوان بولا: دنیا میں جو کچھ ہم کھاتے ہیں اس کا کچھ حصہ بدن کا حصہ بن جاتا ہے تو اس بات کو نہ ماننے کی کیا وجہ ہے کہ جنت میں جو کچھ ہم کھائیں پئیں گے وہ سب کچھ بدن کا حصہ بن جائے گا؟

نوجوان کے اس دندان شکن جواب کو سن کر یہودی استاد اپنے دوستوں سمیت لاجواب ہو گیا۔

ذہانت کی شدت، سوچنے کی قوت اور زہد و تقویٰ یہ وہ خوبیاں تھیں کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے بصرہ کا جج مقرر کرنے کے لیے ایاس رحمہ اللہ کو منتخب کیا۔ یہ صرف ان کی ذہانت و فطانت، حاضر دماغی اور تقویٰ و زہد کی بدولت تھا۔

ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ چھیالیس ہجری کو نجد میں پیدا ہوئے اور 122 ہجری میں جب 76 برس میں اپنے باپ کی عمر کو پہنچے تو خالق حقیقی کو پیارے ہو گئے۔ (تذکرہ تابعین)

اللہ تعالیٰ قاضی ایاس رحمہ اللہ پر رحم فرمائے۔ آمین

محمد احمد، لاہور

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

1 ۴ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ، 26 دسمبر 2014ء

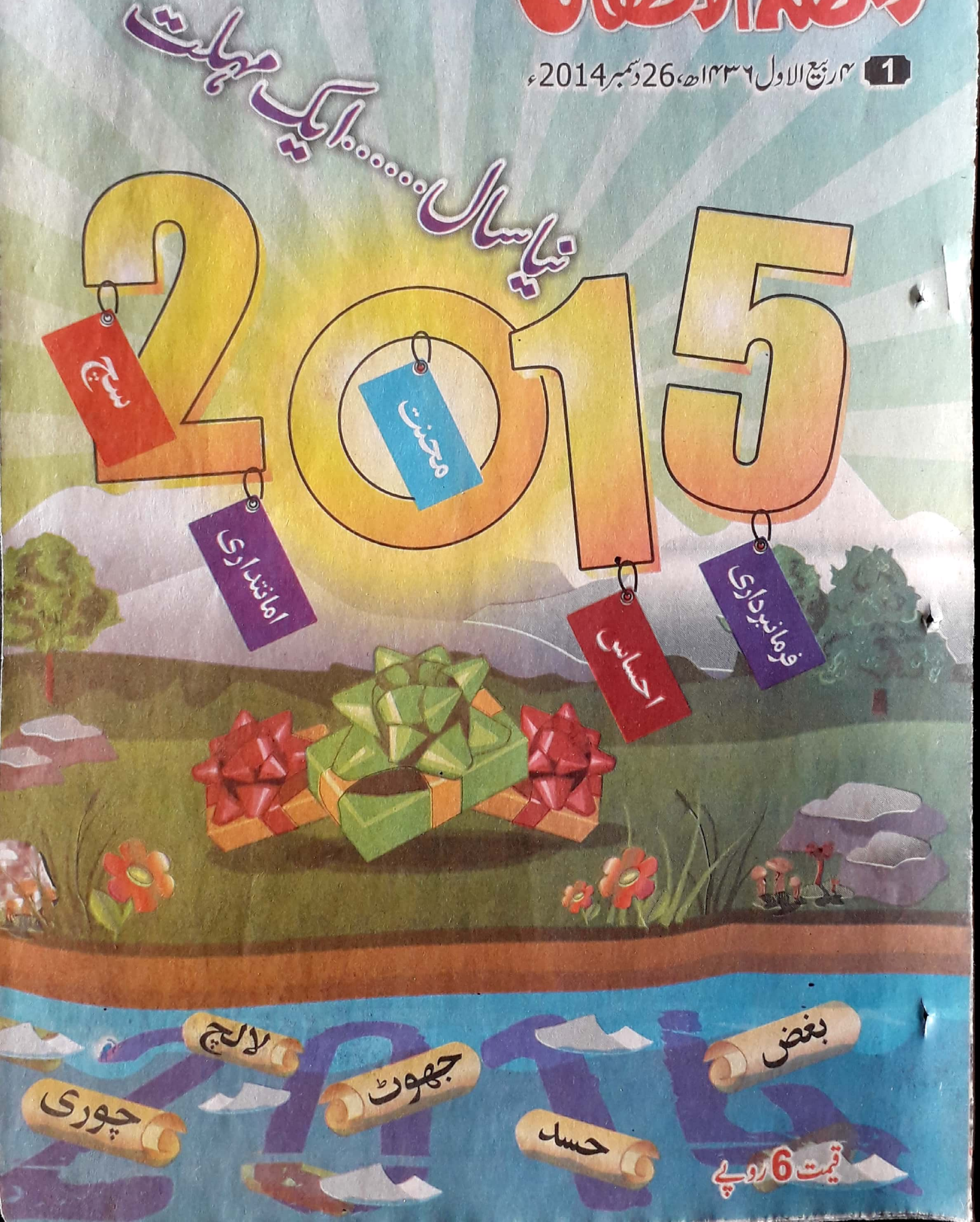

قیمت 6 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(سورۃ المائدۃ:54) (آمنہ آصف۔ سانگلہ ہل)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''غساق جہنمیوں کے جسم سے بہنے والے مادہ کا ایک ڈول اگر دنیا میں ڈال دیا جائے تو ساری دنیا کی مخلوق کو بدبودار کردے۔''

(مسند ابو یعلیٰ للالاثری الجزء الثانی 1376)

(سرمد منیر۔ جڑانوالہ)

پہلی بات

پیارے بچو! سال 2015ء کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ امید ہے کہ آپ ایمان واسلام کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔

جی ہاں تو پیارے بچو! یہ نیا شمارہ بہت ساری نئی چیزیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ روضہ کی ٹیم نے اپنے ننھے پیارے سے قارئین کی دلچسپیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس شمارے میں کچھ نئے سلسلوں کا اضافہ کیا ہے۔ ہمارے پاس اپنے قارئین کے لیے دلچسپ چیزوں کے ڈھیر ہیں..... مگر کیا کریں روضہ کے صفحات ہی 16 ہیں۔ بہر حال ہمارے لیے پہلی ترجیح صرف اور صرف آپ اور آپ کی تربیت ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس میں مزید محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اب ہو جائیں کچھ دوسری باتیں..... ! سردی کی شدت میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے اور جب یہ شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا تو آپ دسمبر کی چھٹیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ گھر میں مونگ پھلی، ریوڑیاں، چلغوزے اور اس طرح کے خشک میوہ جات آجاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ امی جان کے ہاتھ کی بنی ہوئی پنجیری..... پھر دودھ کا گلاس..... جو امی جان! کی شفقت اور ممتا کے سائے تلے..... رات کو بادل نخواستہ تو کبھی خوشگوار موڈ میں پینا پڑتا ہے..... اور پھر ایک رضائی میں ابو جان..... ان کے سامنے والی رضائی میں ہم..... اور درمیان میں ریاضی یا انگلش کی کتاب..... کیسا منظر ہوتا ہے.....؟ بہر حال محنت کیجیے بہت جلد یہ منظر تبدیل ہو جائیں گے.....!!

عزیز بچو! نئے سال کے نئے شماروں کے لیے اپنے قیمتی مشوروں سے ہمیں ضرور آگاہ کیجیے گا اور ہاں ہمارے لیے سب سے مقدم چیز ہمارا ایمان اور اسلام ہے۔ یاد رکھیے! اس میں سستیاں ہمیں دین میں تو پیچھے رکھیں ہی گی..... مگر ہمیں اپنے رب سے بھی دور کر دیں گی اور جو بندہ رب سے دور ہو جائے تو وہ خود بخود شیطان کے سائے میں آکر طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

والسلام

رحم اور درگزر کی دعا

ربنا

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا. (سورۃ البقرۃ:284)

''اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے۔''

(حمزہ خالد۔ رحیم یار خان)

ایڈیٹر: عبداللہ

خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-7276557

انسان کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات ہوتے رہتے ہیں جو اُسے ہمیشہ یاد رہتے ہیں، ان واقعات کے اندر انسان کے لیے بہت رہنمائی بھی ہوتی ہے اور سبق بھی۔

پیارے بچو! آج میں جو واقعہ آپ کو سنانے جا رہا ہوں دلچسپ بھی ہے، نصیحت آموز بھی ہے اور ہم سب کے لیے اس کے اندر بہت کچھ سیکھنے کے لیے بھی ہے۔

چند دن پہلے کی بات ہے ہمارے ایک دوست جس گاڑی میں سوار تھے وہ لاہور کے بالکل قریب جا کر خراب ہوگئی۔ ہمارے اس بھائی کو لاہور جلدی پہنچنا تھا تو اس لیے گاڑی سے اتر گئے اور کسی دوسری گاڑی میں بیٹھنے کے لیے روڈ پر کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔

اُسی گاڑی سے ایک اور لڑکا ان کے ساتھ اتر آیا وہ بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو کر گاڑی کا انتظار کرنے لگا کہ اچانک ایک کار والا آیا اور ان دونوں کو اشارہ کیا۔ جب یہ دونوں لڑکے گاڑی کے پاس گئے تو انہوں نے گاڑی والے سے کہا ہم نے لاہور جانا ہے، اس نے کہا میں نے بھی لاہور جانا ہے تو آجائیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔

یہ دونوں دوست اس کار والے کے ساتھ بیٹھ گئے۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ کار والا ان کے ساتھ تعارف کرنے لگا۔ تھوڑا آگے چلنے کے بعد وہ لڑکا جو بعد میں گاڑی سے اترا تھا اس کا سٹاپ آگیا تو اس نے کہا مجھے ادھر اتار دیں۔ کار والا کہنے لگا نہیں آپ بیٹھے رہیں، آپ نے جہاں اترنا ہے میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔ لیکن وہ لڑکا نہ مانا اور اتر گیا۔ اب ہمارے یہ بھائی اکیلے ہی گاڑی میں رہ گئے۔ یہ آگے فرنٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اب وہ کار والا ہمارے اس بھائی کے ساتھ بات چیت کرنے لگا۔ جب اس بھائی نے سارا تعارف کروا دیا تو بھائی نے کہا آپ بھی تعارف کروا دیں تو وہ کہنے لگا میں جاتے ہوئے تمہیں اپنا کارڈ دے دوں گا۔

اس کار والے کی باتیں بڑی فلسفی سی تھیں۔ اب اس نے مختلف قسم کے سوالات کرنا شروع کر دیئے۔ ہمارے اس بھائی کے پاس Samsung کا مہنگا موبائل، لیپ ٹاپ اور نقدی (رقم) اور بہترین قسم کی جیکٹ بھی تھی۔

وہ کہنے لگا آپ کو اللہ پہ کتنا یقین ہے۔ یہ بھائی کہنے لگا: بہت زیادہ۔ اس نے کہا: ''اچھا پھر اس طرح کرو اپنا لیپ ٹاپ، پچھلی سیٹ پر رکھ دو۔

اس نے لیپ ٹاپ پچھلی سیٹ پر رکھ دیا۔ پھر اس نے کہا: موبائل دکھاؤ۔ اس بھائی نے موبائل دکھایا تو کہنے لگا: سیل کرنا ہے۔ بھائی نے کہا: نہیں تو اس نے کہا چلیں ٹھیک ہے۔ اسے بھی پچھلی سیٹ پر رکھ دو اور ساتھ ساتھ اللہ پہ یقین کا بھی کہتا رہا۔

اب اُس نے پیسوں کے متعلق پوچھا اور کہا پیسے نکال کے دکھاؤ جب انہوں نے پیسے دکھائے تو اس نے پیسوں کو گنا اور گن کر اُس بھائی کو دیئے کہ جیب میں ڈال لو۔ اس بھائی نے جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اب اس نے کہا جیکٹ بھی اتار کے پچھلی سیٹ پر رکھ دو اور اب تمہارا امتحان شروع ہے۔ پہلے دیکھتے ہیں کہ تمہیں اللہ پہ کتنا یقین ہے۔ بھائی نے جیکٹ بھی پچھلی سیٹ پر رکھ دی۔ اب پیسے بھی اسی جیکٹ میں تھے۔ بس پھر کیا تھا جب سارا سامان پچھلی سیٹ پر پہنچ گیا تو مزید یہ فلسفی بھائی سے کچھ باتیں کرتا رہا اور ساتھ ساتھ اللہ پہ یقین کے حوالے سے بات کرتا رہا۔

پھر اس نے کہا تمہارا ایک اور امتحان ہے۔ میں تمہیں ابھی گاڑی سے نیچے اتارتا ہوں دیکھتا ہوں تم اترتے ہو یا نہیں، اس نے گاڑی کی ہلکی سی بریک لگائی اور کہا نیچے اتر جاؤ۔ یہ بھائی گاڑی سے نیچے اترنے لگا، ابھی ایک پاؤں نیچے تھا تو اس ڈرائیور نے کہا بیٹھے رہو، میں تو تمہیں چیک کر رہا تھا کہ تمہارا اللہ پر کتنا توکل ہے۔

تھوڑا آگے جانے کے بعد ہمارے اس بھائی کی منزل آگئی۔ اب اس نے کہا تمہارا آخری امتحان ہے۔ اگر آپ کو واقعی اللہ پہ یقین ہے تو یہاں اتر جاؤ، میں آگے سے ٹرن لے کر واپس آتا ہوں۔ یہ ہمارا بھائی جو اس کی باتوں کے حصار میں آچکا تھا، گاڑی سے نیچے اترا اور کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ پھر وہ شخص ابھی تک واپس نہیں آیا۔

پیارے بچو! یہاں جو بات ہمارے سمجھنے کے لیے ہے، وہ اللہ پہ توکل اور یقین ہے۔ اس بھائی کے نزدیک توکل اور یقین کا مفہوم بالکل واضح نہیں تھا۔ جو اس کی باتوں میں آگیا اور اپنا کافی سارا نقصان کروا بیٹھا۔

آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اس نے آپ ﷺ کو بتایا میں اپنے اونٹ پہ آیا ہوں اور اُسے باہر چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا اُسے باندھا ہے کہ نہیں۔ اس نے کہا نہیں، میں نے تو اللہ پہ توکل کرتے ہوئے اُسے کھلا چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے اُسے سمجھایا کہ اُسے باندھو پھر آؤ۔ آگے معاملہ اللہ پہ چھوڑ دو۔

وہ بھائی نہ تو اس شخص کو جانتا تھا، نہ اس کا کوئی رابطہ نمبر اس کے پاس تھا۔ اپنا سب کچھ اس کو دے کر گاڑی سے اتر جانا توکل نہیں تھا بلکہ ہم نے سب کچھ اس کے حوالے کر دیا، اب اس نے کہاں سے واپس آنا تھا۔

ہم رات کو سوتے وقت اپنے گھر کے دروازے بند کرتے ہیں، آج کل گلی محلوں کے اندر سکیورٹی گارڈ پہرہ بھی دیتے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے اپنے بچاؤ کی پوری کوشش کرتے ہیں اور باقی معاملہ اللہ پہ چھوڑتے ہیں کیونکہ اصل حفاظت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

ایک مومن بہت بصیرت رکھنے والا بہت حکمت والا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی ہر وقت چاک وچوبند رہنا چاہیے، ہر کام کا سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں اور ہر وقت ہنگامی حالات سے نبٹنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اس کے لیے الحمد یہ روضہ سوسائٹی پاکستان چھٹیوں میں بچوں کے مختلف کورس کرواتی ہے۔ جو بھائی فری ہو، وہ ان میں حصہ لے کر اپنی لازمی تربیت کر لیں اور کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نبٹنے کے لیے خود کو تیار کریں۔

ارسلان سعید۔ الحمد یہ روضہ سوسائٹی لاہور زون

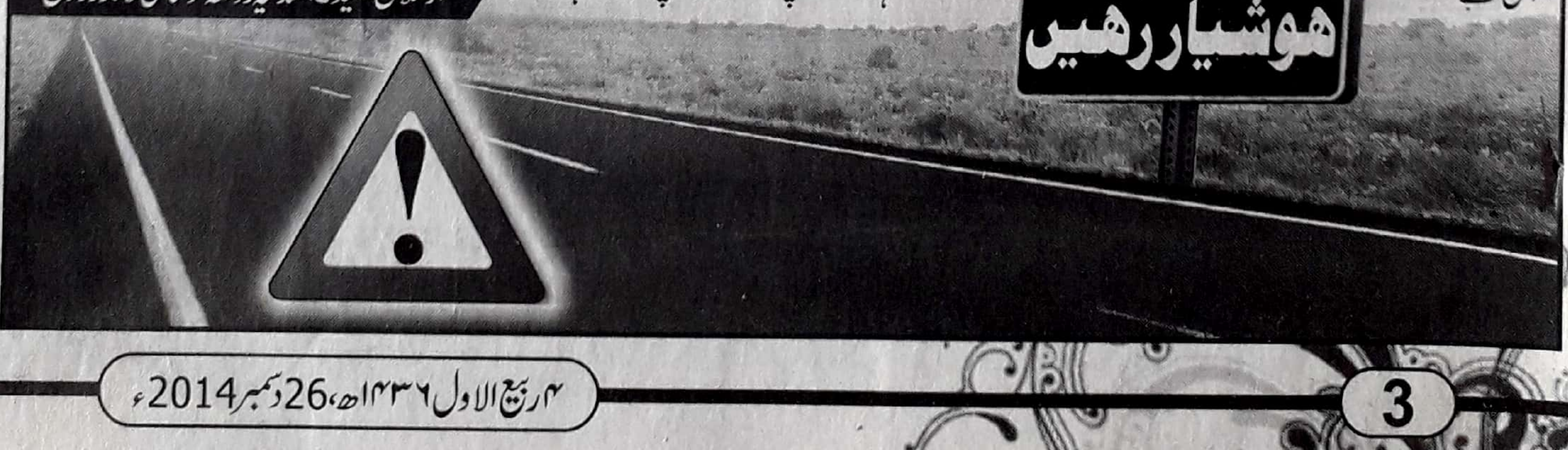

سلسلہ بنی اسرائیل

مشکوک شخص

(قتل کی سازش)

"پکڑو اسے...... بھاگنے نہ پائے...... آج تو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

اچانک پورے علاقے میں شور مچ گیا اور لوگ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ شاید کسی انسان کی تلاش میں تھے اور اسے پکڑ کر مار ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لوگوں کے دوڑنے کے باعث زمین تھرتھرا رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد کچھ ایسی آوازیں آنا شروع ہوئیں کہ "پکڑا" گیا۔ اب اسے مار ڈالو یا سولی پر چڑھا دو۔"

چوک چوراہے پر اس شخص کو لایا گیا اور لکڑی کی ایک صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ لوگوں کی بڑی تعداد جمع ہوگئی۔ آخر کار اس شخص کو پھانسی دے دی گئی۔ منظر بڑا ہی غمگین تھا، مگر ایک شخص کو پکڑ کر اتنی جلدی پھانسی دے دینا قابلِ غور تھا۔

صلیب پر چڑھانے کے فوراً بعد لوگوں کے درمیان چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ "کیا یہ وہی شخص ہے جس کی تلاش تھی...... لگتا ہے غلط بندے کو پھانسی دے دی گئی ہے۔"

"نہیں...... نہیں وہی بندہ ہے...... شکل وصورت تو اس جیسی ہی تھی۔"

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا تو بنی اسرائیل کے لوگ آپ کے خون کے پیاسے ہوگئے اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ جب بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کسی نبی کو بھیجا انہوں نے اپنے نبی کی فرمانبرداری کرنے کی بجائے انہیں تکالیف اور اذیتیں دیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بہت سارے انبیاء علیہم السلام کو بڑی بے دردی سے شہید بھی کر دیا کرتے۔ کسی نبی کو آرے کے ذریعے چیر دیا گیا، کسی کو تلوار کی تیز دھار سے، کسی نبی کے جسم سے لوہے کی کنگھیوں کے ذریعے گوشت کو ہڈیوں سے الگ کر دیا گیا۔ آخر کیا وجہ تھی کہ انہوں نے ہزاروں انبیاء کو شہید کیا۔ انہوں نے صرف اسی بات کی دعوت دی کہ اللہ کے علاوہ کسی ایک کی بھی عبادت قابل لائق نہیں، عبادت کرنی ہے تو صرف ایک اکیلے اللہ کی، سجدہ کرنا ہے تو اسی کے سامنے، مانگنا ہے تو صرف اسی سے، مدد کرنے کے لائق سمجھنا ہے تو صرف اللہ کو اور جو بھی خرچ کرنا ہے تو صرف اسے خوش کرنے کے لیے مگر بنی اسرائیل کو یہ بات ہضم نہ ہوسکی۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صلیب پر لٹکانے کا فیصلہ کر لیا۔ عیسیٰ علیہ السلام ایک گھر میں چھپ گئے اور بنی اسرائیل ان کی تلاش میں اِدھر آنکلے۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور وہاں موجود ایک شخص کی شکل بالکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا ڈالی۔ بنی اسرائیل آئے اور اس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر پکڑ لیا اور اسے فوراً ایک چوک پر لے جا کر صلیب پر چڑھا دیا اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑھائے جانے کے واقعہ کو بنی اسرائیل کے لیے اس وقت تک مشکوک بنا دیا جب تک کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دوبارہ آئیں گے اور اپنے ہاتھوں سے صلیب کو توڑیں گے اور دنیا میں ایک بھی یہودی زندہ نہیں بچ سکے گا۔ سب کو قتل کر دیا جائے گا اور اسلام کا پرچم بلند کیا جائے گا۔ اس کے بعد مسلمانوں کا دوبارہ زوال شروع ہوگا اور پھر قیامت برپا کی جائے گی۔

بنی اسرائیل یعنی یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور بھی بہت کچھ بتایا ہے مثلاً یہ لوگ موت سے بہت ڈرتے ہیں، چاہے ایک ہزار سال کی زندگی بھی انہیں مل جائے پھر بھی خوش نہیں ہوں گے اور مزید زندہ رہنے کی خواہش کریں گے۔

ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد یعنی یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ لوگ یہودی تھے حالانکہ یہ تمام نبی اللہ کے مطیع و فرمانبردار مسلمان تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اوپر الزام لگائے کہ اللہ کے ہاتھ نعوذ باللہ تنگ ہیں جو خرچ کرنے سے کتراتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تو تمام خزانے اپنے بندوں میں بانٹنے والا ہے اور وہ خزانے کبھی کم نہیں ہوسکتے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کا مذاق اڑاتے اور احکامات کو بدل دیتے اور اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق زندگی بسر کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام واقعات ہمیں اس لیے بتائے ہیں۔ تاکہ ہم اس اللہ کے اطاعت گزار بندے بن جائیں جس نے زمین و آسمان سے لے کر تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں سے بھری ہوئی جنت میں داخل ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور آخری نبی محمد ﷺ کے طریقے کے مطابق زندگی گزارنا ہوگی اور اگر ہم بھی بنی اسرائیل کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اللہ کی نافرمانی کریں گے اور اس کے بھیجے گئے نبی کی پیروی نہیں کریں گے تو ہمارا انجام بھی وہی ہوگا جو پچھلی قوموں کا ہوا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کے واقعات سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزاریں گے۔

(عرفان اشرف۔ ملتان)

سلسلہ حیوانات

شاہین (باز، عقاب)

ہمارے نہایت ہی شفیق انکل چوہدری یونس صاحب ملے...... یہ انڈیا کے قریب للو بارڈر پر رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے یہ مضامین بڑے شوق سے پڑھتے ہیں...... اگر پوچھیں تو سارا مضمون بھی سنا دیتے ہیں۔ جب ہم پوچھیں کہ ''اس جانور کا نام کیا تھا؟'' تو......؟

سبھی کو ہم سے گلہ ہے کہ مضامین کے نام عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ جتنے یہ دلچسپ ہوتے ہیں، نام اتنے ہی مشکل ہوتے ہیں جیسے...... آرماڈیلو صارلغ، چمپنزی وغیرہ۔ گلے شکوے دور کردینے چاہیے۔ اس لیے ہم لائے ہیں ایسا پرندہ جس کا نام بھی آسان ہے...... ہمارا قومی پرندہ بھی ہے، بہادر بھی اور بہت مشہور بھی ہے۔

جی جس کا ذکر شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کی شاعری میں بھی اکثر ملتا ہے۔ جسے ''شاہین'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ اپنی بہادری، شجاعت اور بے بہا خصوصیات اور نایاب ہونے کی وجہ سے مشہور ہے ورنہ شاعری میں تو مرغ کا ذکر بھی ہوسکتا ہے۔

مرغ تو نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر تک مل جاتا ہے۔ سکول میں اساتذہ بچوں کو مرغا بناتے ہیں، لوگ اسے دعوتوں میں کھاتے ہیں جبکہ مرید اپنے پیر کو چڑھاتے ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دیہات میں سب سے زیادہ چوری ہونے والی شے بھی یہی ہے۔

لیکن پیارے بچو! ''شاہین...... شاہین ہے''

شاہین ایک گوشت خور شکاری پرند ہے جو بلندی پر اڑتا ہے۔ یہ بڑا بہادر اور نہایت تیز وار کرنے کے ساتھ ساتھ شکار پر غضب ناک انداز میں جھپٹتا ہے، اس کی آنکھیں سیاہ ہوتی ہیں اور یہ تمام پرندوں سے بلند ترین پرواز کرتا ہے۔ اس کی نگاہ اس قدر تیز ہوتی ہے کہ یہ بلندیوں سے ہی شکار کو دیکھ کر نہایت تیزی سے اس پر جھپٹتا ہے۔

شاہین کی دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سخت بھوک میں بھی عام کیڑے مکوڑے اور مردار نہیں کھاتا۔ اس کے دو پنجے اور دو پر جو نہایت ہی طاقتور ہوتے ہیں، پنجوں میں شکار کو دبا کر یہ نہایت تیزی سے اڑتا ہے اور پھر ساتھ ساتھ کھاتا بھی رہتا ہے۔

میں نے ایک ویڈیو دیکھی جس میں ایک سدھایا ہوا شاہین ایک بڑی ہرن کو ہی اٹھا کر لے جاتا ہے اور پہاڑوں کی بلندیوں میں اڑتا اڑتا اپنے مالک کو آ کر دے دیتا ہے۔

یہ عقاب یعنی شاہین عام پرندوں کی طرح زندگی بسر نہیں کرتے، نہ ہی درختوں پر گھونسلے بنا کر رہتے ہیں اور نہ ہی سارا دن ادھر ادھر بیٹھ کر وقت گزارتے ہیں۔

یہ پہاڑوں کی چٹانوں اور اونچی اونچی جگہوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ اس

لیے تو یہ سخت جان ہوتے ہیں اور پریشان نہیں ہوتے...... اتنی سخت زندگی گزارتا ہوا یہ طاقتور ترین اور مضبوط پرندہ کبھی مشکل میں بھی ہمت نہیں ہارتا۔ یہ واحد پرندہ ہے کہ جو اپنے بچوں کو پیدائش کے بعد اونچی جگہ پر چھوڑ دیتا ہے۔

شاہین کی اڑنے کی رفتار اتنی تیز ہے کہ یہ 80 کلومیٹر سے 130 کلومیٹر کی رفتار سے اڑسکتا ہے اور یہ کئی کئی گھنٹوں تک فضاؤں میں پرواز کرتا نہیں تھکتا۔

شاہین کا وزن 1/2 کلو سے لے کر 6 کلو سے بھی زیادہ ہوسکتا ہے اور اس کے پروں کا پھیلاؤ بھی 8 فٹ تک ہوسکتا ہے جبکہ اس کی چونچ 3.9 انچ تک لمبی ہو سکتی ہے۔ شاہین کو پرندوں کا بادشاہ اور فضاؤں کا فاتح بھی کہا جاتا ہے اور اس کی عمر 40 سال تک ہوسکتی ہے۔

کبھی کبھی شاہین پانی کی لہروں سے بھی شکار پر جھپٹ کر پانی میں بھونچال برپا کر دیتا ہے اور بڑی بڑی مچھلیاں اٹھا کر لے جاتا ہے۔ شاہین کی کچھ اقسام میں گلے کے پاس ایک تھیلی بھی ہوتی ہے جس میں یہ اپنا بچا کھانا رکھ سکتا ہے۔

کرغزستان کا ایک آدمی جو عقابوں کو پالنے کا شوق رکھتا تھا۔ اس نے 1984ء میں اپنے عقاب کو آزاد کردیا۔ ہوا یہ کہ ایک دن وہ جنگل میں تھا کہ پہاڑوں میں اس کا ایک بھیڑیے سے آمنا سامنا ہوگیا، بھیڑیا غراتے ہوئے اس پر لپکا۔ عقاب یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ آپ کو میں ایک بات اور بھی بتادوں کہ سنہری یا کمزور عقاب بھیڑیوں سے کتراتے ہیں اور صرف نڈر، جسمانی طور پر مضبوط طاقتور اور بے باک عقاب ہی درندوں پر حملہ کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

آخر کار عقاب اڑا اور پلک جھپکنے کی سی تیزی سے تیز رفتار لڑاکا طیارے کی طرح غوطہ لگایا اور آناً فاناً میں بھیڑیے کو دبوچ لیا اور اپنے پنجے بھیڑیے کے جسم میں گاڑ دیے۔ یوں اپنے مالک کی جان بچائی اور اس کا انعام اسے آزادی کی صورت میں ملا۔

پیارے بچو! عقاب اپنے مالک کے لیے جو شکار پکڑ کر لاتے ہیں اس کو کھاتے نہیں ہیں۔ شاہین باقی پرندوں سے بھی منفرد نظر آتا ہے۔ یہ اپنے جسم کے لحاظ سے کبوتر، خرگوش، ہرن، بکری اور درندے وغیرہ شکار کرلیتا ہے۔ حتی کہ سانپ کو بھی پکڑ کر اڑتے اڑتے کھالیتا ہے۔

دنیا میں عقاب کی 60 سے زیادہ قسمیں پائی جاتی ہیں۔ یہ دنیا کے تقریباً زیادہ تر حصوں میں پایا جاتا ہے۔

ننھے بچو! انہی بے باک اور بہادر خصوصیات کی وجہ سے افواج میں شاہین (باز، عقاب) کا نشان شجاعت، بہادری اور فخر کی علامت ہے۔ ہماری پاک فضائیہ (ائیرفورس) بھی شاہین کا نشان استعمال کرتی ہے۔

پیارے قارئین! یہ تھے شاہین (باز، عقاب) کے بارے میں دلچسپ معلومات جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کردیں۔ اب ہمیں بھی مسلم شاہین بننا ہے جو بلند پرواز کرے اور اسلام دشمنوں کا شکار کرکے امت مسلمہ کی حفاظت کرے۔ آیئے شاہین بنیں......!!

شاہین ہوں عقاب ہوں
میں مثل و لا جواب ہوں

حافظ ابوبکر ادریس

گلدستۂ روضہ

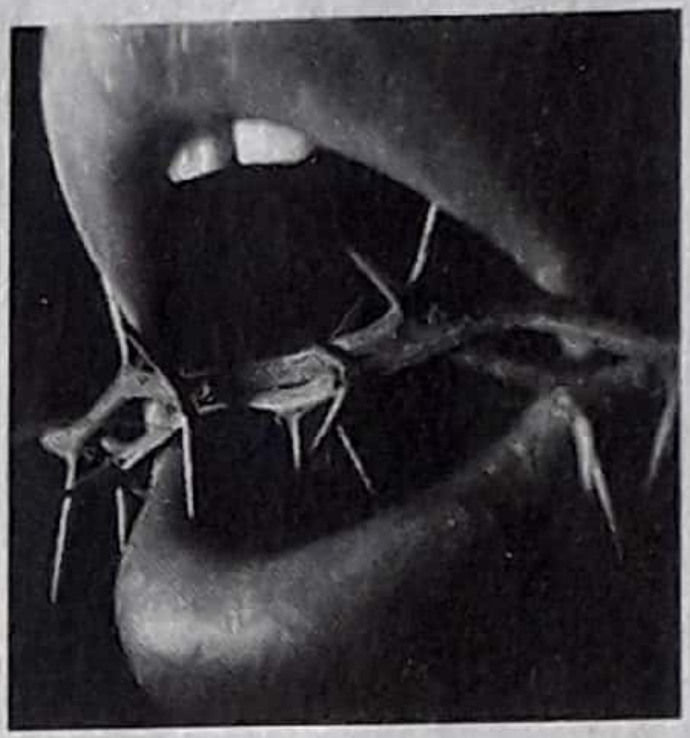

جھوٹ

عزیز بچو! جھوٹ ایک ایسا گناہ ہے جس سے انسان دن بدن گناہوں کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے اور اللہ رب العزت کے ہاں بھی جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں اس گناہ سے خود بھی بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی اس گناہ سے بچنے کے لیے نصیحت کرتے رہنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک دن جب رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، میری والدہ نے مجھے بلایا، یہاں آؤ میں تمہیں ایک چیز دوں گی۔''

تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟''

میری والدہ نے کہا میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔

آپ ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا: کہ اگر تو دینے کے لیے بلاتی اور نہ دیتی تو تیرے نامہ اعمال میں جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ جو والدین بالعموم اپنے بچوں کے ساتھ کرتے ہیں، انہیں کچھ دینے کے بہانے پر بلاتے ہیں مگر ارادہ نہیں ہوتا تو یہ اللہ کے ہاں جھوٹ شمار ہوگا اور نامہ اعمال میں یہ جھوٹ کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

(محمد سجاد ایوب ساغر۔ اثریہ پبلک ہائی سکول مظفر آباد)

دعائے عافیت

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ ان کلمات کے ساتھ صبح وشام دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی دِیْنِی وَدُنْیَایَ وَأَھْلِی وَمَالِی اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِی وَآمِنْ رَوْعَاتِی اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِی وَعَنْ یَمِیْنِی وَعَنْ شِمَالِی وَمِنْ فَوْقِی وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِی. (ابوداؤد)

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، دنیا اور آخرت میں، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں معافی کا اور عافیت کا، اپنے دین اور اپنی دنیا میں اور اپنے اہل اور اپنے مال میں، اے اللہ! پردہ ڈال دے میرے عیبوں پر اور مجھے امن دے، میری گھبراہٹوں میں، اے اللہ! تو میری حفاظت کر، میرے سینے سے، اور میرے پیچھے سے، میری دائیں طرف سے اور میری بائیں طرف سے اور میرے اوپر سے اور میں پناہ مانگتا ہوں، تیری عظمت کے ساتھ اس بات سے کہ اچانک ہلاک کیا جاؤں اپنے نیچے سے۔''

پیارے دوستو! صبح وشام کے تمام اذکار کرنے سے دنیا کی کوئی چیز ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(ابوبکر انعام۔ مظفر آبادی)

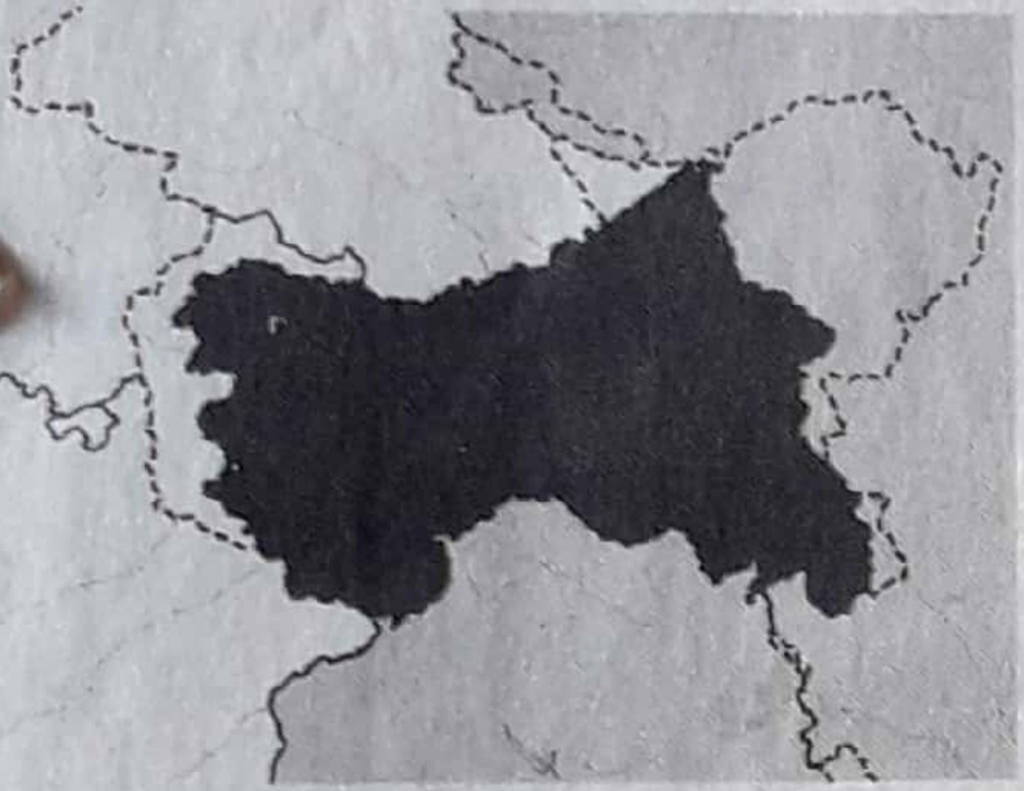

کشمیر بلا رہا ہے

کشمیر کی فضا اب مجھ کو بلا رہی ہے
ان کے لہو کی خوشبو پھولوں سے آ رہی ہے
کشمیر کی فضا میں وہ ظلم ڈھا رہے ہیں
آہ! و فغاں مسلم کانوں میں آ رہی ہے
بھارت کے بت کدوں میں زلزلہ برپا کر
محمود غزنوی کی پھر یاد آ رہی ہے
اے مجاہدین لشکر چھاؤ طوفان بن کر
بھارت کی بربریت کیوں دندنا رہی ہے
مسلم کے خوں کی ندیاں شب وروز بہہ رہی ہیں
ہر ماں و بیٹی، بہن آنسو بہا رہی ہے
میدانِ بدر میں جو نکلے تھے غازی
بادِ نسیم ان کا پیغام لا رہی ہے
مردِ جواں تو بھی اٹھ چھوڑ خواب غفلت
کشمیر کی یہ وادی ہم کو بلا رہی ہے
قسمت پہ مسلموں کی عثمان ہے کامرانی
فتح و ظفر قدم پر سر کو جھکا رہی ہے

(محمد عثمان)

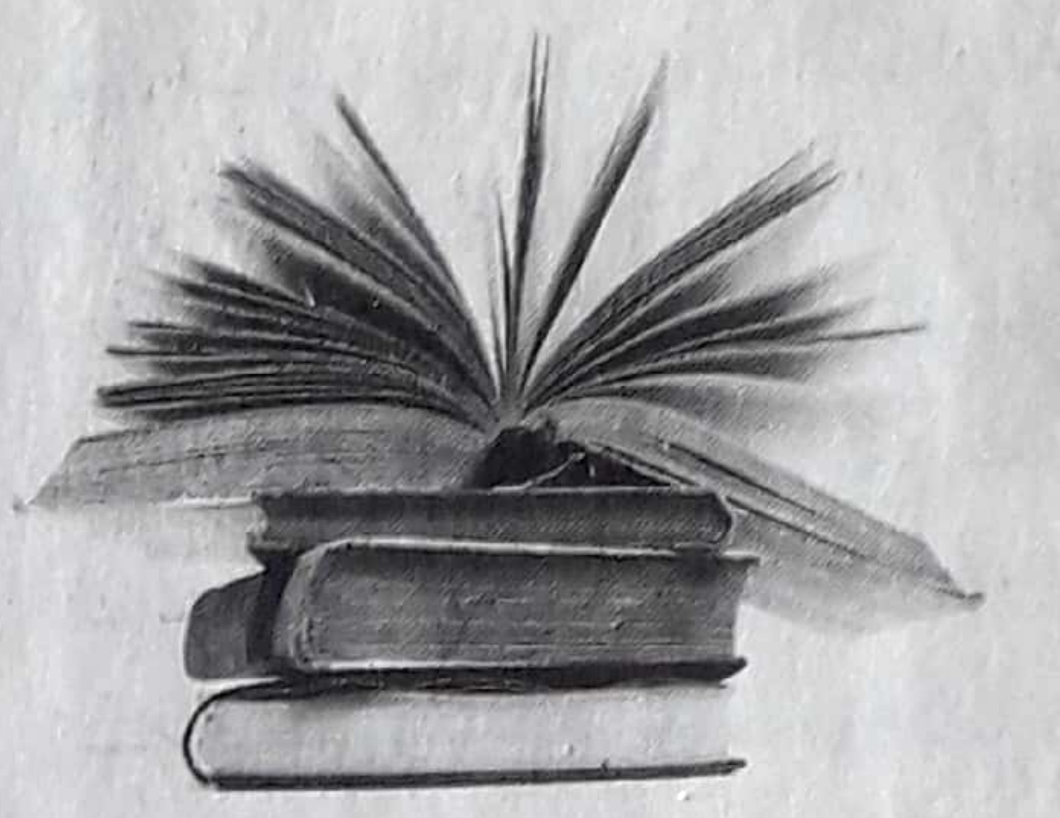

جدید سائنسی معلومات

☆......آسمانی بجلی کی ایک چمک میں اوسطاً 5 کروڑ ہارس پاور قوت چھپی ہوتی ہے۔

☆......دنیا کی سب سے قیمتی دھات پلاٹونیم ہے۔

☆......انسان کے مرنے کے بعد اس کا دماغ 10 منٹ تک کام کرتا رہتا ہے۔

☆......انسانی جسم میں خون، 75 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتا ہے۔

☆......انسان کا دماغ پاگل ہونے کے بعد کام کرنا بند کر دیتا ہے۔

☆......مچھر ایسا پرندہ ہے جس کے منہ میں 44 دانت ہوتے ہیں۔

(محمد کامران صدیق۔ حسین خانوالہ ضلع قصور)

حیرت کدہ

☆......زمین پر انسان کے بعد سب سے ذہین مخلوق مکڑی ہے۔

☆......چاولوں کی کاشت سب سے پہلے چین میں ہوئی۔

☆......سب سے زیادہ چاندی پیدا کرنے والا ملک میکسیکو ہے۔

☆......دنیا کی سب سے پہلی کتاب 1457ء میں پریس مشین سے شائع ہوئی۔

(صفیہ اخت اسامہ۔ لونگوکی)

معزز بنئے

شمع ہوئی روشن جلنے لگے پروانے
آغاز بسم اللہ انجام خدا جانے

اے میرے ساتھیو! آج ہر معاشرے میں موجود ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کی عزت کی جائے، وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ بات یاد رکھ لیں کہ ’’بے شک ساری کی ساری عزت اللہ کے لیے ہے۔‘‘

پھر کچھ امور میں اللہ رب العزت نے عزت رکھی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

’’اللہ بندے کو معافی کی وجہ سے معزز بنا دیتا ہے جو شخص حق رکھتے ہوئے اپنے دشمن کو معاف کر دیتا ہے، ایسے شخص کو اللہ رب العزت عزت سے سرفراز فرماتے ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’جو اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے بلند کرتا ہے۔ انسان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ فخر اور تکبر کرے، انسان کو اس کائنات میں ذرے کے برابر بھی حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار فرمایا کہ انسان اپنی پیدائش کی طرف غور نہیں کرتا۔ لہٰذا انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تکبر کرے جو شخص عاجزی وانکساری کرتا ہے، ایسے شخص کو اللہ عزت دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

’’اللہ اس کتاب یعنی قرآن مجید کے ساتھ کئی قوموں کو بلند کرتا ہے اور کئی قوموں کو ذلیل کرتا ہے۔‘‘

(امیر حمزہ صدیقی۔ معہد الشریعہ والصناء کوٹ ادو)

حکمت کی چند باتیں

1- جانور میں عقل اور فرشتے میں خواہش نہیں ہوتی مگر انسان میں دونوں ہوتی ہیں۔ اگر وہ عقل کو دبا دے تو جانور اور اگر خواہش کو دبا دے تو فرشتہ۔

2- انسان ایک دوکان ہے اور زبان اس کا تالا۔ تالا کھلتا ہے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ دوکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

3- انسان بزدل اتنا ہے کہ سوتے ہوئے خواب میں بھی ڈر جاتا ہے اور بے وقوف اتنا ہے کہ جاگتے ہوئے بھی اپنے رب سے نہیں ڈرتا۔ دنیا نصیب سے ملتی ہے اور آخرت محنت سے مگر آج ہماری ساری محنت دنیا کے لیے ہے اور آخرت کو ہم نے نصیب پہ چھوڑا ہوا ہے۔

(خالد محمود سلفی۔ شجاع آباد)

مسلم اور ہندو

ہندو اور مسلم دو مختلف بلکہ متضاد کلچر ہیں۔ دونوں قوموں کی معاشرت، تہذیب وتمدن، زبان، رسم الخط، مذہب، روایات، کھانے پینے، شادی، بیاہ، تقریبات اور عبادات کے طریقے غرض ان دونوں میں کوئی ایک چیز بھی مشترک نہیں۔

مسلم	ہندو
ملاقات کے وقت ’’السلام علیکم،،	نمستے رام رام
نعرہ اللہ اکبر	وندے ماترم
معبود اللہ وحدہ لاشریک	کروڑوں خدا اور دیوتا
اسلامی اخوت	ہندو ذات پات برہمن اور اچھوت
بت شکن	بت تراش اور بت پرست
قیامت کے دن جزا و سزا	دوسرا جنم، خنزیر کتا وغیرہ
خواتین کو مساوی حقوق	کمتر خاوند کے ساتھ بیوہ زندہ جلانا
آب زم زم تبرک	گائے کا پیشاب تبرک
پانی سے پاکیزگی	گوبر اور پیشاب سے پاکی
گائے کا گوشت کھانا	گائے کو پوجنا
میت دفن کرنا	مردے کو جلانا

(انیقہ نور، فاطمہ بتول، عمر عزیز۔ میاں چنوں)

نیا سال...... ایک مہلت

ابرار پتنگ اڑانا چھوڑ دو کتنی دفعہ تم سے کہا ہے۔ ہر وقت اپنی چھت پر ہی چڑھے رہتے ہو اور ساتھ بڑے دوستوں کو بھی چھت پر چڑھایا ہوتا ہے۔ میں نے ابرار سے تنگ آ کر کہا۔

اچھا یار چھوڑ دوں گا پتنگ اڑانا۔ بس یہ آخری بار اڑا رہا ہوں۔ مزید دو دن اڑاؤں گا۔ پھر آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اڑانا چھوڑ دوں گا......!!

آپ ہمیشہ اسی طرح کہتے ہو...... مگر پھر اڑانا شروع کر دیتے ہو...... چلو دیکھ لیتے ہیں کہ اب تم کیا کرتے ہو۔

یہ سن کر ابرار مسکرا کر اوپر چل دیا اور کچھ ہی دیر بعد وہ چھت پر اپنی بڑی سی پتنگ سمیت نظر آ رہا تھا۔

عصر کی نماز کا وقت ہوا تو ابرار سے اس کی والدہ نے نماز کی ادائیگی کا کہا۔ مگر ابرار ٹس سے مس نہ ہوا اور پتنگ اڑانے میں مشغول رہا۔

ابرار ہمارے ساتھ والی گلی میں رہتا تھا۔ وہ ساتویں کلاس کا طالب علم تھا اور ایک ذہین مگر شرارتی بچہ تھا۔ جب غصہ آتا تو کافی شدید غصہ آتا اور غصے میں نہ جانے کیا کچھ کہہ دیتا...... اس کے ابو ایک سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے اور بہت ہی شریف انسان تھے...... وہ ابرار کی ان حرکتوں سے اکثر پریشان رہتے تھے۔

آج پھر ابرار کو پتنگ اڑاتے ہوئے کسی بات پر غصہ آیا تو وہ غصے میں اوٹ پٹانگ بولنے لگا اور اپنے ساتھ والے کو کافی سخت الفاظ سے نوازتا رہا۔ ہم نے اسے منع کیا کہ اللہ کے بندے اپنی زبان کو تبدیل کرو۔ گالیوں اور چغلی سے بچا کرو۔

آج دسمبر کی چھٹیوں کا پہلا دن تھا۔ ہم سب کلاس فیلوز دسمبر کا آخری پرچہ دے کر گھروں کو خوشی خوشی واپس آ رہے تھے۔ ہر کوئی اپنا اپنا پلان بتا رہا تھا۔ یہ دس دن کی چھٹیاں بھی بہت مزے کی ہوتی تھیں۔ سارا دن دھوپ میں کھیلنا...... رات کو رضائی میں بیٹھ کر سب گھر والوں کے ساتھ مونگ پھلی، ریوڑیاں، چلغوزے اور ساتھ گرم گرم قہوہ پینا بہت اچھا لگتا تھا...... ہم سب نے اپنے اپنے پلان بنائے...... ابرار کے چہرے پہ ایک شرارتی مسکراہٹ تھی۔ پوچھنے پر اس نے کہا کہ میں نے اپنا پلان بتایا تو عبداللہ بھائی آپ کو غصہ آ جائے گا......

لیکن ہمارے اصرار پر اس نے بتا دیا کہ وہ ان دنوں خوب پتنگ اڑائے گا اور ساتھ ہی اس نے بتا دیا کہ یکم جنوری سے نیا سال شروع ہوتے ہی وہ اپنے اندر تمام برائیوں کو دور کر دے گا اور پتنگ اڑانا بھی چھوڑ دے گا۔

دن یونہی گزرتے رہے...... سال کے ختم ہونے پر دو یا تین دن باقی تھے کہ ظہر کے وقت ابرار کا چھوٹا بھائی گھر کی طرف بھاگتا ہوا آیا اور آتے ہی اس نے مجھے کہا کہ عبداللہ بھائی ابرار صبح سے غائب ہے۔ 10 بجے ناشتہ کر کے چھت پہ گیا تھا مگر ابھی چھت پہ ہے اور نہ کہیں باہر...... ابرار گھر سے زیادہ دور جاتا بھی نہ تھا۔ میں نے کہا ادھر ہی کسی دوست کی طرف ہوگا۔ شام سے پہلے واپس آ جائے گا۔ مگر عصر کا وقت ہو گیا اور ابرار کا بالکل پتہ نہ چلا۔

اب شام کے سائے جوں جوں ڈھل رہے تھے، اس کے گھر والوں کی پریشانی اسی طرح بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ ابرار کی یہ اچھی عادت تھی کہ وہ گھر بتائے بغیر دور کہیں نہ جاتا اور اگر جاتا بھی تو آدھے گھنٹے میں واپس آ جاتا۔

مغرب کی نماز میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ ہم سب دوست ابرار کی تلاش میں اس کے گھر والوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ عجیب و غریب خیالات ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ میرے ذہن میں بار بار اس کی یہ بات آ رہی تھی کہ یکم جنوری سے پہلے اپنے آپ کو مکمل تبدیل کر لوں گا......!!

اچانک ذہن میں خیال آیا کہ چھت پر کونے میں ایک کمرہ ہے کہیں اس کی چھت پر نہ ہو...... تو ابرار کے چھوٹے بھائی نے بتایا وہ اس پر تو نہیں چڑھتا...... خیر اصرار پر اس کا چھوٹا بھائی چھت پر چڑھنے لگا اس کے ابو جان اور باقی دوست نیچے کھڑے ہو گئے۔ وہ جیسے ہی چھت پر پہنچا تو اس نے خوشی سے چیخ ماری...... ابرار...... زور سے اس نے آواز دی...... ابرار مل گیا...... ساتھ ہی اس کے ابا جان بھی چھت پر چڑھ گئے۔

وہ غصے میں اوپر گئے۔ مگر اوپر جا کر ان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے...... ساتھ ہی انہوں نے ہکلاتے ہوئے زور زور سے ابرار...... ابرار کہنا شروع کر دیا......

مگر یہ کیا...... ابرار کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں...... اس کا جسم نیلا ہو چکا تھا...... اور ابرار اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ چکا تھا......!!

اس کے ابو کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں...... چھوٹا بھائی اس کی نعش سے لپٹ لپٹ کر رو رہا تھا۔ دو بندوں نے مل کر نعش کو نیچے اتارا اور نیچے صحن میں لے گئے۔ اس کی والدہ اپنے بڑے بیٹے کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئیں...... ہم سب دوست ایک طرف افسردہ کھڑے تھے اور کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی ابرار ہم سے جدا ہو گیا ہے؟

ڈاکٹر نے کہا کہ اس کی موت اچانک ہوئی ہے۔ شاید ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔

ابرار کی والدہ کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی...... وہ ہوش میں آتیں...... پھر اس کی نعش پر گر کر دوبارہ بے ہوش ہو جاتیں......!!

عزیز بچو! ابرار ہم سے جدا ہو چکا تھا، ہمیشہ کے لیے...... آج تک سوچا بھی نہ تھا کہ اتنی چھوٹی عمر میں بھی اچانک موت آ جاتی ہے۔

عبداللہ بھی ہمارا ہمسایہ تھا۔ ماں باپ کا اکلوتا ہونے کی وجہ سے لاڈ پیار میں پلا بڑھا۔ سات سال کا تھا جب باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب گھر کا سارا بوجھ ماں کے کندھوں پر تھا۔ اس کے علاوہ گھر میں ایک بڑی بہن تھی وہ اب کالج میں پڑھ رہی تھی۔ محلے کے

آوارہ لڑکوں کے ساتھ عبداللہ کا اٹھنا بیٹھنا شروع ہوگیا۔

تقریباً 12 سال کا تھا جب سگریٹ اور پان وغیرہ شروع کردیا۔ اس کے کزن اور دیگر رشتہ دار سمجھاتے مگر وہ جوانی کے نشہ میں کسی کی نصیحت کان پہ نہ دھرتا اور اپنی موج مستی میں مگن رہتا۔ ماں بیچاری بہت سمجھاتی زبان سے اور ڈنڈے سے بھی پھر تھک ہار کر بیٹھ جاتی۔ اسی غم میں ماں کو ٹی بی ہوگیا۔ اب ماں اس کی دن بدن بیماری کی وجہ سے کمزور ہوتی جارہی تھی۔ باپ ورثہ میں جائیداد چھوڑ گیا تھا جس کی آمدن پر گزر بسر چل رہا تھا۔

گندی گالیاں، لوگوں کو الٹے ناموں سے پکارنا، چوری اور جوا جیسی عادتیں عبداللہ میں عام ہوگئی تھیں۔ بہن کی شادی ہوگئی۔ عبداللہ کی عمر 17 سال ہوئی تو ماں بستر پر بیماری کے عالم میں چل بسی۔ یہ اپنی بہن کے پاس چلا گیا۔ وہاں خرادیے کی دکان پہ جانا شروع کردیا۔ اب رشتہ دار اس کی شادی کا سوچ رہے تھے کہ ایک دن جب وہ کام سے آرہا تھا تو سڑک کراس کرتے ہوئے حادثے کا شکار ہوگیا۔ ٹرک اس کے اوپر سے گزر گیا تھا اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اسے اپنی زندگی میں اصلاح کا موقع بھی نہ مل سکا۔

ایسی بہت سی کہانیاں ہمارے معاشرے میں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔

ایک دن بعد یکم جنوری تھا اور میرے ذہن میں عبداللہ کی موت اور ابرار کی بار بار یہ بات گھوم رہی تھی کہ یکم جنوری سے میں اپنی ساری برائیاں چھوڑ دوں گا...... میں اپنے آپ کو تبدیل کرلوں گا...... یقیناً ابرار کی نیت خالص تھی...... اللہ اسے جنت میں جگہ دے......!!

مگر وہ ہمارے لیے بہت سا پیغام چھوڑ گیا۔ شاید ہم خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں ایک نیا سال دیکھنے کا موقع ملا...... لیکن اس بات کی طرف نہیں دیکھتے کہ ایک سال ہماری زندگی میں سے کم بھی ہوگیا ہے۔

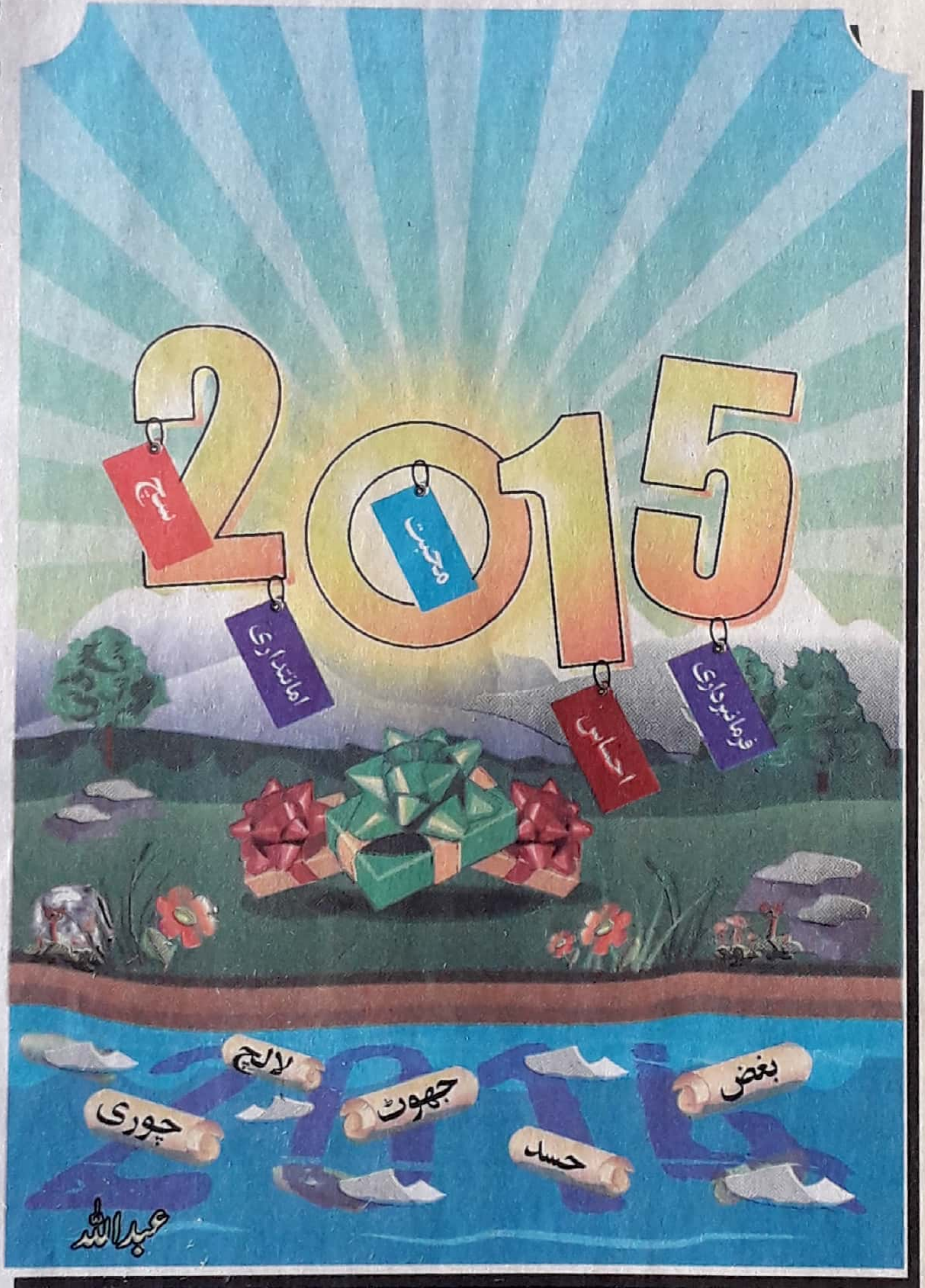

جس طرح ابرار نہیں جانتا تھا کہ یکم سے پہلے اسے موت آجائے گی...... اسی طرح ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ کب موت آجائے گی...... نیا سال شروع ہوچکا ہے۔

بہت سارے بچے ایسے ہیں جو غیبت کرتے ہیں، چغلی کھانا تو عام ہے...... اور غصے میں آکر گالیاں دینا تو اب ہماری زندگیوں میں بہت آچکا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر اپنے کلاس فیلوز سے لڑنا یا گھر میں اپنے بہن بھائیوں سے لڑنا بھی روٹین بن چکا ہے...... والدین کا کہنا ماننے میں بھی بہت سستی ہوتی ہے اور تو اور اب ہمارے گھروں میں ٹی وی آچکا ہے...... ٹی وی دیکھنا اس پر عجیب وغریب ڈرامے اور بچوں کے ایسے پروگرام جن سے اصلاح کی بجائے ہمارے اندر بگاڑ پیدا ہو...... وہ دیکھتے ہیں۔

یاد رکھیے......! پیارے بچو! آپ کے بائیں کندھے پہ اللہ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو آپ کی ہر طرح کی برائیاں نوٹ کررہا ہے...... اور دائیں طرف کا فرشتہ آپ کی نیکیاں نوٹ کررہا ہے۔

آئیے! ہم عہد کریں اپنے رب سے کہ ان شاء اللہ اس سال کو ہم بہت قیمتی بنائیں گے۔ غیبت، چغلی، لڑائی، گالی گلوچ چھوڑیں گے۔ فضول ڈراموں اور فلموں پر اپنا وقت ضائع نہیں کریں گے...... اور اس سال کے اعمال نامے والے رجسٹر کو ہر طرح کی نیکیوں سے بھریں گے۔

بہت ہی کامیاب ہوں گے وہ بچے جو غریب لوگوں کی مدد کرنا۔ نماز وقت پہ ادا کرنا، بچوں کو نیکی کی دعوت دینا، اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کو اپنا شعار بنالیں گے...... اور یہ سال ان کا چمکتا دمکتا اور روشن سال ہوگا......!

ان شاء اللہ

جب پاکستان ٹوٹا

مشرقی پاکستان جو آج کل ''بنگلہ دیش'' کہلاتا ہے۔ اپنے آخری دو سال میں قتل وغارت میں ڈوبا رہا۔ پاکستان سے جمہوری سیاستدانوں نے جب اقتدار کے لالچ اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ فضا پیدا کی تو تاک میں بیٹھا ہوا بھارت بھی سرگرم ہوگیا۔ اس نے ''مکتی باہنی'' کے نام سے ایسی فورس تیار کردی جو پاکستان کو دو حصوں میں بانٹنے کے لیے بھارتی فوج کی سپورٹ میں خون خرابہ کرتی رہی۔ ان دنوں ڈھاکہ ایسا شہر تھا کہ اس میں جو پاکستان کا نام لیتا یا اردو بولتا اسے قتل کردیا جاتا۔

ایسے حالات میں پاکستانی فوج نے جو کیا سو کیا۔ پاکستان کے دفاع کے لیے بہت سے ایسے طالب علم بھی اٹھے جو اپنے تئیں اس ملک کو دولخت ہونے سے بچاتے رہے۔ یہ ایک ایسے ہی نوجوان طالب ابونصر فاروق کی کہانی ہے جوان حالات میں پاکستان کے دفاع کے لیے لڑتا رہا۔

جب بنگلہ دیش بنا تو ایسے لوگوں پر کیا بیتی اور وہ کتنی دشواریوں کے ساتھ پاکستان پہنچے اس کا اندازہ اس سفر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

16 دسمبر کو جب پاک فوج نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کیا تو ہمیں حکم ملا کہ اپنے اپنے طور پر بچاؤ کرو۔ ہدایات لے کر میں شہر کے اندر چلا گیا۔ راستے میں مجاہد فورس کے رضاکاروں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے روک لیا۔ میں نے ان سے کہا کہ: ''آپ اب کیسی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ فوج نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔''

وہ بولے: ''تم مکتی باہنی کے آدمی معلوم ہوتے ہو، ابھی تمہیں اس افواہ سازی کا مزہ چکھاتے ہیں۔''

میں نے سمجھایا ''بھائی یہ افسوسناک صورتحال واقعی پیدا ہو چکی ہے۔ آپ غلط فہمی میں نہ مبتلا ہوں۔''

یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک مجاہد نے رائفل کی نالی میرے سینے پر رکھ دی۔ وہ تو خیریت گزری کہ اسی دوران پاک فوج کی ایک گاڑی ادھر آ نکلی۔ انہوں نے ہم لوگوں کو دیکھا تو بلند آواز سے کہا: ''ہم گرفتار ہو کر جا رہے ہیں تم لوگ روپوش ہو جاؤ۔''

یہ سن کر رضاکاروں نے مجھے چھوڑ دیا اور خود بہت جلدی سے ایک طرف بھاگ گئے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جاؤں۔ بالآخر کوتوالی تھانہ جانے کا ارادہ کیا۔ جہاں مدرسہ عربیہ کے چند طالب علم پولیس میں بھرتی ہو کر ڈیوٹی پر تھے۔ وہاں پہنچا تو محسوس ہوا وہ بوریا بستر باندھنے کی فکر میں ہیں۔ دریافت کرنے پر ایک صاحب بولے بھئی! یہ ہمارا تبادلہ کر رہے ہیں۔ اگر ہو سکے تو کسی افسر سے سفارش کر کے تبادلہ رکوا دو۔ ہم ڈھاکہ سے باہر نہیں جانا چاہتے۔ یہ سن کر مجھے ہنسی آ گئی۔ ہولناک انقلاب کو وہ ابھی تک ٹرانسفر ہی سمجھ رہے تھے۔ سرنڈر کے ذمہ دار اپنی پولیس کو بھی صحیح صورتحال سے آگاہ نہ کر سکتے تھے۔ یہاں سے مایوس ہو کر میں پٹواتولی کی جامع مسجد پہنچا۔

مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ نماز اسی مسجد میں ادا کی اور مسجد کے امام صاحب سے حال دل کیا۔ رات ان کے ہاں گزاری۔ خیال تھا چند دن اطمینان سے رہ سکوں گا لیکن فجر کی نماز ہی ادا کی تھی کہ ایک لڑکے نے میری طرف دیکھے بغیر ایک جانب منہ کر کے کہا:

''بھائی! میں نے پہچان لیا ہے۔ تمام ساتھی بیت المکرم (مرکزی مسجد) میں ہیں۔ وہاں چلے جاؤ'' اور میں اس طرف روانہ ہو گیا۔

یہ ہے 17 دسمبر کا واقعہ۔ سارا ڈھاکہ فائرنگ کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ ہر طرف لہو کی بارش اور گولیوں کی بوچھاڑ تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے بارود کے ڈھیر کو آگ لگ گئی ہو۔

راستے بھر میں اردو بولنے والوں کو سنگینوں میں پروئے ہوئے دیکھ کر ذہن ماؤف ہو گیا۔ بہت سے ہندو اس قتل وغارت میں پیش پیش تھے اور یوں سنگینیں چلا رہے تھے جیسے کوئی کھیل کھیل رہے ہوں۔

بھارتی فوج کی گاڑیاں ڈھاکہ چھاؤنی کی طرف قطار در قطار جا رہی تھیں۔ خون کے آنسو رلا دینے والے یہ واقعات دیکھتا ہوا جب بیت المکرم پہنچا تو تمام ساتھی وہاں سے جا چکے تھے۔ مجبوراً وہاں سے اپنے بھائی کے ہاں پہنچا اور 25 دسمبر تک وہیں روپوش رہا۔

25 دسمبر کو اخبارات میں اپنا نام چھپا ہوا دیکھا۔ دینک بنگلہ میں اشتہار تھا کہ ''اس نام کے طالب علم کو پکڑو'' یہ اشتہار دیکھ کر اکھوڑہ جنکشن کی طرف چلا گیا جو اگرتلہ کے قریب ہے اور وہاں سے برہمن باڑیا، پھر سلہٹ شائستہ گنج سے ہوتا ہوا مکنڈ وپور پہنچا اور وہیں رہنا شروع کر دیا۔

میرا منصوبہ یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح بنگلہ دیش میں رہوں گا۔ اسی اثناء میں عیدالاضحیٰ آ گئی۔ گھر جانے کو دل بہت مچلا۔ لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ اس خیال کو ذہن سے نکال دوں، چنانچہ ایسا ہی کیا اور دوبارہ برہمن باڑ چلا آیا۔

اپریل 1972ء میں جب چٹاگانگ اکھوڑہ ریلوے لائن بحال ہوئی تو چٹاگانگ آ گیا۔ اسی مہینے کرنافلی پیپرز مل میں مقامی اور غیر مقامی کے مسئلہ پر بنگلہ دیش میں زبردست جھگڑا ہوا۔ مزدوروں نے بیدردی سے ایک دوسرے کی گردنیں کاٹیں جو مادہ پرستانہ طبقاتی کشمکش کا فطری نتیجہ تھا۔ اس مہینہ میں نے یہیں قیام کیا۔

میں نے طے کیا کہ ہندوستان جانے کی بجائے برما جانا چاہیے لیکن زبان سے ناواقفیت ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ اس کے علاوہ وہاں کسی سے واقفیت بھی نہ تھی۔ تاہم میں نے سفر کی تیاری شروع کر دی اور اللہ سے امید کی ہلکی سی روشنی بھی دکھائی دی۔ میرے ایک دوست کی والدہ برمی تھیں۔ اسے میرے ارادے کا علم ہوا تو نہایت شفقت سے پیش آیا۔ ایک سمگلر کے ذریعے برما بھیجنے کی بات کی اور اس نے مجھے برما پہنچا دیا۔ اس سفر میں مجھے قدم قدم پر دشواریاں پیش آئیں۔ بلکہ برما میں پہنچ کر پریشانیوں کا خاتمہ نہ ہوا۔ کرنسی تبدیل کرانے میں سخت مشکل آئی۔ شام تک گھومتے رہے کسی نے مدد نہ کی۔ پاکستان اور برما کی چوکی ''ٹکناف'' پر پہنچا تو وہاں ابھی تک پاکستان کا ہلالی

پرچم لہرا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگا جیسے پوری کائنات کپڑے کے اس ٹکڑے میں سمٹ آئی ہو۔ یہاں نماز عصر ادا کرتے وقت پانی منہ میں لیا تو کھارے پانی سے ہونٹ پھٹ گئے۔ مغرب کے بعد ایک مچھیرے سے ملے جو بنگلہ زبان جانتا تھا۔ اس نے رات کے کھانے کی دعوت دی۔ رات اس کے گھر آرام کیا۔

برما میں ان دنوں تین گروپ سرگرم عمل تھے۔ ایک مسلم تحریک آزادی کا، دوسرا موگ تحریک آزادی کا اور تیسرا اس علاقے میں اشتراکی سٹیٹ قائم کرنے کا خواہاں تھا۔ ہمیں مونگ ڈو ضلع پہنچنا تھا اور اپنے گائیڈ سے یہ بات طے ہوگئی تھی کہ وہ وہاں پہنچا دے گا۔ مگر اس نے آگے جانے سے انکار کردیا اور عین راستے میں چھوڑ کر کھسک گیا۔

راستے میں شدت سے پیاس لگی تو ایک آدمی سے پانی مانگا تو اس نے پوچھا کس پارٹی کے ہو؟ میں نے یہ سوچتے ہوئے کہ کسی نئی مصیبت میں نہ پھنس جائیں کہا: ''اب تو سب عوامی لیگی ہیں'' تو اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ آگے چل کر کچھ اور لوگ ملے۔ انہوں نے بھی پانی دینے سے پہلے پارٹی کا نام پوچھا۔ میں نے جواب دیا۔ ایک ہی پارٹی ہے ''مسلم لیگ'' یہ سن کر انہوں نے خوب خدمت کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس علاقے کے لوگ عرصہ دراز سے قائداعظم اور مسلم لیگ کے پرستار چلے آ رہے ہیں۔

میں مغرب تک مونگ جانے کے لیے کشتی کا انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آئی۔ بستی بہت دور تھی۔ گھپ اندھیرے اور پانی کی پراسرار چمک، خوفناک ماحول لگ رہا تھا۔ پہاڑوں کی عجیب وغریب ہیبت تھی۔ ایک بار غالباً شیر کے دھاڑنے کی آواز بھی آئی۔ بڑے بڑے پرندے عجیب آوازیں نکالتے ہوئے سر کے اوپر سے گزرتے ہوئے جا رہے تھے۔ سانپوں کی سرسراہٹ بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ اسی جگہ کھڑے کھڑے رات کے نو بج گئے۔ تب ایک کشتی آئی، اسے آواز دی تو کشتی والوں نے پوچھا: ''کہاں جاؤ گے؟''

اردو میں جواب دیا ''مونگ جاؤں گا'' اس وقت میرا حلیہ بھی عجیب فقیرانہ تھا، لنگی اور بنیان زیب تن تھی۔ خطرہ تھا، لے جانے سے انکار ہی نہ کردے لیکن اس نے کشتی میں بٹھا لیا۔

ابھی تک وہی پرہیبت، پراسرار، طلسماتی اور خوفناک ماحول تھا۔ چمکتا ہوا پانی اور خوفناک آوازیں، رات کے تقریباً دو بجے یونہی اونگھ سی آئی تھی کہ کسی نے ٹھوکر مار کر جگایا اور ٹوٹی پھوٹی اردو، برمی میں کچھ کہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ البتہ اس کے اشاروں سے اندازہ ہوا کہ وہ رقم مانگ رہے ہیں۔ میں نے کہا ''کچھ نہیں ہے۔''

انہوں نے میرا بیگ چھین کر تلاشی لی۔ اس میں کچھ نہ ملا۔ میں نے رقم اپنے زیر جامہ میں چھپا رکھی تھی۔ وہ مایوس ہو کر مجھے کشتی کے کنارے پر لے گئے۔ ان کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ ایک کہہ رہا ہے ''کیا مصیبت بٹھالی ہے'' دوسرے

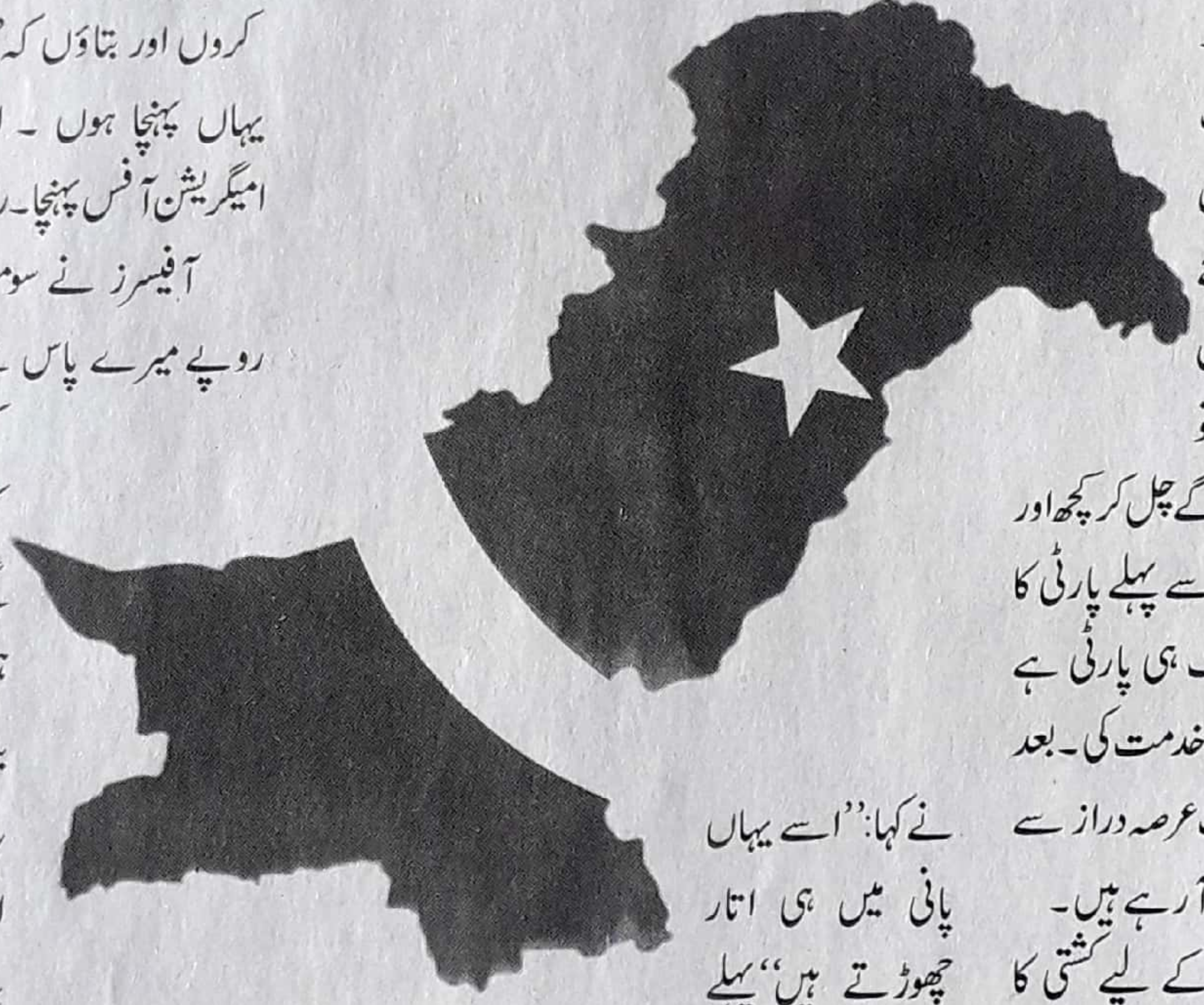

نے کہا: ''اسے یہیں پانی میں ہی اتار چھوڑتے ہیں'' پہلے نے کہا: ''مر جائے گا'' دوسرے نے جواب دیا ''ہماری جان تو اس مصیبت سے چھوٹ جائے گی۔''

یہ کہہ کر اس نے ارادہ کیا کہ مجھے دریا میں پھینک دے لیکن جیسے ہی وہ آگے آگے بڑھا دوسرے نے کہا: ''خواہ مخواہ ایک جان ضائع کر رہے ہو''

یہ سن کر وہ رک گیا۔ تھوڑی دیر بعد سحری ہوگئی۔ اب شہر جگنو کی مانند دکھائی دے رہا تھا۔ میں خوش ہوا کہ اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ لیکن کشتی جیسے ہی ساحل کی طرف بڑھی کسی نے ٹارچ سے روشنی ڈالی جو میرے منہ پر پڑی۔ ملاحوں نے دھکا دے کر مجھے کشتی کے نچلے حصے میں سرکا دیا۔ خطرہ ٹل گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ امیگریشن والا تھا۔ فجر کی اذانوں کے ساتھ ہی میں نے شہر میں قدم رکھا۔ کنارے پر کیچڑ ہی کیچڑ تھی۔ کپڑے لت پت ہوگئے تھے۔ ان دونوں میں سے ایک میرے ہمراہ گیا۔ اب اطمینان سے کیچڑ صاف کی اور وضو کرکے نماز فجر پڑھی۔ پھر امام مسجد صاحب کے پاس گیا۔ جن کا نام مولانا مرتضیٰ احمد تھا اور وہ کچھ اردو جانتے تھے۔ انہوں نے میری داستان غم سنی تو دل گرفتہ ہوئے اور فوراً مجھے اپنے گھر میں چھپا دیا۔ مجھ سے رقم لے کر محفوظ کر دی۔

مونگ ڈو کی یونین کونسل کا چیئرمین مسلمان تھا۔ ہم دونوں مناسب وقت پر اس سے ملنے گئے۔ اس نے کھانا کھلایا۔ پھر بڑے غور سے تمام باتیں سنیں اور مشورہ دیا کہ میں فوراً امیگریشن والوں سے رابطہ قائم کروں اور بتاؤں کہ ''ابھی ابھی لٹا پٹا ہجرت کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ اس کے مشورے کے مطابق امیگریشن آفس پہنچا۔ رپورٹ درج کرائی۔

آفیسرز نے سوموار کو دوبارہ آنے کو کہا۔ تین روپے میرے پاس تھے۔ اس سے تنسیم عالم منظر کو کراچی ٹیلی گرام دیا۔ لوگوں نے کہا کہ ''یہ لوگ تمہیں گرفتار کرلیں گے۔ پرسوں اس دفتر میں نہ جانا۔ ہم مقامی مسلمان تمہاری ضمانت کا بندوبست کرتے ہیں۔''

یہ سب غیبی امداد تھی کہ امیگریشن افسر نے میری ضمانت کا بندوبست کرلیا اور پروانہ ضمانت پر برمی زبان میں کچھ لکھا۔ مجھ سے بھی دستخط کرائے اور کہا ''بیٹا! اب تمہاری ضمانت ہوگئی ہے، روزانہ اس دفتر میں آکر حاضر لگا دیا کرو۔'' میں وہ واحد شخص تھا جو گرفتار نہ ہوا۔ ورنہ اس جانب آنے والے تمام افراد کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا جاتا تھا۔

یہاں کے مسلمان جوڈو کراٹے کے ماہر ہیں۔ لڑکیوں کو بھی اس کی تربیت دی جاتی ہے۔

جولائی کے آخر میں اکیاب چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر پاکستانی جنرل قونصل خانے سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد میں پاکستان پہنچ گیا۔

مرسلہ: حمزہ اکرم مجاہد۔ صادق آباد

سلسلہ کیا آپ جانتے ہیں؟

نیوٹران بم کی آواز کیوں نہیں ہوتی......؟

نیوٹران بم کو " EnhancedRadiation worhead" کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا چھوٹا تھرمو نیوکلیئر ہتھیار ہے۔ جو بڑے تھرمو نیوکلیئر ہتھیاروں کے مقابلے میں بہت کم دھماکہ پیدا کرتا ہے لیکن ان سے کئی گنا زیادہ مہلک تابکاری خارج کرتا ہے۔ نیوکلیئر بم دھماکے کے بعد چند سو گز کے علاقے میں دھماکہ اور حرارت پیدا کرتا ہے جس سے کئی گنا وسیع علاقے میں انتہائی زیادہ نیوٹران اور مہلک گاما تابکاری پھیل جاتی ہے۔ جو ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں تک کے اندر گھس جاتی ہے اور مہلک اثرات پھیلاتی ہے جس سے دشمن مفلوج یا ہلاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر نیوٹران بم کو شہروں اور بستیوں میں پھینک دیا جائے تو اس کے تابکاری اثرات گھروں، مورچوں اور کئی فٹ تک زیر زمین بھی پہنچ جاتے ہیں۔ یہ تابکاری زندہ بافتوں کے لیے مہلک ہے۔ متاثر علاقے میں جاندار نہیں بچ پاتے لیکن یہ عمارتوں اور شہروں پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس سے یہ صرف انسانی زندگی کے لیے مہلک ہے۔

نیوٹران بم کو پھینکنے کے لیے لاسن میزائل، 200 میٹر دہانے کی توپ یا پھر جنگی جہاز کے ذریعے ہدف تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے بنانے کے پیچھے اس خواہش کا عمل دخل ہے کہ دشمن تو ہلاک ہو جائے لیکن اس کا ساز و سامان کام آ جائے۔ اس بم کے اثرات چند گھنٹوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔

اخت حسن۔ لاہور

ڈائنامائیٹ کس نے ایجاد کیا؟

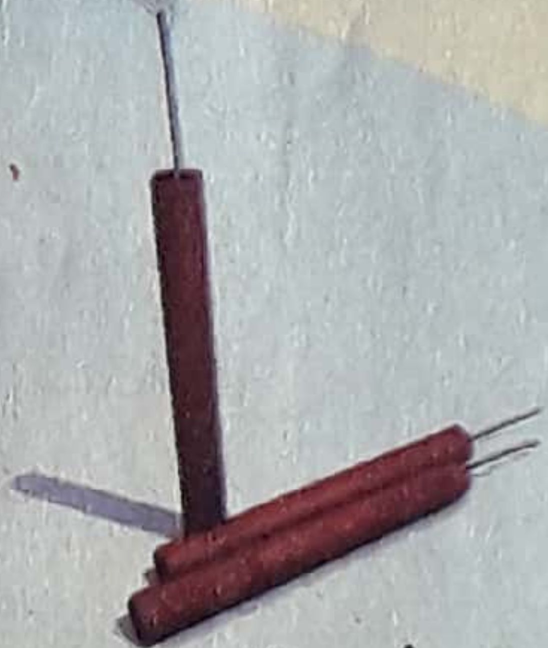

بارود کی ایجاد نے انسانی تاریخ کو ایک نیا موڑ دیا۔ اس کا استعمال سب سے پہلے چینیوں کے ہاں ملتا ہے۔ چین میں ''گن پاؤڈر'' عیسوی دور شروع ہونے سے پہلے ایجاد ہو چکا تھا۔ اس دور میں گن پاؤڈر، پوٹاشیم نائٹریٹ، لکڑی کے کوئلے اور گندھک کے آمیزے سے تیار کیا جاتا تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک بارود بنانے کے لیے زیادہ تر یہی طریقہ استعمال کیا جاتا رہا۔

1945ء میں ایک جرمن کیمیادان شن بائین نے اس سلسلے میں مزید پیش رفت کی۔ اس نے شورے اور گندھک کی طاقت ور تیزابوں کا آمیزہ لے کر اس کا تعامل کپاس کے ریشوں سے کرایا۔ اس تعامل کے نتیجے میں کپاس کی طرح کا ایک ریشہ دار مادہ حاصل ہوا۔ یہ مادہ گن پاؤڈر کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ثابت ہوا۔ اسے نائٹروسیلولوز یا گن کاٹن کا نام دیا گیا۔

اسی دور میں ایک اطالوی سائنس دان ایکسنیو سوبریرہ گلیسیرین پر تجربہ کر رہا تھا۔ اس نے گلیسیرین کا تعامل شورے اور گندھک کے طاقتور تیزابوں کے آمیزے سے کرایا۔ جب تیزابوں کے آمیزے میں گلیسیرین کو قطرہ قطرہ ٹپکایا گیا تو اس کے نتیجے میں نائٹروگلیسیرین حاصل ہوئی۔ نائٹروگلیسیرین کا آمیزہ گن کاٹن سے بھی زیادہ طاقتور ثابت ہوا۔ ڈائنامائیٹ ایک اتفاق کا نتیجہ تھی۔ اس کی ایجاد کا سہرا سویڈن کے سائنس دان الفریڈ نوبل کے سر ہے۔

وہ دراصل نائٹروگلیسیرین پر تجربات کر رہا تھا۔ نائٹروجن کے استعمال اور اس کی تیاری میں کئی طرح کی مشکلات درپیش تھیں۔ وہ نائٹروگلیسیرین کو زیادہ سے زیادہ محفوظ بنانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ تاہم مکمل طور پر محفوظ نائیٹروگلیسیرین تیار نہ کر سکا۔ اس کی تیار کردہ نائٹروگلیسیرین بھی نقل و حرکت کے دوران حادثے کا باعث بن جاتی تھی۔ ایک دن نوبل چقماق مٹی سے بنے ہوئے ایک صندوق سے نائٹروگلیسیرین کے کنستر باہر نکال رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک کنستر کا آمیزہ جم کر ٹھوس صورت اختیار کر گیا تھا۔ اس آمیزے کو حفاظت سے رکھا جا سکتا تھا۔ تو یوں نوبیل نے اس آمیزے کو ڈائنامائیٹ کا نام دے دیا۔

(انعم۔ لاہور)

میں اپنی امت میں سے ان لوگوں کی سفارش کروں گا جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

آؤ جنت میں کھجور کا درخت لگائیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے

سبحان الله العظيم وبحمده.

"عظمت والا اللہ! اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے"

کہا تو اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگایا جاتا ہے۔ (ترمذی)

پیارے بچو! ابھی جو ہم نے مندرجہ بالا کلمہ پڑھ کر کھجور کا درخت لگایا ہے، اس کی کھجور مٹکے کے برابر ہوگی جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھی اور مکھن سے زیادہ نرم ہوگی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت کی کھجور کا تنا سبز زمرد کا ہوگا، اس کی ٹہنی کی جڑ سرخ سونے کی ہوگی اور اس کی شاخ سے اہل جنت کی پوشاک تیار کی جائے گی، ان کے لباس اور جبے (قمیص) بھی اسی سے بنائے جائیں گے۔ کھجور کا پھل مٹکے (ڈول) کے برابر ہوگا جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، مکھن سے زیادہ نرم ہوگا، اس میں سختی بالکل نہیں ہوگی۔"

جنت کے تمام درخت ہمیشہ ہرے بھرے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ قرآن الکریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

مُدْهَامَّتَانِ o فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ o

(الرحمن: 65,64)

"(جنت کے باغ) گھنے سیاہی مائل سرسبز ہیں۔ پس اے جن وانس! تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟"

پیارے بچو! پچھلی قسط میں ہم جنتی پھلوں کے بارے میں بات کر رہے تھے ایک بات جو شیطان نے مجھے بھلا دی تھی تو اب بتاتے ہیں۔

اکثر شرارتی بچے سکول سے واپسی پر سکول کے باغ میں لگے پھل توڑ لیتے ہیں اور اگر مالی پکڑے تو سکول سے یا گھر سے شکایت پر ہلکی پھلکی سزا بھی ملتی ہے۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ جنت میں جنتی بھی پھل توڑیں گے تو اس کی جگہ فوراً نیا پھل لگ جائے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی آدمی جنت سے پھل توڑے گا تو اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا۔"

ایسا مشاہدہ یقیناً آپ نے بھی کیا ہوگا......!

گرمیوں کے دنوں میں میرے چھوٹے بھائی نہر میں تیراکی کے لیے جاتے ہیں۔ اکثر آپس میں بات

کرتے ہیں کہ ہمیشہ نہر کا رنگ ایک جیسا نہیں رہتا بلکہ ہر دفعہ مختلف ہی ہوتا ہے۔ (یعنی گندھلہ رہتا ہے) لیکن جنت کی نہروں کے مشروبات کا رنگ اور ذائقہ ہمیشہ ایک ہی جیسا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

"متقین (تقویٰ والے) لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں میٹھے پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں، ایسے دودھ کی نہریں جس کے ذائقے میں ذرا فرق نہ آیا ہو، ایسی شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوں اور صاف شفاف شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں۔" (سورہ محمد: 15)

ننھے بچو! کیا آپ جانتے ہیں نہر کوثر کیا ہے؟؟

میرا جواب تو یہ ہے کہ کوثر جنت کی نہر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تحفہ ہے۔ کچھ مزید اب ہم حدیث کی روشنی میں جانتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے ہم نے دریافت کیا "کوثر کیا ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ ایک نہر ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت میں عطا فرمائی ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس میں ایسے پرندے (اڑتے ہیں) جن کی گردنیں اونٹوں کی سی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "وہ پرندے تو خوب مزے میں ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "ان پرندوں کو کھانے والے زیادہ مزے میں ہیں۔"

(ابواب صفۃ الجنۃ)

نہروں کی طرح جنت میں چشمے ہوں گے جو فواروں کی طرح ابل رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ان دو باغوں میں دو چشمے ایسے ہوں گے جن میں پانی جوش سے ابل رہا ہوگا، پس (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

(سورۃ الرحمٰن: 67,66)

اہل جنت کے قلب ونظر کی تسکین کے لیے ہر دم رواں دواں پانی کے خوبصورت چشمے اور آبشاریں بھی جنت میں ہوں گی۔

وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ o وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ o

"(جنت میں) دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور گرتا ہوا پانی بھی ہوگا"

(الواقعہ: 31,30)

(جاری ہے)

(محمد۔ مظفر آباد)

سلسلہ ننھا انجینئر

برف سے پانی ابالیے

آج تک ہم نے آگ یا گرمی کی شدت سے تو پانی ابلتا ہوا دیکھا ہوگا لیکن برف کی مدد سے پانی ابالنا نہ سنا ہوگا اور نہ کبھی دیکھا ہوگا۔

تو چلیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ برف کی مدد سے پانی کیسے ابلتا ہے؟

اس تجربے کے لیے درکار اشیاء:

1- جام کی ایک خالی شیشی
2- پانی
3- آگ (چولہا)
4- برف کی ڈھیلی

جام کی ایک خالی شیشی لیں یا کہیں سے ڈھونڈ لیں۔ خالی شیشی نہ ملے تو پہلے جام کھا کر شیشی اچھی طرح صاف کرلیں یا ہوسکے تو پانی سے دھولیں۔ اس میں ماپ کر دو سینٹی میٹر تک پانی بھرلیں۔ پھر اس بوتل کو ہلکی آنچ پر چولہے کے اوپر رکھ دیں۔ تھوڑی دیر میں پانی ابلنے لگے گا۔ جام کی شیشی میں بھاپ بھر جائے گی اور پہلے سے موجود ہوا خارج ہوجائے گی۔ اب جام کی شیشی چولہے سے اتارلیں اور اس پر ڈھکنا اچھی طرح کس دیں۔ اب شیشی کو زمین پر یا کسی میز پر الٹا کر کے رکھ دیں اور اس کے اوپر برف کی ایک ڈلی رکھ دیں جو کہ اسے اوپر سے ڈھانپ لے۔ آپ دیکھیں گے کہ شیشی میں موجود پانی پھر سے جوش کھانے لگے گا۔

سوال یہ ہے کہ آخر برف کی ڈلی سے شیشی کا پانی دوبارہ کیوں ابلنے لگے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھنڈک پانی کے اوپر کی ہوا کے دباؤ کو کم کردیتی ہے۔ اس سے برتن کے آبی بخارات پانی بن جاتے ہیں۔

اس سے چونکہ شیشی کے اندر کا دباؤ اچانک کم ہوجاتا ہے۔ اس لیے پانی کا نقطہ جوش بھی کم رہ جاتا ہے اور پانی کے اندر جو حرارت ابھی باقی ہوتی ہے، وہی اس کو جوش دینے کے لیے کافی ہوجاتی ہے۔

(احمد۔ لاہور)

فرضی قصے کہانیوں اور بھونڈے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

22
230

26 محرم الحرام 1438ھ۔ 28 اکتوبر 2016، جمعۃ المبارک

علم کا متلاشی

جب وہ بے ہوش ہو جاتا تو.....

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال:
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم....

قیمت 6 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عزیز بچو! کیسے ہیں آپ؟ کیا کریں پندرہ دن بعد آپ سے مخاطب ہوتے ہیں، دل چاہتا ہے آپ سے ڈھیروں اچھی اچھی باتیں کی جائیں۔ آپ کے تاثرات خطوط کی صورت میں موصول ہوتے ہیں۔ ننھے اور پیارے بچے بہت اچھی اچھی باتیں لکھتے ہیں۔ ہمیں پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ اللہ ہمارے قارئین کے جذبات کو قبول فرمائے۔ آمین

پیارے بچو! سردیاں آنے والی ہیں۔ بلکہ بہت سے علاقوں میں سردی آچکی ہے۔ اپنا بہت بہت خیال رکھیں۔ گرم کپڑے پہنیں۔ جرابیں، جیکٹ، دستانے اور گرم ٹوپی نکال لیں اور اپنے آپ کو سردی سے بچائیں۔

سردی کے آغاز میں بہت سارے بچے احتیاط نہیں کرتے۔ جس کے نتیجے میں وہ بیمار ہوجاتے ہیں اور بہت نقصان اٹھاتے ہیں۔ بیماری کے باعث سکول سے چھٹیاں بھی ہوجاتی ہیں...... (ویسے کچھ بچوں کا دل چاہتا ہے کہ ہلکا سا بخار ہوجائے تو سکول نہ جانا پڑے...... مزے سے گھر وقت گزاریں گے......) لیکن اچھے بچے ایسا نہیں سوچتے......

دوسری بات...... سردی میں اپنی کلاس اور محلے کے غریب بچوں کا بہت خیال کریں...... ہوتا کچھ یوں ہے کہ ہم ہر سال اپنے ابو جان سے کہہ کر نئی جیکٹ، ٹوپی، دستانے وغیرہ خریدتے ہیں اور پرانی گھر میں ہی ادھر ادھر بکھری رہتی ہیں۔ تو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اپنے کسی جاننے والے غریب بچے کے لیے بھی نئی چیز خریدیں۔ اگر نئی چیز دینے کی ہمت نہ ہو تو پرانی مگر صاف جیکٹ یا جرسی وغیرہ ضرور دیں۔ اس چھوٹے سے نیک عمل کے ذریعے آپ لوگوں کو سردی سے بچاسکتے ہیں۔

آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے صحابہ! کیا میں تمھیں ایسے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو آگ پر حرام ہوگیا یا آگ اس پر حرام ہوگئی۔ پھر فرمایا: وہ شخص جو لوگوں کو اپنے قریب کرتا ہے۔ نرم بات کرتا ہے اور لوگوں کے لیے آسانی کرتا ہے۔“

آیئے! ہم سب اس کی عملی مشق کریں...... اپنی باتوں میں نرمی پیدا کریں...... لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں...... انھیں دین کی باتیں بتا کر اپنے قریب کریں...... آپس میں نفرتیں ختم کریں...... تاکہ ہم اپنے رب کے بھی قریب ہوجائیں۔

ہم روضۃ الاطفال کی طرف سے بلوچستان اور سندھ کے بچوں کے مختلف تربیتی وتفریحی پروگرام کرنے کے لیے جارہے ہیں۔ واپسی پہ آپ کو اللہ کی توفیق سے سفر کی روداد بتائیں گے۔ ان شاء اللہ

تو اگلے روضہ تک کے لیے آپ سے اجازت......

ایڈیٹر عبداللہ

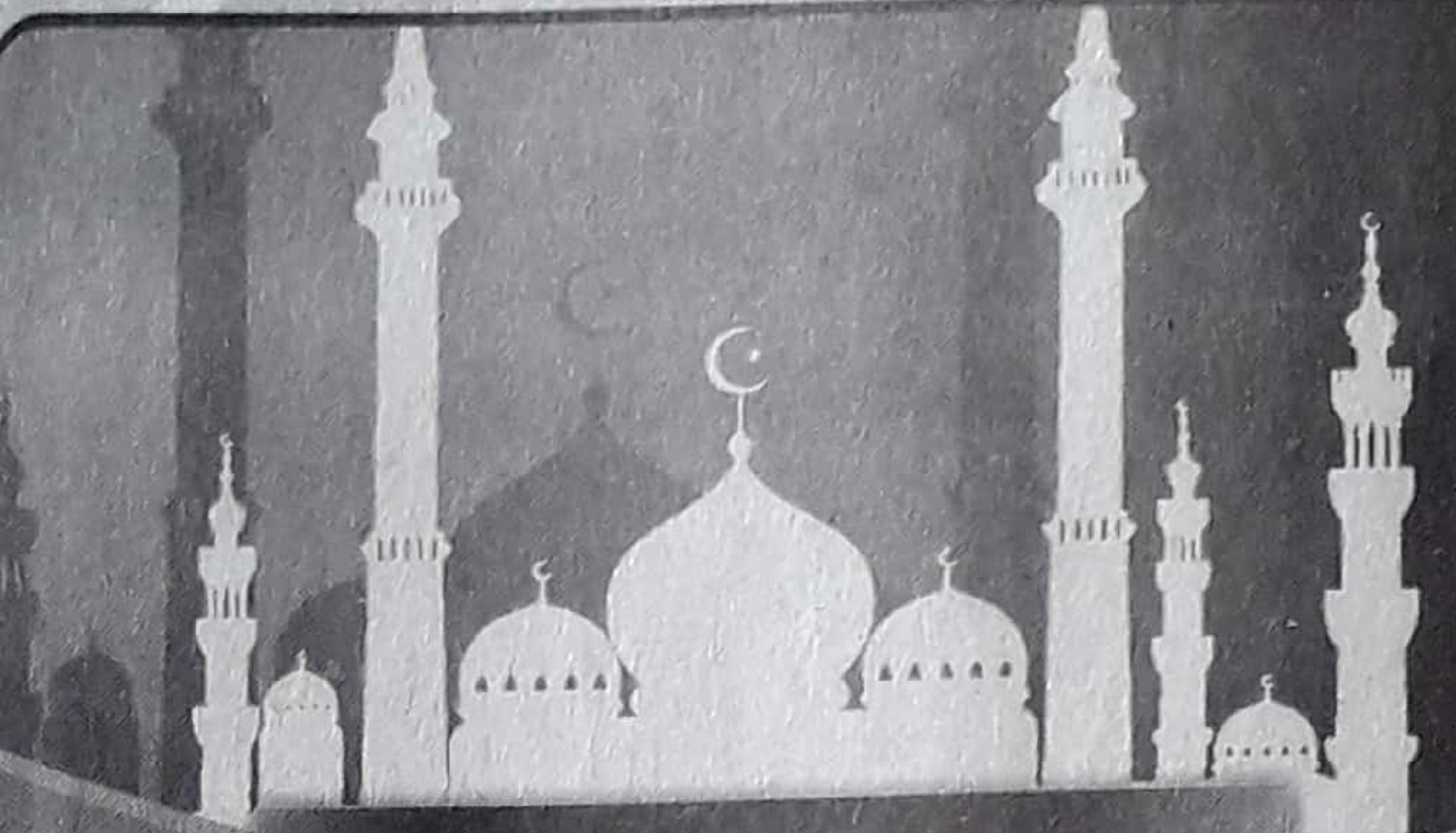

شمارے کی زینت

تحریر	لکھاری	صفحہ نمبر
فتنے کا خاتمہ	جویریہ بتول	03
قتل کا منصوبہ	خنیس الرحمٰن	04
مثالی پاکستان	اخت امیر معاویہ	05
انکل مجھے مت ماریں	عزیز رفیق	6
فتح چین کا واقعہ	ربیعہ الیاس	7
علم کا متلاشی	احمد طیب	8-9
گلدستہ روضہ	ادارہ	10
خط کہانی	ادارہ	11
آسیہ مزاحم سے......	حمیرا	12
پزل گیم	ادارہ	13
زرافہ	سیف الرحمٰن	14
قاضی کی ذہانت، دجال	ابوعکاشہ، عمار	15

ڈاک کیلئے پتہ
P.O Box# 102, GPO, Lahore

ای میل ایڈریس
rozatulatfaal.pak@gmail.com

موبائل رابطہ نمبر
0313-7276557

f rozatulatfaal.pak

اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو بھی جو تیرے پیچھے چلتے ہیں۔ [الانفال: 64]

جنت میں سب سے زیادہ لے جانے والی چیز اللہ کا ڈر اور اچھا اخلاق ہے۔ [ترمذی: 2071]

فتنے کا خاتمہ

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے...... نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے...... اس کاذب نے جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو منافقین نے اسے بھرپور ابھارا...... اور اسے اپنے تعاون کی پوری یقین دہانی کروائی کہ چاہے مسیلمہ جھوٹا سہی مگر ہمارا اپنا آدمی ہے لہٰذا اسے نبی مان لیتے ہیں...... قبیلہ بنو حنیفہ بھی اس فتنے کو ہوا دینے میں شامل تھا...... نبی محترم ﷺ نے جب دنیا کے بادشاہوں کو دعوتی خطوط ارسال کیے تھے تو حاکم یمامہ کا خصوصی سفیر بن کر مسیلمہ کذاب خدمت نبوی ﷺ میں آیا تھا اور نبوت پر ایمان لا کر کچھ وقت تک مدینہ میں ہی رہا تھا۔

نبی ﷺ کی وفات کے بعد سب سے بڑا فتنہ جو ابھرا وہ اسلام لا کر پلٹ جانے والوں کا تھا مسیلمہ کذاب کی بغاوت عرب کے لیے خطرناک گھنٹی تھی...... دھوکے کے اس بازار پر قابو نہ پایا جاتا تو یہ کاروبار خوب پھیل رہا تھا...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ فتنہ بڑھتا جا رہا ہے تو حضرت عکرمہ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا...... حضرت عکرمہ اس فتنے کو کچل دینے کے لیے بے تاب تھے...... منزلوں پر منزلیں طے کرتے دشمن کے سر پر جا دھمکے۔ دربار خلافت سے حکم ملا تھا کہ شرجیل بن حسنہ کے دستے کے آنے تک انتظار کیجیے گا۔ مگر حالات کی ناسازی نے دشمن پر چڑھ دوڑنے پر ہی ابھارا...... یہ وقتی حملہ بیکار گیا تو دربار خلافت سے پھر حکم آ گیا:

''جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (سیف اللہ) تمھاری مدد کو آیا چاہتے ہیں۔''

خالد رضی اللہ عنہ ابھی بنو تمیم کی مہم سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ امیر المومنین کا حکم آ گیا تھا: ''خالد رضی اللہ عنہ! جاؤ سیدھے یمامہ اور نبوت کے جھوٹے دعویدار اور ختم نبوت کے خلاف منظم سازش کے سرخیل مسیلمہ کے فتنے کو مٹا ڈالو......!''

تربیت یافتہ فوج اور اسلحہ کی کثرت پر نازاں لشکر اس سے پہلے عکرمہ و شرجیل سے لڑ کر اپنے حوصلوں کو بلند پا رہا تھا...... مرتدوں کا گروپ یہ سمجھ رہا تھا کہ بس یہ آخری ہی پڑاؤ ہے اس پر قابو پا لیا تو سب ٹھیک ہو جائے گا، عرب ہمارا ہے ہم جو مرضی جھوٹے دعوے چمکائیں گے مگر انھیں کیا خبر تھی کہ ان کی اس بری تدبیر کے خاتمے کا اللہ فیصلہ کر چکا ہے...... اس کے ایمان کی دولت سے مالا مال مجاہد ان کاذبوں اور مرتدوں کو کچلنے کے لیے سفر کر رہے تھے۔ وہ نبوت پر آنچ ہرگز نہیں آنے دیں گے چاہے ان کی جانیں چلی جائیں...... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے وارث و جانشین اپنی منزل کی جانب بڑھتے جا رہے تھے......!

مسیلمہ کا لشکر صفیں درست کرتا، اپنی کثرت پر اتراتا...... پھولے نہ سماتا تھا۔ مسیلمہ کے بیٹے نے بنو حنیفہ کو مخاطب کیا:

''ارے جواں مردو! لڑو آج عزت کا دن ہے۔''

مسلمانوں کے لشکر سے بھی ایک جواں مرد پکارا:

''ارے مرتد! اپنی تلوار کی آب و تاب نہ دکھا...... میری جرأت ایمانی کی چمک دیکھ۔''

یہ آواز زید بن خطاب کی تھی...... خطاب کے بیٹے، عمر کے بھائی۔

گھمسان کا رن پڑا...... کہ میدان جنگ گرد و غبار سے بھر چکا تھا...... زید بن خطاب بولے:

''مسلمانو! اب کوئی مشورہ، کوئی بات چیت نہیں ہے، بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو، یا تو دشمن بھاگ جائے یا ہم اللہ کے حضور پیش ہو کر اس جنگ کا حال سنائیں گے۔''

احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کی حفاظت کا زیادہ سے زیادہ بندوبست کیا جائے۔ خلیفۃ المسلمین نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کو بھی مزید کمک دے کر روانہ کیا اور حکم یہ ملا تھا کہ تم خالد کے لشکر کے پیچھے رہو گے تا کہ دشمن پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

دشمن بہترین اسلحہ سے لیس اور میدان جنگ کے چپے چپے سے واقف تھا مگر ادھر بھی سیف اللہ تھے کہ جنھوں نے لڑائی کا نقشہ ایسا بنایا کہ دشمن ہر چال میں مار کھا گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطاح کے مقام پر رک کر اپنے لشکر کا معائنہ کیا اور اسی مقام پر حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کے آ ملنے کے بعد لشکر نے کوچ کیا۔

یمامہ کا سردار اب مسلمانوں کی قید میں تھا...... لڑائی کے دوران مسیلمہ کے جرنیل اس بات پر زور دے رہے تھے کہ کسی طرح سیف اللہ کے خیمے تک پہنچ کر اپنے سردار کو چھڑا لایا جائے کیونکہ مسیلمہ کا انھیں یہی حکم ملا تھا...... ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ، زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بڑھ چڑھ کر اسلامی لشکر کی کمان کر رہے تھے...... دشمن خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گئے...... اپنے سردار کو سامنے دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا کہ کاش وہ فوراً اسے بھی رسیاں کاٹ کر چھڑا لے جائیں گے......!

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نعرہ تکبیر کی گونج نے دشمن کی صف میں کھلبلی مچا دی اور وہ پیچھے ہٹ گئے...... ادھر کوئی کمانڈر پکارا:

''مسلمانو! تم حزب اللہ ہو اور یہ حزب الشیطان!''

کبھی صدا گونجتی

''قرآن والو! قرآن پر عمل کرو......''

یوں ان جیالوں کی قوت ایمانی کے بل بوتے پر لشکر اسلام بڑھ رہا تھا...... اس معرکہ میں ابو حذیفہ شہید ہو گئے...... زید بن خطاب نے شہادت کا تاج پہنا...... عبداللہ بن حفص قربان ہوئے...... جوہر دکھاتے خالد آندھی کی طرح آگے بڑھے:

''سن لو! میں سرداروں کا فرزند ہوں......''

مسیلمہ کو اپنے گھوڑے پر سوار اور جان نثاروں کے گھیرے میں دیکھ کر للکارا:

''آؤ! معاملہ صاف کر لیں۔''

بقیہ صفحہ نمبر: 14

اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔[الاسراء:14]

ہر دین کی ایک صفت ہوتی ہے اور اسلام کی صفت حیا ہے۔[ابن ماجہ:4182]

قتل کا منصوبہ

(نفیس الرحمن)

بدر کے میدان میں تین سو تیرہ کے مقابلے میں آنے والے ہزاروں کے لشکر میں سے ستر مشرکین مکہ کی فوج کے اہلکار اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے اور کئی زخمی ہو چکے تھے۔ ان میں مکہ کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، عتبہ، شیبہ، نضر بن حارث جیسے اپنے آپ کو بہادر کہنے والے اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے۔

غزوہ بدر کو کئی دن بیت چکے تھے۔ ایک دن صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب (عمیر بن وہب اسلام کے بہت بڑے دشمنوں میں سے تھے اور مسلمانوں کو انہوں نے بہت تکالیف پہنچائیں) دونوں مکہ میں حطیم کے مقام پر بیٹھ کر اپنے زخموں کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ اپنے سرداروں کو یاد کر رہے تھے۔ سب ان کو یاد آ رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے دل میں انتقام کی آگ بھی بھڑک رہی تھی۔

اب دونوں نبی ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانے لگے۔

عمیر بن وہب بولا:

''صفوان! اگر میں مقروض نہ ہوتا اور مجھے بال بچوں کی کفالت کی فکر نہ ہوتی تو میں ضرور (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کو قتل کر دیتا۔''

''اچھا یہ مسئلہ ہے...... تو سب چھوڑو! تمھارا قرض بھی میں اتاروں گا اور تمھارے خاندان کی کفالت بھی میں کروں گا۔'' صفوان بن امیہ بولا۔

صفوان بن امیہ نے حسبِ وعدہ عمیر بن وہب کو پیسے دیے تاکہ وہ اپنا قرض اتار دے...... وہ گھر پہنچتا ہے اور اپنی تلوار کو اچھی طرح سے زہر لگاتا ہے۔ اب گھوڑا بھی باہر تیار کھڑا ہے۔ تلوار گلے میں لٹکا کر عمیر بن وہب مدینہ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ کئی دنوں کا سفر طے کر کے مدینے پہنچتا ہے اور اپنی گھوڑی کو مسجد نبوی کے باہر باندھ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بدر کے انعامات و اعزازات کو یاد کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں نبی ؐ کے جانثار صحابی جن کی ہیبت سے شیطان بھی اپنا راستہ تبدیل کر لیتا تھا...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ...... نے دیکھا کہ عمیر بن وہب اپنی گھوڑی باندھ رہا ہے اور گلے میں تلوار بھی ہے، اس کی نیت کچھ خراب لگتی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اسی کے گلے میں لٹکے تلوار کے پٹکے سے اس کو باندھ کر قید کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔

جب آپ ﷺ کے پاس گئے تو اللہ کے نبی محمد ﷺ نے کہا کہ عمر چھوڑ دو اسے، عمرؓ اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ سوال کرتے ہیں:

''بتاؤ! عمیر کس ارادے سے آئے ہو؟''

عمیر بن وہب کہنے لگا

''بات یہ ہے کہ میں کسی برے ارادے سے نہیں آیا۔ بدر کے میدان میں میرے بیٹے کو آپ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا ہے تو میں اسے چھڑانے آیا تھا۔ آپ اس پر احسان کریں۔''

آپ ﷺ نے کہا:

''نہیں عمیر تو کسی اور مقصد کے لئے آیا۔''

عمیر بن وہب کہنے لگا

''نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں، میں کسی برے ارادے سے نہیں بلکہ اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لئے آیا ہوں۔''

اللہ کے نبی ﷺ پوچھنے لگے

''اچھا عمیر! یہ بتاؤ کہ جو تمھارے گلے میں تلوار ہے یہ کیوں لٹک رہی ہے؟''

کہنے لگا: ''راستے سنسان ہیں۔ کوئی دشمن یا چور حملہ کر سکتا ہے...... میرا تو یہی مقصد ہے جو میں نے آپ کو پہلے بتایا۔''

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''عمیر تم نہ بتاؤ میں بتاتا ہوں۔ تم اور صفوان دونوں حطیم میں بیٹھے تھے۔ ان سرداروں کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جن کو قتل کر کے بدر کے کنوے میں پھینک دیا گیا اور پھر تم نے کہا کہ صفوان اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے بچوں کی کفالت کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں جا کر (نبی ﷺ) کو قتل کر دیتا۔ (اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو خبر دے دی تھی۔)''

عمیر بن وہب کہنے لگا

''واللہ! اے اللہ کے نبی ﷺ اس وقت میرے اور صفوان کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا یقیناً آپ سچے نبی ہیں...... میں اقرار کرتا ہوں...... اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ...... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے نبی آپ سچے نبی ہیں۔''

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ اب صحابہ کرام کی فہرست میں شامل ہو چکے تھے۔ عمیر رضی اللہ عنہ خود اقرار کرنے لگے: ''اللہ کے نبی ﷺ جب آپ ہمیں آسمانی خبریں سناتے تھے، ہم اسے جھٹلا دیتے تھے۔ لیکن میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے سیدھے راستے کی طرف کھینچ لایا۔

اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ اکرام سے کہا: ''جاؤ اپنے اس بھائی کو دین کی تعلیم دو، قرآن پڑھاؤ اور اسے قید سے آزاد کر دو۔''

عمیر رضی اللہ عنہ دین اسلام کا سبق سیکھنے لگے۔ قرآنی تعلیمات سے آگاہ ہونے لگے۔

ادھر مکہ میں صفوان بن امیہ بڑی بے چینی سے مدینہ سے کسی بڑی خبر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جب بھی دوستوں کی مجلس میں ہوتا تو کہتا: ''اے قریش! تمھیں جلد ہی ایک ایسی خبر ملنے والی ہے جو بدر کی یاد بھلا دے گی۔''

مگر صفوان کا انتظار طویل سے طویل تر ہوتا گیا اور اسے وہ خبر ہرگز نہ ملی جس کی اسے توقع تھی۔ اس کے برعکس ایک دن مدینے سے آنے والے ایک شخص نے اسے بتایا کہ عمیر رضی اللہ عنہ تو مسلمان ہو گئے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 14 پر

فتح چین کا واقعہ

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ طویل تر ہوتا چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر فتوحات اسلامی کا دائرہ وسیع تر کر دیا۔ یہاں تک کہ اس عظیم فاتح نے ایک لشکر جرار لے کر 96ھ کے شروع میں چین پر چڑھائی کر دی۔

راستے میں ہی اسے خلیفہ ولید کی وفات کی اطلاع ملی۔ مگر اس افسوسناک خبر نے بھی اسے چین سے واپس نہ ہونے دیا۔ بلکہ اس عظیم فاتح نے اپنا سفر جاری رکھا اور کہا کہ ”ہم تو صرف اللہ کی رضا کے لیے قتال کرتے ہیں۔“

ایک روز چین کے بادشاہ نے قتیبہ کے سفیر ہبیرہ سے کہا:

”تم اپنے جرنیل قتیبہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ اپنی فوجیں لے کر چین کی حدود سے نکل جائے۔ میں اس کی حرص جان گیا ہوں جو چین کی دولت اور مال و متاع میں ہے اور میں یہ بھی جان گیا ہوں کہ تم کس قدر تھوڑی تعداد میں ہو۔ سو تمھاری خیر اسی میں ہے کہ واپس لوٹ جاؤ ورنہ میں ایک ایسے لشکر کو بھیجوں گا جو تم سب کو ہلاک کر دے گا۔“

اس پر مسلم سفیر ہبیرہ نے کہا کہ بادشاہ کی عقل میں یہ بات نہیں آرہی کہ وہ لشکر تھوڑی تعداد میں کیسے ہوسکتا ہے جس کا پہلا گھوڑا چین کے محل کے دروازے پر کھڑا اپنے سموں سے چنگاریاں اڑا رہا ہے اور آخری گھوڑا مدینہ کے میدانوں میں ہے اور کیسے چین کے بادشاہ اس جرنیل کو حریص ہونے کا طعنہ دیتا ہے جو ساری دنیا کو فتح کر کے صرف جہاد کے لیے چین پر حملہ آور ہوا ہے اور رہا تیرا ڈرانا اور خوف دلانا قتل سے تو سن اے بادشاہ چین! ہماری تو عمریں مقرر ہیں جب وہ پوری ہو جائیں تو ہم مجاہدوں کے لیے سب سے باعزت موت شہادت ہی ہوتی ہے۔

اس پر گھبرا کر بادشاہ چین نے ہتھیار ڈال دیے اور کہا کہ پھر ہمیں بتاؤ اب تمھارے جرنیل کو کون سی بات راضی کر سکتی ہے کہ وہ ہماری جان بخش دے اور ہم جنگ سے بچ جائیں۔ اس پر ہبیرہ نے جواب دیا کہ میرے جرنیل قتیبہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ چین کی سرحد سے واپس نہیں آئے گا یہاں تک کہ وہ ملک چین کو اپنے جہادی گھوڑوں سے روند نہ ڈالے، چینیوں کو غلام نہ بنالے اور جب تک اسے جزیہ نہ دیا جائے وہ اس وقت تک واپس نہیں جائے گا۔

اس پر چین کے بادشاہ نے کہا ہمیں تمھاری سب شرطیں قبول ہیں۔ پھر بادشاہ نے سونے کے تھال منگوائے جن میں چین کی مٹی بھری، ریشم اور سونے کے تحائف اور چار مختلف بادشاہوں کے بیٹے قتیبہ کی خدمت میں روانہ کیے۔

اس طرح وفد چین سے چل کر قتیبہ کی خدمت میں پہنچا۔ اس پر قتیبہ نے شہزادوں کی گردنوں پر مہر لگا دی۔ تھالوں کی مٹی پر پاؤں رکھا اور جزیہ وصول کیا اور واپس مرو کی طرف روانہ ہو گیا۔[بحوالہ: تاریخ طبری]

(ربیعہ الیاس)

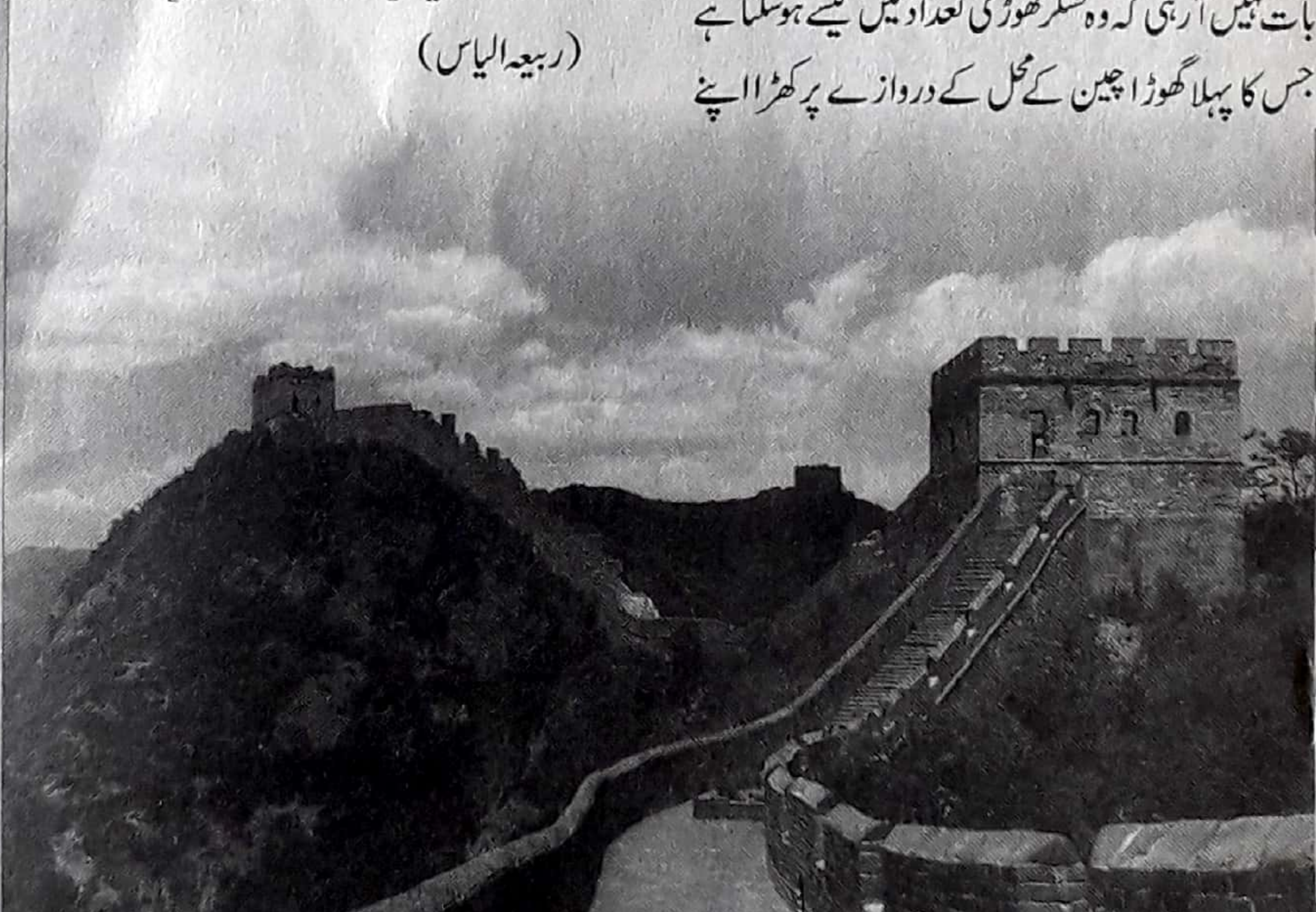

بقیہ: آسیہ مزاحم سے......

جب بھی پاکستان کا کوئی قومی دن آتا ہے تو یہی ماں سنگینوں کے سائے تلے...... اپنی جان کا سودا کر کے پاکستان کے پرچم کو سربلند کرتی ہے...... جگہ جگہ لہراتی ہے...... اسے پتہ ہے کہ موت تو آنی ہے پھر یونہی کیوں نہیں......!

کتنے ہی کشمیری قربانیاں دے چکے اور کتنے دیتے ہی چلے جا رہے ہیں...... کتنے ہی آنچل تار تار ہو چکے...... کتنے ہی گھر اجڑ چکے...... کتنے ہی بچے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے...... لیکن یہ سب دیکھ کر بھی ہماری وہ ماں ذرا نہیں ڈری...... نہ جھکی اور نہ ہی بکی...... استقامت کا نشان آسیہ...... جس نے نعمت ایمان کی خاطر ملک وسلطنت کو ٹھکرا کر مصائب و آلام اور مشکلات کو سینے سے لگایا...... جس نے دین کی خاطر دنیا کی نعمتوں کو قربان کر کے تکالیف وعذاب کو ترجیح دی...... تاریخ سنہرے حروف سے داستان کشمیر میں آپا آسیہ اندرابی کا باب لکھے گی۔

جولائی 2016 یوم سیاہ کو حافظ سعید صاحب نے کہا: میری بہن آسیہ اندرابی نے مجھے پندرہ منٹ رو رو کر فون پر کہا حافظ صاحب آپ لوگ کب آئیں گے...... حافظ صاحب نے کہا: میں اپنی بہن کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آ رہے ہیں...... ان شاء اللہ

سید صلاح الدین صاحب نے کہا کہ کشمیریوں کو ہسپتال سے نکال نکال کر بچوں کو سکولوں سے نکال کر فوج ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنا رہی ہے۔ کشمیری تو اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں...... ہمیں اب خونی لکیر کو عبور کرنا ہوگا۔

میری بہنو! ہمیں اپنی کشمیری ماں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھنا ہے...... کشمیر کو آزاد کروانا ہے...... ہمیں بھی آسیہ بنت مزاحم اور آسیہ اندرابی جیسا عزم و استقلال اپنے اندر بیدار کرنا ہے...... ہمیں اپنے بھائیوں، شوہروں اور باپوں کو محاذ کشمیر کے لیے تیار کرنا ہے...... تاکہ کشمیر کے یوم سیاہ ختم ہو جائیں...... کشمیر کا جو ہر دن یوم شہدا ہوتا ہے وہ یوم مسرت بن جائے......!

یہی وقت ہے آگے بڑھنے کا کچھ کر گزرنے کا تو پھر دیر کس بات کی...... اٹھیے اور تیار ہو جایے...... ہمیں صف اول میں کھڑا ہونا ہے۔

26 محرم الحرام 1438ھ 28 اکتوبر 2016، جمعۃ المبارک

علم کا متلاشی

’’امی جان! میں نے نہیں پڑھنا......‘‘

حذیفہ سکول سے واپسی پر گھر میں داخل ہوتے ہی اپنا بھاری بھرکم بستہ اپنی امی جان کو تھماتے ہوئے بولا۔

’’کیا ہوا بیٹا؟ آپ نے کیوں نہیں پڑھنا؟ چلو جلدی کرو، یونیفارم تبدیل کرو اور میں کھانا لگا رہی ہوں۔‘‘

حذیفہ نے یونیفارم تبدیل کیا اور منہ ہاتھ دھو کر دسترخوان پر اپنی امی کے پاس بیٹھ گیا اور ایک مرتبہ پھر اپنا مطالبہ دہرایا:

’’امی جان! میں نے اب نہیں پڑھنا......‘‘

حذیفہ کی امی نے کہا:

’’بیٹا! بسم اللہ پڑھو اور پہلے کھانا کھالو۔‘‘

حذیفہ نے نا چاہتے ہوئے بھی چند لقمے لیے اور اپنی امی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ حذیفہ کی امی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا:

’’کیوں بھئی! میرا بیٹا کیوں نہیں پڑھنا چاہتا؟‘‘

حذیفہ بڑے لاڈ پیار میں بولا:

’’امی جان! اب میں آپ کو کیسے بتاؤں؟ بس میرا اب پڑھنے کو دل ہی نہیں چاہتا......!‘‘

’’اف بیٹا! بتاؤ تو سہی کیوں نہیں پڑھنا چاہتے؟‘‘

’’امی جان! بس مجھ سے پڑھا ہی نہیں جاتا...... سکول میں بچے مذاق کرتے ہیں اور تنگ بھی کرتے ہیں...... اگر کبھی سبق یاد نہ ہو تو ٹیچر مارتی ہیں...... بس مجھے نہیں پڑھنا......‘‘

حذیفہ کی امی سوچ میں پڑ گئیں...... اچانک گھڑی پر نظر پڑی تو تین بجنے والے تھے۔ امی نے کہا:

’’حذیفہ بیٹا! جلدی سے اٹھو...... تمھاری اکیڈمی کا وقت ہو گیا ہے۔ جب اکیڈمی سے واپس آؤ گے تو شام کے کھانے اور عشاء کے بعد میں آپ کو ایک ایسے شخص کی کہانی سناؤں گی جنھیں کئی صدیاں گزرنے کے بعد بھی لوگ بہت یاد کرتے ہیں......‘‘

حذیفہ نے بیگ اٹھایا اور اکیڈمی کی جانب چل دیا۔ اس کے ذہن میں یہی بات گردش کر رہی تھی کہ وہ کون شخص ہیں جن کو دنیا میں آج بھی یاد کیا جاتا ہے......؟ میں نے بھی اب ویسا ہی بننا ہے...... انھی سوچوں میں چھٹی کا وقت ہو گیا۔ حذیفہ نے گھر آ کر رات کا کھانا کھایا، نماز عشاء ادا کی اور اپنی امی سے کہا کہ اب وہ کہانی سنائیں......

حذیفہ کی امی کہانی سنانے لگیں......

’’ایک شخص...... جب وہ مسلمان ہوئے تو انھیں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ کیونکہ اس وقت جو استاد تھے وہ خود حضرت محمد ﷺ تھے۔ جن کی زبان مبارک سے نکلنے والا ہر لفظ سونے اور چاندی سے لکھنے والا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے پاس اور بھی بہت سے طالب علم تھے لیکن میں جن کی بات کرنا چاہتی ہوں وہ سب سے جدا تھے۔ گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ ہر وقت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ کبھی غیر حاضری نہ ہوتی۔ روزانہ ان کا ایک معمول تھا کہ نبی ﷺ کی ہر بات سنی جائے اور یاد کر لی جائے۔ اس کے لیے وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر نبی ﷺ کے پاس اپنا زیادہ وقت گزارتے تھے۔ اس دوران انھیں بھوک اور پیاس کی کوئی پروا نہ ہوتی۔ بس ایک ہی سوچ ذہن میں ہوتی کہ اگر میں کچھ دیر کے لیے ادھر ادھر چلا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی ﷺ کوئی بات بتائیں اور میں اس سے محروم ہو جاؤں۔ اسی شوق میں ایک دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے احادیث بھول جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے ایک چادر پھیلاؤ۔ چادر پھیلائی گئی تو نبی ﷺ نے کچھ پڑھا اور تین چلو پانی چادر پر ڈال دیا اور فرمایا: اس کو اپنے سینے کے ساتھ لگا لو۔ انھوں نے وہ چادر اپنے سینے کے ساتھ لگائی۔ کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد کوئی حدیث بھولا نہیں۔ وہ خود بتایا کرتے کہ جب میں احادیث سننے اور یاد کرنے کے لیے نبی ﷺ کے پاس ہوتا تو بھوک سے میری یہ کیفیت ہو جاتی کہ مجھے اپنا ہوش ہی نہ رہتا اور میں ایسی ہی کیفیت میں لیٹا رہتا۔ گزرنے والے مجھے مجنوں سمجھ کر میرے اوپر پاؤں رکھ کر گزر جاتے تھے۔ مگر میں حیاء و شرم کی وجہ سے کسی کو نہ کہتا کہ مجھے کھلا دو یا پانی پلا دو۔‘‘

یہ بات کرتے ہوئے حذیفہ کی امی نے بیٹے کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ مگر انھوں نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

’’بیٹا! اس سب کے باوجود بھی وہ علم حاصل کرنے کی تڑپ لیے نبی ﷺ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے۔ پھر بھی ان کی کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ نہ ہی تہجد میں سستی کرتے بلکہ سارا دن احادیث یاد بھی کرتے، نمازیں بھی پڑھتے، رات کو اللہ کے سامنے سجدہ بھی کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی بھی مانگتے تھے۔‘‘

حذیفہ بولا:

’’امی جان! آپ نے ان کا نام تو بتایا نہیں، میں نے بھی ان کی طرح تعلیم حاصل کرنی ہے۔‘‘

’’بیٹا! وہ نبی ﷺ کے معزز صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنھوں نے سب سے زیادہ حدیثیں ہم تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے ذریعے جو نبی ﷺ کی پیاری باتیں ہم تک پہنچی ہیں ان کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے۔ ان سے زیادہ کسی بھی صحابی نے نبی ﷺ کی پیاری باتیں ہم تک نہیں پہنچائیں۔

لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی یہ کنیت ابوہریرہ کیسے پڑی؟ تو مسکرا دیے اور بولے کہ جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا تو میرے پاس ایک چھوٹی سی بلی ہوا کرتی تھی۔ جس سے میں بڑی محبت کرتا تھا۔ رات کو اسے ایک درخت پر چھوڑ دیتا اور دن کو اس کے ساتھ کھیلتا۔ اس وجہ سے لوگوں نے مجھے ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا۔ (عربی میں ہریرہ ’’بلی‘‘ کو کہا جاتا ہے۔)

نبی ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوہریرہ ؓ نے پڑھانا شروع کیا تو ان کے پاس دور دور سے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آنے لگے اور آپ ؓ ان سب لوگوں کو جتنا بھی آپ کے پاس علم تھا، پڑھا دیا کرتے۔

میرے بیٹے! ان کا حافظہ اتنا ہو گیا تھا کہ جو احادیث انھیں زبانی یاد تھیں وہ کبھی بھی ان سے سنی جاتیں تو بالکل ویسے ہی ترتیب کے ساتھ سنا دیا کرتے۔

ایک دفعہ مسلمانوں کے خلیفہ مروان نے ارادہ کیا کہ حضرت ابوہریرہ ؓ کا امتحان لیا جائے۔ اس نے حضرت ابوہریرہ ؓ کو دربار میں طلب کیا اور اپنے کاتب کو تخت کے پیچھے بٹھا دیا کہ میں ان سے جو بھی پوچھوں تم ان کے جواب لکھتے جانا۔ مروان نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے حدیثیں سننا شروع کیں۔ وہ حدیثیں سناتے گئے اور کاتب لکھتا گیا۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کو علم نہیں تھا کہ یہاں لکھا بھی جا رہا ہے۔ آپ ؓ نے حدیثیں سنائیں اور واپس چلے گئے۔ ٹھیک ایک سال بعد مروان نے آپ کو دوبارہ دربار میں بلوایا اور وہی احادیث سنانے کو کہا۔ اب کی بار آپ ؓ نے بالکل اسی ترتیب اور بغیر کوئی لفظ چھوڑے تمام حدیثیں سنا دیں۔ تو مروان بڑا حیران ہوا اور اسے خوشی بھی ہوئی۔

یہ تو تھی ان کے حافظہ کی بات۔ بیٹا! اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ ان کی نظروں میں دنیا کے مال و متاع کی کیا حیثیت تھی۔

ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے تو رک گئے اور اونچی آواز سے کہنے لگے:

اے بازار والو! تم کتنے سست ہو؟

انھوں نے کہا:

اے ابوہریرہ ؓ کیا ہوا؟

آپ ؓ نے کہا:

وہاں مسجد میں نبی ﷺ کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو۔ وہاں جا کر اپنا حصہ کیوں نہیں وصول کرتے۔ لوگ تیزی سے مسجد کی طرف دوڑے اور ابوہریرہ ؓ ان لوگوں کے واپس آنے تک وہیں کھڑے رہے۔ جب لوگ واپس آئے تو آپ ؓ نے پوچھا: ہاں تم کیا کیا لے کر آئے ہو؟

وہ لوگ کہنے لگے:

اے ابوہریرہ ؓ! ہم مسجد میں داخل ہوئے لیکن ہم نے تو وہاں کوئی چیز بھی تقسیم ہوتی نہیں دیکھی۔ ابوہریرہ ؓ نے ان سے فرمایا:

تم نے مسجد میں کسی کو بھی نہیں دیکھا؟

لوگوں نے جواب دیا: ہاں ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے۔ کچھ نماز پڑھ رہے تھے، کچھ تلاوت اور کچھ لوگ آپس میں دینی مسائل ایک دوسرے کو سمجھا رہے تھے۔

ابوہریرہ ؓ نے فرمایا:

افسوس ہے تم پر! وہی تو محمد ﷺ کی وراثت ہے جو وہ ہمارے لیے چھوڑ کر گئے ہیں۔"

حذیفہ کو ساری بات سمجھ آ چکی تھی۔ اب وہ اپنی امی سے گویا ہوا:

"امی جان! اب میں حضرت ابوہریرہ ؓ کی طرح ہی بنوں گا۔ دل لگا کر پڑھوں گا۔ کبھی بھی بلا وجہ چھٹی نہیں کروں گا۔ جیسے بھی حالات ہوں میں پڑھائی نہیں چھوڑوں گا اور امی جان! اب میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام عبادات یعنی نماز، تلاوت، اذکار، تہجد اور اشراق..... کا بھی اہتمام کیا کروں گا تاکہ اس وجہ سے اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اور وہ میرے حافظے میں برکت ڈال دے اور میں اچھے طریقے سے پڑھ سکوں اور امی جان! سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں اب صرف نوکری اور اچھے مکان کے لیے نہیں بلکہ اسلام کو پوری دنیا میں غالب اور اپنے وطن عزیز کی خدمت کرنے کے لیے پڑھوں گا۔ ان شاء اللہ"

حذیفہ کی امی بولیں:

"شاباش بیٹا! اب کافی وقت ہو گیا ہے۔ سو جاؤ! صبح فجر کی نماز کے لیے جلدی اٹھنا بھی ہے......"

(احمد طیب)

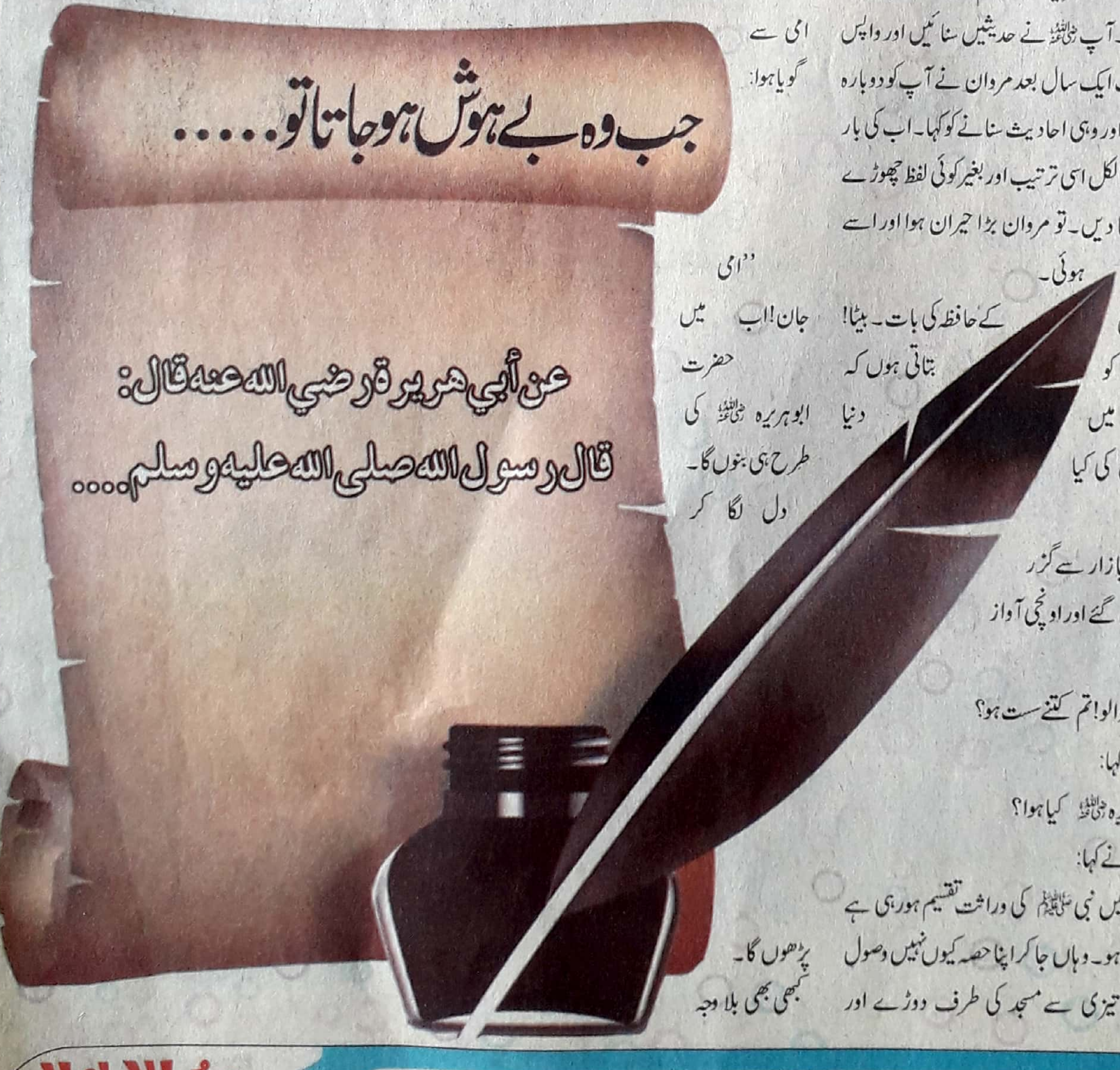

لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا ہے اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔ [الانبیاء: 1]

جو کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے وہ جہنم کے اس گڑھے میں ہوگا جہاں جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔ [ابوداؤد: 3599]

روضہ گلدستہ

اچھی اچھی باتیں

☆ انسان کی سب سے بڑی کمزوری اس کی تعریف کرنا ہے۔

☆ اللہ پاک کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے بندوں کا خیال رکھو۔

☆ جب تک حقیقت سے آگاہ نہ ہو جاؤ کوئی فیصلہ نہ کرو۔

☆ دولت مت جمع کرو کیونکہ کفن کی جیب نہیں ہوتی۔

☆ ایک ہی پتھر سے دوبارہ ٹھوکر کھانا بے وقوفی ہے۔

☆ اخلاق کا اچھا ہونا محبت الٰہی کی دلیل ہے۔

☆ دنیا کی عزت مال سے اور آخرت کی عزت اعمال سے ہوتی ہے۔

(عائشہ جاوید۔ بھکر)

جامِ شہادت

ہر سمت مچلتی کرنوں نے افسوں شب غم توڑ دیا ہے
اب جاگ اٹھے ہیں دیوانے دنیا کو جگا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پہ ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے
سوچا ہے کفیل اب کچھ بھی ہو ہر حال میں اپنا حق لیں گے
عزت سے جیے تو جی لیں گے ورنہ جام شہادت پی لیں گے

(حفصہ مصطفی۔ بھکر)

امن کا گہوارہ

پاکستان امن کا گہوارہ ہے
اس کا روشن چمکتا چاند تارا ہے
بے گھروں کو یہ گھر دیتے والا سہارا ہے
پاکستان امن کا گہوارہ ہے
یہ لوگوں کی امیدوں کا مرکز ہے
اس پر ہے اپنی جان نثار
یہ پیارا گلشن ہمارا ہے
یہ پیارا چمن ہمارا ہے
پاکستان امن کا گہوارہ ہے
ارض چمن میں ہے شہیدوں کا لہو
اس پر اپنی جان لٹانا فرض ہمارا ہے
اس کی سرحدوں کی حفاظت کرنا فرض ہمارا ہے
اس کو ترقی کی راہوں پہ لانا فرض ہمارا ہے
آبروئے وطن کو بچانا فرض ہمارا ہے
پاکستان امن کا گہوارہ ہے
اس کا روشن چمکتا چاند تارا ہے

(ارم شہزادی۔ سمندری)

مسواک کی فضیلت

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا سبب ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو مسواک کر رہے ہوتے تھے۔

(خزیمہ بلال۔ چیچہ وطنی)

آداب ملاقات

☆ السلام علیکم سے ملاقات کا آغاز کریں۔

☆ مسکراتے چہرے سے ملنے والے کا استقبال کریں۔

☆ کسی سے ملنے جائیں تو تحفہ لے کر جائیں، اس سے محبت بڑھتی ہے۔

☆ دوسروں کی بات زیادہ سنیں، خود کم بات کریں۔

☆ ایسے وقت میں کسی کے پاس نہ جائیں جو اس کے آرام کا وقت ہو۔

(مریم سرفراز۔ شاہ کوٹ)

ہمیں چاہیے کہ ہم!

عبادت کریں رحمٰن کی
تلاوت کریں قرآن کی
بات کریں ایمان کی
مدد کریں مسلمان کی
قدر کریں انسان کی
عزت کریں مہمان کی

(حفصہ افضل۔ ملتان)

میری پیاری دعا

اللہ مجھے حافظ قرآن بنا دے
قرآن کے احکام پر تو مجھ کو چلا دے
ہو جائے سبق یاد مجھے جلد الٰہی
اللہ میرا حافظہ مضبوط بنا دے
سستی ہو میری دور اٹھوں جلد سویرے
قرآن کا مسکن میرے سینے کو بنا دے
خصلت ہو شرارت کی میری دور الٰہی
سنجیدہ بنا دے مجھے سنجیدہ بنا دے
استاد ہو موجود یا باہر کہیں مصروف
عادت تو میری شور مچانے کی مٹا دے
اللہ مجھے حافظ قرآن بنا دے
احکام قرآن پہ تو مجھ کو چلا دے

(عاصم۔ پنڈ شہیداں)

میری زندگی

میری زندگی کی جب بھی کوئی داستان لکھنا
میرے دشمنوں میں فقط ہندوستان لکھنا

(سعد آصف بھٹی۔ ستیانہ بنگلہ)

بلاشبہ یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں سوال کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں تھیں۔ [یوسف: 7]

دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اللہ کے ڈر سے رونے والی اور اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والی۔ [صحیح الترغیب: 3322]

آسیہ مزاحم سے آسیہ اندرابی تک

(حمیرا۔ لاہور)

اریان بن ابو ولید وہی ہے جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں مصر کا حکمران تھا گویا سیدہ آسیہ اس حکمران کی پڑپوتی تھیں مگر ان کی اصل شہرت فرعون کی بیوی کے ساتھ ہے اور یہ وہی فرعون ہے جو موسیٰ کے دور میں مصر کا حکمران تھا جس پر اللہ نے جس قدر زیادہ دنیاوی انعامات فرمائے وہ اسی قدر نافرمان و سرکش ٹھہرا۔

ہوا یوں کہ ایک دن وہ فرعون کی لڑکی کو کنگھی کر رہی تھی کہ اچانک کنگھی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا: بسم اللہ۔ اس پر فرعون کی لڑکی نے پوچھا: کیا میرے باپ کے علاوہ تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ یہ سعادت مند خاتون جو دعوت توحید قبول کر چکی تھی اور دین موسیٰ پر لبیک کہہ چکی تھیں بلاخوف و خطر اعلان کرتی ہے۔ ہاں! میرا رب وہ ہے جو تیرے والد کا ہی نہیں بلکہ ہر چیز کا رب ہے۔ فرعون کی لڑکی نے غصے میں آ کر اس کے منہ پر طمانچہ رسید کرتے ہوئے سخت زدوکوب کیا اور ساتھ ہی اپنے والد کو اس کی اطلاع کروائی۔ جس پر فرعون نے خود اسے پوچھا کہ کیا تم میرے علاوہ کسی اور رب کی عبادت کرتی ہو؟ اس نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی جرات سے کہا: ہاں میں صرف اسی رب کی عبادت کرتی ہوں جو میرا ہی نہیں بلکہ تیرا اور ہر چیز کا رب ہے۔ فرعون یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور اسے سخت ترین سزا دی۔

ایک مرتبہ پھر فرعون اس کے پاس آیا اور کہا: کیا تم اپنے عقیدے سے باز نہیں آؤ گی؟ اس نے نہایت استقامت سے جواب دیا: میرا، تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہی ہے۔ یہ سن کر فرعون نے اس کے سامنے اس کے لخت جگر کو ذبح کر دیا۔ جب اس بچے کی روح پرواز کر رہی تھی تو بچے نے اپنی والدہ کو خوشخبری سناتے ہوئے تسلی دی کہ اماں خوش ہو جاؤ! تمھارے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات تیار کر رکھے ہیں۔

ایک داستان امتحان ختم ہوئی تو دوسری شروع ہو جاتی ہے مگر سیدہ آسیہ علیہا السلام کو قدرت اپنے مظاہر رحمت کا مشاہدہ کروا دیتی ہے کہ اس اعزاز شہادت کو پانے والی سعادت مند خاتون کو جنت میں اعلیٰ درجات اور انعامات و اکرامات سے نوازا جاتا ہے۔ جس سے ان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

فرعون نے فوری اپنی کابینہ کو بلا کر پوچھا: تمھیں میری بیوی آسیہ بنت مزاحم کے متعلق کچھ معلوم ہے۔ انھوں نے حرم شاہی کی تعریف کی مگر فرعون نے کہا: وہ میرے علاوہ کسی اور رب کی عبادت کرتی ہے جس پر چند لمحات قبل آسیہ کی تعریف میں درباری بولے: اسے قتل کر دیجیے۔ فرعون نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے جسم میں میخیں لگا کر پھینک دیا مگر آنکھوں سے جنت کا مشاہدہ کرنے والی اسی جنت کی خواہش کرتی ہے:

"اے اللہ! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں گھر تعمیر فرما!" [التحریم]

آسیہ جنت کی خواہش پر مسکراتی ہیں۔ فرعون نے یہ دیکھ کر اپنے درباریوں سے کہا: اس کی دیوانگی قابل دید ہے کہ ہم اسے عذاب دے رہے ہیں اور وہ مسکرا رہی ہے۔ اسی دوران یہ خاتون جنت اس دنیا کو الوداع کہہ کر درجہ شہادت سے جنت میں پہنچ جاتی ہے۔

وہ خوش قسمت آسیہ جس کے مقدر میں پیغمبر کی پرورش آئی اور جس نے شجر نبوت کی آبیاری میں دنیا کو حقارت سے ٹھکرا کر اس شجر رسالت کو اپنے خون جگر سے سینچا......

سیدہ آسیہ علیہا السلام کی استقامت اور صبر تو آپ نے دیکھ لیا آج بھی دنیا میں ایک فرعون مودی ہے اس کے مقابل ایک آسیہ بھی موجود ہے۔

جی ہاں! آپا آسیہ اندرابی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ انکا تعارف عالم اسلام اور عالم کفر کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ جب ہندو پلید نے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کیا تو یہ نڈر خاتون اسلام ہندوؤں کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔ کتنے ہی برس گزر گئے لیکن اس کے پایہ استقلال میں کمی نہ آئی۔ ایک وہ آسیہ تھی جسے فرعون نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا لیکن اس کے جذبہ ایمانی کو کوئی بھی ختم نہ کر سکا...... کوئی اسے غیر اللہ کے سامنے نہ جھکا پایا۔ ایک یہ آسیہ جسے کئی بار ہندو بنیے نے قید و بند کی سزائیں دیں...... ہر طرح کا تارچر کیا، نظر بند کیا...... ذہنی اذیتیں دیں لیکن اس کے حوصلے ولولے اور آزادی حاصل کرنے کے جذبے میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا بلکہ جذبہ ایمانی بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے......

ایک وہ آسیہ تھی جس کا جرم اللہ واحد کی توحید کا پرچار کرنا تھا اور اسی پر ثابت قدمی تھی...... ایک یہ آسیہ ہے...... اس کا بھی جرم ایک مجاہد مسلمان ماں کی مجاہد بیٹی ہونا ہے اس کا جذبہ بھی توحید کا پرچار ہے...... ایک وہ آسیہ تھی جس نے عیش و عشرت کی دنیا کو ٹھوکر مار کر ہمیشہ کی زندگی کا سامان کیا...... ایک یہ آسیہ جو دولت و عیاشی کو ٹھکرا کر جہاد کی راہ پر گامزن ہو گئی......!

ہماری ماؤں میں کوئی نوکری کرتی ہے، کوئی گھر بار سنبھالتی ہے، کوئی بچوں کو مجاہد بنانا سکھاتی ہے لیکن فرق کیا ہے سب مائیں تھک جاتی ہیں رات پڑتی ہے تو آرام کرتی ہیں۔ مگر واہ رے! میری وہ ماں نہیں تھکتی...... اس کے اعصاب شل ہو جاتے ہیں لیکن جذبہ زندہ رہتا ہے...... وہ نہ رات کی فکر کرتی ہے نہ دن کی...... بس اک لگن ہے اس کی...... اسے کشمیر آزاد کروانا ہے...... اسے اپنے کشمیریوں کو کھلکھلاتا ہوا دیکھنا ہے...... اسے اپنے جان سے پیارے پاکستانیوں کے ساتھ رہنا ہے......

بقیہ صفحہ نمبر 7 پر

بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔ [النجم: 27]

اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔ [الزخرف: 14]

بقیہ فتنے کا خاتمہ

سیف اللہ کی لہراتی ہوئی تلوار مسیلمہ کے لیے موت کا پیغام تھی وہ چاہتا تھا کہ معاملہ بات چیت سے ٹل جائے کہ خالد عقاب کی طرح جھپٹے۔"

لشکر سے ایک آواز ابھری۔ سب باغ میں گھس جاؤ، جلدی کرو باغ میں داخل ہو کر دروازہ مضبوطی سے بند کرلو...... یہ سننا تھا کہ بنوحنیفہ باغ میں گھس گئے۔

حضرت براء اور ابو دجانہ نے شاہین کی سی جھپٹ سے دیوار کو عبور کیا اور باغ میں کود پڑے...... لشکر اسلام کے حوصلے بڑھ گئے...... باغ کا دروازہ کھلا تو سب کود پڑے...... میدان جنگ نئے سرے سے گرم ہو چکا تھا...... کہ بالآخر بنوحنیفہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ وہ باغ جس میں دشمن جان بچا کر گھس گیا تھا تاریخ میں "حدیقۃ الموت" یعنی موت کا باغ کہلایا۔

یہیں پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے مسیلمہ کے جرنیل کو قتل کیا اور وحشیؓ نے مسیلمہ کے جھوٹے وجود سے دھرتی سے پاک کر دیا...... مسیلمہ کو قتل کر کے حضرت وحشیؓ نے امیر حمزہؓ کی شہادت کا کفارہ ادا کیا کیونکہ میدان احد میں وحشیؓ نے ہی حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور اس جنگ میں اسی لیے شریک ہوئے تھے کہ کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دے سکیں۔

جنگ تھم چکی تھی...... مسیلمہ مارا گیا...... لشکر دشمن بکھر چکا تھا، یمامہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھی تھی...... حضرت خالد بن ولیدؓ کے تیز وتند اقدام سے دشمن قلعہ بند ہو کر بھی نہ بچ سکا تھا...... یہ ہے شان مومن!

اگرچہ اس جنگ میں مسلمانوں کا بھی نقصان ہوا۔ ستر سے زائد حفاظ کرام شہید ہوئے۔ اسی سانحہ کے بعد کلام اللہ کو کتابی صورت میں جمع کیا گیا...... لیکن تاریخ کے اوراق پر مومنوں نے یہ تحریر کر دیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسولﷺ کی اطاعت اور دفاع اسلام میں ایک جان کیا ہزار جانیں بھی ہوں تو قربان کر دیں گے...... اور قوت ایمانی کے آگے ظلم نہیں ٹھہر سکتا...... توپ وتلوار جرأت ایمانی کو کمزور نہیں کر سکتے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے:

"اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم مومن ہوئے......"

(جویریہ بتول۔ چکوال)

زرافہ

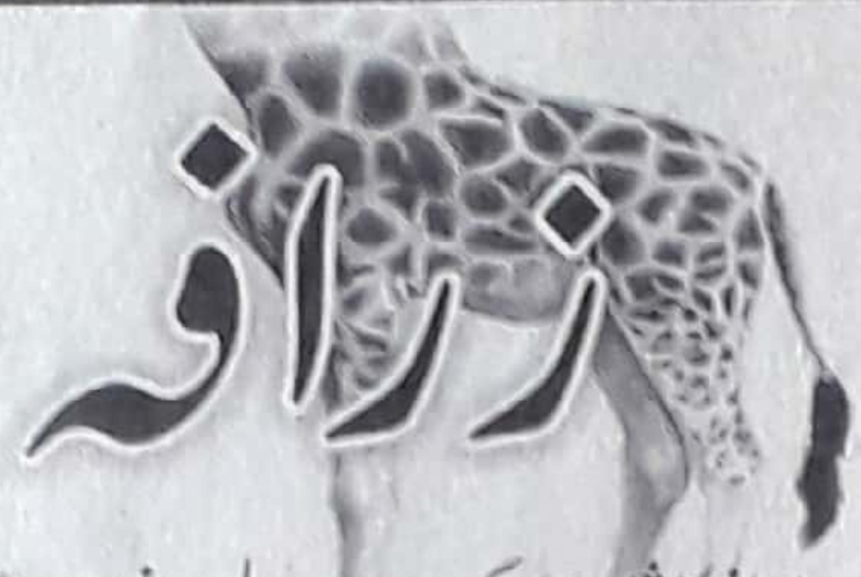

زرافہ کا شمار دنیا کے سب سے لمبے جانوروں میں ہوتا ہے۔ یہ افریقہ کا جگالی کرنے والا جانور ہے۔ زرافہ کی گردن اور ٹانگیں بہت لمبی ہوتی ہیں، ان ٹانگوں کی وجہ سے وہ بہت تیز دوڑ سکتا ہے اور لمبی گردن کی بدولت اونچے اونچے درختوں سے پتے بڑی آسانی سے کھالیتا ہے۔ اس کی زبان بھی کافی لمبی ہوتی ہے۔ زرافہ کی کھال پر بڑے بڑے سیاہ دھبے ہوتے ہیں اور ان دھبوں کے درمیان باریک باریک دھاریاں ہوتی ہیں جو زیبرے کی دھاریوں سے ملتی جلتی ہیں۔ زرافہ کا چہرہ اونٹ کے چہرے سے مشابہہ ہوتا ہے اور اس کی جلد کے دھبے چیتے کے دھبوں جیسے ہوتے ہیں۔

زرافہ کی نو مختلف اقسام پائی جاتی ہیں اور اس کی یہ اقسام اس کی جلد کے دھبوں سے پہچانی جاتی ہیں یعنی مختلف النوع زرافوں کے جسم کے دھبے مختلف ہوتے ہیں جو انہیں ایک دوسرے سے جدا رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

زرافہ کے سر پر چھوٹے چھوٹے گول سینگ ہوتے ہیں جو عمر کے ساتھ بڑھتے بڑھتے پانچ انچ تک بڑے ہو جاتے ہیں۔ زرافہ کے یہ سینگ اس کا موثر ہتھیار ہوتے ہیں جو لڑائی کے وقت اس کے سر کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور دشمن کو پسپا بھی کرتے ہیں۔

نر زرافہ کا قد اور وزن مادہ زرافہ کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نر زرافہ عام طور پر اٹھارہ سے بیس فٹ تک لمبا ہوتا ہے اور وزن سولہ سو کلوگرام کے قریب ہوتا ہے جبکہ مادہ زرافہ کا قد سولہ فٹ اور وزن آٹھ سو تیس کلوگرام ہوتا ہے۔

ایک صحت مند زرافہ جنگل کی آزاد فضا میں پچیس سے تیس سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ زرافہ افریقہ کے جنگلوں میں گھومتا پھرتا ہے، جہاں اسے کھانے کے لیے اونچے اونچے ہرے بھرے درخت اور وسیع سرسبز میدان میسر آتے ہیں۔ زرافہ ایسا جانور ہے جو پانی کے بغیر کئی دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ اپنی پیاس پتوں میں موجود نمی سے پوری کر لیتا ہے۔

(سیف الرحمٰن۔ کراچی)

بقیہ قتل کا منصوبہ

یہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ اس نے یہ کہہ کر اس خبر کو ماننے سے انکار کر دیا کہ ساری دنیا مسلمان ہو سکتی ہے لیکن عمیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایک دن اس کے گھر پر دستک ہوئی۔ وہ باہر نکلا تو سامنے عمیرؓ کھڑے تھے۔

صفوان نے غور سے ان کی طرف دیکھا۔ اسے یوں لگا کہ جیسے وہ اس عمیر کو نہیں دیکھ رہا جسے اس نے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ یہ عمیرؓ تو بالکل ہی کوئی دوسرا شخص دکھائی دیتا تھا۔

صفوان نے ان پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی:

"عمیر! مجھے یقین ہے کہ تمہارے متعلق میں نے جو کچھ بھی سنا، وہ غلط تھا، تم اپنے باپ دادا کا دین نہیں چھوڑ سکتے...... بتاؤ...... تمہارا چہرہ بدلا بدلا لگ رہا ہے...... بتاؤ تم پر کیا کوئی مصیبت آن پڑی ہے؟"

حضرت عمیرؓ نے اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا پورا موقع دیا پھر سارا واقعہ سنایا اور پوچھا:

"صفوان! کیا تم نے ہمارے درمیان ہونے والی باتیں کسی اور شخص کو بتائی تھیں؟"

صفوان نے کہا:

"نہیں...... میں نے اس راز کو ہمیشہ اپنے تک ہی رکھا تھا۔"

تب حضرت عمیرؓ بولے:

"میں نے اسی لیے اسلام قبول کر لیا ہے اور مدینہ میں رہتے ہوئے میں نے اسلام کی تعلیمات بھی سیکھی ہیں اور قرآن بھی یاد کیا ہے اور اب میں یہاں رہ کر اسلام کی تبلیغ کروں گا اور سب سے پہلے تمہیں اس سچے دین کی طرف بلاتا ہوں۔"

"میں تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں، جو بیٹے کی زندگی کی خاطر اپنے باپ دادا کا دین بدل لوں گا...... عمیر! تم نے بہت برا کیا...... تم تو پہلے دن ہی سے اس نئے دین کے لیے ہمدردی رکھتے تھے اور آج تم مجھ سے محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کی بجائے اس کا دین قبول کرنے کی بات کرتے ہو...... مگر یاد رکھو آج کے بعد میں تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔"

اور صفوان نے عمیرؓ کی مزید کوئی بات نہ سنی اور گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

وہ سب کے سب اکٹھے ہمارے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔ [یٰسین: 32]

کہہ دیجیے حق آگیا اور باطل پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔ [سبا: 49]

قاضی کی ذہانت

ایک تاجر کا مال چوری ہو گیا۔ لوگوں نے شک کی بنیاد پر دو لوگوں کو پکڑ لیا اور انھیں قاضی کی خدمت میں لے گئے۔ انھوں نے قاضی کو بتایا کہ ہمیں ان دونوں آدمیوں پر شک ہے، البتہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ان میں سے اصل مجرم کون ہے۔ اب عدالت ہی فیصلہ کرے کہ چوری کس نے کی ہے۔

قاضی نے لوگوں کو حکم دیا کہ آپ لوگ تھوڑا انتظار کریں مجھے پیاس لگ رہی ہے، میں پہلے پانی پی لوں۔ پھر فیصلہ کروں گا۔ پھر قاضی نے اپنے خادم کو پانی کا پیالہ لانے کو کہا۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی اور ایک نہایت خوبصورت اور نفیس شیشے کے پیالے میں پانی حاضر کر دیا۔ قاضی نے پیالہ اٹھایا اور پینے لگا۔ اچانک قاضی نے شیشے کا پیالہ ہاتھ سے چھوڑ دیا اور پیالہ زمین پر گرتے ہی چکنا چور ہو گیا۔ پیالہ ٹوٹنے سے ایک دھماکا سا ہوا جس سے لوگ گھبرا گئے کہ اچانک یہ کیا ہوا؟ ابھی لوگ یہ منظر دیکھ ہی رہے تھے کہ قاضی نے ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کا گریبان پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا اور بلند آواز سے بولا: تو ہی چور ہے۔ تو ہی چور ہے۔ ادھر وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ جناب نہیں میں نے تو چوری نہیں کی۔ مگر قاضی تھا کہ اس کا گریبان پکڑ کر زور سے جھنجھوڑ رہا تھا کہ تم نے ہی چوری کی ہے۔

تھوڑی سی تگ و دو کے بعد اس شخص نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا کہ واقعی میں نے ہی چوری کی ہے۔ اب لوگ قاضی سے پوچھنے لگے کہ آپ نے چور تو پکڑ لیا لیکن ہمیں بھی بتائیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا جبکہ آپ کے پاس کوئی ثبوت تو تھا نہیں۔

قاضی نے کہا: اصل میں مجھے پیاس نہیں تھی۔ میں جانتا ہوں کہ چوروں کے دل بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ میں نے پانی کا پیالہ جان بوجھ کر منگوایا۔ میں ان دونوں کے چہروں کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے پیالہ گرایا تو اس کے کرچی کرچی ہونے کی آواز آئی۔ اس آواز سے سارے لوگ پریشان ہو گئے اور سناٹے میں آ گئے کہ یہ کیا ہو گیا۔ مگر ایک کی حالت اس کے برعکس تھی۔ اس کے چہرے پر کسی خوف یا پریشانی کے آثار نہیں تھے۔ چور ڈاکو بڑے بڑے حادثات سے نہیں گھبراتے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ایک پیالہ ٹوٹنے سے ان پر گھبراہٹ طاری ہو جائے۔ مگر ایک عام شہری ذرا سے واقعے سے خاصا متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسرا ساتھی پیالہ ٹوٹنے سے لرز اٹھا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ اصل مجرم تو ہی ہے اور اب سزا تیرے مقدر میں ہے۔

(ابو عکاشہ سیاف۔ کوٹ رادھا کشن)

دجال کہاں ہے؟

دجال بحرِ ہند کے کسی نامعلوم جزیرے پر زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات اللہ کے رسول ﷺ عشا کی نماز کے لیے دیر سے تشریف لائے اور فرمایا مجھے تمیم داری ایک عیسائی عالم جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کی باتوں نے روک لیا تھا۔ تمیم رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے حوالے سے مجھے بتایا کہ وہ آدمی سمندر کے کسی جزیرہ پر کشتی کے سمندری طوفان میں پھنس جانے کی وجہ سے وہاں پہنچ گیا تھا۔ جہاں سے ایک عورت ملی جو اپنے بالوں کو کھینچ رہی تھی۔ اُس آدمی نے عورت سے پوچھا: تو کون ہے؟ عورت نے جواب دیا: میں دجال کی جاسوس ہوں۔ تو ذرا اس محل کی طرف آ۔ میں اس محل میں چلا گیا وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو بالوں کو کھینچ رہا تھا، زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور زمین و آسمان کے درمیان اُچھل کود کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں دجال ہوں۔ پھر دجال نے پوچھا: کیا امیوں کے نبی ظاہر ہو گئے ہیں؟ اس آدمی نے جواب دیا: ہاں۔ دجال نے پوچھا: لوگوں نے اس کی اطاعت کی یا نافرمانی؟ اس آدمی نے کہا: اطاعت۔ دجال نے کہا: یہ ان کے لیے اچھا ہے۔

(مسند احمد)

(عمار عبداللہ۔ چکوال)

پیوستہ رہ روضہ سے

عائشہ عبدالرحمٰن۔ سیالکوٹ، حمزہ اکرم۔ ساہیوال، ربیعہ عباس، خدیجہ ابو حفص۔ محمود کوٹ، محمد فرحان۔ لاہور، عبداللہ اشفاق۔ الہ آباد، محمد طاہر یونس۔ فیصل آباد، حفصہ مصطفیٰ۔ بھکر، ذوالکیف بشیر، رمیصا طاہر۔ خانیوال، طلحہ عبدالرحمٰن۔ ٹوبہ، زیبا اسحاق۔ لاہور، زبیر بشیر۔ لاہور، بریرہ عبدالغفور، لاہور، زنیرہ عثمان۔ لاہور، ام حذیفہ حیدر۔ لاہور، عالیہ آصف۔ ستیانہ بنگلہ، حمنہ عمران۔ جڑانوالہ، عون اللہ جمیل۔ لاہور۔ طیبہ منظور۔ نارووال، حافظہ اسامہ ظفر۔ کمالیہ، شرجیل انجم۔ کمالیہ

روضہ کوئز

★ پیالہ ٹوٹنے پر کیا ہوا؟
★ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا کون تھا؟
★ صحت مند زرافہ جنگل کی آزاد فضا میں کتنے سال تک زندہ رہ سکتا ہے؟
★ ماڈل میں سے صدقات نام کس چیز کا رکھا تھا اور کیوں؟
★ لوگوں کی امیدوں کا مرکز کون ہے؟

انعام یافتگان

- ام ہانی۔ ایبٹ آباد
- شائستہ نیلم۔ اوکاڑہ
- حمزہ نعیم۔ فیصل آباد
- علی رضا۔ منڈی
- عائشہ جاوید۔ بھکر

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

26/234

23 ربیع الاول 1438ھ، 23 دسمبر 2016ء، جمعۃ المبارک

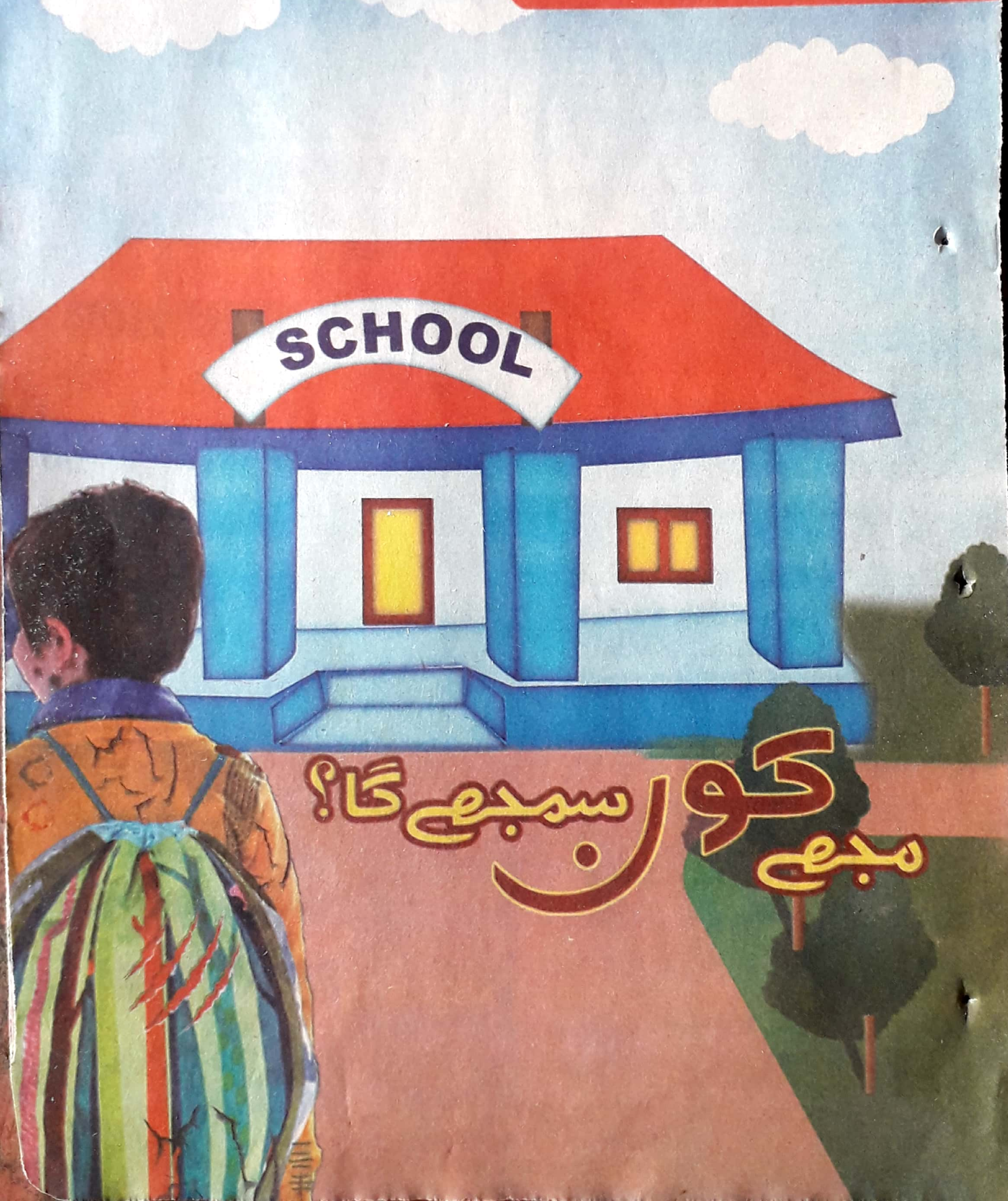

پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔ [التکاثر:8]

تمہیں روز قیامت حق والوں کے حق ضرور ادا کرنے ہوں گے حتیٰ کہ بغیر سینگوں والی کو سینگوں والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ (مسلم 2582)

"میں نا مانوں"

آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسی نعمت کے حصول کے لیے برصغیر کے لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جان کی قربانی دی اور اس کے بدلے میں پاکستان حاصل کیا۔ لیکن تب ہندو مکار نے دھوکہ کیا اور آج اسی کے نتیجے میں پاکستان کی شہ رگ کشمیر اس کے قبضہ میں ہے۔ شروع میں وہاں کے مسلمانوں نے بہت کوششیں کیں کہ بغیر لڑائی کے مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل یہ علاقہ بھی پاکستان کا حصہ بن جائے مگر جب ہندو نے نہ مانی اور وہاں کے مسلمانوں پر مظالم ڈھانے شروع کیے تو 1990ء کی دہائی میں مزاحمتی تحریک چلی۔ اس وقت نوجوانوں نے ہی ہتھیار اٹھائے اور بھارتی قبضے کے خلاف بھرپور مزاحمت کی۔ بھارت کشمیریوں کی آواز کو دبانے کے لیے ہندو نے 8 لاکھ فوج کشمیر میں داخل کر رکھی ہے۔ جو دن رات طرح طرح کے مظالم ڈھاتے ہیں۔ اگر وہ احتجاج کریں تو ان پر کبھی آنسو گیس کے شیل داغے جاتے ہیں تو کبھی مرچی بم۔ آج کل روسی ساختہ پیلٹ گن سرفہرست ہے۔ اس سے 400 چھرے بیک وقت فائر ہوتے ہیں۔ بھارتی فورسز معصوم بچوں اور بچیوں پر پیلٹ فائر کر کے اپنی درندگی کی انتہا کر رہی ہیں۔ سوشل میڈیا پر ان معصوموں کے پیلٹ زدہ چہرے دیکھ کر خوف آ جاتا ہے۔ پیلٹ گن کے استعمال سے پہنچنے والے ناقابل قبول نقصان سے اٹھنے والے شور کی بنا پر وادی کشمیر میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

تجزیہ نگاروں کے نزدیک کشمیر میں ریفرنڈم ضروری ہے، ان کے خیال میں کشمیریوں کو ڈنڈے کے زور پر ساتھ نہیں رکھا جا سکتا وہ آزادی چاہتے ہیں لیکن بھارت کی "میں نہ مانوں" کی رٹ جاری ہے۔

ٹیچر کی آواز سے معصوم عبدالحنان کے دل کی دنیا تہہ و بالا ہو رہی تھی۔ وہ کشمیریوں کا درد اپنے دل پر اترتا محسوس کر رہا تھا۔ وہ جب گھر واپس آیا تو خاموش سا تھا۔ چھوٹے بہن بھائی ٹی وی پر کارٹون چینل پہ ہندوؤں کے بھگوان بھیم کے کردار کی پھرتیوں کو دیکھنے میں مشغول تھے۔

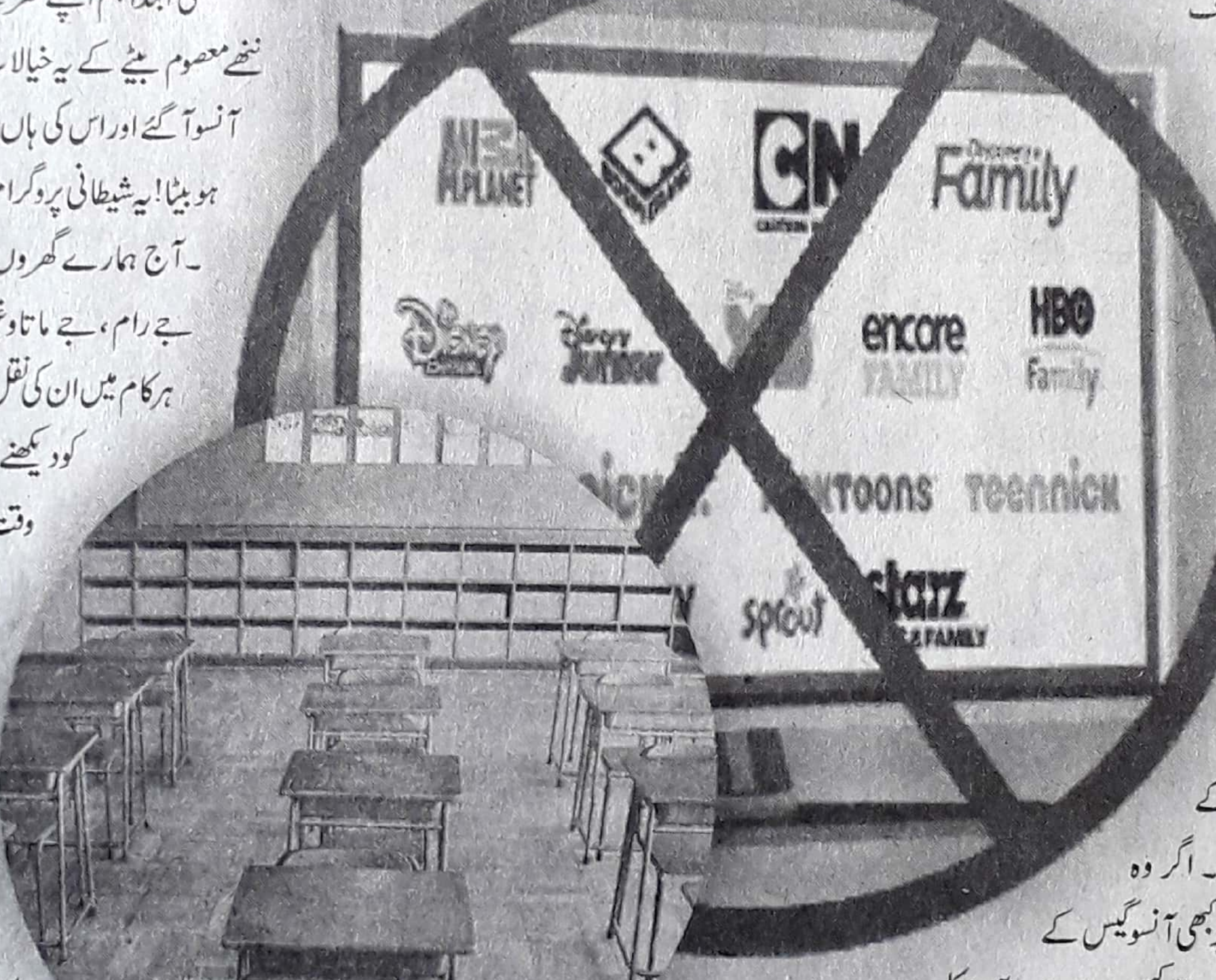

اس نے سوچا منافق اور ہمیشہ سے دھوکے باز بھارت مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے اور ہم انھی کی باتیں کرتے ہیں اور وہ ہمیں اچھے لگتے ہیں۔

بھارت کتنے سالوں سے مظلوم کشمیریوں پر ظلم کی انتہا کر رہا ہے اور ہم اسی بھارت کو پسندیدہ ملک اور دوست بنا رہے ہیں۔

امی! امی! اس نے اپنی ماں کو پکارا! ماں کچن میں کام کر رہی تھی۔ اس کی آواز سن کر باہر نکلی۔ امی آج سے ہمارے گھر میں ٹی وی نہیں چلے گا اور نہ ہی انڈیا کے چینلز دیکھے جائیں گے۔ پھر عبدالحنان نے کلاس میں ٹیچر کی باتیں ماں اور بہن بھائیوں کے سامنے دہرائیں۔

ماں! جیسے انڈیا نے چین میں بننے والی چیزوں کا اور چین کا پاکستان سے بہتر سفارتی تعلقات کی وجہ سے بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ ایسے ہی ہم انڈیا کے چینلز کا بائیکاٹ کریں گے اور اس کی ابتدا ہم اپنے گھر سے شروع کریں گے۔ اپنے ننھے معصوم بیٹے کے یہ خیالات سن کر ماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ تم ٹھیک کہتے ہو بیٹا! یہ شیطانی پروگرام دین سے دوری کا سبب ہیں۔ آج ہمارے گھروں میں لا الہ الا اللہ کی بجائے جے رام، جے ماتا وغیرہ کی آوازیں آتی ہیں۔ ہم ہر کام میں ان کی نقل کرتے ہیں، جتنا وقت ٹی وی کو دیکھنے میں ضائع کیا جاتا ہے اگر وہی وقت ہم دین کو سمجھنے میں لگا دیں اس سے نہ صرف ہماری دنیا سدھرے گی بلکہ آخرت میں بھی درجات بلند ہوں گے۔ ان شاء اللہ

عبدالحنان نے ماں کی باتوں پر عمل کرنے کا دل میں پکا عہد کیا اور میجر راجا عزیز بھٹی (نشان حیدر) کی پسندیدہ نظم کے مصرعوں کو بڑے جذبے سے پڑھنے لگا۔

اے جذبہ دل اگر میں چاہوں
ہر چیز مقابل آ جائے
منزل کی طرف دو گام چلوں
اور سامنے منزل آ جائے

(تحریم امجد۔ میاں چنوں)

بری ہلاکت ہے ہر طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔ [الھمزہ:1]

مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے ہر چیز اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے۔ [مسند احمد: 9937]

وہ فارس کا باسی

پیارے بچو!

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک عظیم صحابی رسول ﷺ تھے۔ ان کی کہانی ہم آپ کو انھی کی زبانی سناتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اصفہان کے علاقہ کا ایک فارسی النسل نوجوان تھا۔ جس بستی میں ہم رہتے تھے۔ میرا باپ اس بستی کا سردار تھا وہ تمام بستی والوں سے مال دار، بارعب و دبدبہ کا مالک تھا۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا تھا۔ میں کچھ بڑا ہوا تو گھر میں ہی مجوسیت کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اس میں بہت زیادہ محنت کی اور اس میدان میں خاص مقام حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ مجھے اس آگ کا نگران بنا دیا گیا جس کی ہم روز پوجا کرتے تھے۔ اسے جلا کر رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ میں اسے دن رات میں ایک لمحہ بھی بجھنے نہ دیتا تھا۔

میرا والد ایک بڑا جاگیر دار تھا۔ ہر سال کافی مقدار میں غلہ ہمارے گھر آتا تھا۔ اس جاگیر کی دیکھ بھال میرے والد کرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی ضروری کام میں مصروف ہو گئے اور کہا کہ بیٹا میں آج کھیتوں میں نہیں جا سکا میری جگہ آپ جائیں اور کھیتوں کی نگرانی کریں۔ میں گھر سے تو اپنی جاگیر کی نگرانی کرنے کے لیے نکلا لیکن مجھے راستے میں ایک گرجا گھر سے گزرنا پڑا۔ مجھے ان دنوں عیسائیت یا دوسرے مذاہب سے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ اس لیے میرے والد مجھے گھر سے کسی بھی وقت باہر نہ نکلنے دیتے تھے۔ اس روز جب میں نے گرجا سے عیسائیوں کی اجتماعی آوازیں سنیں تو میں بے اختیار اس کے اندر چلا گیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ سب عبادت میں مصروف ہیں تو مجھے ان کا دین پسند آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: خدا کی قسم! یہ دین تو اس سے کہیں بہتر ہے جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے اور اس دن میں جاگیر کی نگرانی کے لیے نہ گیا۔ میں نے وہاں عبادت کرنے والوں سے پوچھا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ شام میں۔ جب رات ہوئی تو میں اپنے گھر آیا۔ باپ نے مجھ سے پوچھا کہ آج دن بھر کیا کام کیا؟ میں نے عرض کیا: ابا جان!

آج کھیتوں میں جاتے ہوئے میرا کلیسا کے پاس سے گزر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اندر عبادت میں مصروف ہیں۔ مجھے ان کی عبادت کا سلیقہ بہت پسند آیا۔ میں شام تک ان کے پاس بیٹھا رہا میرا باپ گھبرا گیا اور اس نے کہا بیٹا اس دین سے کہیں زیادہ تیرے آباؤ اجداد کا دین بہتر ہے۔ میں نے کہا ابا جان ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ان لوگوں کا دین ہمارے دین سے کہیں بہتر ہے۔ میرا باپ میرا جواب سن کر بہت پریشان ہوا۔ اسے فکر ہوئی کہ کہیں میں اپنے پہلے دین کو چھوڑ نہ دوں۔ اس نے مجھے گھر میں قید کر دیا اور میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔ مجھے موقع ملا میں نے خادم کے ذریعے پیغام بھیجا کہ جب کوئی قافلہ ملک شام جانے کے لیے تیار ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایک قافلہ شام جانے کے لیے تیار ہوا۔ اہل کلیسہ نے مجھے پیغام بھجوا دیا۔ میں نے پورے زور سے جھٹکا دیا تو زنجیر ٹوٹ گئی، میں چپکے سے گھر سے نکل آیا اور قافلے کے ساتھ چل پڑا۔ چند دنوں میں ہم شام پہنچ گئے۔ وہاں میں نے دریافت کیا کہ اس ملک میں سب سے اعلیٰ شخصیت کون سی ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ چرچ کا نگران اعلیٰ پوپ۔ میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے عیسائیت میں دلچسپی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں آپ کے ہی پاس رہوں۔ عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کروں۔ اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ میں نے اس کی خدمت کی لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ آدمی اچھا نہیں ہے۔ یہ اپنے ماننے والوں کو صدقہ وخیرات کا حکم دیتا ہے اور جب وہ اپنے مال ومتاع لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے کہ اس کے ذریعے صدقہ وخیرات کیا جا سکے تو یہ سب مال خود ہڑپ کر جاتا۔ اس طرح اس نے سات مٹکے سونے اور چاندی سے بھر لیے۔ جب میں نے اس کی حرکات دیکھیں تو وہ مجھے بہت برا لگا۔ لیکن چند ہی دنوں کے بعد وہ مر گیا۔ عیسائی پیروکار جب اسے دفن کرنے لگے تو میں نے ان سے کہا۔ تمھارا مذہبی سردار کوئی اچھا آدمی نہ تھا۔ تمھیں تو صدقہ وخیرات کا حکم دیتا اور جب تم ترغیب دلانے پر لاتے تو یہ سب خود ہڑپ کر جاتا اس میں سے کچھ بھی مساکین اور یتیموں کو نہ دیتا تھا۔ انھوں نے کہا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا میں اس کا خفیہ خزانہ تمھیں دکھاتا ہوں۔

انھوں نے کہا ہاں بتایے! میں نے انھیں وہ خفیہ جگہ بتائی جہاں اس نے مال دبا رکھا تھا۔ جب انھوں نے سونے اور چاندی سے بھرے سات مٹکے دیکھے تو حیران رہ گئے۔ یہ مٹکے وہاں سے نکال لیے گئے اور سب نے فیصلہ کیا کہ اسے دفن نہ کیا جائے بلکہ اسے سولی پر لٹکا کر پتھر برسائے جائیں اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ چند دن گزرنے کے بعد لوگوں نے ایک اور شخص کو اپنا مذہبی رہنما منتخب کر لیا۔ میں نے اس کی خدمت شروع کر دی اور اس سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص بڑا عبادت گزار تھا۔ اس کی خدمت میں بہت عرصہ تک رہا۔ جب اس کی موت قریب آئی تو میں بہت پریشان ہوا اور روتے ہوئے اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ حضرت اب میں کہاں جاؤں؟ میرے لیے اب کیا حکم ہے میں کس سے تعلیم حاصل کروں۔ اس نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کہا۔ بیٹا موصل میں ایک شخص رہتا ہے۔ جو ہمارے مشن پہ قائم ہے۔ تم اس کے پاس چلے جانا۔ جب یہ فوت ہو گیا تو میں سیدھا موصل روانہ ہو گیا اور اسی شخص سے ملاقات کی جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کروانے کے بعد عرض کی۔ مجھے

اور اپنے مومن بھائیوں کو عیب مت لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو۔[الحجرات:11]

تو نیک آدمی کے علاوہ کسی کو اپنا دوست مت بنا اور تیرا کھانا نیک لوگ ہی کھائیں۔[ابوداؤد:4834]

فلاں پادری نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مذہبی تعلیم حاصل کروں۔انھوں نے مجھے آپ کے متعلق یہ بھی بتایا تھا کہ آپ بھی اس مشن پر قائم ہیں۔وہ میری باتیں سن کر بہت متاثر ہوا اور اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ میں نے اس پادری کو بہت بہتر پایا۔ یہ میرے پہلے مذہبی راہنما کی طرح عبادت گزار اور خدا ترس آدمی تھا۔لیکن تھوڑے ہی عرصے میں اس کا بھی آخری وقت آن پہنچا۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں گھر سے کس لیے یہاں آیا ہوں۔آپ ہی بتا دیں کہ میں کس کو رہنما بناؤں اور کہاں سے تعلیم حاصل کروں؟ اس نے کہا: بیٹا! الصین بستی میں ایک شخص رہتا ہے۔وہ ہمارے مشن پر قائم ہے۔اسے میرا سلام پیش کرنا اور کہنا اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔جب اسے بھی دفن کر دیا گیا تو میں سیدھا اس مذہبی رہنما کے پاس چلا گیا میں نے اپنا تعارف کروایا اور پہلے مذہبی رہنما کا سلام پیش کیا اور کہا کہ انھوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔میں مذہبی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں اور استاد کی تلاش میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔

اس نے میری بات سن کر خوشی کا اظہار کیا اور اپنے پاس رہنے کی اجازت دی۔ یہ بھی پہلے رہنماؤں کی طرح بہت نیک آدمی تھا۔لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بھی جلد فوت ہو گیا اور مرنے سے پہلے مجھے کہا: بیٹا! عموریہ بستی میں فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ۔اس کی تدفین کے بعد میں اس سے جا کر ملا اپنا تعارف کروایا سابقہ رہنما کا پیغام دیا اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی بخوشی اجازت دے دی۔ تعلیم کے ساتھ یہاں مجھے کاروبار کے مواقع بھی میسر آئے۔کاروبار میں بہت برکت ہوئی۔ بہت سی گائے بکریاں جمع ہو گئیں۔لیکن قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ انھیں بھی زیادہ مہلت نہ ملی تو جب موت قریب آئی تو حسب معمول میں نے عرض کی حضرت اب میرے لیے کیا حکم ہے۔اس نے مجھے بات بتائی: کہنے لگا کہ خدا کی قسم اب روئے زمین پر کوئی بھی شخص ایسا نہیں رہا جو ہمارے مشن پر قائم ہو۔لیکن سرزمین عرب میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جو دین ابراہیمی لے کر آئے گا۔پھر وہ اپنے وطن سے ایک ایسے علاقے کی طرف ہجرت کرے گا۔ جہاں سیاہ خشک پتھروں کے درمیان کھجوروں کے باغات ہوں گے۔اس کی چند ایک واضح نشانیاں بھی ہوں گی۔وہ ہدیہ تو کھا لے گا مگر صدقہ کی چیز نہیں کھائے گا۔اور اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر آپ وہاں جانے کی طاقت رکھتے ہوں تو میری نصیحت ہے ضرور جائیں اور ان سے ضرور ملیں۔اس مذہبی رہنما کی وفات کے بعد میں بہت عرصہ تک عموریہ بستی میں رہا۔ایک مرتبہ عرب تاجر یہاں سے گزرے میں نے ان سے کہا اگر تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ تو میں اس کے بدلے سب گائیں اور بکریاں تمھیں دے دوں گا۔انھوں نے کہا ہمیں یہ سودا منظور ہے۔

میں نے سارا مال ان کے حوالے کیا انھوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ہم وادی القریٰ پہنچے تو انھوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ مجھے مجبوراً اس کی غلامی میں رہنا پڑا۔لیکن کچھ عرصہ بعد بنو قریظہ میں سے اس کا چچازاد بھائی اسے ملنے آیا اور اس نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ یثرب لے گیا۔وہاں میں نے کھجوروں کے وہ باغات دیکھے جو مجھے عموریہ کے پادری نے بتائے تھے۔میں نے دل میں سوچا کہ یہی میری آخری منزل ہے۔میں یہاں غلامی کے دن گزارنے لگا۔دن بھر ان کا کام کرتا اور زندہ رہنے کے لیے دو وقت کا کھانا مل جاتا۔یونہی میری زندگی کے دن گزرنے لگے ان دنوں نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ میں اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے لیکن میں غلامی کی وجہ سے آپ ﷺ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا۔

تھوڑے ہی عرصے بعد آپ ﷺ ہجرت کر کے یثرب پہنچ گئے۔ میں اس وقت کھجور کی چوٹی پر کام میں مصروف تھا۔میرا آقا نیچے کھجور کے درخت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اس کا چچازاد بھائی دوڑتا ہوا آیا۔

بقیہ صفحہ نمبر:6 پر

بقیہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ گھبراہٹ کے عالم میں کہنے لگا۔ خدا بنو قیلہ کو تباہ کرے وہ آج قبا میں اس شخص کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں جو مکہ سے ہجرت کر کے آ رہا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ﷺ ہوں۔ میں نے جب کھجور کی چوٹی پر اس کی بات سنی تو میرے بدن میں کپکپی طاری ہوگئی مجھے خطرہ لاحق ہوگیا کہ میں گر نہ جاؤں۔ میں جلدی سے نیچے اترا اور بے خودی میں آنے والے شخص سے کہا۔ خدا کے لیے آپ مجھے دوبارہ بتائیں۔ کیا خبر ہے؟ میری یہ حالت دیکھ کر میرے آقا کو غصہ آیا اس نے تابڑ توڑ تھپڑ رسید کیا اور کہا چل اپنا کام کر۔

جب شام کا وقت ہوا تو میں نے کھجوروں کے تھیلے کو بغل میں لیا اور تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچ گیا۔ جہاں رسول اکرم ﷺ موجود تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ایک خدا ترس آدمی ہیں اور آپ کے ہمراہ کچھ مسافر ساتھی بھی ہیں۔ یہ میرے پاس صدقہ کی کھجوریں ہیں یہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے وہ کھجوریں لیں اور اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا: یہ کھجوریں کھالو اور اپنا ہاتھ روک لیا۔

آپ ﷺ نے اس میں سے کوئی کھجور نہ کھائی میں نے اپنے دل میں کہا یہ ایک نشانی پوری ہوئی۔ میں واپس آگیا دوسرے دن شام کو میں نے کھجوریں لیں اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یہ میں آپ کے لیے بطور ہدیہ لایا ہوں۔ آپ ﷺ نے تحفہ قبول کیا۔ خود بھی کھائیں اور اپنے صحابہ کو بھی کھلائیں۔ میں نے دل میں کہا یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوگئی۔ پھر میں تیسری دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس دفعہ آپ ﷺ جنت البقیع میں ایک ساتھی کی تدفین میں مصروف تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے دو چادریں زیب تن کر رکھی تھیں۔ میں نے سلام کیا، میں آپ ﷺ کی مہر نبوت دیکھنے کی کوشش میں تھا۔ جو عموریہ کے پادری نے بتائی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو بھانپ گئے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر ہٹا دی میں نے مہر نبوت دیکھی تو پہچان گیا۔ میں اسے چومنے کے لیے جھکا اور زار و قطار رونے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو شفقت سے مجھے تھپکی دی اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کیا بات ہے؟ کیوں روتے ہو؟

میں نے اپنی پوری داستان آپ ﷺ کو سنائی۔ آپ ﷺ نے میری داستان بغور سنی اور مجھے فرمایا کہ ان ساتھیوں کو بھی یہ داستان سناؤ۔ میں نے انھیں بھی اپنی داستان سنائی وہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ میں نے بڑی محنت سے اپنی منزل کو پایا۔

پیارے بچو! دیکھا آپ نے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دین کو حاصل کرنے کے لیے کس قدر مشکلات کا سامنا کیا اور پھر اللہ نے ان کو ان کی منزل دکھا دی۔ ہمیں بھی چاہیے کہ حق کے راستے میں آنے والی مشکلات میں ثابت قدم رہیں تاکہ اللہ کے محبوب بندوں میں ہمارا شمار ہو جائے۔

(اخت ابوسفیان۔ حیدر آباد)

غلاف کعبہ کی تیاری

غلاف کعبہ کی تیاری میں سات سو کلو گرام خالص ریشم، غلاف کعبہ کی موٹائی 98 سینٹی میٹر، اس کی اونچائی 14 میٹر ہے۔ غلاف کعبہ کا کپڑا اٹلی سے منگوایا جاتا ہے۔ اس میں 120 کلوگرام سونا، 100 کلوگرام خالص چاندی، ایک غلاف کعبہ کی تیاری 8 ماہ میں مکمل ہوتی ہے۔ اس کا آغاز کپڑے کی سلائی سے ہوتا ہے۔

اس کے کپڑے کی قیمت بائیس سے پچیس ملین ریال تک ہوتی ہے۔ اس کی تیاری کے لیے 210 افراد کام کرتے ہیں۔ اس میں ٹیلر اور پرنٹر بھی ہوتے ہیں۔ اس پر قرآن مجید کی آیات لکھوانے کا سلسلہ سب سے پہلے 761ھ میں مصر کے سلطان حسن نے شروع کیا اس کے بعد سے آج تک یہ طریقہ جاری ہے۔ ایک طرف سورہ آل عمران کی آیت نمبر 97-96 لکھی جاتی ہے۔ دوسری طرف سورہ المائدہ کی آیت نمبر 97 لکھی جاتی ہے۔ تیسری طرف سورۃ البقرۃ کی آیات نمبر 128-127 لکھی جاتی ہیں۔ چوتھی جانب اس فرماں رواں کا نام لکھا جاتا ہے۔ جس کی طرف سے غلاف کعبہ بنا کر بھیجا گیا۔ آج کل مملکت سعودیہ عرب کی کاوش سے عربی الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ 1962ء میں غلاف کعبہ کی تیاری کی سعادت پاکستان کے حصے میں آئی۔ شاہ فہد کے زمانے میں 18 جنوری 1983 کو اقوام متحدہ کی مرکزی عمارت میں رکھنے کے لیے ملت اسلامیہ کی جانب سے غلاف کا پردہ عطیہ کے طور پر دیا گیا۔ یہ پردہ نیویارک میں اقوام متحدہ کی مرکزی عمارت کے استقبالیہ میں نمایاں طور پر آویزاں کیا گیا ہے۔

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت قائم فرمائے گا اور اب ہم اس پر غلاف چڑھائیں گے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلے پرانا غلاف اتار کر زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اس کے ٹکڑوں کو غربا میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

(عبداللہ اشفاق۔ الہ آباد)

جھوٹ کی قسمیں

مقرر بنیے: سلسلہ نمبر 5

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

صدر مجلس اور حاضرین محفل!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے آج جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے اس کا عنوان ہے ''جھوٹ کی قسمیں''

کون نہیں جانتا کہ جھوٹ کسے کہتے ہیں؟...... زبان سے وہ بات کہ دینا جو دل میں نہیں۔ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔ جھوٹ منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بات ارشاد فرمائی:
''بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، سخت جھوٹا ہے۔ [المومن:28]

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ''دوزخ میں جانے والا کون سا کام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کا کام کرے گا اور جب گناہ کا کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔'' [مسند احمد]

جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جس کی وجہ سے انسان بے شمار برائیوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اگر بچپن میں جھوٹ کی عادت پڑ جائے تو ساری زندگی انسان اس کی نحوست سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اسی لیے حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:
''اے میرے بیٹے! جھوٹ سے بچ کر رہنا'' [البیھقی فی شعب الایمان:4548]

سامعین مجلس! اسلام ہمیں اتنی اجازت بھی نہیں دیتا کہ بچوں کو بہلانے کے لیے ان سے غلط بیانی کی جائے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ ہمارے گھر میں موجود تھے کہ میری ماں نے مجھے اپنے پاس بلانے کے لیے کہا: ''بھاگ کر آؤ میں تمھیں چیز دیتی ہوں۔ اس پر نبی کریم ﷺ میری ماں سے پوچھنے لگے: تم اسے کون سی چیز دینا چاہتی ہو؟ کہنے لگیں کہ میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ یہ سن کر فرمایا: ''اگر تو اس بچے کو کوئی چیز نہ دیتی تو تیرے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔'' [ابوداؤد:4991]

بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی چیز پیش کی جائے تو وہ بناوٹ سے یہ کہ دیتے ہیں کہ مجھے طلب نہیں ہے۔ حالانکہ ان کے دل میں اسی چیز کی خواہش موجود ہوتی ہے۔ ایسا کہنا بھی جھوٹ ہے۔

جھوٹ کی ایک قسم یہ ہے کہ آدمی لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اور مجلس میں لطف پیدا کرنے کے لیے کوئی من گھڑت بات بیان کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس پر افسوس اس پر افسوس۔ [ابوداؤد]

بعض دفعہ ایک شخص کو سچا سمجھا جاتا ہے اور اس کی ہر بات کا یقین کر لیا جاتا ہے لیکن وہ لوگوں کے یقین کی وجہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے اور غلط بیانی کر کے انھیں نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے جھوٹی بات کہو جبکہ وہ تمھیں سچا سمجھتا ہو۔

اسی طرح جھوٹ کی ایک قسم یہ ہے کہ انسان جو کچھ سنے اسے بلا تحقیق دوسروں سے کہتا پھرے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات دوسروں سے کہتا پھرے۔

سامعین محفل! یاد رکھیے! جھوٹ بولنے والے شخص پر کوئی اعتبار نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی عزت ہوتی ہے جبکہ سچے شخص کی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر حال میں سچ بولنا چاہیے اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ کی ہر قسم سے بچائے۔ آمین

ہرگز نہیں مسلم کا یہ شیوہ
بکتا نہیں وہ کبھی بے ہودہ
عزت ہے تو سچ میں پنہاں
بھلا جھوٹ کے پاؤں کہاں

وماعلینا الا البلاغ المبین

(سجاد الرحمٰن تاج۔ ملتان)

پیوستہ رہ روضہ سے

رضوان اللہ، فیصل آباد۔ عبدالمعید، بہاولنگر۔ عائشہ جاوید، بھکر۔ تیمور امجاد، فیصل آباد۔ میمونہ، لیہ۔ ام ہانی، گجرات،۔ بشیر احمد، بھمبر۔ مہوش طیب، گجرات۔ مناہل مشتاق، کوٹ ادو۔ عبداللہ شکیل، لاہور۔ عائزہ عباس، سرگودھا۔ حنظلہ، فیصل آباد۔ عثمان غفاری، خانیوال۔ حسنین، لاہور۔ عبیرہ سرفراز، شاہ کوٹ۔ حسن احمد، ستیانہ۔ ہادیہ خان، صالحہ خان، ملتان

روضہ کوئز

1۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کس علاقے کے رہنے والے تھے؟

2۔ راہب نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے متعلق کون سی نشانیاں بتائیں؟

3۔ انڈیا نے چین کا بائیکاٹ کیوں کر رکھا ہے؟

4۔ جھوٹ کے نقصانات 50 لفظوں میں بیان کریں۔

5۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحت کی؟

انعام یافتگان روضہ کوئز

☆ محمد عبداللہ اشفاق، لیاقت پور
☆ علی رضا، منڈی بہاؤالدین
☆ مطیع اللہ، فیصل آباد
☆ سبع زکوان، قصور
☆ داؤد بن شوکت، شیخوپورہ

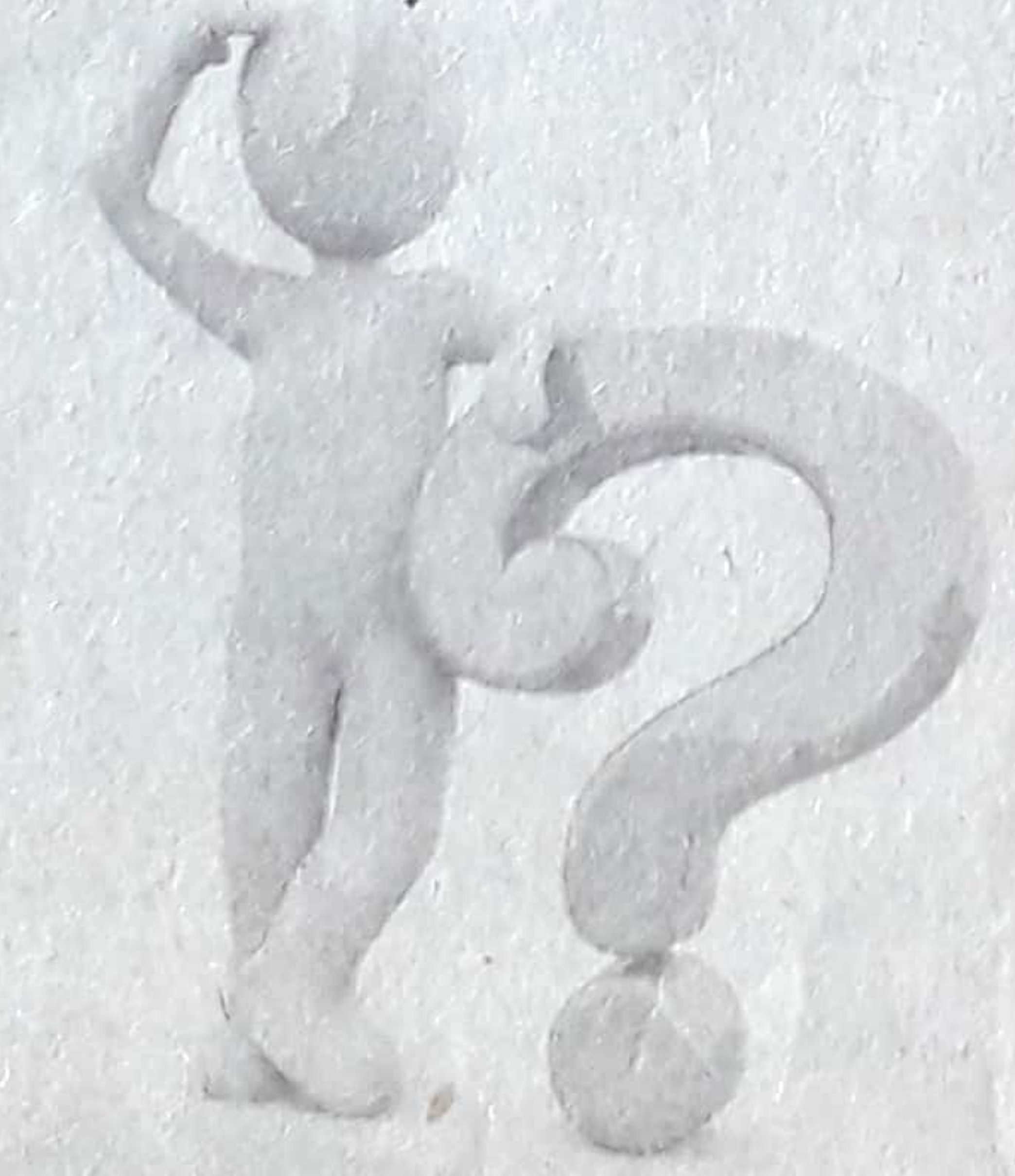

خوشبودار باتیں

☆اگر پنجرہ سونے کا ہو تو بھی آزادی کا بدل نہیں ہو سکتا۔
☆عقل مند وہ ہے جو ہر کام میں درمیانی راہ اختیار کرے۔
☆آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہوتی ہے۔
☆ظالم مظلوم کی دنیا بگاڑتا ہے اور اپنی آخرت۔
☆خاموشی کا نتیجہ سلامتی، تقویٰ کا ثمر عظمت ہے۔

(طوبیٰ عارف۔ سادوگورائیہ)

دعا

فرما گئے ہیں یہ میرے پیارے نبی ﷺ
جو کرے کوئی عیادت مریض کی
لگاتا ہے وہ غوطے رحمت میں رب کی
پاس بیٹھے جو کوئی مریض کے
ڈوب جاتا ہے وہ رحمت میں رب کی
اے اللہ یہ دعا مانگتی ہوں
یہ سعادت مانگتی ہوں
یہ سعادت مانگتی ہوں
بیماروں کی عیادت میں کروں
لگاتی رہوں غوطے رحمت میں تیری
سعادت تو مجھے بس اتنی سی دے دے
زندگی میں مہلت بس اتنی سی دے دے
غوطے لگاتی رہوں، ڈوب جاؤں تیری رحمت میں

(ثمرہ ساجد)

اخلاق و کردار

☆انسان کی پہچان اس کی خوبصورتی یا بدصورتی سے نہیں بلکہ اس کے کردار سے ہوتی ہے۔
☆دل میں اترنے کیلئے سیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔
☆زندگی کی تصویر آپ خود نہیں بناتے بلکہ آپ کا اخلاق و کردار بناتا ہے۔
ہر مشکل دراصل انسان کے کردار کا امتحان ہوتی ہے۔
انسان کے کردار اور اخلاق کی صحیح پہچان اس کے غصے کے وقت ہوتی ہے۔

(لائبہ عارف۔ سادوگورائیہ)

دوست اور بھائی

شیخ سعدی سے کسی نے دوست اور بھائی کے بارے میں پوچھا کہ دوست اور بھائی میں کیا فرق ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: دوست ہیرے کی مانند ہے جبکہ بھائی سونے کی مانند ہے وہ شخص حیران ہوا اور کہنے لگا حضرت جو خونی رشتہ ہے (یعنی بھائی) اسے آپ سونے سے منسوب کر رہے ہیں جبکہ دوستی کو اتنی بڑی قیمت یعنی ہیرے سے منسوب کیا۔
شیخ سعدی نے فرمایا: سونا اگرچہ کم قیمت ہے لیکن اگر ٹوٹ جائے تو اسے پگھلا کر اصل شکل دی جا سکتی ہے، لیکن اگر ہیرا ٹوٹ جائے تو اسے اصل شکل نہیں دی جا سکتی ہے۔ یعنی اگر بھائیوں میں وقتی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ناراضگی جلد دور ہو جاتی ہے جبکہ دوستی کے رشتے میں اگر ایک بار دراڑ آ جائے تو اسے کبھی بھی دور نہیں کیا جا سکتا۔

(ذیشان افضل)

میرا پسندیدہ شعر

الٰہی تجھی سے ہے میرا سوال
دے ایمان مضبوط اے ذوالجلال
زبان وہ عطا کر جو ذاکر رہے
تیری نعمتوں کی وہ شاکر رہے
بدن ایسا کر دے تو مجھ کو عطا
جو مصیبت میں صابر رہے اے خدا

(نامعلوم)

پھلوں کے فوائد

☆سیب دل کی حفاظت کرتا ہے۔
☆کیلا ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے اور بلڈ پریشر کنٹرول کرتا ہے۔
☆انگور آنکھوں کی صحت کے لیے بہتر ہیں اور گردے میں پتھری نہیں ہونے دیتے۔
☆مالٹا جسم میں بیماری کے خلاف دفاعی نظام کو بہتر کرتا ہے اور بے خوابی کو ختم کرتا ہے۔
☆آڑو ہارٹ اٹیک کو روکتا ہے اور ہاضمے کو بہتر کرتا ہے۔

(منیب افضل)

حکمران بیت المال کا محافظ

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے کے ہاتھ میں کانسی کا ایک ٹکڑا دیکھا جس کی کوئی قیمت نہیں تھی، انتہائی معمولی تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا بیٹے کانسی کا ٹکڑا تجھے کس نے دیا ہے؟

صاحبزادے نے جواب دیا: اباجان! یہ ٹکڑا بیت المال کے خازن (خزانے کے نگران) نے دیا ہے۔

امیر المومنین اپنے صاحبزادے کو لے کر بیت المال کے خازن کے پاس گئے اور اس کو فرمایا: تجھے یہ ٹکڑا عمر کے بیٹے کو دینے کے لیے کس نے کہا ہے؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میں نے خزانے کا حساب لگایا، گنتی کی کہ کون سا مال کتنا اور کہاں ہے؟ تو خزانے میں سونا اور چاندی پایا۔ اس پورے خزانے میں کانسی کا ٹکڑا ملا۔ چنانچہ میں نے اسے آپ کے صاحبزادے کے حوالے کر دیا۔

یہ سنتے ہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: تیری ماں تجھے گم کردے، کیا تو نے تمام مسلمانوں کے گھروں کا جائزہ لینے کے بعد کوئی ایسا گھر نہیں پایا جو حرام مال کھائے۔ اس کے لیے تجھے عمر رضی اللہ عنہ ہی کا گھر نظر آیا۔ یہ ٹکڑا لواؤ اسے اس کی جگہ رکھ دو۔

(ذیشان افضل، منیب مبارک)

”مبارک باد“

پیارے بچو! یہ اتفاق کی بات ہے کہ عیسوی سال اور ہجری سال صرف دس دن کے وقفے سے ایک ساتھ ہی شروع ہو گئے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے مجھے میرے دوست ہجری سال کی مبارک باد پیش کرتے رہے۔ جسے انگریزی میں wish کرنا بھی کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ 30 ذوالحجہ 1437 اور 1 محرم 1438 کو جاری رہا اور نئے اسلامی سال کی مبارک باد بھی شروع ہو گئی اور اب دوبارہ یعنی عیسوی سال کا پہلا دن آنے والا ہے۔ مبارک بادیں کچھ زیادہ ہی موصول ہو رہی ہیں۔ پہلے ہجری سال کی مبارک بادیں دین دار طبقے سے موصول ہوئی تھی اور اب انگریزی یا عیسوی سال کی مبارک بادیں آزاد خیال طبقے سے موصول ہو رہی ہیں...... لیکن ہم ان مبارک بادوں پر پریشان رہتے ہیں۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ مبارک بادیں وصول کرتے جائیں اور نئے سال کی خوشیاں سمیٹیں لیکن میرے لیے پریشانی یہ ہے کہ میں اتنے لوگوں کو جوابی پیغام دے کر اپنا بیلنس ختم نہیں کر سکتا۔ کافی دیر پریشان رہنے کے بعد میں نے سوچا کیوں نا اپنے چاہنے والوں کو روضۃ الاطفال کے صفحات کے ذریعے جوابی پیغام بھیجا جائے لیکن آپ کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ ہم جوابی طور پر مبارک باد کا پیغام بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے بلکہ روضۃ الاطفال کے ننھے منے قارئین کو یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ نئے سال کی آمد پر خوشی منانا یا اس حوالے سے کسی قسم کی نصیحتیں کرنا اسلامی روایات سے ہٹ کر ہیں۔ ہم چونکہ مفتی نہیں اس لیے کوئی فتویٰ نہیں لگائیں۔ صرف یہ بات سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ نہ صرف انگریزی یا عیسوی سال کی آمد پر مبارک باد دینا یا wish کرنا درست نہیں بلکہ اسلامی سال کی آمد پر بھی کسی کو مبارک باد دینا یا نصیحتیں کرنا اسلامی روایات اور ہمارے اسلاف کے طرزِ عمل کے خلاف ہے۔ کسی سال کے خاتمے اور نئے سال کے آغاز کو کسی بھی قسم کی اہمیت دینا ہمارے اسلاف کی نہیں اہل یورپ کی روایت ہے جس کی اکثریت نصاریٰ یعنی عیسائیوں پر مشتمل ہے اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”جو جس قوم سے تشبیہ اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔“ انگریز یا عیسائی اپنے نئے سال پر ایک دوسرے کو wish کرتے ہیں اور مسلمان اپنے ہجری سال پر wish کرنا شروع کردیں تو یہ عیسائیوں سے مشابہت ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

ہجری کیلنڈر کا باقاعدہ آغاز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اور اس کے بعد پھر ان کی زندگی میں کئی بار نئے سال کا آغاز ہوا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہ دن کئی بار آیا مگر ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی کہ ان ہستیوں نے نئے سال کی آمد کو اہمیت دی ہو...... لہٰذا اس کام سے بچیں۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی کریں تو یہ ضرور دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل کیا تھا۔

(حافظ عزیز، ملتان)

فرمان رسول ﷺ

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔[مسلم:40]

حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہر کام سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے نہ کہ نقصان، کیونکہ اگر کسی نے صحیح حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہ کیے تو اللہ کے دربار میں اس سے پوچھا جائے گا اور ہر چھوٹے بڑے کام کا آدمی جواب دہ ہوگا۔

رسول ﷺ نے فرمایا: تمہیں روزِ قیامت حق والوں کے حق ضرور دینے ہوں گے حتی کہ بغیر سینگوں والی بکری کو سینگوں والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔[مسلم]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم و دینار ہوں، نہ مال و متاع، آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میری امت کا مفلس وہ ہے جو روزِ قیامت نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور اس طرح آئے گا کہ کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان باندھا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، پس اس کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی کہ ابھی حقوق باقی ہوں گے تو پھر ان (ان مظلوم لوگوں) کے گناہ لے کر اس شخص پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[مسلم]

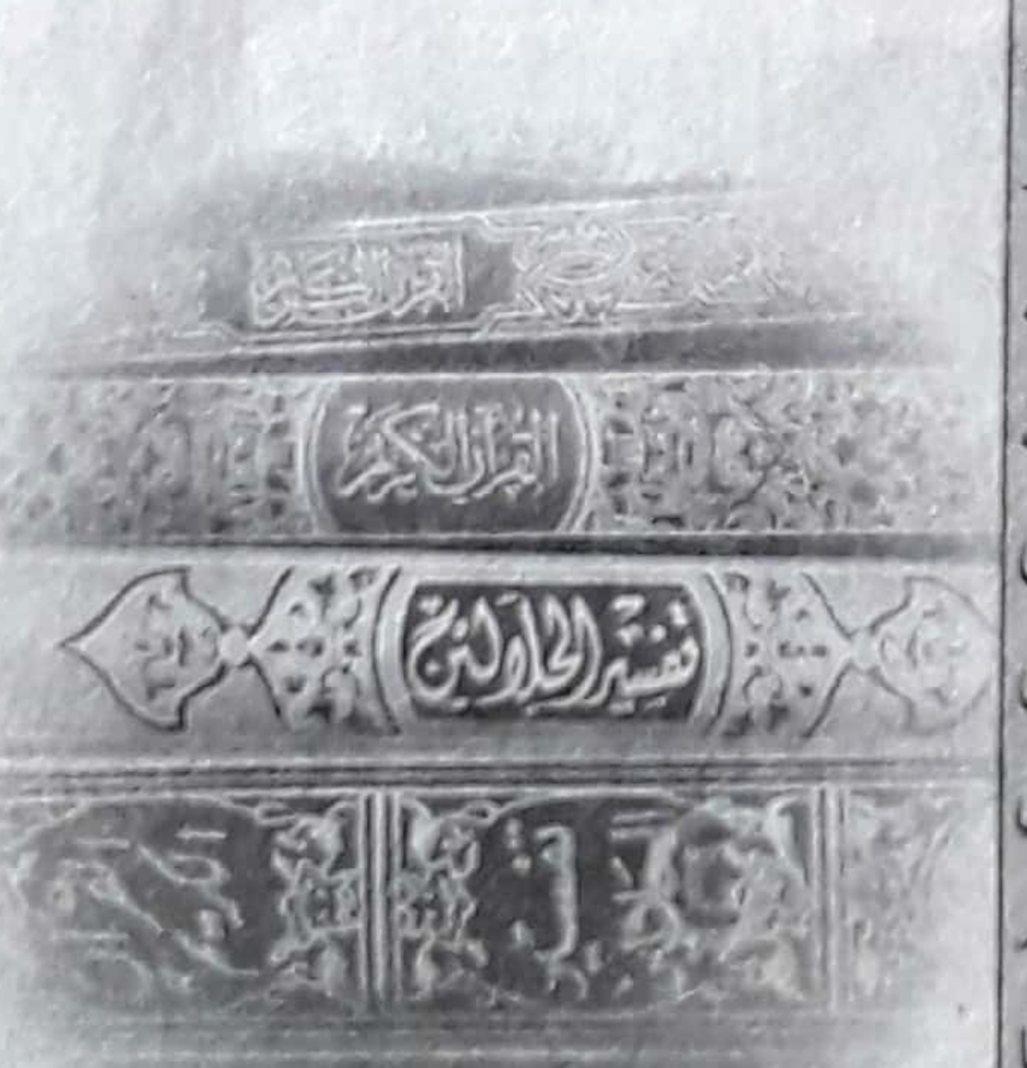

2017
کشمیر کے نام

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

16 رجب 1438ھ، 14 اپریل 2017ء، جمعۃ المبارک

جلد نمبر	شمارہ نمبر	صفحات	قیمت
17	8/242	16	6

ارسلان اور سفیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

3 پرچم کی لاج — جویریہ بتول
4 کشمیر کہانی — احمد حماس
5 ننھے سائنسدان — خلیل الرحمن
6 حمد، ملاقات — علی جان، ام آمنہ
7 خطرناک بچھو — تحریم اقبال
8,9 سفیان اور ارسلان — فیصل مغل
10 لکڑی کا راز — عبدالحمید
11 بلال کی نیکی — حافظہ مریم خالد
12 گلدستہ روضہ — ادارہ
13 فرق، حل — ادارہ
14 خط کہانی — ادارہ
15 بھولے سے نہ بھولیے — محمد عثمان

میٹھے بول

پیارے بچو! کیسے ہیں آپ؟ اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا، کھلکھلاتا اور مسکراتا رکھے۔ آمین

ہمارے ایک بھائی نے بتایا کہ ہم نئی گاڑی لے کر چار سے پانچ بھائی منگلا ڈیم کی سیر کو گئے۔ ہم نے گاڑی کھڑی کی اور ڈیم کی طرف چلے گئے۔ خوب گھومے پھرے۔ مغرب کے وقت میں چند لمحات باقی تھے تو میں نے سب بھائیوں سے کہا واپس چلتے ہیں اندھیرا ہونے والا ہے اور نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ہم یہ کہہ کر گاڑی کے قریب چلے گئے ابھی پہنچے ہی تھے گاڑی کو کھولنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو چابی غائب۔ پتہ چلا وہ تو جیب میں موجود سوراخ سے گر چکی ہے۔ اب سب کی دوڑیں لگ گئیں۔ گاڑی ریموٹ والی تھی جو کسی اور چابی سے بھی نہیں چل سکتی تھی۔ دوبارہ سارے راستوں کو ٹٹولا لیکن نہیں ملی۔ وہاں کوئی اور تھا بھی نہیں۔ اب ہمارے ذہن میں آیا کہ اللہ ہماری مدد کر سکتا ہے۔ میں نے سب بھائیوں سے کہا آپ مسلسل ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پڑھو اور میں نے اللہ سے بلند آواز میں دعا مانگی ”یا اللہ تو دنیا کے چپے چپے سے واقف ہے کوئی چیونٹی بھی تجھ سے چھپی نہیں۔ اگر ہمارے کسی گناہ کی وجہ سے ہمیں اس مشکل میں ڈالا ہے تو ہم سب تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ ہماری مشکل آسان فرما اور اپنے فرشتوں سے ہماری مدد فرما۔“

پھر ہم سب یہ دعا کرنے کے کچھ دیر بعد گاڑی کی طرف آئے تو اللہ کی قسم ہمیں یقین نہ آیا کہ وہ گاڑی جس کے چاروں طرف ہم دیکھ چکے تھے چابی نہیں ملی تھی اب اس کے ٹائر کے ساتھ پڑی ہوئی ملی۔ بے اختیار زبان سے الحمد للہ اور سبحان اللہ کے الفاظ ادا ہوئے۔ ہم نے فوراً وہاں سے روانہ ہونے کے بعد نماز ادا کی اور دو نفل ادا کیے۔ اللہ نے اس جنگل میں ہماری مدد فرمائی۔

تو پیارے بچو! اس چیز کو زندگی کا حصہ بنا لیں کہ جب بھی کوئی چیز گم ہو جائے تو اوپر والی دعا پڑھیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اللہ ضرور مدد کرتا ہے اور جب چیز مل جائے تو پھر اللہ کا شکر بھی ادا کریں۔

ان شاء اللہ اگلے شمارے میں آپ سے ملاقات ہوگی اور آپ سے باقی باتیں پھر کریں گے تب تک کے لیے ہمیں اجازت۔ جزاکم اللہ خیرا۔

عبداللہ
ایڈیٹر

PO BOX# 102, GPO, LAHORE
rozatulatfaal.pak
rozatulatfaal.pak@gmail.com
0311-6397264

بذریعہ ڈاک حاصل کرنے لیے
سالانہ رجسٹریشن فیس 200 روپے

پرچم کی لاج

جویریہ بتول

14 ہجری کا واقعہ ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے دشمنان اسلام کی سازشوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لیے ایک بڑی منصوبہ بندی کی اور تمام گورنروں سے تجاویز، کمک، سواری اور ہتھیار طلب کیے......!!

خلیفہ وقت کی پکار پر چاروں طرف سے قافلے مدینہ کی طرف اُمڈے چلے آ رہے تھے......انھیں لوگوں میں یہ صحابی رسول ﷺ بھی شامل تھے جو جذبۂ شہادت سے سرشار اپنی خدمات پیش کرنے آئے تھے......!

اسلام کا لشکر جرار ایک نامور جرنیل سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی کمان میں قادسیہ پہنچا......تو ایک شخص زرہ پہنے نمودار ہوا......میدان جنگ میں جھنڈا تھامنے کی چاہت و پیشکش کے ساتھ اپنا عہد دہرایا:

"کہ میں آخری دم تک اس پرچم کو تھامے رہوں گا......میری جان چلی جائے گی مگر پرچم کو تھامے رکھنے کے عہد کو وفا کروں گا......"

چنانچہ انھیں پرچم تھما دیا گیا......لڑائی بڑی شدت سے جاری تھی......تابڑ توڑ حملوں کا تبادلہ جاری تھا......بدلتے سماں کے ساتھ بالآخر میدان جنگ کا نقشہ بدلا......مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا اور اللہ کی زمین پر توحید کا علم لہرانے لگا......مگر اس فتح کے لیے سیکڑوں شہدائے اسلام کے خون کا نذرانہ دیا گیا تھا......وہ پاکیزہ لہو بہہ کر شرک کی آلودگی کو بہا کر توحید کی زرخیزی کے لیے راہیں ہموار کر رہا تھا......اسلام کے پودے کو پھلنے کے لیے گرم لہو سے آبیاری کی جا رہی تھی کہ انھی شہدا میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے......آپ رضی اللہ عنہ اس حالت میں شہید ہو کر گرے پڑے تھے کہ پرچم اسلام دونوں بازوؤں کی مضبوط گرفت میں تھا......اللہ کی رحمتیں ہوں......میرے نبی ﷺ کے نابینا مؤذن اور پرچم اسلام کے علمبردار پر......!!

یہ وہ صحابی تھے......جنھیں ایمان لانے والوں میں سبقت لینا نصیب ہوا تھا اور کفار مکہ کے مظالم کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹے رہے تھے......خندہ پیشانی سے تمام مشکلات کا سامنا کیا......مشکلات کی بھٹی سے آپ رضی اللہ عنہ کندن بن کر نکلے تھے......!

جب اذیتیں حدوں کو چھونے لگیں......تو پیارے آقا ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی......چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ بھی پہلے مرحلے میں ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے......جب مدینہ پہنچے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا شروع کی اور دعوت اسلام کو پھیلانے میں مصروف ہو گئے......!

جب نبی کریم ﷺ خود ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو پیارے نبی ﷺ نے آپ کو اور بلال رضی اللہ عنہ کو مؤذن نامزد کر دیا......دن میں پانچ مرتبہ اہل مدینہ کو نغمہ توحید و رسالت سنانے کا احسن فریضہ آپ کے سپرد ہوا......

پیارے نبی ﷺ ہر محفل میں ان کا خاص خیال کرتے......مسائل دریافت فرماتے......ضرورت ہوتی تو پوری فرماتے......ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے تو ہر ایک ہی یہ محسوس کرتا تھا کہ وہی رسول اللہ ﷺ کو عزیز ہے......!!!

مگر یہ تو خاص اہمیت کے حامل اس لیے بھی تھے کہ ان کے حق میں قرآن کی سولہ آیات نازل ہوئی تھیں......!

مدینہ کے لوگ ایک مؤذن کی اذان پر سحری کھانا شروع کرتے اور دوسرے مؤذن کی اذان پر بند......!

بلال سحری کے وقت اذان کہتے اور یہ صحابی فجر کے لیے......!

آپ کی عظمت و مرتبہ کا کیا مقام تھا کہ نبی محترم ﷺ نے تقریباً دس مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی غیر حاضری میں مدینہ کا نگران مقرر فرمایا......!

نبی کریم ﷺ جب فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو اس وقت بھی مدینہ کی ڈیوٹی انھی کے سپرد تھی......!

غزوہ بدر حق و باطل کے درمیان پہلا باقاعدہ معرکہ ہے......جسے یوم الفرقان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے......!

انھی مجاہدین بدر کے مقام اور شان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب آیات نازل ہوئیں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے نکل کھڑے ہونے والوں کی فضیلت بیان ہوئی تو یہ بات ان پر بہت دشوار گزری

بقیہ صفحہ نمبر 6

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اسے نبی ﷺ اپنے والد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔ (بخاری و مسلم)

اپنے مالک سے ملاقات

پیارے بچو! اگر آپ کسی سے ملاقات کے لیے جائیں تو کیسے جائیں گے؟ اچھے اچھے کپڑے پہنیں گے، تیار ہوں گے اچھی طرح اپنی صفائی کریں گے کہ میں اچھا لگوں۔ ہے نہ یہی بات؟

یہ تو دنیا کی باتیں ہیں ہمیں آخرت میں کیسے تیار ہونا ہے جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔ اس کے لیے تو سب تیاریاں کرنی ہیں۔ اچھے اچھے اعمال کرنے ہیں۔ اللہ کو راضی کرنے کے لیے اچھے لباس میں دنیا میں رہیں گے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے۔ اچھے لباس سے مراد ہے جیسا رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے پسند فرمایا ہے۔ پھر جب ہماری واپسی کا وقت آئے گا تو ہم بتا سکیں گے کہ ہم نے کیسی زندگی گزاری تھی۔ کیونکہ یہ دنیا کی زندگی کچھ عرصہ کے لیے امتحان گاہ ہے۔ ہم یہاں رہ کر اپنی آخرت بہتر کر سکیں۔ اس کے بعد ہمیں اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر اپنی زندگی بھر کی کارگزاری پیش کرنی ہے۔ اپنے مالک سے ملاقات کرنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ متفق علیہ

ام آمنہ بنت عمر۔ پاکپتن

حمد باری تعالیٰ

کہیں تو ہے باطن، کہیں تو عیاں بھی ہے
کہیں تو ہے مشکل، کہیں تو آساں بھی ہے
سراپا مغفرت بھی ذات صرف تیری ہے
شجر خطا کا مالی یہ انساں بھی ہے
خالق ہے تو ہر شے کا اس کائنات کی
تیری حجت میں کافی یہ آسماں بھی ہے
کھلائے ہیں تو نے ہی یہ پھول صحرا میں
تیری قدرت میں چھپا یہ گلستاں بھی ہے
شمس و قمر بنائی لیل و سحر بھی تو نے
تیری بڑائی میں مشغول ہر زباں بھی ہے
تشنہ لب نہیں کوئی تیرے لطف عام سے
تیری رحمت کا طلب گار سلطاں بھی ہے

علی جان سلطان۔ جھنگ

بقیہ: پرچم کی لاج

آپ کو یہ بات غمگین کر گئی کہ معذوری اور آنکھوں کی بینائی سے محرومی کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کرسکنا کتنی محرومی کی بات ہے......!!

یہی غم لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

اے اللہ کے رسول ﷺ!

''میں اگر معذور نہ ہوتا تو ضرور جہاد میں شرکت کرتا پھر زبان سے افسردگی کے عالم میں دعا نکلی کہ یا اللہ!

ہمارے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا رحم نازل فرمادے......!

اللہ کے اس بندے کی دعایوں قبول ہوتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی تھے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہوگئی......

یہ کیفیت ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

زید! لکھو۔ ''مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں۔'' [النساء:95]

تو یہی صحابی عرض کرنے لگے: جو معذور ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

نبی کریم ﷺ پر پھر وحی کے نزول والی کیفیت طاری ہوگئی، جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو کاتب وحی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پھر فرمایا:

''د کہ ''غیر اولی الضرر...... بھی لکھ دو یعنی جنھیں کوئی عذر نہ ہو محتاج نہ ہوں پھر بھی نہ نکلیں...... یہاں محتاجوں، معذوروں کو رخصت دی گئی۔ نابینا صحابی کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا کہ دل کو قرار دینے والا حکم نازل ہو چکا ہے...... لیکن جذبہ ایمان و شوق شہادت کا عالم دیکھیے کہ دل میں خیال آیا کہ میدان جہاد میں کوئی نہ کوئی خدمت کر کے اللہ کی رضامندی اور قرب حاصل کیا جائے...... تو کیا ہی سعادت کی بات ہو......؟؟

اس کے بعد یہی کوشش ہوتی کہ کوئی میدان چھوٹنے نہ پائے اور اپنے لیے جو کام ذمہ لیا ''اسلام کے پرچم کو لہرانے کا تھا'' فرماتے تھے کہ مجھے لشکر اسلام کا پرچم تھما دیا کرو کیونکہ میں اگر دیکھنے اور لڑائی کرنے سے معذور ہوں تو ایک جگہ جم کر پرچم کو بلند رکھوں گا اور پوری کوشش کروں گا کہ پرچم اسلام سرنگوں نہ ہو......!!

اللہ ہمیں بھی ایسے جذبوں سے مالا مال فرما کر اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمالے......آمین

اسلام وہ پودا نہیں جس نے پانی سے غذا پائی
دیا خون صحابہ نے تو چمن میں بہار آئی!

قیامت کے دن فرشتوں کو حکم دیا جائے گا۔ پکڑ لو اس کو جکڑ لو اس کو کھینچ کر لے جاؤ اس کو اور اس کو جہنم میں پھینک دو۔ پھر ایسی زنجیروں میں جکڑ دو جو سات ہاتھ لمبی ہو۔

پیارے بچو! یہ شخص کون تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ اتنے سخت الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر تھا۔ آزر اپنی قوم کا سردار اور مذہبی رہنما تھا۔ آزر بت بناتا تھا اور قوم کے ساتھ مل کر انھی بتوں کی عبادت کرنا شروع کر دیتا۔ اس وجہ سے اس کو اپنی قوم میں بڑا درجہ حاصل تھا۔

جب اللہ کا حکم آئے گا کہ آزر کو جہنم میں پھینک دو۔

تو آزر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے گا اور کہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام مجھے بچاؤ، کچھ کرو، ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے کہیں گے: ابا جان! اب میں کیا کروں؟ جب میں نے آپ کو توحید کی دعوت دی تب آپ نے میری بات نہ مانی۔''

میں نے کہا: ان بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو تب میری بات کو نہ سنا

باپ جواب دے گا، میرے بیٹے مجھے تم صرف ایک دفعہ بچا لو۔ اب میں تمھاری ہر بات مانوں گا۔

ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی سفارش لے کر اپنے رب کے پاس جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کہیں گے ابراہیم علیہ السلام یہ میرا اصول ہے جو بھی شرک پر مرے گا میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گا چاہے وہ کسی کا باپ ہو، بیٹا ہو، بیوی ہو یا اس کی بیٹی ہو، چاہے وہ کسی کا چچا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر اللہ سے التجا کریں گے: اے میرے رب تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں کبھی تم کو رسوا نہ کروں گا۔''

پیوستہ رہ روضہ سے

عبدالرحمٰن معاویہ، بہاولنگر۔ علی ارشد۔ رحیم یار خان۔ ثمینہ، قصور۔ حفصہ بشیر، قصور۔ حافظ عمران، شاہ کوٹ۔ اخت ابوطلحہ شہید۔ فاطمہ رفیق، ٹبہ سلطان پور۔ عائشہ مجاہد، پھولنگر۔ عبدالباری خان، مظفر گڑھ۔ لائبہ شاہد، زینب شاہد، چشتیاں۔ انیبہ عاصم، بہاولپور۔ عروۃ سجاد اعوان۔ محمد عرفان محمدی۔ محمد ھارون، لاہور۔ محمد خان، کسووال۔ ابوبکر صدیق، کسووال۔ عبید الرحمٰن، لاہور۔ عبدالرحمٰن، گوجرانوالہ۔ اخت فداء الرحمٰن عاصم، گجرات۔ معظم ممتاز، بورے والا۔ عدیل عابد، بورے والا۔ عبدالرحمٰن اعظم، گوندلانوالہ۔ صہیب اعظم، سرگودھا۔ مجاہد الرحمٰن، لاہور۔ ابراہیم شوکت، رحیم یار خان۔ مریم اقبال، تدریب الدعاۃ۔ نوید احمد، مسلم ماڈل کالج۔ خنیس الرحمٰن، راولپنڈی۔

اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کو فرمائیں گے: ابراہیم علیہ السلام میں یہ اپنا وعدہ پورا کروں گا۔

ننھے پھول اور کلیو! پھر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو ایک بچھو کی شکل دے دی جائے گی اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ یوں ابراہیم علیہ السلام کی شرم ندامت بھی ختم ہو جائے گی جو ان کو اپنے باپ کی وجہ سے تھی اور کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے۔

پیارے بچو! ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو یہ اتنا سخت عذاب شرک کرنے کی وجہ سے ملا۔

شرک کی وجہ سے آدمی ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اس نے کسی کو اس کا شریک بنایا تو وہ آگ میں داخل ہو گیا۔ [مسلم:188]

''اللہ تعالیٰ کا تو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' [بخاری]

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

''شرک ایک بہت بڑا گناہ ہے۔'' اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف کر دے گا سوائے شرک کے۔

پیارے بچو! ہمیں شرک سے بچنے کی کوشش کرنی ہے تاکہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہوں۔

تحریم اقبال۔ موڑ ایمن آباد

سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایسے حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے گویا اس کا سر منقیٰ ہے۔ (بخاری)

لکڑی کا راز

آپ نے یہ تو سن رکھا ہوگا کہ کسی دوسری جگہ پیغام بھیجنے کے لیے قاصد کو استعمال کیا جاتا ہے اور پیسے یا سامان بھیجنے کے لیے بھی کسی آدمی کو بھیجا جاتا ہے یا پھر سامان کارگو، بلٹی یا ٹی سی ایس کیا جاتا ہے۔ لیکن کیا ایک لکڑی بھی پیسے یا پیغام کسی دوسرے شخص تک پہنچا سکتی ہے؟ یہ بات ماننے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں...... تو میں آپ کو آج اس سچے واقعے کی طرف لے کر جانا چاہ رہا ہوں جس میں ایک لکڑی نے ایک ہزار دینار مطلوبہ شخص تک پہنچا دیئے۔ آپ کہیں گے وہ کیسے......؟

تو لیں پھر پڑھیں...... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار ادھار مانگے۔ اس شخص نے کہا کہ گواہ لاؤ تو جواب میں دوسرے شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی گواہی کافی ہے۔ پھر اس شخص نے کہا ضمانت دو تو جواب میں دوسرے شخص نے کہا کہ ضمانت اللہ تعالیٰ ہی کی کافی ہے۔ اس شخص نے کہا تو نے سچ کہا۔ ادائیگی کی مدت مقرر ہوگئی اور اس شخص نے ایک ہزار دینار گنتی کر کے اسے دے دیے۔ وہ شخص ایک ہزار دینار لے کر اپنے کام پر روانہ ہوگیا۔ جب مقررہ مدت پوری ہونے کو آئی تو اس شخص نے سوچا کہ میں جاؤں اور اس شخص کو اس کی رقم ادا کر دوں۔ اس شخص نے ایک ہزار دینار لیے اور واپس دینے کے لیے چل پڑا۔ اس شخص کے راستے میں سمندر آتا تھا جب وہ آدمی سمندر پر پہنچا تو وہاں کسی بحری جہاز یا کشتی کے انتظار میں رک گیا کافی انتظار کرنے کے بعد بھی جب اس کو کشتی نہ ملی تو اس نے سوچا کہ میں وقت پر نہیں پہنچ سکتا، اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کر کے اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ساتھ ایک پرچی بھی لکھ کر رکھ دی اور اس کو بند کر کے سمندر میں پھینک دیا۔ لکڑی کو سمندر میں پھینک کر اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار ادھار مانگے تو اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے تجھے گواہ بنایا اور پھر اس نے ضمانت مانگی تو میں نے آپکو ضامن بنایا اور وہ شخص اس بات پر ہی خوش ہوگیا اور مجھے ایک ہزار دینار دے دیئے اور آج جب واپس کرنے کا وقت آیا تو میں نے کوشش کی کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے اور میں جا کر اپنا قرض ادا کر دوں لیکن کوئی کشتی نہیں ملی، اب میں یہ رقم تجھے سونپتا ہوں اور تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو اس شخص کو یہ پہنچا دے۔ لکڑی کو سمندر میں ڈال کر اللہ سے دعا کرنے کے بعد وہ شخص چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کے انتظار میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا۔ وہاں جس شخص نے رقم ادھار دی تھی جب اس شخص نے دیکھا کہ مقررہ مدت تو پوری ہوگئی اور وہ آدمی ابھی تک نہیں آیا جبکہ اسے تو آجانا چاہیے تھا۔ یہ سوچ کر وہ شخص بھی سمندر کے کنارے پہنچ گیا اور دیکھنے لگا کہ وہ آدمی آئے اور میری رقم واپس دے۔ جب انتظار کرنے کے بعد وہ واپس جانے لگا کہ اب تو شام ہوگئی ہے واپس جاتا ہوں۔ جیسے ہی وہ شخص واپس مڑا تو اس نے دیکھا کہ کنارے پر ایک لکڑی پڑی ہے اس نے وہ لکڑی اٹھائی اور گھر کی طرف چل پڑا اور یہ سوچا کہ اس لکڑی کو خشک کرنے کے بعد چیر کر جلانے کے کام آئے گی۔ گھر پہنچ کر جب اس لکڑی کو چیرتا ہے تو اس میں سے اشرفیاں نکلتی ہیں۔ گنتا ہے تو پوری ایک ہزار۔ وہیں پرچی پر بھی نظر پڑتی ہے اسے بھی اٹھا کر پڑھتا ہے، خوش ہو جاتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ پھر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار اشرفیاں گن کر اس شخص کو دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے مقررہ مدت پوری ہونے پر آپ کے پاس آنا چاہا لیکن مجھے کشتی نہ ملی۔ مجھے آج کشتی ملی ہے اور میں آگیا ہوں۔

دوسرے آدمی نے کہا کہ کیا آپ نے میری رقم بھجوائی بھی ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ سے کہہ تو چکا ہوں کہ مجھے کشتی نہیں ملی اس لیے آپ کی رقم لے کر اب حاضر ہوا ہوں۔ دوسرے شخص نے کہا کہ اپنی رقم واپس لے کر خوش ہو جاؤ اور واپس چلے جاؤ۔ آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر توکل علی اللہ دریا میں ڈال دی تھی۔

اسے اللہ نے مجھ تک پہنچا دیا ہے، میں نے اپنی پوری رقم وصول کر لی ہے۔

اس بات پر وہ آدمی بہت خوش ہوا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔

(صحیح بخاری 2296)

تو پیارے بچو!

اس واقعہ سے ہمیں بہت سارے اسباق ملتے ہیں۔ پہلا یہ کہ مشکل وقت میں اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے۔ دوسرا یہ کہ جب کسی سے وعدہ کریں تو اس کو پورا کریں۔ تیسرا سبق یہ ملتا ہے کہ کوئی بھی کام کرتے وقت اللہ پر توکل ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان جیسا نیک بنائے۔ آمین

عبدالحمید، الحمدیہ روضہ سوسائٹی جنوبی پنجاب

"اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھا اور وہ کھا جو تیرے سامنے ہے۔" (مسلم:۲۰۲۲)

اللہ پر توکل

حَسۡبِیَ اللّٰہُ لا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡم

مجھے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

ام حبیبہ۔ ٹبہ سلطان پور

سنہرے موتی

☆ جو لوگ وقت کو برباد کرتے ہیں وقت ان کو بھی برباد کر دیتا ہے۔

☆ سب سے بہتر لقمہ وہ ہے جو اپنی محنت سے حاصل کیا جائے۔

☆ بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ ہو۔

☆ دوسروں کو خوشیاں دو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمھیں خوشیاں دے گا۔

☆ تین چیزیں محبت بڑھاتی ہیں۔ سلام کرنا، مجلس میں جگہ دینا اور مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا

☆ اللہ اکبر کے مفہوم کو سمجھو اور اس پر عمل کرو دیکھنا تم زندگی کا مقصد پالو گے۔

محمد فاروق ساہیوال

یہ تازہ منظر وادی کا

چھٹ رہے ہیں کفر کے بادل
وہ حق کا سورج ابھر رہا ہے
جبر کی برفیں پگھل رہی ہیں
امن کا منظر نکھر رہا ہے
وہ اپنے سر پر کفن لپیٹے
سپاہی گھر سے نکل رہا ہے
وہ رخ بے مل کے لہو کا غازہ
راہ وفا سے گزر رہا ہے
خراج دینے کو ہندو بنیا
ظلم کا پربت اتر رہا ہے
اکھنڈ بھارت کا گندا نقشہ
بکھر رہا ہے بکھر رہا ہے
چھٹ رہے ہیں کفر کے بادل
وہ حق کا سورج ابھر رہا ہے

مہوش بشیر۔ قصور

باپ

☆ باپ کا احترام کرو تا کہ تمھاری اولاد تمھارا احترام کرے

☆ باپ کی عزت کرو تا کہ اس سے فیض یاب ہو سکو

☆ باپ کا حکم مانو تا کہ خوش حال ہو سکو

☆ باپ کی سختی برداشت کرو تا کہ باکمال ہو سکو

☆ باپ کی بات غور سے سنو تا کہ دوسروں سے نہ سننی پڑے

☆ باپ کے سامنے اونچا نہ بولو ورنہ اللہ تم کو نیچا دکھا دے گا

☆ باپ کے سامنے نظریں جھکا کر رکھو تا کہ اللہ تم کو دنیا میں بلند کرے

☆ باپ ایک ایسی کتاب ہے جس پر تجربات تحریر ہوتے ہیں

☆ باپ ایک ذمہ دار ڈرائیور ہے جو گھر کی گاڑی کو اپنے خون پسینے سے چلاتا ہے

☆ باپ ایک مقدس محافظ ہے جو سارے خاندان کی نگرانی کرتا ہے

☆ باپ کے آنسو تمھارے دکھ سے نہ گریں ورنہ اللہ تم کو جنت سے گرا دے گا

ام عمار بن عمر۔ پاکپتن

مصیبت کے وقت کی دعا

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ

تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔

صالحہ شاہد۔ چشتیاں

ان تصاویر میں سات فرق موجود ہیں، دماغ لڑائیں اور

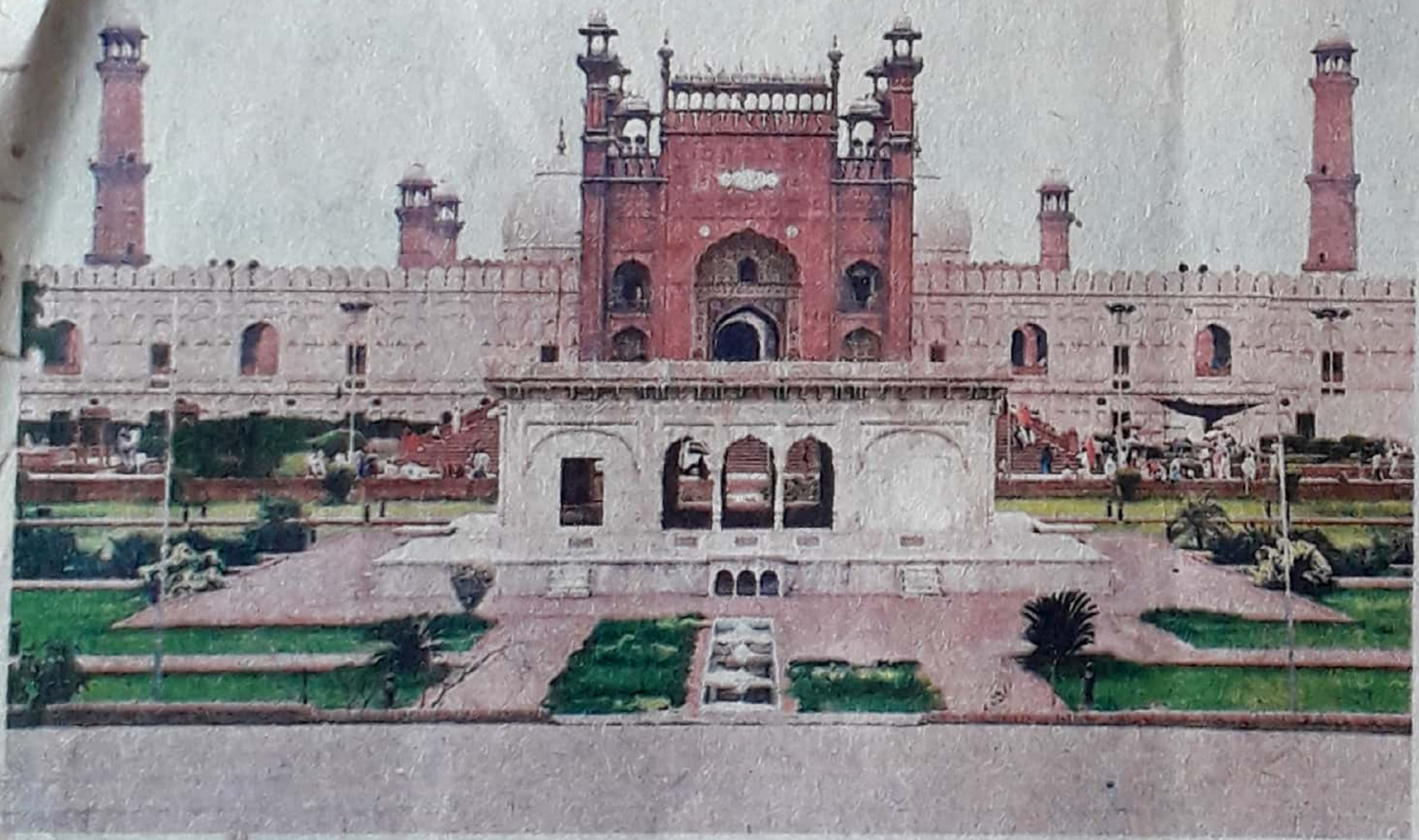

فرق تلاش کریں

پیارے بچو! ہو جاؤ تیار! کیونکہ اب روضۃ الاطفال پوچھے گا آپ کا خیال...... جو ہوگا آپ کا خیال، وہ شائع کرے گا روضۃ الاطفال...... تو جلدی کریں اب لیٹ نہ ہوں...... کردیں اپنے خیالات کی بھرمار...... تاکہ ردی کی ٹوکری کا ہو جائے برا حال...... لکھ کر بھیجیں جلدی سے اس **سوال** کا جواب

حل تو بتاؤ ذرا......

احمد بازار میں دودھ لینے گیا راستے میں اُسے دو بچے لڑتے ہوئے نظر آئے جو ایک دوسرے کو گالیاں بھی دے رہے تھے دونوں نے ایک دوسرے کا گریباں پکڑا ہوا تھا۔ اچانک ایک بچے نے دوسرے کو دھکا دیا اور نیچے گرادیا اب اسکے ناک سے خون نکلنا شروع ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ آپ کے خیال میں احمد کو اب کیا کرنا چاہیے۔؟

کشمیر کے نام
2017
فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان
27 رمضان المبارک، 23 جون 2017ء جمعۃ المبارک
جلد نمبر 17
شمارہ نمبر 14/248
صفحات 16
قیمت 6
ممتا کے آنسو اور عید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

3 تیس بکریاں — عبدالحمید صادق
4 کشمیر کہانی — عرفان فانی
5 پمپ کی تلاش — عزیز رفیق
6 تلوار کا حق دار — حمنہ عمران
7 عیدی دینے والا — اسماء بتول
8,9 ممتا کے آنسو — جنید الرحمٰن
10,11 ایڈونچر کیمپ روداد
12 بھیا جی
13 ڈرائنگ — ادارہ
14 بقیہ جات
15 خط کہانی — ادارہ
16 ایڈونچر کیمپ

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارا معزز مہمان ''رمضان المبارک'' ہمارے اس پورا ایک ماہ گزارنے کے بعد واپسی اپنے گھر کو روانہ ہو رہا ہے۔ کتنا پیارا مہمان ہے، ہمارا یہ رمضان۔ ہمیں ہمارے سب سے بڑے دشمن شیطان سے بچاتا ہے ہمارے اوپر شیطان جو وار کرنا چاہتا ہے، یہ مہمان ہمیں اس کے ہر حملے سے بچاتا ہے۔ ہمیں اچھے اچھے کام کرنے کے بے شمار مواقع دیتا ہے، جن میں ہم اپنے رب کے قریب ہوتے ہیں اور جہنم سے دور ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ مہمان ہمیں ایک نیکی کے بدلے اللہ تعالیٰ سے 70-70 نیکیاں لے کر دیتا ہے، اسی مہمان کی وجہ سے نمازوں میں مزا آتا ہے اور ہم پوری نماز شوق کے ساتھ پڑھتے ہیں، ہم غریبوں کی دل کھول کر مدد کرتے ہیں، رات کو عشاء کی نماز کے بعد اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر تراویح پڑھتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔

لیکن پیارے بچو! کچھ ہی دن میں ہمارا یہ پیارا مہمان ہم سے جدا ہو رہا ہے لیکن جاتے جاتے ہمیں ایک اور خوشی دے کر جا رہا ہے جو ''عید الفطر'' ہے۔ اس عید پر ہم سب ہی اچھے اچھے کپڑے خریدیں گے، نئے جوتے خریدیں گے اور خوشی خوشی عید منائیں گے۔ ضرور یہ ساری چیزیں خریدیں لیکن اپنے اردگرد موجود غریب اور یتیم بچوں کو بھی یاد رکھیں جن کے پاس نئے جوتے اور نئے کپڑے خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ ان کو بھی عید گفٹ میں کپڑے اور جوتے خرید کر دیں۔ تاکہ وہ بھی ہماری طرح عید کی خوشیوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

اپنا خیال رکھیے گا۔

آپ کے اپنے بھیا جی
ایڈیٹر

نگران راشد علی، مدیر اعلیٰ جنید الرحمٰن، مدیر احمد طیب | شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سگھیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

PO BOX# 102, GPO, LAHORE
rozatulatfaal.pak
rozatulatfaal.pak@gmail.com
0311-6397264

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن مبلغ 250 روپے
برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر (عرفان ارقم) 0322-4336456

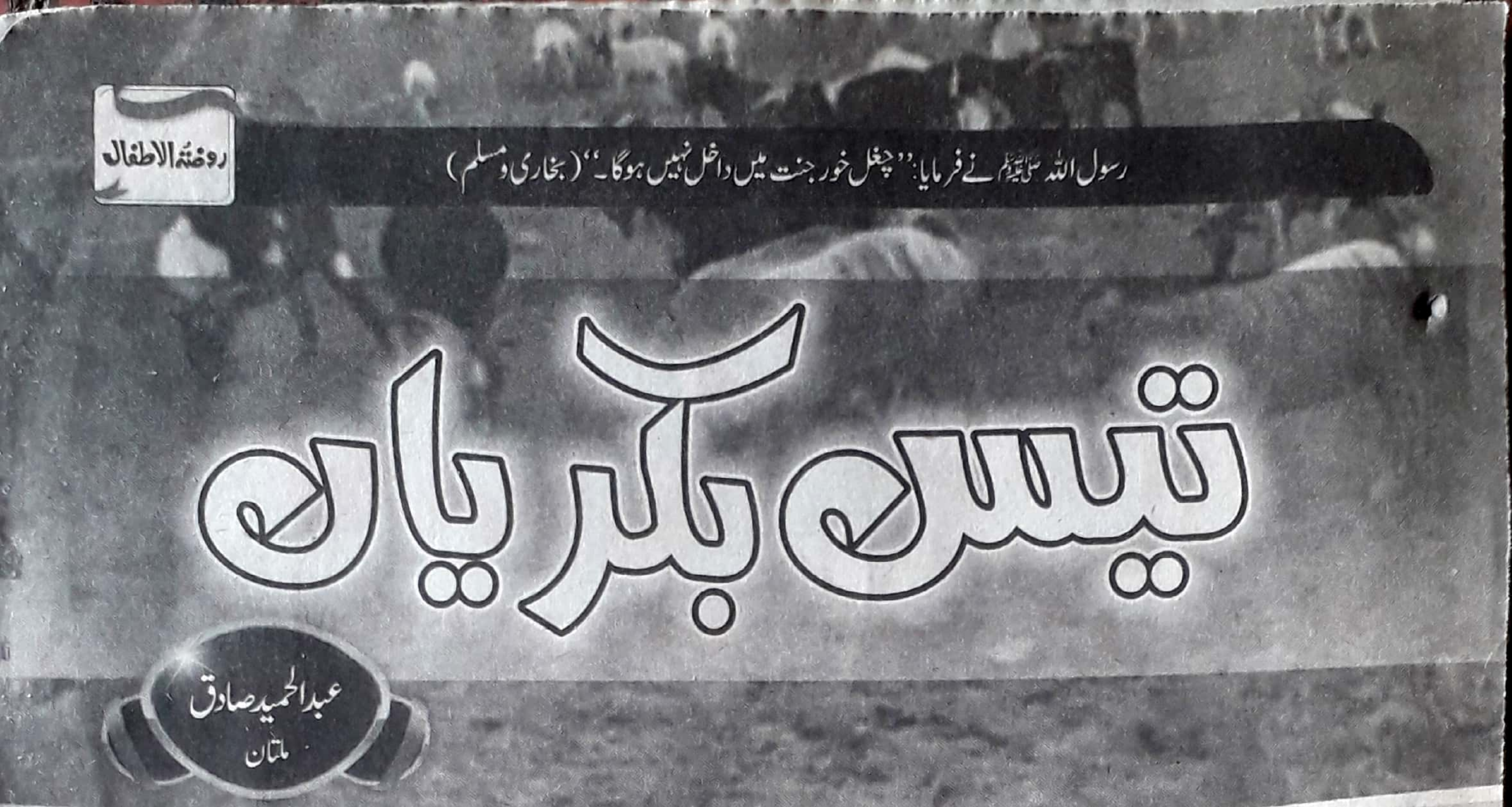

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" (بخاری و مسلم)

تیس بکریاں

عبدالحمید صادق
ملتان

ہم ایک فوجی سفر میں تھے۔ ہمارے قافلے میں تین سو مجاہدین تھے۔ سفر کافی لمبا تھا، چلتے چلتے رات ہوگئی...... ہم ایک بستی میں رات گزارنے کے لیے ٹھہرے، ظاہری بات ہے سفر کی وجہ سے تھکاوٹ بھی تھی اور بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا ہم نے اس بستی والوں سے کہا کہ ہمیں کھانا چاہیے۔ آپ میں سے کوئی ہمیں کھانا کھلا دے تو آپ کو اللہ اس کا اجر عظیم دے گا۔

بستی والوں نے ہمیں کھانا کھلانے سے انکار کر دیا...... ہمیں اللہ پر بھروسہ تھا کہ اللہ ہمارے لیے ضرور بندوبست کرے گا۔ کیونکہ جو بندہ اللہ کے رستے میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس قبیلے کے سردار کو زہریلے بچھو نے ڈس لیا اور وہ شدید بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ قبیلے والوں نے اپنے سردار کی جان بچانے کے لیے بہت کوشش کی لیکن "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

ایسی بات نہیں تھی کہ اس قبیلے میں کوئی حکیم یا کوئی دم کرنے والا آدمی نہیں تھا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اللہ نے اپنے مجاہد بندوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرنا تھا، اسی لیے عین اس وقت جب سردار کو بچھو نے ڈنگ مارا اس وقت اس قبیلے میں کوئی حکیم یا دم کرنے والا موجود نہیں تھا...... قبیلے کی ایک عورت دوڑی دوڑی ہمارے پاس آئی اور آ کر کہنے لگی کہ ہمارے قبیلے کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے اور وہ اس وقت شدید درد میں مبتلا ہے کسی بھی طرح آرام نہیں آ رہا...... کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟

تو میں نے جواب دیا کہ ہاں دم کرنے والا تو موجود ہے لیکن ہم ایسے دم نہیں کریں گے کیونکہ ہم نے تم سے کھانا مانگا اور تم نے ہمیں کھانا نہیں دیا...... تم ہمارے ساتھ طے کرو کہ دم کرنے کے بدلے میں ہمیں کیا دو گے......؟ قبیلے والے اپنے سردار کی جان کو بچانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے...... بات یہ طے پائی کہ دم کرنے کے بدلے قبیلے والے تیس بکریاں ہمیں اجرت میں دیں گے۔ بس پھر کیا تھا...... میں سورۃ الفاتحہ پڑھتا گیا اور اس آدمی کو جا کر دم کیا...... جیسے ہی دم کیا وہ آدمی بالکل ٹھیک ہوگیا اور اس کا درد ختم ہوگیا۔ قبیلے والوں نے ہمیں دودھ پلایا اور تیس بکریاں ہمیں دے دیں۔ مجھ سے باقی ساتھیوں نے پوچھا کہ واقعی تم دم کرنا جانتے ہو؟ تو میں نے کہا کہ میں نے تو صرف سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے، اس پر باقی ساتھیوں نے کہا کہ ان تیس بکریوں کے بارے میں کچھ نہیں کہتے کہ یہ ہمارے لیے جائز ہیں یا نہیں؟ پہلے ہم اس کی تصدیق کریں گے، واپس جا کر ہم نے اپنے امیر (جناب محمد رسول اللہ ﷺ) سے دریافت کیا کہ کیا یہ بکریاں ہمارے لیے جائز ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ہاں یہ تمہارے لیے جائز ہیں، ان کو تم آپس میں تقسیم کر لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی مجھے دو۔ (صحیح بخاری 5749)

یہ واقعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے معبد بن سیرین رضی اللہ عنہ کو بیان کیا۔

سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورۃ ہے۔ احادیث میں اس سورہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس سورہ کے احادیث میں کافی نام ذکر کیے گئے ہیں۔ جہاں اس سورۃ کو فاتحہ الکتاب، ام القرآن، سبع مثانی، الصلاۃ اور الشفاء کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس سورہ کا ایک نام الرقیۃ (دم) بھی ہے کیونکہ اس سورہ میں اللہ نے شفا رکھی ہے اور اس کو پڑھ کر دم کرنے سے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتے ہیں۔

پیارے بچو! آپ نے یہ واقعہ پڑھا۔ اس سے ہمیں کافی سبق ملتے ہیں جن میں سے چند ایک یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ پر بہت توکل تھا جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان کی ہر موڑ پر مدد کرتے تھے۔

اسی طرح اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ آج بھی اگر ہم اللہ پر توکل کر کے مریض کو سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور شفا دے گا۔ ان شاء اللہ

رسول اللہ ﷺ معوذتین (آخری تین سورتیں) پڑھ کر بھی مریض کو دم کیا کرتے تھے۔

گلشن کے مہکتے ستارو! اس کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت پاک رہیں، کسی سے غلط بات نہ کریں، ہماری زبان جھوٹ سے پاک ہو اور ہمارے دل آپس میں مخلص ہوں اور پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے ادا کریں اور پھر اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف ہوتی ہے اور ہم اس کی مدد کرتے ہیں تو اس میں ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد شامل ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کو مبارک ہے جس کو اپنے عیب نظر آ اور دوسرے لوگوں کے عیوب نظر نہ آئیں۔“ (مسند بزار)

ان مسلمانوں کو آج بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کردو، یہ ایک کافر کی آواز تھی۔ جو اس گروہ میں شامل تھا جس نے مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کرنا، ناک، کان اور پاؤں کاٹنا ایک اعزاز سمجھا ہوا تھا۔ اس وقت وہ مسلمانوں کا اسلحہ اکٹھا کرنے میں مصروف تھا۔ جنگ کا اختتام ابھی باقی تھا مگر مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچ چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے امیر لشکر کا حکم نہیں مانا تھا جس کی سزا پورے لشکر کو ملی۔

مسلمانوں کے لشکر میں سے سرخ پٹی باندھے ایک شخص نے جب اس کافر کی آواز سنی شخص کے جوش و جذبہ میں کمی نہ آئی۔ جنگ کے آغاز سے لے کر مسلمانوں کی فتح تک جو بھی دشمن اس شخص کے سامنے آیا مارا گیا۔ یہ شخص اپنے امیر کی دی ہوئی تلوار کو تھامے پورے جوش و جذبے سے کفار کا خاتمہ کرنے میں مصروف تھا، کسی بھی قسم کے خوف سے آزاد وہ صرف اللہ کے ڈر کو دل میں جگہ دیئے ہوئے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلسل لڑائی لڑنے اور زخمی ہونے کے باوجود اس کا ہاتھ تلوار چلانے سے رکا نہیں تھا۔

پیارے بچو! یہ نہایت بہادر شخص تاریخ میں ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور

تلوار کا حق دار

حمنہ عمران / گوجرانوالہ

تو وہ برداشت نہ کر سکا۔ وہ فوراً اس کافر کی طرف آیا اور اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ اس کافر کا جسم دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ تلوار اس کی گردن کے قریب سے جسم میں داخل ہوئی اور کمر کے نچلے حصے تک جا پہنچی۔ کچھ ایسا ہی انجام ایک اور اسلام دشمن کا ہوا۔ وہ ظالم جس بھی زخمی مسلمان کے پاس سے گزرتا تو اسے ٹھوکر مارتا۔ ابھی وہ چند مسلمان زخمیوں کے پاس سے گزر رہا ہی تھا کہ سرخ پٹی والے شخص کی نظر اس پر پڑ گئی۔ ایمانی غیرت والا وہ شخص فوراً اس کی طرف بڑھا۔ اس کافر نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر اس شخص کی تلوار نے بہت جلد اس کی سانسوں کا تعلق اس کے جسم سے کاٹ دیا۔ اس جنگ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کفار اس لشکر کے امیر کو قتل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ تب بھی وہ شخص فوراً امیر لشکر کے دفاع میں آگے بڑھا اور دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں کو روکنے لگا۔

امیر لشکر کا دفاع کرتے ہوئے بہت سے تیر اس کے جسم کو زخمی کر گئے۔ مگر پھر بھی اس ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ تھا مگر آپ کو اپنی کنیت ابودجانہ سے پکارا جاتا تھا۔ جنگ احد سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو دینے کا اعلان کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آتے اور اس تلوار کو چھو کر دیکھتے۔

جنگ احد میں ہند بنت عتبہ کافروں کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہی تھی۔ وہ جنگی اشعار پڑھ رہی تھی۔ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے تو وہ جان بخشی کی درخواست کرتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے جانے دیا اور کہا میں رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی تلوار کی عزت کرتے ہوئے عورت پر تلوار کا وار نہیں کروں گا۔

پیارے بچو! آپ رضی اللہ عنہ کی طاقت و بہادری کی تعریف خود رسول اللہ ﷺ نے بھی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابودجانہ رضی اللہ عنہ! تو نے میری دی ہوئی تلوار کا حق ادا کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھے اور اکڑ کر چلے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔'' (مستدرک حاکم)

عیدی دینے والا کوئی نہیں

اسماء بتول۔ گوجرانوالہ

یہ یکم شوال یعنی عیدالفطر کا دن ہے۔ ہر طرف رونق اور گہما گہمی ہے۔ بچے، بڑے، مرد، عورتیں سب عید کی نماز کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ہر طرف خوشی کا سماں ہے۔ اسی اثناء میں ایک صاحب جو چہرے اور حلیے سے بہت شریف لگتے ہیں۔ وقار سے چلتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں دیکھا کہ ایک بچہ گلی میں بیٹھا رو رہا ہے۔ اس صاحب کا دل تڑپ اٹھا کہ عید کے دن گندے کپڑے پہنے رونا ایک دلدوز نظارہ تھا۔ فوراً اس کے پاس پہنچے، رونے کا سبب دریافت کیا۔

بچے نے جب اس شفیق انسان کی طرف دیکھا تو اپنی دکھ بھری کہانی یوں بیان کی کہ امی جان بھی اس دنیا میں نہیں ہے اور ابو جان بھی فوت ہو چکے ہیں۔ دنیا میں میرا کوئی نہیں جو مجھے نئے کپڑے لا کر دے سکے، کوئی نہیں جو تیار کر کے عیدگاہ کی طرف لے جائے اور اس دن کی جو یقیناً سب کے لیے خوشی کا دن ہے۔ میرے لیے غمی کا دن بنانے سے روک لے۔

انہوں نے جب اس بچے کی دکھ بھری کہانی سنی تو فوراً بچے کو اپنے گھر لے گئے...... اپنی بیوی سے کہا اس کو نہلاؤ اور اپنے نواسوں کے نئے کپڑے اس کو پہنائے اور اس بچے کو یوں چپ کروایا۔ کیا تمہیں پسند نہیں کہ آج سے میں تمہارا باپ، یہ میری بیوی تمہاری ماں اور یہ میری بیٹی تمہاری بہن ہو۔ بچے نے جب یہ سنا تو خوش ہو گیا اور اس صاحب کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے روانہ ہو گیا۔

جی ہاں پیارے بچو! یقیناً آپ جان گئے ہوں گے یہ شفیق انسان، عظیم ہستی ہمارے پیارے نبی جناب حضرت محمد ﷺ تھے جو کہ خود بھی یتیم تھے جو بچے کو گھر لائے اور یہ بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور یہ بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

پیارے بچو! آج ہمارے معاشرے میں بھی کتنے ہی ایسے بچے ہیں جن کے ابو جان! اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ان کے چہروں پہ مسکراہٹ بکھیرنے والا کوئی نہیں۔ کوئی نہیں جس سے وہ عیدی لیں۔ بچو! آپ آگے بڑھیں اور اپنی عیدی کا کچھ حصہ ان کے نام کر دیں جو بچے کشمیر و فلسطین اور شام میں رہتے ہیں، آپ کی وجہ سے یہ یتیم مسکرائیں گے تو عرش کا رب آپ سے راضی ہوگا تو پیارے بچو! یہ کوئی گھاٹے کا سودا تو نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جس نے یتیم کی کفالت کی وہ اور میں جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے (آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں) کو ساتھ ملا کر اشارہ فرمایا۔

پیارے بچو! تو ہم اپنی عید میں اس دفعہ ان بچوں کو ضرور یاد رکھیں گے۔ ان شاء اللہ اور اپنی عید کو پہلی عیدوں سے بہترین بنائیں گے۔

افلاس رقص کناں ہے جن کی ٹوٹی پھوٹی کٹیاؤں میں
تم اپنی عید منا کر نہ بھول جانا ان کو دعاؤں میں

کشمیری بھائی کا پیغام

خنیس الرحمٰن

عمر کشمیر کے علاقے سوپور کا رہائشی ہے۔ عمر کا ایک بھائی جس کو بھارتی فوج نے پاکستانی پرچم لال چوک میں لہرانے کی وجہ سے شہید کر دیا ہے۔ عمر کہتا ہے کہ ہم پر بہت ظلم و ستم کیا جا رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے پاکستانی پرچم تھاما ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بھارتی فوج نے ہمارے گرد گھیرا تنگ کر رکھا ہے۔ بھارتی آرمی مجھے کہتی ہے کہ تم پاکستان کا نام لینا چھوڑ دو، پاکستان کا پرچم اٹھانا چھوڑ دو۔ لیکن ہم کہتے ہیں ہم کس طرح پاکستانی پرچم کو نہ اٹھائیں۔ ہمیں تو اسے دل و جان سے محبت ہے۔ ہماری بنیاد لا الہ الا اللہ پر ہے اور ہمارا نظریہ بھی ایک ہے۔ عمر کہنے لگا اسی نظریے اور محبت کی وجہ سے مجھے بھارتی فوج نے گرفتار کر لیا میں سات سال کا عرصہ بارہمولہ کی ڈسٹرک جیل میں گزارنا پڑا۔ مجھے بھارتی فوج بولتی ہے کہ تمہارا ایک بھائی شہید ہو چکا ہے۔ جس نے پاکستان کا پرچم لال چوک میں لہرایا تھا اسی وجہ سے ہم نے اسے موت کی نیند سلا دیا۔ ہم تمہیں وارننگ دیتے ہیں اگر تم نے پاکستانی پرچم لہرایا تو تمہارے ساتھ بھی وہی کریں گے جو تمہارے بھائی کیساتھ کیا۔ بھارتی فوج نے مجھے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا کہ تیرے جیسے کئی مرتے ہیں اگر تو بھی مر جائے گا تو ہمیں کوئی فکر نہیں۔

بھارتی فوج نے مجھے ہی نہیں بلکہ میری والدہ کو بھی اٹھا لیا اور ان کو سوپور پولیس سٹیشن میں لے گئے۔ وہاں بھارتی فوج نے میری والدہ کو بھی وہی کہا جو مجھ سے کہا تھا۔ جب میں نے اپنی والدہ کو پولیس سٹیشن میں دیکھا تو میں نے ارادہ کر لیا میں ضرور ٹریننگ سنٹر جاؤں گا اور مجاہدین سے تربیت حاصل کروں گا اور بھارتی فوج سے اپنے بھائی کی شہادت کا بدلہ لوں گا اور پاکستان بھی جاؤں گا۔ پاکستانی بھائیوں سے یہ بات کہوں گا ہم نے پاکستانی پرچم اٹھایا ہے تم ہمارا ایجنڈا اٹھا لو۔

ہم تمہیں محمد بن قاسم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہماری امیدوں کا مرکز پاکستان ہے۔ عمر بھائی بتاتے ہیں کہ آج دیکھ لیں کہ کشمیری مائیں اور بہنیں محمد بن قاسم کو پکار رہی ہیں کہ کب محمد بن قاسم آئے گا پاکستان سے۔

عمر بھائی کہنے لگے کہ دیکھتے ہیں بھائیو امت محمد ﷺ کے دل میں جو درد ہے کون اس درد کی دوا بن کر آتا ہے۔ کون پاکستان سے اس شہ رگ کی طرف رخ کرتا ہے۔ آج یہ پیغام ہے ایک بھائی کا آپ کے نام۔۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو پرہیزگار، غنی، چھپا ہوا ہو۔ (مسلم 2965)

بوڑھا ضامن

عبدالحمید صادق
ملتان

خلیفہ خلافت کی کرسی پر براجمان تھا۔ دربار میں لوگ جمع تھے۔ ہر کوئی خلیفہ کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کر رہا تھا۔ خلیفہ لوگوں کے مسائل حل کرنے میں مصروف تھا کہ اچانک دربار میں دو نوجوان حاضر ہوتے ہیں اور دربار میں بیٹھے ایک شخص کے پاس آ کر کھڑے ہو کر خلیفہ سے مخاطب ہو کر اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں اے وقت کے خلیفہ! یہ ہے وہ شخص جس نے ہمارے والد محترم کو قتل کیا ہے۔

دربار میں سناٹا چھا گیا...... سب لوگ ان دو نوجوانوں کی جانب دیکھنے لگے کہ یہ کیا بات کر رہے ہیں۔ خلیفہ نے حیرت سے پوچھا! کیا اس آدمی نے تمہارے والد کو قتل کیا ہے؟ جی ہاں اے خلیفہ! اس شخص نے ہمارے والد کو قتل کیا ہے، لہٰذا ہمیں انصاف دیا جائے۔

خلیفہ اس شخص سے مخاطب ہوتے ہوئے، کیا تو نے ان نوجوانوں کے والد کو قتل کیا ہے؟ جی ہاں! ان کے والد مجھ سے قتل ہو گئے ہیں، اس آدمی نے جواب دیا۔ تو نے اس آدمی کو کیوں قتل کیا؟ خلیفہ نے سوال کیا۔

اس نے جواب دیا خلیفۂ وقت واقعہ اس طرح ہے کہ وہ آدمی اپنے اونٹوں سمیت میری فصل میں داخل ہو گیا اور اونٹ میری فصل کا نقصان کر رہے تھے۔ میں نے اس آدمی کو روکا کہ اپنے اونٹوں کو نکال لو لیکن اس آدمی نے نہ نکالے جس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے غصے میں ایک پتھر اسے مارا اور وہ پتھر اس آدمی کے سر میں لگا جس کی وجہ سے وہ آدمی فوت ہو گیا۔

یہ سن کر خلیفہ وقت نے فیصلہ سنایا کہ قتل کا بدلہ قتل ہے اور اب تمہیں اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور خلیفہ کے یہ الفاظ دربار میں گونج رہے تھے۔ خلیفہ وقت بار بار ان دو نوجوانوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں کہہ رہا تھا کہ آپ اس آدمی کو معاف کر دیں لیکن وہ نوجوان معاف کرنے کے لیے بالکل رضامند نہ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمارے والد کے قتل کے بدلے اس آدمی کو قتل کیا جائے۔ اس آدمی نے جب اپنے بارے میں یہ فیصلہ سنا کہ اب مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ تو خلیفہ وقت سے درخواست کرنے لگا کہ میرے بیوی بچے کھلے صحرا میں بے یار و مددگار بیٹھے ہیں۔ لہٰذا مجھے تین دن کی مہلت دیجیے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو بتا آؤں کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔

یہ بات سنتے ہی خلیفہ نے کہا کہ اپنی ضمانت دو اور چلے جاؤ۔ بھرے دربار میں اس آدمی کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں سے ہے؟ اس لیے کوئی شخص بھی اس مجرم کے لیے ضمانت دینے کو تیار نہ تھا اور تیار ہوتا بھی کیسے؟

یہ ضمانت کوئی دو مرلہ زمین کے ٹکڑے کی نہیں اور نہ ہی چند ہزار درہم کی تھی۔ بلکہ یہ ضمانت تو ایک جان کی تھی کہ اگر وہ شخص واپس نہ آیا تو ضامن کی گردن تن سے جدا ہو جائے گی۔ مجمع کے اس سناٹے کو توڑتے ہوئے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میں اس آدمی کی ضمانت دیتا ہوں۔ خلیفۂ وقت اس بوڑھے ضامن سے پوچھنے لگا کہ کیا آپ اس شخص کو جانتے ہو؟ اس بوڑھے آدمی نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔ تو پھر کیوں اس شخص کی ضمانت دے رہے ہو؟ اگر یہ نہ آیا تو مجھے تیری جدائی دیکھنا پڑے گی۔ خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ وہ بوڑھا آدمی کہنے لگا کہ مجھے اس شخص سے امید ہے کہ یہ ان شاء اللہ واپس آئے گا اور وعدہ وفا کرے گا۔

اس شخص کی ضمانت قبول کر کے تین دن کی رخصت دے کر بھیج دیا جاتا ہے۔ شہر کے سب لوگ بوڑھے ضامن کے انجام کے بارے میں بہت پریشان تھے کہ اگر مجرم نہ آیا تو اس بوڑھے شخص کی گردن جلاد کی تلوار سے اڑا دی جائے گی۔

پیارے بچو! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ بوڑھا شخص کون ہو گا جو مجرم کو جانتا بھی نہیں لیکن اس کے لیے ضمانت دے رہا ہے اور اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کر رہا جبکہ پورا شہر اس کے انجام کے بارے میں پریشان ہے...... اور ساتھ میں یہ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ وہ خلیفہ کون تھا جو اتنا عادل تھا کہ جس نے فیصلہ سناتے وقت یہ نہ سوچا کہ یہ مجرم کس خاندان سے ہے، کہیں یہ کسی سردار کا بیٹا تو نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کسی بڑے قبیلے کا آدمی ہو...... بس اس خلیفہ کو صرف اس بات پر یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو فیصلہ کر دیا ہے، اگر میں بھی انہیں کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا تو ہی میری خلافت کا حق ادا ہو گا، ورنہ قیامت کے دن میں بھی پکڑا جاؤں گا۔

چلیں بچو! آپ کو بتا دیتے ہیں کہ وہ خلیفہ نبی کریم ﷺ کے قریبی ساتھی اور خلیفۂ ثانی، بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرنے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے اور وہ بوڑھا ضامن سب سے پہلے ایمان لانے والے جید صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے صرف یہ سوچ کر ضمانت دی تھی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ایک مسلمان ضمانت مانگ رہا ہے اور بھرے مجمع میں سے کوئی بھی اپنے مسلمان بھائی کی ضمانت دینے کو تیار نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

جس شخص نے کسی کی بھلائی کی طرف راہنمائی کی تو اس کے لیے بھی اتنا ہی ثواب ہو گا جتنا اس کی نیکی کرنے والے کو ملے گا۔ (مسلم 1893)

امتحان

احسان اللہ
سرگودھا

پیارے بچو! آج آپ پڑھیں گے تین لوگوں کا واقعہ جن کا اللہ رب العزت نے امتحان لیا اور اس قسم کا امتحان اللہ ہمارا بھی لیتا ہے یا لے سکتا ہے تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ آیئے! واقعہ سے سمجھتے ہیں۔

پرانے وقتوں کی بات ہے، ایک جگہ تین لوگ رہا کرتے تھے۔ ان تینوں میں سے ایک کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا۔ دوسرا اندھا تھا اور تیسرا گنجا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینا چاہا۔ لہٰذا اللہ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ سب سے پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا دل کرتا ہے کہ میرا رنگ اچھا ہو جائے اور میری چمڑی بھی کیونکہ لوگ مجھ سے دور بھاگتے ہیں (میری بیماری کی وجہ سے)۔

تو فرشتے نے اس کی بات سن کر اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور چمڑی بھی اچھی ہوگئی۔ اب فرشتے نے اس سے اگلا سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ تم کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ۔ اب فرشتے نے اسے ایک حاملہ اونٹنی دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھنے لگا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے۔ اس نے کہا عمدہ بال اور یہ جو گنجاپن ہے، یہ مجھ سے دور ہو جائے کیونکہ لوگ اس وجہ سے مجھ سے دور بھاگتے ہیں تو فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے سر پر عمدہ بال آگئے۔ اب فرشتے نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم کس طرح کا مال پسند کرو گے؟

اس نے جواب میں کہا کہ گائے...... تو فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔

پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس دے دی۔ فرشتے نے اس سے سوال کیا کہ تم کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ تو اس نے کہا کہ بکریاں۔ فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری دے دی۔

وقت گزرتا گیا۔ فرشتے نے ان لوگوں کو جو جانور دیئے تھے، ان سے بچے پیدا ہوئے۔ حتیٰ کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ گنجے کی گائے سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ اب کافی وقت گزر چکا تھا۔

اب فرشتہ اپنی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین وفقیر آدمی ہوں۔ سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں لیکن میں تم سے اسی اللہ کے نام پر مانگتا ہوں جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا ہے۔ میں تم سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔

اس آدمی نے فرشتے سے کہا میرے ذمہ اور بہت سے حقوق ہیں۔ یعنی اس نے اونٹ دینے سے انکار کر دیا۔ فرشتہ اس سے کہنے لگا کہ غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے اور دور بھاگتے تھے۔ تم ایک فقیر اور محتاج تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں یہ ساری چیزیں عطا کیں۔ اس نے کہا یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت میں لوٹا دے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے اس سے بھی یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا۔ اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں۔ سفر کا تمام سامان ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بینائی واپس دے دی، ایک بکری مانگتا ہوں۔ جس سے میں اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔

اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔ اللہ کی قسم جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ۔ میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے، وہ صرف میری اپنی محنت کا نتیجہ ہے تو ایسے شخص میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تمام نعمتیں اللہ کی عطا کردہ سمجھیں اور ان پر اپنے رب کا شکر ادا کریں اور انہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے ہرگز نہ کترائیں۔

جو شخص اس حال میں فوت ہوگیا کہ نہ وہ لڑا اور نہ کبھی لڑنے کے بارے میں اپنے دل میں پروگرام بنایا وہ منافقت کی ایک شاخ پر فوت ہوا۔ (مسلم 1910)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

محمد بن ہاشم سرگودھا

پیارے بچو! آج ہم ان صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کے ساتھ محو گفتگو ہوں گے جو قرآن وحدیث کے ماہر، فقہی مسائل پر گہری نظر رکھنے والے، جنھوں نے سفیر اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جنھوں نے ہم عمر ساتھیوں سے مل کر مدینہ منورہ میں بت شکنی کی تحریک مزید شروع کی۔ جن کو آپ ﷺ نے یمن کے ایک صوبے کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تنہا پوری ایک جماعت قرار دیا تھا۔

پیارے بچو! آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ کون تھے؟ ان صحابی کا نام حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور پھر مکہ پہنچ کر رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ رسول اقدس ﷺ کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت پیار تھا۔ آپ ﷺ انہیں بعض اوقات اپنے ساتھ سواری پر پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بڑے فراخ دل سخی اور فیاض تھے۔ دوست واحباب، عزیز واقارب اور محتاج ومساکین پر خوب خرچ کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ پر ایسا وقت آیا کہ قرض بہت زیادہ ہوگیا۔ قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گھر میں چھپ گئے۔ قرض لینے والے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ معاذ رضی اللہ عنہ ہمارا قرض ادا نہیں کر رہے۔ رسول اقدس ﷺ نے پیغام بھیج کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ قرض خواہوں نے ترش رویہ اختیار کرتے ہوئے شدت سے مطالبہ کیا کہ ہمارا حساب ابھی بے باک کیا جائے۔

رسول اقدس ﷺ نے اس نازک صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی جائیداد قرض خواہوں میں تقسیم کردی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: جو اپنا حصہ معاف کردے۔ اللہ اس پر رحم کرے گا۔ بعض نے یہ حکم سن کر اپنا حصہ معاف کردیا لیکن بیشتر قرض خواہ اپنا حصہ وصول کرنے پر مصر رہے۔ آپ ﷺ نے ساری جائیداد تقسیم کرنے کے بعد جائزہ لیا تو بھی چند قرض خواہ باقی تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو غمگین دیکھ کر انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ جلد اس کی تلافی کردے گا۔

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا دیا گیا اور وہاں تجارت کرنے کی تلقین بھی کی گئی جس سے ان کے حالات دنوں میں بدل گئے اور اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا کر دی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو دینی مسائل کی تعلیم کا ارادہ رکھتا ہو وہ معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔

آیئے! عالم وفاضل جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔

زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار

فیصل مغل گوجرانوالہ

زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر 12 سال تھی اور زبیر اتنی چھوٹی عمر میں اسلام لا چکے تھے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ اسلام کے دشمن اسلام کو برداشت نہیں کر رہے۔ ایک دن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں موجود تھے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کے کان میں آواز پڑی کہ مسلمانوں کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور وہ اس وقت دشمن کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ سن کر زبیر رضی اللہ عنہ بے چین سے ہوگئے۔ فوری اٹھے اور دیوار پر لٹکی تلوار کو میان سے نکالا اور گھر سے تیزی کے ساتھ نکلے۔ پھر گلیوں میں تیزی سے تلوار کو لہراتے ہوئے بھاگتے رہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ بھاگ رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر مکہ کے اوپر کی جانب پڑی تو سپہ سالار پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے تھے۔ سپہ سالار کو دیکھتے ہی زبیر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور تلوار آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایسے تھی جیسے کسی کی تلاش میں ہوں اور کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ سپہ سالار نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حال احوال پوچھا اور اتنی پریشانی کی وجہ پوچھی تو زبیر نے بتایا کہ مجھے پتہ چلا کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو میرے ایمان نے گوارہ نہ کیا کہ میں گھر بیٹھوں تو میں تلوار کو پکڑ کر آپ ﷺ کو گرفتار کرنے والوں کو قتل کرنے کے لیے نکل پڑا۔ سپہ سالار نے زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے گرفتار کر لیا گیا ہوتا تو تم کیا کرتے؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں اس آدمی کو مار دیتا جس نے آپ ﷺ کو پکڑا تھا اور پھر سپہ سالار نے اپنے اس بہادر سپاہی کی بہادری دیکھ کر زبیر رضی اللہ عنہ کو اور ان کی تلوار کو دعا دی اور زبیر رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے وہ چھوٹے سے صحابی تھے جنھوں نے اسلام کی پہلی تلوار اٹھائی تھی۔ ان کا مکمل نام حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھا اور انہوں نے نبی ﷺ کی گرفتاری کی خبر سنی تھی اور تلوار کو میان سے نکال لیا اور چھوٹی سی عمر میں نبی ﷺ کی حفاظت اور اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں نکل پڑے۔

پیارے بچو! اگر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بارہ سال کی عمر میں تلوار اٹھا کر اپنے نبی ﷺ کی حفاظت اور اسلام کے لیے نکل سکتے ہیں تو ہم بھی یہ جذبہ پیدا کریں کہ اگر اسلام کو ہماری چھوٹی عمر کی ضرورت پڑی تو ہم ان شاء اللہ

دو جماعتیں آگ سے محفوظ ہیں۔ ایک جو ہند سے جہاد کرے گی اور دوسری جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔ (نسائی: 3177)

سلام کے طریقے اور اہمیت

پیارے بچو! محبت اور خلوص کو ظاہر کرنے کا ایک بہترین انداز سلام ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب میں سلام کے طرح طرح کے طریقے استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض لوگ چھوتے ہیں، بعض ہاتھ جوڑتے ہیں اور کہیں رکوع کی حالت اختیار کی جاتی ہے۔

اسلام جس طرح اپنی سادگی اور فطری انداز میں دوسرے تمام مذاہب سے نمایاں ہے۔ اسی طرح وہ سلام کرنے میں بھی الگ حیثیت کا مالک ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب تمہاری اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو اسے ''السلام علیکم'' کہو۔ اس سے تمہیں دس نیکیاں ملیں گی۔ اگر رحمۃ اللہ کا اضافہ کرو تو بیس اور اگر ساتھ وبرکاتہ کا اضافہ بھی کر لو تو تیس نیکیاں ملیں گی۔ سلام کرنے میں پہل کرنی چاہیے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ کا طریقہ تھا کہ راستہ میں آتے جاتے لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ اگر آپ ﷺ کو بچے کھیلتے ہوئے ملتے تو آپ ﷺ انہیں بھی سلام کرتے اور جب گھر تشریف لاتے تو گھر والوں کو سلام کرتے۔ گویا ہر ملنے والے پر سلام بھیج کر اس کی سلامتی کی دعا کرتے تھے۔

فطری طور پر اس سلامتی کی دعا سے دبے ہوئے نیکی کے جذبات بیدار ہو جاتے ہیں اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ پر فرمایا کہ: ''اللہ کی قسم تم اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتے جب تک مومن نہ بن جاؤ اور جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگ جاؤ اور کیا میں تمہیں وہ طریقہ نہ بتاؤں جس سے تمہاری آپس میں محبت بڑھے۔ وہ ہے آپس میں سلام کو عام کرو۔'' (صحیح مسلم)

یعنی آپس میں سلام کرنا ہمارا جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔ آپس میں بات چیت کرنے سے پہلے ہمارا دین ضروری سمجھتا ہے کہ ایک دوسرے پر سلامتی بھیجی جائے۔ لہٰذا ہمیں ''السلام علیکم'' کا صحیح مطلب جان کر اسے ادا کرنا چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بات چیت کے درمیان تلخی اور سختی نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس انسان کے لیے ہم ابھی سلامتی کی دعا کر رہے ہیں۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دل کو دکھ پہنچائیں۔

دو مسلمانوں کے درمیان سلام کا درست طریقہ وہی ہے تو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔ بعض لوگ سلام کے جواب میں صرف ہاتھ اٹھاتے یا سر ہلا دیتے ہیں۔ غالباً اس سے وہ اپنے مرتبے کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اسلامی مساوات کے خلاف ہے۔

بچو! جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ یوں تو رسول اللہ ﷺ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ابتدا کرنے کی کوشش فرماتے۔ پھر بھی کسے پہلے سلام کرنا چاہیے، اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ سوار پیدل چلنے والے کو یا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ ایسے ہی چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے اور جب زیادہ لوگ بیٹھے ہوں تو اونچی آواز سے سب کو سلام کر دینا کافی ہے۔

مصافحہ کرنا یعنی ہاتھ ملانا محبت کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ مصافحہ کرنے میں سختی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس میں طاقت کے ظاہر کرنے کا خیال درست نہیں۔ اسلامی طریقہ یہ ہے کہ دو مصافحہ کرنے والے اپنی ہتھیلیوں کو ایسے ملائیں کہ دلوں سے نفرت ختم ہو اور خلوص کا دور دورہ ہو۔

بچو! اسلام کا صرف یہی مطلب نہیں کہ ہم ملنے والے کی سلامتی چاہتے ہیں، بلکہ ہم اس سے متعلق ہر چیز کے لیے برکت اور خیر کی دعا مانگتے ہیں۔ اسی طرح سلام کا جواب دینے والا بھی ''وعلیکم السلام'' کہہ کر سلام کرنے والے کی متعلقہ چیزوں کی بہتری چاہتا ہے۔ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دینا چاہیے۔ یعنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ کر کے جواب دینا بہتر ہے۔

تو پیارے بچو! ہمیں اپنے دوستوں، بہن بھائیوں، امی، ابو اساتذہ اور باقی لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرنی ہے۔ تاکہ ہماری آپس میں محبت بڑھے۔ اگر ایسے ہی ہم سلام کے ذریعے ایک دوسرے کی بھلائی چاہیں گے تو پھر یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ ہم آپس میں لڑیں جھگڑیں اور ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں نفرت رکھیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

جزاك الله خيراً

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس تم یہ ضرور دیکھو کہ کس کے ساتھ دوستی کر رہے ہو۔ (ابوداؤد 4833)

سکول جاری ہے

دانتوں کو صاف کر کے پانی سے پھر نہا کر
پوری نماز پڑھ کے سجدے میں سر جھکا کر
پہنے سفید کپڑے بال اپنے خود بنا کر
پی دودھ کی پیالی تازہ پراٹھا کھا کر
پنسل، ربڑ، کتابیں بستے میں رکھ رکھا کر
پڑھنے کی جستجو سے امید کو سجا کر
منی سی بہن مروہ کو انگلی لگا کر
جانے کی گھر سے باہر ماں کو دعا سنا کر
خوشیوں بھری ادا سے دھیمے سے مسکرا کر
سب کو سلام کر کے ننھے قدم اٹھا کر
یہ ننھی منی مدیہ پڑھنے کی دھن میں آ کر
ابو کی سائیکل پر بیٹھی ہے جم جما کر
سکول جا رہی ہے دھیمے سے مسکرا کر

(ماریہ۔ قصور)

بوجھو تو جانیں

① گرمیوں میں وہ رات کو آئے
بھیں بھیں کر کے راگ سنائے

② پہاڑ کے اوپر ایک پہاڑ
اس کے اندر ایک غار
جو بھی اس کے اندر جائے
ڈھول بن کر باہر آئے

③ کانٹا جائے تو خون نہ ہو
سامنے آئیں تو ہو جائیں دو

④ منہ میں آئے خود شکار
منہ کو کھولے بیٹھا ہے لوہار
سب کی کھال اتارے وہ
سب کی گردن توڑے وہ

⑤ بستی بستی، گاؤں گاؤں، بھیجو روز جہاں بھی چاہو
خوشی ہو، غم ہو سب کو خبر پہنچاتا ہوں
نیلے پیلے رنگ برنگے سب ہی کپڑے پہنتا ہوں میں
چھوٹا سا ایک ٹکڑا ہوں پر یوں بڑا میں قیمتی سوچو

⑥ نہ رے بابا، نہ رے بابا
نام ہے میرا ''ناری'' بابا
مجھ میں اک ''الف'' لگاؤ
پھر اس کو الٹا پڑھتے جاؤ

جوابات:
① مچھر ② شمع ③ آئینہ ④ چاقو ⑤ خط ⑥ انار

(اُسامہ، حنظلہ ہاشم، سرگودھا)

نماز کی دیکھ بھال

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی نمازوں کی ٹھیک طور سے دیکھ بھال کرے گا وہ نمازیں اس کے لیے قیامت کے دن روشنی اور دلیل بنیں گی اور باعث نجات ہوں گی اور جو اپنی نمازوں کی دیکھ بھال نہیں کرے گا تو ایسی نماز اس کے لیے نہ تو روشنی بنیں گی اور نہ دلیل بنیں گی اور نہ نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

(عبداللہ ادریس۔ خانیوال)

اقوال زریں

☆......چند لمحوں کی خوشی کے لیے کسی کے لبوں سے ہنسی نہ چھینو۔
☆......اس شخص سے بچو جو تمہیں تمہاری حیثیت سے بالاتر کہے۔
☆......اس وقت سے بچو جب والدین اولاد کی بددعا کے لیے منہ کھولتے ہیں۔
☆......سب سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے کی نظر میں چھوٹا ہو۔
☆......خواہشات کی پیروی دراصل راہ راست سے بھٹکنے کی علامت ہے۔
☆......ہم سچا دوست تلاش کرتے ہیں لیکن خود سچا بننے کی کوشش نہیں کرتے۔
☆......بہترین یادداشت وہ ہے جس میں انسان اپنی نیکیاں اور دوسروں کی زیادتیاں بھول جائے۔
☆......بعض اچھے انسان بھی غصے کی حالت میں احمق لگتے ہیں۔
☆......جوش ایک ایسا ہتھیار ہے جس کی پہلی ضرب خود کو لگتی ہے۔
☆......انسان جتنی محنت خامی چھپانے میں کرتا ہے، اتنی دیر میں خامی دور بھی کی جا سکتی ہے۔
☆......ہر چیز کی ایک نشانی ہوتی ہے، ایمان کی نشانی نماز ہے۔

(نقیب الرحمٰن، خانیوال)

قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ (ترمذی: 413)

ہو گئے۔ اب اگلے دن ہمیں ایک خوبصورت مقام پر جا کر پہاڑوں میں کوکنگ کرنی تھی۔

صبح ہوئی تو سب بچوں کو ناشتہ کروا کر کوکنگ کے لیے روانہ کیا گیا۔ کوکنگ کے مقام پر پہنچے تو اتنی خوبصورت جگہ کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ خوبصورت ہرے بھرے گھاس سے مزین میدان پہاڑوں سے بہتے ہوئے ٹھنڈے پانی کے چشموں کو دیکھ کر ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم دنیا کی جنت میں آ چکے ہیں۔ شاید بچوں نے اس طرح کی خوبصورت جگہ پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

بہر حال وہاں ہر گروپ نے علیحدہ علیحدہ کوکنگ کی کسی نے سینڈوچ بنائے تو کسی نے ہاف فرائی انڈہ اور بریڈ ایک گروپ نے تو حد ہی کر دی۔ انہوں نے بریڈ اور انڈے کو مکس کر کے اچھی طرح فرائی کیا اور پھر جو کچھ بنایا اس کو مزے مزے سے کھایا۔ کوکنگ میں مزے کی بات یہ تھی کہ بارش کی وجہ سے لکڑیاں گیلی تھیں جس کی وجہ سے ہر گروپ پریشان تھا کیونکہ آگ نہیں جل رہی تھی۔

بہر حال جیسے تیسے کر کے آگ جلائی اور پھر مزیدار کھانے بنا کر انجوائے کیا۔ کوکنگ میں ہمارے گروپ پر اکیڈمی کے بچوں نے چھاپا مارا اور ہمیں باتوں میں لگا کر ہمارے دو بریڈوں کے پیکٹ اٹھا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے پھر دوسرے گروپ سے مانگ کر گزارہ کیا۔

کوکنگ کے بعد سب گروپوں میں رسہ کشی کا مقابلہ ہوا جس میں خالد بن ولیدؓ گروپ جیتا۔ خالد گروپ کے بچوں میں بہت زیادہ جوش و جذبہ دیکھا گیا۔ سب بچوں کی زبان پر یہ نعرہ تھا ''ایسٹ اینڈ ویسٹ خالد گروپ از دا بیسٹ'' سب گروپ کے بچے اپنے اپنے گروپ کے نعرے لگا رہے تھے۔ رسہ کشی کے مقابلے کے بعد واپس مسلم آباد کی طرف سفر شروع کیا۔ راستے میں موسم اتنا ٹھنڈا ہو گیا تھا کہ اتنی گرمی کے موسم میں بھی ٹھنڈ لگ رہی تھی۔

اگلے دن بچوں کو پک اینڈ رن گیم اور کشتی کروائی گئی اور اس کے علاوہ کچھ دیگر گیمز کروائی گئیں۔ اب اگلا دن ہمارا اکیڈمی کو الوداع کرنے کا دن تھا۔ صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد سب بچے اپنا اپنا سامان لے کر گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ سب بچوں کے چہروں پر اداسی تھی۔ بچے اکیڈمی کے بچوں سے الوداع ہونے کا غم اپنے سینوں میں چھپائے اکیڈمی کو الوداع کرتے چلے جا رہے تھے۔ اکیڈمی کے بچوں نے لمبی قطار بنائی ہوئی تھی۔ سب بچے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اکیڈمی کے بھائیوں سے آخری بار مل رہے تھے۔ اکیڈمی کے بچے اپنے اپنے بڑوں کو خوبصورت تحفہ پیش کر کے الوداع کرتے جا رہے تھے۔ اکیڈمی کے اساتذہ اور بچوں کی محبت دلوں میں سمائے ہم نے مری کی طرف سفر شروع کر دیا۔

جیسے جیسے ہم اکیڈمی سے دور ہوتے جا رہے تھے، دل اور زیادہ غمگین ہوتا جا رہا تھا کیوں کہ انہوں نے اتنی زیادہ محبت پیش کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

بہر حال مری میں گھوم پھر کر اور ریفریشمنٹ وغیرہ کر کے اسلام آباد واپس قباء مسجد پہنچے اور پھر وہاں سے سب بچے اس خوبصورت اور دلچسپ و یادگار ایڈونچر کیمپ کی یادیں دلوں میں سموئے۔ اس عہد پر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے کہ اگلے سال پھر اسی مقام پر دوبارہ جمع ہوں گے۔ ان شاء اللہ

بقیہ بوڑھا ضامن

تیسرے روز شہر کے سارے لوگ دربار میں جمع ہو گئے۔ شام کے سائے ڈھلنے لگے۔ سب لوگوں کی نظریں شہر کی طرف آنے والے بڑے راستے کی طرف تھیں کہ ابھی وہ آدمی آئے گا اور اپنی گردن پیش کرے گا۔ وقت گزرتا گیا۔ دربار میں بیٹھے سب لوگوں کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں کہ بوڑھا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آج بے گناہ قتل کر دیا جائے گا۔ بس انتظار اس بات کا تھا کہ جلاد کو حکم ہو گا اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا کیونکہ وقت پورا ہونے کو تھا اور مجرم ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ مقتول کے بیٹے اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے تیار بیٹھے تھے کہ ہمیں انصاف ملنے والا ہے۔

اتنے میں آواز آئی کہ رکو رکو ابھی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کیا جائے...... شہر سے دور گرد و غبار اڑتی دکھائی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس دھول کے بادلوں میں سے وہ آدمی اونٹنی پر سوار دربار میں حاضر ہوا۔ جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو دیکھتے ہیں تو بے ساختہ اللہ اکبر کی صدا لگاتے ہیں اور ساتھ ہی مجمع کے سارے لوگ بھی اللہ اکبر کی صدا بلند کرتے ہیں۔

وہ آدمی آتے ہی سب سے پہلے معذرت کرتا ہے کہ میں لیٹ ہو گیا ہوں۔ لیکن اے امیر المؤمنین! بات یہ ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو پرندوں کے چوزوں کی طرح صحرا میں تنہا چھوڑ کر آ گیا ہوں کہ جہاں نہ پانی ہے اور نہ سایہ...... میں قتل کر دیئے جانے کے لیے تیار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنکھوں میں آنسو لیے اس شخص سے کہتے ہیں کہ اگر تو نہ بھی آتا تو ہم نے تیرا کیا کر لینا تھا...... کیونکہ نہ ہی کوئی تجھے جانتا تھا اور نہ تیرا کسی نے گھر دیکھا تھا...... وہ شخص کہنے لگا: امیر المؤمنین مجھے ڈر اپنے قتل کیے جانے کا نہیں تھا بلکہ مجھے ڈر اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے وعدوں کی پاسداری ہی اٹھ گئی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تو نے کس بات پر اس کی ضمانت دی تھی تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے خیر اٹھا لی گئی ہے اور کوئی کسی کی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔

خلیفۂ وقت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک لمحے کے لیے رکے اور پھر ان دو نوجوانوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم کیا کہتے ہو اب......؟

وہ نوجوان روتے ہوئے کہنے لگے اے امیر المؤمنین! ہم اس کی صداقت کی وجہ سے اسے معاف کرتے ہیں اور ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں سے عفو و درگزر اٹھا لیا گیا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور آنسو داڑھی مبارک کو تر کر کے نیچے گر رہے تھے۔

تو پیارے بچو! دیکھو کہ اس ایک واقعہ سے ہمیں کتنے سبق ملتے ہیں......؟ لہٰذا ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں چاہیے کہ مشکل وقت میں کسی کے کام آنا چاہیے اور اگر کسی کو ہماری ضرورت پڑے تو اسے اپنا مسلمان بھائی سمجھتے ہوئے اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اگر ہم کسی سے وعدہ کریں تو اس وعدے کو نبھائیں اور ہم طاقت ہونے کے باوجود معاف کرنا سیکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

جواں مردی کے ایسے جوہر تھے جس نے آپ کو بہادر صحابہ کی فہرست میں شامل کر دیا۔ تیر اندازی میں بے حد ماہر تھے اور بہت اچھا نشانہ لیتے تھے آپ تیر اندازی میں نامور صحابہ میں شامل تھے۔ میدان جنگ میں شجاعت اور دلیری کے ایسے جوہر دکھاتے کہ دشمن دہل جاتے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد

ماں باپ قربان

ابو عمر۔ لاہور

انہوں نے اپنی ساری زندگی جہاد میں گزار دی۔ احد کا میدان سجا تو آپ بھی مجاہدین صف شکن میں شامل تھے۔ معرکہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اچانک جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ اس دوران نبی اکرم ﷺ کفار کے درمیان تھے، نبی ﷺ کے جانثار نے یہ منظر دیکھا تو نبی ﷺ کے دفاع کے لیے مشرکین کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

آپ نبی ﷺ کے پاس پہنچ کر سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں''، آپ کی حفاظت کے لیے میں حاضر ہوں۔ جس کسی طرف سے کوئی وار آپ ﷺ پر کرنے آتا آپ دلیری سے اس کا مقابلہ کرتے اور آپ ﷺ کو بچاتے۔ غزوہ احد میں ان کے ہاتھوں دو یا تین کمانیں ٹوٹیں۔ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں اونگھ کے دوران میرے ہاتھ سے کئی بار تلوار گری، تلوار گرتی میں پکڑ لیتا، پھر زمین پر گرتی تو میں پکڑ لیتا۔

ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ

''پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا جو ایک اونگھ تھی جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی۔''

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پر اونگھ کا آنا اللہ کی طرف سے تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ معرکہ یقین کامل کے ساتھ لڑ رہے تھے، آپ دشمن سے بے خوف تھے، تیر و تلوار کی پرزور آواز میں بھی پرسکون تھے، اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل تھا کہ کوئی پریشانی تھی نہ دشمن کا خوف۔ دوران معرکہ آپ کی بہادری، اطمینان قلب، مصائب پر صبر، دشمن کے خلاف ثابت قدمی قابل دید تھی۔

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے، اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ آپ اپنی محبت کا اظہار نبی اکرم ﷺ سے اس طرح کرتے کہ ''یارسول اللہ ﷺ! میری جان آپ پر قربان، میرہ چہرہ آپ کے چہرے کی ڈھال ہے۔''

تاریخ میں آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی سنہرے حروف میں لکھا ہے، آپ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ آپ کے کھجوروں کے باغات تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (آل عمران: 92)

''تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو اور تم جو چیز بھی خرچ کرو گے تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔''

اس حکم کے نازل ہوتے ہیں آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ: مجھے اپنے باغات میں سے سب سے زیادہ پسند بیرحاء نخلستان ہے، میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''ٹھہرو! یہ بڑا نفع بخش مال ہے۔ جو تم نے کہا میں نے سن لیا، تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔'' ابوطلحہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں ایسا ہی کروں گا اور پھر آپ نے بیرحاء نخلستان باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے کسی باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اس دوران وہاں ایک خوب صورت سرخ اور سیاہ رنگ کی چڑیا اڑتی ہوئی آئی، آپ اس چڑیا کی طرف متوجہ ہو گئے، چڑیا کبھی ادھر جاتی تو کبھی ادھر۔ وہ باغ کے گھنے جھنڈ میں سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر رہی تھی۔ آپ کو یہ منظر خوبصورت لگا، تھوڑی دیر تک آپ کو یاد آیا کہ میں حالت نماز میں تھا، آپ بقیہ نماز مکمل کرنے لگے لیکن آپ بھول گئے تھے کہ میں نے نماز کا کتنا حصہ مکمل کیا ہے؟ آپ کو نماز بھول جانے والی بات ناگوار گزری اور اس پر انہوں نے کافی افسوس کیا اور کہنے لگے کہ ''میرے مال نے مجھے فتنے میں مبتلا کر دیا ہے۔'' اس لیے آپ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! میں اپنا یہ باغ صدقہ کرتا ہوں آپ اسے جہاں چاہیں صرف کریں۔'' اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس قدر متقی تھے۔ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتیں فرمائے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوں۔

پیارے بچو! آپ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سیرت پڑھی تو آپ نے کیا سیکھا؟ ان کی نبی ﷺ سے محبت کا حال کیا تھا؟ اور بھی آپ کو ان کی زندگی سے کیا سیکھنے کو کیا ملتا ہے؟ یقیناً صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں ہمارے لیے سیکھنے کے لیے نمونے ہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ صحابہ کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ ہمیں علم ہو کہ ہمارے اسلاف کس طرح اسلام پر کاربند تھے اور آج ہمارا حال کیا ہے؟

اللہ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔

شیطان تمہیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے۔ (البقرۃ:268)

ہمارا سوہنا پاکستان

محل وقوع

پاکستان کا کل رقبہ 796096 مربع کلومیٹر ہے۔ پاکستان کے مشرق میں بھارت، شمال مشرق میں چین، شمال مغرب میں افغانستان، جنوب مغرب میں ایران اور جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔ رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ بلوچستان، دوسرے پر پنجاب، تیسرے پر سندھ اور چوتھے پر سرحد ہے۔ آبادی کے لحاظ سے پنجاب پہلے نمبر پر۔ دوسرے نمبر پر سندھ، تیسرے نمبر پر صوبہ سرحد اور چوتھے نمبر پر صوبہ بلوچستان ہے۔

قبائلی علاقہ وفاقی حکومت کے تحت ہے۔

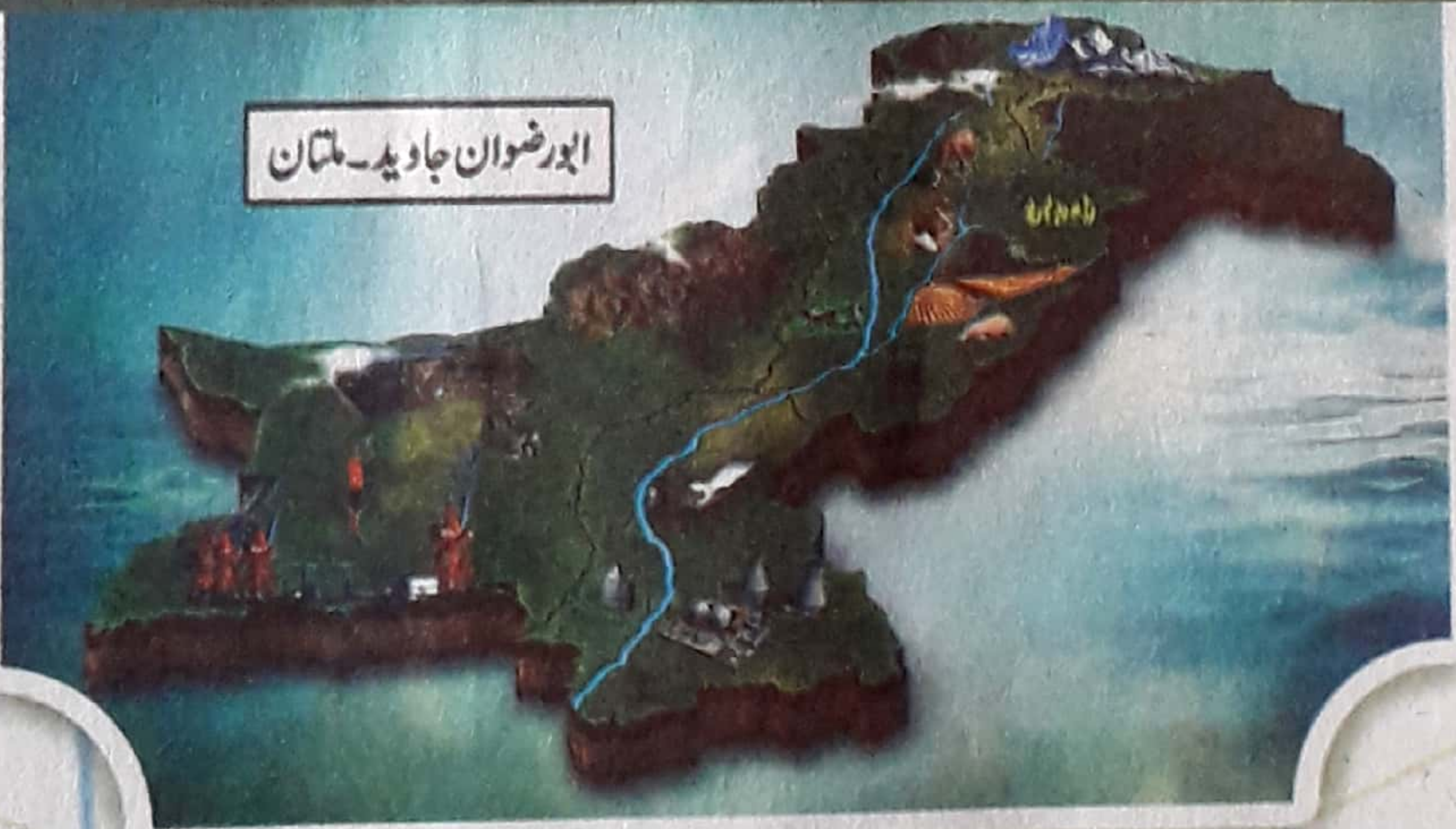

معلومات عجیبہ:

اسلام آباد میں واقع فیصل مسجد، کراچی میں مسجد طوبیٰ، لاہور کی بادشاہی مسجد، مسجد شہداء اور رحیم یار خان میں مسجد بھونگ کا شمار دنیا کی خوبصورت مساجد میں ہوتا ہے۔ انسانوں کے ہاتھوں بویا ہوا دنیا کا سب سے بڑا جنگل چھانگا مانگا پاکستان میں ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا قلعہ رانی کوٹ صوبہ سندھ پاکستان میں ہے، دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان میں ہے اس کی لمبائی 40 ہزار میل ہے۔ جسے اب پاکستان کا ازلی دشمن بھارت پاکستانی دریاؤں پر ڈیم بنا کر پانی بند کر کے واٹر بم گرا کر اسے برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا لمبا بیراج ''سکھر بیراج'' پاکستان میں ہے یہ دریائے سندھ پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً ایک میل ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا ڈیم ''تربیلا ڈیم'' پاکستان میں ہے۔ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی ''کے ٹو'' سکردو (شمالی علاقہ جات) پاکستان میں اور اس کی بلندی 78250 فٹ ہے۔

دنیا کی سب بڑی نمک کی کان کھیوڑہ میانوالی میں واقع ہے۔

(بحوالہ دلچسپ لطیفے)

قومی ترانہ:

پاکستان کا قومی ترانہ ملک کے مشہور شاعر جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری نے لکھا ہے۔ قومی ترانہ 13 اگست 1954ء کو پہلی بار ریڈیو پاکستان سے نشر کیا گیا۔ قومی ترانے میں کل 50 الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قومی ترانے کے تینوں بند صرف ''پ'' سے شروع ہوتے ہیں۔

قومی ترانے کی دھن احمد جی چھاگلا، عبدالکریم چھاگلا نے مرتب کی۔ قومی ترانہ مخمس (صنف شاعری) میں لکھا ہوا ہے۔ پاکستان کا قومی ترانہ پڑھنے میں ایک منٹ 20 سیکنڈ صرف ہوتے ہیں۔

تقسیم ہند سے قبل ''اسرار الحق مجاز'' نے پاکستان کے لیے قومی ترانہ لکھا تھا۔ قومی ترانہ لکھنے سے پہلے اس کی دھن (موسیقی) مرتب کی گئی۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کا قومی ترانہ مرتب کرنے کے لیے نگرانی میں 9 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔

بقیہ | صفحہ نمبر 15 پر

معصوم روشنی

وہ ایک عرب ملک کا رہنے والا تھا۔ کوئی خاص مقصدِ حیات نہ تھا۔ اللہ کے ساتھ تعلق کم ہی تھا۔ کتنی ہی مدت گزری اس نے مسجد تک جانا گوارا نہ کیا تھا، نہ اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔ وہ برے ساتھیوں کے ہمراہ شام سے فجر تک بے کار کاموں میں مشغول رہتا اور بیوی کو گھر میں اکیلے چھوڑے رکھتا۔

ایک مرتبہ وہ بے کار کاموں میں رات گزارنے کے بعد صبح تین بجے گھر واپس آیا۔ دیکھا تو اس کی بیوی اور چھوٹی بچی دونوں گہری نیند سو رہے تھے نیند اس سے کوسوں دور تھی وہ انہیں بستر پر چھوڑ کر دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا اور اخلاق سے گری ہوئی فلمیں دیکھنے لگا۔ فلمیں تو ہوتی ہی اخلاق سے گری ہوئی۔ ان میں ہر بات قرآن وسنت کے خلاف ہوتی ہے۔ فحاشی کے مناظر سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اسلام میں فلمیں دیکھنا جائز نہیں۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور پانچ سالہ بیٹی باپ کے سامنے تھی۔ بیٹی نے باپ کی طرف انتہائی تعجب کے ساتھ حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا اور بولی:

بابا! آپ کے لیے یہ نہایت معیوب بات ہے۔ آپ کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

یہ جملہ بچی نے تین دفعہ دہرایا اور پھر دروازہ بند کر کے واپس چلی گئی۔

باپ پر بچی کی بات بجلی بن کر گری اور وہ سخت شرمندہ اور پریشان ہو کر اٹھا، ویڈیو کو بند کیا اور حیران و پریشان ہو کر بیٹھ گیا۔ بچی کا جملہ اس کے دماغ میں بار بار گردش کر رہا تھا۔ پھر وہ کمرے سے نکلا دیکھا تو بچی بستر پر جا چکی تھی۔ چند ہی منٹ گزرے تھے کہ قریبی مسجد سے مؤذن کی اذان اس کے کانوں سے ٹکرائی جو ڈراؤنی رات کی خاموشی کو توڑ رہی تھی۔

وہ جلدی جلدی وضو سے فارغ ہو کر مسجد پہنچا سجدے میں پہنچ کر پیشانی زمین پر رکھی ہوئی تھی کہ بلا سبب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ پڑا اور وہ سسکیاں لے کر رونے لگا۔

اس آہ وزاری نے اس کو احساس دلا دیا کہ اب اس کے ایمان کی تازگی کا وقت آن پہنچا ہے اب اس کی زندگی کی کایا پلٹ چکی تھی!!!

فجر کی نماز ختم ہو گئی، وہ تھوڑی دیر مسجد میں ہی بیٹھا رہا، پھر اپنے گھر کو واپس ہوا اور سوئے بغیر صبح سویرے اپنی ڈیوٹی کے لئے نکل گیا۔ جب آفس پہنچا تو اس کا منیجر تعجب میں پڑ گیا کہ آخر ماجرا کیا ہے کہ آخری وقت میں پہنچنے والا شخص آج صبح سویرے ہی ڈیوٹی پر پہنچ گیا ہے!

منیجر نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے گزشتہ رات کے حادثے سے آگاہ کیا۔ منیجر نے کہا: تم اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ایسی معصوم سی نیک بچی سے نوازا ہے جس نے تمہیں ملک الموت کے آنے سے پہلے پہلے غفلت کی نیند سے بیدار کر دیا ہے۔

ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد وہ گھر واپس ہوا تا کہ کچھ آرام کر لے وہ اس دوران میں اپنی چھوٹی بچی کے دیدار کا از حد مشتاق تھا جو اس کی ہدایت اور اللہ کی طرف رجوع سبب بنی تھی۔

وہ گھر کے اندر داخل ہوا تو اس کی بیوی نے زار وقطار آنسو بہاتے ہوئے اس کا استقبال کیا اس نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ بیوی نے چیختے ہوئے کہا تمہاری پیاری اور لاڈلی بیٹی وفات پا گئی ہے۔

اس اندوہناک خبر کے صدمے نے باپ کے اوسان خطا کر دیے وہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکا چنانچہ وہ بچی کی وفات کے غم میں بیوی کے ساتھ رونے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب قدرے اطمینان ہوا تو اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی آزمائش ہے۔

اس نے بچی کو غسل دے کر کفن پہنا دیا، پھر نماز جنازہ پڑھ کر اسے قبرستان میں دفن کرنے لگے تو اس کے دوست نے کہا:

تیرے علاوہ کسی اور کے لیے قبر میں اترنا مناسب نہیں۔ چنانچہ باپ نے بیٹی کو اٹھایا اور اسے قبر میں رکھا۔ اس دوران میں اس کی آنکھیں اشکبار تھیں اور اس کی زبان گویا تھی:

میں اپنی بیٹی کو نہیں بلکہ اس روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس نے میری زندگی کی اندھیری رات کو اجالے سے بدل دیا۔

میں اس روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس کی شعاعوں نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی اور مجھے فسق و فجور کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وعمل کی منور دنیا میں لے آئی۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اس دنیا میں اپنے والدین کے لیے ایک بہتر روشنی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حافظہ مریم خالد۔ سیالکوٹ

اوران پر جو مصیبت آئے صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے ہیں۔ (الحج:35)

دعا کی برکت

جیسے ہی گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں ہم نے زور وشور سے چھٹیوں کا ہوم ورک کرنا شروع کردیا تا کہ جلد از جلد کام ختم کر کے ماموں کی طرف رہنے جائیں۔ ایک دن ایسا بھی آیا کہ ہم ماموں کی طرف چلے گئے۔ خوب گرمی پڑ رہی تھی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمارے جانے کے دوسرے دن ہی خوب بارش ہوئی۔ موسم کے ٹھنڈا ہونے سے ہم نے خوب لطف اٹھایا۔ ٹھنڈے موسم میں ہم چھت پر بیٹھے تھے کہ ایک بھڑ جسے ہم پنجابی زبان میں پونڈ کہتے ہیں آ گیا جو کبھی ادھر اڑتا کبھی ادھر۔ سارے ڈر رہے تھے کہ کہیں یہ بھڑ ہمیں کاٹ نہ لے۔ کیونکہ بھڑ کے کاٹنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے...... اب قسمت کی بات دیکھیں کہ وہ بھڑ میرے پاؤں پر آ بیٹھا اور اتنے زور سے کاٹا کہ پاؤں پر ایک باریک سا سوراخ ہو گیا اور کاٹی ہوئی جگہ پر سوجن ہونے لگی لیکن یہ کیا...... آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ مجھے ذرا برابر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں بھی بہت حیران ہوئی پھر اچانک ہی مجھے یاد آیا کہ میں نے صبح اذکار کیے تھے جن میں موجود یہ دعا پڑھی تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے جس شام کو یہ دعا تین بار پڑھ لی اسے صبح تک اچانک کوئی مصیبت نہیں آئے گی اور جس نے صبح کے وقت یہ دعا تین بار پڑھ لی اسے شام تک اچانک کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کرنے والے ابان بن عثمان کو فالج ہو گیا تو ان سے حدیث سننے والا تعجب سے ان کو دیکھنے لگا (کہ پھر یہ فالج کیوں ہو گیا؟) تو انہوں نے کہا: کیا ہوا؟ مجھے کیا دیکھتے ہو؟ اللہ کی قسم میں نے عثمان پر جھوٹ نہیں بولا اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا لیکن جس دن مجھے فالج ہوا میں اس دن غصے میں تھا اور یہ کلمات پڑھنا بھول گیا۔ (سنن ابی داؤد)

جی ہاں! یہ سب دعا کی برکت سے تھا کہ مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں صبح وشام کے اذکار تو پہلے بھی کرتی تھی لیکن اس واقعہ کے بعد مزید پختگی آ گئی۔

اس کہانی سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ اگر خلوص کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعاؤں کو پڑھیں تو اللہ خود حفاظت فرماتے ہیں۔ آخر میں اس کے متعلق ہی ایک اور حدیث پڑھتے جائیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بڑی تکلیف ہوئی اس بچھو سے جس نے مجھے رات کو کاٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو شام کو کہہ لیتا: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. تو وہ تجھے ضرور نہ ڈستا۔ (صحیح مسلم)

اسماء عبدالغفور۔ گوجرانوالہ

چڑیا کا گھونسلہ اور اسلم

صہیب اعظم۔ ملاں پور

اسلم کو پرندوں کے گھونسلے خراب کرنے اور ان کے بچوں کو گھونسلوں سے اٹھالانے میں بہت مزہ آتا تھا۔ وہ یہ کام کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ اسلم کے والدین اسے یہ سب کچھ کرنے سے منع کرتے تھے مگر اسلم ان کی باتوں کو سنی ان سنی کر دیتا۔ ایک دن اسلم نے ایک چڑیا کے بچوں کو ان کے گھونسلے سے اٹھالیا۔ چڑیا اپنے بچوں کے لیے کھانے کی تلاش میں گئی ہوئی تھی۔ جب چڑیا واپس آئی تو اپنے بچے گھونسلے میں نہ پا کر بہت پریشان ہوگئی اور انہیں ادھر ادھر تلاش کرنے لگی۔ آخر کار وہ تھک ہار کر گھونسلے میں بیٹھ گئی۔ ادھر اسلم نے چڑیا کے بچوں کو پنجرے میں بند کر دیا اور انہیں دانا، پانی بھی نہیں دیا اور وہ ننھی سی جانیں بھوکی، پیاسی اداسی کے عالم میں بیٹھی رہیں۔ اسلم کی امی نے جب چڑیا کے بچوں کا یہ حال دیکھا تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے بچوں کو دانہ اور پانی دیا۔ مگر انہوں نے یہ سوچ لیا کہ اسلم کی یہ حرکت ناقابل معافی ہے۔ دوسری طرف اسلم بچوں کو بند کر کے آرام کے لیے چلا گیا۔ اس نے ایک خواب دیکھا جس نے اسلم کو ہلا کر رکھ دیا اس نے دیکھا کہ تمام پرندے انسانوں سے بہت بڑے ہو گئے ہیں اور ان پرندوں میں سے ایک نے اسلم کو اپنے تیز اور نوکیلے پنجوں میں جکڑ لیا ہے۔ اس پرندے نے اسلم کو پنجرے میں بند کیا پھر اس پر ٹھنڈا پانی پھینکا اس کو کھانے کے لیے کچھ نہ دیا۔ ڈر کے مارے اسلم کی آنکھ کھل گئی اس نے فوراً چڑیا کے بچوں کو پنجرے سے باہر نکال کر ان کے گھونسلے میں رکھ دیا۔ چڑیا ابھی تک وہاں اداسی کے عالم میں بیٹھی تھی۔ چڑیا اپنے بچوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اس دن کے بعد اسلم نے کبھی کسی پرندے کو تنگ نہیں کیا۔ اسلم کے والدین اس میں آنے والی تبدیلی سے خوش تھے اور آئندہ سے کسی بھی جانور کو تنگ نہ کرنے کی نصیحت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔ (الجامع الصحیح 6915)

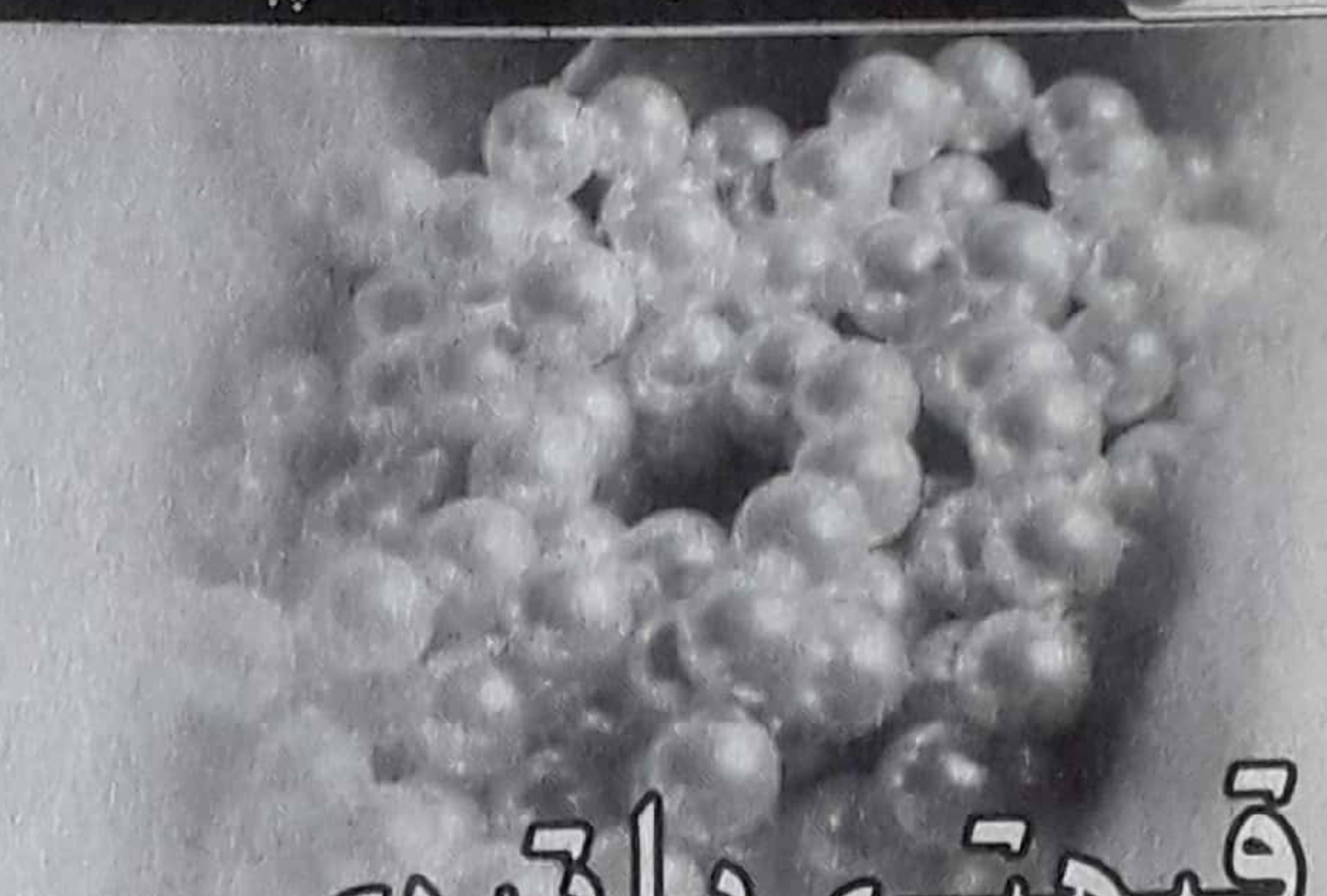

قیمتی باتیں

☆......زندگی برف کی مانند ہے جو لمحہ بہ لمحہ پگھل رہی ہے۔

☆......زندگی ایک امتحان ہے۔

☆......زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا کام ہے۔

☆......زندگی ایک درخت ہے جس کا پھل آخرت میں ملتا ہے۔

☆......شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی صد (سو) سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

☆......زندگی ایک آگ کا شعلہ ہے جو جلدی ہی بجھ جائے گا۔

(احسان مجاہد۔ ملا نپور)

باتوں سے خوشبو آئے

☆......انسان تب سمجھ دار نہیں ہوتا جب وہ بڑی بڑی باتیں بولنے لگے بلکہ تب ہوتا ہے جب وہ چھوٹی چھوٹی بات سمجھنے لگے۔

☆......غلطی مان لینے سے انسان کا ذہنی بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

☆......بے کار مت بیٹھو، اس سے زندگی کی مشکلات بڑھتی ہیں۔

☆......مصیبتوں سے مت گھبراؤ کیونکہ ستارے اندھیرے میں چمکتے ہیں۔

(محمد سبحان مجاہد۔ ملا نپور)

انمول نصیحتیں

- اگر دوست چاہتے ہو تو اللہ رب العزت کافی ہیں۔
- اگر ساتھیوں کی تمنا ہے تو منکر نکیر کافی ہیں۔
- اگر عبرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا کافی ہے۔
- اگر ہمدرد چاہتے ہو تو قرآن پاک کافی ہے۔
- اگر مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت کافی ہے۔
- اگر وعظ چاہتے ہو تو موت کافی ہے۔

(صہیب رومی۔ ملاں پور)

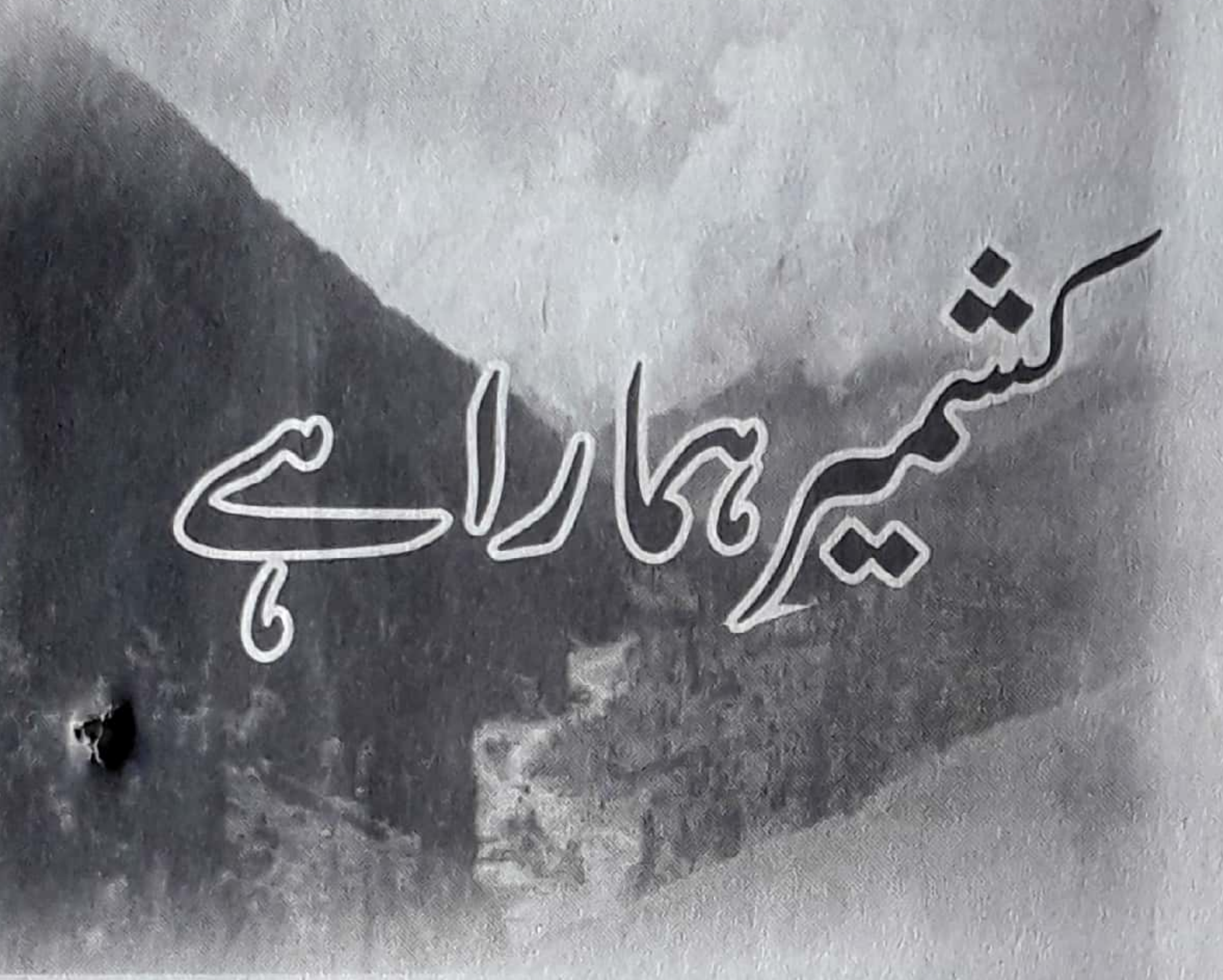

کشمیر ہمارا ہے

کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
اے کافرو! ہٹ جاؤ کشمیر ہمارا ہے
اسلام پہ کٹ مرنا یہ شان ہماری ہے
بڑھ کر نہ کبھی ہٹنا یہ آن ہماری ہے
اسلام کے لیے حاضر جان ہماری ہے
مذہب پہ فدا ہونا یہ کام ہمارا ہے
کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
اب تو کفر کے ظلم کو بڑھنے نہیں دیں گے ہم
اسلام کے سورج کو ڈھلنے نہیں دیں گے ہم
کفار کی فوجوں کو چڑھنے نہیں دیں گے ہم
ہم مرد مجاہد ہیں یہ کام ہمارا ہے
کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
آزادی کی دولت کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے
ہم خون کا ہر قطرہ وادی میں نچوڑیں گے
ہم خون شہیداں کا بدلہ بھی یہی لیں گے
اے کافرو! سن لو یہ پیغام ہمارا ہے
کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
اے کافرو! ہٹ جاؤ کشمیر ہمارا ہے

(رافعہ عبدالحق، رابعہ عبدالحق کمبوہ، ماریہ اسلم، کنگن پور)

اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کراور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی۔ (ھود:114)

ہمارا وطن، پیارا وطن

ہمارا وطن ہے یہ پیارا وطن
امن و سکون کا گہوارہ وطن
ہر طرف خوشیوں کے شادیانے بجے
کلیاں کھلیں، پھول مسکرانے لگے
آزاد ہوا جب ہمارا وطن
ہمارا وطن ہے یہ پیارا وطن
امن و سکون کا گہوارہ وطن
شہیدوں کے لہو سے یہ صحراب ہوا
لاکھوں قربانیاں دیں تو آزاد ہوا
فضائیں بھی دھومیں مچانے لگیں
آزاد ہوا جب ہمارا وطن
ہمارا وطن ہے یہ پیارا وطن
امن و سکون کا گہوارہ وطن
وطن پہ کبھی آنچ آنے نہ دیں گے
دشمن کو قبضہ جمانے نہ دیں گے
ہے ہم کو جان سے بھی پیارا وطن
ہمارا وطن ہے یہ پیارا وطن
امن و سکون کا گہوارہ وطن
الٰہی اسے تو شاداب رکھ
تاقیامت تو اسے آباد رکھ
بن کے ابھرا چاند اور تارا وطن
ہمارا وطن ہے یہ پیارا وطن
امن و سکون کا گہوارہ وطن

(خنساء شبیر۔سلیم چوک)

روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ

چھوڑ کہانی چھوڑ تو قصے، روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ
ہیرے موتی تجھ کو ملیں گے، سیر تو اس کی کر کے دیکھ
فہم قرآن بھی حاصل ہو گا علم حدیث بھی پائے گا
تجھ کو ایسی باتیں ملیں گی تو رب سے ڈر جائے گا
آجا رب سے ڈر کے دیکھ روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ
جھوٹ، تکبر چھوٹ جائیں گے تو سچ کو اپنائے گا
ان شاء اللہ ان شاء اللہ رزق حلال تو کھائے گا
نیکیوں سے گر ہو گا تعلق نیک تو بھی ہو جائے گا
آجا نیکی کر کے دیکھ روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ
ہے درخواست احسان کی روضۃ الاطفال عام تو کر
جن کاموں سے ہو رب راضی بھائی ایسے کام تو کر
تو ابلیس سے لڑ کے دیکھ روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ

(محمد احسان مجاہد، سبحان مجاہد۔ملانپور)

جاگ اٹھا کشمیر

آزادی کا سورج نکلا جاگ اٹھا کشمیر
کرن کرن سے پگھل رہی ہے زنداں کی زنجیر
خون شہیداں مچل رہا ہے بن کے موج نیل
صورت موسیٰ دیکھ رہی ہے فرعونوں کی تدبیر
شب بر ہند کے نمرودوں نے دیکھے آگ کے خواب
صبح ہوئی تو پھول کھلے تھے الٹی تھی تعبیر
وادی وادی گونج رہی ہے دیکھ تیری تعبیر
راہ عدو سے نہ ہٹ سکے گی آہن کی دیوار
اپنا سینہ دیکھ چکے ہیں توپ، تفنگ اور تیر
آزادی کا سورج نکلا آزاد ہو کشمیر
ان شاء اللہ

(اسماء عبدالغفور۔گوجرانوالہ)

پیوستہ رہ روضہ سے

حافظہ سائرہ طیب۔خانیوال، اخت حافظ فراز احمد۔گوجرانوالہ، مجاہد الرحمٰن۔لاہور، عبداللہ بن شفاق۔لیاقت پور، ماریہ اسلم۔کنگن پور، اخت ابوطلحہ شاہین، رقیہ عبدالخالق۔چھبر،

ارم شہزادی۔سمندری، حافظ اقراء طیب۔خانیوال، بنین و بنات عبداللہ طیب۔خانیوال، فیضان طالب۔ملانپور

فرق تلاش کریں؟

احمد حسن، محمد الطاف، عبدالکبیر، طلحہ احمد، حسیب محبوب، مصطفیٰ سیف، حمزہ محبوب، محمد خبیب، محمد یحییٰ، حائد الرحمن

بے شک اللہ نرم ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں۔ (مسلم 2593)

بقیہ ہمارا سوہنا پاکستان

قومی ترانہ منظور کرنے والی کمیٹی نے 722 ترانے رد کرنے کے بعد ابو الاثر حفیظ جالندھری کے لکھے ہوئے قومی ترانے کو منظور کیا تھا۔ قومی ترانے میں تین زبانیں، اردو، عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

قومی ترانے میں کل پندرہ مصرعے ہیں۔ قومی ترانہ 1954ء کو لکھا گیا اور اس کی دھن 1949ء میں مرتب کی گئی۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری کے مجموعہ کلام ''چراغ سحر'' میں قومی ترانہ کے الفاظ درج ہیں۔ قومی ترانہ پہلی بار حفیظ جالندھری کی آواز میں نشر ہوا تھا۔ پہلی مرتبہ قومی ترانہ شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کی آمد پر بجایا گیا تھا۔ پاکستان کے قومی ترانے میں لفظ ''زمین'' صرف اردو کا ہے باقی سب عربی یا فارسی کے ہیں۔ قومی ترانہ قوموں کی عظمتوں کا نشان ہوتا ہے۔

قومی پرچم

پاکستان کا قومی پرچم لیاقت علی خان نے اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کی۔ پاکستان کے قومی پرچم کا 75 فیصد حصہ سبز رنگ کا ہے اور 25 فیصد حصہ سفید چاند اور پانچ کونوں والا ستارہ بنا ہوا ہے۔ سفید حصہ دنیا کو امن اور آشتی کا پیغام دیتا ہے۔ قومی پرچم لہرانے کی پہلی تقریب کراچی میں مولانا بشیر احمد عثمانی کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

پاکستان کے قومی پرچم کی سٹینڈرڈ لمبائی 4 فٹ اور چوڑائی 3 فٹ ہے۔ ہر چم کا سبز حصہ مسلمانوں کی اکثریت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ سفید عمودی پٹی اقلیت کو ظاہر کرتی ہے۔ پرچم پر چاند اور ستارہ اللہ کی وحدانیت اور امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے۔

پرچم ہلال استقلال کا ڈیزائن اقبال احمد خان نے بنایا۔ قومی پرچم مذہبی اور قومی تہواروں، آزادی پاکستان، یوم جمہوریہ اور یوم ولادت قائد اعظم کے قومی دن کے مواقع پر لہرایا جاتا ہے۔ پاکستانی پرچم پر چاند کا رخ آسمان کی طرف ہے۔ قومی پرچم پر چاند کا رخ دائیں طرف ہے جبکہ چاند اور تارہ 45 ڈگری پر ہیں۔

ڈھاکہ میں قومی پرچم لہرانے کی پہلی تقریب مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہاتھوں سرانجام پائی۔ پاکستان کا پرچم بیرونی ممالک میں سب سے پہلے فرانس میں لہرایا گیا۔ پاکستان کا پرچم الطاف حسین اور اقبال حسین نے بنایا تھا۔ یہ دونوں آپس میں بھائی تھے۔

بقیہ | بوڑھی ماں

اصغر نے پوچھا: ''ماں جی! تو آپ بعد میں پاکستان چلی جاتیں؟''

ماں جی بولیں: ''میں اس لیے وہاں نہیں گئی کہ وہاں پاکستان تو ہے مگر کوئی پاکستانی نہیں۔ کوئی پٹھان ہے تو کوئی بلوچی، کوئی پنجابی ہے تو کوئی سندھی۔ اگر تم کبھی میرے پاکستان میں پہنچو تو وہاں کے لوگوں کو بتانا کہ یہ پاک دھرتی ہے، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والے وطن کی عزت اور قدر کرو۔''

پھر کچھ دیر بعد وہ دوبارہ آئی اور اصغر کو چارہ کاٹنے والی درانتی پکڑاتے ہوئے بولی کہ کمرے کی پچھلی دیوار کچی مٹی سے بنی ہے...... تم رات کو اس میں سوراخ کر کے پاکستان کی طرف بھاگ جانا...... ''اللہ تمہاری حفاظت کرے۔'' کہہ کر چلی گئی...... اصغر رات کو وہاں سے فرار ہو گیا اور اس نے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لی اور پاکستان کی قدر اس کے دل میں پیوست ہو گئی...... یہاں تک کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ہونے والا واقعہ بتاتا اور بوڑھی ماں کا پیغام ہر پاکستانی تک پہنچانے کی کوشش کرتا۔

اصغر کی ملاقات بوڑھی ماں سے 1973ء میں انوپ پور میں ہوئی جو پاکستانی سرحد کے علاقے فورٹ عباس کے ساتھ واقع ہے۔

جفا کا جواب مسکراہٹ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا، آپ نے نجران کی بنی ہوئی چادر اوڑھ رکھی تھی، چادر کا حاشیہ بناوٹ میں موٹا تھا۔ اچانک گاؤں سے آنے والے ایک دیہاتی سے سامنا ہوا، اس نے چادر کو زور سے کھینچا، اتنا زور سے کھینچا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گلے جا لگے۔ زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر پھٹ گئی، اس کا حاشیہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں رہ گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر چادر کا نشان پڑ گیا۔ میں نے اس نشان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اب وہ دیہاتی کہنے لگا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کا وہ مال جو تمہارے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی کی طرف دیکھا اور اس کے اس طرز عمل پر غصہ کرنے کی بجائے ہنسنے لگے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا کرنے کا حکم دیا۔''

(مسلم، کتاب الزکوۃ باب 1 العولفۃ...... 1087)

قارئین کرام! یہ تھے مہربان و مشفق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی رعایا کا خیال رکھنے والے دعا کیا کرو کہ حکمران ملے تو متکبر اور لالچی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ملے۔

بحوالہ: سیرت کے سچے موتی (ماریہ اسلم، رقیہ عبدالحق، رابعہ عبدالحق)

غلطی کا احساس

شہریار نے ورزش شروع کی تو جم کے ماسٹر نے اسے مشورہ دیا کہ بیٹا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم مضبوط ہو اور لوگ آپ کی طرف دیکھ کر آپ جیسا بننا چاہیں تو جم آنے سے پہلے پھل کھایا کرو اور دودھ زیادہ پیا کرو اور کافی لمبی اشیاء کی فہرست شہریار کو بتاتے ہوئے ہدایت کی اور پھل کھانے پر دوبارہ زور دیا کہ روزانہ کی بنیاد پر پھل کھانے ہیں خاص طور پر کیلے اور سیب۔

شہریار روزانہ شام کے وقت جم جانے سے پہلے پھل والی دکان پر جاتا اور وہاں سے اپنا مطلوبہ سامان لے کر شاپر ہاتھ میں پکڑ کر کھاتا رہتا ساتھ ساتھ پیدل چلتا اور فروٹ کے چھلکے بڑے غرور کے ساتھ جسم کو دیکھتے ہوئے سڑک پر پھینکتا۔ لقمان بھی اسی جم میں جایا کرتا تھا۔ لقمان روزانہ کی بنیاد پر دیکھتا کہ شہریار فروٹ کھا کر اس کے چھلکے سڑک پر پھینکتا ہے اور وہ روزانہ اس کے پھینکے ہوئے چھلکوں کو اٹھا کر کوڑے دان میں پھینکتا اور جم جا کر شہریار کو سمجھاتا کہ بھائی جان ایسے کوئی سڑک پر گر جائے گا تو اس کو نقصان ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ پھل کے چھلکے سڑک پر نہ پھینکا کریں۔ شہریار گھور کر لقمان کی طرف دیکھتا اور منہ چڑا دیتا۔ ایک دن لقمان نے دیکھا کہ سڑک پر بزرگ شہریار کے پھینکے ہوئے چھلکے سے پھسل کر گرے ہیں تو لقمان نے فوراً آگے بڑھتے ہوئے ان کو سہارا دیا اور ان کو سڑک کراس کروائی اور چھلکے پکڑ کر کوڑے دان میں پھینک دیئے۔ لقمان نے آج بھی جا کر شہریار کو سمجھایا بجھایا کہ بھائی آج ایک بزرگ آپ کے پھینکے ہوئے چھلکے سے پھسل گئے تھے۔ لہٰذا آپ ایسا نہ کیا کریں۔ کبھی آپ بھی یا آپ کا دوست یا رشتہ دار بھی گر سکتا ہے لیکن مجال ہے کہ شہریار کے کانوں میں کوئی اچھی بات اترتی۔ اس نے لقمان کی طرف گھور کر دیکھا اور لقمان کو غصے سے بولا:

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں مجھے سمجھانے کی اور اس کو اپنے مضبوط بازو دیکھاتے ہوئے منہ چڑا دیا"

پھر ایک دن شہریار جم میں تھا کہ اس کو فون آیا اس نے فون اٹھایا تو آگے سے شہریار کے ابو روتے ہوئے بولے: بیٹا آپ کا چھوٹا بھائی سڑک پر پھسلنے سے گر پڑا ہے اور اب ہم اس کو ہسپتال لے کر جا رہے ہیں آپ بھی جلدی سے ہسپتال پہنچ جاؤ۔

وہ جم سے ہسپتال پہنچنے تک اپنی حرکت پر سوچتا رہا جب وہ ہسپتال میں پہنچا تو اس وقت اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ اس نے جا کر بھائی کی تیمارداری کی اور وہیں بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ اس طرح کا کوئی کام نہیں کرے گا۔ جب وہ اگلے دن جم پہنچا تو اس نے سب سے پہلے لقمان سے معافی مانگی اور اس کو اپنے بھائی کے بارے میں بتایا اور فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ اس طرح کی کوئی غلطی نہیں کرے گا۔ تب لقمان بھی خوش ہوا کہ شہریار سدھر گیا ہے اور پھر دونوں دوست بن گئے، دونوں اکٹھے جم آنے جانے لگے اور راستے میں اگر کوئی پتھر یا چھلکا پڑا دیکھتے تو فوراً دونوں کی کوشش ہوتی کہ وہ پہلے اس کو ایک طرف کر دے اور کسی کو نقصان سے بچا دے اور اجر بھی حاصل کرے۔

پیارے بچو! ہم بھی بعض اوقات ایسے غلط کام کر جاتے ہیں ہم نے آئندہ عہد کرنا ہے کہ راستے میں چھلکے یا کوئی پتھر یا کوئی بھی ایسی چیز جس سے مسافروں کو نقصان ہو سکتا ہے نہیں پھینکنی اور ہاں صرف یہی نہیں بلکہ جو پھینکے گا اس کو بھی بہت اچھے طریقے سے سمجھانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کام کرنا کہ اگر راستے میں ہمیں کوئی ایسی چیز نظر آئے تو ہم نے اس کو راستے سے ہٹانا بھی ہے۔

پیارے بچو! یقیناً یہ بہت چھوٹا کام ہے لیکن اس کے فوائد بھی ہیں پہلا فائدہ قرآن مجید میں ہے کہ

"جس کسی نے ایک انسان کی جان بچائی تو گویا اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔" (سورۃ المائدہ:32)

اور دوسرا نبی ﷺ نے فرمایا ایمان کے ستر سے زائد درجات ہیں اور سب سے چھوٹا درجہ یہ کہ راستے میں سے پتھر یا کسی نقصان دہ چیز کو ہٹا دیا جائے۔

ہم یہ کام کر کے کسی کو فائدہ بھی دے سکتے ہیں اور اجر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چھوٹی نیکیوں کی توفیق دے۔ آمین

محمد فیصل

بقیہ کامیاب کون؟

ہمیں اپنا ہدف طے کرنا چاہیے کہ میں زندگی میں کرنا کیا چاہتا ہوں؟ دنیا میں میں کہاں تک پہنچنا چاہتا ہوں، بہت سے ایسے ناکام ہونے والے طلبا ہیں جن کے پاس یہ ہدف بھی نہیں ہوتا کہ ہمیں زندگی میں کرنا کیا ہے؟ آگے بڑھ کر پہنچنا کہاں ہے؟ بالکل اس سے ناواقف ہوتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب سوچ چھوٹی ہوتی ہے پھر بندہ آگے نہیں بڑھ سکتا لیکن جب بندہ بڑا سوچتا ہے تو اللہ بندے کے گمان کے قریب ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتے ہیں۔

جو ہمارے بھائی ناکام ہوئے ہیں ان کو پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ بڑی سوچ اور نئے عزم کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے، ساتھ ساتھ اس بات پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ یہ ناکامی ہمیشہ کی ناکامی نہیں ہے۔ لیکن آخرت میں ناکام نہیں ہونا جو وہاں ناکام ہو گیا وہ ہمیشہ کی ناکامی کا داغ اپنے اوپر لگا کر جہنم کی آگ میں جلے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں جہنم سے بچا کر جنت کا داخلہ نصیب فرمادیں۔ (آمین)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں شہر کی گلیوں میں گھوما کرتے تھے۔ اپنی نیند کو خیرباد کہہ کر سونے والوں کی نگرانی کے لیے بے تاب ہوتے تھے۔ ان کے سینے میں ایک ایسا دل تھا جو سب کے لیے دھڑکتا تھا۔

ایک رات حسب معمول رات کی تاریکی میں شہر کی گلیوں میں گھوم رہے تھے تو دیکھا کہ ایک عورت بیٹھی ہنڈیا میں کچھ پکا رہی ہے۔ اس کے نزدیک بیٹھے بچے زاروقطار رو رہے تھے۔ آپ وہاں رک گئے اور عورت سے بچوں کو رونے کا ماجرا پوچھا تو عورت نے جواب دیا کہ میرے بچے صبح سے بھوکے ہیں۔ میرے پاس کوئی چیز میسر نہیں جو میں انہیں کھلا سکوں۔ ابھی ہنڈیا میں پانی اور پتھر ڈالے ہوئے ہیں تاکہ بچے انتظار کرتے کرتے سو جائیں۔

یہ سب جان کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ پریشان ہوئے، اسی وقت واپس جا کر بیت المال سے کھانے پینے کا سامان لینے چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے سامان لے کر اپنے کندھے پر رکھا۔ خادم نے بہت کہا کہ آپ یہ سامان مجھے اٹھانے دیں لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا قیامت کے دن میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟ جس پر خادم خاموش ہو گیا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سامان پہنچایا اور پھر چولہے میں آگ بھی خود جلائی تاکہ بچوں کے لیے کھانا جلد از جلد تیار ہو جائے۔

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا جس کی گود میں ایک بچہ تھا۔ مگر وہ بے تحاشہ رو رہا تھا آپ رضی اللہ عنہ پاس سے خاموشی سے گزر گئے۔

پھر دیر بعد دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ بچہ ابھی بھی اسی طرح چیخ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے بچے کے رونے کا سبب پوچھا، عورت کو معلوم نہ تھا کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہنے لگی کہ تمہیں حقیقت معلوم نہیں ہے ویسے ہی کہہ رہے ہو کہ بچے کو کیوں چپ نہیں کرواتی۔ اصل میں امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ دودھ چھوڑنے سے پہلے کسی بچے کو وظیفہ نہ دیا جائے۔ میں اس کا دودھ چھڑوانا چاہتی ہوں تاکہ وظیفہ مل سکے۔

یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے آہ بھری اور کہا: "ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا۔"

پیارے بچو......! پتا ہے کہ اگلے روز کیا ہوا؟؟

ساری سلطنت میں حکم جاری کر دیا گیا کہ بچے کے لیے پہلے دن سے ہی وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

یہ وہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے جن سے ملنے کے لیے بڑے بڑے ملکوں کے سفیر آتے تھے۔ جو بڑی شان اور بڑے ناز کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے لیکن وہ ان کی سادہ زندگی دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ہر طرف سکون اور لوگوں کے چہروں سے خلوص ٹپکتا دیکھتے تھے۔ جب وہ خلیفہ کے دربار میں پہنچتے تو سادگی دیکھ کر دنگ رہ جاتے مگر اس خلیفہ کے چہرے سے جلال اور ان کی نگاہوں سے جمال پھوٹ رہا ہوتا تھا۔ جو عام انسان کی طرح زندگی گزارتا تھا۔ بیت المقدس کو اسلامی فوجوں نے گھیر لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے غلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ سفر کے لیے صرف ایک اونٹ تھا۔ جس پر باری باری آپ رضی اللہ عنہ اور غلام سوار ہوتے تھے۔

دیکھا بچو! کتنا فکر تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی سلطنت کے لوگوں کا۔

اللہ ہمیں بھی ایسے حکمران عطا فرمائے۔ آمین

(محمد عاقب۔ لاہور)

یہ بھیک نہیں آزادی ہے
مانگے سے بھلا ملتی ہے کبھی
طوفان سے الجھ شعلوں سے لپٹ
مقصد کی طلب میں موت سے لڑ
حالات کو اپنے لب پر لا
شمشیر اٹھا تاخیر نہ کر
مغرب کے سیاستدانوں سے
امید نہ رکھ آزادی کی
یا طاقت سے کشمیر چھڑا
یا آرزوئے کشمیر نہ کر
دل جوش میں لا فریاد نہ کر
تاثیر دکھا تقریر نہ کر
یہ بھیک نہیں آزادی ہے
مانگے سے بھلا ملتی ہے کبھی

(رقیہ نذیر۔ میاں چنوں)

اسلم کی ایمانداری

گھر کے حالات کچھ اچھے نہیں تھے اور ابو جان مزدوری کرتے تھے۔اب گھر کے معاملات کو دیکھنا تھا اور چلانا بھی تھا۔امی جان نے سوچا کہ اسلم کو کوئی کام کروا لیتی ہوں۔گھر کے معاملات بھی ٹھیک ہو جائیں گے اور میرا بیٹا کام بھی سیکھ جائے گا۔امی جان نے اسلم کے ابو سے بات کر کے اسلم کو ڈاکٹر صاحب کے پاس کام کے لیے چھوڑ دیا۔اسلم چھوٹا تھا اور اسے اتنی سمجھ نہیں تھی خیر اسلم نے اللہ کا نام لے کر گھر کے معاملات کو دیکھتے ہوئے کام شروع کیا اور صبح کو سکول جاتا اور شام کو ڈاکٹر صاحب کے پاس آجاتا۔

میڈیکل سٹور گھر کے قریب ہی تھا۔ڈاکٹر صاحب کو اسلم سے بہت پیار تھا۔ڈاکٹر صاحب اسلم کو شاباش بھی دیتے اور انہیں خوشی بھی ہوتی کہ چھوٹا سا بچہ سکول بھی جاتا ہے اور گھر کے معاملات کی بھی فکر کرتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے اسلم کو آہستہ آہستہ موٹر سائیکل چلانا بھی سکھا دیا۔اب اسلم بڑا ہو چکا تھا اور 10th کلاس میں پہنچ چکا تھا اور اب اسے سب کاموں کی سمجھ بھی آگئی تھی۔

ایک دن مریضوں کی لمبی لائن لگی ہوئی تھی اور ڈاکٹر صاحب مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ایک مریض نے اسلم کو ایک ہزار روپے دیے اور میڈیسن بھی لی، اب اسلم نے بقیہ پیسے دیے اور ایک ہزار روپے اس کے پاس رہ گئے اور اچانک دوسری طرف سے اذان کی آواز کان میں پڑی اور ڈاکٹر صاحب نے کہا چلو اسلم نماز کے لیے۔نماز پڑھ کے آئے تو ٹائم ختم ہو گیا اور اسلم گھر چلا گیا۔اب اسی طرح اسلم اگلے دن آیا اور پھر کام وغیرہ کر کے گھر چلا گیا۔اسی طرح دو سے تین دن گزر چکے تھے اور پیسے اسلم کے پاس تھے۔ایک دن اسلم کو یاد آیا تو اسی وقت اس نے پیسے نکال کر ڈاکٹر صاحب کو دیے اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب! یہ پیسے میرے پاس رہ گئے تھے اور مجھے بھول گیا تھا۔ڈاکٹر صاحب حیران بھی ہوئے اور ان کو بہت زیادہ خوشی بھی ہوئی اور اللہ رب العزت کا شکر بھی ادا کیا کہ اسلم جیسے نیک سیرت بچے ابھی دنیا میں ہیں۔آج ڈاکٹر صاحب کو اسلم پر فخر ہے اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ اسلم سے پیار کرتے ہیں۔

پیارے بچو! ہمیں بھی اسلم کے اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے جس طرح اس نے ایمانداری دکھائی ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہیے اور اللہ رب العزت سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں ایماندار بنائے۔آمین

(محمد بن ہاشم۔سرگودھا)

عاجزی کا کھانا

سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ ایران کے صوبے اہواز کو فتح کرنے کے بعد خوشخبری کی نوید امیر المؤمنین تک پہنچانے کے لئے ایک شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔جب یہ شخص گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منورہ جو کہ مسلمانوں کا دارالخلافہ تھا وہاں پہنچتا ہے۔وہاں پہنچ کر اس نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔کھانے کا وقت تھا۔امیر المؤمنین کھانا کھلا رہے تھے اور حکم دے رہے تھے کہ فلاں کے سامنے اتنا کھانا رکھو، شوربہ زیادہ ڈالو گوشت زیادہ ڈالو اور فلاں کے سامنے روٹی رکھو۔سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا قریبی رشتہ دار بھی اس دعوت میں شریک ہو گیا۔جب سب نے کھانا کھا لیا تو امیر المؤمنین نے خادم کو حکم دیا کہ دستر خوان اٹھا لو۔پھر امیر المؤمنین چل دیئے۔وہ شخص بھی آپ کے پیچھے تھا۔اس شخص نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔امیر المؤمنین نے کمال شفقت و محبت سے اندر آنے کی اجازت دی۔امیر المومنین ایک چٹائی پر بیٹھ گئے۔کھجور کے پتوں سے بھرے ہوئے تکیے کے ساتھ خود ٹیک لگائی۔اپنی زوجہ کو حکم دیا کہ میرا کھانا لاؤ۔وہ شخص سوچنے لگا کہ شاید امیر المؤمنین نے اپنے لئے کوئی خاص قسم کا کھانا تیار کروایا ہوگا۔امیر المؤمنین کی زوجہ نے آپ کو کھانا دیا تو کھانا کیا تھا؟ ایک روٹی جس پر تیل لگا ہوا تھا اور سالن میں کوئی خاص قسم کا گوشت نہیں بلکہ نمک تھا۔امیر المؤمنین نے اس شخص کو بھی کھانے کی دعوت دی۔اس نے امیر المؤمنین کے کہنے پر چند لقمے لیے۔جب امیر المؤمنین نے کھانا تناول کر لیا تو اپنی زوجہ کو آواز دی اور پانی مانگا۔پانی کیا تھا ستو جو اتنے مزیدار نا تھے۔امیر المومنین نے اس شخص کو بھی ستو پلائے اور خود بھی پیے۔اس شخص نے جب امیر المؤمنین کا ایسا کھانا دیکھا تو وہ بہت حیران ہوا کہ اللہ کے بندوں کا رہن سہن واقعی ایسا ہوتا ہے۔

(ایوب علی۔شکر گڑھ)

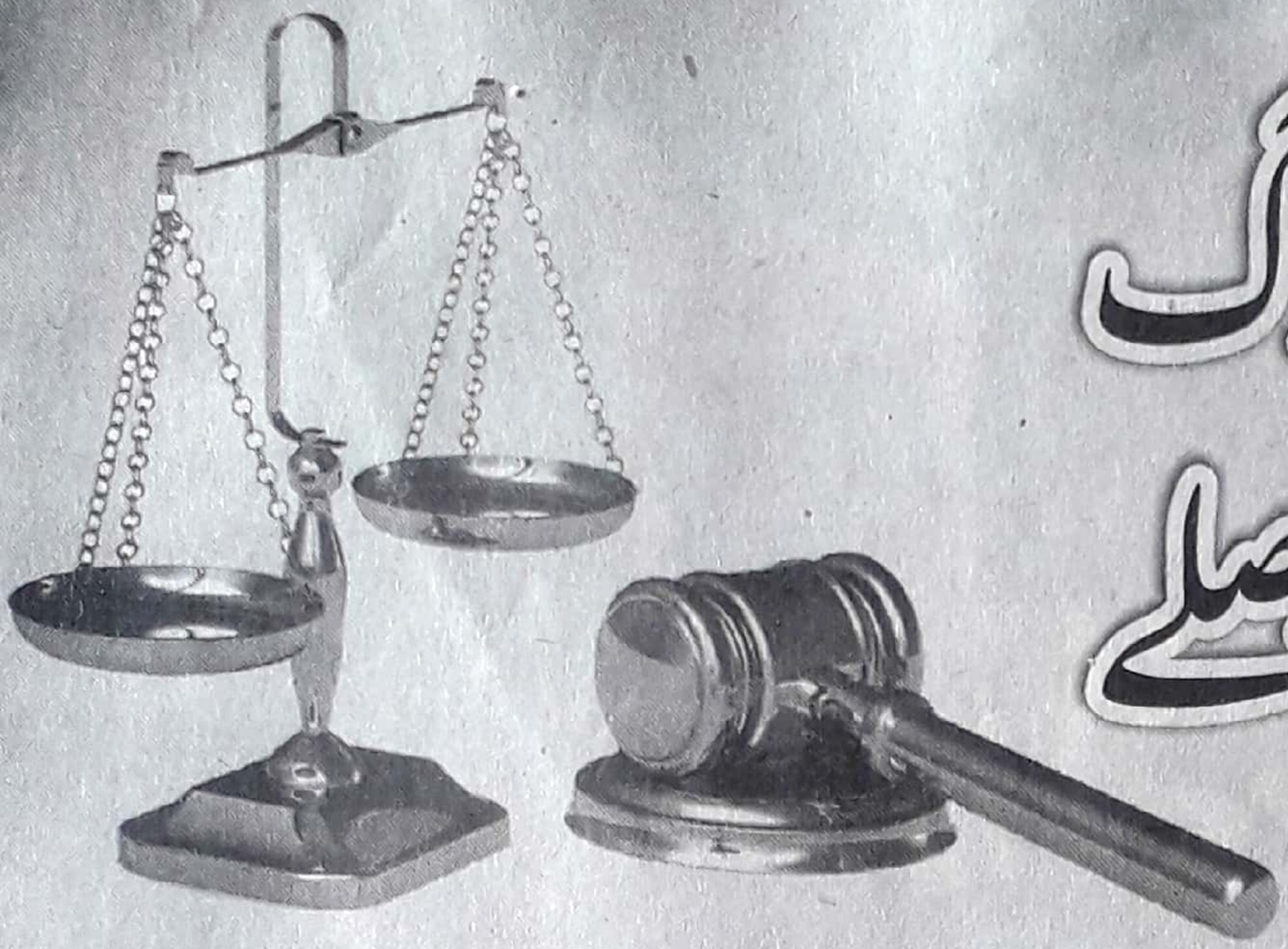

عجیب لوگ عجیب فیصلے

خلیل الرحمان قصور

سعودی عرب کے شہر قصیم کی شرعی عدالت نے اپنی تاریخ میں ایک عجیب وغریب مقدمہ دیکھا جو کہ قصیم بلکہ پوری مملکت سعودی عرب میں نہ ہی پہلے کبھی دیکھا یا سنا گیا۔ ہم آئے دن خاندانی اختلاف، جھگڑے، قطع رحمی اور عناد کی بھینٹ چڑھنے والے لوگوں کی کہانیاں تو پڑھتے، دیکھتے اور سنتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن صلہ رحمی کی بنیاد پر بننے والے اس انوکھے مقدمے کی تفصیل پڑھیئے اور اس واقعہ کو کسوٹی بنا کر اپنے آپ کو یا گردونواح میں وقوع پذیر حالات و واقعات کو پرکھیئے۔

اس شخص کا نام حیزان الفہیدی الحربی ہے۔ یہ بریدہ سے 90 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں (اسیاح) کا رہنے والا ہے۔ قصیم کی شرعی عدالت میں فیصلہ جیسے ہی اس کے خلاف گیا تو اس نے خود تو رو رو کر اپنی داڑھی کو آنسوؤں سے گیلا کیا ہی، مگر اس کو دیکھنے والے لوگ بھی رو پڑے۔ آخر کس بات پر یہ زاروقطار رونا اور یوں غش پڑ جانا؟ اولاد کی بے رخی؟ خاندانی زمین سے بے دخلی؟ حیزان کی بیوی نے اس پر خلع کا دعویٰ کیا؟ نہیں۔ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا، تو پھر آخر کس بات کا رونا!

حیزان اپنی ماں کا بڑا بیٹا ہے، اکیلا ہونے کی وجہ سے سارا وقت اپنی ماں کی خدمت ونگہداشت پر صرف کرتا تھا۔ حیزان کی ماں ایک بوڑھی اور لاچار عورت جس کی کل ملکیت پیتل کی ایک انگوٹھی، جسے بیچا جائے تو کوئی سو روپے دینے پر بھی آمادہ نہ ہو۔

سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا کہ ایک دن دوسرے شہر سے حیزان کے چھوٹے بھائی نے آ کر مطالبہ کر ڈالا کہ میں ماں کو ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں تاکہ شہر میں وہ میرے خاندان کے ساتھ رہ سکیں۔ حیزان کو اس کے چھوٹے بھائی کا یوں ماں کو شہر لے جانے کا مطالبہ بالکل پسند نہ آیا، اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو سختی سے منع کیا کہ وہ ایسا نہیں کرنے دے گا۔ ابھی بھی اس میں اتنی ہمت، سکت اور استطاعت ہے کہ وہ ماں کی مکمل دیکھ بھال اور خدمت کر سکتا ہے۔

دونوں بھائیوں کے درمیان تو تکار زیادہ بڑھی تو انہوں نے معاملہ عدالت میں لے جانے کا فیصلہ کیا۔ مگر عدالت جا کر بھی معاملہ جوں کا توں ہی رہا، دونوں بھائی اپنے موقف سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے اور عدالت پیشیوں پر پیشی دیتی رہی تاکہ وہ دونوں کسی حتمی نتیجے پر پہنچ سکیں مگر یہ سب کچھ بے سود رہا۔

مقدمے کی طوالت سے تنگ آ کر قاضی نے آئندہ پیشی پر دونوں کو اپنی ماں ساتھ لے آنے کا کہا تاکہ وہ ان کی ماں سے ہی رائے لے لیں وہ کس کے ساتھ رہنا زیادہ پسند کرے گی؟ قاضی نے بڑھیا سے پوچھا کہ کیا وہ جانتی ہیں کہ اُس کے دونوں بیٹوں کے درمیان اس کی خدمت ونگہداشت کے لئے تنازع چل رہا ہے؟ دونوں چاہتے ہیں کہ وہ اُسے اپنے پاس رکھیں! ایسی صورتحال میں وہ کس کے ساتھ جا کر رہنا زیادہ پسند کرے گی؟

بڑھیا نے جواب دیا کی میں جانتی ہوں مگر میرے لئے کسی ایک کے ساتھ جا کر رہنے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر حیزان میری ایک آنکھ کی مانند ہے تو اسکا چھوٹا بھائی میری دوسری آنکھ ہے۔

قاضی صاحب نے معاملے کو ختم کرنے کی خاطر حیزان کے چھوٹے بھائی کی مادی ومالی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے مقدمے کا فیصلہ اُس کے حق میں کر دیا۔

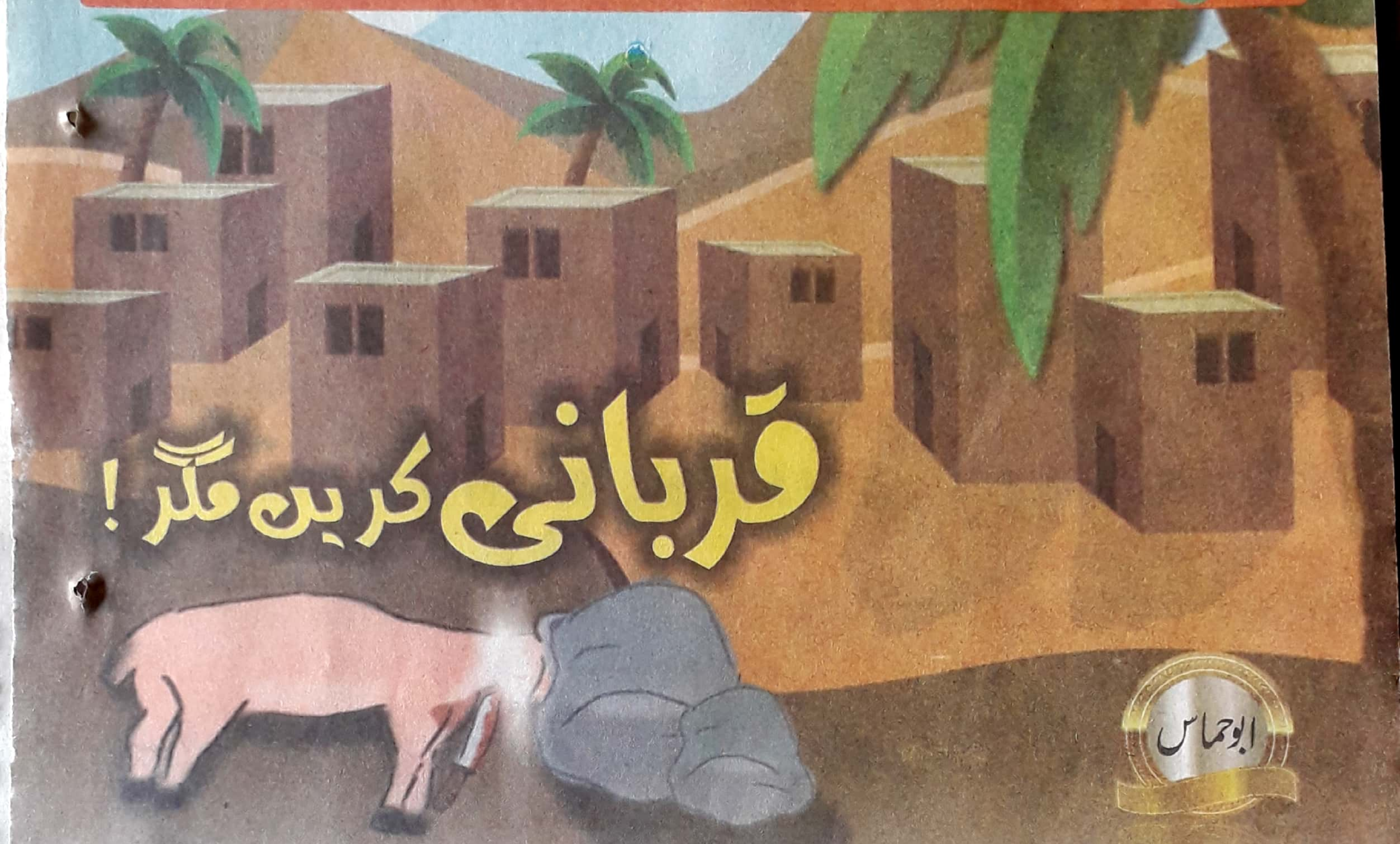

قربانی کر بن مگر!

ابوحماس

آج فہد بہت خوش تھا اور بار بار دروازے سے باہر جا کر بے چینی سے گلی میں دیکھتا اور اپنی امی سے آ کر پوچھتا: "امی جان! ابو کب آئیں گے؟ ابو آج دفتر جاتے ہوئے کہہ کر گئے تھے کہ ہم آج شام قربانی کے لیے بکرا لینے چلیں گے۔" اور آہستہ سے کہنے لگا: "ابو جان! جلدی آجائیں، جلدی آجائیں۔" اتنی دیر میں دروازے پر دستک ہوئی اور فہد کے ابو آ گئے۔ فہد اپنے ابو سے لپٹ کر بکرا لانے کا وعدہ یاد دلانے لگا۔ ابو جان نے کہا: "ہاں بیٹا! میں کھانا کھالوں پھر میرے دوست شاکر اللہ صاحب بھی آنے والے ہیں۔ انہوں نے بھی جانور خریدنا ہے تو اکٹھے ہی چلیں گے۔"

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور وہ سب کچھ ہی دیر میں بکرا منڈی پہنچ چکے تھے۔ وہاں کئی قسموں کے خوبصورت بکرے موجود تھے۔ فہد جو بکرا بھی دیکھتا اسے پسند آجاتا اور وہ اپنے ابو سے کہتا کہ یہی لے لیں یہ اچھا ہے۔ کافی گھومنے پھرنے اور تلاش کرنے کے بعد فہد کے ابو نے دو بکرے خریدے اور انھیں ساتھ لیے گھر کی طرف چل دیئے۔ راستے میں فہد نے اپنے ابو سے پوچھا کہ ابو جان! ہم ہر سال یہ قربانی کیوں کرتے ہیں؟ اور مسلمانوں پر یہ کام فرض کیوں کیا گیا ہے؟

ابو جان بولے کہ بیٹا! یہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

فہد نے پوچھا کہ انہوں نے کیا ذبح کیا تھا؟

بیٹا! حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت ہی صبر کرنے والے اور اللہ کی بہت زیادہ اطاعت کرنے والے پیغمبر تھے، اللہ تعالیٰ ان کو جو بھی حکم دیتے وہ فوراً اس پر عمل کرتے خواہ وہ ان کے لیے کتنا ہی مشکل اور ناگوار ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب آیا، جس میں انہوں نے دیکھا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی طرف سے میرے لیے حکم اور میری آزمائش بھی ہے۔ فہد بیٹا! اس خواب پر انہوں نے غور اس لیے کیا کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ خیر وہ اگلے دن ہی اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے پاس گئے جو ابھی چھوٹی عمر کے ہی تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اپنا پورا خواب بتایا اور خاموش ہو کر ننھے اسماعیل علیہ السلام کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ بیٹے کی خوبصورت آواز گونجی کہ ابا جان! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملا ہے تو اس پر عمل کرنے میں دیر نہ کریں۔

فہد حیرانگی سے بولا کہ کیا اسماعیل علیہ السلام نے اپنے گلے پہ چھری پھیرنے کی اجازت دے دی؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جی بیٹا! وہ بھی اپنے والد کی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار تھے۔

اب دونوں باپ بیٹے نے پروگرام بنایا۔ وقت اور جگہ طے کر کے اس عظیم

قربانی کے لیے روانہ ہوگئے۔

فہد بیٹا! سوچو کہ اگر ایک بندے کو پتا ہو کہ کچھ ہی دیر میں اس کی زندگی ختم ہو جائے گی تو اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور زیادہ حیرت کی بات یہ کہ باپ خود اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے جا رہے تھے۔

ابو جان! ان دونوں باپ بیٹے میں اتنی ہمت کیسے پیدا ہوگئی کہ اللہ کے لیے جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے؟

بیٹا! ان کا اللہ تعالیٰ پر پورا اور مکمل ایمان تھا اور وہ یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرے گا۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی چھری کو تیز کیا اور مطیع و فرمانبردار بیٹا اسماعیل علیہ السلام زمین پر لیٹ گیا۔ باپ کے ہاتھ میں چھری تھی اور بیٹا ذبح ہونے کے لیے زمین پر لیٹ چکا تھا اور زبان پر یہ کلمات تھے کہ یا اللہ! میں تیرے حکم پر یہ قربانی دے رہا ہوں تو اسے قبول کرلے۔ باپ نے اپنی تیز چھری بیٹے کی گردن پر رکھی اور اللہ کا نام لے کر چلا دی۔ چھری چلتی جا رہی تھی، گردن کٹتی جا رہی تھی۔

باپ نے اپنا بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تھا لیکن جیسے ہی بند آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اللہ نے ایک مینڈھا ان کے ہاتھوں ذبح کروا دیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم نے آپ کی قربانی کو قبول کر لیا ہے اور ہم اس کو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام کی قربانی قبول ہوئی، اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے لمبی زندگی دی اور انہوں نے منصب نبوت ملنے کے بعد دعوت کا کام کیا۔

اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ قربانی اتنی پسند آئی کہ اسے قیامت تک آنے والے صاحب استطاعت مسلمانوں کے لیے فرض کر دیا اور ہم ہر سال اسی سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے قربانیاں کرتے ہیں۔

تو میرے بیٹے فہد! قربانی کا اصل مقصد یہی ہے کہ بندہ جانوروں کی قربانی کے ساتھ ساتھ اپنی خواہشات کی بھی قربانی دے، گناہوں کو چھوڑ دے، لڑائی جھگڑے سے باز آجائے، چغل خوری اور غیبت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے توبہ کرلے، دھوکہ اور فریب کرنے سے اپنا دامن بچالے۔ اگر بندہ جانور کے گلے پر چھری پھیرنے کے ساتھ ساتھ اپنی غلطیوں کوتاہیوں اور برائیوں کے گلے پر بھی چھری پھیرتا ہے تو ہی قربانی کا اصل مقصد پورا ہوگا ورنہ قربانی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے ایک جانور کی جان لینے کے۔

فہد کہنے لگا کہ ابو جان! دیکھیں نا جب ہم قربانی کرتے ہیں اور اس کا گوشت غریب لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں تو کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہوں گے جو پورا سال گوشت نہیں کھا سکتے ہوں گے لیکن عید قربان پر وہ بھی جی بھر کے گوشت کھاتے ہوں گے۔

شاباش بیٹا! آپ نے بڑی اچھی بات کی ہے۔

اور ایک بات تو میں آپ کو بتانا بھول ہی گیا کہ آج ہم نے جو دو بکرے لیے ہیں ان میں سے ایک بکرے کی قربانی ہم گھر پر ہی کریں گے اور ایک بکرا ہم فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کو دیں گے کہ وہ لوگ پورے ملک میں غریب لوگوں کو قربانی کے جانور اور ان کا گوشت فراہم کرتے ہیں۔ ان کو مہینے بھر کا راشن تقسیم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ پوری دنیا میں جہاں جہاں بھی ضرورت مند لوگ ہیں، خاص طور پر کشمیر، شام، صومالیہ، برما وغیرہ میں، وہاں لوگوں کو قربانی کے جانور مہیا کرتے ہیں تاکہ وہ بھی قربانی کے اس عظیم عمل میں شریک ہوسکیں۔

ابو جان! ایک بات تو بتائیں کہ میرے جتنے بھی دوست ہیں وہ سبھی اپنے اپنے قربانی کے جانوروں کو گلی محلے میں گھماتے ہیں اور اترا اترا کر بتاتے ہیں کہ ہمارا جانور اچھا ہے، طاقتور ہے لیکن تمہارا بکرا تو کمزور سا ہے، نہ ہی اس کے سینگ ہیں اور نہ ہی یہ لڑ سکتا ہے۔ کیا ایسے لوگوں کی قربانی قبول ہوگی؟

بیٹا! کوئی بھی ایسا کام جو اللہ کے لیے کیا جاتا ہے جب اس میں دکھاوا اور ریاکاری شامل ہو جاتی ہے تو وہ عمل بے کار اور ضائع ہو جاتا ہے۔

بیٹا! ریاکاری یہ ہے کہ بندہ لوگوں کو دکھائے کہ میں قربانی کر رہا ہوں، میں اچھی نماز پڑھتا ہوں، میں روزے رکھتا ہوں وغیرہ وغیرہ

جانوروں کو گھمانا پھرانا بری بات نہیں ہے لیکن دل میں یہ خیال آنا کہ لوگ دیکھیں گے کہ ہم قربانی کر رہے ہیں، یہ بات اچھی نہیں ہے۔

ٹھیک ہے ابو جان! ہم ایسے ہی کریں گے۔ ان شاء اللہ

پیارے بچو! قربانی کا موقع آچکا ہے۔ عید سے پہلے اپنے پاس ایک لسٹ بنالیں کہ آپ کے محلے میں یا آپ کے دوستوں میں کون سے ایسے لوگ ہیں جو اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ ان کے گھر میں گوشت پک سکے، ان لوگوں کو گوشت فراہم کریں اور ان کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کریں اور ان کے والدین اگر ایک سے زیادہ قربانی کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو ان کو ترغیب دلائیں کہ اپنی طرف سے ایک یا اس سے زائد جتنی بھی قربانیاں کر سکتے ہیں، ان علاقوں میں کروائیں جہاں لوگ قربانی کر ہی نہیں سکتے تاکہ قربانی کے اس عظیم عمل میں تمام مسلمانوں کو شامل کیا جاسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کو مبارک ہے جس کو اپنے عیب نظر آئیں اور دوسرے لوگوں کے عیوب نظر نہ آئیں۔'' (سنن بزار)

گلدستہ روضہ

کام کی باتیں

پیش کرنے کا انداز تحفے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

سنی سنائی باتوں پر فیصلہ کرنا کم عقلی کی نشانی ہے۔

صبر کرنے والے کے غصے سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔

طاقت کے ذریعے فتح حاصل ہو سکتی ہے لیکن دیرپا نہیں ہوتی۔

(عاتکہ مبین عبد الغفور۔ پنڈ شہیداں)

کشمیری عوام

پہنچ جائینگے تیرے دہلی کو
اب غزوہ ہند کی ابتدا ہو گئی
اُلٹ دینگے تخت مودی کو
اب ملّتِ مسلم یکجاں ہو گئی ہے
مٹا دینگے دنیا سے نقشہ تیرا
عوام کشمیر کچھ اس طرح ہو گئی ہے

(عبد المعید۔ بہاولنگر)

ہمیشہ جاری رہنے والی

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

سات اعمال کا اجر و ثواب انسان کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے جبکہ وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے۔

① دوسروں کو علم سکھانا
② پانی کی فراہمی کے لیے نہر کی کھدوائی
④ کھجور کا درخت لگوانا
⑤ مسجد بنانا
⑥ قرآن کا وارث بنانا یعنی کسی کو قرآن کے نسخے لے کر دینا
⑦ نیک اولاد چھوڑنا جو اس کی بخشش کی دعا مانگتی رہے

(شعب الایمان: 3175)

(محمد ایوب۔ ساہیوال)

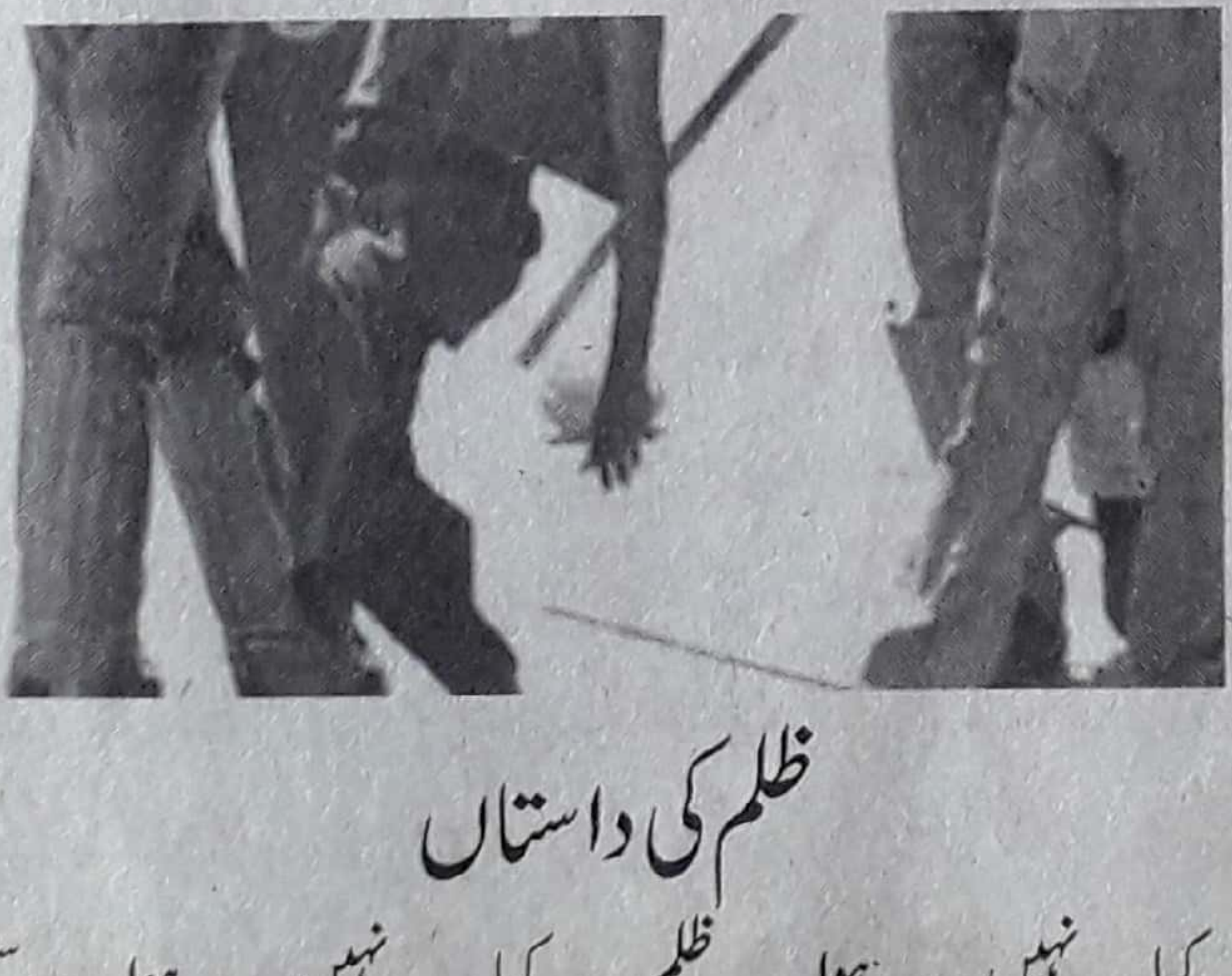

ظلم کی داستاں

ستم؟ ہوا نہیں کیا ظلم ہوا نہیں کیا بھی
کیسے؟ سناؤں داستاں کوئی پہلے سے داستاں اس ہے
نقشہ وہی میں آنکھوں ہے امید میں دل بھی

علی احمد

ملتان

آغاز شرک

دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں پانچ نیک بزرگ (ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر) جب وفات پا گئے تو لوگ بہت غمگین ہوئے۔ شیطان نے لوگوں کے دلوں میں خیال ڈالا کہ ان کو یادگار بنانے کے لیے تم ان کی تصاویر بنا لو اور ان تصاویر کو اپنی عبادت گاہ میں رکھ دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا مگر جب وہ ان کی تصاویر دیکھتے تو دعا کرتے کہ یا اللہ! جیسے یہ نیک تھے ہمیں بھی ان کی طرح نیک بنا۔ لیکن جب بت تراش وفات پا گئے تو ان کی آنے والی اولاد کے دلوں میں شیطان نے خیال ڈالا کہ تمھارے باپ دادا نے یہ بت ایسے ہی نہیں بنائے تھے۔ تم ان کی عبادت کر کے ان سے مرادیں مانگا کرو۔ اس طرح دنیا میں شرک شروع ہو گیا۔ اس گمراہ بستی کی طرف اللہ تعالیٰ نے پہلے رسول بھیجے جو حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عراق میں آباد تھی۔ جہاں آج کوفہ آباد ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام صبح و شام حق کی باتیں بتاتے لیکن وہ لوگ ان کو دھمکیاں دیتے اور کئی اقسام کی تکلیفیں پہنچاتے۔ ان کی قوم میں سے چند غریب لوگ ایمان لے کر آئے۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ غریب لوگ ایمان لے کر آ رہے ہیں تو انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ نوح! پہلے تم ان غریبوں کو اپنے سے دور کر دو پھر ہم ایمان لائیں گے۔ [ھود:27]

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا: میں ان کو دور نہیں کروں گا اور اگر دور کردوں گا تو ہے کوئی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ [ھود:29] وہ کہنے لگے کہ: کہاں ہے تمھارے رب کا عذاب؟ ان کو کہہ دو کہ لے آؤ اپنا عذاب۔ [ھود]

اللہ تعالیٰ کی طاقت جوش میں آئی اور وحی کے ذریعے پیغام بھیجا کہ آپ کی قوم میں سے مزید لوگ ایمان نہیں لے کر آئیں گے سوائے جو ایمان لا چکے ہیں اور آپ کشتی بنائیں۔ [ھود:32] حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانا شروع کر دی لیکن راہ گزرتے کافر ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو بے شک ہم تمھارے مذاق کا جواب دیں گے۔ جیسے تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو۔ [ھود:38] حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی مکمل کر لی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں اپنے گھر والوں، جانوروں کے ایک ایک جوڑے اور ایمان والوں کو کشتی میں سوار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین سے پانی نکلنا شروع ہو گیا اور آسمان پر کالے بادل چھا گئے۔ جن سے بارش برسنا شروع ہو گئی۔ پانی اوپر آتا رہا اور کشتی اوپر تیرتی رہی۔ پانی کی موجیں پہاڑ جتنی بلند تھیں جو لوگوں کو لے ڈوبتیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے، ان میں سے ایک نافرمان تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس بیٹے کو کنارے پر دیکھا اور پکارا: اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ ہو جاؤ۔ [ھود:42]

بیٹے نے جواب دیا: میں کسی پہاڑ کے اوپر پناہ لے لوں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ [ھود:43] ان کے درمیان اچانک سے ایک موج آ گئی اور وہ یام کو لے ڈوبی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر زمین اور آسمان کو حکم دیا: اے زمین تو نگل لے اپنا پانی اور اے آسمان تو برسنے سے رک جا۔ [ھود:44]

پانی رک گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر رک گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے رب کو پکارا اور کہا: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے تھا اور بے شک آپ کا وعدہ سچا ہے۔ [ھود:45]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نوح! بے شک وہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ بے شک اس کا عمل برا ہے۔ پس مجھ سے سوال نہ کیجیے۔ اس چیز کے بارے میں آپ کے پاس علم نہیں ہے۔ بے شک آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ جذباتی لوگوں میں سے نہ ہو جائیں۔ [ھود:46]

حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے سوال کروں اس چیز کے بارے میں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر آپ نے میری مغفرت نہ فرمائی تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گا۔ [ھود:47] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! ہماری طرف سے اتر جائیے اور آپ پر اور آپ کے امتیوں پر برکت ہو اور کچھ ہیں...... پھر انھیں ہماری طرف سے ایک دردناک عذاب پہنچے گا۔ [ھود:48]

طوفان میں بچ جانے والے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے نسل چلی جس کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

جلد نمبر	19	صفحات	قیمت
17	252	16	6

29 ستمبر 2017ء 08 محرم الحرام 1439ھ

کامیاب کون...؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گالی گلوچ کرنے والے دو آدمیوں میں سے ابتداء کرنے والے پر دو بار گناہ ہے۔ تاوقتیکہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔'' (مسلم)

دعا کی برکت

سورج آگ برسا رہا تھا اور افریقہ کا صحرا تانبے کی بھٹی کی طرح تپ رہا تھا۔ پانی ختم ہوئے تین دن ہو چکے تھے۔ دور دور تک ریت کے سمندر کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اسلامی فوج کے سپاہی پیاس کے مارے نڈھال ہو رہے تھے۔ اونٹ تو کئی ہفتے بغیر پانی کے گزارا کر سکتے تھے مگر گھوڑوں کی حالت بہت نازک تھی۔ فوج کے کمانڈر عقبہ بن نافع سخت پریشان تھے۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں فوج کا ہلاک ہو جانا یقینی تھا۔ مسلمان کا آخری سہارا اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے۔ ساری فوج رک گئی۔ دو رکعت نماز پڑھی اور بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا دیئے۔

''یا اللہ! تیرے بندے تیری راہ میں نکلے ہیں۔ تیرا کلمہ بلند کرنے کے لیے، تیرے دشمنوں سے لڑنے اور تیرے باغیوں کو مغلوب کرنے کے لیے۔ یا اللہ! تو انہیں ہلاک نہ کر۔ ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے ناامیدوں کے مرکز اور بے قرار دلوں کے سہارے۔''

عقبہ رضی اللہ عنہ دیر تک رو رو کر دعا کرتے رہے۔ ابھی وہ دعا ختم بھی نہ کر پائے تھے کہ ان کا گھوڑا اپنا پاؤں زور زور سے زمین پر مارنے لگا اور پھر پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ صحراء کی فضاؤں میں اللہ اکبر کی آواز گونج اٹھی۔ اگلے ہی لمحے عقبہ رضی اللہ عنہ اپنے اللہ کے حضور سجدے میں پڑے تھے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ پیش قدمی کرتے، کفار کو شکست دیتے بحر اٹلانٹک کے کنارے پہنچ گئے اور فرط موج سے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا اور کہا:

''اے اللہ اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو جہاں تک تیری زمین ہوتی، تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا۔''

اس لیے تو علامہ اقبال نے کہا:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(خدیجہ زید، اسماء زید۔ فیصل آباد)

بھٹکا ہوا مسافر!

گرمی کی شدید تپش اور جگہ جگہ پر ٹریفک کا ہجوم تھا۔ نماز کا وقت بھی قریب تھا۔ میں نے اور میرے دو ساتھیوں نے سوچا کیوں نہ اپنے پیٹ کی آگ کو ٹھنڈا کر لیا جائے اور یہی سوچ کر ہم کولڈ ڈرنک پینے کے لیے ایک دوکان کے باہر بیٹھ گئے ہم گپ شپ میں مصروف تھے کہ اچانک ہماری طرف ایک بزرگ آئے۔ ان کے بال بکھرے ہوئے، شدید گرمی سے پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے اور پاؤں میں جوتا تک نہیں تھا۔ جب ایک بھائی نے اس بزرگ کی طرف دیکھا تو انہوں نے باباجی کی کچھ مدد کی لیکن باباجی بڑی ہی حیرت سے ہمیں دیکھ رہے تھے دوسرے بھائی کو باباجی کی طرف دیکھ کر احساس ہوا اور ہمیں کہنے لگے دیکھو بھائی ہمیں کتنی گرمی لگ رہی ہے اور فوراً اپنے پیٹ کی آگ بجھا رہے ہیں لیکن اس باباجی کے پاؤں میں جوتا تک نہیں تو راقم نے فوراً سوچے بغیر یہ فیصلہ کیا کہ آج اپنے رب کو ایک اور انداز میں کیوں نہ خوش کیا جائے اور یہ سوچ کر میں جوتا لینے نکل پڑا۔ راقم جب جوتا لے کر واپس آیا تو اسامہ بھائی اور عاقب بھائی نے باباجی کو اپنے پاس بٹھایا ہوا تھا اور ان سے گپ شپ کر رہے تھے۔ جب میں نے باباجی کے پاؤں میں جوتا پہنایا تو باباجی نے میرے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے دعا دی اور اسامہ بھائی نے راقم کو بتایا کہ باباجی اپنے گھر سے بچھڑ گئے ہیں ان کا گھر یہاں سے بہت دور ہے اور انہیں نہیں پتہ کہ وہ یہاں کس طرح آ پہنچے ہیں۔ باباجی کا نام منور حسین تھا، ان کی اولاد نہیں تھی اور ان کا تعلق وہاڑی سے تھا۔ اب جن کا کام ہی لوگوں کی خدمت کرنا ہو تو وہ اس نیکی سے کیسے پیچھے رہ سکتے تھے۔ وسائل نہ ہونے کے باوجود ہم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ باباجی کی بھرپور مدد کرنی ہے۔ اسامہ بھائی نے باباجی کو موٹر سائیکل کے پیچھے بٹھایا اور لاری اڈے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ٹریفک جگہ جگہ جام تھی۔ جس کی وجہ سے موٹر سائیکل ایک ایسے راستے کی طرف موڑلی جو لمبا تو تھا مگر اس پر رش نہیں تھا۔ جب باباجی نے نیا راستہ دیکھا تو وہ گھبرا گئے اور بار بار سوال کرنے لگے کہ ہم ابھی تک لاری اڈے کیوں نہیں پہنچے......؟ بقیہ صفحہ نمبر: 14

(محمد بن ہاشم۔ سرگودھا)

آنکھ کھلتے ہی جس نے تنگدستی کا دور دیکھا تھا...... ان کے سر سے سایہ شفقت اس حال میں اٹھا تھا کہ پیچھے کوئی مال و متاع بھی نہ تھا جو بوقت ضرورت کام میں لایا جاسکتا......!!!

وقت گزر رہا تھا کہ اس بچے کی ماں نے اپنے قبیلہ کے ایک شخص سے نکاح کر لیا...... نکاح کے بعد اس شخص نے بھی اس بچہ کو مسترد کرنے کی بجائے قبول کیا اور اپنے مال سے خوب پرورش و خدمت کی...... یہ فیاض، حسن سلوک اور ہمدردی اس بچے پر یوں اثر انداز ہوئی کہ وہ یتیمی کے درد کو محسوس بھی نہ کر سکا۔ یہ بچہ بیٹے کا کردار نبھاتا اور وہ شفیق باپ بن کر رہتا......!!!

جوں جوں بچے کے قدم جوانی کی طرف بڑھ رہے تھے...... توں توں وہ ماں اور سوتیلے باپ کی آنکھ کا تارا بنتا جا رہا تھا کہ اس کی ہر ادا سے ذہانت، شفقت اور شرافت کا اظہار ہوتا تھا...... یہی وجہ تھی کہ عمر ابھی دس سال بھی نہ ہوئی تھی کہ اسلام قبول کر لیا، دل کی زرخیز زمین پر ایمان کی کھیتی روز دن بدن سرسبز و شاداب ہوتی گئی...... کم عمری میں اطاعت رسول ﷺ کا شرف مل گیا اس سے بڑی سعادت دنیا و آخرت کی اور بھلا کیا تھی؟ ماں بچے کی ادائیں دیکھ کر پھولے نہ سماتی تھی......!!!

زندگی کا سفر جاری تھا کہ اس نوجوان کو ایک کٹھن مرحلے کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ ہوا یوں کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا...... سخت گرمی کے موسم میں...... پکی فصلوں کو چھوڑ کر...... آخرت کی خریداری کا عزم لیے...... دفاع اسلام کا جذبہ لے کر تبوک کی طرف جانے کا حکم ہوا...... سواریاں کم تھیں...... جذبے جوان تھے...... کچھ نہ پانے والوں کے شدت غم سے آنکھوں میں آنسو تھے...... مالدار صحابہ اپنا اپنا حصہ لا کر نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر رہے تھے...... کوئی سارا سامان لا رہا تھا...... کوئی نصف، کوئی نصف لشکر کے جنگی اخراجات اٹھانے کی پیشکش کر رہا تھا...... کوئی چند کلو کھجوریں اٹھائے حاضر خدمت تھا جسے اللہ رب العزت نے قیامت تک کے لیے قرآن کی سورت میں محفوظ کر دیا...... لیکن اس نوجوان کو ایک بات پریشان کیے ہوئے تھی کہ اس کا سوتیلا باپ اتنا مالدار ہونے کے باوجود جہاد کی تیاری کیوں نہیں کر رہا؟...... اپنا مال اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کرتا......؟؟

اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس کی ہمت بندھائے گا اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دلائے گا......! چنانچہ وہ بیٹھے اور وہ تمام روداد سنا ڈالی جو اپنی آنکھوں سے خود دربار نبوت میں مشاہدہ کی تھی...... مگر اس شخص پر اثر ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا یہاں تک کہ اس نے ایسی بات کہہ دی جس سے وہ حیران و پریشان ہی رہ گیا...... نہایت غلط کلمہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا...... ادھر نوجوان کی بے تابی اور پریشانی پہلے سے بھی بڑھ چکی تھی...... وہ اس خیانت کو فاش کرنے کے لیے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو گیا اور وہی کلمات جو اس شخص نے کہے تھے پیارے رسول ﷺ کو جا کر بتلائے......!!!

رحمت اللعالمین ﷺ نے نوجوان کو پیار کر کے اپنے پاس بٹھا لیا اور اپنے ایک صحابی کو روانہ کیا تا کہ وہ اس شخص کو بلائے کہ اس نے کیا کہا ہے......؟؟

نوجوان سوچے جا رہا تھا کہ وہ شخص جس نے باپ کی وفات کا غم بھلا دیا تھا...... میری پرورش کے مراحل طے کیا تھے...... یہ مرحلہ لوگوں کی باتوں کی زد میں بھی آنے کا تھا اور دوسری طرف محبت نبی ﷺ کا سوال تھا...... جو ایمان کی تکمیل کا مرحلہ تھا...... آنسو ٹپ ٹپ جاری تھے...... اتنے میں وہ شخص جس کا نام جلاس بن سوید تھا، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پیارے نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ تم نے نوجوان عمیر کے سامنے یہ بات کہی ہے؟ وہ صاف صاف مکر گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ!

ایسا کیونکر ہو سکتا ہے......؟ میں نے تو ہرگز بات نہیں کی...... یہ جھوٹا ہے......!!!

حاضرین کی نگاہیں دونوں کی طرف جمی تھیں...... کوئی عمیر کو دیکھتا تو کوئی جلاس کی طرف نظر گھماتا...... عمیر کی آنکھوں سے آنسو مسلسل رواں دواں تھے اور...... دل کی گہرائی سے دعا جاری تھی کہ اے الٰہی!

"میری سچی بات نبی محترم ﷺ پر واضح کر دے"

جلاس آگ بگولہ ہو رہا تھا کہ میں سچا ہوں، کوئی گستاخانہ بات میں نے نہیں کی۔ بخدا یہ جھوٹا ہے......!!!

بقیہ صفحہ نمبر: 14

جویریہ بتول

کھجور کی ٹہنیوں سے چھت بنائی گئی تھی...... چار دیواری کچی تھی...... ایک بدو آ گیا...... اسے پیشاب کی حاجت تھی...... اس نے ایک کونے میں جا کر پیشاب کرنا شروع کر دیا...... کیا کر رہے ہو......؟ کیا مسجد میں پیشاب کر رہے ہو......؟ وہاں پر موجود کچھ لوگوں نے اس شخص کو عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے منع کیا...... ظاہری بات ہے کوئی بھی ہوتا اس بری حرکت سے منع کر دیتا...... بھلا مسجد میں کون پیشاب کرتا ہے......؟ دوسری طرف سے ایک آواز آئی...... ''پیشاب کرنے کے دوران اسے پریشان نہ کرو، اسے پیشاب کرنے دو......''

یہ کون ہے جو پیشاب کرنے کی اجازت دے رہا ہے......؟ متجسس نگاہوں سے لوگوں نے دیکھا تو جناب محمد کریم ﷺ تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران رہ گئے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں پیشاب کرنے پر منع نہیں کر رہے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے...... اتنی دیر میں بدو پیشاب کر چکا تھا...... اسے رسول کریم ﷺ نے اپنے پاس پیش ہونے کا حکم دیا...... وہ آپ کے پاس حاضر ہوا...... رسول کریم ﷺ نے اسے اس حرکت پر فرمایا:

''میرے عزیز بھائی! دیکھو ان مساجد میں پیشاب کرنا یا گندگی پھیلانا جائز نہیں۔ یہ تو صرف اللہ رب العزت کے ذکر، نماز اور قرآن کریم پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہیں......''

وہ اپنی اس حرکت پر شرمندہ تھا...... اور حیران بھی تھا...... حیران مگر کس لیے......؟ وہ اس لیے کہ میں نے اس قدر بری حرکت کی...... جس پر کسی کا بھی رویہ اس قدر خوش اخلاق نہ ہوتا...... مگر نبی کریم ﷺ نے مجھے نہ ڈانٹا، مارا اور نہ ہی گالی دی...... بلکہ مجھے پیار بھرے لہجے میں...... احسن انداز سے اپنے پاس بلا کر سمجھایا......!!!

پیارے بچو! شفقت والا...... پیار سے بھرا...... خوش خلق...... احسن انداز...... یہ تو تھا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ...... اگر اس کے برعکس اس سے غصہ کیا جاتا...... اسے پیشاب نہ کرنے دیا جاتا...... اس سے نفرت کی جاتی تو کیا ہوتا......؟ جگہ نجاست والی...... ناپاک ہو ہی گئی تھی مگر...... پیشاب سے منع کرنے کی وجہ سے اسے بھی غصہ آ جاتا...... وہ بھی لوگوں سے نفرت کرتا...... ایسا نہ ہوا...... کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے معاملہ سلجھا دیا...... آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس ناپاکی والی جگہ کا کیا بنا......؟ تو وہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کے حکم سے پانی بہا دیا اور وہ جگہ پاک ہو گئی......!

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر بدو اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے......

''اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے علاوہ کسی اور کو اس رحمت میں شامل نہ کرنا''

وہ ایک دیہاتی تھا...... بدو تھا اور آداب دعا سے ناواقف تھا...... مگر اس کے دل میں محبت رسول اللہ ﷺ اس قدر پیوست ہو چکی تھی کہ اس نے صرف اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے ہی رحم کی دعا کی...... دعا تو اچھی تھی مگر...... رسول اللہ ﷺ نے اس کو آداب دعا بھی بتلایا...... اس کی غلطی درست فرمائی...... اصلاح کر دی...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے تو اللہ کی رحمت کو محدود کر دیا...... جبکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میری رحمت تو اس قدر وسیع ہے کہ اس نے ہر چیز کو ڈھانپ رکھا ہے......''

آپ ﷺ کا طریقہ اصلاح اسے بہت پسند آیا...... بدو نے نبی کریم ﷺ سے اپنے دلی جذبات کا اظہار ان الفاظ سے بھی کیا کہ

''آپ پر میرے ماں باپ قربان......''

جی ہاں پیارے بچو! کسی سے بڑی سے بڑی غلطی کے ہو جانے پر کیا طرز اپنانا چاہیے کہ غلطی کرنے والا پریشان نہ ہو...... بلکہ اس کے دل میں آپ کے لیے محبت پیدا ہو جائے...... یہ طریقہ تو بتا دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے...... تو پھر اس طریقہ کے استعمال میں دیر کیسی......؟

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ جیسے ننھے بچوں کو اپنے دین کا پاسبان اور محافظ بنائے...... آمین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دھوکہ باز، بخیل اور بدخلق آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (ترمذی)

نرالا حکمران

پیارے بچو! آج میں آپکو ایک ایسی کہانی سنانے جا رہا ہوں کہ جس سے یقیناً آپ بہت لطف اندوز ہوں گے اور آپ کا ایمان بھی تازہ ہوگا اور ہو سکتا ہے آپ اس کی خواہش بھی کریں۔

پیارے بچو! اس دنیا میں بہت سے حکمران آئے جنہوں نے اس دنیا پر سلطنت کا سوچا اور عرصہ دراز تک حکمران رہے۔ مگر آج میں آپکو ایسے حکمران کے بارے میں بتانے جا رہا ہوں جن کی حکمرانی میں انسان نہیں بلکہ اس روئے زمین کی ہر چیز جس میں جنات سے لے کر چیونٹیاں تک بھی شامل ہیں۔

یہ ایسے حکمران تھے کہ جن کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے ہوا بھی رکھی تھی وہ جب چاہتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوا کو حکم دیتے وہ ان کو اٹھا کر کبھی کسی جگہ کی سیر کے لیے لے جاتی اور کبھی کسی جگہ۔ ان کی سلطنت کا دائرہ کار اس قدر وسیع تھا کہ پرندے بھی آ کر آپ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے اور جو کام ان کو کہا جاتا وہ کرتے تھے۔

پیارے بچو! اب کس کا دل یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہوا میں اڑے اور مختصر سے وقت میں کشمیر کی سیر کرے اور پرندے اس کی ہر بات مانیں اور جو کام چاہے اللہ کی رضا سے کروا سکے اسے سکول سے چھٹی کے باعث استاد کی چھڑی کا خوف بھی نہ ہو، کبھی سوچ کر تو دیکھیں۔

یہ ایسے حکمران تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ مجھے ایسی حکمرانی عطا فرما جو آج سے پہلے اور بعد کسی کے نصیب میں نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی پر لطف حکمرانی دی کہ جو کسی کے نصیب میں نہ آئی۔

پیارے بچو! میں آپ کو ان کی حکمرانی کا ایک واقعہ سناتا ہوں وہ حکمران ایک دفعہ اپنے جنات کے لشکر کے ساتھ تھے اور انہوں نے ایک ایسی مسجد بنانے کے بارے میں سوچا جو پہلے کبھی نہ بنی ہو۔ انہوں نے جنات کو حکم جاری کر دیا اور خود کسی چیز پر بیٹھ کر اپنی لاٹھی کو اور اپنے سر کو سہارا دیا۔ وہ کافی دیر تک ادھر بیٹھے رہے اور دیر بھی اس حد تک ہو گئی کہ بیٹھے ہی بیٹھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا ان کی روح پرواز ہو چکی تھی مگر ان کا جسم ابھی تک ویسے کا ویسا ہی تھا مگر اس بات کا علم ان جنات کو نہ تھا جو اس مسجد کی تعمیر میں مشغول تھے۔

دن گزرتے گئے اور وہ حکمران اپنی لاٹھی کے سہارے ایسے ہی بیٹھے رہے۔ ایک دن ایسا بھی آیا کہ جب انکی لاٹھی کو دیمک لگنا شروع ہو گئی جب دیمک نے لاٹھی کافی حد تک چاٹ لی اور لاٹھی کا کچھ حصہ مکمل کر لیا تو پھر وہ لاٹھی ان کا وزن نہ سہہ سکی اور وہ نیچے گر گئے۔ جب وہ نیچے گرے تو ان کی سلطنت میں جتنے بھی جن تھے وہ سب بھاگ گئے اور یوں ان کی حکمرانی پایہ تکمیل کو پہنچی۔

اب آپ ان اللہ کے ولی کو پہنچان ہی چکے ہوں گے اگر نہیں تو وہ اللہ کے نبی تھے جن کا نام حضرت سلیمان علیہ السلام تھا۔ جنہوں نے اس دنیا کی ہر مخلوق پر حکمرانی کی اور مسجد جو انہوں نے جنوں سے بنوائی وہ ہمارا قبلہ اول یعنی بیت المقدس ہے۔

اسد بیگ۔ فیصل آباد

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جس کسی نے اپنے غصے کو روک لیا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔" (طبرانی)

پیارے بچو! ہو جاؤ تیار! کیونکہ اب روضۃ الاطفال پوچھے گا آپ کا خیال...... جو ہو گا آپ کا خیال، وہ شائع کرے گا روضۃ الاطفال...... تو جلدی کریں اب لیٹ نہ ہوں...... کر دیں اپنے خیالات کی بھرمار...... تاکہ ردی کی ٹوکری کا ہو جائے برا حال...... لکھ کر بھیجیں جلدی سے اس

سوال کا جواب

حل تو بتاؤ ذرا......

آپ ایک ہوٹل میں اپنے ابو جان کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ ایک عورت اپنے بیٹے کے ساتھ ہوٹل پر آتی ہے۔ جس نے پرانے کپڑے اور ٹوٹا ہوا جوتا پہنا ہوا ہے وہ ہوٹل والے کو 50 روپے دیتی ہے کہ مجھے کھانا دے دیں۔ میرے بیٹے کو شدید بھوک لگی ہے۔ لیکن ہوٹل والا آدمی اس کو یہ کہہ کر کھانا دینے سے انکار کر دیتا ہے کہ 50 روپے کا کھانا نہیں ملتا۔ یہاں سے چلے جاؤ فوراً۔

اب اس عورت کے پاس اور پیسے نہیں ہیں کیونکہ یہ پیسے بھی بڑی مشکل سے لوگوں سے ایک ایک روپے مانگ کر اکھٹے کیے تھے۔ آپ یہ سب ماجرا دیکھ رہے ہیں آپ کے خیال میں آپ کو اس وقت کیا کرنا ہو گا کہ وہ عورت اور بچہ پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے۔

گزشتہ سوال کے جوابات

ہمیں چاہیے کہ ہم امی یا ابو سے کہیں کہ جس طرح مجھے جوتا اور سوٹ لے کر دیا ہے اسی طرح اس بچے کو بھی لے کر دیں کیونکہ وہ بھی ہماری طرح کا انسان ہے۔ اس کا بھی دل کرتا ہے ہماری طرح زندگی بسر کرنے کا۔ مگر وہ مجبور ہے کیونکہ اس کے والدین کی اتنی آمدنی نہیں ہے۔

(عبداللہ۔ لاہور)

میں اپنا جوتا اور سوٹ اس بچے کو دے دوں گا۔ کیونکہ میرے پاس تو اور بھی سوٹ اور جوتے ہیں لیکن اس بچے کے پاس تو وہی ایک ہی سوٹ ہو گا وہ بھی پھٹا پرانا۔ اس طرح میں اس کی مدد کروں گا کیونکہ وہ میرا مسلمان بھائی ہے۔

(محمد احمد۔ کوئٹہ)

میں فوراً ریڈی میڈ سوٹ خریدوں گا اور پھر ایک اچھا سا جوتا بھی اس کو دوں گا ساتھ میں اسے کھانا بھی کھلاؤں گا۔

(طیب۔ خانیوال)

میں اس کو اپنے ساتھ گھر لے جاؤں گا اس کو نہلا کر اچھا سوٹ پہنا کر کھانا کھلاؤں گا اور پھر اس کو تین سوٹ اور بھی دوں گا تاکہ وہ بھی میری طرح زندگی بسر کر سکے۔ پھر میں اپنے ابو جان سے کہوں گا کہ وہ ہر مہینے اس کے گھر کھانے پینے کا سامان اور سوٹ، کھلونے وغیرہ پہنچائیں۔

(حنظلہ مجاہد۔ پتوکی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کو مبارک ہے جس کو اپنے عیب نظر آئیں اور دوسرے لوگوں کے عیوب نظر نہ آئیں۔“ (سنن بزار)

یار حامد آج سکول سے چھٹی پر میرے گھر آ جانا، میں نے موبائل میں زبردست گیمز انسٹال کی ہیں وہ کھیلیں گے...... علی بھی گیمز کھیلنے کا شوقین تھا۔ اس نے فوراً حامی بھر لی اس کے باوجود کہ اس کو اس کی امی جان نے سیدھا سکول سے گھر واپس آنے کا کہا تھا۔

آج حامد اور علی نے بڑی مشکل سے سکول میں وقت گزارا اور چھٹی کا ہی انتظار کرتے رہے...... آخری پیریڈ میں بہت بے چینی ہو رہی تھی، کب چھٹی ہو اور ہم فوراً گھر جا کر موبائل فون پر گیمز کھیلیں اور لطف اندوز ہوں۔ آخری پانچ منٹ بہت لمبے ہو رہے تھے بالآخر چھٹی کی بیل سنتے ہی حامد اور علی گیٹ کی طرف دوڑے، اپنی اپنی سائیکل نکالی اور علی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ علی کی امی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ علی گھر میں داخل ہوا جلدی سے بیگ رکھ کر موبائل اٹھایا اور بیٹھک میں حامد کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ امی جان آوازیں دیتی رہیں بیٹا! یونیفارم تبدیل کر لو پھر میں تمہیں کھانا دیتی ہوں لیکن علی نے سنی ان سنی کر دی اور حامد کے ساتھ گیم کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔

وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔ ظہر کی نماز بھی گزر گئی اور عصر کی بھی رہ گئی۔ اب حامد کو خیال آیا کہ میں نے بھی گھر جانا ہے، اس نے علی سے اجازت لی اور گھر پہنچ گیا۔ اس کی امی بھی کافی پریشان تھیں کہ حامد کہاں گیا؟ اس کے گھر پہنچتے ہی امی نے پوچھا: حامد بیٹا! اتنی دیر کہاں لگائی؟ لیکن حامد نے کوئی جواب نہ دیا...... بلکہ سائیکل پنکچر ہونے کا بہانہ بنا کر کمرے میں جا کر سو گیا۔

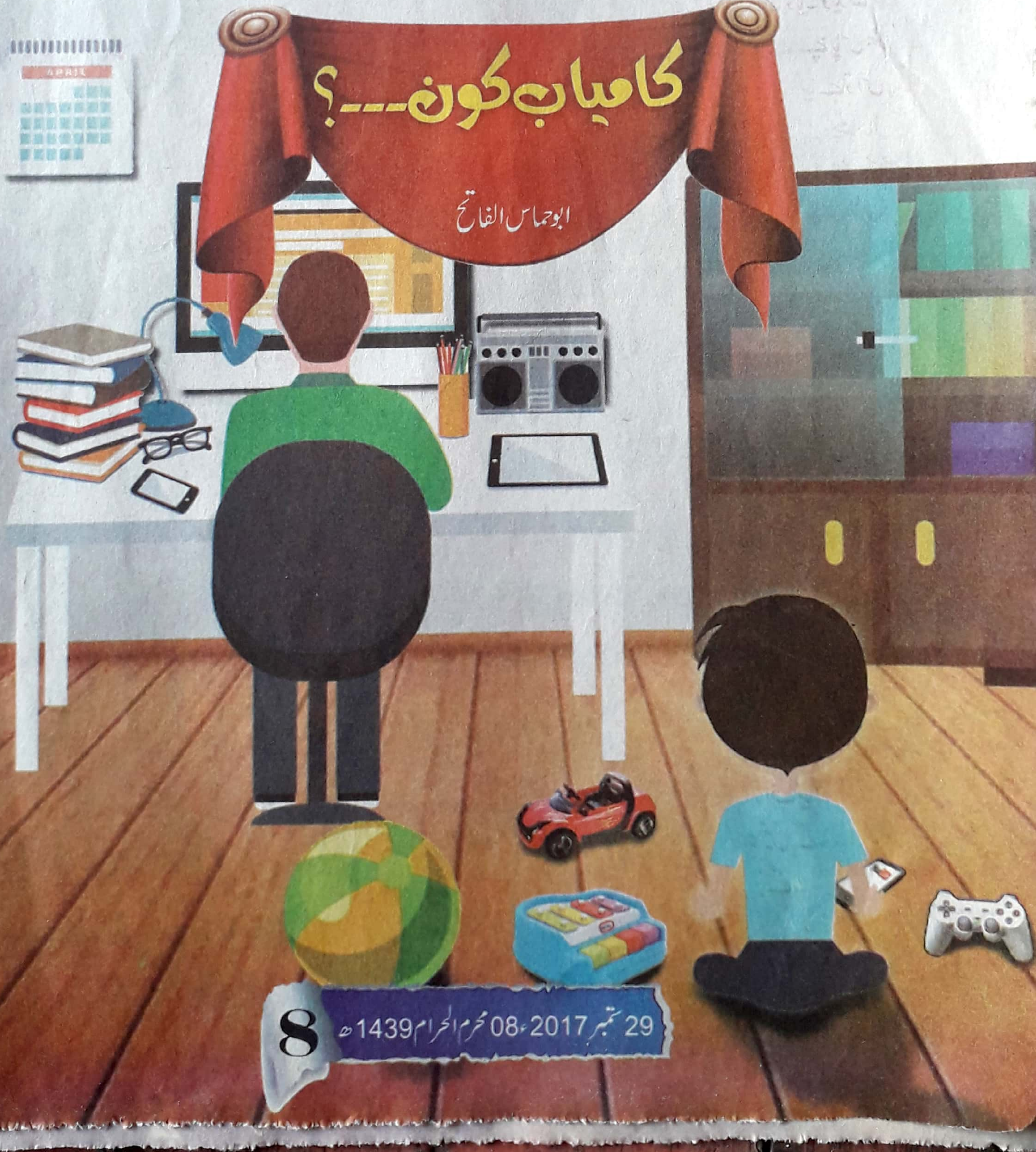

اب یہ کام حامد اور علی کا معمول بن چکا تھا۔ وہ روزانہ چھٹی کے وقت مل کر گھر واپس آ کر گیمز کھیلتے، اپنا وقت ضائع کرتے، والدین کی بات بھی نہ سنتے اور نمازیں بھی چھوڑ دیتے اور جب گیمز کھیل کھیل کر تھک جاتے تو ہوم ورک کیے بغیر ہی سو جاتے اور پھر سکول سے بھی سزا ملتی۔

ایک دن علی کے ابو گھر آئے، شدید گرمی تھی وہ بہت تھکے ہوئے تھے، انہوں نے علی کو آواز دے کر پانی لانے کا کہا...... علی ”جی! اچھا لایا“ کہہ کر پھر اپنی گیمز میں مگن ہو گیا۔ ادھر علی کے ابو انتظار کر رہے تھے...... دو منٹ، تین منٹ، پانچ منٹ دس منٹ گزرنے کے باوجود بھی علی وہیں کا وہیں ہی بیٹھا تھا۔ اس کے ابو کو غصہ آیا، انہوں نے دل میں سوچا خود جا کر دیکھتا ہوں یہ پانی لا رہا ہے یا نہیں۔

جیسے ہی ابو جان بیٹھک میں داخل ہوئے علی اور حامد نے فوراً موبائل کو بستر کے نیچے چھپا دیا لیکن علی کے ابو جان کو پتا چل گیا کہ ان کے پاس موبائل ہے، علی اور حامد نے اپنی خفت اور شرمندگی چھپانے کے لیے جھوٹ بول دیا کہ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے...... لیکن جب ابو جان نے ڈانٹ پلائی تو وہ دونوں مان گئے۔ ابو جان نے کہا نکالو...... کہاں ہے وہ موبائل؟ اب مرتے کیا نہ کرتے...... کھسیانے سے ہو کر ابو جان کو موبائل پکڑا دیا۔ ابو جان نے حامد سے کہا: چلو بیٹا اپنے گھر چلو تمہاری امی پریشان ہو رہی ہونگی اور سنو چھٹی کے بعد سیدھا اپنے گھر جایا کرو...... یہاں فضول کاموں میں اپنا وقت برباد مت کیا کرو...... اگلے دن وہ دونوں سکول دوبارہ ملے اور ابو سے موبائل واپس لینے کی ترکیب سوچنے لگے، علی نے حامد سے کہا کہ آج تم چھٹی کے بعد اپنے گھر چلے جانا میں ابو جان سے موبائل خود ہی لے لوں گا۔ چھٹی ہوئی تو علی اپنے گھر پہنچا اور پہنچتے ہی اپنی امی کو کہنے لگا۔ ماما مجھے نہیں پتا بس مجھے ابو سے موبائل واپس لے کر دیں اور خوب ضد کی، بالآخر اس کی امی نے ابو کی الماری سے موبائل نکال کر دے دیا۔

علی اور حامد کو اب گیمز کھیلنے کے علاوہ کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ نہ انہیں نمازوں کی پرواہ تھی، نہ ہی والدین کا کہنا مانتے تھے، نہ ہی سکول میں دل لگا کر پڑھتے تھے اور نہ ہی ہوم ورک کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پڑھائی میں بھی پیچھے رہنے لگے اور عبادات کے معاملے میں تو بالکل ہی بے فکر ہو چکے تھے۔

چند دن گزرے تھے کہ سکول میں امتحانات کے لیے ڈیٹ شیٹ لگ گئی، لیکن یہ کیا؟ ڈیٹ شیٹ لگنے کے بعد بھی ان کی روٹین میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ وہ شرارتوں اور ویڈیو گیمز میں زیادہ ہی مشغول رہنے لگ گئے۔

امتحانات شروع ہو چکے تھے اور آج پہلا پرچہ تھا۔ دونوں کمرہ امتحان میں منہ لٹکا کر بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، لیکن اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا خیر امتحانات ہوئے اور وہی حامد اور علی جو اچھے نمبروں سے پاس ہوتے تھے رزلٹ کا اعلان ہوا تو پتا چلا کہ دونوں ہی فیل ہو چکے ہیں۔

اب سوائے شرمندگی کے کچھ بھی نہیں رہا تھا، بچوں نے بھی خوب بے عزتی کی اور اساتذہ کی نظروں سے بھی گر گئے۔ ایک دن ان کے کلاس انچارج سر افتخار صاحب نے ان دونوں کو بلایا اور وجہ پوچھی کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تم امتحانات میں ناکام ہو گئے؟ اور کیا تمہیں اس بات کا احساس بھی ہے کہ نہیں؟ اب چونکہ دونوں کو احساس ہو چکا تھا انہوں نے جس جس طرح اپنا وقت برباد کیا تھا وہ سب سر نوید صاحب کو بتا دیا۔ نوید صاحب بھی بہت پریشان ہوئے، خیر انہوں نے دونوں کو پیار سے اپنے پاس بٹھایا اور نصیحت شروع کر دی۔ دیکھو بیٹا! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے تو اس پیدا کرنے کا مقصد بھی بتایا ہے۔ بیٹا! ہم دنیا میں آئے ہیں اور ہمیں چند سال کی زندگی ملی ہے یہ گزر ہی جائے گی خواہ فارغ رہ کر گزار دیں یا کوئی فائدہ حاصل کر لیں۔ ہماری زندگی کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جنت الفردوس میں داخلہ حاصل کرنا ہے۔ اس کے لیے پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کرنا اور گناہوں سے بچنا ضروری ہے، والدین کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے، وقت کی پابندی کرنے والے لوگ ہی عظیم لوگ ہوتے ہیں اور وقت کی حفاظت کر کے اپنا مستقبل اور اپنے خاندان کا مستقبل روشن کرتے ہیں اور جو بچے وقت ضائع کرتے ہیں اور پڑھائی میں پیچھے رہتے ہیں دل لگا کر نہیں پڑھتے وہ ناکام ہو جاتے ہیں اور پھر برے لوگوں کے ساتھ دوستیوں کی وجہ سے ان کی عادتیں خراب ہو جاتی ہیں اور وہ معاشرے کے لیے برے لوگ بن جاتے ہیں۔ موبائل پر گیمز کھیلنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ اس کے بہت سے نقصانات ہیں جن کا اندازہ ہمیں پانی سر سے گزر جانے کے بعد ہوتا ہے۔ اور والدین کو بھی چاہیے کہ بچوں کو ان چیزوں سے دور رکھیں تاکہ بچے مستقبل میں ان کے لیے بہتر سہارا بن سکیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر سکیں۔

حامد اور علی سر جھکائے ساری باتیں سن رہے تھے، آخر میں ان دونوں نے اپنے سر نوید کی موجودگی میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور عہد کیا کہ ہم آئندہ اپنا وقت برباد نہیں کریں گے۔ والدین کا کہنا مانیں گے، نمازوں کی پابندی کریں گے اور اللہ کے قریب ہونے کی کوشش کریں گے۔

گلدستہ روضہ

کشمیریوں کے نام

جلتے دل کو جلتا رہنے دو
معصوم خوابوں کو پروان چڑھنے دو
نوخیز کلیوں کو نہ مسلو
پھولوں کو کھلا رہنے دو
محبت کی زبان کو
چاہت کے نغمے کہنے دو
شاہین ہوں میں
مجھے رفعتوں میں رہنے دو
آزادی خواب ہے میرا
ہم کشمیریوں کو آزادی سے رہنے دو
(زارا تعبیر۔قصور)

کشمیر منزل دور نہیں

ہر کرن سویروں کی کشمیر کی جانب ہے
اب موت اندھیروں کی کشمیر کی جانب ہے
اٹھتی ہوئی شمشیریں توڑیں گی یہ زنجیریں
ہر کمک دلیروں کی کشمیر کی جانب ہے
رنگ لائے گا یہ خوں، اب بھاگیں گے دشمن سب
نظر اللہ کے شیروں کی کشمیر کی جانب ہے
دیکھے ہیں ظلم ہم نے کشمیر کے ہر گھر میں
سمت امن کے چہروں کی کشمیر کی جانب ہے
فیاض تمنا یہ رستے میں موت آئے
ہر سوچ ہی خیروں کی کشمیر کی جانب ہے
(فیاض۔قیام پورورکاں)

کیا کہنے......!

اے موسم بہار تیرا کیا کہنا
تو تو شبنم کا ساماں پھولوں پر تیرا کیا کہنا
ایسے کھلے کے دل خوش ہو جائے
پھر اس دل کے کھلنے کا کیا کہنا
بارش کی بوند جب برسے تو بادل کی آواز
پھر بجلی کے کڑکنے کا کیا کہنا
پھر بچوں کا شور اور بارش میں نہانا
اور امی کے پکوڑوں کا کیا کہنا
پھر بھیگے بدن کو لے کر گھر میں جانا
اور امی کے ڈانٹنے کا کیا کہنا
پھر سلائڈوں کا زور اور کپڑوں کا پھٹنا
اور ڈرتے ہوئے بتانے کا کہنا
ہم آپ کو کیا بتائیں اس نظم کے پورا ہونے پر
ہمارے خوشی کے عالم کا کیا کہنا
اس کہنے کہنے میں بہت کچھ کہا ہم نے
اب آپ بتائیں اس نظم کی تعریف میں آپ کا کیا کہنا
(یہی تعریف کافی ہے کہ بہت اچھی اور نرالی ہے نظم
اور اس کے لکھنے والے کا کیا کہنا)
(جوریہ ندیم۔نارتھ ناظم آباد)
(ردی کی ٹوکری سے بچا کر شائع کر دی ہے ہم نے
ورنہ ردی کی ٹوکری کو تھا آپ نے بہت کچھ کہا)

دولت کی حقیقت

دولت عینک خرید سکتی ہے مگر نظر نہیں۔
دولت نرم بستر خرید سکتی ہے مگر نیند نہیں۔
دولت لذیذ غذائیں خرید سکتی ہے مگر بھوک نہیں۔
دولت دوائیں خرید سکتی ہے مگر صحت نہیں۔
دولت کتابیں خرید سکتی ہے مگر علم نہیں۔
دولت قلم خرید سکتی ہے مگر لکھائی نہیں۔
دولت عیش و عشرت خرید سکتی ہے مگر سکون نہیں۔
دولت سامان خرید سکتی ہے مگر آرام نہیں۔
دولت اسلحہ خرید سکتی ہے مگر موت نہیں۔
دولت باڈی گارڈ خرید سکتی ہے مگر زندگی نہیں۔

(محمد حنظلہ مکی۔ قلعہ دیدار سنگھ)

سلام کو عام کرو

جب دو مسلمان آپس میں ساتھ مل کر چلیں اور ان دونو درخت، پتھر یا مٹی کا ٹیلہ حائل ہو جائے تو دوبارہ ملنے پر باہم سل کریں۔ (صحیح الجامع:355)

پرندوں کی طرح معصوم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جنت میں وہ لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کی طرح نرم ہوں گے اور نفرتوں سے پاک ہوں گے'' (صحیح مسلم:2840)

(محمد ایوب بن عبدالستار۔ ساہیوال)

شہد کی مکھی

شہد کی مکھی گاتی آئی
پروں سے اپنے اڑتی آئی
بولی باغ سے آئی ہوں میں
پھولوں کا رس لائی ہوں میں
رس سے شہد بناتی ہوں میں
گھر میں ڈھیر لگاتی ہوں
کاہل بن کر میں نہیں سوتی
وقت کو اپنے میں نہیں کھوتی

(حمنہ، از کی ہمسفرہ۔ جڑانوالہ)

شہادت

☆ شہادت ایک ایسا چراغ ہے جو صرف خون سے جلتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا پودا ہے جسے صرف خون کا پانی دیا جا سکتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسی روشنی ہے جو صرف پروانوں کو ملتی ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا نور ہے جو صرف جنت کا راستہ دکھاتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا نور ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوتی ہے۔
☆ یا اللہ سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرما۔ آمین

(حافظہ رمیصا طاہر۔ میاں چنوں)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اچھے خلق سے زیادہ کوئی اور چیز ترازو میں وزنی نہیں ہے۔“ (ترمذی)

بقیہ **سچ کی برکت**

لوگ ایک بار پھر عمیر کی طرف متوجہ ہوگئے کہ شاید جلاس ہی سچا ہو...... انہی لمحات میں پیارے نبی ﷺ پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی...... صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ وحی آنا شروع ہوگئی ہے...... سب کی نگاہیں چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہوگئیں...... وحی کا اثر زائل ہوا تو نبی ﷺ یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے!

”یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کی حالانکہ انہوں نے وہ کفر کا کلمہ کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے۔“

(سورۃ التوبہ:74)

اب کیا تھا......؟ جلاس یہ آیت سن کر کانپ اٹھا...... گھبراہٹ طاری ہوگئی اور پکار اٹھا یا رسول اللہ ﷺ!

عمیر نے سچ کہا ہے اور میں ہی جھوٹا وخطا کار تھا...... یا رسول اللہ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ میری توبہ قبول فرمالے......!!!

عمیر کا چہرہ نور ایمان سے چمک رہا تھا...... عجب تازگی نظر آرہی تھی...... صداقت کا اعلان عرش سے ہوا تھا...... خوشی کے آنسو پرنور چہرے پر بکھر کر حسن کا عجب ہی سماں باندھ رہے تھے...... نبی محترم ﷺ نے اپنا دست مبارک عمیر کے کندھے پر رکھ کر فرمایا:

تمہارے کان نے سچ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی تصدیق کردی......

یہ واقعہ عمیر کے وقار میں مزید اضافہ اور جلاس کی فلاح کا سبب بن گیا۔ وہ توبہ کر کے دائرہ اسلام میں دوبارہ داخل ہوا اور پھر صحیح کردار پیش کیا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ عمیر نے مجھے کفر سے بچالیا...... جہنم سے آزادی دلا دی......!!!

عزیز بچو! یہ واقعہ جو آپ کی نذر کیا گیا ہے مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا ہے...... آئندہ قسط میں ہم ان کے انداز حکمرانی کا واقعہ بھی آپ کو سنائیں گے ضرور۔ ان شاء اللہ

تب تک کے لیے اللہ نگہبان......!!!

بقیہ **بھٹکا ہوا مسافر**

راقم بابا جی کو حوصلہ دیتا رہا۔ جوں جوں دیر ہوتی جا رہی تھی توں توں بابا جی کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔ بابا جی ہمیں کہنے لگے کہ بیٹا! دھوکے سے مارا ہے نا مجھے، کوئی بات نہیں جہاں لے کر جانا ہے لے جاؤ۔ ہمیں بہت دکھ ہوا کہ ایک طرف ہم اپنے سب کام چھوڑ کر بابا جی کی مدد کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہمیں دھوکے باز سمجھا جا رہا ہے۔ خیر ہم نے کہا کوئی بات نہیں۔ یہ بزرگ ہیں کوئی مسئلہ نہیں جو مرضی سوچتے رہیں۔ ہم نے تو اپنے رب سے اجر لینا ہے۔ خیر ہم جب لاری اڈے پہنچے تو بابا جی تھوڑے سے خوش ہوئے اور انہیں تھوڑی ندامت بھی ہوئی۔ پھر ہم نے بابا جی کو وہاڑی جانے والی گاڑی میں بیٹھا دیا کہ ان کی منزل کی طرف روانہ کردیا۔

تو پیارے بچو! ہم سب کو چاہیے کہ جو لوگ واقعی ہی مدد کے مستحق ہوں ان کی مدد کریں۔ اللہ ہمیں نیک کام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(محمد بن ہاشم۔ سرگودھا)

سید الاستغفار

اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّى لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِى وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِى فَاغْفِرْ لِى فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص دن میں یقین سے یہ کلمات پڑھے اور اسی روز شام ہونے سے پہلے وفات پا جائے، وہ اہل جنت میں سے ہے اور جو رات میں یقین سے یہ کلمات پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے وفات پا جائے، وہ اہل جنت میں سے ہے۔“

(صحیح البخاری 6306)

پیارے بچو! آپ نے مذکورہ حدیث پڑھی جس میں سید الاستغفار کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہ عمل صبح وشام کرنے میں زیادہ مشقت تو نہیں مگر انعام بہت بڑا ہے۔ جنت کا انعام...... جس میں بے شمار نعمتیں ہوں گی۔ پھل ہوں گے، ایک ایک پھل کی کئی اقسام ہوں گی۔ دودھ، پانی، شہد کی نہریں جاری ہوں گی۔ جو کھانے کو جی چاہے گا وہ پکا ہوا سامنے پیش ہو جائے گا اور ہر طرح کی نعمتیں کہ جن کا شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تھوڑی سی محنت کے بدلے جنت کا ٹھوفکیٹ دیا جا رہا ہے۔ جنت میں تو ہر کوئی جانے کی تمنا اور خواہش کرتا ہے مگر جنت میں جائے گا وہی جو نیک اعمال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے گا اور نبی ﷺ کی بات تسلیم کر کے فرمانبرداری کرے گا۔

سید الاستغفار رسول اللہ ﷺ بھی صبح وشام باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ تو کیوں نہ پھر ہمیں یہ عمل باقاعدگی سے کرنا چاہیے۔

(عبداللہ ناظم۔ سرگودھا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کو عام کرو، صلہ رحمی کرو اور کھانا کھلاؤ۔ رات کو قیام کرو، جب لوگ سوئے ہوں، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔'' (ترمذی)

ننھے سائنسدان

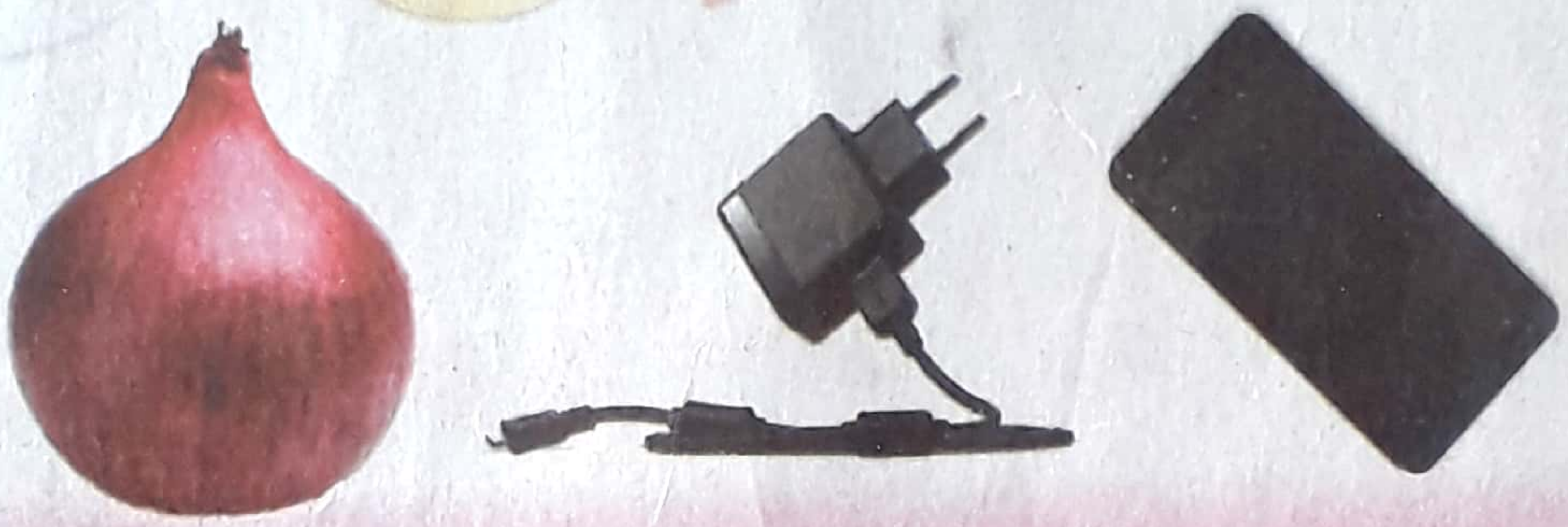

سب بچے جلدی سے ہو جائیں تیار..... نہیں ہوگا اب کسی کا انتظار..... فوراً پکڑ لیں اپنا موبائل..... چارجر اور ایک عدد پیاز..... آج ہم بتانے جا رہے ہیں آپ کو بغیر بجلی کے موبائل چارج کرنے کا طریقہ جو ہے بے مثال.....

طریقہ

کچن سے ایک عدد پیاز لیں..... ذرا امی جان سے چھپ کر..... کیونکہ ان کو پتا چلا تو ڈانٹ بھی پڑ سکتی ہے..... اس کے بعد ایک چارجر اور موبائل لیں..... چارجر کے سوئچ کو پیاز میں لگائیں اور چارجر کو موبائل میں لگا دیں۔

آپ حیران رہ جائیں گے۔ آپ کا موبائل بغیر بجلی کے چارج ہونا شروع ہو جائے گا۔

کیوں بچو! ہے کہ نہیں حیرانگی کی بات.....؟ چلیں اب لیٹ نہ ہوں اور سامان اٹھا کر تجربہ شروع کر دیں۔ اس سے پہلے کہ ا چل جائے اور پھر زبردست ڈانٹ کا سامنا کرنا پڑے۔

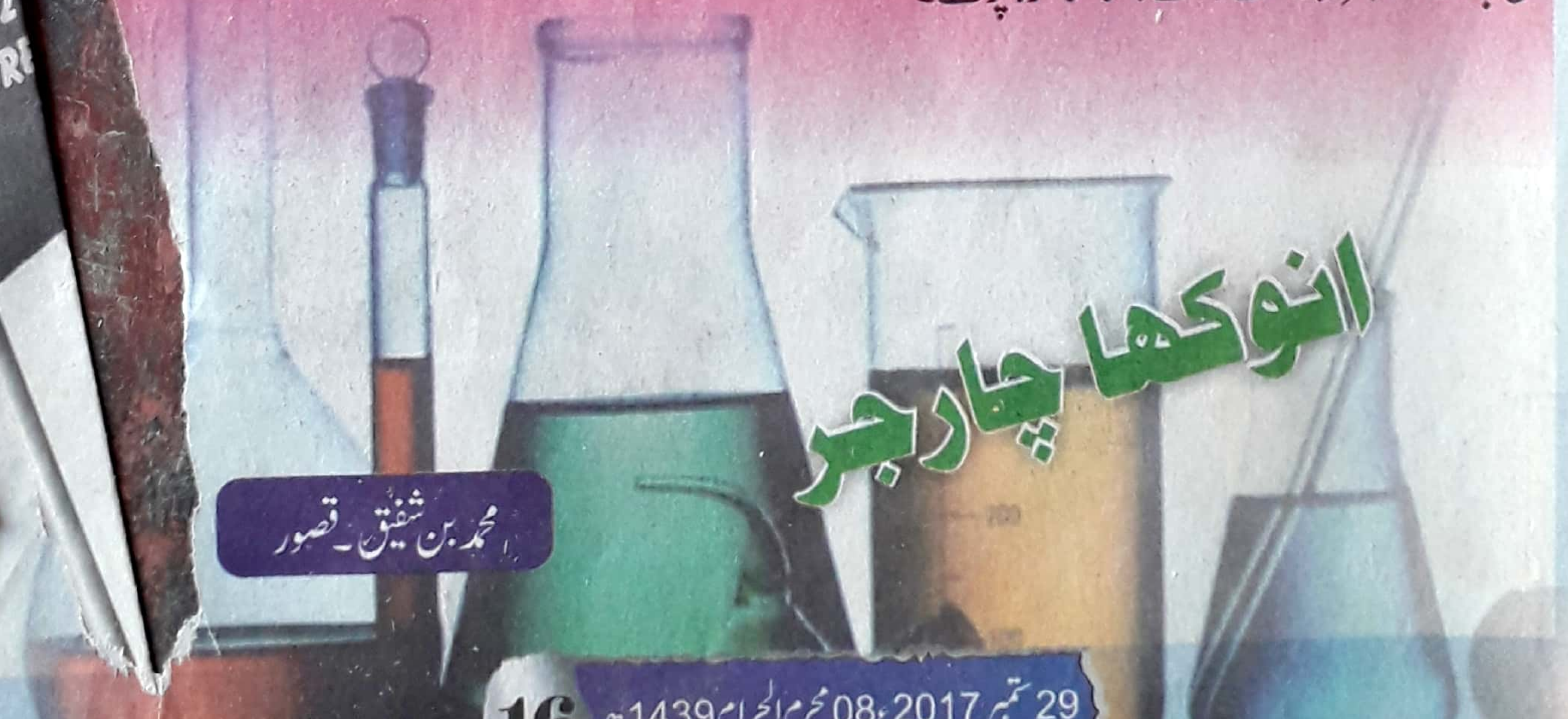

انوکھا چارجر

محمد بن شفیق۔ قصور

انداز حکمرانی

جویریہ بتول

جس بچے نے بچپن سے ہی دل میں اطاعت الٰہی و رسول ﷺ کا جذبہ پروان چڑھایا تھا..... بھلا یہ کیسے ممکن ہوتا کہ مبارک مجلسوں سے نسبت کا اثر پھر زندگی بھر قائم نہ رہتا.....؟؟؟ اور وہ دنیا ملنے کے بعد اس کی رنگینوں میں کھو جاتا.....نہیں.....!!! عاجزی، سادگی، شرافت اور عمل کا حسن برقرار نہ رہتا..... ہاں یہ تربیت بھی بڑا اثر رکھتی ہے.....اور اسلام تو وہ دین کامل ہے، جہاں زندگی کے ہر پہلو پر بڑی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے..... کہیں بھی پیاس کا احساس نہیں ہوتا.....! تعلیم و تعلم کے میدان سے سیاست و حکمرانی..... خدمت انسانیت سے معاشرتی اصولوں تک ہر چیز کا احاطہ ہے.....!!!

دربار نبوت ﷺ کا تعلیم یافتہ نوجوان وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ لمحات بھی دیکھتا ہے کہ جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے علاقہ حمص کا گورنر مقرر کردیتے ہیں.....!!!

یہ وہ علاقہ تھا جہاں کے باشندے اپنے گورنر کے خلاف ہمیشہ ہی شکوے شکایتیں کیا کرتے حتیٰ کہ زبان درازی بھی کر جاتے تھے.....عیب نکالتے کردیتے اور اعتراضات کرتے تھے.....!!!

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اب کسی ایسے شخص کو حمص کا گورنر مقرر کیا جائے جس پہ اہل علاقہ کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے.....

بالآخر نظر انتخاب ایسے شخص پر پڑی جو شام کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے اللہ کے گھروں کی آبادی کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے آگے ہی بڑھتا جارہا تھا..... امیر المومنین کا حکم نامہ آگیا ''اب تم جاؤ اور حمص کے گورنر کی حیثیت سے اپنا کام شروع کردو''..... خلیفہ کے حکم کی تعمیل ضروری تھی چنانچہ وہ حمص کی طرف روانہ ہوگیا وہاں پہنچتے ہی لوگوں کو نماز کے لیے اکٹھا کیا..... پھر ان سے مخاطب ہوا۔

''لوگو! اسلام ایک ناقابل تسخیر قلعے اور مضبوط دروازے کی مانند ہے..... یہ قلعہ اس وقت ناقابل تسخیر ہے جب تک تمہارا سلطان طاقتور ہے۔ یاد رکھو! سلطان کی طاقت کوڑے مارنے اور قتل و غارت کرنے میں نہیں ہے بلکہ اس کی طاقت کا راز عدل و انصاف اور صداقت کو اختیار کرنے میں ہے۔''

گورنری کا عہدہ سنبھالے ہوئے ایک سال کا عرصہ بیت چکا تھا..... مگر اس دوران بیت المال میں کوئی رقم موصول ہوئی تھی اور نہ ہی حمص کے گورنر کو شکایات موصول ہوئیں.....!!!

ادھر مدینہ میں خلیفہ اسلام کے دل میں شبہات پیدا ہو رہے تھے کہ گورنر دنیا کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں چنانچہ ایک ساتھی کو حکم دیا کہ حمص کے گورنر کو خط لکھ کر فوراً حاضر ہونے کا کہو...... خط لکھ دیا گیا...... خط میں حکم درج تھا......

''جونہی خط ملے...... حمص کو چھوڑ کر میرے پاس چلے آؤ اور وہ مال بھی جو بیت المال کے لیے موصول ہوا لیتے آنا......''

حکم نامہ موصول ہو گیا تو گورنر حمص نے خلیفہ کی اطاعت کو بجالاتے ہوئے فوراً ایک تھیلا تیار کیا جس میں معمولی سازادراہ تھا...... اور پیدل مدینہ کی طرف سفر شروع کر دیا......!!!

اللہ اللہ کر کے سفر تمام ہوا...... جب آپ مدینہ پہنچے تو پیدل سفر کی مشکلات کے آثار چہرے کی دھندلاہٹ اور جسم سے عیاں تھے......!!!

خلیفۃ المسلمین کی عدالت میں پہنچے...... گورنر حمص کی ابتر حالت کو دیکھ کر خلیفہ وقت پریشان ہو گئے اور پکار اٹھے......

عمیر رضی اللہ عنہ تمہیں کیا ہوا ہے؟؟؟

عمیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''امیر المومنین! اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں...... آپ کا خط ملتے ہی اپنی دنیا اٹھا لایا ہوں......'' خلیفہ نے سوال کیا: ''عمیر رضی اللہ عنہ تمہارے پاس کتنا مال جمع ہے اور دوران گورنری کیا مال ومتاع جمع کیا......؟''

عمیر رضی اللہ عنہ نے تھیلے کی طرف اشارہ کیا اور کہا ''اس میں میرا زاد راہ ہے...... ایک برتن کھانا کھانے کے لیے...... جس سے اپنے کپڑے بھی دھو لیتا ہوں...... ایک برتن پانی پینے اور وضو کے لیے اس کے علاوہ باقی دنیا میرے لیے فضول ہے...... اے امیر المومنین! یہی ہے میری متاع کل......!!!''

خلیفہ تلملا اٹھا:

عمیر رضی اللہ عنہ کیا تم حمص سے پیدل چل کر آئے ہو......؟؟؟

عرض کی!

جی ہاں امیر المومنین! چل کر آیا ہوں......

سوال ہوا کہ کیا باشندگان حمص نے آپ کو کوئی سواری فراہم نہ کی......؟؟؟

جواب دیا: ''نہیں...... انہوں نے مجھے کوئی سواری دی نہ ہی میں نے ان سے کچھ طلب کیا......''

اگلا سوال یہ تھا کہ بیت المال کا حصہ کتنا لائے ہو......؟؟؟

عمیر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کی:

میں تو اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لایا...... اور عذر پیش کرتے ہوئے کہنے لگے: ''امیر المومنین! میں جب حمص پہنچا تھا تو وہاں کے امراء کو اکٹھا کر کے مال جمع کرنے کی ذمہ داری انہی کی لگائی تھی...... جب وہ مال اکٹھا کر کے لاتے تو میں انہی کے مشورہ سے مستحقین پر خرچ و تقسیم کر دیتا تھا......''

ساری روداد سننے کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''عمیر رضی اللہ عنہ کی گورنری کی تجدید کر دی جائے اور آئندہ بھی یہی گورنر حمص ہوں گے......''

عمیر رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سے معذرت کی اور کہا وہ یہ منصب مزید رکھنے کے خواہشمند نہیں ہیں بلکہ انہیں مدینہ کی نواحی بستی میں قیام کی اجازت دے دی جائے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر رضی اللہ عنہ کو خواہش کے مطابق نواحی بستی میں رہنے کی اجازت دے دی......!!!

جب حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حزن وملال کی کیفیت میں فرمایا:

''میری دلی تمنا ہے عمیر رضی اللہ عنہ جیسے ساتھی مجھے ملیں تاکہ امور سلطنت میں ان کی مدد لے سکوں......''

عمیر رضی اللہ عنہ اس خلیفہ کے گورنر تھے جس کا نصب العین تھا: ''میں اگر رات کو سوؤں تو میں ضائع ہو جاؤں گا اور اگر دن کو آرام کروں تو میری رعایا ضائع ہو جائے گی......''

آہ! عمیر رضی اللہ عنہ کتنے سکون اور راحت سے اس دنیا سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ تقویٰ و اخلاص کی دولت سے سرشار جذبے والے عمیر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر دنیاوی مال ومتاع کا کوئی بوجھ نہ تھا...... یہ ہے جذبہ دین اور خدمت انسانیت...... جس کی آج ہمیں بھی اشد ضرورت ہے...... ایسا طرز حکمرانی جہاں حاکم مزدور کی طرح لوگوں کی خدمت کرے...... یہ ایک واقعہ نہیں۔ تاریخ اسلام تو ان سیرتوں سے بھری پڑی ہے...... مگر ہے کوئی راہ پانے والا...... ہے کوئی تقویٰ واخلاص کو گلے لگانے والا...... ہے کوئی دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں میں آخرت کی زرخیز کھیتی تیار کرنے والا...... کوئی دین اسلام کے خدمت انسانیت اور انداز حکمرانی کے اصولوں کو اپنانے والا...... جہاں حکمرانی کسی تکبر، بڑائی، شہرت، دکھاوے وغیرہ کا نام نہیں بلکہ اللہ کی زمین پر اس کی مخلوقات کے لیے امن وسلامتی کا پیام ہے......!!!

ان گنت رحمتیں ہوں درسگاہ نبوت کے تربیت یافتہ طالبعلموں کے حسین کردار پر...... یقیناً یہی نقوش تاقیامت ہمارے لیے مشعل راہ ہیں......!!!

اللہ ہمارے احوال کی اصلاح فرمادے کہ توفیق اسی کی طرف سے ہے۔ آمین

اللہ کا شیر

مصعب
فیصل آباد

پیارے بچو! آپ نے جنگل کے شیر کے بارے میں تو یقیناً سنا ہوگا جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے۔

اوہ! شاید آپ شیر کا نام سن کر ڈر گئے..... مگر ڈرنے کی ہرگز ضرورت نہیں کیونکہ آج ہم آپ کا تعارف جنگل کے شیر سے نہیں بلکہ اللہ کے شیر سے کروانے جا رہے ہیں جن کا تعلق عرب کے معزز قبیلہ قریش سے تھا اور وہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ داماد بھی تھے۔ ان کا بچپن زیادہ تر نبی ﷺ کے پاس گزرا، اللہ کے نبی ﷺ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔

وہ بہت زیادہ بہادر تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان کی بہادری کا مشہور واقعہ کہ جب اللہ کے نبی ﷺ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو انہیں اپنے پاس بلا کر فرمایا:

''آج تم میرے بستر پر سونا اور صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینے چلے آنا۔''

پیارے بچو! اس رات کفار کی جانب سے شدید خطرہ تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنا چاہتے تھے اور انہیں اس بات کا اچھی طرح پتا تھا کہ ان کی جان بھی خطرے میں ہے مگر انہوں نے بے خوف ہو کر رسول اللہ ﷺ کے گھر قیام کیا اور آپ کے بستر پہ آرام کیا۔

انکی بہادری کے بہت سے واقعات میں ایک دوسرا واقعہ ہے کہ انہوں نے جنگ خندق کے موقع پر کفار کے ایک شخص کو مار گرایا جس کا نام عمرو بن عبدود تھا اور اسے طاقت کے اعتبار سے ایک ہزار انسانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

پیارے بچو! ہوا کچھ یوں تھا کہ کفار ہزاروں کے لشکر کے ساتھ مدینہ پہ حملہ آور ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے مشورہ کے ساتھ مدینہ کے دفاع کے لیے اس کے اردگرد ایک گہری خندق کھودی۔ اس گہری اور چوڑی خندق نے کفار کے قدم روک دیے۔ ایک جگہ سے خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی وہاں موقع پا کر کفار کا مانا ہوا شہسوار عمرو بن عبدود گھوڑے کو چھلانگ لگوا کر خندق عبور کر کے مسلمانوں کی طرف آ گیا اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارتے ہوئے بولا: ''ہے کسی میں طاقت جو میرا مقابلہ کرے۔'' جونہی اس کی آواز اللہ کے شیر کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے اس کا مقابلہ کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جانتے ہو یہ کون ہے، اس کا نام عمرو بن عبدود اور اس کی بہادری کے چرچے پورے عرب میں ہیں۔''

یہ سن کر انہوں نے کہا جی ہاں! اللہ کے رسول ﷺ میں جانتا ہوں اور پھر آگے بڑھ کر مقابلہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔

پیارے بچو! یقیناً آپ جان گئے ہوں گے کہ یہ اللہ کے شیر کون تھے اگر نہیں تو چلیں بتا دیتے ہیں ان کا نام حضرت علی بن ابی طالب تھا جنہوں نے اللہ کے دشمنوں کا ہر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اللہ کے دشمنوں کو منہ کی کھانا پڑی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کی بہادری کی وجہ سے انہیں اسد اللہ (اللہ کا شیر) کا لقب دیا۔

تو بچو! آج کے بعد ہم نے بھی کسی سے نہیں ڈرنا اور بہادر بن کر اللہ کے دین کا کام کرنا ہے۔

خوبصورتی کا سبب

خالد محمود

بچو! آج اس چیز کی طرف چلتے ہیں جس کو آپ، میں اور سب بہت پسند کرتے ہیں۔ اس چیز کا نام ہے ''نرمی''...... نرمی ایک ایسی چیز ہے جسے ہر کوئی پسند کرتا ہے۔ چلیے ذرا دیکھتے ہیں ہم نرمی کیوں پسند کرتے ہیں؟

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت بخش دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نکال دی جاتی ہے اسے بدصورت کر دیتی ہے۔''

جس شخص کا دل زیادہ نرم ہو، جو ہم پر نرمی کرے وہ شخص بھی ہمیں اچھا لگتا ہے۔ جیسے کہ سکول میں کئی استادوں میں سے کچھ ایسے استاد جو نرمی سے پیش آتے ہیں......

کچھ ایسے لوگ جو آپ سے غلطی ہو جانے پر اپنی بات پیار سے سمجھاتے ہیں...... جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی ہی کی بدولت وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشت مزاجی کی بنا پر عطا نہیں کرتا، وہ اس کے علاوہ کسی بھی اور بات پر اتنا عطا نہیں فرماتا۔''

مذکورہ حدیث میں بھی یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے۔

ہم سب نرمی کو پسند کرتے ہیں خواہ وہ کسی بھی چیز میں ہو۔ پیارے بچو! ذرا آپ سوچیں کیا ہم بھی نرم دل ہیں......؟

ملا کوئی جواب......؟

آپ یہ بات یاد رکھیں کہ جس طرح آپ نرمی کو پسند کرتے ہیں اسی طرح ہر کوئی نرمی پسند کرتا ہے۔ اگر آپ نرم نہیں بلکہ سخت مزاج ہیں تو آپ کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ ذرا غور کریں! آپ کے ذہن میں کچھ ایسے لوگ ضرور ہوں گے جو سخت مزاج ہیں اور آپ پر نرمی نہیں کرتے...... تو کیا آپ ان کی سختی پسند کرتے ہیں۔ یقیناً آپ کا جواب میری طرح ''نہیں'' ہوگا۔

تو پھر آپ خود کو بھی نرم دل بنالیں کیونکہ آپ اپنے لیے نرمی پسند کرتے ہیں اور لوگ بھی یہ چاہتے ہیں کہ آپ نرم ہو جائیں۔ آپ بہت سی نرم چیزوں کو بھی پسند کرتے ہوں گے اپنے بستے کا نرم ہونا بھی آپ کی خواہش ہوگی اس جیسی دیگر چیزوں میں بھی آپ نرمی پسند کریں گے مگر پیارے بچو! چیزوں کا نرم ہونا اصل نرمی نہیں ہے۔ آپ یہ بات جانتے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تو نرم بستر بھی نہ تھا، جب آپ ﷺ بستر پر سے اٹھتے تو آپ کی کمر مبارک پر چٹائی کے نشان پڑے واضح دکھائی دیتے اور ایسا بھی نہیں کہ جس کے پاس زیادہ نرم چیزیں ہوں صرف وہی نرم دل ہو سکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے غزوات لڑے، وہاں دشمن سے روبرو ہوتے، تلوار سے دشمن کی گردنیں اڑیا کرتے مگر آپ ﷺ کا دل بہت نرم تھا، کفار آپ ﷺ پر ظلم وستم کرتے تھے لیکن پھر بھی نبی ﷺ نرم مزاجی اختیار کرتے۔

اگر کوئی نرم مزاجی اختیار نہیں کرتا تو پھر اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

''جو شخص نرمی وشفقت سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

یہاں پر بات سمجھ آتی ہے کہ ہمیں نرمی وشفقت کا پہلو نہیں چھوڑنا خواہ کوئی بھی وجہ ہو۔ کوئی آپ کی چیزوں کا نقصان کر دے، آپ سے اچھا رویہ نہ برتے اور اس طرح کی دیگر صورتوں میں بھی نرمی کو لازم پکڑے رکھنا چاہیے پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی نصیب ہوگی۔ کیا آپ اس بات سے پریشان تو نہیں کہ نرم دل کیسے ہوا جائے؟ پریشان ہونے کی بات ہی نہیں ہے اس کا طریقہ بھی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتلا دیا ہے:

''اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ۔'' (مسند احمد)

ہے نا ایک بہترین طریقہ...... تو کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اس طریقے کو اپنائے گا......؟؟؟

بہت خوب! اس سے آپ کا دل نرم ہوگا ہی اور ساتھ ہی ساتھ آپ کو لوگوں کی محبت بھی ملے گی، اس کے دل میں آپ کے لیے ایک مقام پیدا ہو جائے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوں گے۔ آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث:

''جس شخص کو نرمی کا حصہ مل گیا تو یقیناً اسے خیر سے حصہ مل گیا اور جو نرمی سے محروم رہا تو بلاشبہ وہ خیر کے حصہ سے بھی محروم رہا۔''

اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیں...... خیر سے محروم رہنا ہے یا خیر حاصل کرنی ہے......

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور احوال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔ (مسلم 2564)

مصیبت میں تسلی

خدیجہ زید، اسماء زید، فیصل آباد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اپنے کسی مومن بھائی کو مصیبت میں تسلی دی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا سبز لباس پہنائیں گے جس کے ذریعے روز قیامت اس پر رشک کیا جائے گا۔''

مسلمان کو مصیبت کے وقت تسلی دینے کا نام تعزیت ہے۔ سنت نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعزیت کا طریقہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی کے صدمہ، مصیبت یا کسی اپنے اور غیر کی موت کی خبر ملتی تو ورثاء کے پاس جا کر انہیں تسلی دیتے، صبر کی تلقین کرتے اور ثواب کی امید دلاتے اور ان کے حق میں دعا کرتے جیسا کہ حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک ساتھی کا بچہ فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کی تعزیت کی، پھر فرمایا: اے فلاں! تمہیں کون سی چیز زیادہ پسند ہے کہ تم اس بچے کے ذریعے اپنی زندگی کو فائدہ پہنچاؤ یا کل جب جنت کے درزاوں میں سے کسی دروازے کے پاس آؤ گے تو اسے وہاں پہلے سے موجود پاؤ گے اور وہ تمہارے لیے اسے (جنت کا دروازہ) کھولے گا۔''

(نسائی 2090)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بیان کرتے ہیں:

میرے والد کی شہادت کی خبر سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے اٹھایا پھر آپ ﷺ نے تین بار میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ہر مرتبہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ جعفر کی اولاد میں اس کا جانشین بنا۔''

(مسند احمد 1760)

تعزیت کرتے وقت واویلا کرنا، چیخنا چلانا اور کپڑے پھاڑنا سب غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے (کسی کی موت پر) رخساروں کو پیٹا گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کی باتیں کیں وہ ہم میں سے نہیں۔''

(بخاری 1294)

تاہم اگر غم کی وجہ سے آنسو بہہ جائیں یا انسان رو لے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر آنسو نکل گئے تھے۔

تعزیت کے لیے کوئی بھی تسلی دینے والے الفاظ بولے جا سکتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ عموماً تعزیت کے وقت یہ کلمات فرمایا کرتے تھے:

اِنَّ لِلّٰهِ مَآ اَخَذَ وَ لَه مَآ اَعْطٰی وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَه بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور جو اس نے دیا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ میں وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے لہٰذا صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔''

تعزیت کے لیے آنے والوں کا گھر کے باہر بیٹھنا اور ہر آنے والے کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس طرح میت کے گھر اکٹھا ہو کر کھانا پینا کئی دنوں تک جمع رہنے کو نوحہ شمار کرتے ہیں جو حرام ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ہم میت کے گھر والوں کے پاس جمع ہونے اور تدفین کے بعد کھانا تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے تھے۔''

(ابن ماجہ: 210)

حضرت عیسی علیہ السلام

ام آمنہ، پاکپتن

پیارے بچو! آپ نے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں پڑھا ہوگا۔

قرآن پاک میں اکثر جگہ پر حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ آج کچھ ان کے بارے میں مزید جانیے کہ وہ کب نازل ہوں گے اور کیا کیا کریں گے۔

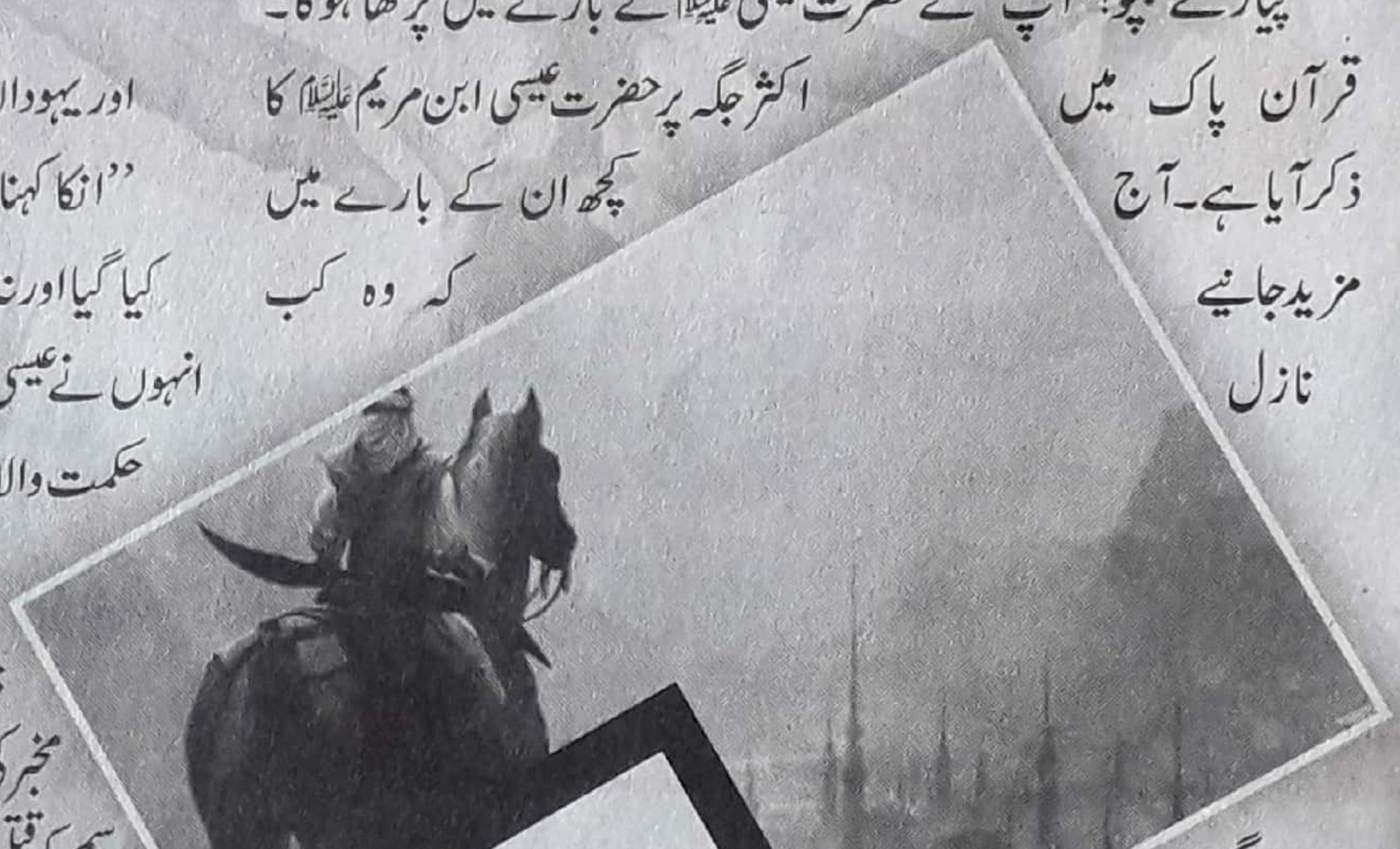

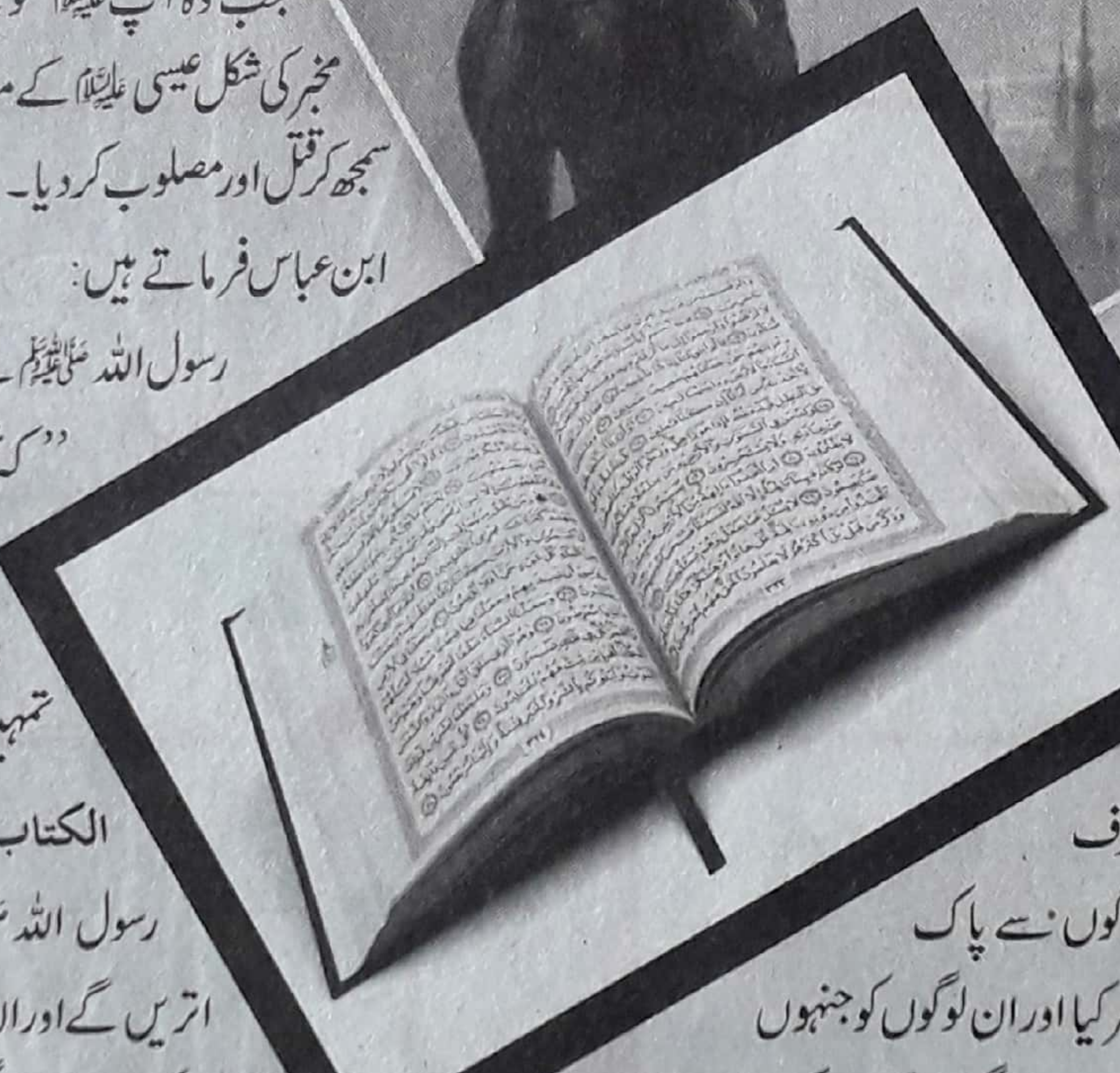

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:

"جب اللہ نے فرمایا اے عیسی! بے شک میں تیری روح قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے تیری پیروی کی، قیامت کے دن ان لوگوں کے اوپر کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا۔" (سورہ آل عمران:55)

اور یہود ان کے بارے میں کیا کہتے تھے؟

"انکا کہنا ہے کہ ہم نے عیسی ابن مریم علیہ السلام کو قتل کر دیا حالانکہ نہ انہیں قتل کیا گیا اور نہ انہیں مصلوب کیا بلکہ انہیں شبہ ڈالا گیا ان کے لیے...... اور یقینا انہوں نے عیسی کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(النساء:158,157)

یہودیوں کو ایک مخبر نے عیسی علیہ السلام کے ٹھکانے کے متعلق بتایا۔ جب وہ آپ علیہ السلام کو پکڑنے کے لیے اندر داخل ہوا تو اللہ نے مخبر کی شکل عیسی علیہ السلام کے مشابہ کر دی۔ یہودیوں نے اسے عیسی علیہ السلام سمجھ کر قتل اور مصلوب کر دیا۔

ابن عباس فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے قسم اٹھا کر فرمایا:

"کہ تم میں ابن مریم ضرور حاکم اور عادل بن کر نازل ہونگے حضرت ابوہریرۃ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں شک ہے تو پڑھو" و ان من اھل الکتاب...... (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسی ابن مریم زمین پر اتریں گے اور ان کی شادی ہوگی اور وہ 45 برس رہیں گے پھر ان کو موت آئے گی۔" (مشکوۃ شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گالی گلوچ کرنے والے دو آدمیوں میں سے ابتداء کرنے والے پر دوبار گناہ ہے۔ تاوقتیکہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔“ (مسلم)

گلدستہ روضہ

اقوال زریں

❋......اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو خواہ کم ہو یا زیادہ۔

❋......جو تم سے نیچا ہو اس سے نرمی سے بات کرو اور جو تم سے اونچا ہو اس کا ادب کرو۔

❋......زیادہ خاموشی اچھی ہے اور نہ زیادہ گویائی۔

❋ مسلسل محنت اور نہ گھبرانا کامیابی کی دلیل ہے۔

❋......جھوٹ انسانی کردار کو کمزور کر دیتا ہے۔

❋......انسان کا کردار اس مالا کی مانند ہے جس کی ایک گرہ کھلی تو سارے موتی بکھر جائیں گے۔

(وردہ خلیق۔ فیصل آباد)

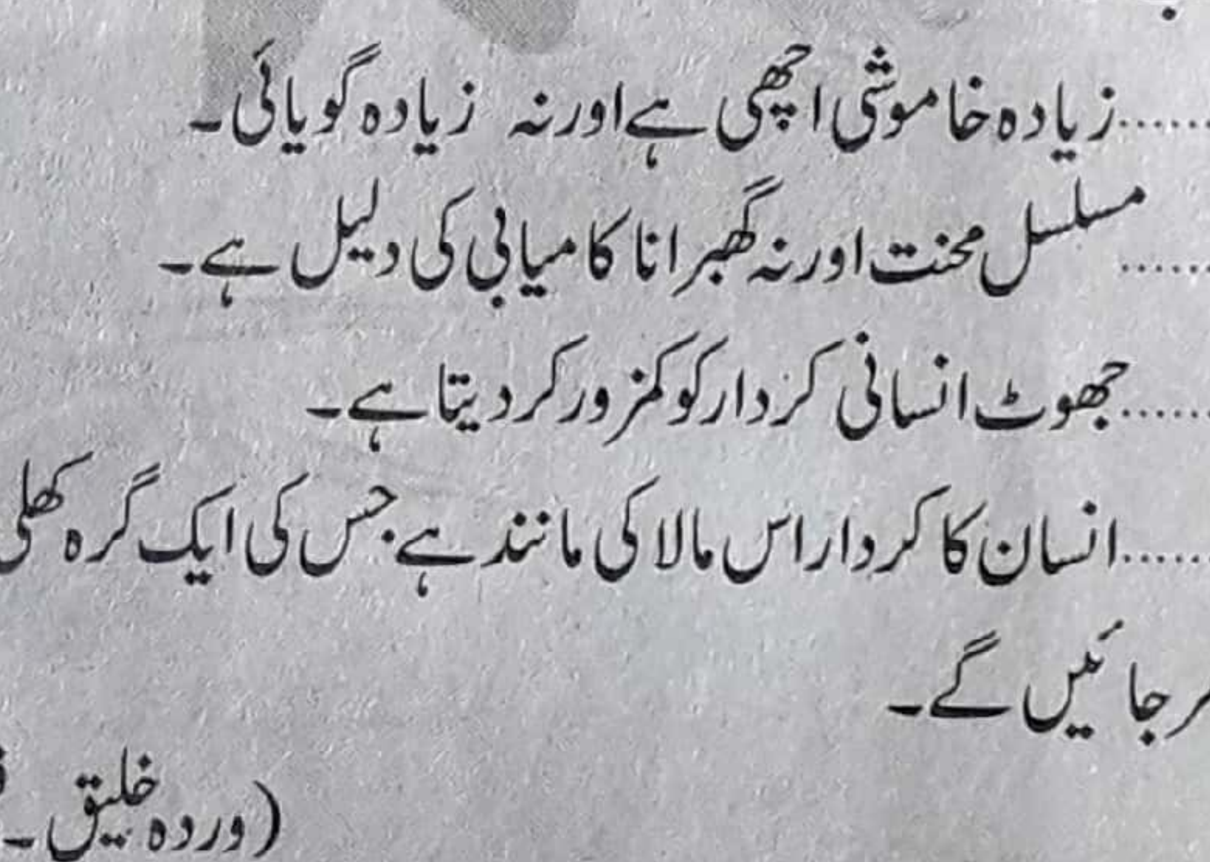

روز آتے ہیں بادل

روز آتے ہیں بادل ابر رحمت بن کر
میرے شہر کے اعمال انہیں برسنے نہیں دیتے
افسوس! اے قرآن تیرے چاہنے والے نہ رہے
جس کا تو قرآن تھا وہ ستارے نہ رہے
کشکول میں جس روز کوئی بھیک نہ ہو گی
وہ رات میری قوم پہ تاریک نہ ہو گی
اس شہر کے ماتھے پہ لکھی ہے تباہی
جس شہر کے مکتب کی فضا ٹھیک نہ ہو گی
مانا کہ پر خطر ہیں علم کی منزلیں
مگر سکون قلب بھی تو انہی منزلوں سے ہے
جس شہر میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس شہر کے حاکم سے کوئی بھول ہوئی ہے

(صفیہ محمد بشیر۔ لونگوکی)

ہیرے جواہرات

◎......حافظے کی قوت چاہتے ہو تو گناہوں سے بچو۔

◎......اللہ کو اپنا بنانا چاہتے ہو تو اس سے خوب مانگو۔

◎......مخلوق کو اپنا بنانا چاہتے ہو تو اس سے مت مانگو۔

◎......دنیا میں سکون سے رہنا چاہتے ہو تو اللہ سے دوستی کر لو۔

◎......رزق میں فراخی اور جنت چاہتے ہو تو ماں باپ کی خدمت کرو۔

◎......عزت پانا چاہتے ہو تو زبان کو قابو میں رکھو۔

(حافظہ رمیصا۔ میاں چنوں)

دلچسپ معلومات

❋......ایک رات کی نیند میں انسان ساڑھے چھ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔

❋......انسانی جسم میں ساڑھے تین کروڑ مسام ہیں جن کے ذریعے پسینہ باہر نکلتا ہے۔

❋......چیل سورج کی طرف ایک گھنٹے تک دیکھ سکتی ہے۔

❋......جنوبی افریقہ میں ایسی مکڑی پائی جاتی ہے جو پرندوں کا شکار کرتی ہے۔

❋......انسان کے سر میں 22 ہڈیاں ہوتی ہیں۔

❋......دنیا کا سب سے بڑا کنواں امریکہ میں ہے۔

Registered CPL#42

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کو عام کرو، صلح رحمی کرو اور کھانا کھلاؤ۔ رات کو قیام کرو، جب لوگ سوئے ہوں، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔'' (ترمذی)

ننھا سائنسدان

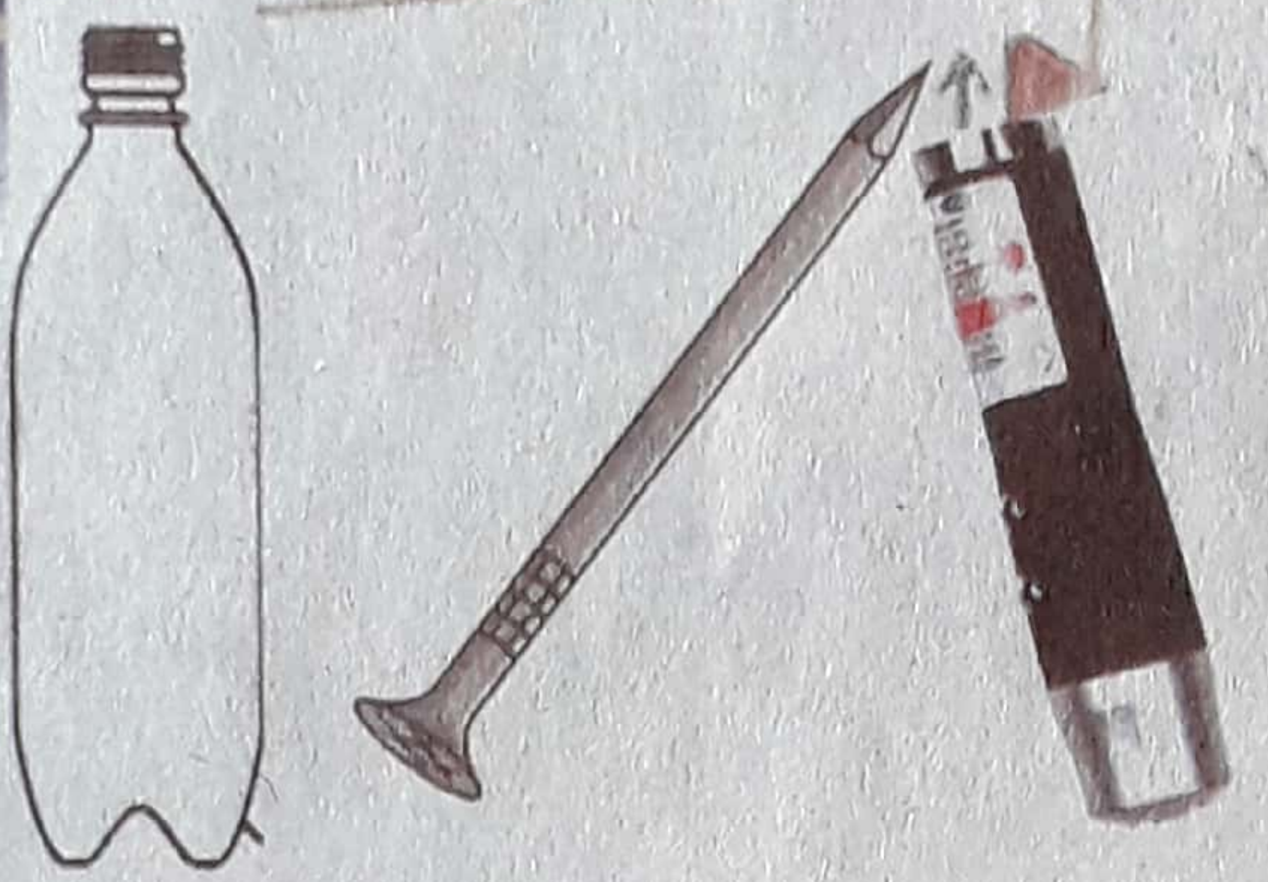

پیارے بچو! آج ہم آپ کو تجربے کے لیے ایک نئی چیز بتانے چلے ہیں۔ تیار ہیں نا آپ؟ آپ کی مدد سے ہم یہ کام کر پائیں گے تو شرارتی بچوں سے گزارش ہے وہ لیزر لائٹ فوراً لے آئیں، جس سے وہ جانوروں کو تنگ کرتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہاں بھئی! لے آئے تو چلو پھر اگلی چیز کی تلاش میں نکل پڑو۔ ہم سائنس دان ہیں سائنس دان...... کچھ بھی ہو خالی ہاتھ واپس نہیں آنا...... ویسے اتنی بھی محنت کی ضرورت نہیں آپ کچن میں جا کر دیکھ لیں تو آپ کو پلاسٹک کی بوتل مل جائے گی۔ یہ کام تو نہایت آسان تھا...... اتنی آسانی سے کام نہیں ہونے والا...... ایک عدد کیل بھی تلاش کرنا پڑے گا اور ہاں کسی دیوار میں لگا کیل اکھاڑنے کی پاداش میں آپ کو امی جان سے مار بھی پڑ سکتی ہے پھر تو آپ ہمارے تجربے میں مدد کرنے کی بجائے روتے رہیں گے...... ایسا کام بالکل نہیں کرنا۔

اب ہو جائیں تیار کاریگری کرنے کے لیے...... ذرا دھیان سے...... اب بوتل کو اپنے ہاتھوں میں لیں اور کیل سے بوتل کے نچلے حصے میں ایک سوراخ کریں اب بوتل میں پانی بھرنے کے لیے کسی نل وغیرہ کے پاس جائیں اور بوتل کو پانی سے بھریں......

اوہ! ذرا احتیاط سے، بوتل کو لے کر بھاگتے نہ پھریں بلکہ یہی کھڑے رہیں...... اس میں سے پانی گر رہا ہوگا...... آپ بوتل پر ڈھکن لگا دیں...... رک گیا نا پانی اب! آپ کی سائنس کامیاب جا رہی ہے...... اب آپ سوراخ کے مخالف سمت سے لیزر لائٹ گزاریں...... آپ کی لیزر لائٹ سیدھی سفر کر رہی ہوگی اور اب ہم کرنے جا رہے ہیں لیزر لائٹ کی سمت تبدیل...... تو تیار ہو جائیے...... بس اب آپ ڈھکن کھول دیں بوتل سے پانی دھار کی صورت میں نیچے زمین پر گر رہا ہے...... اوہ یہ کیا اس کے ساتھ ہی لیزر لائٹ بھی پانی کی دھار کے ساتھ ہی مڑ گئی...... لیں جی آپ نے کر دکھایا اور اب آپ یہ بھی جان لیں کہ ایسا کیوں ہوا۔

تو جناب کیا آپ جانتے ہیں کہ اب روشنی پانی کی دھار کے ساتھ مڑ کیوں رہی ہے تو جناب اس کی وجہ روشنی کی منعکس ہونے کی خصوصیت ہے۔ ہوا میں روشنی بالکل بھی منعکس نہیں ہوتی لیکن پانی کی ساخت کی وجہ سے روشنی پانی کے اندر ہی اندر اس کے ساتھ مڑ جاتی ہے۔

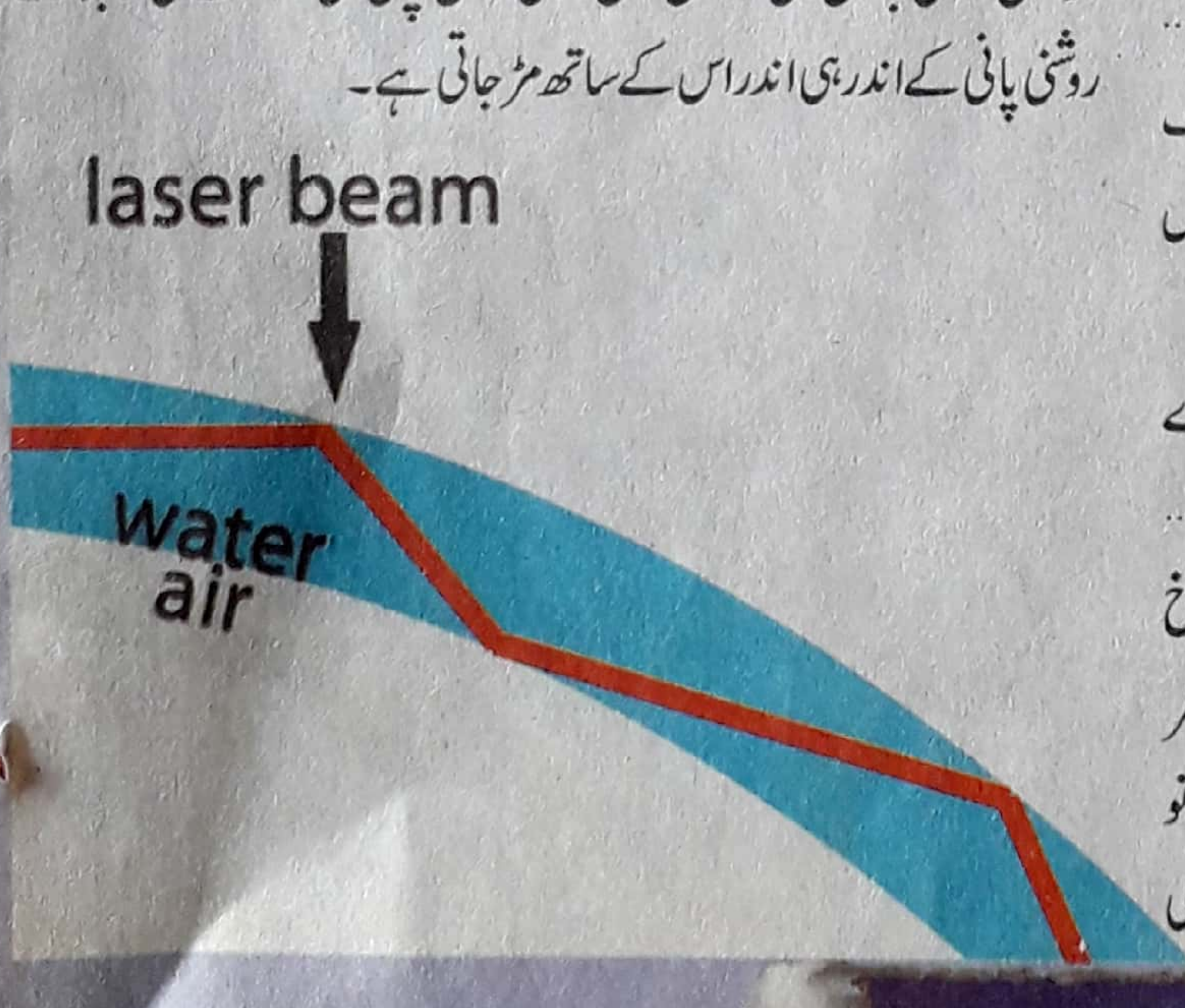

انوکھی پہچان

اخت ابتسام ساجد جنجوعہ۔ نوکھر اڈا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں بہادری اور شہسواری کے اعتبار سے بڑے انوکھے، دلچسپ اور دلنشین واقعات پائے جاتے ہیں، جن سے ان کی شخصیت اپنے ساتھیوں کے درمیان اعلیٰ، ارفع اور ممتاز دکھائی دینے لگتی ہے۔ ان کے تذکرے صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اسی طرح ہو رہے ہیں جیسے کل کی بات ہو۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ ان بطل جلیل افراد میں سے ہیں جو شجاعت کے حوالے سے پہچانے گئے، خاص طور پر جب لڑائی سر پر آن پہنچتی تو ان کی شجاعت کے رنگ دیدنی ہوتے تھے۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کوتاہ قد اور دبلے جسم کے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایسی قوت پیدا کر دی تھی جس کی وجہ سے وہ عظیم المرتبت بہادروں کی صف میں شامل سمجھے جاتے تھے اور انہیں قابل رشک نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

غزوہ بدر کے بعد امیہ بن خلف نے جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ طاقتور کوتاہ قد اور سرخ پٹی والا شخص کون ہے؟ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ انصاری ہے۔ اس کا نام سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ ہے۔“

رسول اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے چار افراد ایسے تھے، جو جنگ کے دوران اپنی مخصوص نشانیوں کی بنا پر پہچانے جاتے تھے، ان میں سے ایک ابو دجانہ تھے، جو جنگ کے دوران سرخ پٹی باندھ لیتے تھے تو قوم یہ جانتی تھی کہ جب یہ سرخ پٹی باندھ لیتا ہے تو خوب اچھی طرح لڑائی کرتا ہے۔ ان کا جوش و جذبہ دیدنی ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ کے دوران سفید اون کی پٹی باندھتے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ زرد رنگ کی پٹی سے پہچانے جاتے تھے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شتر مرغ کا پر بطور علامت استعمال کرتے تھے اور جنگ کے دوران اس سے پہچانے جاتے۔

ماخوذ: شہسوار صحابہ رضی اللہ عنہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ!

ایڈیٹر بھیا کیسے ہیں آپ؟ موسم بدلنے کے بعد
خیریت ہی چاہتے ہیں ہم آپ کا حال پوچھنے کے بعد
خوش رکھے خدا آپ کو ہر خوشی کے بعد
انٹری دے رہے ہیں ہم بہت دنوں کے بعد
کیونکہ نہ ملا تھا ہمیں پیارا روضہ بڑی عید کے بعد
لکھ رہے ہیں ہم خط کہانی روضہ پڑھنے کے بعد
بڑھ رہا ہے روضہ کا معیار ہر روضہ کے بعد
پڑھ بیٹھے تھے ہم روضہ آدھے گھنٹے کے بعد
دے ترقی تو خدایا 16 صفحات کے بعد
کس کس کی تعریف لکھیں ہم ہر تحریر کے بعد
بے مثال رسالہ ہے یہ ہر رسالے کے بعد
دینی، دنیاوی تعلیم ملے گی روضہ پڑھنے کے بعد
ملتی ہے ہمیں حدیث مبارکہ۔ ہر صفحہ کے بعد
بچانا اس کو پیارے بھیا! ردی کی ٹوکری سے دفتر پہنچنے کے بعد
بہت محنت سے لکھا ہم نے یہ خط بڑے حوصلے کے بعد
خدا کرے قبول آپ کی کوشش ہر کوشش کے بعد
کیسا لگا آپ کو یہ خط پڑھنے کے بعد

(اخت ابتسام ساجد جنجوعہ۔ نوکھر اڈا)

منظوم انداز میں خط بھیجنے پر آپ کو خصوصی انعام بھیجا جا رہا ہے (ادارہ)

برو بحر میں مددگار کون۔۔۔؟

نبیلہ خلیق، وردہ خلیق۔ فیصل آباد

وہ ایک بہت بہادر اور جری شہسوار تھا۔ علاقے کے بڑے متکبر اور بااثر سردار کا بیٹا تھا۔ اس نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک کمسن بچہ ہاتھ میں تلوار پکڑے کھڑا ہے اس کی تلوار سے گاڑھا سرخ خون ٹپک رہا تھا۔ اچانک اسے ایک اندوہناک چیخ سنائی دی اور پھر اس نے جو منظر دیکھا اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی اس نے دیکھا اس کے باپ کی گردن جسم کے ساتھ لٹک رہی تھی اور خون فوارے کی طرح جسم سے باہر گر رہا تھا اس کمسن بچہ کی تلوار پر خون لگا نظر آ رہا تھا وہ اس کے سردار باپ کا ہی خون تھا اس کا باپ اپنے علاقے کا چوہدری تھا جس کی گردن غرور اور تکبر سے ہر وقت اکڑی رہتی تھی لیکن آج ایک کمسن بچہ کی تلوار نے اس اکڑی گردن کی اکڑ خاک میں ملا دی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر اس پہ شدید رعب و دبدبہ طاری ہو چکا تھا۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

تمام مسافر کشتی پر سوار ہو چکے تھے اور کشتی بالکل تیار کھڑی تھی۔ اچانک ملاح نے ایک شخص کو کشتی کی طرف بھاگتے دیکھا اس شخص کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھی ملاح نے اسے بھی جلدی سے کشتی میں سوار کیا اور پھر کشتی چل پڑی۔ بیچ منجدھار میں جا کر کشتی ہچکولے کھانے لگی اور ہوا بھی طوفانی صورت اختیار کرنے لگی۔ سب مسافروں کا پریشانی سے برا حال تھا پھر سب ہی اپنے معبودوں لات، منات، عزیٰ اور ہبل کو مدد کے لیے پکارنے لگے۔ اسی دوران ملاح نے اونچی آواز سے مسافروں کو پکار کر کہا۔

او بھائیو! تم کیا کرنے لگ گئے ہو آج ان لات و منات نے کام نہیں آنا۔

تم ان لات و منات کو چھوڑو اور محمد ﷺ کے رب کو پکارو۔ آج وہی کام آئے گا۔ ملاح کا یہ کہنا ہی تھا کہ سب مسافر محمد ﷺ کے رب کو پکارنے لگے اس شخص نے بھی سوچنا شروع کیا کہ اگر سمندر کی منہ زور لہروں کے عتاب سے آج لات و منات بچانے کی طاقت نہیں رکھتے تو پھر کیوں نہ میں بھی اسی مالک حقیقی کو پکاروں جو ہر مشکل میں پھنسے ہوئے مجبور و مقہور انسان کی مدد کرتا ہے۔

پیارے بچو! قتل ہونے والا متکبر شخص ابو جہل تھا جو اسلام کے دشمنوں اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخیوں میں سب سے آگے آگے ہوتا تھا۔ دو کمسن بچوں معاذ اور معوذ نے مل کر اس متکبر شخص کا غرور خاک میں ملا دیا اور اپنے نبی ﷺ کی گستاخیوں کا بدلہ لیا اور پھر ابو جہل کی موت کو دیکھتے ہوئے اس کا بیٹا عکرمہ بن ابو جہل بھی بھاگ کھڑا ہوا۔

فتح مکہ کے موقع پر اس کے متعلق نبی ﷺ کا حکم تھا کہ اگر عکرمہ کعبہ کے پردے سے بھی لٹکا نظر آئے تو اسے وہیں قتل کر دیا جائے) عکرمہ نے جان بچانے کی خاطر کشتی پر سوار ہو کر بھاگنے کی کوشش کی تو راستے میں طوفان کی وجہ سے کشتی ہچکولے کھانے لگی جب عکرمہ نے ملاح کی آواز سنی کہ آج لات و منات کسی کام کے نہیں آج محمد ﷺ کے رب کو پکارو یہ بات سن کر عکرمہ نے سوچا اگر ادھر بھی محمد ﷺ کے رب نے ہی کام آنا ہے تو پھر خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں آسکتا۔

اس مصیبت کے موقع پہ عکرمہ نے اللہ سے دعا کی اے اللہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے بچالے تو میں ضرور محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور ان کے دین کو قبول کروں گا۔ پھر عکرمہ چھپتے چھپاتے ہوئے نبی اقدس ﷺ کے حضور حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف میں شامل ہو گئے۔

ماخوذ:
جرنیل صحابہ

★★★★★★★

جھوٹے نبی کا انجام

محمد مصعب، فیصل آباد

پیارے بچو! یقینا آپ نے سکول کی چھوٹی سی اسلامیات کی کتاب میں ایک بہت بڑی بات ضرور پڑھی ہوگی کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور پیغمبر ہیں۔ ان کے بعد اس دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ کی زندگی میں ہی تمام انسانوں کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ مگر آج ہم آپ کو ایک ایسے شخص کے بارے میں بتانے جا رہے ہیں جس نے آپ ﷺ کی زندگی میں ہی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور اپنی الٹی حرکتوں سے کمزور عقیدہ والے مسلمانوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ جب تک نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں زندہ رہے یہ شخص چھپ چھپ کر اپنے ناپاک عقائد کو پھیلاتا رہا اور کھل کر سامنے نہیں آیا۔ مگر جیسے ہی پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ کھلم کھلا اپنے غلط نظریات کا پرچار کرنے لگا اور باقاعدہ طور پر نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا، اس نے کتنے ہی مسلمانوں کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ ملا لیا ''اللہ نے مجھے محمد ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک بنایا ہے۔''

یہ ایک بڑا ہی مشکل ترین مرحلہ تھا کہ ایک طرف اللہ کے نبی ﷺ کی وفات کا صدمہ تازہ تھا اور دوسری طرف لوگ فتنہ ارتداد میں مبتلا ہو رہے تھے۔ ان حالات میں خلیفۃ الرسول، پیارے پیغمبر ﷺ کے قریبی ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں 13 ہزار پر مشتمل ایک لشکر اس جھوٹے نبی کے خاتمے کے لیے روانہ کر دیا۔ دوسری طرف اس جھوٹے نبی نے سادہ لوح لوگوں کو پرفریب باتوں سے اپنا پیروکار بنا لیا تھا اور وہ اس کے لیے کٹنے مرنے کو تیار تھے۔ مسلمانوں کے لشکر کے مقابلے میں جھوٹے نبی کے لشکر کی تعداد 40000 تھی۔ آخرکار وہ وقت بھی آ گیا جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور شدید لڑائی شروع ہو گئی۔ ابتداء میں دشمن کی طرف سے سخت حملہ کیا گیا مگر اسلامی لشکر نے نہایت بہادری کے ساتھ اس حملے کو روکا اور پھر ہر طرف سے سمٹ کر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھ کر، دشمنوں پر بھوکے شیروں کی طرح حملہ آور ہوئے تو لشکر کذاب کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بدحواسی کے عالم میں میدان سے بھاگنے لگے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھ کر مخالف فوج کے ایک شخص محکم بن طفیل نے باآواز بلند اپنی قوم کو پکارا ''باغ میں داخل ہو جاؤ، میں تمہارے پیچھے آنے والے حملہ آوروں کو روک لوں گا'' یہ سن کر میدان چھوڑ کر بھاگنے والے بزدل لوگ باغ میں داخل ہو گئے۔ محکم بن طفیل تھوڑی دیر لڑتا رہا اور آخرکار حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے مارا گیا مگر ابھی فتح شکست کا فیصلہ ہونا باقی تھا کہ ایک بار پھر دشمنوں نے سنبھل کر مسلمانوں پر زوردار حملہ

کر دیا، جس کے نتیجہ میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے جنہوں نے اسلامی لشکر کا جھنڈا تھام رکھا تھا۔ ان کے شہید ہوتے ہی جھنڈا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تھام لیا اور مسلمان ان کی قیادت میں لڑتے لڑتے باغ کے دروازے کو توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ جب باغ کے اندر بھی اسلام کے دشمنوں کو شکست ہونا شروع ہو گئی تو پھر یہ جھوٹا اور لعنتی شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور لوگوں کو لڑائی کرنے پر آمادہ کرنے لگا مگر اس کا یہ وار بھی کامیاب نہ ہوا بالآخر ہر طرف سے مایوس ہو کر یہ اپنے گھوڑے سے اترا اور چپکے سے باغ سے فرار ہونے لگا تو سامنے موجود صحابی رسول حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے اپنا نیزہ اس گستاخ اور جھوٹے شخص کو مارا جو اس کے پیٹ کو چیرتا ہوا آر پار ہو گیا اور اس طرح اس جھوٹے نبی کا کام تمام ہوا۔

پیارے بچو! دیکھا آپ نے کس طرح اس جھوٹے نبی کا خاتمہ ہوا؟ اور آپ کو پتا ہے کہ اس جھوٹے شخص کا نام کیا تھا...... چلیں بتا دیتے ہیں اس کا اصل نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا لیکن تاریخ میں یہ اپنے جھوٹے دعوے کی وجہ سے مسیلمہ کذاب (جھوٹا) کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ معرکہ یمامہ کے مقام پر لڑا گیا اس لیے اسے جنگ یمامہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں لشکر کذاب کے بارہ ہزار افراد مارے گئے اور 660 مسلمان شہید ہوئے اور پورے عرب سے وقتی طور پر اس فتنے کا خاتمہ ہو گیا۔ تاہم بعد میں بھی ایسے جھوٹے لوگ سامنے آتے رہے جو نبی مکرم ﷺ پہ بہتان لگا کر خود کو نبوت میں حصہ دار ہونے کا دعویٰ کرتے رہے اور مسلمان ان کی خلاف جہاد کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مستقبل میں بھی ایسے جھوٹے لوگوں کی پیش گوئی کی ہے۔ ایسے ہی جھوٹوں میں سے ایک برصغیر کا مرزا غلام احمد قادیانی بھی تھا جس نے انگریزوں کی شہ پر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا جس کے جواب میں اس وقت کے علماء نے پراثر دلائل کے ساتھ اسے جھوٹا ثابت کیا لیکن پاکستان بننے کے بعد بھی فتنہ سادہ لوح لوگوں میں پھیلنے لگا تو پاکستان کی پارلیمنٹ میں کئی دن کی بحث اور دلائل کے بعد ختم نبوت کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا جس کی رو سے کوئی بھی ایسا شخص جو محمد رسول ﷺ کو آخری نبی نہ مانتا ہو یا نبوت میں کسی اور شخص کو حصہ دار سمجھتا ہو وہ غیر مسلم ہے۔

اچھا تو بچو! آج ہم نے بھی اپنے اندر صحابہ جیسا ایمان پیدا کرنا ہے اور بہادر بننا ہے تاکہ اب کسی میں نبوت کا دعویٰ کرنے کی ہمت پیدا نہ ہو اور جو کر رہے ہیں ان کو یہ پیغام دینا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ماننے والے ابھی زندہ ہیں!!!

پیوستہ رہ روضہ سے امید اشاعت رکھ

محمد ہارون
محمد حنظلہ مکی (قلعہ محمدیہ)
محمد عبداللہ مکی (قلعہ محمدیہ)
سلمان مجید (فیصل آباد)
حمنہ بنت محمد عمران (جڑانوالہ)
حفیظ غفور (گوجرانوالہ)
حافظ ابوساریہ مجاہد، حافظہ سائرہ طیب (خانیوال)
ارم شہزادی رشید (سمندری)
آمنہ ندیم (وزیر آباد)

◆......چند لمحوں کی خوشی کے لیے کسی سے مسکراہٹ نہ چھینو۔

◆......سب سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے کی نظر میں چھوٹا ہو۔

◆......عقل مند ہمیشہ غور فکر میں مصروف رہتا ہے۔

◆......انسان قد سے نہیں اپنے ظرف سے بڑا ہوتا ہے۔

(ضیاء شوکت۔ نارووال)

◆......بے وقوف انسان جب تک خاموش رہتا ہے اس کا شمار عقلمندوں میں ہوتا ہے۔

◆......دنیا میں سب سے مشکل کام خود کی اصلاح اور سب سے آسان کام دوسروں پر نکتہ چینی ہے۔

◆......بہادر کا امتحان میدان جنگ میں، دوست کا امتحان مصیبت کے وقت اور عقلمند کا امتحان غصہ کی حالت میں ہوتا ہے۔

(عبدالمعید۔ بہاولنگر)

دل کو نرم کرنے والی باتیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس وقت میں اپنے بندوں کی دو پیاری چیزیں (آنکھیں) چھین لیتا ہوں اور وہ بندہ اس پر صبر کر لیتا ہے تو میں اسے اس کے عوض ضرور جنت عطا کر دیتا ہوں۔ (بخاری)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ ایک فراغت اور دوسری صحت''

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پکڑ کر فرمایا:
تم اپنی زندگی کو اس طرح بسر کرو کہ جس طرح راہ چلتا مسافر بسر کرتا ہے یا اجنبی۔ (بخاری)

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ بن مالک انصاری سے روایت ہے کہ ایک روز میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ جو شخص ایسا ہوگا کہ اس نے خالصتاً اللہ کے لیے لا الہ الا اللہ کہا ہو تو قیامت کے دن اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس بندے کی کوئی محبوب چیز اللہ نے اٹھالی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو جنت بدلے میں عطا کرے گا۔ اگر اس نے اس چیز پر صبر کیا۔ (بخاری)

(خدیجہ زید، اسماء زید، چھوٹی اناسی فیصل آباد)

مظلوم مسلمان

کیوں کشمیر کی وادی میں ہندو نے ڈالا ڈیرہ ہے
جنت نظیر اس وادی پر ظلم کا سیاہ اندھیرا ہے
فلسطین، چیچن و بوسنیا، افغان و عراق پر طاغوتی یلغاریں
کیوں فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گیا؟ یہود و نصاریٰ دشمن تیرا ہے
یہ کہتا ہے روہنگیا کے معصوم بچوں کا لہو ہم سے
میرے قتل پر چپ رہنے والو اگلا نمبر تمہارا ہے

(حمنہ بنت محمد عمران، جڑانوالہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ (بخاری و مسلم)

فاتح ایران

محمد احمد، لاہور

فاتح ایران سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو زہرہ سے تھا، جو نبی کریم حضرت محمد ﷺ کا ننھیالی خاندان ہے اس لیے آپ رشتے میں حضور ﷺ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ حمزہ بن عبدالمطلب کی والدہ آپ کی پھوپھی تھیں۔ ہجرت مدینہ سے تیس برس پہلے پیدا ہوئے۔ نزول وحی کے ساتویں روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ترغیب دلانے پر مسلمان ہوئے اور عمر بھر حضور ﷺ کے محافظ رہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کی دعوت پہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو یہ اسلام کی اجنبیت کا زمانہ تھا۔ مکہ میں لوگ اسلام کے بہت خلاف تھے۔ ان کی والدہ بہت پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں ’’اے سعد! یہ کون سا دین اختیار کرلیا ہے۔ تم یہ دین چھوڑ دو، ورنہ میں کچھ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی یہاں تک کہ مرجاؤں گی۔ لوگ تجھے طعنہ دیا کریں گے کہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔‘‘

سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ سے بہت محبت تھی اور والدہ اس بات سے واقف تھیں۔

ان کی والدہ نے ایک اور رات کچھ کھایا نہ پیا، وہ قدرے نڈھال ہوگئیں۔ پھر دوسرے دن بھی کچھ نہ کھایا اور مزید نڈھال ہوگئیں۔ والدہ کی ضد پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تاریخی الفاظ کہے:

’’اماں جان! اگر آپ کی سو جانیں بھی ہوتی اور وہ ایک ایک کر کے نکل جاتی تو تب بھی میں اسلام کو نہ چھوڑتا۔ آپ چاہے کچھ کھائیں یا نہ کھائیں، یہ میرا اٹل فیصلہ ہے‘‘

جب اماں جان نے اپنے بیٹے کے اس عزم کو دیکھا تو رونا شروع کر دیا۔

بعد ازاں ان کی مسلسل کوششوں کے بعد والدہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

ایک موقع پر سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے چند ایسے الفاظ کہے جو کسی اور کے بارے میں کبھی نہیں کہے۔

غزوہ اُحد میں آپ رضی اللہ عنہ نے تیر اندازی سے حضور ﷺ کی اس وقت تک حفاظت کی جب مسلمان تیر انداز جنگ ختم سمجھ کر رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی جگہ اتر آئے اور موقع دیکھ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے دستے نے عقب سے حملہ کر کے بہت نازک صورت حال پیدا کردی تھی۔ اس موقع پر حضور ﷺ فرما رہے تھے۔ ’’اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان! تیر چلاتے جاؤ‘‘ اس انداز سے حضور ﷺ نے کسی اور صحابی کو کبھی مخاطب نہیں کیا۔

نبی ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ’’اے سعد! تیر پھینک تجھ پر میرے ماں باپ قربان‘‘ سعد فرماتے ہیں کہ ’’مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا کہ جس نے مسلمانوں کو جلا ڈالا تھا۔ میں نے بغیر پر کے تیر کھینچ کر اس کے پہلو پر مارا اور وہ گر پڑا۔‘‘

حضرت سعد رضی اللہ عنہ 650ء میں مدینے کے باہر مقام عقیق پہ واقع اپنے گھر میں فوت ہوئے۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 80 برس تھی۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے طویل عمر پائی اور عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

پیارے بچو! ہمیں اس واقعے سے بہت سے اسباق ملتے ہیں جن میں یہ سبق بہت اہم ہے کہ

چاہے جتنے بھی مسائل درپیش اور کتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اسلام کو کسی صورت نہیں چھوڑنا اور ہر حالت میں ایمان پہ ثابت قدم رہنا چاہیے۔

قیامت والے دن مجھ پر سب سے زیادہ حق رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو مجھ پر درود پڑھنے والا ہے۔ (ترمذی:484)

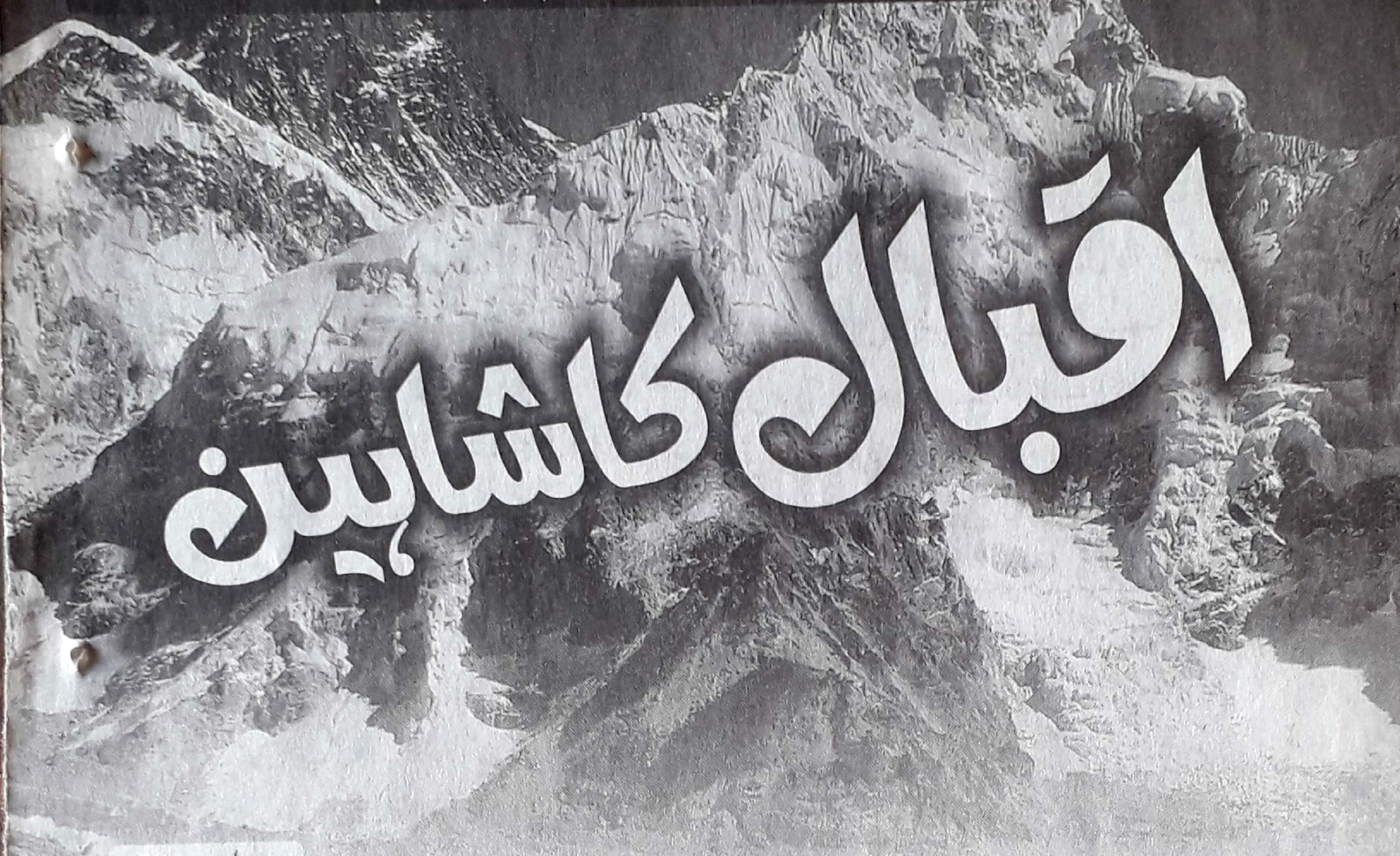

اقبال کا شاہین

عبدالحمید صادق

پیارے بچو! یقیناً آپ نے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی نظمیں تو پڑھی ہوں گی خصوصاً جو انہوں نے بچوں کے لیے لکھیں تھیں جن میں ''ایک مکڑا اور مکھی''، ''ایک پہاڑ اور گلہری''، ''بچے کی دعا''، ہمدردی''، ''ماں کا خواب'' اور پرندوں کی فریاد' شامل ہیں۔ یہ نظمیں دیکھنے میں تو عام سی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان نظموں میں چھپی علامہ محمد اقبال کی بچوں کے لیے نصیحتیں اور اپنے گلشن کے ان چمکتے دمکتے ستاروں کیلئے دعائیں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

''ایک پہاڑ اور گلہری'' میں علامہ اقبال نے بچوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اس دنیا میں اللہ نے کوئی چیز بھی نکمی یا بے فائدہ پیدا نہیں فرمائی، ہر چیز کا کوئی مقصد ہے، ''بچے کی دعا'' میں علم سے محبت کا درس دیا ہے، ''جگنو'' اور ''بلبل'' میں انسانی ہمدردی کا سبق ہے، ''بچہ اور شمع'' میں بچہ روشنی کو دیکھتا ہے اور اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے جس سے علامہ اقبال نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے ایک بچے میں کچھ بھی حاصل کرنے کی ہمت ہوتی ہے اور اگر وہ جستجو کرے تو اسے حاصل کر لیتا ہے۔ اسی لیے علامہ محمد اقبال نے بچے کو شاہین سے تشبیہ دی ہے۔ اقبال کا پسندیدہ ترین پرندہ شاہین تھا۔ جسے آپ نے اپنی شاعری میں کثرت سے استعمال کیا ہے کیونکہ یہ پرندہ کچھ خاص صفات کا حامل ہوتا ہے، یہ پرندہ اپنا مستقل گھر نہیں بناتا، خوددار اور غیرت مند ہوتا ہے، اسی لیے اقبال کی یہ خواہش تھی کہ میری قوم کا بچہ بھی انہی خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے۔

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پر دم ہے اگر تو نہیں خطرۂ افتاد
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

پیارے بچو! علامہ اقبال رحمہ اللہ صرف پاکستان کے ہی نہیں بلکہ اسلام کے شاعر تھے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے لکھا۔ اپنی قوم کے بچوں سے علامہ محمد اقبال کو خصوصی محبت تھی۔ وہ بچوں کو قوم کے مستقبل کا معمار شمار کر چکے ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان کی امیدوں پر پورا اترنے کے لیے ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔

علامہ اقبال کی پوری زندگی، ان کی شاعری اور ان کے عملی کام

ہمارے لیے بہت سے سبق آموز واقعات رکھتی ہے مثلاً جب آپ جرمنی سے ڈاکٹریٹ کر رہے تھے تو آپ کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال جو ابھی بچے تھے تو انہوں نے آپ کو جرمنی میں خط لکھا اور "گٹار" لانے کی فرمائش کی جس کے جواب میں علامہ محمد اقبال نے یہ شعر لکھا۔

تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے کہ تیری آرزو بدل جائے

اور بعد میں پورا جاوید نامہ تحریر کیا، آپ نے اپنی سوچ اور فکر کی آبیاری کے لیے قرآن کا نسخہ تجویز کیا۔ جاوید نامہ آج قوم کے ہر بیٹے کی ضرورت ہے، اس کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

علامہ محمد اقبال اپنی قوم کے بچوں کے لیے اپنے رب سے محوِ التجاء رہتے تھے۔

جوانوں کو میری آہ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

علامہ اقبال رحمۃ اللہ کی شاعری میں تربیت کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انہوں نے بچوں کو شاہین کے بال و پر عطا کر دیے، اس سے یہ واضح معلوم ہوتا ہے کہ اقبال اپنی قوم کے بچوں سے مستقبل میں بہت بڑا کام لینا چاہتے ہیں، آج بھی وطن عزیز کو تحریک پاکستان جیسے لازوال اور محنتی کرداروں کی ضرورت ہے۔ جس طرح پاکستان بنتے وقت لوگوں نے لاکھوں جانوں کی قربانیاں دیں اور لا الہ الا اللہ والے پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ آج پاکستان کو بچانے کے لیے انہی جذبوں کی ضرورت ہے اور علامہ اقبال کی شاعری ان جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اللہ تعالیٰ علامہ محمد اقبال کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

بقیہ: انصاف پسند حکمران

نے سوچا شاید آپ نے اپنے لیے کوئی خاص کھانا بنوایا ہے۔ میں آپ کے ساتھ گیا۔ حضرت عمر ایک چٹائی پر بیٹھ گئے۔ آپ نے پردے کی طرف دیکھ کر اپنی بیوی سے ارشاد فرمایا۔ "ام کلثوم! مجھے کھانا دو، کھانا کیا تھا؟ تیل میں تلی ہوئی ایک روٹی جس پر سالن کی جگہ نمک اور ساتھ میں ستو کا گلاس۔" آپ نے کھانا کھا کر دعا پڑھی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے لیے ایک خط لے کر آیا ہوں۔"

"آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟"

میں نے کہا: سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی جانب سے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "سلمہ کے نمائندے کو میں خوش آمدید کہتا ہوں، ایران والے لشکر کا کیا بنا؟"

میں نے عرض کی۔ "اللہ نے فتح دی۔"

آپ نے پوچھا "تمہارا بصرہ سے گزر ہوا؟"

میں نے کہا جی! آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے حال احوال پوچھنے کے بعد میرے ہاتھ میں موجود خوبصورت ڈبے کی طرف دیکھا اور پوچھا یہ کیا ہے؟

میں نے وہ ڈبہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا، اور کہا اس میں ایک قیمتی ہار ہے جو مال غنیمت سے ملا تھا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔ آپ نے ڈبہ کھولا۔ جیسے ہی آپ کی نظر اس قیمتی اور نہایت خوبصورت ہار پر پڑی تو آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے ڈبہ زمین پر پٹخ دیا۔ موتی زمین پر بکھر گئے، پھر مجھے حکم دیا کہ انہیں اکٹھا کرو۔ میرے بدن پہ کپکپی طاری تھی۔ آپ نے کہا "اسی وقت اھواز جاؤ اور یہ ہار مجاہدین میں تقسیم کر دو۔" میں نے عرض کی اے امیر المومنین! آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

"میں وہاں سے فوری واپس پلٹا اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میری اور اپنی خیر چاہتے ہو تو اسی وقت یہ ہار مجاہدین میں تقسیم کروا دو۔"

بچو یہ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انصاف!

بحوالہ: جرنیل صحابہ

پرانے سکے میں چھپا راز

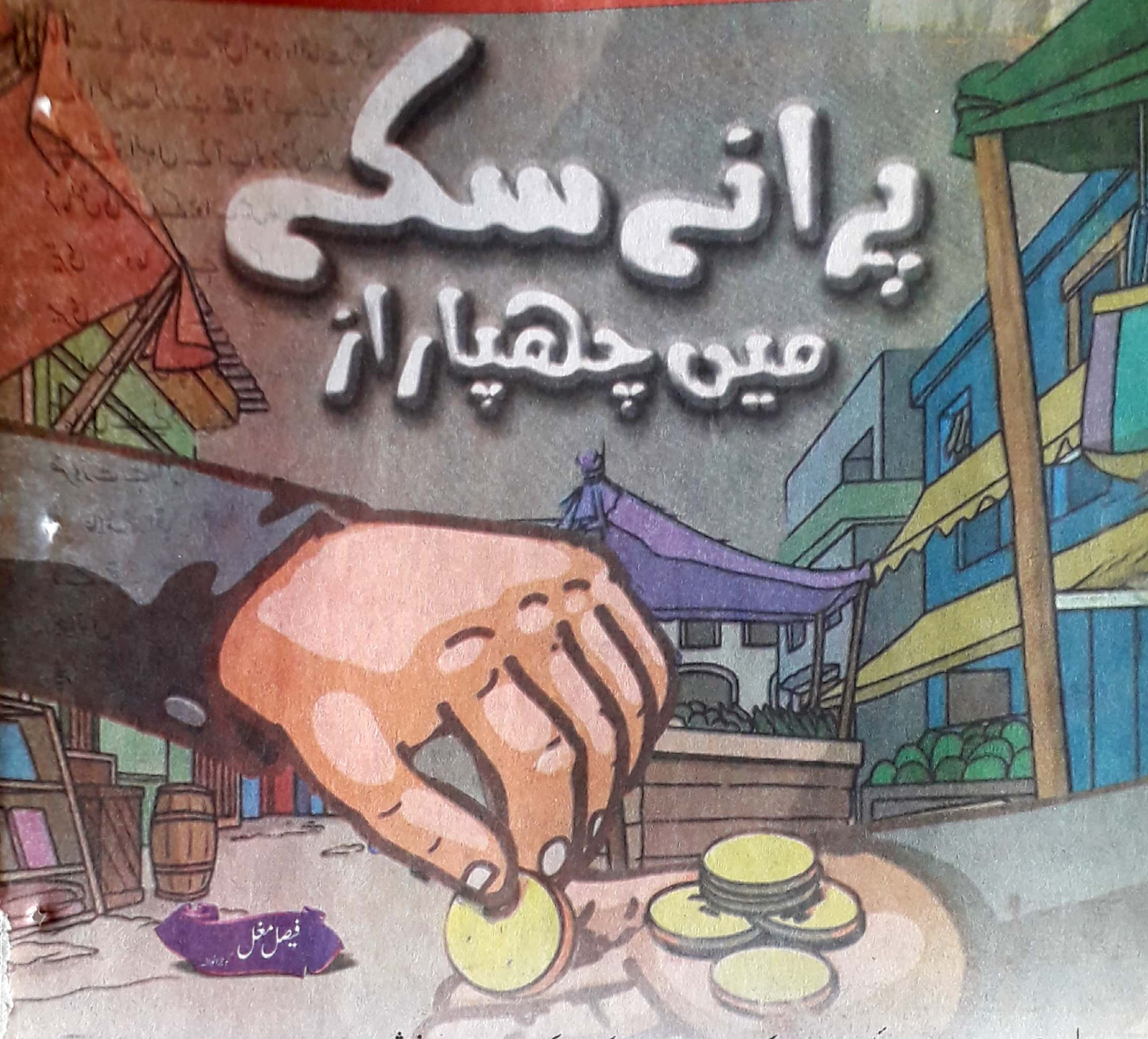

فیصل مغل

لیں جی پیارے بچو! ہو جائیں تیار۔۔۔ایک ایسا واقعہ پڑھنے کے لیے جو بہت ہی پرانا، اسلام کے آنے سے پہلے کا ہے۔اس کا ذکر قرآن مجید کی ایک سورہ کے اندر موجود ہے۔تو آیئے! ہم چلتے ہیں اپنے واقعے کی طرف۔

آپ نے اصحاب کہف کا نام تو سنا ہوگا، آج ہم آپ کو اس کی تفصیل بتائیں گے۔

اردن کا بادشاہ بہت ظالم تھا۔ یہ بادشاہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں پر شدید ظلم و تشدد کرتا تھا۔اس وقت کا سب سے سچا مذہب عیسائیت تھا اور یہ بادشاہ ایک اللہ کی عبادت کے سخت خلاف تھا اور ایسا کرنے والوں کا جانی دشمن بن جاتا تھا۔جو بھی عیسائیت کو قبول کرتا، اس کو صلیب پر چڑھا کر سب لوگوں کے سامنے آگ لگا دی جاتی، تا کہ خوف کہ وجہ سے کوئی بھی عیسائی نہ بنے۔کچھ ہی دنوں بعد ان کے شہنشاہ کی آمد کا جشن طے پایا۔لوگوں کی اکثریت اسی شہنشاہ کو خدا مانتی تھی۔

کچھ نوجوانوں نے فیصلہ کیا کہ اس موقع پر لوگ جمع ہوئے ہوں گے، اگر ہم اعلان حق کریں گے، تو اور بھی لوگ عیسائیت قبول کر لیں گے۔ان نوجوانوں کی سربراہی کرنے والا بادشاہ کا خاص مشیر عبداللہ تھا جو خفیہ طور پر عیسائیت قبول کر چکا تھا۔

بالآخر جشن کا وقت آن پہنچا۔شہنشاہ اپنی کرسی پر براجمان تھا۔لوگ

مختلف طرح مظاہرے کر کے شہنشاہ کا استقبال کر رہے تھے اور باری باری اس کے سامنے جھک رہے تھے۔ مشیر خاص کی باری آئی تو اچانک کچھ ایسے الفاظ کہے کہ شہنشاہ کے چہرے پر غصہ چھا گیا۔ اس نوجوان نے بلند آواز سے کہا ''کوئی خدا نہیں سوائے خالق ارض وسماں کے جو اس کائنات کا نظام چلاتا ہے''، نوجوان کی آواز بلند ہوتی گئی اور لوگ اس کی بات سمجھنے لگے۔

یہ الفاظ سن کر بادشاہ طیش میں آ گیا اور اس نے ان کو عمر قید کی سزا سنا کر کال کوٹھڑی میں پھینک دیا اور سخت ظلم کرنے لگا۔ آخر کار ان نوجوانوں نے جیل کے محافظ کو دعوت دی، تو وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا اور ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک دن اس نے ان کو رات کے اندھیرے میں جیل کے پچھلے دروازے سے بھگا دیا۔ یہ نوجوان چلتے چلتے اپنے کمانڈر کے گھر کے خفیہ راستے سے اس قلعہ سے باہر نکل گئے۔

بادشاہ نے ان کو ڈھونڈنے کے لیے اپنی ساری فوج کو ان کے پیچھے لگا دیا، لیکن وہ سب نکلنے میں کامیاب رہے کچھ دور جا کر ایک عیسائی دوست کے گھر میں پناہ لی اور وہاں سے رات کے اندھیرے میں ہی نکلے اور ایک غار میں چھپ گئے۔ ان نوجوانوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ غار میں پہنچتے ہی ان کو نیند آ گئی، اور سب کے سب سو گئے اور ان کا کتا غار کے داخلی راستے پر ہی ٹانگیں بچھا کر لیٹ گیا۔ اس غار کی طرف جو بھی جاتا تو وہ خوف اور ڈر کی وجہ سے واپس بھاگ آتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پہ ہیبت طاری ہو جاتی۔ یہ نوجوان جب سوئے تو صبح کا وقت تھا اور جب اٹھے تو آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہیں۔ ایک نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ کیونکہ یہ اب شام کا وقت ہو رہا تھا۔

لیکن درحقیقت وہ تین سو سال سوئے رہے۔ اٹھنے کے بعد انہیں بھوک محسوس ہوئی تو ان میں سے ایک نے کہا کہ کوئی باشاہ کے کارندوں سے چھپتا ہوا شہر جائے اور کھانا لے آئے۔ عبداللہ نے چاندی کا سکہ لیا اور غار سے باہر نکلا۔ شہر کا رخ کیا تو شہر بہت بدل چکا تھا۔ عبداللہ ادھر ادھر حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ ان کے چند گھنٹے سونے کے دوران شہر کیسے اتنا زیادہ بدل گیا۔ بازار پہنچا تو اس کی حیرت میں اور اضافہ ہو گیا۔ جن دکانداروں کو وہ جانتا تھا ان میں سے وہاں پر کوئی بھی نہیں تھا، دکانیں بھی بدل گئیں تھیں۔ چھپتے چھپاتے اس نے ایک کھانے کی دکان ڈھونڈی اور اسے کھانا لینے کیلئے جوں ہی عبداللہ نے چاندی کا سکہ جا کر دکاندار کو دیا تو دکاندار نے حیرانگی سے عبداللہ کی طرف دیکھا کہ اتنا پرانا سکہ۔ دکاندار یہ سمجھا کہ اس نوجوان کو شائد کوئی خزانہ ملا ہے۔ وہ کبھی سکے کو دیکھتا اور کبھی عبداللہ کو۔ معاملہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بالآخر دکاندار سمجھا کہ شائد اس نوجوان کو پرانا خزانہ ملا ہے کیونکہ یہ سکہ جس بادشاہ کے دور کا تھا اسے گزرے کئی سو سال گزر چکے تھے۔

یہ معاملہ اس وقت کے بادشاہ کے پاس پہنچا۔ عبداللہ نے سب کے سامنے صاف صاف بات رکھ دی کہ یہ میرا ہی سکہ ہے۔ ہم چند لوگ ایک اللہ کو مانتے ہیں اور ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کیلئے ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔ اللہ نے ہم پر نیند طاری کر دی۔ جب ہم سو کر اٹھے تو شام کا وقت تھا۔ ساتھیوں نے مجھے کھانے کا سامان لانے کیلئے بازار کی طرف بھیجا۔ میں غار سے نکلا تو سب کچھ تبدیل ہو چکا تھا۔ پھر دکاندار نے پرانا سکہ دیکھ کر شور مچا دیا۔

یہ سن کر بادشاہ نے عبداللہ کو تسلی دی کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے کچھ نوجوانوں کے بارے میں سنا تھا جن پر اس وقت کا بادشاہ ایک اللہ کو معبود کہنے کی وجہ سے ظلم کرنے لگا تھا اور وہ نوجوان اس بادشاہ سے بچنے کیلئے روپوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ان نوجوانوں کا کچھ پتا نہیں چلا۔ آپ یقیناً انہی نوجوانوں میں سے ہیں۔

لوگوں نے عبداللہ کو تسلی دی کہ اب آپ پریشان نہ ہوں اس ظالم بادشاہ کا دور گزر چکا ہے۔ اب ایک اللہ کی عبادت کرنے والے بادشاہ کی حکومت ہے جو اپنی رعایا سے حسن سلوک کرتا ہے۔

پیارے بچو! جب بندہ اللہ تعالیٰ سے جتنا مخلص ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی بلند کرتا ہے اور اتنی ہی عزت دیتا ہے۔ حق اور سچ کے راستے میں مشکلات لازماً آتی ہیں لیکن جو صبر اور استقامت سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

نوٹ: کہانی میں عبداللہ کا نام فرضی استعمال کیا گیا ہے۔

انصاف پسند حکمران

عبداللہ انور۔ سرگودھا

اسلامی لشکر

جذبہ جہاد سے سرشار اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ لشکر اسلام کو دشوار گزار راستے میں انتہائی ناساز حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی پہاڑ کی چڑھائی اور کبھی شدید بھوک اور پیاس، کہیں زہریلے اژدھوں اور بچھوؤں کی بہتات اور کہیں خونی حالات۔ ان تمام مصائب کو جھیلتے ہوئے لشکر اسلام کشاں کشاں اپنی منزل کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ لشکر کے سپہ سالار حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی جرات مندانہ قیادت سے مجاہدین کے دلوں میں حوصلے جواں رہے۔ رات کو جہاں بھی قیام ہوتا، مجاہدین قرآنی آیات کا وِرد کرتے۔ قرآن حکیم سے لذت آشنائی کٹھن منزل کو آسان کرنے کا باعث بنتی۔ مجاہدین کی دلی تمنا یہی ہوتی کہ یہ ایمان افروز فضائیں انہیں سدا میسر رہیں۔

اس لشکر کو خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خود روانہ کیا تھا۔ سوچ و بچار کے بعد انہوں نے حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا اور ساتھ ہی نصیحت کی کہ

''پہلے ایرانی فوج کو اسلام کی دعوت دینا، اگر اسلام قبول نہ کریں اور امن کی اپیل کریں تو جزیہ (ٹیکس) وصول کرنا اور اگر مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں تو اللہ کا نام لے کر ان کے خلاف جنگ کرنا''

لشکر کے سپہ سالار نے خلیفہ دوم عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق پہلے اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے دعوت ٹھکرا دی اور جنگ شروع کر دی۔

اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ جب لڑائی ختم ہوئی، مال غنیمت اکٹھا ہوا اور مجاہدین میں تقسیم ہونے لگا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی نظر ایک قیمتی ہار پر پڑی۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ یہ ہار امیر المومنین کو تحفے میں پیش کیا جائے۔ مجاہدین سے مشورہ کر کے ان کی اجازت کے ساتھ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتہ دار اور خادم خاص کو ہار دیا اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے انہیں فتح کی خوشخبری سنانا اور یہ ہار تحفے میں دینا۔

پیارے بچو! اب آپ سنیے اصل کہانی تو اب شروع ہونے والی ہے اور یہ اسی خادم کی زبانی سنیں وہ فرماتے ہیں:

میں نے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، کھانے کا وقت تھا۔ بہت سے احباب کھانا کھا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی چھڑی سے ٹیک لگائے اپنے خادم کو حکم دے رہے تھے کہ فلاں کے سامنے رکھے گوشت میں شوربا مزید ڈالو، فلاں کے سامنے مزید روٹی رکھو'' میں نے بھی وہاں کھانا کھایا۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر چل دیے۔ میں

بقیہ صفحہ نمبر 7 پر

پردہ پوشی

(اسماء عبدالغفور۔ گوجرانوالہ)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک اور صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رات کے وقت معمول کے مطابق گشت پر تھے۔ رات کے اندھیرے میں انہیں روشنی نظر آئی۔ انہوں نے روشنی کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ ایک گھر نظر آیا اندر سے روشنی نظر آرہی تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر کے صحن میں داخل ہوئے۔ ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک بوڑھا شخص، اس کے ہاتھ میں شراب کا جام، سامنے گانے والی عورت، آدھی رات کا وقت۔۔۔!

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر بولے۔

''میں نے آج رات اس بوڑھے شخص سے زیادہ قبیح اور شرمناک فعل کرتے ہوئے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ وہ اپنے آخری وقت کے انتظار میں ہے مگر شراب میں مست گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر لادے جارہا ہے۔''

وہ بوڑھا کہنے لگا۔

''اے امیر المومنین میں جو کام کر رہا ہوں بلاشبہ وہ نہایت برا ہے۔ مگر ذرا غور کریں جو کام آپ نے کیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ برا ہے۔ آپ بغیر اجازت کے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ یہ منع ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا پھر وہاں سے روتے ہوئے نکلے اور زبان پر یہ الفاظ تھے۔

''عمر کو اس کی ماں گم پائے، اگر اس کو اس کے رب نے بخش نہ دیا۔ یہ شخص اپنے گھر والوں سے چھپ کر اللہ کی نافرمانی کر رہا تھا۔ اب وہ کہے گا عمر رضی اللہ عنہ نے تو مجھے دیکھ ہی لیا ہے۔ چنانچہ وہ بار بار اس گناہ کا ارتکاب کرے گا''

اس واقعہ سے پہلے یہ شخص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی محفل میں شرکت کیا کرتا تھا۔ اس نے اب خوف اور شرم کے

بقیہ صفحہ نمبر 12 پر

بقیہ پردہ پوشی

باعث حاضری چھوڑ دی۔ کچھ عرصے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے کہ یہی بوڑھا اپنے آپ کو چھپائے ہوئے مجلس میں حاضر ہوا۔ مجلس میں کافی لوگ بیٹھے تھے۔ یہ سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ آپ نے حکم دیا اس بوڑھے کو میرے پاس بھجوا دو۔ وہ شخص پریشان ہوا کہ میں تو اسی بات سے گھبراتا تھا۔ بہرحال لوگوں نے کہا جاؤ۔ امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ وہ ڈرتا ڈرتا قریب آ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اسے مزید قریب کیا اور اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ پھر فرمایا ”ذرا کان میرے قریب کرو۔“

پھر اس کے کان میں کہا۔

”سنو اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے، میں نے اس روز جو دیکھا ہے، کسی شخص کو بھی نہیں بتایا حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں۔ حالانکہ اس وقت وہ میرے ساتھ تھے۔“

اب اس شخص نے کہا: امیر المومنین!

ذرا اپنا کان میرے قریب کریں۔ پھر اس نے کہا۔

”اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس دن سے آج کی مجلس میں حاضر ہونے تک میں نے بھی دوبارہ ایسا کام نہیں کیا“

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات سن کر اتنی خوشی ہوئی کہ آپ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔

عزیز بچو اس کہانی میں ہمارے لیے بہت سے سبق ہیں۔

تجسس یعنی کسی کی ٹوہ میں نہیں رہنا چاہیے۔

بغیر اجازت کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے۔

کسی بہن بھائی کی کسی بری عادت کا پتہ چل جائے تو اسے دوسرے لوگوں کو نہیں بتانا۔ بلکہ چپکے سے احسن انداز میں اسے سمجھانا چاہیے کہ اسے محسوس بھی نہ ہو۔

کیونکہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

پیوستہ رہ روضہ سے امید اشاعت رکھ

عبدالرحمٰن معاویہ (بہاولنگر)

ہارون (لاہور)

زین العابدین (لاہور)

خالد محمود (لاہور)

عبیدالرحمٰن، شفاقت علی (لاہور)

مصعب مرتضیٰ (فیصل آباد)

حفیظ الرحمٰن (ساہیوال)

انیبہ عاصم (بہاولپور)

ذیشان افضل (شہزاد آباد)

امیر حمزہ عمار

اخت مجاہد اسلام

راستہ تلاش کریں

ان قارئین نے عبداللہ کو مسجد تک جانے میں مدد کی۔ ان خوش نصیب قارئین کو انعامات بھیجے جا رہے ہیں۔

محمد عثمان (بورے والا)

محمد شعیب صدیقی (فیصل آباد)

ثمامہ شاہد (گوجرانوالہ)

ام حذیفہ (ام طیب۔ بھکر)

کچھ قارئین کے خطوط تاخیر سے موصول ہوئے اسلئے انہیں انعامات نہیں بھیجے جا سکیں گے۔

گلدستہ روضہ

نوجوانوں کیسے ہو

زندانوں میں کہساروں پر رہنے والے نوجوانوں کیسے ہو
ظلمت خانوں میں میرے نازوں پالے نوجوانوں کیسے ہو
اللہ گھر کر دے تم کو گر آزمائش میں ڈالا ہے
کوئی راز اس میں پوشیدہ ہے کوئی عقدہ کھلنے والا ہے
ٹوٹیں گے در زندانوں کے ہم جلد ہی بھارت آئیں گے
اصحاب الفیل کے گھیرے میں رہنے والے نوجوانوں کیسے ہو
اے زخمی شیرو، زخمی جیالو میرے پیارے نوجوانوں کیسے ہو
سری نگر کے شاہینو، میرے شہبازو میرے صابر نوجوانوں کیسے ہو
ظلمت خانوں میں میرے نازوں پالے نوجوانوں کیسے ہو

(اسماء ایمن عبدالغفور۔گوجرانوالہ)

مومن کے اخلاق

☆ میانہ روی اختیار کرنے والا ہوتا ہے۔
☆ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔
☆ کسی کی غیبت نہیں کرتا۔
☆ کسی کو طعنہ نہیں دیتا۔
☆ کسی کو عیب نہیں لگاتا۔
☆ بلا سوچے سمجھے نہیں بولتا۔
☆ فضول کام نہیں کرتا۔
☆ چغل خوری نہیں کرتا۔
☆ بلا تحقیق بات پہ یقین نہیں کرتا۔
☆ حق بات سے انکار نہیں کرتا چاہے نقصان اٹھانا پڑے۔

(خدیجہ زید، اسماء زید، چھوٹی انا سی۔فیصل آباد)

روضۃ الاطفال کی شان

روضۃ الاطفال ہے بہت کمال
یہ مجلّہ ہے لازوال
اک طرف ہیں قصص الانبیاء
اور اک طرف اچھی باتیں
اس کے بغیر پوچھو نہ ہمارا حال
اس میں خوبصورت الفاظ ہیں بے شمار
ہمیں اس سے ہے بڑا پیار
مل جائے تو پڑھتے ہیں بار بار
نہ ملے تو کرتے ہیں اس کا انتظار

(ثناء شوکت۔فرید پور ملتان)

آگ سی سلامتی کا سفر

محمد فیصل۔ گوجرانوالہ

سلمان بیٹا! کھیتوں کو پانی لگا آئے ہو؟ اور آگ کی پوجا بھی کی ہے آج۔۔۔؟ باپ نے گرج دار آواز میں سلمان سے پوچھا۔

سلمان: جی ابا جان کھیتوں کو سیراب کر دیا ہے اور آگ کی پوجا بھی کر آیا ہوں۔

سلمان روزانہ کھیتوں میں جاتا اور فصلوں کو پانی لگاتا۔ ایک دن راستے سے ایک آواز سلمان کو سنائی دی۔ کہنے والا کچھ مخصوص الفاظ پڑھ رہا تھا۔ جو سلمان نے پہلے کبھی نہیں سنے تھے۔ سلمان کا تجسس بڑھا اور وہ اس آواز کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا ایک عمارت میں داخل ہو گیا۔ یہ ایک عبادت گاہ تھی۔ عبادت گاہ کے اندر لوگ ایک اور انداز سے عبادت کر رہے تھے۔ سلمان کو یہ نیا طریقہ بہت پسند آیا۔ اب سلمان روزانہ کھیتوں میں جاتے وقت اس عبادت گاہ سے ہو کر جاتا۔ اس مذہب میں اس کا دل لگنے لگا وہ وہاں کچھ دیر بیٹھتا اور پھر گھر چلا جاتا۔ باپ روزانہ سلمان سے لیٹ آنے کی وجہ پوچھتا تو سلمان کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتا۔

ایک دن کسی نے اس کے باپ کو آ کر بتایا کہ تمہارا بیٹا تو چرچ میں جاتا ہے اور وہاں عبادت کرتا ہے۔ باپ نے سلمان کی سخت سرزنش کی اور اسے دوبارہ وہاں جانے سے منع کر دیا۔ ایک دن چرچ کے پادری نے سلمان کو بتایا کہ ہم کچھ دن تک ملک شام جائیں گے۔ سلمان نے حامی بھر لی۔ لیکن اس نے اپنے ابا سے اجازت نہ لی، دن گزرتے گئے۔ سلمان کے ابا کو اس کے شام کے سفر کے بارے میں پتا چلا تو اس نے سلمان کو ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا اور ایک آدمی کو اس پر نگران مقرر کر دیا۔ اب سلمان دن رات جیل نما گھر میں گزارنے لگا۔ آخر کار سلمان اپنی حفاظت پر مامور آدمی سے دوستی لگانے میں کامیاب ہو گیا اور اس کو کہا کہ مجھے کسی طریقے یہ پتا کروا دو کہ شام کی طرف قافلہ کب روانہ ہو رہا ہے۔ آدمی نے چرچ جا کر پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ قافلہ منگل کی شام کو جا رہا ہے۔

جیسے جیسے منگل کا دن قریب آتا گیا سلمان کی بے تابی بڑھنے لگی اور ذہن نکلنے کی ترکیب بھی سوچنے لگا کہ کیسے یہاں سے آزادی حاصل کی جائے۔ آخر اس نے اپنے نگران کو ساری بات بتائی اور کہا اگر آپ مجھے یہاں سے آزاد کر دیں تو میں آپ کا احسان مند ہوں گا۔ نگران کو سلمان پہ رحم آ گیا اور تعاون کی حامی بھر لی۔ منگلکو ہلکے اندھیرے میں ہی سلمان نے قید سے بھاگنے کا فیصلہ کیا اور نگران کی مدد سےقید سے نکل گیا۔ قید سے نکل کر جب سلمان چرچ میں پہنچا تو پتا چلا کہ قافلہ تو نکل چکا ہے۔ چرچ سے سلمان نے ایک عیسائی کو ساتھ لیا اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے قافلہ تک پہنچ گیا۔ قافلے نے کچھ دن شام میں ٹھہرنا تھا۔ اس قیام کے دوران سلمان نے عیسائیت قبول کر لی۔ جب واپس گھر آیا تو سلمان کے باپ کو پتہ چل گیا کہ سلمان تو عیسائیت قبول کر چکا ہے۔

باپ نے اس پر طرح طرح کے ظلم کرنا شروع کر دیے روزانہ اس کو مارتا اور پیٹتا۔ آخر سلمان کے باپ نے اسے اس کے نہایت ظالم چچا کے پاس بھیج دیا۔ چچا سلمان پر ظلم کرتا اس سے بہت کام لیتا اور کھانا بھی کم ہی دیتا۔ پھر ایک دن سلمان باغ میں کھجوریں اتار رہا تھا کہ چچا کے پاس اس کا ایک دوست آیا۔ اس نے چچا کو بتایا کہ عرب کی بستی میں ایک آدمی ہے وہ نبوت کا دعوٰی کرتا ہے اور اس کا نام محمد ﷺ ہے۔ اتنی سی بات سن کر سلمان نے نیچے چھلانگ لگا دی اور چچا کے دوست سے محمد ﷺ کے بارے میں پوچھنے لگا۔

چچا نے سلمان کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا اور گرجتے ہوئے کہا جاؤ اور اپنا کام کرو۔ اب سلمان کو اس نبی تک پہنچنا تھا۔ سلمان اپنے چچا سے بہانہ کر کے وہاں سے نکلا اور اپنی نوکری کے عوض جو کھجوریں اس کو ملیں وہ لے کر ڈھونڈتا ہوا آخر کار مدینہ میں اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

سلمان کو پادری نے بتایا تھا کہ آخری نبی محمد ﷺ ہوں گے ان کی کچھ نشانیاں ہیں جن میں سے یہ کہ

وہ صدقہ نہیں کھائیں گے
وہ ہدیہ قبول کریں گے
اور ان کی قمر پر مہر نبوت ہوگی

اگر تم ان میں یہ نشانیاں دیکھ لو تو ان پر ایمان لے آنا اور مسلمان ہو جانا۔ سلمان نے وہ کھجوریں نبی کریم ﷺ کو دیں اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں تو آپ نے کھجوریں صحابہ کرام ؓ میں تقسیم کر دیں۔ پھر کچھ دن بعد وہ دوبارہ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور کہا آپ کے لیے ہدیہ لے کر آیا ہوں تو نبی کریم ﷺ نے قبول کر لیا۔ کھجوریں خود بھی کھائیں اور صحابہ کو بھی کھلائیں۔ پھر کسی موقع پر نبی ﷺ نے کسی وجہ سے اپنی قمیص اتاری تو سلمان نے نبوت کی مہر بھی دیکھ لی۔ اب سلمان نے اسلام قبول کر لیا اور اللہ کے نبی ﷺ کا غلام بن گیا۔ یوں سلمان فارسی ؓ کی حق تک پہنچنے کی جدوجہد تکالیف اور مصائب سے گزرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ختم ہوئی۔

پیارے بچو! صحابی حضرت سلمان فارسی t تھے۔ جو فارس سے نکلے اور سچائی کی تلاش میں چلتے چلتے نبی e تک پہنچ گئے۔ تلاش حق کے دوران انہیں نہائت مشکل حالات سے گزرنا پڑا یہاں تک کہ اپنا علاقہ، والدین، خاندان سب کچھ چھوڑنا پڑا لیکن وہ مسلسل ڈٹے رہے اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے۔

جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت پڑھے بغیر نہ بیٹھے (صحیح البخاری)

اخت حبیب اللہ۔ تحصیل وزیر آباد گوجرانوالہ

یہودیوں میں یہ وہ شخص تھا جسے اسلام اور اہل اسلام سے سخت عداوت اور جلن تھی۔ یہ نبی مکرم ﷺ کو اذیتیں پہنچایا کرتا تھا اور کفار کو آپ ﷺ سے جنگ کی کھلم کھلا دعوت دیتا پھرتا تھا۔ کعب کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنو نبھان سے تھا اور اس کی ماں قبیلہ بنی نضیر سے تھی۔ عرب میں اس کی شاعری اور حسن و جمال کا چرچا تھا۔ یہ مالدار شخص تھا اور اس کا قلعہ مدینے کے جنوب میں بنونضیر کی آبادی کے پیچھے واقع تھا۔

کعب بن اشرف کو جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور سرداران قریش کے قتل کی پہلی خبر ملی تو بے یقینی اور افسوس کی حالت میں بے ساختہ بول اٹھا ''کیا واقعتاً ایسا ہوا ہے؟ یہ عرب کے اشراف اور لوگوں کے بادشاہ تھے۔ اگر محمد ﷺ نے ان کو قتل کر دیا ہے تو روئے زمین کا شکم اس کی پشت سے بہتر ہے۔''

جب اسے شکست کا یقین ہو گیا تو اللہ کا یہ دشمن، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو اور دشمنان اسلام کی مدح سرائی پر اتر آیا اور شکست خوردہ کفار کو اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگا۔ اس سے بھی اس کے جذبات آسودہ نہ ہوئے تو مکہ روانہ ہوا اور قریش کے پاس جا پہنچا۔ مکہ پہنچ کر مطلب بن ابی وداعہ سہمی کا مہمان ہوا۔ پھر مشرکین کی غیرت بھڑکانے اور انہیں نبی ﷺ سے بدلہ لینے کے لیے اشعار کہہ کہہ کر ان سرداران قریش کا نوحہ و ماتم شروع کر دیا، جنہیں میدان بدر میں قتل کرنے کے بعد کنویں میں پھینک دیا گیا تھا۔ مکہ میں اس کی موجودگی کے دوران ابوسفیان اور مشرکین نے اس سے دریافت کیا کہ ''ہمارا دین تمہارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے یا محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا؟ اور دونوں میں سے کونسا فریق زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟''

کعب نے کہا ''تم لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ اور افضل ہو۔''

کعب بن اشرف یہ سب کچھ کہہ کر مدینہ واپس آیا تو یہاں آ کر صحابیات کے بارے میں نازیبا اشعار کہنے شروع کر دیے اور اپنی زبان درازی و بدگوئی کے ذریعے مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچانے لگا۔ یہی حالات تھے جن کے باعث رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی ہے۔''

اس کے جواب میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، عباد بن بشر رضی اللہ عنہ، ابونائلہ رضی اللہ عنہ جو کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ حارث بن اوس رضی اللہ عنہ اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس مختصر کمپنی کے کمانڈر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کو اذیت دی ہے، تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی۔ آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ سکتے ہو۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس تشریف لے گئے اور بولے اس شخص نے (اشارہ نبی ﷺ کی طرف سے تھا)۔ ہم سے صدقہ طلب کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال رکھا ہے۔''

کعب نے کہا ''واللہ ابھی تم اور بھی اکتا جاؤ گے۔''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اب جبکہ ہم اس کے پیروکار بن ہی چکے ہیں تو مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا ساتھ چھوڑیں جب تک یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ دے دیں۔

کعب نے کہا: ''میرے پاس کچھ رہن رکھو''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ کونسی چیز پسند کریں گے''

کعب نے کہا: ''اپنی عورتوں یا بیٹوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔''

محمد بن مسلمہ نے کہا: ''بھلا ہم اپنی عورتوں کو آپ کے پاس کیسے رہن رکھ دیں جبکہ آپ عرب کے خوبصورت انسان ہیں۔ ہم اپنے بیٹوں کو کیسے رہن رکھ دیں؟ اگر ایسا ہو گیا تو انہیں گالی دی جائے گی کہ یہ انہیں ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رہن رکھا گیا تھا۔ یہ ہمارے لیے عار کی بات ہے۔ البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار

بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل ہی نے ہلاک کیا (صحیح مسلم)

رہن رکھ سکتے ہیں۔'' اس کے بعد دونوں میں طے ہوگیا کہ محمد بن مسلمہ ؓ ہتھیار لے کر اس کے پاس آئیں گے۔ ادھر ابو نائلہ ؓ نے بھی اسی طرح کا اقدام کیا یعنی کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ کچھ ادھر ادھر کے اشعار سنتے سناتے رہے۔ پھر بولے: ''ابن اشرف! میں ایک ضرورت سے آیا ہوں، اسے ذکر کرنا چاہتا ہوں لیکن اسے ذرا آپ صیغہ راز میں رکھیں''۔

کعب نے کہا: ''ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا''

ابو نائلہ ؓ نے کہا: ''اس شخص (اشارہ نبی ﷺ کی طرف تھا) کی آمد تو ہمارے لیے آزمائش بن گئی ہے۔ سارا عرب ہمارا دشمن ہوگیا ہے سب نے ہمارے خلاف اتحاد کرلیا ہے، ہماری راہیں بند ہوگئی ہیں۔ اہل وعیال برباد ہو رہے ہیں، جانوں پر بن آئی ہے۔ ہم اور ہمارے بال بچے مشقتوں سے چور ہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے بھی کچھ اسی ڈھنگ کی گفتگو کی جیسی محمد بن مسلمہ ؓ نے کی تھی۔ دوران گفتگو ابو نائلہ ؓ نے یہ بھی کہا کہ میرے کچھ رفقاء ہیں جن کے خیالات بھی بالکل میرے ہی جیسے ہیں۔ میں انہیں بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں۔ آپ ان کے ہاتھ بھی کچھ بیچیں اور ان پر احسان کریں۔

محمد بن مسلمہ ؓ اور ابو نائلہ ؓ اپنی اپنی گفتگو کے ذریعے اپنے مقصد میں کامیاب رہے کیونکہ اس گفتگو کے بعد ہتھیار اور رفقاء سمیت ان دونوں کی آمد پر کعب بن اشرف چوکنا نہیں ہوسکتا تھا۔ اس ابتدائی مرحلے کو مکمل کر لینے کے بعد 14 ربیع الاول 3 ہجری کی چاندنی رات کو یہ مختصر سا دستہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوا۔ آپ ﷺ نے بقیع غرقد تک ان کی رہنمائی فرمائی، پھر فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔'' پھر آپ اپنے گھر پلٹ آئے اور عبادت میں مشغول ہوگئے۔ یہ دستہ کعب بن اشرف کے قلعے کے قریب پہنچا تو ابو نائلہ ؓ نے قدرے زور سے آواز دی۔ آواز سن کر کعب بن اشرف اٹھا تو اس کی بیوی نے، جو ابھی نئی نویلی دلہن تھی، کہا ''اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔''

کعب نے کہا: ''یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ کا ساتھی ابو نائلہ ہے۔ کریم آدمی کو اگر نیزے کی طرف بلایا جائے تو اس پکار پر بھی وہ مرجاتا ہے اس کے بعد وہ باہر آگیا۔ خوشبو میں بسا ہوا تھا اور سر سے خوشبو کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔ ابو نائلہ ؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب وہ آجائے گا تو میں سونگھنے کی غرض سے اس کے بال پکڑ لوں گا۔ جب تم دیکھنا کہ میں نے اس کا سر پکڑ کر اسے قابو میں کرلیا ہے تو اس پر پل پڑنا اور اسے مار ڈالنا۔ چنانچہ کعب آیا تو کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ پھر ابو نائلہ ؓ نے کہا: ''ابن اشرف! کیوں نہ شعب عجوز تک چلیں۔ ذرا آج رات باتیں کی جائیں۔'' اس نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو چلتے ہیں، اس پر سب لوگ چل پڑے۔ اس دوران ہی ابو نائلہ ؓ نے کہا، آج جیسی عمدہ خوشبو تو میں نے کبھی دیکھی ہی نہیں۔ یہ سن کر کعب کا سینہ غرور سے تن گیا۔ ابو نائلہ نے کہا: اجازت ہو تو ذرا آپ کا سر سونگھ لوں؟ وہ بولا ہاں ہاں! ابو نائلہ ؓ نے اس کے سر میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ پھر خود سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔ کچھ دیر اور چلے تو ابو نائلہ ؓ نے کہا۔ بھئی ایک بار اور کعب نے کہا ہاں ہاں ابو نائلہ ؓ نے پھر وہی حرکت کی یہاں تک کہ وہ مطمئن ہوگیا۔

اس کے بعد کچھ اور چلے تو ابو نائلہ ؓ نے پھر کہا کہ ایک بار اور اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اب کی بار ابو نائلہ ؓ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈال کر ذرا اچھی طرح پکڑ لیا اور پکار کر کہا۔ ''لے لو اس اللہ کے دشمن کو'' اتنے میں اس پر کئی تلواریں پڑیں لیکن اندھیرے کے باعث وار خطا ہوگیا۔ یہ دیکھ کر محمد بن مسلمہ ؓ نے جھٹ اپنی کدال لی اور اس کے پیٹ پر لگا کر چڑھ بیٹھے۔ کدال آر پار ہوگئی اور اللہ کا دشمن وہیں ڈھیر ہوگیا۔ حملے کے دوران اس نے اتنی زبردست چیخ لگائی تھی کہ گرد و پیش میں ہلچل مچ گئی اور قلعہ والے جاگ گئے۔ صحابہ کاروائی کر کے واپس پلٹے۔

کاروائی کے دوران حضرت حارث ؓ بن اوس کو بعض ساتھیوں کی تلوار کی نوک لگ گئی تھی جس سے وہ زخمی ہوگئے تھے اور قافلے سے بچھڑ گئے لیکن بعد میں دستے کے نشانات دیکھتے ہوئے آن پہنچے۔ وہاں سے لوگوں نے انہیں اٹھا لیا اور بقیع غرقد پہنچ کر اس زور کا نعرہ لگایا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی سنائی پڑا۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے اسے مار لیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے بھی اللہ اکبر کہا۔

اور فرمایا: ''افلحت الوجوہ''

''یہ چہرے کامیاب رہے''

اس کے ساتھ ہی طاغوت کے سردار کا سر آپ ﷺ کے قدموں میں رکھا۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل پر اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور حارث ؓ کے زخم پر لعاب دہن لگایا جس سے وہ شفاء یاب ہوگئے اور انہیں آئندہ کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

(جائز کام کیلئے) سفارش کرو تمھیں اجر ملے گا (صحیح مسلم)

نیکی کی دعوت نرمی کے ساتھ

ماخوذ از سنہرے اوراق

رقیہ عبدالمجید سادوی۔ سادو گوراییہ

سعودی عرب کی ایک بستی میں اسکول تھا۔ اس میں چھ اساتذہ تھے۔ میرا تقرر ہوا تو ہماری تعداد سات ہوگئی۔ اساتذہ میں سبھی نمازی تھے۔ بس ایک استاد نماز ادا نہیں کرتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ دوسرے اساتذہ اس سے نفرت سی کرتے تھے اور دور دور رہتے تھے۔ غالباً انہوں نے اسے سمجھانے کی متعدد بار کوشش کی مگر کامیابی نہ ملی۔ اس لیے اسکول میں اس کے اور دوسرے ٹیچروں کے درمیان کھنچاؤ کی کیفیت تھی۔

جب میں وہاں بطور مدرس گیا تو میں نے محسوس کیا کہ نماز نہ پڑھنے والے استاد کے ساتھ دیگر اساتذہ کا رویہ بڑا سخت ہے۔ جب وقفہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ الگ تھلگ ہے اور دوسرے ٹیچر ایک جگہ خوش گپیوں میں مصروف ہیں۔ میں نے اس کی اصلاح کا ارادہ کرلیا۔ چونکہ میں اسکول میں نیا آیا تھا لہٰذا میں اس کے پاس گیا، اس سے تعارف کے بعد پاس ہی بیٹھ گیا۔ اگلے دن میں پھر اس کے پاس تھا۔ اس کے حالات دریافت کیے۔ اسے بھی مجھ سے کچھ انس سا ہوگیا۔ میں نے کہا کہ مجھے رہائش کا مسئلہ درپیش ہے۔ اتنی جلدی اس بستی میں مکان ملنا آسان نہیں چونکہ تم بھی اکیلے رہتے ہو، اس لیے جب تک تمہاری بیوی اور بال بچے نہیں آجاتے مجھے بھی اپنے ساتھ رکھ لو۔ میں مکان کا کرایہ ادا کروں گا۔ اس نے کچھ پس وپیش کے بعد میری بات مان لی اور مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہوگیا۔ مگر ایک بات بڑی وضاحت کے ساتھ کہی۔ دیکھو میاں! میرے اندر خیر نہیں۔ میں بہت اچھا آدمی نہیں، نماز نہیں پڑھتا اور یوں بھی اسلام سے خاصا دور ہوں۔ میں نے کہا: کوئی بات نہیں ہم کچھ دن اکٹھے رہتے ہیں۔ اگر ہمارا گزارا ہوگیا تو ٹھیک ورنہ میں اپنا علیحدہ مکان تلاش کرلوں گا۔

اگلے دن سے میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔ میں نے اس کی خدمت کرنا شروع کردی۔ میں صفائی کرتا، کھانا تیار کرتا، اپنے کپڑے استری کرتا تو اس کے بھی ساتھ ہی کردیتا۔ اس دوران میں نے کبھی اس سے نماز یا دین کے حوالے سے گفتگو نہ کی۔ آہستہ آہستہ ہمارے تعلقات میں مزید بہتری آتی گئی۔ وہ میرے اخلاق سے متاثر تھا۔

ایک دن عصر کے وقت میں نے چائے تیار کی۔ اس کو تھرمس میں ڈالا اور میز پر رکھ کر اسے بلایا۔ ہم دونوں چائے پی رہے تھے کہ قریبی مسجد سے عصر کی اذان سنائی دی۔ میں نے چائے کا کپ وہیں رکھا اور نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب اس نے مجھے اٹھتے دیکھا تو کہنے لگا:

تم ہر روز پانچ مرتبہ مسجد جاتے ہو تھک نہیں جاتے؟

میں نے کہا: نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ مجھے تو بڑا سکون ملتا ہے۔ اگر چاہو تو تم بھی ایک مرتبہ آزما کر دیکھو۔ اس نے کہا: ''ہاں! یہ ٹھیک ہے۔''

اب ہم مسجد میں گئے۔ جماعت کھڑی ہونے میں وقت تھا۔ میں نے تحیۃ المسجد پڑھی اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا لیا: ''اے اللہ! میں تیرے بندے کے ساتھ بہترین انداز اختیار کیا، جتن کیے اور اب میں اس کو مسجد میں لے آیا ہوں۔ اے میرے رب! اس کو ہدایت دینا تیرا کام ہے۔''

جب نماز ختم ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا: ذرا بتاؤ کہ تمہارے دل کی کیفیت کیا ہے؟ کہنے لگا ایسی راحت جس کی کوئی مثال نہیں۔ میں نے کہا: ''اچھا تو تھوڑی دیر بعد مغرب کی نماز ہوگی۔ میری تم سے درخواست ہے کہ غسل اور وضو کرو۔ اس نے ہاں میں سر ہلا دیا اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ ہماری دوستی میں مزید اضافہ ہوتا گیا، وہ اللہ کے دین کے امور پر سختی سے کاربند ہونے لگا۔ اب میں نے مدرسے کے دیگر اساتذہ سے کہا آپ سبھی کا معاملہ حکمت والا نہیں تھا۔ دیکھو! اخلاق، حکمت اور دعا کے ساتھ میں نے اس کو دین کی طرف دعوت دی تو اس نے قبول کرلی۔ پھر یہی استاد جو کل تک نماز نہیں پڑھتا تھا وہ اسلام کا داعی بن گیا۔ حکومت نے اسے بیرون ملک بھیجا۔ وہاں بہت سے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

دراصل بہت سے لوگ اپنے دوستوں کے بارے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ جب وہ اپنے دوست کو بدی کی طرف مائل ہوتے دیکھتا ہے تو فوراً جذبات میں آکر اس پر طرح طرح کے فتوے لگانا شروع کردیتے ہیں۔

قارئین کرام! رسول اکرم ﷺ نے جو تعلیمات دی ہیں ان کے مطابق کسی آدمی کو غلط راستے سے راہ راست پر لانے کے لیے جذبات کی طغیانی میں ڈوب کر کوئی قدم اٹھانے کی بجائے اچھے انداز میں اخلاق کریمانہ کے ساتھ انتہائی دانش مندی سے قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ دانشمندی کے ساتھ کیا جانے والا کام کامیابی کی علامت ہے جبکہ جلد بازی میں اکثر ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کو صدقہ کرو (صحیح البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

جامع ترمذی: 3638

محمد عبداللہ۔ لیاقت پور

حضرت علی جب نبی اکرم ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تو کہتے۔ آپ بہت لمبے تھے نہ بہت پستہ قد، بلکہ لوگوں میں درمیانے قد کے تھے۔ آپ کے بال مبارک بہت گھونگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تھے۔ آپ بہت موٹے تھے اور نہ چہرہ بالکل گول تھا۔ ہاں اس میں کچھ گولائی ضرور تھی۔ آپ گورے سفید سرخی مائل سیاہ آنکھوں اور لمبی پلکوں والے بڑے جوڑ والے اور بڑے شانے والے تھے۔ آپ کے جسم پر زیادہ بال نہ تھے صرف بالوں کا ایک خط سینہ سے ناف تک تھا۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم گوشت سے بھرے تھے۔ جب چلتے تو زمین پر پاؤں جما کر چلتے، پلٹتے تو پورے بدن کے ساتھ پلٹتے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم النبین تھے۔ آپ ﷺ کا سینہ مبارک بغض وحسد سے آئینہ کے مانند پاک وصاف ہوتا تھا اور سب زیادہ سچ بولنے والے نرم مزاج اور سب سے بہترین رہن سہن والے تھے شر کے ارادے سے آنے والا بارعب شخصیت دیکھ کر ڈر جاتا اور اچھی طبیعت والا آپ کے ساتھ گھل مل جاتا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا آپ کی توصیف کرنے والا کہتا نہ آپ ﷺ سے پہلے میں نے کسی کو آپ جیسا دیکھا ہے اور نہ آپ ﷺ کے بعد۔

بندہ مومن

مریم ضیاء، خدیجہ ضیاء۔ خانیوال

صبح کی نرم گرم دھوپ مدینہ کی دیواروں پر پڑ رہی تھی۔ ایک شخصیت مسجد نبوی سے تیز تیز قدموں کیساتھ باہر نکل گئی۔ بدن پر پیوند لگا کرتا اور سر پر پھٹا ہوا عمامہ پاؤں میں پیوند زدہ جوتا، تین، چار روز سے ان کا یہی معمول تھا دوپہر تک مدینہ کے باہر کسی کے انتظار میں راستے پر آنکھیں بچھائے رہتے کوئی نظر آتا تو دوڑ کر اس کے پاس پہنچتے آج بھی وہ اسی طرح بے چین راستے پر ٹہل رہے تھے کہ دور سے ایک سانڈنی سوار دکھائی دیا دوڑے دوڑے اس کے قریب پہنچے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا عراق کی طرف سے۔ پوچھا عراق میں کہاں سے؟ جواب دیا قادسیہ سے۔

سوال ہوا: کیا میدان جنگ سے آرہے ہو اس نے کہا "ہاں"۔

اب وہ اس سوار کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگے۔ پوچھا اللہ کے بندے وہاں کی کوئی خبر؟ بولا اللہ نے مشرکین کو شکست دی انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس سے مزید تفصیل پوچھنے لگے۔ سوار بھی جلدی میں تھا۔ اسے مدینہ جا کر امیر المومنین کو معرکے کی تفصیل دینی تھی۔ مدینہ میں داخل ہوئے تو حالت یہ تھی کہ وہ مسلسل سوار کے ساتھ دوڑ رہے تھے پسینے میں نہائے ہوئے لیکن تفصیلات پوچھے جا رہے تھے۔ سوار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قاصد تھا اور قادسیہ کے میدان سے فتح کا پیام خلیفۃ المسلمین کے نام لایا تھا۔ اس لیے سوار نے جلدی جلدی امیر المومنین تک پہنچنے کیلئے راہگیر کی باتوں کی طرف خاص توجہ نہ دی۔ سوار مدینے کی گلیوں میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر کوئی دوڑنے والے شخص کو سلام کرتا ہے جب ایک شخص نے انہیں امیر المومنین کہہ کر پکارا۔ تو قاصد فوری رکا اور ڈرتے ڈرتے نیچے اترا۔ امیر المومنین کو دیکھا جو بادشاہی میں بھی فقیری کا چلن رکھتے تھے۔

عرض کی اللہ آپ پر رحم کرے مجھے کیوں نہ بتایا کہ آپ ہی امیر المومنین ہیں فوراً ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خط حوالے کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع میں وہ خط پڑھ کر سنایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

وہ ایک چشمے کی کھدائی کرتے کرتے تھک کر چور ہو گئے تھے۔ کھدائی کرتے پھر تھک جاتے۔ بالآخر ان کے دل میں ایک بات آئی کہ میرا تو صرف ایک بیٹا ہے جس کا نام حارث ہے اور وہ اکلوتا بیٹا کام میں میرا زیادہ ہاتھ نہیں بٹا سکتا۔ کاش میرے زیادہ بیٹے ہوتے۔۔۔ انہوں نے اسی وقت ایک نذر مانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے تو ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا اور باقی سب جوان ہو کر کام میں میرا ہاتھ بٹائیں گے۔ ان کی یہ دعا پوری ہو گئی اور اللہ نے انہیں دس بیٹے دیئے۔ جو پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ اب یہ سب اپنے باپ کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹاتے۔ اب باپ نے سوچا مجھے وہ نذر پوری کرنی چاہیے کہ ایک بیٹا قربان کر دوں گا۔ باپ نے اپنے سب بیٹوں کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تو بیٹوں نے بات مان لی۔

اسکے بعد انہوں اس وقت کے رواج کے مطابق تیروں پر ان سب کے نام لکھے اور تیروں کو گردش دے کر قرعہ نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا چھری لی اور ذبح کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے، لیکن قریش اور خصوصا عبداللہ کے بھائی ابو طالب آڑے آئے۔ جس پر ایک راہبہ کے پاس جا کر حل پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کریں اگر عبداللہ کے نام قرعہ نکلے تو مزید دس اونٹ بڑھا دیں۔ اس طرح اونٹ بڑھاتے جائیں اور قرعہ اندازی کرتے جائیں، یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے۔ پھر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو انہیں ذبح کر دیں۔ عبدالمطلب نے واپس آ کر عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی مگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ اسکے بعد دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ اندازی کرتے گئے مگر قرعہ عبداللہ کے نام ہی نکلتا رہا۔ جب سو اونٹ پورے ہو گئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ عبداللہ بچ گیا اور ان کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کر دیے گئے پورے علاقے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس واقع سے عبداللہ عرب میں بہت مشہور ہوئے۔ اس کے بعد ان کے والد نے قریش کے سب سے معزز خاندان بنی زہرہ کے سردار کی بیٹی آمنہ سے ان کی شادی کر دی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی عبداللہ تاجروں کے ایک قافلہ کے ساتھ شام روانہ ہوئے۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر بیمار ہو گئے اور ایسی بیماری کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

یہ وفات عبداللہ کے ابو اور خاص طور پر عبداللہ کی بیوی آمنہ کے لیے بڑی دردناک تھی۔ جوانی میں موت کی صورت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ ان کے دن یونہی اذیت میں گزر رہے تھے کہ اللہ نے آمنہ کو ایک خوبصورت چاند سا بیٹا دیا۔ یہ ربیع الاول کی 9 تاریخ تھی۔ جب دنیا میں ایک خوبصورت بچے نے جنم لیا۔ آمنہ نے فوری عبداللہ مرحوم کے والد کو اطلاع دی وہ فوراً دوڑے دوڑے آئے اور آتے ہی اپنے یتیم پوتے کو سینے سے لگا لیا اور فرط جذبات سے رونے لگے۔ اس بچے کو لے کر کعبہ پہنچے اور طواف کیا۔ پھر اس بچے کا نام محمد رکھا۔

پیارے بچو یہ ہے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے آباؤ اجداد کی زندگی کی داستان۔

یہ ہیں ہمارے پیارے نبی ﷺ سرور کائنات۔ جن کے ولادت سے قبل بھی دنیا میں اللہ نے معجزات دکھائے اور ولادت کے بعد تو آپ ﷺ کی ساری زندگی مبارک ہمارے لیے ایک بہت بڑا معجزہ تھی۔

اب پیدائش کے بعد محمد ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے ایک غریب اور مفلس عورت نے گود لے لیا جس کا نام حلیمہ تھا۔ دودھ پلانے والی عورت کو دائیہ کہا جاتا ہے۔ اس دور میں محمد ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے عورتیں تیار نہیں ہو رہی تھیں کیونکہ سب یہ سمجھ رہی تھیں کہ آپ ﷺ یتیم ہیں تو ہمیں پیسے کون دے گا۔۔۔ لہٰذا ایک غریب عورت نے حامی بھر لی کہ میں دودھ پلاؤں گی۔ محمد ﷺ نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ یہاں پھر ایک معجزہ ہوا۔ عرب کی عورتوں نے حیران کن منظر دیکھا۔ حلیمہ کی سواری جو کمزور، دبلی، پتلی تھی۔

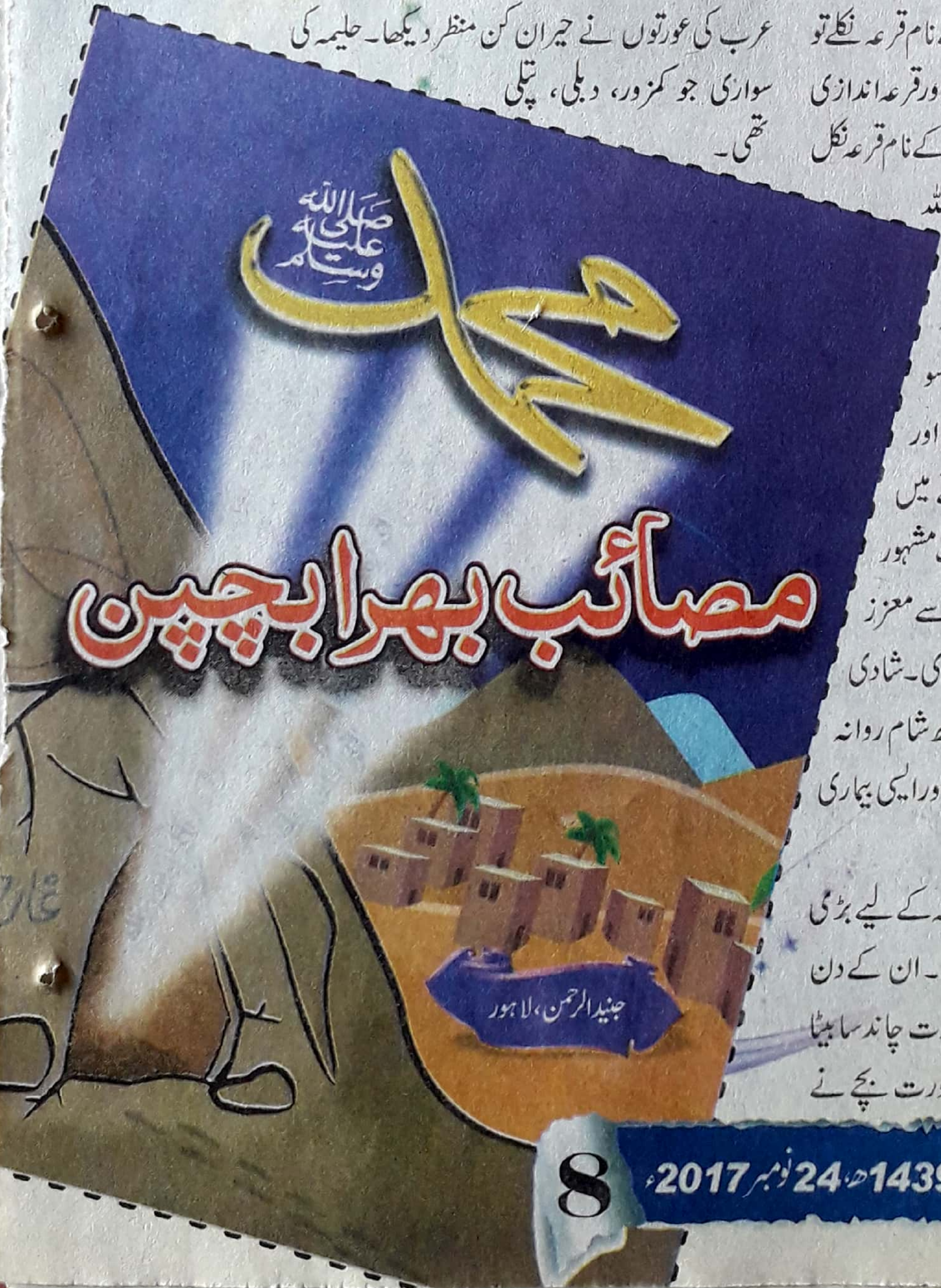

دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے (صحیح مسلم)

اب صحت مند ہو چکی تھی۔ رات محمد ﷺ حلیمہ کی گود میں سوئے تو حلیمہ اور گھر والوں کو چین اور سکون کی ایسی نیند آئی جو پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ پھر جب حلیمہ کی سواری واپسی پہ لوٹی تو کمزوری کے باعث سب سے پیچھے رہنے والی سواری اب سب سے آگے آگے تھی۔ محمد ﷺ عرب کی صحرا میں پرورش پانے لگے۔ اب آپ ﷺ پانچ سال کے ہو گئے۔ محمد ﷺ سے حلیمہ کو بہت محبت ہو گئی تھی۔ وہ ان کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتی تھی لیکن پانچ سال مکمل ہونے پر محمد ﷺ اپنی والدہ آمنہ کے پاس چلے گئے۔

کچھ عرصہ بعد محمد ﷺ کو ان کی والدہ آمنہ لے کر مدینہ کے لیے روانہ ہوئیں جہاں عبدالمطلب کے رشتہ دار رہتے تھے۔ وہاں پہلی دفعہ آپ ﷺ کی والدہ اپنے شوہر کی قبر پر گئیں۔ محمد ﷺ بھی ساتھ تھے۔ آج پہلی دفعہ آپ ﷺ کو پتا چلا کہ یتیمی کیا ہوتی ہے۔ مدینہ کچھ عرصہ وقت گزارنے کے بعد جب وہ واپس جانے لگیں تو بیمار ہو گئیں اور کچھ دن بعد دوران سفر ہی ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب محمد ﷺ 6 سال کی عمر میں تنہا رہ گئے۔ آمنہ بی بی کے ساتھ ام ایمن ہوتی تھیں۔ جنہوں نے واپسی مکے کے سفر میں آپ ﷺ کو ساتھ لیا اور گھر لے آئیں۔ یہاں آپ ﷺ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ آج آمنہ کے لخت جگر کی حالت کسی سے دیکھی نہ جا رہی تھی۔ نہ باپ کی شفقت۔۔۔ نہ ماں کی ممتا۔۔۔ پیارے بچو! دونوں کے جانے کے بعد آپ ﷺ کے دادا کو آپ ﷺ سے اور زیادہ محبت ہو گئی انہوں نے ان کی پرورش شروع کر دی اور آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ رہنے لگے۔ ابھی آپ ﷺ آٹھ سال کے ہی تھے کہ دادا جان بھی وفات پا گئے۔ دادا کی موت کے بعد آپ ﷺ کو سخت صدمہ پہنچا۔۔۔ اب آپ ﷺ کے سر پر ہاتھ رکھنے والے صرف ان کے چچا تھے۔۔۔ اب آپ ﷺ کی ڈھارس بندھی۔ وقت گزرتا گیا۔ آپ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو گئی اور بالآخر وہ وقت آ گیا جب آپ ﷺ آپ غور و فکر کرنے کے لیے ایک غار میں بیٹھے تھے تو ایک فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا ''اقرا'' (پڑھ) آپ ﷺ کے لیے یہ ایک نئی چیز تھی پوچھا کیا پڑھوں۔ فرشتے نے پھر کہا ''اقرا'' (پڑھ) پھر آپ ﷺ نے یہی سوال کیا۔ پھر فرشتے نے آپ ﷺ پکڑا اور زور سے دبایا گویا جسم دبا رہا ہو اور ساتھ ہی فرشتے نے کہا۔

اقرا باسم رب الذی خلق

اللہ کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔۔۔

آپ ﷺ اس منظر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔۔۔ فوری غار سے باہر نکلے اور کانپتے ہوئے گھر پہنچے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے کمبل اوڑھا دو۔۔۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو حوصلہ دیا۔۔۔

پیارے بچو! یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی نبوت تک کی داستان ہے۔

آج پھر ربیع الاول کا مہینہ آ چکا ہے اور آپ ﷺ کی ولادت مبارک کی تاریخ بھی آنے کو ہے۔ آج ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سارے معاملات میں اپنی اصلاح کرنی ہے۔ نبی ﷺ کی نبوت سے پہلے والی زندگی بھی ہمارے لیے روشنی ہے۔ اس قدر ایماندار، دیانتدار اور شرم و حیاء والے کہ کافر بھی اس بات کو کہنے پر مجبور تھے کہ آپ ﷺ ہم سے جو بھی کہیں گے ہمیں یقین ہو گا کیونکہ آپ ﷺ صادق و امین ہیں۔ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

پیارے بچو! آج ربیع الاول کے اس مہینے میں ہم کچھ عہد کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں ان پہ پورا اترنے کی توفیق عطا فرما۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ صادق و امین کے لقب سے مشہور تھے۔ ہم اس ماہ میں اپنے رب سے دعا کریں کہ اے اللہ! ہمیں بھی سچ بولنے والوں میں کر دے۔۔۔ ہم جھوٹ بولنے سے توبہ کریں۔

دوسری بات! عزم کریں کہ ہم بھی آپ ﷺ کی طرح امانت دار بننے کی کوشش کریں گے۔

آپ ﷺ غریبوں اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے تھے ہم بھی ہفتے میں ایک یا دو دن کسی غریب کو کھانا کھلائیں گے۔

یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھیں گے۔ جو بچے یتیم ہیں ان سے نرمی سے پیش آئیں گے اور ان کی چھوٹی موٹی ضروریات کا خیال رکھیں گے۔

نبی ﷺ اپنی زبان کی حفاظت پر بہت زور دیا کرتے تھے ہم بھی اپنی زبان کی حفاظت کریں گے۔ غصے میں اپنی زبان پہ قابو کرنا اور گالیوں سے بچ کر رہنا اور کسی کے الٹے نام نہ لینا اس کو اپنی پہچان بنائیں گے۔ ان شاء اللہ

نبی ﷺ جانوروں کا بہت خیال رکھتے تھے ہم بھی جانوروں پرندوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں گے۔

بیماروں کی بیمار پرسی کریں گے۔

بوڑھوں کا خیال کریں گے۔

والدین کی عزت و احترام کریں گے اور ان کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ ان شاء اللہ

آپ ﷺ ہر وقت لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے تا کہ لوگ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ آج ہم یہ عزم کریں کہ ہم اپنی کلاس، محلے مسجد کے دوستوں، بچوں میں نیکی کی دعوت پھیلانے میں بھرپور کردار ادا کریں گے۔ ان شاء اللہ نبی ﷺ کی حرمت پہ کبھی آنچ نہیں دیں گے۔

لہٰذا پیارے بچو! اس ماہ میں نبی ﷺ کی زندگی پڑھ کر ہم یہ عزم کریں کہ ہم اپنے نبی ﷺ سے محبت حقیقی معنوں میں کریں گے اور حقیقی محبت یہی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی باتوں اور فرامین پر عمل کیا جائے۔

ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب بنے گا (صحیح مسلم)

بت شکن

حافظہ نبیلہ خلیق معظم۔ فیصل آباد

استفادہ: اللہ کے سپاہی از ابوعلی عبدالوکیل

سلطان محمود غزنوی جتنا بڑا فاتح تھا اس سے بڑا علم وفن کا سرپرست بھی تھا۔ اس نے مسلم تہذیب کو ہندوستان میں متعارف کروایا۔ اس کا تخت وسط ایشیاء میں اسلامی تمدن وثقافت کا گہوارہ تھا۔ جب سلطان محمود ایک شہزادہ تھا تو اس نے ایک نہایت خوبصورت باغ بنوایا۔ پھر باغ میں ایک نہایت شاندار عمارت تعمیر کروائی۔ جب اس باغ اور عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس نے اپنے والد اور بڑے بڑے عمائدین کو عمارت دکھانے کے لیے مدعو کیا۔ والد باغ اور عمارت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے نصیحت کی کہ ایسی عمارت اور ایسا باغ تو دنیا کا ہر شخص تعمیر کروا سکتا ہے۔ بادشاہوں کی شان تو یہ ہے کہ وہ ایسی عمارت تعمیر کریں جس کی روشنی دور دور تک پھیل جائے۔ عمارت سے مراد اہل علم کے دل ہیں اگر اس عمارت میں تم احسان اور محبت کی بنیاد ڈالو تو امید ہے کہ اس کا پھل اس قابل ہوگا کہ اسکے چکھنے سے دین و دنیا کی سعادت کا ذائقہ آئے تب اس سعادت مند بیٹے نے حقیقی معنوں میں اپنے باپ کی نصیحت پر عمل کر کے دکھایا اور ایسی عمارت کی بنیاد ڈالی کہ آج تک اس کے عہد کی علم وانصاف، سخاوت، شجاعت و بہادری کی داستانیں الف لیلوی داستانیں محسوس ہوتی ہیں۔ سلطان محمود غزنوی 1971ء میں پیدا ہوئے، آپ بچپن ہی سے ذہین وفطین، جری اور بہادر تھے۔ آپ کو پڑھانے کے لیے بڑے بڑے علمائے کرام کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جب سلطان محمود نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی اس وقت ہندوستان شرک کے گند میں لتھڑا ہوا تھا اور صوبہ پنجاب پر ایک ہندو راجہ جے پال کی حکومت تھی۔ سلطان محمود غزنوی نے پنجاب کی طرف پندرہ ہزار گھڑسوار روانہ کیے جبکہ جے پال کی فوج میں 12 ہزار گھڑسوار 3 ہزار پیادہ 3 سو ہاتھی شامل تھے۔ گھمسان کا رن پڑا جے پال کے پندرہ سو سپاہی مارے گئے اور خود جے پال گرفتار ہو گیا لیکن سلطان محمود غزنوی نے اس کا لحاظ کرتے ہوئے آزاد کر دیا۔ جے پال نے اپنی شکست اور بدنامی کی وجہ سے خودکشی کر لی۔ جے پال کے بعد اس کا بیٹا آنند پال راجہ بنا تو آنند پل نے شمالی ہندوستان کے راجاؤں اور مہاراجاؤں سے مدد کی اپیل کی اور انکی مدد سے بہت کم عرصہ میں ایک بہت بڑا لشکر سلطان کے مقابلے کیلئے تیار کر لیا۔ سلطان محمود غزنوی سے مقابلے کے لیے ہندوؤں نے اپنے زیورات اور ہیرے جواہرات بھی لشکر کو بھیجے تا کہ ان کو بیچ کر دفاعی نظام مضبوط کیا جائے۔ اسلامی لشکر اور ہندو لشکر کی تقریباً اسی جگہ جھڑپ ہوئی جہاں اس سے پہلے آنند پال کے باپ جے پال کو شکست ہوئی تھی گھمسان کا رن پڑا، شدید لڑائی ہوئی اور میدان سلطان محمود کے ہاتھ رہا۔ اس عظیم فتح نے سلطان محمود کے لیے ہندوستان کے دروازے کھول دیے، سلطان نے ہر سال ہندوستان پر چڑھائی کی اور اسکے بڑے قلعوں اور ریاستوں کو روند ڈالا۔ آخری حملہ 1024ء کو سومنات کے قلعے پر کیا۔ سومنات کا قلعہ نہایت مضبوط تھا اس کے تین طرف دریا بہتے تھے اور ایک جانب گہری خندق تھی۔ شدید لڑائی کے بعد سومنات کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس مقام پر ہندوں کا ایک مندر تھا جس میں ایک بت بغیر کسی ستون یا سہارے کے معلق تھا۔ اس بت کا نام سومنات تھا جس پر پورے ہندوستان سے ہندو آتے اور اس کی پوجا کرتے۔ یہ دراصل ہندو پجاریوں کا دھوکہ تھا جس میں سادہ لوح لوگ پھنس جاتے تھے۔ دراصل بت کے اردگرد کی دیواروں میں مقناطیس لگے تھے جن کی وجہ سے بت ہوا میں معلق رہتا تھا۔ سلطان کے ساتھ مشہور سائنسدان البیرونی بھی تھا جس نے اس بت کے اردگرد کا دورہ کیا اور اطراف سے اینٹیں اکھاڑنے کا کہا۔ جیسے ہی اطراف اور چھت سے دیوار توڑی گئی تو مقناطیسی کشش ختم ہونے کے باعث بت دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ ہندو پجاریوں نے جب اپنا جھوٹا جادو ختم ہوتا دیکھا تو تمام پجاری اکٹھے ہو کر آ گئے اور اس بت کو چھوڑ دینے کے بدلے سلطان کو ڈھیروں دولت کی پیشکش کی لیکن سلطان محمود غزنوی کی غیرت نے اس بات سودے بازی کو گوارہ نہ کیا اور یہ کہہ کر کہ میں بت فروش نہیں بلکہ بت شکن کہلانا زیادہ پسند کرتا ہوں، گرز کی ضرب لگائی اور بت پاش پاش کر دیا اس بت کے خاتمے کے ساتھ ہی برصغیر میں بت پرستی کے بہت بڑے مرکز کا خاتمہ ہو گیا۔ سلطان محمود کی زندگی سپاہیانہ اوصاف کی حامل تھی، مذہب سے خاصا لگاؤ تھا۔ قرآن کے شیدائی اور سنت نبوی ﷺ کے پیروکار تھے، سلطان محمود غزنوی نے 59 سال کی عمر میں 1030ء میں وفات پائی۔

گلدستہ روضہ

بہترین

بہترین سرمایہ وہ ہے جو آخرت کیلئے تیار ہو
بہترین عمل وہ ہے جس میں ریاکاری نہ ہو
بہترین دوست وہ ہے جو نیکی کی دعوت دے
بہترین زندگی وہ ہے جو قناعت اور سادگی والی ہو
بہترین انسان وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو

روضۃ الاطفال

روضۃ الاطفال سے پیار
یہ ہے میرے دل کی جان
اس میں آتی ہیں اچھی باتیں
اس کو پڑھنے میں آتا ہے مزہ
میرے دل کو ملتا ہے سکون
ایڈیٹر بھائی اس خط کو ٹوکری سے بچانا ہے
میں ہوں گا آپ کا بڑا ممنون

(محمد ہارون، سبزہ زار لاہور)

مجاہد کا عزم

جسے وادی کشمیر کہیں
جسے جنت کی تصویر کہیں
جہاں پربت سے آکاش ملے
جہاں درد اگے جہاں زخم کھلے
جہاں ظلم سے رب کا عرش ہلے
جہاں مظلوموں کے ہونٹ سلے
اس پار جو بہنا رہتی ہے آہ
ظلم تشدد سہتی ہے
میں ظالم سے ٹکراؤں گا اور
اس کے ہوش اڑاؤں گا
جو دریا جو بن پہ آئیں گے
میرا رستہ روک نہ پائیں گے
نہ کالے ناگ ڈرائیں گے
اور شیر نہ کھائیں گے
چپ کر جا نیلم شور نہ کر
یہ دور سے آواز جو آ رہی
پکار ہے میری بہنا کی
میرے عزم کو اور بڑھا رہی ہے
اب بھائی تیرا آ رہا ہے
اور پیام آزادی ہو رہا ہے

(انشاء اللہ)

(حماد الرحمٰن سادوی سادو گورائیہ گوجرانوالہ)

بہترین شخص

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ منبر پہ تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہوکر سوال کیا:

یارسول اللہ ﷺ لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو کتاب اللہ سب سے زیادہ پڑھتا ہے، سب سے زیادہ کتاب اللہ سے ڈرتا ہو۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہو اور صلہ رحمی کرتا ہو۔ (مسند احمد)

(محمد اسید اسلم۔ رحیم یار خان)

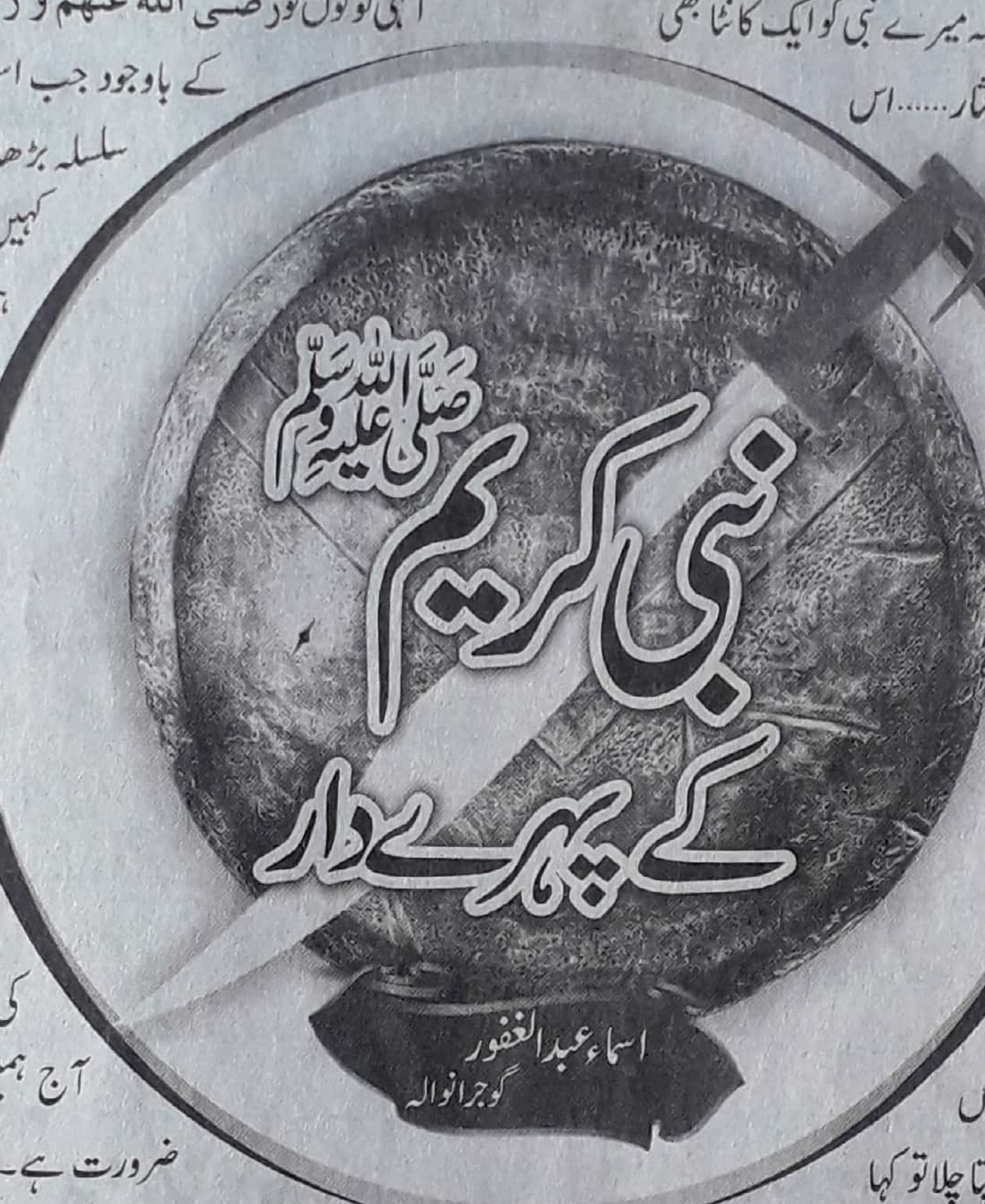

سولی پر لٹکا دیا گیا ہے.....کوئی چھری سے حملہ کر رہا ہے.....کوئی تلوار سے زخم لگا رہا ہے.....کوئی نیزہ مار رہا ہے.....کوئی مدد کرنے والا نہیں۔ دشمنوں کے نرغے میں پھنسا ہوا یہ اکیلا سپاہی ہے...... ایک دشمن نے پوچھا!! کیا تم پسند کرتے ہو کہ آج تمہاری جگہ تمہارا سپہ سالار، تمہارا نبی ہوتا تو وفادار سپاہی نے جو جواب دیا وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے اور حرمت رسول کے ہر محافظ کے لیے مشعل راہ ہے کہا!!!

اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرے نبی کو ایک کانٹا بھی چبھے..... یہ کون ہے.....؟ اس قدر جانثار..... اس قدر وفادار.....؟

تو سنیں!! یہ تو آسمانِ نبوت کا چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

گلشن محمدی کا یہ مہکتا پھول، شمع رسالت کا پروانہ ہے.....جی ہاں یہ میرے نبی ﷺ کے صحابی سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ہیں.....!!!

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مکہ میں ایک عورت ام انمار کے غلام تھے جب اسلام کا نور پھیلا تو یہ اولین لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا..... مالکن کو جب پتا چلا تو کہا اسلام چھوڑ دو: کہا یہ ہو سکتا ہی نہیں.....

اب آزمائشوں، سزاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کو گرم گرم کوئلوں پر لٹا دیا جاتا تھا۔ سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا.....کوئی چھڑوانے والا نہیں ہوتا تھا خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے جسم کی چربی پگھل جاتی تھی تو آگ ٹھنڈی ہوتی تھی۔ اللہ اکبر میرے خباب رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لیے کتنی تکالیف برداشت کیں..... ادھر ام انمار ظالم مالکن کا انجام یہ ہوا کہ خباب رضی اللہ عنہ کے مدینہ جانے کے بعد اسے سر میں سخت درد ہوا بہت علاج کے بعد حکیموں نے کہا کہ گرم گرم سلاخوں سے اس کے سر کو داغا جائے..... داغنے سے اتنی تکلیف ہوتی کہ وہ اپنا سر درد بھول جاتی۔ میرے اللہ نے خباب رضی اللہ عنہ کا بدلہ دنیا میں ہی لینا شروع کر دیا.....!!!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے خباب رضی اللہ عنہ آتے ہیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خباب ذرا اپنی کہانی تو سناؤ..... اپنی کمر سے کپڑا ہٹایا اور کہا لوگو میری کمر دیکھ لو یہی میری دردناک کہانی ہے..... خباب رضی اللہ عنہ نے اتنی تکالیف سہیں لیکن نبی ﷺ کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دی۔ اسلام سے نہیں پھرے کیونکہ راہ حق کے مسافروں کو تو ان مصائب سے گزرنا ہی پڑتا ہے جنت کے حقیقی حق دار تو یہی لوگ تھے.....!!!

انہی لوگوں کو رضی اللہ عنهم و رضوا عنه کا خطاب ملا..... اس کے باوجود جب اسلام کو ترقی ملی اور فتوحات کا سلسلہ بڑھا تو خباب اس قدر روتے کہ کہیں ہمیں تکالیف کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے دیا گیا.....

یہی لوگ تھے کامل ایمان والے جنہوں نے دنیا سے کچھ نہیں لیا۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو 37ھ میں مکہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ یوں اپنی جان نہایت ظلم وستم برداشت کرتے ہوئے خدا کے سپرد کی۔

آج ہمیں بھی خباب جیسے ایمان کی ضرورت ہے۔ راہ اسلام میں جتنی بھی تکالیف آئیں برداشت کرنی ہیں۔ مصائب سے گھبرانا نہیں۔ عزیز بچو.....!!

یہ ثابت کرنا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے پروانے ابھی زندہ ہیں یہ ہر اس کافر کو جو میرے نبی کی حرمت وعزت پر حملہ کرے گا جہنم تک پہنچا کر رہیں گے۔ ان شاء اللہ ہاں یہ میرے نبی ﷺ کے ماننے والے کٹ تو سکتے ہیں لیکن اپنے نبی کریم ﷺ کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دیں گے "حرمت رسول پر جان بھی قربان ہے"

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کو صدقہ کرو (صحیح البخاری)

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد قرآن کی نظر میں

اللہ تعالیٰ نے مجاہدین سے درجات کی بلندی اور مغفرت اور اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا۔ (النساء:96)

اللہ کی راہ میں مرنے اور مارنے والے کے لیے اجر عظیم ہے۔ (النساء:74)

قتال کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائیں گے، ان کی مدد فرما کر کفار و مشرکین کو ذلیل و رسوا کریں گے۔ (سورۃ التوبہ:15-45)

قتال کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے نہروں بھری جنت میں بہترین اور عمدہ گھروں کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الصف:12)

جہاد احادیث کی نظر میں

جہاد کی نیت سے سفر کرنا روئے زمین کی ساری دولت سے افضل ہے۔

گھڑی بھر کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، لیلۃ القدر میں حجر اسود کے قریب قیام کرنے سے بہتر ہے۔ (ابن حبان)

اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقت کے برابر جہاد کرنے والے پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (ترمذی)

اللہ کی راہ میں ایک تیر چلانے کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ)

قیامت کے دن مجاہدین کے درجات سب سے بلند ہوں گے۔ (مسلم)

مجاہد جب تک جہاد کی حالت میں رہتا ہے اسے مسلسل روزے رکھنے، مسلسل قیام کرنے اور مسلسل رکوع سجود کرنے کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ (نسائی)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جس کے گناہ بے حد بڑھ گئے ہوں تو اس کے لیے بہترین کفارہ جہاد ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ)

(محمد ایوب عبدالستار۔ ساہیوال)

بھینس

بھینس موٹی اور خوش طبع ہوتی ہے۔ بھینسوں کی قسمیں نہیں ہوتیں، وہ سب ایک جیسی ہوتی ہیں۔ بھینس کا وجود بہت سے انسانوں کے لیے باعث مسرت ہے۔ بھینس کا ہم عصر چوپایہ گائے دنیا بھر میں موجود ہے لیکن بھینس کا فخر صرف ہمیں ہی نصیب ہے۔ تبت گائے کے وزن پر سرا گائے ہوتی ہے سرا بھینس کہیں نہیں ہوتی۔ بھینس کے بچے شکل و صورت میں ننھیال اور ددھیال دونوں پر جاتے ہیں۔

بھینس سے ہماری رغبت بہت پرانی ہے۔ بھینس ہمارے بغیر رہ لے لیکن ہم بھینس کے بغیر نہیں رہ سکتے بعض لوگ مکمل احتیاط کرنے پر بھی موٹے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بھینس کا پسندیدہ مشغلہ جگالی کرنا ہے یا تالاب میں لیٹے رہنا ہے۔ بھینس کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ اسے کل کی بات یاد نہیں رہتی۔ اس لحاظ سے وہ انسان سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ بھینس کے سامنے بین بجانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیوں کہ بھینس کو بین بجانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

(محمد عبداللہ بن اشفاق۔ لیاقت پور)

نیکی کیا ہے؟

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ نیکی کیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

البر حسن الخلق

"نیکی اخلاق حسنہ ہے"

اس فرمان نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل نیکی کا تصور اخلاق حسنہ کی صورت میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک مومن آدمی اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے (رات کو) قیام کرنے اور (دن کو) روزہ رکھنے والے کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔"

غور فرمائیے! اسلام نے اخلاق حسنہ کی کتنی قدر دانی فرمائی ہے، ایک طرف ایک آدمی مصلّٰی پر قیام کر کے قرآن کی تلاوت کر کے رات گزارتا ہے اور اس کے ساتھ نفلی روزوں کا اہتمام رکھتا ہے اور دوسری طرف ایک آدمی ایسے نوافل کا اہتمام تو نہیں کر پاتا لیکن وہ اخلاق حسنہ کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے تو دوسرا شخص بسا اوقات اس روزے دار اور تہجد گزار کے درجہ کو پا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ صاحب اخلاق کو اتنے انعام و کرام سے نوازے گا کہ اسے روزے دار اور تہجد گزار کے مقام پر فرائض کر دے گا۔

(میمونہ صادق، لیہ)

آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے دنیا میں محبت کی (صحیح البخاری)

شاہ جنات

احمد طیب

"شاہ جنات" یہ نام سن کر آپ ڈر گئے ہونگے! ہے نا؟

آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ جن اتنے زیادہ خوفناک ہوتے ہیں کہ کسی کو بھی ڈرا سکتے ہیں اور جنوں کا بادشاہ کتنا ہی خوفناک ہوگا؟ اس کے کافی سارے بازو ہونگے، زیادہ ساری ٹانگیں ہونگی اور وہ پھونک مارتا ہوگا تو ہوا کی جگہ آگ نکلتی ہوگی، اس کا قد کئی فٹ لمبا ہوگا۔ لمبے لمبے دانت اور لال سرخ آنکھیں ہونگی۔ لیکن پیارے بچو! ڈرنے کی بالکل بھی ضرورت نہیں ہے۔ آج ہم آپ کو جس بادشاہ کی کہانی سنانے لگے ہیں وہ تو بہت ہی خوبصورت تھے۔ اللہ ان سے محبت کرتے تھے اور وہ اللہ سے محبت کرتے تھے۔ وہ صرف جنوں کے بادشاہ نہیں تھے بلکہ دنیا میں رہنے والی تمام مخلوقات پر ان کی حکمرانی تھی۔ تمام انسان، تمام جن، ہر طرح کے چرندے اور ہر پرندے، زمین پر رینگنے والے چھوٹے بڑے جانور اور حشرات حتیٰ کہ ہواؤں پر بھی ان کی حکمرانی تھی۔

اتنے بڑے حکمران اور بادشاہ ہونے کے باوجود ان میں تھوڑا سا بھی تکبر نہیں تھا بلکہ وہ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے اور اس کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔

تو پیارے بچو! آپ کو پتا تو چل ہی گیا ہوگا کہ وہ کون تھے؟ اور ان کا نام کیا تھا؟ جی۔۔۔ پتا ہے نا؟۔۔۔ اگر نہیں پتا تو میں آپ کو بتاتا ہوں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت سلیمان علیہ السلام تھے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے اور ان کی وفات کے بعد نبوت ان کو ملی تھی۔ خاص بات یہ تھی کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بادشاہت عطا کی تھی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملی تھی اور نہ ان کے بعد کسی کو ملے گی۔ ان کا حکم ہواؤں پہ بھی چلتا تھا۔ وہ ہوا کو جہاں جانے کا حکم دیتے وہ ان کو فوراً وہاں پہنچا دیتی وہ ایک ماہ کا سفر چند گھنٹوں میں کرلیا کرتے تھے۔

(اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کاش ہم بھی ہواؤں میں اڑ سکتے۔ جلدی سے اڑ کر اپنی نانی اماں کے گھر پہنچ جاتے اور سکول ٹائم سے پہلے پہلے واپس آکر پڑھنے چلے جاتے۔ او ہو! لیکن اب یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ قیامت تک اب یہ طاقت کسی کو نہیں ملے گی۔)

ایک دن کیا ہوا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار لگا ہوا تھا، تمام جن، انسان، درندے، چرندے، پرندے اور باقی تمام مخلوقات دربار

میں اپنی اپنی جگہوں پر موجود تھے اور حکم کے منتظر تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک پرندہ جس کا نام ہدہد تھا وہ غائب ہے اور کہیں بھی نظر نہیں آ رہا۔ وہ بولے: میں دیکھ رہا ہوں کہ ہدہد دربار سے غائب ہے اگر وہ نہ آیا یا اس نے واپس آ کر غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔ اتنے میں ہدہد آ گیا اور خود کو پیش کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا جی بتاؤ تم لیٹ کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اڑتا ہوا ملک یمن پہنچ گیا وہاں میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت کی حکمرانی ہے جس کا نام بلقیس ہے وہ اور اس کی قوم سورج کی عبادت کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کہا: اچھا تم میرا ایک خط اس کے پاس لے کر جاؤ اور دیکھو وہ کیا جواب دیتی ہے۔ ہدہد نے وہ خط لیا اور ملکہ بلقیس کے دربار میں پہنچا دیا۔ اس خط میں لکھا تھا۔

"یہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے۔ اور اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بن کر میرے پاس آ جاؤ۔"

ملکہ بلقیس نے جب یہ خط پڑھا تو اس نے اپنے وزیروں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اس خط کا کیا جواب دیا جائے؟ تمام وزیروں نے کہا کہ ہمیں ان سے ڈرنا نہیں چاہیے ہمارے پاس بہت مضبوط فوج ہے ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن ملکہ سمجھدار تھی اس نے اپنے ملک سے قیمتی قیمتی تحائف خریدے اور چند وزیروں کو دیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم دیکھتے نہیں کہ میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے، اپنے یہ تحائف واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ کو پیغام دو کہ وہ خود فرمانبردار بن کر ہمارے دربار میں حاضر ہو ورنہ میں اپنے لشکروں کے ساتھ تم پر حملہ کر دوں گا اور تم سب کو فرمانبردار بنا کر لاؤں گا۔ وزیروں نے یہ پیغام ملکہ کو پہنچایا تو وہ فوراً تیار ہوئی اور اپنے محافظوں کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب سلیمان علیہ السلام کو اس کی روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ کون ہے جو ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے؟ تو ایک جن نے کہا کہ میں یہ مجلس ختم ہونے تک اس کا تخت یہاں لا سکتا ہوں۔ ابھی اس کی بات مکمل ہی ہوئی تھی کہ دوسرے نے کہا کہ میں آپ کے آنکھ جھپکنے کے وقفہ میں وہ تخت لا سکتا ہوں۔ ابھی اس نے بات ہی کی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ملکہ کا تخت وہاں موجود تھا۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور حکم دیا کہ اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دو۔

جب ملکہ آئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تمہارا تخت اس طرح کا ہے؟ اتو اس نے جواب دیا کہ یہ تو وہی لگتا ہے۔ ملاقات کے بعد جب اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت دیکھی تو اسلام لے آئی اور اس کا پورا ملک بھی مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام مختلف جانوروں سے کام لیا کرتے تھے۔ جنوں سے آپ علیہ السلام بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کروایا کرتے تھے۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کروا رہے تھے تو اس کی نگرانی بھی خود ہی کر رہے تھے اور ایک جگہ پر اپنی لاٹھی کے ساتھ سر ٹکائے بیٹھے تھے کہ وہیں پر انہیں موت آ گئی اور وفات پا گئے۔ لیکن اللہ نے ان کو گرنے نہ دیا۔ اور جن مسلسل کام کرتے رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ وہ ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کافی عرصہ اسی طرح ٹیک لگا کر بیٹھے رہے، بالآخر ان کی لاٹھی کو دیمک نے چاٹ لیا اور وہ کمزور ہو کر گر گئی۔ اس کے گرنے سے حضرت سلیمان علیہ السلام بھی گر گئے۔ تب جنوں کو پتا چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں اور وہیں کام چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ جا رہے تھے۔ بڑے سے تخت پر جلوہ افروز تھے پرندوں نے اپنے پروں سے لشکر کے اوپر سایہ کر رکھا تھا۔ اعلیٰ گھوڑوں پر لشکر سوار تھا۔ جیسے ہی لشکر وادی نمل کے قریب پہنچا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے باریک سی آواز سنی جو کہہ رہی تھی: اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں چلی جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں روند کر چلا جائے اور انہیں خبر تک نہ ہو۔ یہ آواز چیونٹیوں کی ملکہ چیونٹی کی تھی۔ جیسے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ آواز سنی تو اللہ کی تعریف بیان کی کہ اس نے مجھے چیونٹیوں کی زبان کی بھی سمجھ عطا کی ہے اور لشکر کو حکم دیا کہ ہمیں آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے ہم اب یہیں سے واپس جائیں گے۔

تو پیارے بچو! یہ ان پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام تھا جس کا وہ بہت زیادہ شکر بھی ادا کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ ہمیں اگر کوئی چیز عطا کرے تو ہمیں اس پر اترانا نہیں چاہیے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

میں نے تو سمجھا آپ ڈر گئے ہوں گے، لیکن آپ تو حیران ہو رہے ہیں۔

ہاں جی! حیران ہونا بنتا بھی ہے کیونکہ ایسا صرف ہم سوچ ہی سکتے ہیں ہو نہیں سکتا۔ ہاں یاد آیا...... ہم تو یہ سارے کام خود بھی کر سکتے ہیں۔ نیک نیک، اچھے اچھے کام کریں جو اللہ حکم دیتے ہیں اس پر من وعن عمل کریں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے تو جو چاہیں کریں۔

انوکھا قیدی

جویریہ بتول

وہ چند ساتھی بطور جاسوس اپنے مشن پر روانہ ہوئے۔۔۔ انہیں ایک ہدف سونپا گیا تھا۔۔۔ اس گروہ کا سردار عاصمؓ بن ثابت انصاری کو بنایا گیا تھا۔۔۔ یہ لوگ اپنے مشن پر رواں دواں تھے کہ دشمن کو خبر ہو گئی۔۔۔ دشمن نے ماہر تیر انداز ان کے تعاقب میں روانہ کر دیئے۔۔۔ جو ان کے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ڈھونڈتے آگے بڑھ رہے تھے۔۔۔ راستے میں ایک جگہ کھجور کی گٹھلیاں نظر آئیں۔۔۔ جو اس بات کی گواہ تھیں کہ ہمارا مطلوبہ گروہ یہیں سے گزرا ہے۔۔۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ان کا دشمنوں سے سامنا ہو گیا۔۔۔ دشمن نے پیش کش کی کہ آؤ ہمارے نزدیک آ جاؤ۔۔۔ اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو۔۔۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں جان سے ہرگز نہیں ماریں گے۔۔۔ مگر عاصمؓ نہ مانے، ساتھیوں سے کہا اللہ کی قسم! میں کافر کی امان پر یقین نہیں کرتا۔۔۔ اسی دوران دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔۔۔ اس قافلہ کے سردار عاصمؓ اپنے چند ساتھیوں سے سمیت شہید ہو گئے۔۔۔ جن کی لاش کو حاصل کرنے کے لیے دشمنوں کی جانب سے سر توڑ کوشش کی گئی۔۔۔ مگر اللہ کے بندے کی دعا قبول ہوئی اور ان کا جسم دشمن کے ہاتھ نہ آ سکا۔۔۔ بھڑوں نے آپ کے جسد کی حفاظت کی اور دشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔۔۔ ساتھیو! حضرت عاصمؓ کا تفصیلی واقعہ ہم نے آپ کو پہلے ایک شمارے میں مفصل بتایا تھا۔۔۔ چنانچہ ان ساتھیوں کی شہادت کے بعد تین ساتھی جو ابھی زندہ تھے۔۔۔ ان کافروں کا وعدہ سچ مان کر قریب آ گئے مگر کافر کی تاریخ ہمیشہ بدعہدی و دغابازی سے بھری ملے گی۔۔۔ جب انہوں نے جان لیا کہ یہ باقی تین ساتھی اب ہمارے قابو میں آ گئے ہیں تو ان کو کمانوں اور تیروں کے سائے میں چلنے کا حکم دیا۔۔۔!!! اب ایک ساتھی عبداللہؓ تو اس بات پر اڑ گئے کہ میں تو کسی صورت تمہارے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوں گا۔۔۔ کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ دغابازی کی ہے۔۔۔ اسی کشمکش میں دشمن نے انہیں بھی شہید کر دیا۔۔۔ اب خبیبؓ اور زید بن دثنہؓ پیچھے رہ گئے۔۔۔ ان دونوں کو وہ پکڑ کر لے گئے اور مکہ کے مشرکوں کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ ڈالا۔۔۔ خبیب رضی اللہ عنہ وہ صحابی رسول ﷺ تھے جنہوں نے غزوہ بدر کے دن حارث کو قتل کر دیا تھا۔۔۔ اب اس حارث بن عامر کے بیٹوں نے انہیں خرید لیا اور اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کا منصوبہ بنانے لگے۔۔۔ خبیبؓ چند دن ان کے پاس قیدی کی صورت میں رہے۔۔۔ حارث کی ایک بیٹی تھی جس کا نام زینب تھا۔۔۔ اور خبیبؓ اس کے بھائیوں کی قید میں تھے۔۔۔ زینب نے دیکھا کہ اس کا ایک ننھا منھا بچہ کھیلتے کھیلتے قیدی کے پاس پہنچ گیا۔۔۔ قیدی نے اسے اپنی ران پر بٹھایا اور پیار شروع کر دیا۔ ماں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو گھبرا کر اٹھی کہ کہیں یہ مسلمان قیدی اس کے معصوم بچے کو جان سے ہی نہ مار ڈالے۔۔۔ خبیبؓ نے اس کی گھبراہٹ دیکھی تو فوراً سمجھ گئے اور بچے کی ماں کو تسلی دی کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک مسلمان کسی دشمن کے بچے کو ذرا سا بھی نقصان پہنچائے۔۔۔ تو بے فکر رہ۔۔۔ تیرا بچہ تو کھیلتے کودتے میرے پاس آ گیا اور میں نے اسے گود میں لے لیا اور پیار کیا۔۔۔ تب وہ عورت بول اٹھی:

اللہ کی قسم! میں نے خبیبؓ جیسا قیدی کوئی اور نہیں دیکھا۔۔۔ کیسا نیک بخت قیدی ہے کہ دشمن کا اسیر ہو کر بھی ان کے بچے سے شفقت و محبت کا برتاؤ کر رہا ہے۔۔۔ کیسا بھلا قیدی ہے یہ۔ اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک دن وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انگوروں کا ایک گوشہ اٹھائے کھا رہا تھا اور یہ وہ وقت تھا کہ جب مکہ میں میوہ نام کی کوئی چیز نہ تھی پھر قیدی کو کہاں سے ملتا؟ مجھے اس انوکھے قیدی کے نصیب پر رشک آنے لگا کہ یہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ رزق تھا جو خبیب کھا رہے تھے۔۔۔ بالآخر جب خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے لے جایا جانے لگا تو عرض کی:

مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔۔۔ اجازت ملنے پر دو رکعت نماز ادا کی پھر اپنے قاتلوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے اگر تم یہ خیال نہ کرتے کہ میں مارے جانے سے ڈرتا ہوں تو میں اپنی نماز کو لمبا کرتا۔۔۔

پھر یہ شعر پڑھے:

جب مسلمان رہ کر قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کس بات کا ڈر ہے کہ کس کروٹ پر گروں؟

آخر حارث کے بیٹے عقبہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ خیال بھی نہ کرنا، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق دیے جاتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہیں۔۔۔!!!

(آل عمران)

(بحوالہ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر)

گلدستہ روضہ

فرمان نبوی ﷺ

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن برابر اپنے پاؤں میں جگہ خشک چھوڑ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا کہ جا اور اچھی طرح وضو کر کے آ۔ وہ لوٹ گیا اور پھر دوبارہ وضو کیا اور آ کر نماز ادا کی۔

(محمد عبداللہ، کوٹ ادو)

وطن کے شہداء کے نام

اے شہیدو تم فخر وطن ہو
اے شہیدو تم بہار چمن ہو
تم نے مٹا دیا ان دشمنوں کو
جنہوں نے اس ارض وطن کو میلی آنکھ سے دیکھا تھا
اے میرے وطن کے شہیدو
تم سینہ تان کے لڑے تھے دشمنوں سے
تم نے اپنے سینے چھلنی کروا لیے گولیوں سے
لیکن! آگے بڑھنے نا دیا ان کافروں کو
نہ مٹنے دیا اپنی عظمتوں کو
نہ مٹنے دیا اس ارض وطن کو
مٹا دیا ان کافروں کو
میرے وطن کے شہداء کے نام
ہے یہ میرا سلام

(ارم شہزادی، سمندری)

خاموشی

خاموشی گفتگو کا حسن ہے۔
خاموشی اعلیٰ ترین تقدیر ہے۔
خاموشی تعلیم کی علامت ہے۔
خاموشی کے پیڑ پر امن کا پھل لگتا ہے۔
خاموشی میں الفاظ کی نسبت قوت گویائی زیادہ ہوتی ہے۔
آدمی خاموشی سے احترام کما لیتا ہے۔
خاموشی سے جھگڑے سمٹ جاتے ہیں۔
خاموشی نعمت ہے بالخصوص وہاں جہاں آواز بلند، علم کم اور دلیل کی کوئی وقعت نہ ہو۔

(خدیجۃ الکبریٰ۔ سرگودھا)

اچھی صحت کے لیے راہنما اصول

☆ روزانہ ورزش کیجیے۔ گھر کے ماحول سے نکل کر کھلی فضا میں پیدل چلیں۔

☆ ہمیشہ مثبت انداز فکر اپنایئے، روزانہ قرآن پاک باترجمہ پڑھیے اور سیرت نبوی ﷺ باقاعدگی سے پڑھیے۔

☆ کھانا وقت پر کھایئے اور دو کھانوں کے درمیان کچھ نہ کھایئے۔ نہ ہی زیادہ چائے اور کافی لیجیے۔ جہاں تک ممکن ہو تازہ پھل، کچی سبزیاں اور بغیر چھنے آٹے کی روٹی کھایئے۔

☆ پانچوں وقت کی نماز ادا کیجیے۔ سونے سے پہلے اپنے دن بھر کے افعال اور باتوں کو کر کے معلوم کیجیے کہ آپ نے کون سی بات یا کام ایسا کیا جس سے کسی بھی شخص کو ذہنی یا مادی تکلیف پہنچی ہے اور آئندہ ایسے تمام کاموں اور باتوں سے خود کو بچایئے۔

(محمد عبداللہ، کوٹ ادو)

معذرت:

گذشتہ شمارہ میں "راستہ تلاش کریں" اور "محمود غزنوی" کی تاریخ پیدائش نادانستہ طور پر غلط ہو گئی۔ اس پر ادارہ قارئین سے معذرت خواہ ہے۔
محمود غزنوی کی درست تاریخ پیدائش 971ء

فرضی قصے کہانیوں
اور جھوٹے لطیفوں سے
پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

٣
ربیع الثانی
١٤٣٩ھ

جلد نمبر	شمارہ نمبر	صفحات	قیمت
17	25/259	16	6 روپے

جمعہ
22
دسمبر 2017

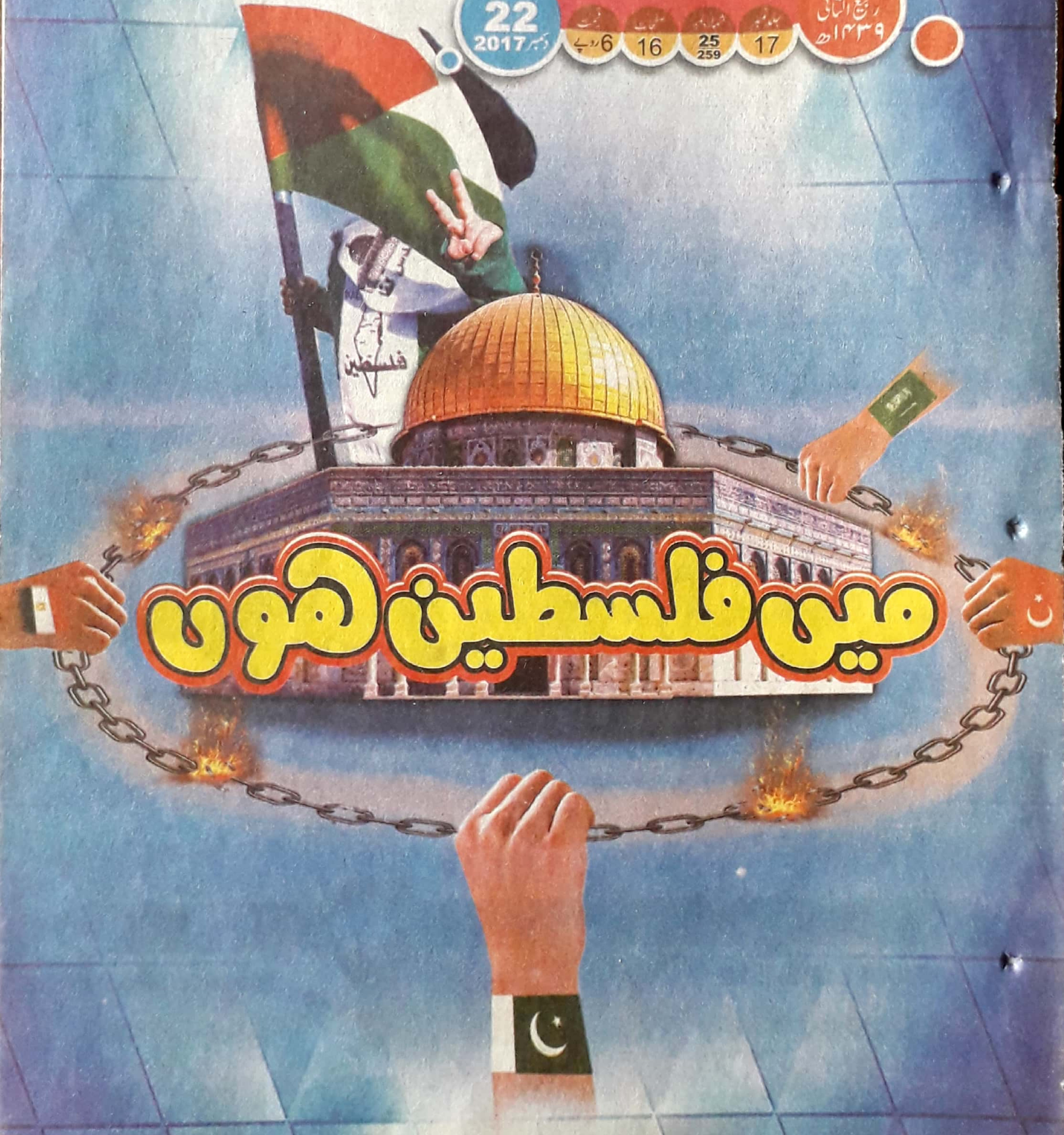

میٹھے بول

3۔ نماز اشراق
(خدیجہ زید)
4۔ اسلامی بم سے انٹرویو
(محمد اسد اللہ)
5۔ خلیفہ سے ملاقات
(اخت عبد الحنان)
7۔ حکمران ہوں تو ایسے
(حاشر علی)
8-9۔ میں فلسطین ہوں
(عبد الحمید۔ ملتان)
11۔ کھٹی میٹھی گاجریں
(رقیہ حکیم عبد الحمید)
12۔ تقویٰ کیا ہے؟
(ایمان سحر۔ بوریوالہ)
13۔ رنگوں کی دنیا
14۔ گلدستہ روضہ
15۔ خط کہانی
16۔ اعشاریہ 2017

پیارے بچو

چند دن پہلے ہوئی بارش اور پہاڑوں پر ہوئی برف باری سے سردی کی نئی لہر کے باعث پورے پاکستان میں سردی کا موسم اپنے عروج پر ہے اور سردی کی آمد ہوتے ہی گرم کپڑوں، گرم بستر، اور ہیٹر لگے گرم کمروں میں مزے مزے کے خشک میوہ جات کھانے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ کمبل اور رضائیوں میں گھس کر مونگ پھلی اور ابلے انڈے تو سب مزے سے کھاتے ہیں۔

کچھ دن پہلے کا ذکر ہے ایڈیٹر بھیا اور روضہ ٹیم کے دیگر بھائی روضتہ الاطفال کے شمارے کی تیاریوں میں مصروف تھے اور ایک بھائی آپ بچوں کی ڈاک لینے ڈاک خانے گئے ہوئے تھے کافی دیر گزرنے کے بعد اچانک کمرے میں کا دروازہ کھلا تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور بارش کی تیز آواز سے ہمیں باہر کے ماحول کا اندازہ ہوا اور ساتھ ہی اس بھائی کے بارش میں شرابور ہونے کا بھی۔ بارش کے پانی میں شرابور اس بھائی نے جلدی سے جیکٹ کی زپ کھول کر اپنے سینے سے لگائے ہوئے آپ کے خطوط ہمارے حوالے کیے اور تولیے سے کپڑے صاف کرنے لگا۔ اس اثنا میں ایک بھائی نے انہیں سوکھے کپڑے نکال کر دیے دوسرے نے جیکٹ پکڑ کر سائڈ پر رکھی اور پھر یہ بھائی جلدی جلدی کپڑے پکڑ کر گیلے کپڑے بدلنے نکل گئے۔ یہ تو تھی آپ کی بھیجی ہوئی ڈاک کی کہانی لیکن ماہ دسمبر کی اس پہلی بارش، خشک میوہ جات اور بھائی کے گیلے کپڑے دیکھ کر میرا ذہن مجھے سوچوں ہی سوچوں میں بہت دور لے گیا۔ کبھی ارض شام کی ٹھٹھرتی سردی میں اپنے ہی گھروں کے ملبے پہ بیٹھے بچوں کی طرف اور کبھی افغانستان کے دور دراز پہاڑوں میں ٹھٹھرتے بچوں کی طرف، کبھی سوچوں کا رخ ہاتھوں میں پتھر پکڑے فلسطین میں مسجد اقصیٰ کی حفاظت پہ معمور نوجوانوں کی طرف جاتا اور کبھی مجھے اسرائیلی بمباری کے باعث اپنے ہی گھروں سے بے گھر ہو جانے والے غزہ کے بچے یاد آتے جو ایسے ہی ہماری ہی طرح کچھ عرصہ پہلے اپنے گھروں میں نرم گرم بستروں میں سردی کو گرم انڈوں اور سوپ سے بھگا کر لطف اندوز ہوتے تھے۔ انہی سوچوں کے دوران میرا خیال برصغیر کے مسلمانوں کی عظمت کے نشان بابری مسجد کی طرف جاتا اور کبھی 16 دسمبر 1971 کو پاکستان کے دائیں بازو کے کٹ جانے کی طرف، 16 دسمبر پہ غور کیا تو پشاور کے آرمی پبلک سکول میں شہید ہونیوالے بچوں نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ انہی سوچوں میں گم تھا کہ انبیاء کی سرزمین، قبلہ اول فلسطین پہ قبضے کی نئی کوششوں نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ مسجد اقصیٰ کا مینار میرے کان میں سرگوشی کر رہا تھا کہ میری امت کے ننھے شاہینوں کو پیغام دوں کہ انہیں اپنے نازک کندھوں پہ بڑے بھاری بوجھ اٹھانے ہیں۔ انہیں بہت محنت کرنی ہے۔ انہیں اس ظلم و جبر کے دور کو ختم کرنے کیلئے علم کے نور کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے کیونکہ انہی بچوں میں سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے فاتح نکلیں گے جو کم عمری میں ہی بڑے بڑے لشکروں کی قیادت کریں گے۔ انہی بچوں کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کردار ادا کرنا ہے جن کا انصاف اور سادگی دیکھ کر کلیسا کے پادری مسجد الاقصیٰ کی چابیاں خود خلیفہ کے حوالے کرنے پہ مجبور ہوئے۔ انہی بچوں کو جابر بن حیان، ابن الہیثم اور البیرونی کا کردار ادا کرنا ہے جنہوں نے کیمسٹری، فزکس اور جیالوجی کے علوم کو اک نیا رخ دیا۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد مجھے مسجد اقصیٰ کے مینار کی سرگوشیوں میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث اپنے کانوں میں سنائی دی۔ "اللہ کو وہ نوجوان بہت پسند ہیں جن میں بچپنا نہیں ہوتا"

تو پیارے بچو سردی کے موسم اور اس کی سوغاتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہمیں اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے تاکہ یہ نعمتیں ہم سے بھی چھن نہ جائیں اور شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پہ عمل کرتے ہوئے اس دنیا کی بہتری اور اپنی آخرت کو سنوارنے کیلئے وقف کر دیں اور عہد کریں کہ ہم اپنے اندر وہ سب خوبیاں پیدا کریں گے جس سے اللہ ہمیں پوری دنیا میں عدل و انصاف لانے کا موقع دے اور ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کر لے۔

والسلام
آپ کے اپنے
بھیا جی
ایڈیٹر

نگران محمد راشد | مدیر اعلیٰ جنید الرحمٰن | مدیر محمد سیاف | شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سگیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

PO BOX#102, GPO, LAHORE
rozatulatfaal.official
rozatulatfaal.pak@gmail.com
0311-6397264

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن مبلغ 250 روپے
برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر 0322-4336456

نمازِ اشراق

نماز اشراق، نماز چاشت، اور نماز اوابین ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں، جب سورج نکل کر ایک نیزے کے برابر بلند ہو جائے، تو اس وقت دو، چار، آٹھ یا بارہ رکعت ادا کی جائے تو اسے نمازِ اشراق کہا جاتا ہے۔ اگر دو اڑھائی گھنٹے بعد ادا کی جائے تو اسے نمازِ چاشت کہا جاتا ہے اور جب گرمی شدید ہو جاتی ہے تو اس وقت (سورج ڈھلنے سے پہلے پہلے) نوافل ادا کرنا اوابین کہلاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اوابین (رجوع کرنے والوں) کی نماز اس وقت ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں (گرمی کی شدت کی وجہ سے) جلنے لگیں۔“

(صحیح مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسجد کو صاف کر دینا اور راستے میں تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا (صدقہ ہے) اگر تم یہ نہ کر سکو تو چاشت کی دو رکعت تجھے کفایت کر جائیں گی۔“

(ابوداؤد)

حدیث قدسی ہے: ”اے ابن آدم! دن کے شروع میں چاشت کی چار رکعات نماز ادا کرنے میں سستی نہ کر، میں آخر دن تک تجھے کفایت کروں گا۔“

(ترمذی)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص چاشت کی نماز کے لیے نکلتا ہے، کوئی اور چیز یا حاجت اسے نہیں نکالتی تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کے برابر ہے۔“

اس مختلف ناموں والی نفلی نماز کی احادیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انسان کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے 360 جوڑ رکھے ہیں انہی کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، پکڑنا اور حرکت کرنا ممکن ہے۔ لہٰذا انسان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ روزانہ اس نعمت کا شکر ادا کرے۔ اس شکر کی ادائیگی کا طریقہ پیارے نبی ﷺ نے بتا دیا ہے۔ ”تم میں سے ہر شخص کے ذمہ صبح کے وقت اس کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے۔ پس سبحان اللہ کہنا، الحمدللہ کہنا، لا الہ الا اللہ کہنا، اللہ اکبر کہنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ ان سب اعمال کی جگہ وہ دو رکعت کفایت کر جاتی ہیں جو انسان چاشت کے وقت ادا کرتا ہے۔“

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسان میں 360 جوڑ ہیں، انسان کو ان تمام جوڑوں کا صدقہ ادا کرنا چاہیے۔“

لوگوں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے نبی ﷺ اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔“

ان عظیم فضائل کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ بعض صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کو تلقین کرتے کہ وہ اس نماز کو تاحیات ادا کریں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین کاموں کی نصیحت کی کہ ساری زندگی انہیں کرتا رہوں: ہر مہینہ تین روزے، چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔“

(صحیح بخاری)

سیدنا ابوہریرہ نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ جب اپنے گھر واپس جائے تو تین موٹی موٹی، خوبصورت صحت مند اونٹنیاں پائے؟ ہم نے عرض کیا ہاں! (ہم سب یہ چاہتے ہیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کی تین آیتوں کی اپنی نماز میں تلاوت کرنا ان تین اونٹنیوں سے بھی بہتر ہے۔“

(مسلم)

ہر مسلمان نمازی عموماً اپنی نماز میں تین آیات سے زیادہ کی تلاوت کرتا ہے اور لاشعوری طور پر اس اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(خدیجہ زید۔ فیصل آباد)

جنت میں سب سے زیادہ لے جانے والی چیز اللہ کا ڈر اور اچھا اخلاق ہے۔ (ترمذی: 2071)

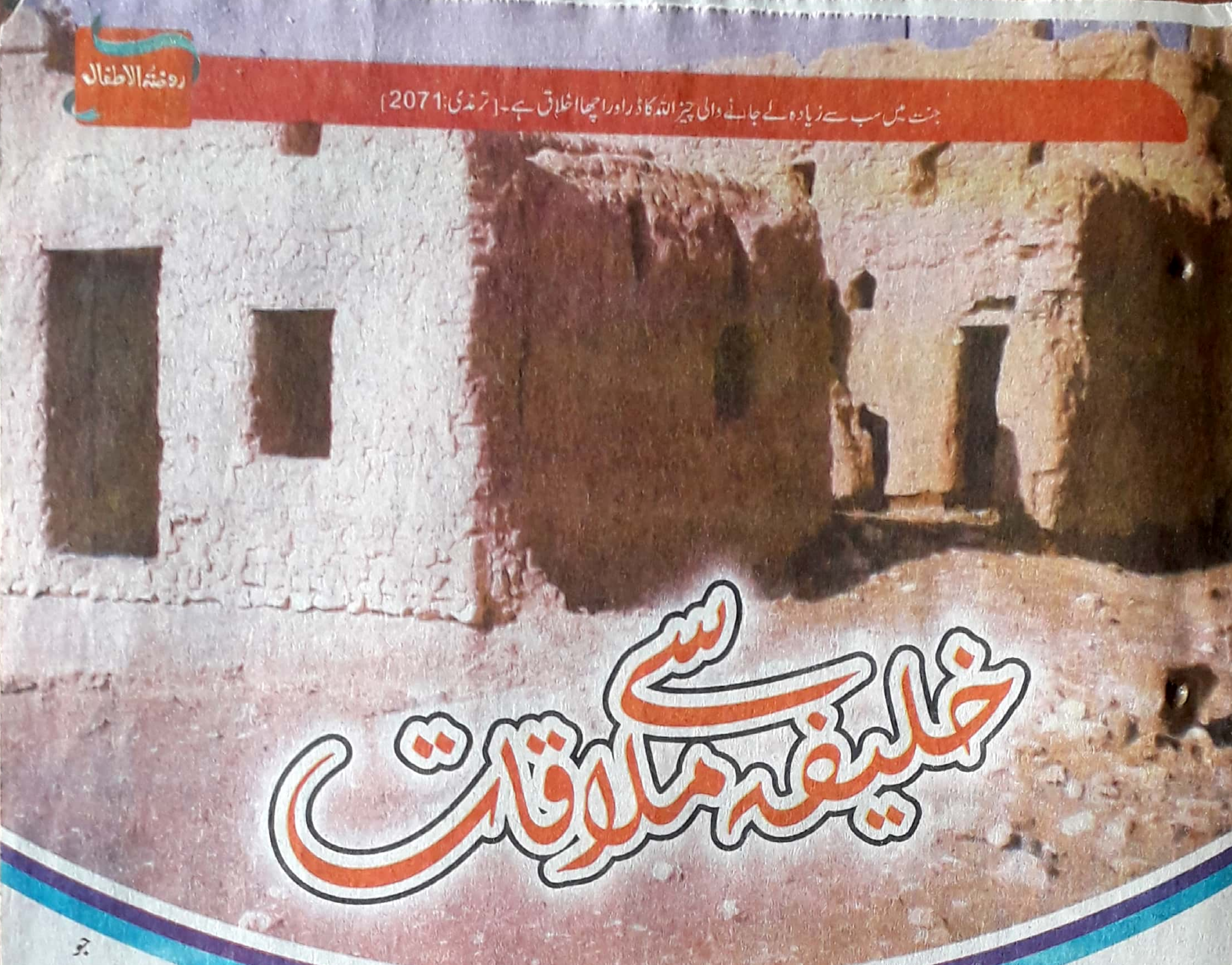

خلیفہ سے ملاقات

(اخت عبدالحنان مغل۔ فیصل آباد)

ایک عمر رسیدہ بڑھیا کو ضروری کام بھی تھا اور خواہش بھی کہ اس کی خلیفہ وقت سے ملاقات ہو، اس کا دیدار ہو اور اس سے کوئی بات ہو۔

بڑھیا نے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے رعب وادب، شان وشوکت، جاہ وجلال اور ٹھاٹ باٹ کے بڑے قصے سن رکھے تھے۔ خلیفہ وقت کو دیکھنے کا اشتیاق اسے دارالخلافہ تک لے آیا۔ بالآخر وہ اس بستی میں پہنچ گئی جہاں خلیفۃ المسلمین کی رہائش تھی۔ پوچھتے پوچھتے اسے معلوم ہو ہی گیا کہ وہ سامنے والا مکان امیرالمومنین کا ہے۔ اسے یقین نہیں آیا کہ اتنا سادہ اور عام مسلمانوں جیسا مکان بھی کسی حکمران کا ہو سکتا ہے۔ گلی سے گزرنے والوں سے ایک بار پھر تصدیق کی۔ دروازے پر پہنچی تو کوئی محافظ ہے نہ دربان۔ ایسے کچے پکے مکان پر دربان کرتا بھی کیا۔ ضرور لوگوں نے اس کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ لوگ اکثر مفلوق الحال اور مخبوط الحواس لوگوں سے ایسا ہی مذاق کرتے ہیں۔ بڑھیا نے سوچا کہ دروازے پر کوئی دربان تو ہے نہیں اندر چل کر دیکھ لیتے ہیں۔ بڑھیا جھکتی، تانک جھانک کرتی گھر میں داخل ہوئی۔ گھر کا جو ظاہر تھا وہی باطن بھی نظر آیا۔ ایک جھلک میں وہ اجاڑ ویران اور بے سروسامان دکھائی دیا لیکن دوسری نظر میں بنیادی ضرورت کی اکثر اشیاء موجود پائیں۔

سامنے کھلے صحن میں بالکل سادہ لباس میں ایک خاتون نظر آئیں۔ انہوں نے بڑھیا کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو پہلے سلام کیا اور پھر ایک تخت کی گرد جھاڑ کر اس پر بیٹھنے کو کہا۔ بڑھیا نے ابتدائی رسمی کلمات کے بعد گھر کی مالکہ کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب ملا:

''اس خادمہ کو ہی چاہیں تو مالکہ سمجھ لیں۔''

بڑھیا نے مذید حیران ہو کر پوچھا:

''اچھا بیٹی یہ تو بتاؤ کہ یہ گھر اجاڑ اور ویران سا کیوں ہے؟''

خاتون نے نہایت عجز وانکساری اور خندہ پیشانی سے کہا:

''اماں صرف اس لیے کہ اس مکان کا مالک دوسرے گھروں کو اجڑنے سے بچانے میں لگا رہتا ہے۔''

ابھی ان دونوں کی باتیں جاری تھیں کہ ایک شخص نے دروازے پر ہلکی سی

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے نبی ﷺ اپنے والد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔ (بخاری و مسلم)

دستک دی اور کھنکھارتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ سیدھا صحن کے دوسرے سرے پر واقع کنویں کے پاس جا کر اس سے پانی نکالنے لگا۔

بڑھیا نے دیکھا کہ یہ اجنبی پانی بھرنے کے دوران بار بار کن انکھیوں سے ان کی جانب دیکھتا جا رہا ہے۔ بڑھیا کو یہ بات ناگوار گزری، بڑھاپے کی وجہ سے خود اس میں تو کوئی کشش باقی نہ رہی تھی لیکن خاتون خانہ ابھی اس قابل تھی کہ کوئی اس پر نظر بد ڈال سکے۔ جب بڑھیا سے برداشت نہ ہو سکا تو اس نے کہا:

''یہ اجنبی بار بار تجھے دیکھ رہا ہے بڑا بے شرم اور ندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ بیٹی تو زرا دوسری طرف منہ کر لے میں ابھی اس کا مزاج درست کرتی ہوں۔''

خاتون خانہ کے چہرے پر پھیلنے والی مسکراہٹ اور گھبراہٹ نے بڑھیا کو اور بھی بے چین کر دیا لیکن جلد ہی اس کا غصہ دور ہو گیا جب اس نے سنا کہ:

''بڑی اماں یہ شخص کوئی غیر یا اجنبی نہیں ہے یہ تو میرے شوہر ہیں۔ مسلمانوں کے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ''

''واقعی......! تم سچ کہہ رہی ہو'' بڑھیا نے ہڑبڑاتے ہوئے پوچھا۔

''جی بالکل سچ......!'' حیا کا ایک رنگ خاتون خانہ کے چہرے پر پھیل گیا۔

''لیکن یہ تو خود کنویں سے پانی نکال رہے ہیں؟'' بڑیا نے پھر پوچھا۔

''جی اماں! مسلمانوں کا خلیفہ حاکم نہیں خادم ہوتا ہے۔''

بڑھیا دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوئی لیکن احترام و عقیدت کے ساتھ ساتھ اس کا سر فخر سے بلند ہو گیا کہ وہ ایک ایسے دین اور ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتی ہے جس کا فرماں روا اپنے آپ کو حاکم کے بجائے خادم صرف کہتا ہی نہیں بلکہ سمجھتا بھی ہے۔ وہ فی الواقع خادموں کی طرح کام بھی کرتا ہے تاکہ اس کی رعایا امن و سکون اور خوشی و خوشحالی کی دولت سے مالا مال ہو سکے۔

اموی دور کی بے شمار خامیوں اور برائیوں کے بعد 99 ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو انہوں نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی اور فقر و سادگی کو اپنا شعار بنایا۔ شاہی خاندان نے بیت المال اور عوام کے لوٹے ہوئے مال و اسباب سے جو بڑی بڑی جاگیریں بنائی تھیں ان کی واپسی کا آغاز اپنے گھر سے کرنے کا فیصلہ کیا۔

اپنے نوجوان بیٹے کو بلا کر کہا کہ: ''ہمارے آباؤ اجداد نے جو زمینیں اور جائیدادیں غریب رعایا سے چھین کر اپنے قبضے میں کر لی تھیں میں چاہتا ہوں کہ انہیں واپس کر دیا جائے۔''

بیٹے نے فوراً رضامندی ظاہر کر دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ: ''آئندہ جمعہ کو مسجد میں اس کا اعلان کر دیا جائے گا۔''

فرمانبردار بیٹے نے عرض کیا:

''جمعہ تک زندگی کا کیا بھروسہ، نیک کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سر شکر و امتنان کے جذبات سے جھک گیا اور آپ نے اسی وقت مجمع عام میں جا کر اعلان کر دیا کہ: ''میرے باپ دادا نے جن کا مال ضبط کر لیا تھا وہ مجھ سے اور میرے خاندان سے واپس لے لیں۔''

خیر خواہوں نے کہا کہ سب کچھ دے دیا تو آپ کی اولاد کا کیا بنے گا۔

فرمایا:

''ان کا اللہ مالک ہے میں انہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی میں بنو امیہ کے تمام لوگوں نے غصب شدہ جائیدادیں واپس کر دیں اس کے بعد تمام تاریخ اسلام میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

روضۃُ الاطفال

کیسے ہیں آپ پیارے بھیا جان
لگتا ہے مصروف بہت ہیں آپ بھیا جان
جلدی سے بھیج دیں ایک چھوٹا سا انعام بھیا جان
ورنہ ہوگا میرا برا حال بھیا جان
روضۃُ الاطفال کو لگائے گا یہ پیغام چار چاند بھیا جان
انتظار بہت ہے اگلے روضہ کا بھیا جان
کب چھپے گا میرا یہ خطِ انداز بھیا جان
زرہ زرہ ردی کی ٹوکری سے بچ کر بھیا جان
واہ کیا بات ہے روضۃُ الاطفال کی بھیا جان
ہے یہ ایک بچوں کے لیے سچا پیغام بھیا جان
آپ کو میری طرف سے بہت پیار بھیا جان

(سلیم اللہ۔ فیصل آباد)

آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے مقصد کی نہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حکمران ہوں تو ایسے

حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ مشہور تاجر بھی تھے۔ دوسری صبح اٹھتے ہی آپ نے حسب معمول کپڑوں کے تھان اپنے کندھے پر رکھے اور منڈی کی جانب چل دیے تاکہ تجارت سے اپنے خاندان کی کفالت کر سکیں۔ راستے میں انہیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''امیر المومنین! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔'' خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے: ''منڈی جا رہا ہوں تاکہ تھوڑی بہت تجارت سے کچھ کما سکوں۔''

''ریاست کے سربراہ ہونے کے بعد تو آپ کو یہ کام چھوڑ دینا چاہیے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیرانی کے عالم میں کہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''تو پھر روٹی کہاں سے کھاؤں گا؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سر پکڑ کر رہ گئے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سرکاری خزانہ (بیت المال) کے نگران تھے۔ وہ سارے معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے انہوں نے جلدی جلدی کچھ حساب کتاب کیا اور اندازہ لگایا کہ عام مسلمان خاندان کے روزمرہ کے اخراجات کتنے ہوں گے۔ کافی سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ خلیفہ کی سرکاری تنخواہ کے لیے بس یہی چیزیں کافی ہیں کہ ان کے اہل عیال کے لیے روزانہ کی خوراک کی اشیا، دو چادریں موسم سرما اور دو موسم گرما کے لیے۔ چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ سامان بطور سرکاری تنخواہ قبول کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سرکاری تنخواہ انہیں اس وقت تک منظور نہ ہوگی جب تک عوام اس کی منظوری نہ دے دیں۔

دراصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیت المال سے اتنی قلیل تنخواہ بھی وصول کرنے پر آمادہ نہ تھے مگر انہوں نے اسے محض نجات مجبوری قبول کر لیا تاکہ انہیں کسی قسم کی ذاتی تجارت نہ کرنی پڑے اور وہ سارا وقت سرکاری فرائض کی ادائیگی اور لوگوں کی خدمت میں ہی صرف کر دیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ بستر مرگ پر تھے تو آپ نے حساب لگایا کہ آپ نے اس وقت تک سرکاری خزانے سے کس قدر سامان بطور تنخواہ وصول کیا تھا۔ آپ نے فوراً وصیت کی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو میری تمام جائیداد بیچ دی جائے اور تمام وصول شدہ رقم میری کل تنخواہ کے عوض سرکاری خزانے میں فوراً جمع کروا دی جائے۔

(حاشر علی۔ جھنگ صدر)

پریشانیوں اور غم سے نجات

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر اپنے خیال میں زیادہ درود بھیجتا ہوں تو آپ مجھے یہ ارشاد فرمائیے کہ میں اپنی دعا اور وظیفے کے خاص وقتوں میں کتنا وقت صرف آپ پر درود بھیجنے کا مقرر کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس قدر تم چاہو اور جتنا چاہو۔'' میں نے کہا کہ چوتھائی حصہ مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنی تمہاری مرضی ہو مقرر کرو اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' پھر کہا کہ آدھا وقت دعاؤں کا صرف آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا مقرر کر لوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس قدر چاہو کر لو لیکن اس سے بھی زیادہ کرو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا میں اپنی دعاؤں کا سارا وقت آپ ﷺ پر درود بھیجنے کے لیے مخصوص کر لوں اور سوائے درود شریف کے اور کوئی دعا نہ کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو تیرے لیے دنیا و آخرت کے کام سدھر جائیں گے اور دونوں کی پریشانیوں سے بچا لیے جاؤ گے اور تمہارے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' (ترمذی)

(حافظہ فرح بشیر۔ فیصل آباد)

میں فلسطین ہوں

عبدالحمید صادق، ملتان

محمود مسجد اقصیٰ میں بیٹھا اپنے سمارٹ فون میں کی چوڑی سکرین کو گھورے جا رہا تھا، وہ کبھی سکرین کی طرف دیکھتا اور کبھی بے یقینی میں سر جھٹکنے لگتا۔ اسے ابھی تک عمر کی بات پہ یقین نہیں آیا تھا۔ عمر سے اس کی بات چیت چند دن پہلے ایک فیس بک پوسٹ پہ کمنٹ کے نتیجے میں شروع ہوئی تھی۔ رسمی سوال و جواب کے بعد جب محمود کو پتا چلا کہ عمر کا تعلق پاکستان سے ہے تو اس کو دل میں عجب سی اپنائیت محسوس ہوئی۔ یہ اپنائیت اسے اکثر پاکستان کے بارے میں کچھ نہ کچھ سننے پہ محسوس ہوتی تھی۔ وہ اکثر جب مسجد اقصیٰ کی طرف جاتا یا کسی اور کام سے غزہ میں گھومتا پھرتا تو اسے پاکستان کے جھنڈے والی جیکٹ میں ملبوس نوجوان بچوں میں کچھ بانٹتے یا ضرورت مندوں میں کچھ نہ کچھ تقسیم کرتے نظر آتے تھے۔ اسے پاکستان کے بانی محمد علی جناح کا اسرائیل کی تشکیل کے خلاف سخت موقف یاد آیا اور وہ سب بیانات یاد آئے جو اس نے ایک بار اپنے بوڑھے دادا سے سنے تھے لیکن آج پاکستان سے عمر کے آئے پیغام اور سوال نے اسے حیران کر دیا تھا۔ سامنے صف پہ پڑے رومال میں اسرائیلی فوج سے لڑنے کیلئے جمع کیے گئے پتھروں کو دیکھ کر وہ عمر کو جواب دینے کیلئے مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا۔ وہ اسے مسجد اقصیٰ کی تاریخ بتانا چاہتا

تھا۔ وہ اسے اس خطے میں لگے ان انبیا کے مبارک قدموں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا جنہوں نے نبی محترم حضرت محمد ﷺ کی امامت میں سفر معراج کے دوران نماز ادا کی تھی۔ وہ اسے مجاہدین کے ان قافلوں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا جنہوں نے پے در پے حملے کر کے اور اپنا قیمتی خون بہا کر اس خطے کو آزاد کروایا تھا۔ ایک لمبی سانس کے بعد محمود کی انگلیوں نے سکرین پہ جنبش کرنی شروع کی۔ محمود کے پاس وقت بہت کم تھا، اسرائیلی فوج کسی بھی وقت دوبارہ سے مسجد پہ قبضہ کرنے کیلئے حملہ کر سکتی تھی۔ اس نے عمر اور اسکے دوستوں کے نام پیغام لکھنا شروع کیا جو اپنے درخشاں ماضی سے بے خبر تھے۔ پیارے عمر یہ وہ علاقہ ہے جہاں بہت سارے انبیاء کرام کی بعثت ہوئی اور ان انبیا نے ایک اللہ کی عبادت کا پیغام اس علاقے سے شروع کیا؟ یہ ایسا علاقہ ہے جہاں سے خاتم الانبیاء جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے لئے رخت سفر باندھا۔ یہ وہ ارض مقدس ہے جہاں نماز پڑھنے کا ثواب بیت اللہ اور مسجد نبوی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ اس علاقے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے فتح کیا، لیکن حالات ہمیشہ ایک سے نہ رہے مسلمان جہاد چھوڑ کر دنیا وی مال و دولت جمع کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مقابلے کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے یہ علاقہ دوبارہ یہودیوں کے قبضے میں چلا گیا یہودیوں نے سن ۱۰۹۷ء میں اس علاقے پر اپنا قبضہ جمایا۔ کافی عرصہ مسجد اقصیٰ کی محرابیں اذان

کی آواز کو ترستی رہیں بالاخر ایک مرد مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے شدید محنت اور قربانیوں کے بعد ۱۳۵۲ء میں یہ علاقہ یہودیوں کے قبضے سے آزاد کروالیا۔ اس ارض مقدس کا نام القدس ہے جس کو یروشلم بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد کئی ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ اس کے بعد تبدیلی قبلہ کا حکم آیا اور مسلمانوں نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی۔ یہ بیت المقدس انبیاء کی سرزمین ہے۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ علاقہ فتح

ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فلسطین کے بعض مقامات فتح کر لیے تھے اور فاروقی عہد تک نابلس، لُد، عمواس کے علاقے فتح ہو چکے تھے۔ عمرو بن العاص رومی فوجیوں کے خلاف جنگ میں مصروف تھے۔ ان کا مقابلہ روم کے بڑے جرنیل اطربون کی فوج سے تھا۔ اطربون فلسطین کے شہر اجنادین میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے لشکر نے اجنادین کا محاصرہ کر کے اطربون کو بیت المقدس کی طرف دھکیل دیا تھا۔ رملہ اور بیت المقدس دو ایسے شہر تھے جہاں رومی مسلمانوں سے لڑ سکتے تھے۔ اطرابُون نے ایک دھمکی آمیز خط سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ یہ علاقہ تم فتح نہیں کر سکتے۔ جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ میں اس ملک کا فاتح ہوں۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اپنے دوستوں سے مشورہ کر لو...... شاید تمہاری عبرت ناک تباہی سے پہلے تمہیں کوئی نیک مشورہ دے۔ تاریخ کی کتابوں میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ اطربون نے جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا۔ تو اس جملے پر کہ "میں اس ملک کا فاتح ہوں" ہنسا اور اس کے ساتھیوں نے اس سے پوچھا کہ اسے یہ کیسے معلوم ہوا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس ملک کا فاتح نہیں ہے۔ اطربون نے جواب دیا کہ تورات کی تعلیمات کے مطابق بیت المقدس کے فاتح کا نام "عمر" ہے۔ جس میں تین حرف ہیں۔ اس دوران اطرابون اور بیت المقدس کا پادری قلعہ بند ہو گیا بالآخر پادری نے درخواست کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تشریف لائیں اور ہم سے صلح کریں جس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ بیت المقدس کی آزادی آپ کی تشریف آوری سے مشروط ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور ۱۶ ہجری ۶۳۷ء کو آپ بیت المقدس روانہ ہو گئے۔ آپؓ کا سفر عجیب و غریب تھا کہ آپ نے اونٹنی پر سفر کیا اس پر دو تھیلے تھے۔ ایک میں ستو اور دوسرے میں کھجوریں، اور ساتھ میں پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ۔ سفر لمبا تھا اس لیے ایک غلام کو ساتھ لیا اور اس غلام سے فرمایا کہ یہ مت سمجھنا کہ تمام راستہ میں سواری پر بیٹھ کر آرام سے سفر کرتا رہوں گا اور تم پیدل چلتے رہو گے کیونکہ یہ انصاف کے خلاف ہے۔ اس طرح دوران سفر کچھ سفر آپ اونٹ پر بیٹھتے اور غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتا اور پھر غلام اونٹ پر بیٹھتا اور آپ اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتے۔ مقام جابیہ پر صلح نامہ تیار ہوا اور رومی حکومت کا نمائندہ اور عیسائیوں کا پادری بھی موجود تھا۔ اتنے میں اطلاع ملی کہ امیر المومنین تشریف لا رہے ہیں. سیدنا ابو عبیدہؓ استقبال کے لیے تشریف لے گئے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سرداران فوج سیدنا عمرؓ کا پھٹا ہوا اور میلا کچیلا لباس دیکھ کر ایک قیمتی پوشاک آپکی خدمت میں پیش کرنے لگے اور عرض کی کہ یہ لباس اتار کر اس لباس کو پہن لیں تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں اسلام کی عزت کافی ہے۔ عیسائیوں کے پادری صفرینوس کا خیال تھا کہ امیر المومنین کالاؤ لشکر نظر آئے گا لیکن انہوں نے جو دیکھا کہ ایک آدمی

اونٹنی پر بیٹھا ان کی طرف آرہا ہے اور دوسرا نکیل پکڑے آگے چل رہا ہے اور ان کا حلیہ یہ تھا کہ پاؤں میں پیوند لگے جوتے، بالوں پر گرد و غبار، پیوند لگا کرتا، ایک دو نہیں پورے چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ جن میں سے کچھ چمڑے کے تھے پادری کا دل قبول نہیں کرتا تھا کہ وہ عظیم المرتبت فاتح جس نے سلطنت روم اور فارس کو تخت تاراج کیا، کیا وہ ایسا ہو سکتا ہے لیکن ان کی مذہبی کتابوں میں جس فاتح کا ذکر تھا ان کا حلیہ بالکل وہی تھا۔ یہ سب دیکھ کر عیسائیوں کے پادری نے بیت المقدس کی چابیاں عمر کے حوالے کر دیں۔ فلسطین کی فتح مکمل ہونے کے بعد آپ بیت المقدس میں تشریف لے گئے، جب بیت المقدس قریب آیا تو رومیوں نے عالم عرب و عجم کے فرمانروا کے لئے دروازے کھول دیے اور کہا بے شک یہی فاتح بیت المقدس ہے۔ پھر آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے محراب کی جانب بڑھے اور آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سجدہ والی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ بیت المقدس تشریف لانے سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا یوں بیت المقدس میں اذانیں گونجنے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد زیادہ دیر مسلمان اپنی داخلی کمزوریوں اور لڑائیوں کی وجہ سے اس پر اپنا قبضہ نہ رکھ سکے سن ۱۰۹۷ میں یہودیوں نے اس علاقے پر اپنا قبضہ جما لیا اور ۱۳۵۲ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس علاقے کو فتح کیا۔ صلاح الدین ایوبی کی کامیابیوں کے بعد یہودیوں نے باقاعدہ ایک تحریک کھڑی کی جس کو صیہونی تحریک کہا جاتا ہے۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنایا جائے۔ اس منظم تحریک کا آغاز سترویں صدی عیسوی میں ہو چکا تھا، وقت گزرتا گیا اور یہودیوں نے فلسطین پر اپنا قبضہ جما لیا اور آج تک مسلمانوں کے لئے وہاں کوئی آزادی نہیں۔ اسرائیلی فوج آئے روز فلسطین میں مسلمانوں پر بمباری کر کے ان کا جانی و مالی نقصان کرتی رہتی ہے۔ اس دوران ماؤں کی گودیں اجڑتی رہیں، پھول جیسے بچے یتیم ہوتے رہے، پاک دامن بہنوں کی عزتیں تار تار ہوتی رہیں، بوڑھوں کی بزرگی کو پامال کیا گیا۔ نوجوانوں کو ابدی نیند سلا دیا گیا...... پیارے عمر یہ سب مظالم ابھی جاری ہیں اور ہم قربانیاں پیش کرتے جا رہے ہیں اور تم پوچھ رہے ہو کہ یہ سب کس لیے؟ عمر اب اپنے سوالات پہ نادم تھا اور حیران و پریشان بھی کہ وہ اپنی تاریخ سے کس قدر لاعلم ہے؟ محمود کے ساتھ اس گفتگو کے بعد چند دن تک عمر کا رابطہ کوشش کے باوجود محمود سے نہیں ہو سکا اور آج اسے سوشل میڈیا کے ذریعے ایک تصویر ملی تھی۔ مسجد اقصیٰ پہ اسرائیلی فوج کے حملے کے دوران پتھر بازی کے جواب میں اندھا دھند فائرنگ کی جس سے متعدد فلسطینی شہید ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ہنستا مسکراتا چہرہ عمر کو دیکھا بھالا سا لگا۔ عمر نے غور کیا تو یہ وہی فلسطینی محمود تھا جس نے آج اپنا لہو بھی القدس کے دفاع میں پیش کر دیا تھا۔ عمر کو اس لہو سے روشن ہوئے چراغ کی روشنی میں ساری امت اکٹھی ہوتی نظر آ رہی تھی اور وہ پر عزم تھا کہ فلسطینی مسلمانوں کیلئے وہ اپنی ساری صلاحیتیں صرف کرے گا۔

نافرمانی کے کام میں اطاعت نہیں، اطاعت صرف نیکی کے کام میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

کھٹی میٹھی گاجریں

اللہ تعالیٰ نے گاجر کی صورت میں انسان کو بہت بڑی نعمت سے نواز رکھا ہے۔ کیونکہ اس نعمت سے استفادہ بڑا مفید اور صحت کیلئے کسی تحفہ سے کم نہیں۔ اس کا استعمال فشار خون اور السر سے محفوظ رکھتا ہے۔ طبیعت میں بے چینی کو کم کر کے خون بنانے کے عمل کو تیز کرتا ہے۔ خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کرنے میں مفید ثابت ہوتا ہے، کچی گاجریں کھانا یا گاجر کا جوس پینا جلد میں سفیدی لاتا ہے، اسی طرح ناخنوں میں سفید دھبے ختم کر کے انہیں صحت مند اور سرخی مائل کرنے میں گاجروں کا ثانی نہیں۔ نباتاتی لحاظ سے گاجر ایک جڑ ہے، یعنی ہم پودے کا جو حصہ کھاتے ہیں وہ ایک جڑ ہوتی ہے جسے Taproot کہتے ہیں۔ گاجر کی جڑ بطور سبزی دنیا بھر میں استعمال ہوتی ہے۔ عموماً گاجر کی جڑ سرخ رنگ کی ہوتی ہے، البتہ مختلف اقسام کی بنا پر اس کا رنگ کالا، جامنی، سفید پیلا بھی ہوتا ہے، گاجر یورپ اور ایشیا کا مقامی پودا ہے جسے دنیا بھر کے لوگ مختلف طریقوں سے بطور سبزی استعمال کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے FAO کے مطابق دنیا بھر میں گاجروں کی سالانہ پیداوار 36 ملین ٹن سے زائد ہے۔ 2011 کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا بھر میں کل پیداوار 25.658 ملین ٹن تھی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ 1100 سال پہلے بھی ایران اور افغانستان کے لوگ گاجر کاشت کیا کرتے تھے۔ گویا گاجروں کا انسانی کھانوں کے ساتھ تعلق صدیوں پرانا ہے، گاجروں کا قدرتی رنگ اور ذائقہ بھی انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ گاجروں کی رنگت کی وجہ ایک مادہ ہوتا ہے، جسے کیروٹین کہا جاتا ہے۔ گاجروں کی غذائی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔ اسے کھانے سے طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ گاجر میں 88 فیصد تک پانی ہوتا ہے، اس کے علاوہ اس میں نشاستہ غذائی، ریشے، چکنائی اور پروٹین بھی پائی جاتی ہے، گاجروں میں وٹامن A وٹامن C اور بہت سے وٹامن بھی پائے جاتے ہیں اسی طرح گاجروں میں کئی طرح کے نمکیات بھی موجود ہوتے ہیں۔ جن میں قابل ذکر کیلشیم، آئرن فاسفورس، پوٹاشیم ہیں، پروردگار عالم کے اس بے نظیر خزانہ سے استفادہ کئی طریقہ سے کیا جاتا ہے، جن میں گاجروں کا کچا استعمال، گاجر کا حلوہ، جوس، بحیثیت سبزی اور اچار وغیرہ شامل ہیں۔ گاجر پیدا کرنے والے ممالک میں چین پہلے نمبر پر ہے۔ اس کے بعد روس، امریکہ، ازبکستان کا نمبر آتا ہے، پاکستان میں بھی گاجریں کاشت کی جاتی ہیں جو بمشکل مقامی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔

محترم قارئین!

ایک مرتبہ پھر ہماری زندگی میں گاجروں کا موسم آن پہنچا ہے اب یہ ہمارا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے ہم کس قدر فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس نعمت پر اپنے رب کا کتنا شکر ادا کرتے ہیں۔

(رقیہ حکیم عبدالمجید۔ سادو گورائیہ)

وعدے کا پاس

ایران کا مشہور سپہ سالار ہرمزان قیدی بنا کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا آپ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اس نے ٹھکرا دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے کیوں کہ اس نے اسلام کو بڑا نقصان پہنچایا تھا جب اس قتل کی تیاری ہوگئی تو اس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا، میں پیاس سے نڈھال ہوں کیا ایسا ممکن ہے کہ مجھے پانی پلایا جائے ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا لیکن خوف کے باعث اس سے پانی پیا نہیں جا رہا تھا یہ دیکھ کر عمر فاروق نے فرمایا: جب تک تم پانی نہیں پیو گے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی اس نے پانی نیچے گرا کر ضائع کر دیا اور کہا: امیر المومنین دیکھئے آپ نے وعدہ کیا ہے اب اسے پورا کیجیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں قتل کرنے سے فی الحال رک جاتے ہیں۔ میں تمہارے معاملے میں غور فکر کروں گا پھر جلاد کو حکم دیا کہ تلوار ہٹا لو۔

اب اس نے بلند آواز میں پکارا: میں گواہی دیتا ہوں نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اسلام لے آئے ہو۔ مگر یہ تو بتاؤ جب میں نے اسلام کی دعوت دی تھی تو اس وقت تم نے قبول کیوں نہ کیا؟

ہرمزان نے جواب دیا مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس وقت اسلام قبول کر لیتا تو میرے بارے میں کہا جاتا کہ موت سے گھبرا کر اسلام قبول کیا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کی عقلمندی دیکھ کر فرمایا: ''اہل فارس کی عقلیں پہاڑوں جیسی ہیں۔'' (بحوالہ سنہرے اوراق)

(عاتکہ مبین۔ لاہور)

تقویٰ کیا ہے؟

(ایمان سحر بوریوالہ)

پیارے بچو! راج دلارے بچو ایک روز امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تقویٰ کسے کہتے ہیں؟'' کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا؟ ''کیا آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی خاردار جھاڑیوں والے راستے پہ سفر کیا ہے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اپنے کپڑے سمیٹ کر اور اپنا جسم بچا کر گزرتا ہوں۔ تاکہ مجھے کوئی کانٹا نہ لگ جائے۔'' سیدنا کعب نے کہا: ''اسی کا نام تقویٰ ہے۔''

یعنی یہ دنیا ایک خاردار جنگل ہے جس میں گناہوں کے کانٹے ہی کانٹے ہیں۔ اس جنگل میں انسان کا اس طرح گزرنا کہ اس کا دامن کانٹوں سے پاک رہے۔ تقویٰ کہلاتا ہے۔

پیارے بچو! ہمیں اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں جو چھوٹی چھوٹی بے ایمانیاں کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ کسی بچے کے پاس کوئی اچھی چیز دیکھ کر اس سے حسد کرتے ہیں۔ کسی کا دل اپنی باتوں سے دکھاتے ہیں۔ کسی کے رنگ وروپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی باتوں سے کسی پر طنز کے تیر برساتے ہیں یا کسی کی غربت کا مذاق اڑاتے ہیں تو یہ بھی گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے قول و فعل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں اور اپنے دل میں اللہ کا خوف پیدا کریں۔

پیارے بچو! تقویٰ کا مطلب پرہیزگاری اور خوف خدا ہے۔ اسی لیے ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے پرہیز کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ ہمیں ایک اچھا سچا مسلمان بنا دے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: پس جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا اور پرہیزگاری کی۔'' (اللیل 5)

پیارے بچو! ہمیں چاہیے کہ ہم نیکی کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کریں اور زندگی کے ہر معاملے میں تقویٰ سے کام لیں کیونکہ تقویٰ ہمیں جہنم کی آگ سے بچاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال اور دولت خرچ کریں۔ غریبوں کی مدد کریں اور اسی طرح ہم دنیا میں نیک نامی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی اجر کے مستحق ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ماخوذ: آیئے اسلام سیکھیں)

گلدستہ روضہ

رسول اللہ ﷺ کا اخلاق

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی آپ ﷺ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا۔ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔ میں نے کسی حریر و ریشم کو نہیں چھوا جو آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو اور نہ کستوری اور عطر کو سونگھا جو رسول اللہ ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار ہو۔ (بخاری و مسلم)

(خدیجہ زید۔ فیصل آباد)

پہاڑ جتنا صدقہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی پاکیزہ حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے (یاد رکھو اللہ سوائے پاکیزہ شے کے صدقہ قبول نہیں کرتا) تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے پھر وہ اس صدقے کو صدقہ کرنے والے کے لیے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ (وہ کھجور کے برابر صدقہ) پہاڑ جتنا بڑھ جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(اسماء زید۔ فیصل آباد)

پوری کائنات میں

نہ کوئی انسان محمد ﷺ جیسا
نہ کوئی کلام قرآن جیسا
نہ کوئی مذہب اسلام جیسا
نہ کوئی سچا ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا
نہ کوئی عادل عمر رضی اللہ عنہ جیسا
نہ کوئی سخی عثمان رضی اللہ عنہ جیسا
نہ کوئی بہادر علی رضی اللہ عنہ جیسا

(عبدالقیوم۔ اوکاڑہ)

کاتبین وحی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔ جبکہ سب سے پہلی وحی حضرت ابی ابن کعب سے لکھوائی گئی اور اکثر آخر تک حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کاتب وحی رہے۔

(حمنہ بنت محمد عمران، جڑانوالہ)

روضۃ الاطفال

سب سے اچھا سب سے پیارا
ہے روضۃ الاطفال ہمارا
دیکھنے میں ہے کتنا پیارا
پڑھنے میں ہے اتنا سچا
سچی باتوں سے ہے بھرا
جھوٹی باتوں سے پاک کھرا
جب بھی اس کو پڑھو
اس پر عمل بھی کرو
یہی دین سکھاتا ہے
ہمارا دینی علم بڑھاتا ہے
اس کی کتنی شان ہے
روضۃ الاطفال سب سے عالی شان ہے

(محمد اسد سعید، فورٹ عباس)

اقوال زریں

☆ عارف وہ ہے جو لوگوں میں رہ کر لوگوں سے دور رہے۔
☆ اپنی ضرورتوں کو کم کرو تو راحت ملے گی۔
☆ انسان کا سب سے بڑا بوجھ غصہ ہے۔
☆ انسان عقل سے پہچانا جاتا ہے شکل سے نہیں۔
☆ سچا دوست دو جسموں میں ایک روح کی طرح ہوتا ہے۔

(عزیز الرحمٰن۔ لاہور)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

شمارہ نمبر 1 260

قیمت Rs.6

جلد نمبر 18

18 ربیع الثانی 1438ھ، 5 جنوری 2018ء

عزمِ نو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارے کی زینت

صفحہ	عنوان	مصنف
3	مثالی طالب علم	عزیز الرحمن
4	علم کا سمندر	سکندر تارڑ
5	قاضی کا جواب	میمونہ صادق
6	محنت کا پھل	اخت حبیب اللہ
7	بچے کا اذکار	عتیق الرحمن جرار
8-9	عزم نو	جنید الرحمن
10-11	قدر اللہ وما شاء فعل	عبد الحمید
12	گنتی سالوں کی	محمد سیاف
13	پزل گیم	ادارہ
14	گلدستہ روضہ	ادارہ
15	خط کہانی	ادارہ
16	ننھے سائنسدان	عثمان شہباز

میٹھے بول

قرآن کریم کی سورہ المزمل میں اللہ تعالی رحمت اللعالمین محمد ﷺ سے مخاطب ہیں کہ رات کو اٹھیے اور آدھی رات یا اس کا کچھ حصہ قیام کیجیے۔ محمد ﷺ کے منصب پر اگر غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کا دن بہت مصروفیت والا ہوتا ہے، مختلف وفود رسول اللہ ﷺ سے ملنے آتے، آپ ﷺ دنیا سے ظلم و جبر کے خاتمہ کیلئے لشکر تشکیل دیتے اور معاشرے میں کفر و شرک کے خاتمے کیلئے ہمہ وقت مصروف رہتے۔ صرف رات کا وقت ایسا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ اس مصروف ترین زندگی سے نسبتاً فارغ ہوتے لیکن تب بھی نیند کو بہت کم وقت دیتے اور رات کے پچھلے پہر خود بھی قیام کرتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ اگر ہم اپنے معمولات زندگی پہ نظر دوڑائیں تو رسول اللہ کے مقابلے میں ہماری مصروفیات کچھ بھی نہیں اور ہمارے پاس بہت سا وقت اضافی ہوتا ہے جس میں ہم بہت سے مفید کام کر سکتے ہیں لیکن ہم اس قیمتی وقت کو زیادہ تر سونے میں گزار دیتے ہیں۔ کچھ بھائی تو ایسے ہیں جو 2017 میں سوئے اور اتنا سوئے کہ 2018 میں اٹھے لیکن نیند کا نشہ ایسا ہے کہ پھر بھی جہاں رضائی دیکھی اس میں گھس جاتے ہیں حالانکہ زیادہ سونا انسانی صحت کیلئے نقصان کا باعث ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جنہیں دنیا میں بڑے بڑے کام کرنے ہوں انہیں تو رات کو 4,5 گھنٹے اور دوپہر میں کچھ وقت کیلئے آرام کے علاوہ بالکل نہیں سونا چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دو چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں زیادہ تر لوگ خسارے کا شکار ہیں ایک صحت اور دوسری فراغت" پیارے بچو عیسوی شمسی تقویم کے مطابق نئے سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگر ہم تھوڑا محنت کر کے اپنے نئے سال کی منصوبہ بندی کر کے اپنے فارغ وقت کو بہتر انداز میں گزارنے کی کوشش کریں تو ہم ان افراد کی فہرست سے نکل سکتے ہیں جو خسارے کا شکار ہیں۔ پیارے بچو باقی نعمتوں کے برعکس وقت ایک ایسی نعمت ہے جو دنیا کے ہر انسان کو برابر ملتی ہے ہر انسان کیلئے دن و رات میں 24 گھنٹے ہی ہوتے ہیں اور سال میں کم و بیش 365 دن۔ جو لوگ اس نعمت کو ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں اور اسے مفید کاموں میں صرف کرتے ہیں وہی لوگ دنیا میں رہنمائی اور قیادت کرتے ہیں۔ پیارے بچو آپ کے نازک کندھوں پہ آنے والے وقتوں میں پوری امت کا بوجھ پڑنے والا ہے۔ کشمیر، فلسطین، افغانستان، بھارت، برما، چیچنیا، بوسنیا یعنی دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے مظلوم مسلمان پاکستان ہی کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھتے ہیں اور وطن عزیز پاکستان کا مستقبل آپ سے وابستہ ہے۔ آپ کے وقت کا ضیاع صرف آپ کے نہیں بلکہ پوری امت کے وقت کا ضیاع ہے۔ لہذا اپنے وقت کو بھرپور انداز میں صرف کرنے کی منصوبہ بندی کریں۔ سال 2018 کو گذشتہ سال سے بہتر بنانے کیلئے ابھی سے کمربستہ ہوں۔ اس سال کو جھوٹ، چغلی، بے فائدہ شرارتوں کی بجائے عبادات کی پختگی، ایثار و قربانی سے مزین کریں۔ خود کو علمی طور پہ مضبوط کرنے کیلئے بہترین کتب کی فہرست بنائیں اور انہیں دنوں کے حساب سے تقسیم کریں۔ اسی طرح خود کو جسمانی طور پہ مضبوط کرنے کیلئے اپنے روزانہ کے وقت کا کچھ حصہ ورزش کیلئے مختص کریں کیونکہ اچھا مسلمان بہترین دماغ اور مضبوط جسم کا حامل ہوتا ہے۔ والسلام

آپ کے اپنے

ایڈیٹر بھیا جی

نگران محمد راشد | مدیر اعلیٰ جنید الرحمن | مدیر محمد سیاف

شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سگیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن 250 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر: 0322-4336456

PO BOX# 102, GPO, LAHORE

rozatulatfaal.pak@gmail.com

rozatulatfaal.pak

0311-6397264

علم کا سمندر

ایک شہر میں دو دوست عبدالباسط اور عمر رہتے تھے۔ وہ ہم جماعت تھے اور چچازاد بھائی بھی۔ وہ دونوں امتحان میں مقابلہ کرتے اور ہمیشہ جماعت میں اول اور دوم آتے کبھی عمر اول آتا تو کبھی عبدالباسط۔ دونوں بڑے ذہین تھے ایک دن استاد صاحب نے کلاس میں مقابلہ رکھا کہ عبدالباسط اور عمر میں سے جو زیادہ سوالوں کا جواب دے گا وہ جیت جائے گا اور اسے انعام ملے گا مقابلہ میں استاد صاحب نے ''ٹیلی سکوپ'' کے بارے میں دونوں سے سوالات کیے دونوں کو صحیح جواب دینا تھا ورنہ دونوں میں سے ایک یا دونوں ہار جاتے اور جو صحیح جواب دیتا وہ جیت جاتا۔ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے دونوں بہت گھبرائے ہوئے تھے کیونکہ وہ دونوں چھٹی کلاس میں پڑھتے تھے مگر انہیں کیا پتا کہ سوال اتنا مشکل ہوگا جو ان کی کتاب میں تھا ہی نہیں آخر کار مقابلہ شروع ہوگیا۔

استاد صاحب نے پہلا سوال عمر سے کیا کہ ''ٹیلی سکوپ'' کو کس نے ایجاد کیا؟

یہ سوال تھوڑا مشکل تھا مگر عمر کو جواب آتا تھا عمر نے جواب دیا ''اسے گلیلیو Galileo نے ایجاد کیا جو ایک مشہور سائنسدان تھا۔''

استاد صاحب نے عمر کو شاباش دی اور کہا: ''جواب درست ہے۔'' پھر استاد نے عبدالباسط سے سوال کیا:

''ٹیلی سکوپ (Telescope) کون سے سن میں ایجاد ہوئی؟

عبدالباسط کو اس کا جواب آتا تھا اور اس نے جواب دیا کہ:

''ٹیلی سکوپ (Telescope) سن 1610ء میں ایجاد ہوئی۔''

استاد صاحب نے عبدالباسط کو شاباش دی اور کہا کہ: ''جواب درست ہے۔''

اب تیسرا سوال عمر سے کیا کہ:

''ٹیلی سکوپ (Telescope) کی کتنی قسمیں ہیں؟''

اس کا جواب عمر کو نہیں آتا تھا مگر عبدالباسط کو آتا تھا اور اس نے جواب بھی دیا کہ:

''ٹیلی سکوپ (Telescope) کی دو قسمیں ہیں ریفریکٹنگ اور ریفلیکٹنگ''۔

عمر یہ میچ ہار چکا تھا اور عبدالباسط جیت چکا تھا۔

اب استاد صاحب نے دونوں میں انعام بانٹے جن میں عبدالباسط کو کتابوں کی ٹوکری اور عمر کو 100 روپے اور ایک پین ملا جس سے عبدالباسط کو بہت غصہ آگیا۔ اس نے سوچا کہ زیادہ محنت کر کے مجھے ردی کے لیے کتابیں ملیں اور اسے 100 روپے اور پین ملا جبکہ میں اول اور عمر دوم آیا ہے۔ عمر نے اسے اس بات پر ستانا شروع کر دیا کہ مجھے تم سے بہتر انعام ملا ہے۔ یہ سن کر عبدالباسط کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ مجھے اول آنے پر بھی ردی ملی ہے اور تمہیں 100 روپے بھی ملے ہیں اور پین بھی۔

جب استاد صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے عبدالباسط سے کہا کہ:

''یہ کتابیں علم کا سمندر ہیں ابھی ایک اور مقابلہ ہوگا جن میں یہ کتابیں تمہاری مدد کریں گی۔''

یہ سن کر عبدالباسط نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اور اگلے مقابلے کے لیے اسے اضافی کتابیں نہیں لینی پڑیں جبکہ عمر کو مقابلے کی تیاری کے لیے مشکل پیش آئی۔ اس طرح اگلے مقابلے میں عبدالباسط عمر سے زیادہ نمبر لے کر اول آگیا اور اپنے استاد صاحب کا پچھلے مقابلے میں کتابیں دینے پر شکریہ ادا کیا۔

عبدالباسط نے عمر کو بھی سمجھایا کہ کتابیں جتنی مرضی پرانی ہوں ان میں علم کم نہیں ہوتا اس لیے ہمیں مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔

(سکندر تارڑ۔ جھنگ)

قاضی کا جواب

قاضی ایاس بن معاویہ کی ذہانت اور فطانت کے ہر طرف چرچے تھے۔ عدالت میں بیٹھتے تو ایسے شاندار فیصلے کرتے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ لیکن وہاں حاسدین بھی بہت زیادہ تھے۔ حاسدین نے قاضی کے عیب تلاش کرنا شروع کر دیے تاکہ ان کی شخصیت کو کسی طرح داغدار کیا جائے۔

خاصی محنت کے بعد ان کو ایک بات ہاتھ لگی کہ قاضی ایاس فیصلہ کرنے میں بہت جلد باز ہیں۔ یقیناً یہ قاضی کی شان کے منافی ہے۔ سنجیدگی اور عقل مندی کا تقاضا ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے خوب غور وفکر کیا جائے اور پھر فیصلہ سنایا جائے۔

حاسدین نے لوگوں میں یہ بات مشہور کردی کہ قاضی صاحب فیصلہ کرنے میں بڑے جلد باز ہیں۔

جب قاضی صاحب کو اس معاملے کی خبر ہوئی تو انہوں نے حاسدین کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔ قاضی صاحب نے ان کو ادب سے اپنی مجلس میں بلایا ان کی خوب عزت کی پھر ان کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ اسی دوران انہوں نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا اور کہنے لگے: ساتھیو! ذرا بتانا ان انگلیوں کی تعداد کتنی ہے؟

حاضرین مجلس نے ایک نظر ان کے ہاتھ پر ڈالی اور یک زبان ہو کر بولے: ''پانچ ہیں جناب! پانچ پوری۔''

قاضی نے ان کی طرف حیرانگی سے دیکھا اور فرمانے لگے کہ تم لوگوں نے جواب دینے میں اتنی جلدی کیوں کی، تم ایک دو تین چار پانچ تک گن کر تھوڑا انتظار کرتے پھر جواب دیتے؟

لوگ کہنے لگے: قاضی صاحب اس میں انتظار اور عقل لڑانے کی کیا ضرورت جس چیز کی گنتی ہمیں معلوم ہو، بھلا اس میں انتظار کیوں کریں؟

اب قاضی ایاس نے اطمینان اور سکون کے ساتھ ان سے کہنا شروع کر دیا کہ: ''جب میرے پاس مقدمات آتے ہیں تو میں فریقین کی بات سننے کے بعد فوراً ہی معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا ہوں تو پھر فیصلہ سنانے میں کیوں دیر کروں؟''

قاضی نے اسی طرح حاسدین کو جواب دے دیا اور ان کی چال ناکام ہوگئی اور انہیں معلوم ہوگیا کہ فیصلہ سنانے میں جلد بازی نہیں کرتے بلکہ خداداد ذہانت اور صلاحیت کی بدولت بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور بغیر کسی تاخیر کے فیصلے تک پہنچ جاتے ہیں۔

(میمونہ بنت صادق۔ لیہ)

علم الحدیث اور احتیاط

بچو! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث کے بہت بڑے عالم اور مستند امام شمار کیے جاتے ہیں۔ حدیث کی جمع و ترتیب میں آپ نے بڑی محنت اور احتیاط کا ثبوت دیا ہے۔ آپ کی ترتیب دی ہوئی حدیث کی کتاب صحیح بخاری قرآن حکیم کے بعد سب سے زیادہ صحیح مانی جاتی ہے۔

آپ احادیث اکٹھا کرنے اور ان کی تحقیق و تفتیش نیز ان کی صحت کی جانچ میں بڑی محنت کرتے تھے۔ کوئی بھی حدیث لکھنے سے پہلے استخارہ ضرور کرلیا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر بیت اللہ کے قریب بیٹھ کر حدیث لکھا کرتے تھے۔ اس کام کے لیے بہت دور دور کا سفر اختیار کرتے۔ جہاں کہیں معلوم ہوجاتا کہ اس سلسلے میں کسی شخص کی مدد مل سکتی ہے تو وہاں پہنچ جاتے اور استفادہ حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ ایک حدیث کے سلسلے میں آپ کو ایک محدث کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔

وہ ان کے گھر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کا گھوڑا رسی توڑ کر بھاگ گیا ہے اور وہ اسے پکڑنے کے لیے جارہے ہیں۔ دھوکے سے گھوڑے کو اپنے قریب بلانے کے لیے خالی ہاتھ یوں دکھانے لگے جیسے چارہ پکڑا ہوا ہے۔ چنانچہ گھوڑا دھوکے میں چلا آیا اور انہوں نے اس ترکیب سے اسے پکڑ لیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ حال دیکھا تو فوراً واپس چلے آئے۔ انہوں نے سوچا کہ ایسے شخص کی حدیث کا اعتبار کیسے کیا جاسکتا ہے جو جانور کو دھوکا دینا روا رکھتا ہو۔

یہ تھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث جمع کرنے میں احتیاط۔ ان کے نزدیک محدث کا یہ فعل بھی ایماندار کے منافی تھا اور ظاہر ہے کہ جو ایماندار نہ ہو اس کی روایت قابل اعتبار کیسے ہوسکتی ہے۔ احتیاط کی بنا پر تو ان کی مرتب کردہ حدیث کی کتاب ''الصحیح الکتاب بعد کتاب اللہ'' کہلاتی ہے۔

(برہان اظہر۔ بوریوالہ جنوبی)

گنتی سالوں کی

محمد سیاف

انسان نے جب سے شعور سنبھالا تو اسے حالت و واقعات کو یاد رکھنے اور معاملات طے کرنے کیلئے صبح وشام کی تخصیص اور دنوں کی درجہ بندی نہ ہونے کے باعث مشکلات کا سامنا تھا۔ پتھروں کے زمانے سے وقت کی تقسیم کے پیمانے مختلف رہے تھے۔ زیادہ تر اقوام چاند کے طلوع و غروب سے وقت کی تقسیم کرتی تھیں۔ یہ تقسیم آسان تھی اور اسی کو اسلام میں رواج ملا۔ دنیا میں مختلف قوموں نے وقت کی پیمائش کیلئے مختلف انداز اپنائے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلی بھی آتی گئی۔ چاند کے سفر، کسی بڑی شخصیت کی پیدائش یا انتقال یا کسی بڑے واقعے کو بنیاد بنا کر دنوں کا حساب رکھا جاتا مثلاً آمد اسلام سے قبل سالوں کا شمار ابرہہ کے کعبۃ اللہ پر حملے اور بعد ازاں اسلام کی آمد کے بعد بھی ابو طالب اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی وفات والے سال (عام الحزن) کی نسبت سے حساب رکھا جاتا۔ سورج کی روشنی اور اس کی حدت وقت جبکہ چاند کے گھٹنے بڑھنے سے دنوں کی گنتی بھی کی جاتی رہی۔ موجودہ وقت میں جہاں سائنس نے زندگی کے دیگر شعبوں کو ایک نیا رخ دیا اسی طرح دنوں کی ترتیب اور ان کے شمار کے انداز میں بھی کئی تبدیلیاں آئیں اور وقت کی تقسیم سورج کے سالانہ سفر کے مطابق کی گئی تو یہ بات سامنے آئی کہ ایک سال 365 دن، پانچ گھنٹوں، 48 منٹ اور 46.1 سیکنڈ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک ماہ کم از کم 29 دن، 12 گھنٹوں، 44 منٹ اور 2.8 سیکنڈ پر مشتمل ہوگا۔ موجودہ دور میں بھی دن و رات کو شمار کرنے کیلئے مختلف انداز رائج ہیں۔ جن میں قمری، ہجری، عیسوی، عبرانی، اور دیسی قابل ذکر ہیں۔ وقت کو ترتیب دینے کے نظام کو اردو میں تقویم اور انگریزی زبان میں کیلنڈر کہا جاتا ہے۔

تقویم کا سب سے پرانا اور سب سے آسان طریقہ قمری ہے اس تقویم کی بنیاد چاند کے سائز اور اس کے طلوع و غروب ہونے پر ہے۔ چنانچہ پہلے زمانے کے لوگ چاند کو دیکھ کر دن گنا کرتے تھے اور چونکہ چاند کا سائز ہر روز بدلتا رہتا ہے اس لیے اس کے ذریعے حساب لگانا بھی آسان ہے۔ اس تقویم کے مطابق مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا، ہر پہلی رات کے چاند سے مہینے (مہینہ کی جمع) کا آغاز ہوتا ہے، جب انتیس دنوں (دن کی جمع) کے بعد نظر آئے تو مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے ورنہ تیس دن کا۔ اسلامی یا ہجری تقویم دراصل ایک قمری تقویم ہے جو اسلام سے پہلے بھی عرب میں رائج تھی۔ بعد میں اس میں مناسب تبدیلیاں کر کے اسے حضرت محمد ﷺ کی ہجرت سے شروع کیا گیا۔

موجودہ دور میں رائج عیسوی تقویم (کیلنڈر) کی بنیاد عیسیٰؑ کی پیدائش پہ ہے یعنی کہ جس سال عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی اس سال کو پہلا سال گنا گیا۔ پہلے پہل یہ انداز صرف عیسائی اکثریتی ممالک میں رائج تھا لیکن اٹھارویں صدی میں برطانیہ کے دیگر ممالک پہ قبضے اور بعد ازاں ثقافتی جنگ میں دیگر ممالک پہ یورپی کلچر کی برتری کے باعث پوری دنیا میں اس تقویم کو عروج ملا اور پھر سائنس کی بنیاد پہ وقت کی تقسیم کی تبدیلیوں کے باعث یہ انداز زیادہ موثر بنا۔ موجودہ دور میں دنیا کے اکثر ممالک میں وقت کے شمار کا یہی انداز رائج ہے۔ پوپ گریگوری نے سولہویں صدی میں تاحال آخری قابلِ ذکر تبدیلی کی تھی اسی لیے اسے گریگورین تقویم بھی کہتے ہیں۔

عیسوی اندازِ تقویم میں ایک سال اس عرصے کے برابر ہوتا ہے جس عرصے میں زمین سورج کے گرد اپنے مدار کو پوری طرح طے کر لیتی ہے۔ یعنی سورج کے گرد ایک مکمل چکر کاٹ لیتی ہے۔ یہ عرصہ 365 دن 5 گھنٹے، 20 منٹ اور 47 سیکنڈ اور 0.4626 (اعشاریہ 4626) سیکنڈ کے برابر ہوتا ہے۔ ہم چونکہ اپنے سال کو صرف پورے 365 دنوں کا شمار کرتے ہیں اس لیے یہ ہمارا سال اصل سال سے چھوٹا ہوتا ہے۔ (تقریباً پونے چھ گھنٹے کا فرق رہتا ہے) اس لیے ہم اپنے سال کو درست رکھنے کے لیے ہر چوتھے سال میں ایک دن کا اضافہ کر لیتے ہیں۔

گلدستہ روضہ

ایک عہد

اے وطن ہم اللہ کی عظمت کی قسم کھاتے ہیں
اللہ کی حرمت و عزت کی قسم کھاتے ہیں
تیرے دامن پہ کبھی آنچ نہ آنے دیں گے
جان دے دینگے مگر تجھ کو نہ جانے دیں گے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جائیں گے
تیغ کیا چیز یہ ہم توپ سے لڑ جائیں گے
تیرے گلشن کو بہاروں سے سجائیں گے سدا
تیرے گردوں کو ستاروں سے سجائیں گے سدا
تیرے پرچم کو کبھی خم نہیں ہونے دیں گے
تیری حرمت کو کبھی کم نہیں ہونے دیں گے

(ایمان سحر۔ بوریوالا)

آپ بھی جنتی بن سکتے ہیں

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محفل میں بیٹھے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''میں نے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔''

پھر پوچھا یہ بتاؤ جنازے میں کس نے شرکت کی ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''میں نے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔''

پھر پوچھا ''آج کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''میں نے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔''

پھر دریافت کیا کہ ''آج کسی بیمار کی تیمارداری کس نے کی ہے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''میں نے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔''

بھری محفل میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ منفرد شخص تھے جنہوں نے تمام سوالات کا مثبت جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ یہ سب کام کرنے کی آج مجھے سعادت نصیب ہوئی ہے۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص میں یہ ساری خوبیاں ایک ساتھ جمع ہو جائیں وہ چلتا پھرتا جنتی ہے۔''

(صحیح مسلم)

(برھان اظہر ولد محمد امین چک نمبر: 461)

بھیا جی کے نام

نرالے ہیں بھیا جی آپ کے کام
مصروف رہتے ہیں آپ صبح و شام
کریں آپ میری بات کی طرف دھیان
دینا ہے آپ کو میں نے یہ پیغام
بہت اچھا رہے روضہ کا نظام
خدا لیتا رہے یونہی آپ سے دیں کا کام
اور ہوتا رہے ایسے ہی بلند دین اسلام
خدا کرے قبول آپ کا یہ کام
اور بنائے آپ کو جنت الفردوس کا مہمان
اب زیادہ نہ لیں آپ ہمارا امتحان
ورنہ ہو جائیں گے ہم بہت پریشان

(اخت حسیب اللہ۔ حضرت کیلیانوالہ)

بیمار پرسی کی دعا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی نے ایسے بیمار کی بیمار پرسی کی جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور اس کے قریب بیٹھ کر سات مرتبہ یہ الفاظ کہے:

اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ.

میں عظمتوں والے اللہ، بہت بڑے عرش کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔'' آمین

بیمار پرسی کرنے والا یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ مریض کو صحت یاب کر دیتا ہے۔

(جامع ترمذی حدیث: 2038)

(مسفرہ راشد۔ خانیوال)

حوض کوثر کیا ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کی کیفیت طاری ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس بات پہ مسکرائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی ہے پھر سورۃ الکوثر کی تلاوت فرمائی۔

پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ ایک نہر ہے مجھ سے میرے رب نے اس کا وعدہ کیا ہے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت کے لوگ پانی پینے کے لیے آئیں گے اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کی تعداد کے برابر ہے۔ ایک شخص کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا یا اللہ کیا یہ میرا امتی نہیں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں نئی باتیں گھڑی تھیں۔" (کتاب السنہ، سنن ابی داؤد)

(محمد راشد۔ خانیوال)

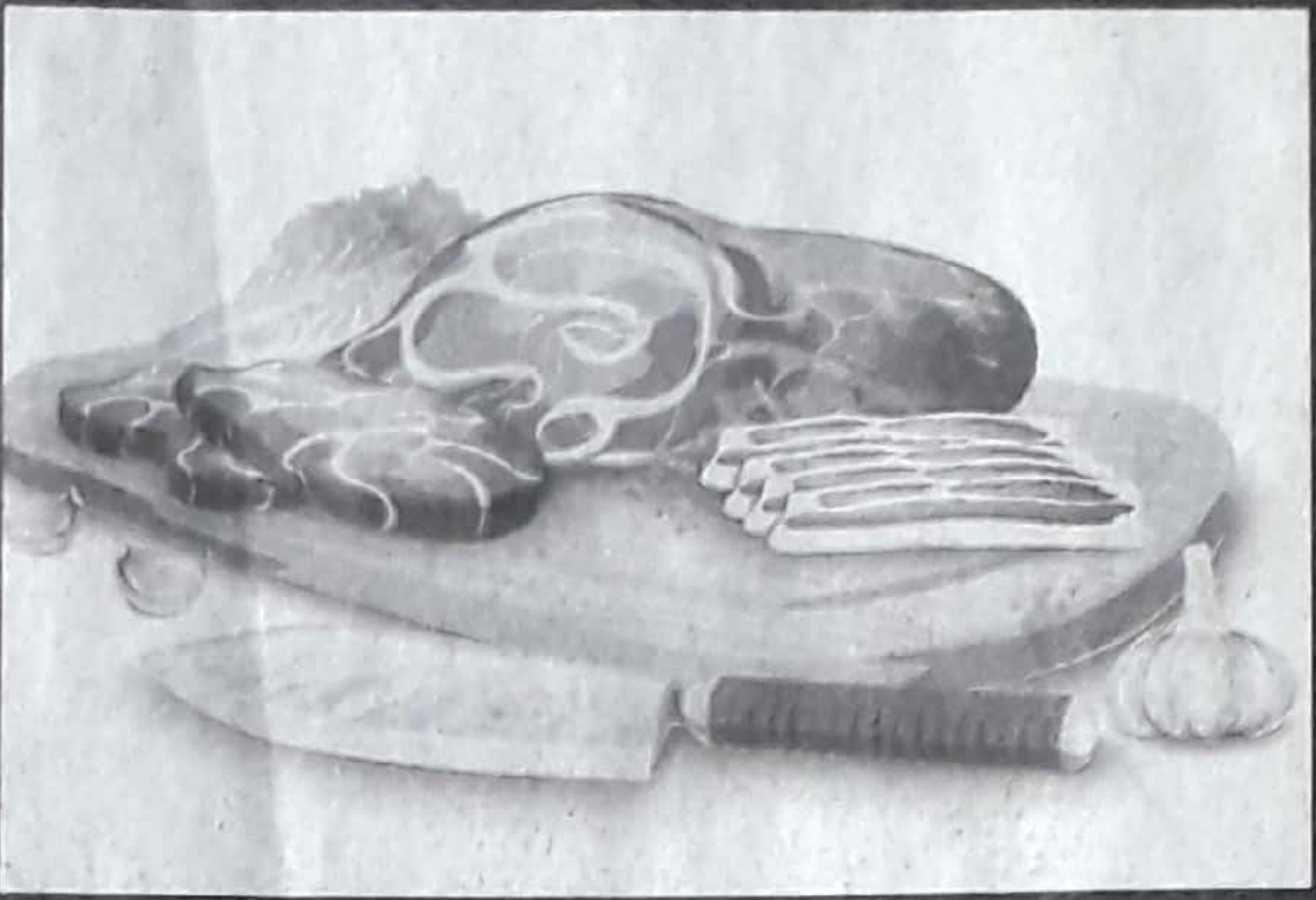

عربی سخاوت

قیس بن سعد سے پوچھا گیا: کیا آپ نے اپنے سے زیادہ کسی کو سخی دیکھا ہے؟ قیس بن سعد نے کہا: ہاں ایک مرتبہ ہم چند آدمی کسی گاؤں میں ایک عورت کے گھر گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر بھی آن پہنچا۔ عورت نے اپنے شوہر سے کہا: ہمارے ہاں چند مہمان آئے ہیں۔ شوہر فوراً ایک اونٹنی لایا، اسے ذبح کیا، پکایا اور ہم لوگوں سے کہا: چلو کھاؤ دوسرے دن وہ دوسری اونٹنی ذبح کر لایا اور کہا: کھاؤ!

"ہم لوگوں نے اس سے کہا: کل رات جو اونٹنی تم نے ذبح کی تھی۔ اس میں سے تھوڑا سا گوشت ہم لوگوں نے کھایا تھا اور باقی گوشت موجود ہے۔ دوسری اونٹنی ذبح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

عرابی بولا: "مہمانوں کو باسی کھانا کھلانا میری شان کے خلاف ہے۔"

ہم لوگ اس اعرابی کے پاس کئی دنوں تک ٹھہرے رہے، کیونکہ موسم بڑا خراب تھا۔ بارش ہو رہی تھی، وہ ہر روز اسی طرح ہماری مہمان نوازی کرتا رہا۔ جب ہم لوگ وہاں سے چلنے لگے تو اتفاق کی بات اعرابی گھر پر نہیں تھا۔ ہم نے اعرابی کے گھر میں سو دینار رکھ دیئے اور اس کی بیوی سے کہا: ہماری طرف سے معذرت پیش کر دینا۔

پھر ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ جب دن کچھ چڑھ گیا تو پیچھے سے وہ اعرابی "رکو! رکو! کی آوازیں دیتا ہوا آیا۔ وہ ہم سے قریب ہوتے ہی بولا: یہ لو اپنے دینار پکڑو! مہمان نوازی کی قیمت وصول کرنا میری عادت نہیں۔

اگر تم لوگوں نے یہ دینار واپس نہ لیے تو پھر اس نے اپنے نیزہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا اپنے اس نیزے سے تمہاری دھلائی کر دوں گا۔

چنانچہ ہم لوگوں نے دینار واپس لینے میں ہی عافیت جانی۔

(بحوالہ: سنہرے اوراق، انتخاب: بریرہ بنت عبدالغفور۔ لاہور)

پیوستہ رہ روضہ سے امید اشاعت رکھ

بیت المقدس، حکمت کی باتیں، بوجھو تو جانیں، ایفائے عہد، ماں کیا ہے؟	(محمد امین)
کرنے کے کام، سنہری باتیں	(ابو عکاشہ)
پسندیدہ اشعار، محبت کے یوں جس نے دریا بہائے	(حافظ حسن)
تجربہ، زندگی کی حقیقت، رحمت، نہیں چلتی	(محمد اسید)
احسان کی شرارت، اچانک موت، فرمان نبوی ﷺ	(محمد صہیب)
کشمیری بیٹی کی پکار، خوبصورت جواب	(عاتکہ مبین)
حمد، انمول موتی	(زارہ تعبیر)
مسلمان موت سے نہیں ڈرتا	(حمزہ ارشد)
بچوں سے پیار، ماں، سیرت النبی ﷺ	(نمرہ ریاض)
بچے کی عمر اور نماز، کعبہ کی چھت پر اذان	(سعدیہ عبدالمجید)
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور اجنبی قاتل	(زین علی)
اچھی باتیں	(عائشہ صدیقہ)
مجھے اللہ سے شرم آتی ہے	(خدیجہ طیب)
جنت کی بشارت	(مریم ضیاء)
ادلے کا بدلہ	(احمد علی)
اقبال کا خواب	(احسن رضا)
قبر تنگ ہوگئی	(حفصہ منہاس)
وقت ایک تلوار	(طلحہ سیف)
بٹیاں	(میمونہ)
مشرک کی پہچان	(مریم بشیر)
بڑھیا کی کٹیا	(وجیہا عمران)
آواز	(م[illegible] خان)
تعمیر چمن	(حافظ ثمرہ)

اللہ کے لیے محبت

ایک آدمی اپنے بھائی سے ملنے کے لیے نکلا جو دوسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بھیجا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو فرشتے نے اس سے پوچھا: "کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اپنے بھائی سے ملنے جارہا ہوں کیونکہ میں اس سے محض اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: "میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیامبر ہوں۔ اللہ تم سے اسی طرح محبت فرماتے ہیں جس طرح تم اس کی خوشنودی کے لیے اپنے بھائی سے محبت کرتے ہو۔ (مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، میری تعظیم کی وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والے کون ہیں؟ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔" (مسند احمد)

کیا ہی بابرکت ہے یہ انسانی محبت جو انسان کو اس بلند درجہ پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوشنودی کا مستحق بن جاتا ہے۔ تو پیارے بچو! آپ بھی عہد کریں کہ آپس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے محبت کو عام کریں گے۔ ان شاء اللہ

(ام معبد۔ حضرت کیلیانوالہ)

مالٹا کھائیں صحت بنائیں

محمد بن ھاشم، سرگودھا

کئی دن بادلوں کے پیچھے چھپے رہنے کے بعد جب سورج انکل نے منہ دکھایا تو ہم بھی دھوپ سینکنے کیلئے چھت پہ جا بیٹھے۔ دھوپ میں بیٹھے وٹامن ڈی حاصل کر رہے تھے کہ ساتھ ہی کانوں میں آواز پڑی۔

مالٹے، مالٹے

ٹھنڈے میٹھے

مالٹے.....

پاس بیٹھے بھائی کہنے لگے۔ محمد بھائی آج وٹامن ڈی کے ساتھ وٹامن سی بھی ہو جائے۔ میں نے کہا مالٹے تو منگوا لیتے ہیں لیکن ایک شرط یہ ہے کہ جو بھائی جتنی خصوصیات یا فوائد بتائے گا وہ اتنے ہی مالٹے کھائے گا یعنی جتنے فوائد اتنے مالٹے۔ میری اس دلچسپ شرط پر سب حیران ہو گئے اور مالٹے کے فوائد سوچنے لگے۔ میں کچھ دیر میں مالٹے خرید لایا۔

پیارے بچو! اس دن سب نے دل کھول کر فوائد بیان کیے اور مزے سے کر مالٹے کھائے۔ اتنے مزے مزے کے فوائد سن کر میں نے سوچا کہ یہی باتیں میں روضۃ الاطفال کے ننھے قارئین کو بھی بتاتا ہوں۔ پیارے بچو! مالٹا ایسا پھل ہے جس کی دنیا بھر میں ایک درجن سے زائد اقسام پائی جاتی ہیں۔ اس کی پیداوار میں 2013 کی رپورٹ کے مطابق 36 ملین ٹن کے ساتھ برازیل سرفہرست رہا ہے۔ پاکستان کا پچانوے فیصد مالٹا پنجاب میں کاشت کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں شاہینوں کا شہر سرگودھا مالٹے کی پیداوار کیلئے دنیا میں ذائقہ کے لحاظ سے سرفہرست ہے۔ ملکی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ یہاں کا مالٹا دوسرے ممالک میں بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ مالٹے کو ہر عمر کے لوگ کھا سکتے ہیں۔ مالٹے میں چونکہ مٹھاس کم ہے اس لیے شوگر کے مریضوں کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی فائدہ مند ہے جو موٹاپے سے نجات چاہتے ہیں۔ مالٹے کا چھلکا جس قدر پتلا ہو گا اسی قدر غذائی اجزاء سے بھرپور اور ذائقہ میں بہترین ہو گا۔ یہ ایسا پھل ہے جس میں وٹامن سی (C) کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس میں کولیسٹرول بالکل نہیں ہوتا۔ وٹامن سی کی وجہ سے مالٹا جسمانی مدافعاتی نظام کو مضبوط کر کے جسم کو بیماریوں اور انفیکشن سے بچاتا ہے۔ مالٹے کا جوس مسوڑوں سے خون آنے کو روکتا ہے۔ مالٹے کا جوس چہرے کی رنگت نکھارتا ہے اور نظام انہضام کو بہتر کرتا ہے۔ مالٹا بھوک بڑھاتا ہے۔ جن بچوں کو بھوک نہیں لگتی اور ان کی امی جان انہیں زبردستی کھانا کھلاتی ہیں انہیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ مالٹے کھائیں تاکہ امی جان کی ڈانٹ ڈپٹ سے بھی بچ جائیں اور کھانا بھی ٹھیک کھائیں۔ مالٹے کے اجزا خون میں شامل ہو کر جسم سے گرمی اور زہریلے مادوں کو خارج کر کے بدن کو چست رکھتے ہیں اور چہرے سے داغ دھبوں، دانوں اور چھائیوں کو دور کر کے چہرہ کو صاف اور تر و تازہ رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کو راحت بخشتا ہے۔ مالٹا موٹاپا کم کرنے میں مددگار ہے اور جسم سے پانی کی کمی کو دور کرتا ہے۔ مالٹا تیزابیت کو ختم کرتا ہے۔ مالٹے کا استعمال بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے بھی مفید ہے۔ مالٹا حلق سے نیچے اترتے ہی خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے چھلکوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے سکھا کر عموماً زردہ میں ڈالا جاتا جس سے چاول خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ مالٹے میں ریشے بھی ہوتے ہیں جو قبض جیسی بیماریوں سے بچنے کے لیے مفید ہیں۔ البتہ نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور کھانسی کی صورت میں مالٹا نہیں کھانا چاہیے۔ روغنی غذاؤں، پراٹھوں، کیک اور مٹھائی زیادہ کھانے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور بدہضمی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں مالٹے کے گودے پر کالی مرچ کا سفوف چھڑک کر کھانے سے کھانا ہضم اور بدہضمی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

پیارے بچو! اتنے فوائد پڑھ کر اب آپ کا بھی دل مالٹے کھانے کو کر رہا ہو گا۔ اس موسم سرما میں خوب مالٹے کھائیں اور اس نعمت پہ اللہ کا شکر ادا کریں لیکن یاد رہے ہر چیز کا استعمال اعتدال میں رہ کر کرنا چاہیے۔

کافر اور اسے قتل کرنے والا (مجاہد) کبھی بھی جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔ (مسلم)

گلدستہ روضہ

خوبصورت اقوال

اللہ تعالیٰ کے مہربان ہونے کی کوئی حد نہیں ہوتی وہ ہمیشہ مہربان ہوتا ہے۔ چاہے انسان خوشحالی میں ہو یا تنگی میں۔ خوشحالی میں وہ شکر کی نعمت دے کر انسان کی نیکیاں بڑھاتا ہے اور پریشانی میں صبر پر اپنے محبوب بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔

کبھی بھی افسردہ مت ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت امید بھیجتا ہے جب کوئی انسان دل و جان سے کوشش کرتا ہے۔ تیز بارش ہمیشہ گھرے سیاہ بادلوں سے برستی ہے۔

اگر کوئی آپ سے بھلائی کی امید رکھے تو اسے مایوس مت کرو کیونکہ لوگوں کی ضرورتوں کا آپ سے وابستہ ہونا آپ پر اللہ کا خاص کرم ہے۔

شرک سے محفوظ رہنے کی دعا

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ.

ترجمہ: "اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں (کسی کو) تیرا شریک ٹھہراؤں جبکہ میں مانتا ہوں اور میں تجھ سے ان غلطیوں کی بخشش مانگتا ہوں جنھیں میں نہیں جانتا۔" (مسند احمد)

(اخت حبیب اللہ)

فکر اور غم سے بچنے کی دعا

رسول اللہ ﷺ غم اور پریشانی سے پناہ مانگا کرتے اور مندرجہ ذیل دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الھَمِّ وَ الحُزنِ وَ العجزِ وَ الکَسَلِ وَ الجُبنِ وَ البُخلِ وَ ضَلَعِ الدَّینِ وَ غَلبَۃِ الرِّجَالِ۔ (صحیح بخاری)

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں پریشانی سے اور غم سے اور عاجزی سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور بخل سے اور قرض چڑھ جانے سے اور لوگوں کے غلبہ سے۔"

(مسفرہ راشد۔ خانیوال)

پہلوان کون؟

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِى يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ » [متفق علیه]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہت زیادہ طاقتور وہ نہیں جو (مقابل کو) بہت زیادہ پچھاڑنے والا ہے، بہت زیادہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔"

(خدیجہ ضیاء۔ خانیوال)

کشمیری بیٹی کی پکار

میری چادر کھینچتے ہاتھوں کو کوئی کاٹنے والا ہے کہ نہیں
اسلام کی زخمی حرمت کے دکھ بانٹنے والا ہے کہ نہیں
دنیا کی عیش میں ڈوبے ہوئے یہ دنیا تیری فانی ہے
یہ سارا کھیل تماشہ ہے پانی پہ لکھی کہانی ہے
یہ سودا عین خسارے کا کوئی ماننے والا ہے کہ نہیں
اسلام کی غیرت سانجھی ہے کوئی جاننے والا ہے کہ نہیں
میری چادر کھینچتے ہاتھوں کو کوئی کاٹنے والا ہے کہ نہیں
اسلام کی زخمی حرکت کے دکھ بانٹنے والا ہے کہ نہیں
یہ سینما گھروں میں بیٹھے ہوئے غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے
بازاروں میں بیکار کھڑے رنگوں میں کھوئے ہوئے
میری چیخ سن کر میری طرف کوئی بھاگنے والا ہے کہ نہیں
میری چادر کھینچتے ہاتھوں کو کوئی کاٹنے والا ہے کہ نہیں

(انتخاب: عاتکہ مبین، پنڈ شہیداں)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانی دل کو مختلف ناموں سے یاد کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

1۔ سخت دل: یہ ایسے دل ہیں جو عبرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی سخت ہی رہتے ہیں مگر ایسی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی آخر کار تمہارے دل سخت ہو گئے پتھروں کی طرح سخت بلکہ سختی میں کچھ ان سے بڑھے ہوئے کیونکہ پتھروں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے۔ اور کوئی خدا کے خوف سے لرز کر گر جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔" (الم 74)

2۔ زنگ آلود دل: "اعمال بد کی وجہ سے دلوں پر زنگ چڑھ جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے انسانوں کو حق بات بھی افسانہ ہی نظر آتی ہے بلکہ در اصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔" (المطففین 14)

3۔ گناہ آلود دل: "اور شہادت کو ہر گز نہ چھپاؤ جو شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ آلود ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔" (البقرہ: 253)

4۔ ٹیڑھے دل: "جن لوگوں کے دلوں میں کجی (ٹیڑھ پن) ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات کے پیچھے رہتے ہیں اور ان کے معنی پہنانے کی کوششیں کرتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (آل عمران: 7)

5۔ دانش مند دل: "جسے دل کی کجی (ٹیڑھ پن) کا خوف ہو وہ دانشمند ہے۔ دانشمند لوگ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں پروردگار جبکہ تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے۔ تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجئے۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر تو ہی فیاض حقیقی ہے۔" (آل عمران: 8)

6۔ لرز اٹھنے والا دل: "سچے اہل ایمان وہ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ (الانفال: 2)

7۔ مہر لگے ہوئے دل: "اس طرح ہم حد سے گزر جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔" (یونس)

8۔ مطمئن دل: خبردار رہو اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔" (الرعد: 28)

9۔ کانپ اٹھنے والے دل: "اور اے نبی ﷺ بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

10۔ اندھے دل: "کتنی ہی خطا کار بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا ہے اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں، کتنے ہی کنویں بے کار اور محل کھنڈر بنتے ہوئے ہیں کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (الحج)

11۔ قلب سلیم: (اس دن) جب کہ نہ کوئی مال فائدہ دے گا نہ اولاد۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لائے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔" (الشعراء 89-88)

12۔ بے ایمان دل: جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے دل اکھڑنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔" (الزمر 45)

13۔ متکبر دل: "اس طرح ان سب کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکی (بد بخت) ہوتے ہیں اور اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں نیز اس کے کہ ان کے پاس کوئی سند یا دلیل آئی ہو یہ رویہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت (غصہ دلانے والا) ہے۔ اس طرح اللہ ہر متکبر اور جبار کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔" (المومن: 35-34)

14۔ ایمان والے دل: کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے سامنے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔ (الحدید: 14)

(میمونہ صادق۔ لیہ)

جنگ کی تیاریاں عروج پر ہیں۔۔۔ لشکر اسلام دن رات جنگ کی تدابیر کرنے میں مصروف عمل ہے کیونکہ اس دفعہ دشمن بھی اپنی پوری تیاری، اسلحے سے لیس اور جوش و خروش سے آرہا ہے لشکر اسلام کا جذبہ جہاد آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ جوان، بوڑھے حتیٰ کہ بچے بھی دشمن سے مقابلے کے لیے بے تاب ہیں۔ ان ہی بچوں میں دو بڑے گہرے دوست رافع اور سمرہ بھی شامل ہیں۔ دونوں کی ہی خواہش تھی کہ وہ لشکر اسلام میں شامل ہو کر کفار سے مقابلہ کریں لیکن یہ کیا۔ امیر لشکر جب درجہ بندی کے لیے تشریف لائے تو زیادہ چھوٹے بچوں کو نکالنے لگے۔ یہ دونوں بھی پریشان ہو جاتے ہیں کہ کہیں ہمیں بھی نہ نکال دیا جائے۔ یہ سوچ کر رافع صاحب پاؤں کے انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ قد میں بڑے نظر آئیں جس کی وجہ سے ان کو لشکر اسلام میں شامل کر لیا جاتا ہے اور ان کے دوست سمرہ کو باہر نکال دیا جاتا ہے۔

سمرہ کی کیا کیفیت ہوئی؟ اب آپ ذرا سوچیں کہ آپ اور آپ کا کوئی دوست کسی مقابلے میں شامل کر لیا جائے اور آپ کو اس قابل نہ سمجھا جائے تو آپ کی کیفیت کیا ہوگی؟ یہی حال سمرہ کا ہوا۔ تڑپ اٹھے فوراً امیر لشکر کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں امیر صاحب میرا دوست رافع بھی عمر میں میرے جتنا ہے آپ نے اس کو جنگ میں جانے کی اجازت دی ہے جبکہ مجھے لشکر سے نکال دیا ہے۔ آپ ایسا کریں۔۔۔ میری اور رافع کی کشتی کروا لیں جو جیت جائے اس کو لشکر میں شامل کر لیں۔۔۔ ادھر امیر صاحب ان بچوں کے جذبہ جہاد کو دیکھ کر حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی ہیں۔ مقابلہ کروایا جاتا ہے۔ لیں جی!

سمرہ جیت جاتے ہیں لیکن رافع اور سمرہ دونوں کو جنگ میں جانے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ کیونکہ امیر صاحب دیکھ چکے تھے کہ دونوں میں سے ایک بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہے۔۔۔!!

عزیز ساتھیو! اب آپ بھی تجسس میں پڑے ہوں گے کہ پتا نہیں یہ کون سی جنگ ہے؟ کون سے امیر ہیں اور کون سا دشمن ہے؟ پریشان نہیں ہونا۔ لیں جی! آپ کو بتائے دیتے ہیں کہ یہ جنگ غزوہ احد کی ہے۔ امیر لشکر پیارے نبی ﷺ ہیں دشمن کفار مکہ ہیں اور یہ بچے میرے نبی ﷺ کے پیارے صحابہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔۔۔!

عزیز ساتھیو! دیکھا آپ نے کہ ہماری ہی عمر کے صحابہ کرام کیسے جہاد میں جانے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے۔ مگر۔۔۔ آج ہم لوگ کہتے ہیں کہ ہم بچے کیا کر سکتے ہیں؟ یہ جہاد کرنا اور اعلائے کلمۃ اللہ بلند کرنا شائد بڑوں کے کام ہیں۔ نہیں۔۔۔ عزیز ساتھیو آج ہمیں بھی جہاد کی تیاری کرنی ہے اور پڑھنا بھی ہے بھلا وہ کیسے۔۔۔؟

ہمیں فارغ اوقات میں ایسے کھیل کھیلنے چاہئیں جو فائدہ مند ہوں اور اسلامی کھیل کہلاتے مثلاً تیر اندازی، شمشیر زنی، تیراکی وغیرہ تاکہ اس سے ایک طرف ہماری تفریح بھی ہو اور دوسری طرف جہاد کی تیاری بھی اور جب بھی وطن عزیز اور اسلام کو ہمارے خون کی ضرورت پڑے ہم جوانوں سے بھی پہلے اگلی صفوں میں ہوں۔ کیونکہ:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

دشمنانِ اسلام کا منصوبہ خاک میں مل گیا

(انتخاب: بنت اسلام)

عمیر بن وہب خود تو جان بچا کر میدان بدر سے واپس لوٹ آئے لیکن ان کے بیٹے کو مسلمان مجاہدوں نے گرفتار کر لیا۔ عمیر بن وہب کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ مسلمان ان کے بیٹے کو باپ کی وجہ سے بہت سخت سزا دیں گے کیونکہ اس کا باپ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت اذیت دیا کرتا تھا۔ ایک دن جب صبح کے وقت عمیر بن وہب مسجد حرام میں آئے تو صفوان بن امیہ کو حطیم کی ایک جانب بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس کے پاس جا کر کہنے لگے آقائے قریش صبح بخیر۔ صفوان نے بھی جواب دیا اور اس کے بعد دونوں معرکہ بدر اور اس میں ہونے والے نقصانات کو یاد کرنے لگے۔ قیدیوں کے نام شمار کرنے لگے اور ان سرداران قریش کو یاد کر کے آنسو بہانے لگے جن کی گردنیں مسلمانوں کی تلواروں نے اڑا دی تھیں۔ اور قلیب کنویں میں ان کی لاشوں کو پھینک دیا تھا۔ صفوان بن امیہ نے لمبی سانس لی اور کہا اب ان کے بعد زندہ رہنے میں کوئی مزا نہیں۔ عمیر بن وہب نے کہا: آپ نے سچ کہا پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہنے لگے خدا کی قسم اگر میں مقروض اور عیالدار نہ ہوتا تو محمد ﷺ کو ابھی جا کر قتل کر دیتا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگا۔ میرا بیٹا چونکہ ان کے قبضے میں ہے اس لیے میرا وہاں جانا کسی قسم کا کوئی شک وشبہ پیدا نہیں کرے گا۔ صفوان نے یہ سن کر کہا: آپ اس بات کی پرواہ نہ کریں میں تمہارا سارا قرض فوراً ادا کر دوں گا اور تیرے عیال کی ذمہ داری بھی قبول کروں گا۔ اس کے بعد عمیر جب مسجد حرام سے اٹھے تو ان کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا۔ گھر جا کر بیوی کو حکم دیا میری تلوار تیز کر دو اور اسے زہر کی پان دو پھر سواری پر سوار ہو کر اپنے مشن کی تکمیل کے لیے مدینے کی طرف چل پڑے اور مسجد نبوی کے قریب اپنی سواری سے اتر کر مسجد کی طرف چل پڑے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد کے دروازے کے قریب بیٹھے آپس میں معرکہ بدر میں قتل ہونے والے اور گرفتار ہونے والے قریشیوں کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے۔ اور اللہ کی نصرت وتائید کو یاد کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی طرف دیکھا کہ وہ سواری سے اتر کر تلوار گلے میں لٹکائے مسجد کی طرف چلا آ رہا ہے تو گھبرا اٹھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر کہا کہ فوراً اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد گھیرا بنا لو اور فرمایا خدا کی قسم یہ کسی برے ارادے سے آیا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ دشمن خدا عمیر بن وہب گلے میں تلوار لٹکا کر آپ کی طرف آ رہا ہے میرے خیال میں اس کا ارادہ اچھا نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قابو کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو فرمایا اسے چھوڑ دو انہوں نے چھوڑ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"عمر رضی اللہ عنہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ تو وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گئے۔"

پھر عمیر بن وہب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"عمیر قریب آ جاؤ۔" وہ قریب ہو گیا اور عرض کی صبح بخیر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عمیر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم سے بہتر سلام کا طریقہ بتا کر عزت بخشی ہے ہم السلام علیکم کہتے ہیں اور یہ اہل جنت کا سلام ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "عمیر کیسے آئے ہو؟"

عمیر بن وہب نے جواب دیا: "میں اپنا قیدی چھڑوانے آیا ہوں جو آپ کے قبضے میں ہے۔"

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "تیری گردن میں تلوار کیوں لٹک رہی ہے؟"

عمیر بن وہب نے چالاکی دکھاتے ہوئے کہا: "اللہ نے اس تلوار کا منہ ناکارہ کر دیا ہے۔ کیا آپ نے بدر کے دن ہمارے پاس کچھ رہنے بھی دیا ہے۔"

آپ ﷺ نے پھر پوچھا: "عمیر سچ بولو کیسے آئے ہو؟"

عمیر بن وہب اپنے ناپاک عزائم کو چھپاتے ہوئے بولے: "میں تو اسی غرض سے آیا ہوں جو میں پہلے آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: تم اور صفوان بن امیہ حطیم کے پاس بیٹھے قلیب کنوئیں میں پھینکی گئی لاشوں کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ پھر تم

نے یہ کہا کہ اگر میں مقروض اور عیالدار نہ ہوتا تو یقیناً محمد ﷺ کو قتل کر دیتا پھر صفوان نے اس شرط پر تیرے قرضے اور عیال کی ذمہ داری قبول کی کہ تو مجھے قتل کر دے لیکن اللہ تیرے اور اس گھناؤنے منصوبے کے درمیان حائل ہو گیا۔ عمیر بن وہب یہ بات سن کر حیران رہ گئے اور اچانک خیالوں میں کھو گئے کہ کس طرح محمد ﷺ کے رب نے انہیں ہمارا راز بتا دیا یقیناً محمد ﷺ سچے ہیں اور ان کا دین اسلام ہی اصل دین ہے۔ کچھ دیر بعد خاموش رہنے کے بعد پکار اٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر انہوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اپنے بھائی کو دین سمجھاؤ اس کو قرآن پاک کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو۔ ادھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے دل کو نورِ ایمان سے منور کر رہے تھے اور ادھر صفوان بڑی بے چینی سے منتظر تھا۔ جب بھی کسی مجلس کے پاس سے گزرتا تو کہتا:

"قریشیو! خوش ہو جاؤ تمہیں عنقریب ایسی خبر ملنے والی ہے جو واقعہ بدر کی سنگینیوں کو بھلا دے گی۔"

ایک مسافر نے جب صفوان کو بتایا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ تو مسلمان ہو چکے ہیں تو یہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہو سکتا چاہے ساری دنیا مسلمان ہو جائے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مدینے کے اندر قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور قرآن مجید کا کچھ حصہ زبانی یاد بھی کر لیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے۔ مکہ پہنچتے ہی سیدھے صفوان کے گھر گئے اور اس کو اپنے قبولِ اسلام کی خبر دی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اہل مکہ کو دین کی دعوت دی جس سے بہت سے لوگ متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ اللہ ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

بحوالہ:
سیرت ابن ہشام،
طبقات ابن سعد

بد شکل مجسمہ

ابو مرزوق سے روایت ہے کہ جب کافر یا فاجر قبر سے اٹھیں گے تو نہایت ہی بد شکل مجسمہ ان کا استقبال کرے گا ان کے پاس سے سخت بدبو آتی ہو گی وہ کافر پوچھے گا تو کون ہے تو وہ شکل کہے گی تو مجھے نہیں جانتا میں تیرے اعمال خبیثہ کا مجسمہ ہوں جو تو دنیا میں کرتا تھا دنیا میں بہت دنوں تو مجھ پر سوار تھا اب میں تجھ پر سوار ہوں گا۔

سعدی سے روایت ہے کہ جب کوئی گناہ گار قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک نہایت بد شکل صورت سامنے آتی ہے جس کا کالا رنگ اور بدبودار کپڑے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قبر میں سکونت ہو جاتی ہے۔ وہ گناہگار اس کو دیکھ کر کہتا ہے کیا ہی برا ہے تیرا چہرہ تو وہ کہے گا میں تیرے اعمال خبیثہ کا عکس ہوں۔ تیرے اعمال ایسے ہی بدبودار تھے۔

وہ کہے گا تو ہے کون؟ تو وہ کہے گا میں تیرے اعمال ہوں۔ پھر وہ قیامت تک اس کے ساتھ قبر میں رہے گا۔ قیامت کے دن وہ اس سے کہے گا لذت و شہوت کی شکل میں میں نے تجھے دنیا میں اٹھائے رکھا تھا آج کے روز تو مجھے اٹھائے گا۔ چنانچہ برے اعمال کا مجسمہ اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔

(خدیجہ ضیاء۔ خانیوال)

عالم قرآن شہید کی فضیلت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے احد کے شہداء کو اس طرح کفن دیا کہ دو شہیدوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دے کر دفن کر دیا۔ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے: "ان میں سے زیادہ عالم قرآن کون ہے؟" پھر جب کسی کی طرف اشارہ کر کے بتایا جاتا کہ یہ قرآن کے علم اور حفظ میں زیادہ ہے تو آپ ﷺ اسے لحد میں خود اتارتے اور فرماتے: "قیامت کے دن میں ان لوگوں پر گواہ ہوں گا۔" پھر آپ ﷺ نے خون سمیت (بغیر غسل دیے) تمام شہیدوں کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی اور غسل بھی نہیں دیا۔ کیا مقام ہے شہداء کا نہ غسل کی ضرورت ہے نہ جنازے کی حاجت ہے اور نہ کفن کا پہننا لازم ہے بلکہ خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کیا جا رہا ہے۔ جس کے لیے چھوٹی یا بڑی کوئی چادر مل گئی اس پر بطور کفن ڈال دی جس کے لیے نہ ملی، خون آلود لباس ہی اس کا کفن ہے۔ سبحان اللہ یہ اعزاز ہے شہید کا۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی)

(مریم رافت۔ خانیوال)

گالی کا انجام

وہ شخص بار بار کسی کو گالیاں دے رہا تھا برا بھلا کہہ رہا تھا کسی کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہا تھا۔ ایک لڑکا جو اس کے پاس ہی کھڑا تھا اس نے غور کیا تو اسے پتہ چلا کہ وہ شخص حضرت علی، طلحہؓ، اور زبیر رضی اللہ عنہم کے خلاف بک بک کر رہا ہے۔ لڑکے نے اسے منع کیا لیکن وہ شخص باز نہ آیا لڑکے نے کہا اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے بد دعا دے دوں گا اس لیے بہتر ہے کہ تو اپنی زبان سنبھال لے۔ لیکن وہ شخص کہنے لگا جو کرنا ہے کر لے لیکن میں باز نہیں آؤں گا۔

اس شخص کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر وہ لڑکا واپس آیا وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا "اے اللہ تو جانتا ہے یہ شخص ایسے پاکباز لوگوں کو گالی دے رہا ہے جن کی نیکیوں سے تو راضی ہے اس کا گالی دینا یقیناً تجھے ناپسند ہوگا۔ یا اللہ! اسے دوسرے لوگوں کے لیے عبرت بنا دے۔"

وہ لڑکا دعا سے فارغ ہوا ہی تھا ایک بپھری ہوئی اونٹنی رسی تڑوا کر اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو گئی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کو تلاش کر رہی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے جبڑوں میں ایک شخص کا سر پکڑ کر زوردار انداز میں جھنجھوڑا۔ جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے لقمہ اجل بن گیا۔ مرنے والا شخص وہی تھا جو تھوڑی دیر پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دے رہا تھا۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں یہ بد دعا کرنے والا کون تھا؟

یہ بد دعا کرنے والا لڑکا نبی ﷺ کے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کے بارے میں آپ ﷺ نے دعا کی تھی کہ "یا اللہ سعد کے تیر کو سیدھا رکھنا اور اس کی دعا کو قبول کرنا۔" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بد دعا کی وجہ سے اس شخص کا عبرتناک انجام ہوا۔

آج بھی جو شخص ان پاکباز ہستیوں سے بغض، کینہ، عداوت رکھتا ہے وہ دنیا و آخرت میں تباہی و بربادی کا حق دار ٹھہرتا ہے۔

(طیبہ حناء، فیصل آباد)

محمد ﷺ کی زندگی

1۔ جو یتیم ہو اسے یتیمی کا خیال آئے تو جناب عبداللہ اور حضرت آمنہ کے دُرِّ یتیم کو یاد کرے۔

2۔ جس کا دادا فوت ہو جائے وہ حضور ﷺ کے دادا کی موت کو نگاہوں میں لائے۔

3۔ جس کا چچا فوت ہو جائے تو وہ یاد کرے کہ رسول کریم ﷺ کے چچا ابو طالب بھی فوت ہوئے تھے۔

4۔ جس کو بیوی کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑے وہ سردارِ دو جہاں ﷺ کو دیکھے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئی تھیں۔

5۔ جس کی بیٹی فوت ہو جائے وہ سوچے کہ محبوب رب العلمین ﷺ کی تین بیٹیاں ان کی زندگی میں فوت ہوئیں۔

6۔ جسے سسرالیوں کے ہاتھوں بیٹی کو تکلیف دیے جانے کا غم ستائے تو وہ رسول کریم ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ستائے جانے کو یاد کرے۔

7۔ جس کا بیٹا فوت ہو وہ یاد کرے کہ محمد ﷺ کے چار بیٹے فوت ہوئے۔

8۔ جب کسی کو یہ غم ستائے کہ وہ دنیا میں اکیلا ہے اس کا نہ کوئی بھائی ہے نہ بہن ہے تو وہ رسول کریم ﷺ کو یاد کرے کہ آپ ﷺ کا نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن۔

9۔ جس کے پاس اولاد نہ ہو تو وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو جائے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی دو بیٹیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس بھی اولاد نہ تھی۔

10۔ جس کو سر درد ہو وہ یہ سوچ لے کہ اللہ کے حبیب ﷺ کو بھی بیماری کی یہ تکلیفیں آئی تھیں۔

الغرض! آپ ﷺ سے محبت کرنیوالوں کے لیے زندگی کے ہر دکھ سکھ میں اچھا نمونہ ہے۔

(حافظہ ریحانہ کوثر، بھکر)

جو شخص اس لیے لڑے کہ اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہو جائے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ (بخاری)

بہادر کون؟

خالد محمود، لاہور

کوئی شخص بڑی محنت اور مشقت سے ۵۰ کلو گرام کی دو بوریاں اٹھا لے تو آپ اس کو بہادر کہیں گے یا نہیں۔۔۔؟

چلیں خیر! وزن اٹھانا بہادری ہے یا نہیں، وہ الگ بات ہے۔ لیکن آج آپ کو بہادر بننے کا طریقہ بتایا جائے گا۔

پریشان نہ ہوں اس کے لیے بھاری وزن اٹھانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ ایسا بالکل نہیں کہ بہادر بننے کے لیے زیادہ وزن اٹھانے اور سخت مشقت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

پیارے بچو! بہادر انسان ہمیشہ سچ بولتا ہے، جھوٹ نہیں بولتا۔۔۔ ہے نا چونکا دینے والی بات!

در اصل جو ہر حال میں سچ بولتا ہے چاہے سکول میں کسی بات پر مار پڑنے کا ڈر ہو یا پھر گھر میں کسی بات پر ڈانٹ پڑنے کا خوف اور پھر بھی سچ بولے تو اسے بہادر کہتے ہیں۔

کیا آپ کو اس بات کا پتا ہے جو بہادر ہوتا ہے وہ پانچ وقت کی با جماعت نماز بھی پڑھتا ہے۔ جی ہاں! کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اس کو ہر حال میں ادا کرنا ہے۔ چاہے مجھے بخار ہی کیوں نہ ہو، آندھی آئے یا طوفان میں نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چھوڑنا۔ یہی بات پیارے بچو اس شخص کو بہادر بناتی ہے۔

اسی طرح بہادر شخص کا اخلاق بھی اچھا ہوتا ہے۔ امی، ابو، بھائی بہن، اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ احترام سے پیش آتا ہے، ان کو تنگ نہیں کرتا۔ پھر وہ اپنے دوستوں میں کھیلتے ہوئے یا ویسے بھی کسی صورت میں لڑائی جھگڑا نہیں کرتا۔ اگر کوئی دوسرا اس کے ساتھ لڑائی کرنا چاہ رہا ہو تو پھر بھی وہ لڑائی نہیں کرتا۔ وہ کسی کو گالیاں بھی نہیں دیتا۔ اگر کھیلتے ہوئے یا ویسے ہی چوٹ آجائے تو چیختا اور چلاتا نہیں ہے۔

اچھا پھر بچو آپ کو اس بات کا تو پتا ہی ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ نے بہادر کے متعلق فرمایا تھا:

”بہادر وہ نہیں جو پہلوان کو پچھاڑ دے، بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے پر قابو پالے۔“

اس بات کو بھی یاد رکھنا ہے کہ بہادر غصہ نہیں کرتا۔ اگر پھر بھی غصہ آجائے تو اسے قابو کرتا ہے۔ بعض بچے یوں بھی کہہ رہے ہوتے ہیں: ”تمہیں میرا پتا نہیں۔۔۔ اور اگر ابھی مجھے غصہ آگیا نا۔۔۔! تو پھر دیکھنا۔“ تو ایسے میں ان بچوں کو نبی ﷺ کی حدیث سنانی ہے کہ غصہ پر قابو پانے والا بہادر ہوتا ہے۔

پیارے بچو! ہم سب عام طور پر وہ کام کر رہے ہوتے ہیں جو ہمارے ارد گرد کے لوگ کرتے ہیں۔ ہم سکول اور محلے کے دوستوں کی طرف دیکھ کر ان جیسے کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ جو بہادر ہوتا ہے وہ صرف اچھے کام کرتا ہے۔ چاہے آسان ہوں یا مشکل۔ کیونکہ بہادر ہی ہے جو مشکل کام کر لیتا ہے اور ان سے بالکل نہیں ڈرتا۔ اسی لیے آپ بھی وہ کام کریں جو اچھے ہیں۔ کسی پریشانی کے آجانے پر صبر کریں۔ کسی کے غصہ دلانے پر بھی غصہ نہ ہوں۔ صبح وشام کے اذکار کا اہتمام باقاعدگی سے کریں۔ کیونکہ یہ نیکی کا کام ہے اور ہمارے لیے بہت فائدہ مند بھی اور آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ جو نیک کام کرتا ہے، وہ شیطان سے جنگ کر رہا ہوتا ہے۔ جبکہ شیطان چاہتا ہے کہ یہ بندہ نیک کام بالکل نہ کرے۔ اس کے لیے برے کاموں کو آسان بنا کر پیش کرتا ہے۔ لیکن اگر پھر بھی وہ بندہ نیک کام کرتا رہے تو یہی اصل بہادری ہے۔ اس میں شیطان کو بری طرح شکست ہو جاتی ہے۔

آپ خود ہی سوچیں کہ اگر کوئی بہادر ہو اور اس سے صبح نماز فجر پڑھنے کے لیے کہا جائے تو آگے سے یہ کہے گا کہ ابھی ٹھہر جائیں، ابھی کچھ وقت باقی ہے نماز میں۔۔۔! اور پھر جب اس سے شیطان کہہ رہا ہو گا کہ ابھی جھوٹ بول دو۔۔۔ بول دو جھوٹ۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ ورنہ تمہیں بہت مار پڑنے والی ہے یہاں سے۔۔۔ تو کیا وہ جھوٹ بول دے گا۔۔۔ یا پھر جب اس کے سامنے کوئی اچھا کام آئے اور وہ مشکل ہو۔۔۔ جبکہ شیطان اس کے سامنے ایک آسان کام رکھے۔۔۔ تو وہ کونسا کام کرے گا۔۔۔؟

یقیناً جو بہادر ہو گا وہ نیک اور اچھا کام ہی کرے گا چاہے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ اب آپ بھی فیصلہ کر لیں کہ بہادر بنیں گے۔

آپ تیار ہیں نا پھر شیطان سے جنگ کرنے کے لیے۔۔۔!

گلدستہ روضہ

منافق کون؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ پہلی جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ دوسری جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور تیسری اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔
(بخاری)

(معظم الرحمن۔ لاہور)

محبوب عمل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری) (محمد راشد۔ خانیوال)

ذرا سوچیے!

☆ پانچ وقت کی نماز میں فرض رکعات 17 ہیں۔ اگر انسان ایک دن نماز نہیں پڑھتا تو وہ 34 سجدے نہیں کرتا۔ لیکن شیطان نے صرف ایک سجدے سے انکار کیا تھا۔ اس کا کیا حشر ہوا۔ اے مسلمان ذرا سوچ تو کتنے سجدے چھوڑ چکا ہے۔

☆ رات کے اندھیرے سے ڈرتے ہو قبر سے کیوں نہیں۔

☆ جنت میں جانا چاہتے ہو مسجد میں کیوں نہیں۔

☆ دنیا کی کتابیں پڑھتے ہو قرآن پاک کیوں نہیں۔

☆ دنیاوی امتحان میں پاس ہونے کے لیے ساری رات جاگتے ہو۔ آخرت کے امتحان میں پاس ہونے کے لیے کیوں نہیں۔

☆ بچہ سکول نہ جائے تو مارتے ہیں مسجد نہ جائے تو کوئی بات نہیں۔

☆ دنیا کی طاقتوں سے بچے کو متاثر کروایا اللہ کی طاقت اور قوت اور رحمت سے نہ متاثر کروایا۔

☆ دنیا بھر کے قصے کہانیاں سنائیں اگر نہیں سنائے تو پیغمبر اور صحابہ کے سچے قصے۔

☆ دنیا کے ایکٹرز کی نقل کرے تو خوش نبی کی سنت پر عمل کرے تو مذاق۔

(مریم ناز۔ فیصل آباد)

سنہری باتیں

☆ معافی وہی دے سکتا ہے جو اندر سے مضبوط ہو، کھوکھلے انسان صرف بدلے کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو وہ آزمائش تو دیتا ہے مگر کبھی آزمائش میں تنہا نہیں چھوڑتا۔

☆ انگریزی اتنی پڑھ لی کی انگریزوں کو پڑھا سکتے ہو اور قرآن اتنا بھی نہیں پڑھا کہ باپ مر جائے تو بیٹا اس کا جنازہ پڑھ لے۔

☆ اگر خوبصورتی گورے رنگ سے ہوتی تو سفید کفن دیکھ کر خوف نہ آتا اگر بدصورتی کالے رنگ سے ہوتی تو خانہ کعبہ کو دیکھ کر سکون نہ ملتا۔

(حفصہ رشید)

جانئے! جنگل کے بادشاہ شیر کے متعلق

اردو کا یہ مقولہ ہے کہ ایک جنگل میں ایک ہی شیر رہ سکتا ہے۔ شیروں کی زندگی کے مشاہدے کے بعد غلط ثابت ہو گیا، کیونکہ شیر ایک جھنڈ کی شکل میں رہتے ہیں۔ ایک جھنڈ چھوٹے بڑے کئی شیروں شیرنیوں اور ان کے بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن کا سربراہ ایک طاقتور نر شیر ہوتا ہے۔

شیر عموماً رات کو اور اکٹھے شکار کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی بھوک کی ضرورت مٹانے کے لیے دن میں بھی شکار کرتے ہیں۔ شکار کے عمل کے دوران شیرنیاں کم وزن ہونے کے باعث شکار کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ شکار کرنا اور اپنی بقا قائم رکھنا اس کی بنیادی ضرورت ہے۔ کئی مرتبہ اگر لگڑ بگڑے معصوم جانوروں پر حملے کرنے لگیں تو شیر معصوم جانوروں کا حمایتی بن کر لگڑ بگڑوں کو بھگا دیتا ہے۔

ایک دلچسپ اور حیران کن حقیقت یہ ہے کہ شیرنیاں اپنے بیمار اور لاغر بچوں کو اپنے جھنڈ سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ شیروں کے بچوں کی زندگی بہت ہی قابل ضعف ہوتی ہے۔ اور دس میں سے صرف دو بچے ہی اپنی فطری زندگی تک پہنچتے ہیں۔ شیروں کے بچوں کو لگڑ بگڑوں، بھینسوں، چیتوں اور مخالف جھنڈ کے خونخوار شیروں کے حملے کا ڈر ہوتا ہے۔

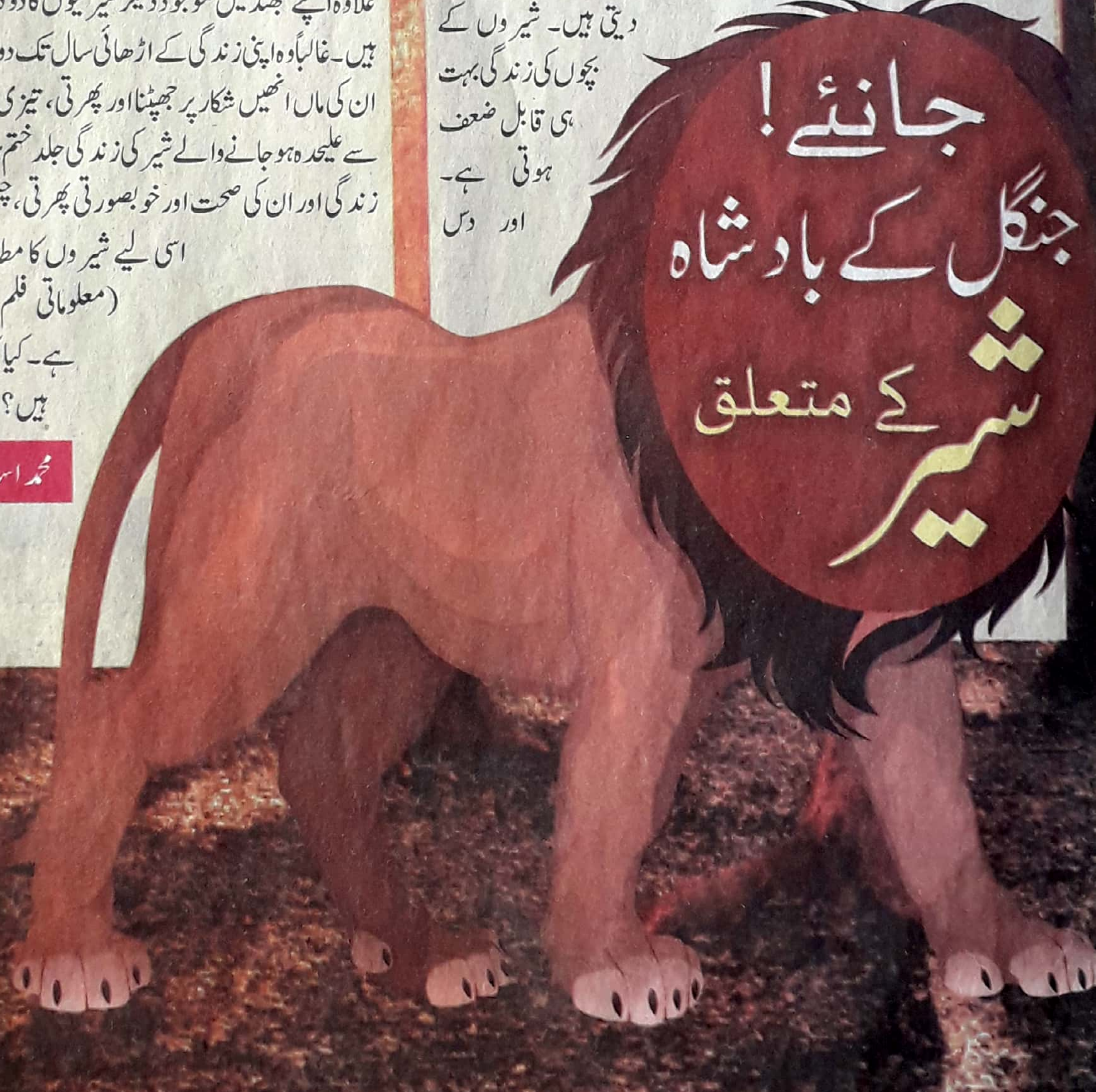

کیا آپ کو پتا ہے کہ شیر کس چیز سے ڈرتا ہے؟

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ شیر بھی بھلا کسی سے ڈرتا ہے!!!

اس کا جواب ہے ہاں شیر بھی ڈرتا اور ایسی چیز سے جس کا نام سن کر آپ اپنی ہنسی پر قابو نہیں پا سکیں گے کہ اتنا بہادر اور خطرناک شیر اتنی معصوم اور بے جان چیز سے ڈرتا ہے۔ تو پیارے بچو! وہ چیز ہے "پانی" جی ہاں! شیر پانی سے ڈرتا ہے اور اگر شیر کا شکار بھاگ کر پانی میں چلا جائے تو شیر پانی سے خوفزدہ ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ اگر شیر پانی میں غلطی سے چلا بھی جائے تو بھیگی بلی کی طرح خوفزدہ اور سست ہو جاتا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ شیروں کے بچے اپنی ماں کا دودھ پینے کے علاوہ اپنے جھنڈ میں موجود دیگر شیرنیوں کا دودھ بھی پی کر پروان چڑھتے ہیں۔ غالباً وہ اپنی زندگی کے اڑھائی سال تک دودھ پیتے ہیں۔ اسی اثناء میں ان کی ماں انھیں شکار پر جھپٹنا اور پھرتی، تیزی، داؤ پیچ سکھاتی ہے۔ جھنڈ سے علیحدہ ہو جانے والے شیر کی زندگی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ شیروں کا طرزِ زندگی اور ان کی صحت اور خوبصورتی پھرتی، چستی سب کو اچھی لگتی ہے۔ اسی لیے شیروں کا مطالعہ اور ان کی ڈاکومینٹری (معلوماتی فلم) شوق سے دیکھی جاتی ہے۔ کیا آپ شیروں کو پسند کرتے ہیں؟

محمد اسعد سعید۔ فورٹ عباس

2018
کے نام

فرضی قصے کہانیوں
اور جھوٹے لطیفوں سے
پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

قیمت 8 روپے

شمارہ نمبر 20/279

جلد نمبر 18

8 صفر 1440ھ
19 اکتوبر 2018ء

شہزادے سے حکمران تک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارے کی زینت

3	ننھا شہید	محمد ثاقب سرفراز
4	اچھا لکھاری	حافظ عمران
5	عقلمند بیٹا	ضیاء الرحمن
8	شہزادے سے حکمران تک	اسد اللہ اکرام
11	آج کا محمد بن قاسم	صفیہ بشیر
12	بچھڑے کے پجاری	عبد الحمید صادق
13	پزل گیم	ادارہ
14	خط کہانی	ادارہ
15	گلدستہ روضہ	ادارہ
16	ننھا سائنسدان	سعد اسحاق

میٹھے بول

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

پیارے بچو! کیا آج میں آپ کو ایسی بات نہ بتاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بتائی۔ جس پہ عمل کرنے والا جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ یہ حدیث ہم تک خلیفہ دوم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے پہنچی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے چالیس روز تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی تو اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جاتی ہیں: جہنم سے آزادی اور نفاق سے آزادی۔"

کیا خیال ہے۔ کتنی کمال کی بات ہے۔ اس لیے پیارے بچو نماز تو ہم پڑھتے ہی ہیں آپ آج سے کوشش کریں کہ تمام نمازیں تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کریں۔ امام جب نماز شروع کرنے کیلئے ہاتھ بلند کر کے اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کو تکبیر اولیٰ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں تکبیر اولیٰ کی پابندی کرنے والے کیلئے جہنم اور نفاق دونوں سے آزادی کی خوشخبری ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم تمام نمازیں تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہی ادا کریں۔ اس عمل میں پابندی تب ہی اختیار کی جاسکتی ہے جب ہم اذان کی آواز سنتے ہی تمام کام چھوڑ کر مسجد کی طرف چل پڑیں۔

پیارے بچو دوسری اہم بات جو آپ کو یاد کروانی ہے وہ یہ ہے کہ چند دن بعد 27 اکتوبر ہے۔ جسے پوری دنیا کہ کشمیری یوم سیاہ کے طور پہ مناتے ہیں۔ 27 اکتوبر 1947 تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جب بھارت نے اپنی ظالم فوج کو سرینگر کے ہوائی اڈے پہ اتارتے ہوئے ظلم کی ابتدا کی تھی۔ 27 اکتوبر کو بھارتی افواج کے پہلے دستے کی کشمیر آمد کے بعد ظلم و بربریت کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جو تا حال جاری ہے۔ روزانہ کشمیری آزادی کیلئے آواز اٹھاتے ہیں کبھی اپنے مال کی قربانی دیتے ہیں اور کبھی اپنی جان لٹاتے ہیں۔ اسلام کے رشتے سے یہ سب کشمیری ہمارے بہن بھائی ہیں۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہر میدان میں ان کی مدد کریں اور ہر جگہ ان کی قربانیوں کا ذکر کریں۔ اگر اسلام کے رشتے کا خیال کرتے ہوئے ہم نے اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد جاری رکھی تو وہ دن دور نہیں جب ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا اور کشمیری آزاد فضا میں سانس لے پائیں گے۔

آپ کے اپنے

ایڈیٹر بھیا جی

نگران عبد الحنان | مدیر اعلیٰ جنید الرحمٰن | مدیر محمد سیاف

شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سگیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن 250 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر: 0322-4336456

PO BOX# 102, GPO, LAHORE

rozatulatfaal.pak@gmail.com

rozatulatfaal.pak

0311-6397264

عقلمند بیٹا

ابا جان! ابھی اپنے بستر پر پہلو کے بل لیٹے ہی تھے کہ ان کا سترہ سالہ بیٹا کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے کہا: ابا جان! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں اس لیے کہ اب میرے جسم میں طاقت نہیں ہے میں بہت تھک چکا ہوں۔ بیٹے نے کہا: ابا جان! کیا آپ مظلوم لوگوں کی فریاد سنے بغیر ہی سو جانا چاہتے ہیں؟ ان کا وہ مال جو ظلم سے چھینا گیا ہے انہیں واپس کون دلائے گا؟

انہوں نے جواب دیا: بیٹا! چوں کہ میں تمہارے چچا کی وفات کی وجہ سے گزشتہ ساری رات جاگتا رہا ہوں اس لیے اب تھکاوٹ کی وجہ سے میرے جسم میں طاقت نہیں۔ ان شاء اللہ تھوڑا آرام کرنے کے بعد نماز ظہر لوگوں کے ساتھ پڑھوں گا اور پھر یقیناً مظلوموں کی فریاد رسی ہوگی اور ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے گا۔ کوئی محروم نہیں رہے گا۔ بیٹے نے کہا: اے ابا جان! اس کی کون ضمانت دیتا ہے کہ آپ ظہر تک زندہ رہیں گے؟

بیٹے کی یہ بات سن کر باپ تڑپ اٹھے، آنکھوں سے نیند جاتی رہی، تھکے ہوئے جسم میں دوبارہ توانائی لوٹ آئی اور فرمایا:

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسا نیک فرزند عطا کیا جو دینی معاملے میں میری عانت کرتا ہے۔ پھر اٹھے اور حکم دیا کہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ جس پر کوئی ظلم ہوا ہے وہ اپنا مقدمہ خلیفہ کے سامنے آکر پیش کرے۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ باپ بیٹا کون تھے؟ یہ اسلام کے پانچویں خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بیٹے عبدالملک تھے۔ یہ امیر المومنین کا بیٹا عبدالملک کون ہے؟ اس نوجوان کی خوبی کیا ہے جس کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے والد کو عبادت گذاری پر اکسایا۔ آیئے اب اس نیک وصالح نوجوان کا قصہ ابتداء سے آپ کو سناتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ تمام اولاد متقی، پرہیز گار اور نیک تھی۔ اپنے بہن بھائیوں میں حضرت عبدالملک ایک چمکتے ستارے کی طرح تھے۔ نیک و پرہیز گار ہونے کے ساتھ ساتھ بالکل بھولے بھالے نہیں تھے بلکہ آپ ہی کی طرح بہت ذہین اور ماہر تجربہ کار لوگوں کی طرح سمجھ رکھتے تھے۔ یوں تو آپ عمر میں چھوٹے تھے لیکن عقل وسمجھ میں بوڑھوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔ انہوں نے بچپن

ہی سے اپنی زندگی نیکی کے کاموں میں اور گناہوں سے بچنے میں گذار دی۔

پیارے بچو! اس نیک و صالح نوجوان نے اکابر علماء کرام سے قرآن و حدیث نبویہ کا علم حاصل کیا اور اس میں اتنی مہارت پیدا کی کہ شام کے علما و فقہا کی مجلس میں بیٹھ کر ان سے علمی گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شامی علما و فقہا کو اکٹھا کیا اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرتے ہوئے فرمایا:

اے علماء کرام اور فقہائے عظام! میں نے تم کو اس لیے دعوت دی ہے کہ تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرے خاندان میں سے جس جس نے لوگوں کا مال ظلم و زیادتی سے چھینا ہے ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

سب نے جواب دیا:

اے امیر المومنین یہ کام آپ کے دور حکومت میں نہیں ہوا، اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں آتی لیکن علماء کے اس بیان سے آپ مطمئن نہ ہوئے۔ ایک عالم جو دیگر علماء سے مختلف رائے رکھتے تھے۔ فرمانے لگے: امیر المومنین آپ اپنے بیٹے عبدالملک کو بلائیں وہ علم اور عقل میں ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔ عبدالملک کو بلایا گیا تو فوراً حکم کی پاسداری کی اور دربار میں پہنچ گئے۔ امیر المومنین نے کہا: بیٹا ان اس مال کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو ہمارے چچا کے بیٹوں نے لوگوں سے چھینے ہیں؟

بیٹے نے جواب دیا:

ابا جان! ان مظلوموں کی فریاد رسی کرتے ہوئے ان کا مال واپس لوٹانا آپ کا فرض ہے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ بھی اس ظلم میں برابر کے شریک سمجھے جائیں گے۔ یہ بات سن کر امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کا چہرہ کھل اٹھا، دلی اطمینان ملا اور وہ غم ختم ہو گیا جس نے آپ کو نڈھال کر رکھا تھا۔ بے چینی والی کیفیت صحیح مشورہ ملنے پر ختم ہو گئی۔

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے وزیر، قاضی اور مشیر جناب میمون بن عمران بیان کرتے ہیں۔ میں ایک دن خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا، وہ اپنے بیٹے عبدالملک کو خط لکھ رہے تھے جس میں نصیحت، نتیجہ اور بشارت پر مبنی جملے لکھے۔ اس خط میں اللہ کی تعریف اور نبی ﷺ پر درود شریف کے بعد لکھا کہ بیٹا! میری بات کو سمجھنے اور اس کو یاد رکھنے کے زیادہ اہل تم ہی ہو جو یہ نسبت اوروں کے۔ بیٹا اللہ تعالیٰ کے فضل کو یاد کرو جو اس نے تم پر اور تمہارے والدین پر کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور تکبر، فخر و غرور سے بہت بچنا کہ بلاشبہ یہ شیطانی اوصاف ہیں۔ بیٹا! یہ خط میں تمہیں اس لیے نہیں لکھ رہا کہ مجھے کوئی شکایت ملی ہے۔ الحمدللہ! تمہارے بارے میں مجھے تعریف ہی سننے کو ملی ہے۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ جب کوئی بڑا کسی غلطی پر ڈانٹے یا ناراض ہو تو سب سے پہلے غلطی کا اعتراف کر لیں۔ پھر غلطی کی وجہ بتلا کر ان ہی سے پوچھ لیں کہ آپ کے نزدیک اس کا کوئی حل ہو تو بتلا دیں۔ ہمیشہ والدین آپ کو آپ کی بہتری کے لیے نصیحت کرتے ہیں جیسا کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔

پیارے بچو! ہمیں کبھی بھی اپنے ماں باپ کی باتوں کو برا نہیں ماننا چاہیے۔ میمون کہتے ہیں کہ میں دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ عبدالملک کے گھر پہنچا، اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے دیکھا کہ ماشاء اللہ ایک نوجوان بڑی عاجزی کے ساتھ سفید قالین پر بیٹھا ہوا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے زمین پر چاند اتر آیا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے ان کا حال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا اللہ کا احسان الحمدللہ میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن مجھے ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ میرے والد کا میرے بارے میں نیک گمان مجھے دھوکہ نہ دے دے۔ کیونکہ جیسا وہ مجھے نیک سمجھتے ہیں ویسا میں نہیں ہوں۔ یعنی کہیں مجھ سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس سے میرے والد محترم کے دل کو ٹھیس پہنچے۔

مجھے اس نوجوان کی باتیں سن کر بڑا تعجب ہوا کہ الحمدللہ باپ اور بیٹے کی سوچ کس قدر ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے۔ میں نے پوچھا: تمہاری خوراک کیا ہے؟ نوجوان نے بتایا: کبھی گوشت، کبھی دال اور کبھی سرکہ اور یہی میرے لیے کافی ہے۔ میں نے پوچھا: کیا تم اپنے اندر فخر اور تکبر کو تو محسوس نہیں کرتے؟ بیٹے نے کہا:

جب سے ابا جان نے مجھے سمجھایا اور شفقت بھرے انداز میں مجھے اس قباحت سے باز رہنے کی تلقین کی میں نے اسے اپنے دل سے بالکل نکال دیا۔ اب میرا دل بالکل صاف ہے اور یہ ابا جان کا مجھ پہ بہت بڑا احسان ہے۔ جناب میمون کہتے ہیں زمین نے عمر بن عبدالعزیز پر جیسا باپ نہیں دیکھا اور نہ ہی عبدالملک جیسا کوئی بیٹا۔

اللہ تعالیٰ پانچویں خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بیٹے عبدالملک سے راضی ہو اور ان پر سلامتی ہو۔ جس دن یہ باپ بیٹا اپنے رب سے ملیں، انہیں سلام پیش کیا جائے اور جب یہ نیک لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان جیسے کردار عطا کرے کی توفیق دے۔ آمین

(ضیاء الرحمن۔ وہاڑی)

بقیہ: آپ بھی بنیں اچھا لکھاری

دوسرا حصہ: تحریر کے عناصر

کسی بھی چیز کا عنصر اس کے وہ بنیادی اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں جن کے ملنے سے وہ چیز وجود پاتی ہے۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے ہم آپ کو تحریر کے تین عناصر کے بارے میں رہنمائی دیے چلتے ہیں۔

تحریر کے تین عناصر ہیں:

1۔ الفاظ

2۔ جملے

3۔ پیراگراف

آپ کو ان تینوں کے حوالے سے یہ چار باتیں معلوم ہونی چاہئیں:

☆ الفاظ کس طرح منتخب کرنے چاہئیں؟

☆ جملوں میں الفاظ کی ترتیب کیسی ہونی چاہیے؟

☆ جملوں سے پیراگراف کیسے بنیں گے؟

☆ ان تینوں کو ملا کر تشکیل دیتے وقت کونسا اسلوب اپنایا جائے؟

ذیل میں کچھ تجاویز پیش کی جاتی ہیں جو مذکورہ بالا تین امور کو واضح کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔

☆ الفاظ:

لکھاری جس زبان میں تحریر لکھ رہا ہے، اس کے پاس اس زبان کا ذخیرہ الفاظ وسیع ہونا چاہیے کہ جب بھی اس کے دل میں کوئی معنی یا نکتہ آئے تو اس کو تحریر کے دائرہ میں لانے کے لیے مناسب الفاظ مل سکیں۔

پرانے اور نئے الفاظ کے بجائے موجودہ وقت کے آسان اور واضح الفاظ استعمال کرنے چاہیے۔

لکھاری کو یہ جان لینا چاہیے کہ نا معلوم الفاظ کا استعمال تحریر کو خشک و بے جان بنانے اور قارئین کو ذہنی مشقت میں ڈالنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے تحریر نگار کو یہ بات پلے باندھ لینی چاہیے کہ مشکل الفاظ استعمال نہ کرے۔

جملے:

جملے کو کم سے کم الفاظ میں لکھنا چاہیے۔ مختصر جملوں میں جو اثر ہے، وہ طویل جملے میں نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی معنی آٹھ لفظوں میں سمویا جاسکے تو اسے دس الفاظ میں نہیں لکھنا چاہیے۔

لکھاری کو چاہیے کہ وہ جس جملے کو لکھ رہا ہے، اس کی پہلے جملوں کے ساتھ مطابقت کا خیال رکھے۔ تاکہ قارئین جملے کے دونوں اجزا یا لفظ اور باقی جملے کے درمیانی ربط کو با آسانی سمجھ سکیں۔

خلاصہ یہ کہ چھوٹے جملے عموماً لمبے جملوں سے بہتر اور زیادہ جاندار ہوتے ہیں۔

پیراگراف:

پیراگراف ایک ایسی مستقل تحریر ہے جس کے لیے عنوان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر یہ پیراگراف دوسرے چند پیراگرافوں سے مل کر "مضمون" بنتا ہے جس کا الگ عنوان ہوتا ہے۔ اور چند "مضامین" "مل کر" "کتاب" بن جاتے ہیں۔

پیراگراف ایک ہی مفہوم یا حقیقت کو ظاہر کرنے یا ایک ہی نکتے یا معنی کی تشریح کے لیے چند جملوں پہ مشتمل ایک ایسا مجموعہ ہوتا ہے جن کے درمیان مضبوط اور واضح ربط ہوتا ہے۔

پیراگراف کی طوالت متوسط ہونی چاہیے۔ بہت زیادہ لمبا یا بہت چھوٹا نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ عام طور پر اس کے لمبے ہونے سے اس کا چھوٹا ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔

پیراگراف کی ترتیب تسلسل پر مشتمل ہونی چاہیے۔ مطلوبہ مقصد کو بیان کرنے کے لیے ہر جملہ اپنے سے پہلے جملے پر مبنی اور اگلے جملے کے لیے تمہید ہو۔ کیونکہ تمام پیراگراف ایک ہی "مرکزی عنوان" کی تشریح اور وضاحت کے لیے ہوتے ہیں۔

اضافی نوٹ:

جب بھی کوئی تحریر لکھ کر فارغ ہو جائیں تو آپ کو چاہیے کہ اس کا اسلوب جانچنے کے لیے اسے بلند آواز میں پڑھیں تاکہ جملوں کے درمیان مناسبت دیکھ سکیں اور الفاظ و تراکیب کی آپس میں ہم آہنگی اور جملوں کے ربط و تسلسل سے مطمئن ہو جائیں۔

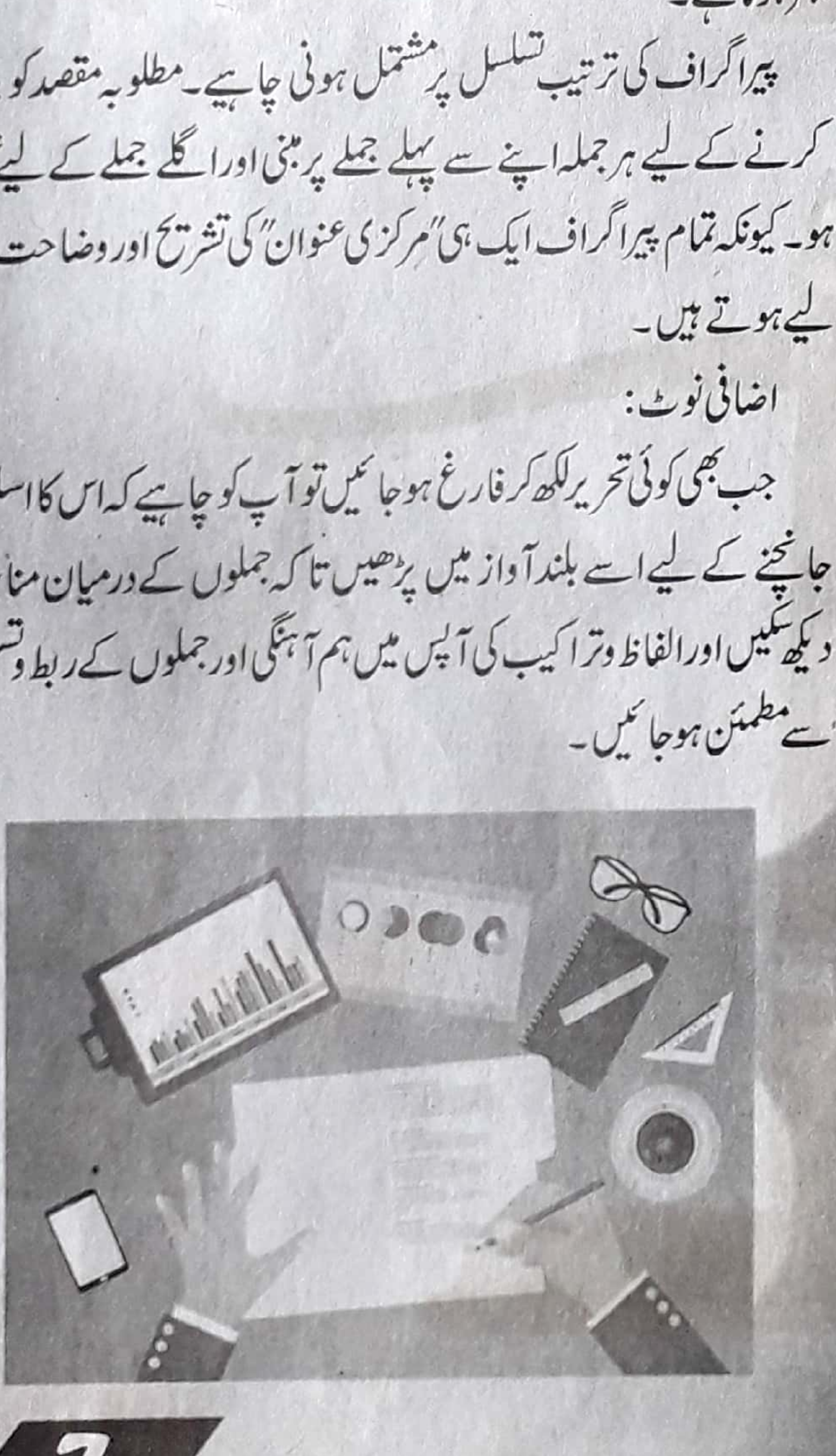

ایک رات امیر المومنین لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور ان کی خبر گیری میں مصروف تھے تھکاوٹ محسوس ہوئی ایک جگہ رک کر آرام کرنے لگے۔ امیر المومنین نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ بیٹی! جاؤ اٹھو! اور دودھ میں پانی ملا دو۔ بیٹی نے کہا: اماں! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے اس سے منع کیا ہے! اس کی ماں نے کہا: اے بیٹی! جاؤ بھی دودھ میں پانی ملا دو، خلیفہ تو ہمیں نہیں دیکھ رہا۔ اس لڑکی نے جواب دیا کہ اماں! اگر خلیفہ ہمیں نہیں دیکھ رہا تو خلیفہ کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

امیر المومنین کو اس نیک لڑکی کی بات بہت پسند آئی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا اور (اپنے بیٹے) عاصم رضی اللہ عنہ سے اس کی شادی کر دی۔ عاصم رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جو بعد میں ایک نہائت نفیس، عادل اور رحم دل حکمران کی ماں بنی۔

اس نفیس نوجوان نے 61ھ میں مدینہ منورہ میں آنکھ کھولی۔ نام عمر بن عبدالعزیز اور کنیت ابو حفص تھی۔ آپ کی والدہ کا نام ام عاصم تھا جو عاصم بن الخطاب کی بیٹی تھیں گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی ہوئیں۔

اس لحاظ سے آپ کی رگوں میں فاروقی خون تھا۔ آپ کے گھر دولت کی فراوانی تھی لہٰذا عیش عشرت کے ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی جس کا اثر خلیفہ بننے تک قائم رہا۔ آپ ایک نفیس، خوش اخلاق اور صالح نوجوان تھے۔ نوجوانی کی عمر میں اچھے سے اچھا لباس پہنتے تھے۔ دن میں کئی لباس تبدیل کیا کرتے تھے۔ خوشبو کو بے حد پسند کیا کرتے تھے۔ مگر ان کا دل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خوف سے بھرا رہا۔

آپ کے والد نے آپ کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ننھے عمر نے بچپن میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اس کے علاوہ قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم مکمل کر کے ایک خاص مقام حاصل کیا۔ اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ

شہزادے سے حکمرانی تک

اسد اللہ اکرام۔ صادق آباد

آپ کی شخصیت معاشرے میں موجود تمام برائیوں سے پاک تھی۔

والد کی طرف سے نگرانی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار عمر نماز میں شریک نہ ہو سکے استاد نے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میں اس وقت بالوں کو کنگھی کر رہا تھا۔ استاد کو یہ جواب پسند نہ آیا اور فوراً والد کو مصر شکایت لکھ دی۔ وہاں سے ایک خاص آدمی سزا دینے کے لیے مدینہ آیا اور ان کے بال منڈا دیے اس کے بعد ان سے بات کی۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت سے پہلے جب کئی دیگر اعلیٰ عہدوں پر آپ کو فائز کیا گیا تو انہوں نے نیک نیتی اور خوف خدا سے کام کیا۔ خلیفہ عبدالملک نے ہمیشہ ان کو دیگر شہزادوں سے زیادہ پیار دیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز کی وفات کے بعد اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی ان سے کر دی اس وجہ سے بنو امیہ میں عمر کے وقار میں اور بھی اضافہ ہوا۔

مسجد نبوی کی تعمیر آپ کے زمانہ گورنری کا شاندار کارنامہ ہے۔ خلیفہ سلیمان آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا چنانچہ اس نے وفات سے پہلے آپ کو خلافت کے لیے نامزد کیا۔ یکم صفر 717ء کو اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے وفات پائی تو عمر بن عبدالعزیز نے خلافت سنبھالی۔

خلافت کی ذمہ داریاں اٹھاتے ہی فرض کی تکمیل کے احساس نے آپ کی زندگی بالکل بدل کر رکھ دی۔ وہی عمر جو اپنی چال ڈھال اور طرز زندگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ جن کا لباس فاخرانہ تھا۔ اب سب عیش عشرت اور مال سے بے نیاز تھے۔ سلیمان کی تجہیز و تکفین کے بعد پلٹے تو سواری کے لیے اعلیٰ ترین گھوڑے پیش کیے گئے۔ مگر عمر بن عبدالعزیز نے ان پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور کہا:

"میرے لیے میرے خچر کافی ہیں۔"

اور انہیں واپس بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دیا۔ جب پولیس افسر نیزہ لے کر آگے آگے روانہ ہوئے تو اسے ہٹا دیا اور کہا کہ میں بھی تمام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں۔

آپ نے خلافت سنبھالتے ہی منادی کروا دی کہ:

لوگ اپنی مال و جائیداد کے بارے میں اپنی شکایتیں پیش کر دیں جس

کے بارے میں انکا دعویٰ یہ ہے کہ اس پر زبردستی قبضہ کیا گیا ہے۔ یہ کام بہت خطرناک اور نازک تھا خود آپ کے ہاں بڑی موروثی جاگیر تھی۔ بعض افراد نے آکر آپ سے کہا کہ اگر آپ نے اپنی جاگیر واپس کردی تو اولاد کی کفالت کیسے کریں گے۔ آپ نے کہا:

ان کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

آپ نے اعلان کروایا کہ جس کسی نے کسی کے مال، جاگیر یا جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہے وہ ان کے حقداروں کو واپس کی جارہی ہیں۔ اس اعلان کے بعد جاگیروں کی دستاویز کو پڑھتے جاتے اور انہیں پھاڑتے جاتے۔ آپ نے اپنی اور اہل خانہ کی ایک ایک جاگیر ان کے حقداروں کو واپس کردی اور اس میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت سے کام نہ لیا۔

خلیفہ بننے کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے احتساب کا کام سب سے پہلے اپنی ذات سے شروع کیا۔ آپ کی نفاست پسندی کا یہ حال تھا کہ نہایت مہنگے لباس پہنا کرتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے اتار کر دوسرا قیمتی لباس پہنتے تھے۔ وہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ اچھے لباس زیب تن کیا کرتے تھے لیکن عہد خلافت سنبھالتے ہی ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی آگئی۔ انہوں نے گھر کی ایک ایک چیز بیت المال میں جمع کروادی۔ خاندان کے تمام وظائف بند کروادیے اور اپنی تمام سواریاں فروخت کر کے رقم بیت المال میں جمع کروادی۔ انہوں نے خلفاء کے ساتھ ملازموں اور علمبرداروں کے چلنے کا سلسلہ بھی بند کروادیا۔

بنی امیہ کی حکومت کے 92 سالہ دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے ڈھائی سال تاریکی میں روشنی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ نے اپنے مختصر دور خلافت میں رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے بھی وسیع پیمانے پر اقدامات کیے۔ خلیفہ بننے سے قبل نومسلموں سے بھی جذیہ وصول کیا جاتا تھا۔ آپ نے ظلم قرار دیتے ہوئے اس کو ختم کروادیا۔

اس پر اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ جذیہ کی آمدنی کم پڑ گئی۔ اور وہاں کے حاکم نے آپ سے شکایت کی کہ آمدنی کم پڑنے سے قرضے لے کر مسلمانوں کے وظائف ادا کرنے پڑ رہے ہیں جس پر آپ نے لکھا کہ:

جزیہ بہر حال ختم کر دو۔ محمد ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تحصل (ٹیکس جمع کرنے والا) بنا کر نہیں۔

آپ نے بیت المال کی حفاظت کا سخت انتظام کیا۔ دفتری اخراجات کو کم کیا۔ ملک کے تمام معذور اور شیر خوار بچوں کے لیے وظائف مقرر کیے۔ ناجائز آمدنیوں کی روک تھام کے لیے اقدامات کیے۔ ظلم کا خاتمہ اور سال کی

دیانتدارانہ تقسیم کے نتیجے میں صرف ایک سال بعد یہ نوبت آگئی کہ لوگ صدقہ لے کر آتے تھے اور صدقہ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ آپ نے اپنے دور میں جگہ جگہ سرائیں بنوائیں جن میں مسافروں کی ایک دن اور بیمار مسافروں کی دو دن میزبانی کا حکم دیا۔ شراب کی دکانوں کو بند کروادیا اور حکم دیا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے۔

آپ نے اپنے دور میں علم کی اشاعت پر خصوصی توجہ دی، تدریس و اشاعت میں مصروف علماء کرام کے لیے بیت المال سے بھاری وظیفے مقرر کر کے ان کو فکر معاش سے آزاد کردیا۔ آپ کا سب سے بڑا تعلیمی کارنامہ احادیث نبوی کی حفاظت و اشاعت ہے۔

آپ نے خلافت کی موروثی حیثیت ختم کرنے کی کوشش کی لیکن بنوامیہ کے لوگوں نے انہیں یہ تبدیلی لانے کی مہلت نہ دی۔ تجدید اصلاح کے کارنامہ کی بدولت آپ کا زمانہ خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے اور آپ کو پانچویں خلیفہ راشد مانا جاتا ہے۔

720ء میں آپ بیمار پڑ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ بنوامیہ نے آپ کے ایک خادم کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر آپ کو زہر دلوایا تھا۔ آپ کو بیماری کے دوران ہی اس کا علم ہو گیا تھا لیکن آپ نے غلام سے کوئی انتقام نہ لیا بلکہ اس سے اشرفیاں لے کر بیت المال میں جمع کروا دیں اور غلام کو آزاد کردیا۔ اپنی اولاد کو جمع کیا اور فرمایا: "اے میرے بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی، ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے، دوسری یہ کہ تمہارا باپ جنت میں داخل ہو، میں نے آخری بات پسند کرلی، اب میں تمہیں صرف خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں"

زہر دینے کی وجوہات میں سے ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ خلفائے راشدین کی مانند خلافت کے امور چلاتے تھے۔ دوسرا یہ کہ ان کی وجہ سے بنوامیہ کا عیش پرست طبقہ من مانی نہیں کر پا رہا تھا۔ کیونکہ عمر بن عبدالعزیز بیت المال کو مسلمانوں کی امانت سمجھتے تھے۔

طبیعت خراب ہو گئی تو آپ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ یزید بن عبدالملک کے نام وصیت لکھوائی جس میں انہیں تقویٰ کی تلقین کی۔ 720ء کو آپ نے اپنا سفر حیات مکمل کرلیا۔ اس وقت آپ کی عمر 39 سال تھی آپ کو حلب کے قریب دیر سمعان میں سپرد خاک کر دیا گیا جو شام میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا کردار ادا کرنے کی توفیق دے جو اقوام عالم کیلئے مشعل راہ ہو۔ آمین

آج کا محمد بن قاسم

تختہ و تخت میں سے ایک کو چنا کرتے تھے
ہم زمانے میں عجب شان سے جیا کرتے تھے
توپ کیا چیز ہے؟ بندوق کسے کہتے ہیں؟
ہم تو ٹینکوں کی صفیں چیر دیا کرتے تھے
ہمیں ملتا ہے شہادت کا سبق اس وقت سے
جس وقت سے ماؤں کی گود میں دودھ پیا کرتے تھے

712ء میں ایک بے کس بیٹی کی فریاد پر، سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم کی قیادت میں بارہ ہزار فوجیوں پر مشتمل اسلامی لشکر کوفہ و بصرہ سے روانہ ہوا اور مکران اور لسبیلا سے ہوتا ہوا دیبل پہنچا۔ پہلا مقابلہ بھیم سنگھ کے چھاپہ مار دستوں سے ہوا۔ تجربہ کار سالاروں نے حملوں سے بچنے کے لیے سمندر کو چھوڑ کر ہموار راستہ اختیار کرنے اور دشمن کے قلعے سے دور رہنے کا مشورہ دیا لیکن محمد بن قاسم نے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور بالآخر فتح اس کا مقدر بنی۔

یہ بات عیاں ہے دنیا پہ
ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
عزت سے جیے تو جی لیں گے
یا جام شہادت پی لیں گے

اس وقت یہ سترہ سال کا نوجوان نہیں لڑا تھا بلکہ جذبہ لڑا تھا۔ اگر شجاعت اور بہادری رگوں میں خون بن کر دوڑنے لگے تو سترہ سال کیا سات سال بھی بہت ہوتے ہیں۔ کیا دنیا حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہم کو بھول گئی۔ جب بالمقابل ابوجہل، وقت کا فرعون تھا۔

اس بے کس و فریاد بہن کی پکار پر لبیک کہا گیا۔ مگر آج کے نوجوان کے کان پر جوں تک نہ رینگی، میری کشمیری بہن اشتہارات پر پاکستان زندہ باد کے نعرے لکھ کر خود کو دلاسے دیتی ہیں۔

اور اس محمد بن قاسم کا انتظار کرتی ہیں جسے صرف اپنی جان عزیز ہے۔

شہادت جیسے جذبے سے انجان ہیں ان کے بے ضمیر دل۔ نجانے کس طرح ضمیر کو سلا کر بہنوں کی سسکیوں پہ کان دھرے بغیر سوتے ہوں گے۔ جو یہ بھی نہیں جانتے کہ:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

خدارا! جاگنے کا وقت ہے۔ جاگ جاؤ اور جہاد کرو تا کہ فلاح پاؤ۔ روتی سسکتی بہنیں، بلکتے بچے، لاچار بوڑھے اور بے بس مائیں تمہاری راہ تک رہی ہیں۔

تم محمد بن قاسم ہو، ثابت کرو

دردِ دل، پاسِ وفا، جذبہ ایمان ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انسان ہونا

(صفیہ بشیر۔ رائیونڈ)

قسط نمبر: 3

قاتل بنا عبرت کا نشان

بچھڑے کے پجاری

عبدالحمید صادق۔ ملتان

بس جی پیارے بچو!

تیار ہو جائیں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں دلچسپ و سبق آموز واقعہ سننے کے لے۔ ہوا کچھ یوں کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ملاقات کا شرف بخشا اور شریعت کے احکامات دینے کے لیے چالیس دن کے لیے کوہ طور پر بلا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام (جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے) کو اپنا نائب مقرر کر کے کوہ طور پر اللہ سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو یہ ہدایات دیں کہ: میرے بعد میری قوم کی اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کی پیروی نہ کرنا۔

کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور درخواست کی کہ: اے میرے رب! مجھے اپنی جھلک دکھا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ لیکن تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھے ضرور دیکھ لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنے نور کی ایک چمک ڈالی تو سارا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش آیا تو انہوں نے عرض کیا:

اے اللہ تو پاک ہے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور اس حقیقت پر میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تورات کی تختیوں پر زندگی کے ہر معاملے کے بارے میں نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق تفصیل لکھ کر دے دی گئی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس دن گزارنے کے بعد جب واپس اپنی قوم کی طرف رخ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ قوم کے تو یکسر حالات ہی تبدیل ہو چکے ہیں۔ قوم تو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھری ہوئی ہے۔

یقیناً آپ بھی اس بات پر سوچ رہے ہوں گے کہ قوم نے ایسا کیا کرتب دکھایا کہ جس پر موسیٰ علیہ السلام پریشان ہوئے۔

جی ہاں! پیارے بچو! موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص تھا جس کا نام سامری تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد اس شخص نے ساری قوم سے ان کے سونے کے زیورات اکٹھے کر لیے اور ان کو پگھلا کر ایک بچھڑے کی شکل میں ڈھال دیا اور اس بچھڑے میں ایک مٹھی مٹی ڈال دی جس کے ڈالنے سے بچھڑے نے بولنا شروع کر دیا جیسے حقیقت میں بچھڑا بولتا ہے۔

اب اس بات کے بارے میں پریشان نہ ہوں کہ وہ مٹی کون سی تھی کہ جس کے ڈالنے سے بچھڑے نے بولنا شروع کر دیا۔ میں خود ہی آپ کو بتا دیتا ہوں کہ سامری نے وہ مٹی اس وقت لی تھی جب موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے پہنچے تھے تو جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے وحی لے کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے سوار تھے اور جس جگہ گھوڑے نے پاؤں رکھے تھے اس جگہ سے سامری نے وہ مٹی اٹھائی تھی۔ وہ مٹی ڈالنے سے بچھڑے نے آوازیں دینا شروع کر دیں جس پر بنی اسرائیل کے تمام لوگ خوش ہو گئے اور خوشی کے مارے ناچنے لگے کہ کیا بات ہے سامری نے کمال کر دیا۔ اصل میں یہ کام سامری نے خود تو نہیں کیا تھا بلکہ شیطان نے سامری سے کروایا تھا۔ سامری نے جب لوگوں کی اس حالت کو دیکھا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ آپ لوگ اب تک غلط راستے پر بھٹکتے رہے ہیں آپ کا اصل معبود تو یہ ہے۔ لہٰذا اس کی عبادت کرو۔۔۔ ان سارے مناظر کو دیکھتے ہوئے سیدنا ہارون علیہ السلام نے لوگوں کو بہت سمجھایا کہ: یہ شیطانی کام ہیں لہٰذا غلط راستے پر نہ چلو اور ایک اللہ کی عبادت کرو۔

اس بات پر قوم کے تمام لوگوں نے ہارون علیہ السلام کی ایک نہ مانی اور بچھڑے کی پوجا کرنے لگے۔

(بقیہ اگلے شمارے میں۔۔ ان شاء اللہ)

گلدستہ روضہ

یہ شام سحر میں بدلے گی

پھر سے وہی صبحیں وہی شامیں دہرائی جائیں گی
شہادتوں کی وہ زندہ داستانیں پھر سنائی جائیں گی
اک فرد ہے کیا چیز اور ملت کسے کہتے
گزری ہوئی باتیں پھر یاد کرائی جائیں گی
رگوں کا لہو پھر سے تڑپے گا جذبہ دل پھر سے مچلے گا
ان سوئے ہوؤں کو تاریخ کی اقدار پھر بتلائی جائیں گی
یہ ظلم کا زور جو ہے شام و سحر ٹوٹ جائے گا
فتح مبین جیسی خوشخبریاں پھر سنائی جائیں گی
پھر ہر ایک خواب غفلت سے بھاگ اٹھے گا
پھر ان ظالموں کو شاہین صحر میں بدلتی دکھلائی جائیں گی
پھر یہ ظلم کے گہرے کالے بادل چھٹ جائیں گے
پھر یہ محصور فضائیں آزاد کرائی جائیں گی
اک دن ضرور آئے گا یہ شام سحر میں بدلے گی حاویؔ
پھر غلامی کی یہ صدیوں پرانی بنیادیں ڈھائی جائیں گی

(مبشر حاویؔ۔لیہ)

محمد ﷺ کی دعا

حضرت ابو زید عمر بن اخطب الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پینے کے لیے پانی طلب کیا تو میں نے ایک برتن میں پانی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔اس پانی میں بال تھا جسے میں نے نکال دیا۔آپ ﷺ میرے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! اسے خوبصورت بنا دے۔راوی ابونہیک ازدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ابوزید کو یہ دعا ملنے کے ترانوے سال بعد دیکھا تو ان کی داڑھی اور سر میں ایک بھی سفید بال نہیں تھا۔(مسند احمد)

(محمد ایوب ودن۔ساہیوال)

زینت

دنیا کی زینتیں:

1۔ماں اور باپ   2۔نیک اولاد
3۔نیک بیوی اور خاوند   4۔ہمدرد دوست

آخرت کی زینتیں:

1۔علم   2۔تقویٰ
3۔صدقہ   4۔حقوق العباد

جسم کی زینتیں:

1۔کم کھانا   2۔کم سونا
3۔کم بولنا   4۔کم ہنسنا

دل کی زینتیں:

1۔صبر   2۔ذکر   3۔شکر   4۔غور فکر

ایمان کی زینتیں:

1۔حیا   2۔پاکیزگی
3۔سچائی   4۔عدل

(عبداللہ صائم۔میاں چنوں)

ننھے سائنسدان

سعد اسحاق۔ الہ آباد

انڈے کا چھلکا اتاریں بغیر ابالے

جی پیارے بچو! اگر کوئی آپ سے کہے کہ انڈے کا چھلکا اتاریں لیکن اسے ابالے بغیر تو آپ کیا کریں گے؟ شاید آپ اسے کہیں کہ بھائی مذاق نہ کریں بغیر ابالے بھی بھلا کبھی انڈے کا چھلکا اترا ہے؟ جی ہاں! پیارے بچو، بغیر ابالے بھی انڈے کا چھلکا اتارا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے آپ کو کرنا صرف یہ ہے کہ:

ضروری سامان:
☆ انڈہ
☆ سرکہ
☆ ایک عدد بڑا پیالہ

تجربہ:

جی پیارے بچو! حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ تجربہ جتنا ناممکل سا محسوس ہو رہا ہے اتنا ہی آسان اور مزیدار ہے۔ کرنا آپ کو صرف یہ ہے کہ بڑے پیالے کے اندر انڈہ رکھیں اور اس میں سرکہ (جو کہ تقریباً ہر گھر میں موجود ہی ہوتا ہے نہیں تو تھوڑا سا بازار سے خرید لیجئے گا استعمال جاتا ہے) ڈال دیں۔ پیالے میں کم از کم اتنا سرکہ ڈالیں کہ انڈہ اس میں ڈوب جائے۔ اب مشکل ترین کام ہے جو آپ نے کرنا ہے۔ وہ ہے انتظار، جی ہاں! انڈے کو سرکے میں 24 گھنٹے تک رہنے دیں۔ یعنی اگلے دن اسی وقت دوبارہ اس تجربے کو شروع کریں۔ ٹک۔۔۔ ٹک۔۔۔ ٹک۔۔۔ یار یہ کیا؟ 24 گھنٹے پورے ہی نہیں ہو رہے۔ کسی کو تو رات کو نیند بھی نہیں آئی ہو گی یا نیند میں بھی انڈے کے بارے میں ہی سوچ رہا ہو گا۔

لیں جی! 24 گھنٹے پورے ہو گئے اور آپ کا انڈہ تیار ہے۔ اب احتیاط سے انڈے کو سرکے میں سے باہر نکالیں۔ یہ کیا؟ انڈہ بار بار ہاتھ سے پھسل رہا ہے۔ اس کے لیے آپ چمچ کا استعمال کریں۔ اب انڈے کے اوپر کا چھلکا آہستہ آہستہ انگلی یا انگوٹھے کی مدد سے رگڑ کر اتارنا شروع کر دیں۔ جب مکمل طور پر چھلکا صاف ہو جائے تو انڈے کو پانی یا اسی سرکے سے دھو لیں اور بعد میں کسی کپڑے سے صاف کر لیں۔ لو جی! آپ کا انڈہ ہو گیا تیار اس میں ایک اور مزے کی چیز یہ ہے کہ یہ انڈہ گیند کی طرح نرم بھی ہو گیا ہے۔ آپ اس تیار شدہ انڈے کو رات کے وقت کسی بلب یا ٹارچ کے سامنے کریں گے تو اس میں سے روشنی نظر آئے گی جو بہت خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔

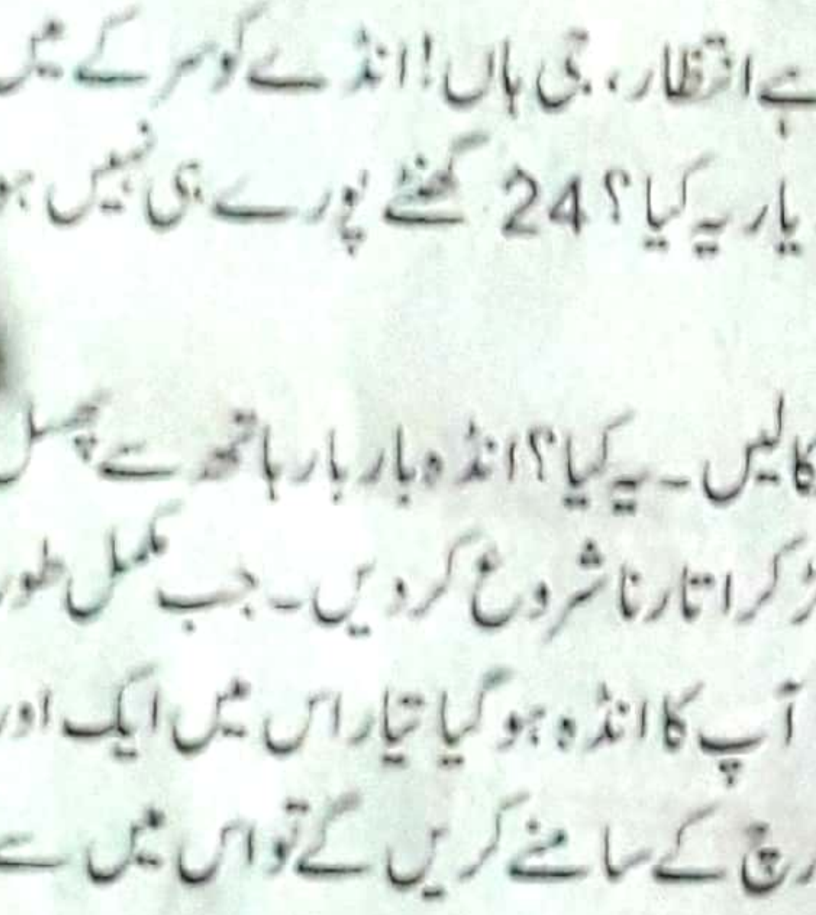
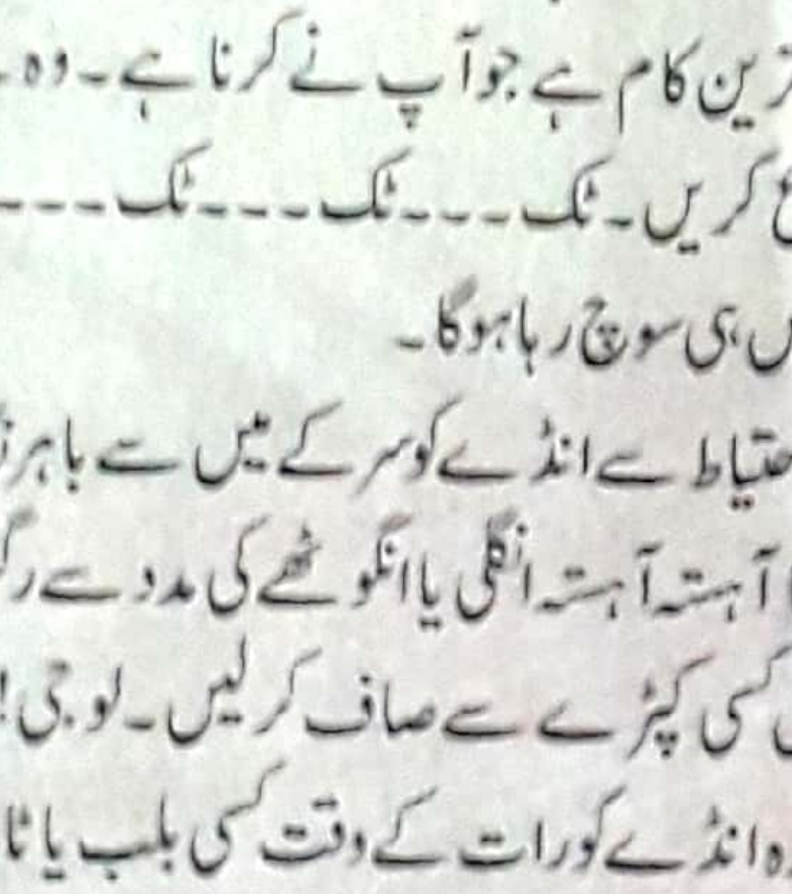
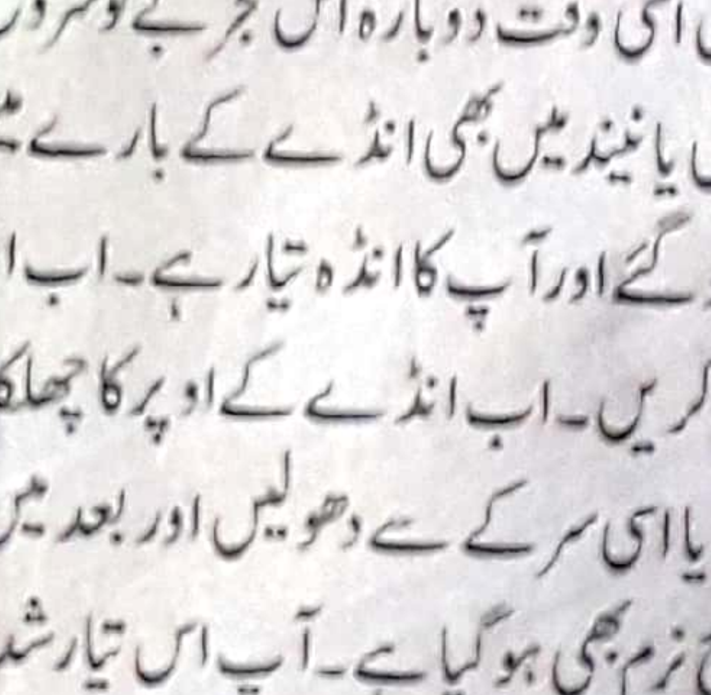
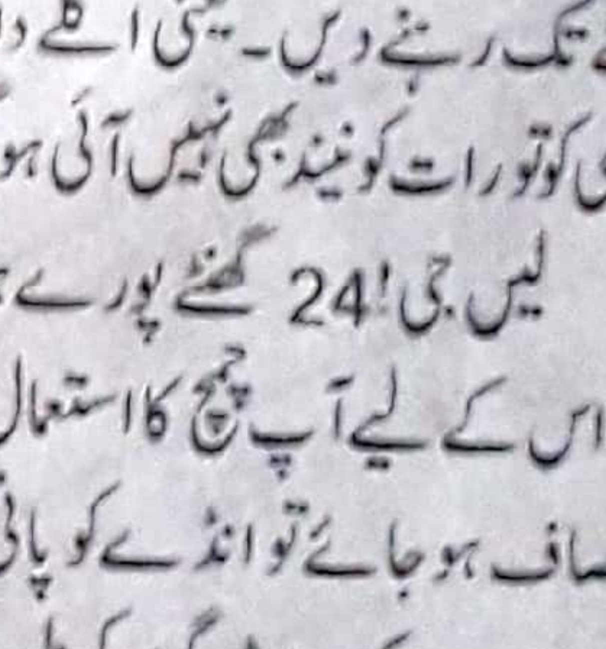

یہ کیسے ہوا؟

سرکے میں ایسٹک ایسڈ ہوتا ہے جو انڈے کے چھلکے میں سے کیلشیم کاربونیٹ کو نکال دیتا ہے جس سے چھلکا نرم ہو کر اتر جاتا ہے۔ چھلکا تو اتر جاتا ہے لیکن انڈے کے اندر کا مادہ اسی طرح نرم رہتا ہے اس لیے انڈہ گیند کی مانند اچھلنا بھی شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن زیادہ اونچائی سے گرانے پر انڈا پھٹ سکتا ہے۔

2018
کے نام

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

قیمت Rs.6

جلد نمبر 18

29 جمادی الثانی 1439ھ، 16 مارچ 2018ء

شمارہ نمبر: 6
265

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمارے کی زینت

صفحہ	عنوان	مصنف
3	جب وہ مسلمان ہوئے	اُم آمنہ بنت عمر
4	زبانیں نشانیاں ہیں	میمونہ بنت صادق
5	23 مارچ تکمیل پاکستان	اخت مجاہد اسلام
6	اردو کی گنتی سمجھیں آسانی سے	سعد اسحاق
7	ان پڑھ دادی	عاتکہ ستار
8-9 10	میں ہوں پاکستان	محمد فیصل
11	آخری پیپر	جویریہ ندیم
12	سٹرابیری	محمد ابو بکر صدیق
13	دماغ لڑاؤ انعام پاؤ	ادارہ
14 15	خط کہانی، گلدستہ روضہ	ادارہ

میٹھے بول

پیارے بچو! کیسے ہیں آپ؟

پیارے بچو! آج ہم بات کریں گے روزمرہ زندگی میں گفتگو کے آداب پہ۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ننھے قارئین بات کرتے ہوئے اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ وہ کس سے بات کر رہے ہیں۔ پیارے بچو کوشش کریں کہ آپ اچھی بات کہیں ورنہ خاموش رہیں۔ البتہ اگر کسی چیز کی سمجھ نہیں آ رہی یا کسی معاملے میں پریشان ہیں تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنے بڑے بھائی یا والدین سے وہ بات کر لیں۔

پیارے بچو! بڑوں کی عزت اور تکریم کرنا ہم پر فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔"

اس لیے پیارے بچو! جب کسی بڑے سے بات کریں تو عزت اور احترام سے پیش آئیں۔ براہ راست نام لینے کی بجائے انہیں انکل، بھائی، چچا وغیرہ کہہ کر پکاریں۔ اسی طرح جب اپنے چھوٹے بہن بھائیوں سے گفتگو کریں یا انہیں بلائیں تو بھائی کہہ کر بلائیں اور بہنوں کو بھی آپی یا بہن کہہ کر بلائیں۔ اس سے ان کے دلوں میں آپ کے لیے محبت اور احترام کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اسی طرح پیارے بچو! جب کوئی آپ سے کچھ کہنا چاہے تو اسے مکمل توجہ سے سنیں۔ ان کی بات مکمل ہونے دیں اور پھر اپنی بات کریں۔

پیارے بچو رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات کرتا تو اس کی بات سنتے رہتے یہاں تک کہ وہ بات مکمل کر کے خاموش ہو جاتا۔ جب کسی سے بات کرتے تو اسے مکمل توجہ دیتے اور درمیان میں نہ ٹوکتے۔ آپ ﷺ اتنی محبت سے پیش آتے کہ آپ ﷺ سے ملنے والا ہر شخص یہی سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ہی سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جب آپ رسول اللہ ﷺ کی اس سنت مبارکہ پہ عمل کریں گے تو آپ سے بھی سب لوگ اسی طرح محبت کریں گے۔

آپ کے اپنے
ایڈیٹر بھیا جی

نگران: محمد راشد | مدیر اعلیٰ: جنید الرحمن | مدیر: محمد سیاف

شیخ ایوب نے دارالاندلس پرنٹنگ پریس سگیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن 250 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر: 0322-4336456

PO BOX# 102, GPO, LAHORE
rozatulatfaal.pak@gmail.com
rozatulatfaal.pak
0311-6397264

جب وہ مسلمان ہوئے

(ام آمنہ بنت عمر۔ پاکپتن)

یمن کے قریب واقع قبیلہ دوس کے سردار ایک شاعر اور گہری سوجھ بوجھ کے حامل تھے۔ نبوت کے گیارویں سال مکہ تشریف لائے تو اہل مکہ نے بڑھ کر انکا استقبال کیا اور نبی ﷺ سے اس قدر بدظن کیا کہ جب وہ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو کان میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں آپ ﷺ کی کوئی بات کان میں نہ پڑجائے۔ مگر ہوا یہ کہ اس وقت نبی ﷺ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کی آواز ان کے کان میں پڑہی گئی۔ انہوں نے جو کچھ سنا بہت اچھا محسوس کیا۔

دل ہی دل میں کہنے لگے: "میں سوجھ بوجھ رکھنے والا شاعر ہوں۔ مجھ سے بھلا برا چھپا نہیں رہ سکتا، پھر کیوں نہ میں اس شخص کی بات سنوں اچھی ہوئی تو قبول کرلوں گا۔ بری ہوئی تو نہیں مانوں گا۔ چنانچہ جب نبی ﷺ گھر تشریف لائے تو وہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیے۔ گھر کے اندر آکر آپ سے اپنا واقعہ بیان کیا اور عرض کی آپ اپنا دین پیش کریں۔ آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی تلاوت کی۔ یہ سن کر قبیلہ دوس کے سردار نے اسلام قبول کر لیا۔

ان کا نام طفیل بن عمرو دوسی تھا۔ جن کو ہم اب طفیل بن عمرو دوسی کے نام سے جانتے ہیں۔ انہوں نے حق کی شہادت دی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے کوئی نشانی دے دیں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ جب وہ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو ان کا چہرہ چراغ کی طرح روشن ہوگیا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی، کہ روشنی کو چہرے کے بجائے کہیں اور منتقل کردے، چنانچہ یہ روشنی ان کی لاٹھی کے سرے میں منتقل ہوگئی۔ جب وہ اپنی قوم میں پہنچے تو انہیں اسلام کی دعوت دی۔ والد اور بیوی نے اسلام قبول کرلیا مگر قوم نے تاخیر کی۔ لیکن انہوں نے مسلسل دعوت دینا جاری رکھی۔ بالاخر قبیلے کے باقی لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ ہجرت کی تو ان کے ساتھ قوم کے ستر یا اسی گھرانے تھے۔

حوالہ:

(دلائل النبوۃ للبیہقی، سیرت النبی جلد ا حصہ دوم صفحہ ۳۸۰ شبلی نعمانی)

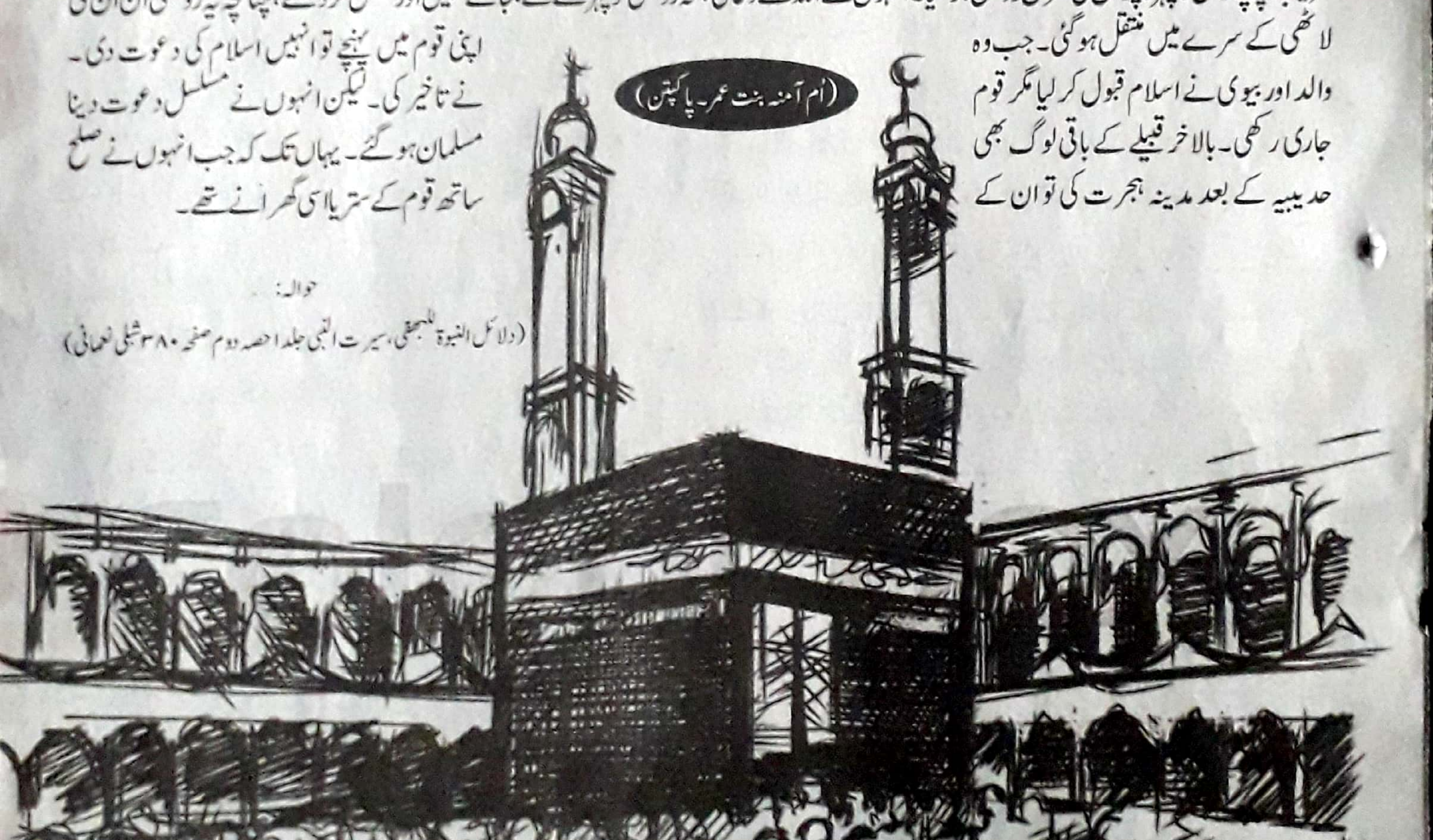

زبانیں نشانیاں ہیں

ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں تقریباً 6 ہزار سے 9 ہزار تک کی تعداد میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ زبانوں کی تعداد میں براعظم ایشیاء سرفہرست ہے جہاں 2300 کے قریب زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جبکہ دوسرے نمبر پر براعظم افریقہ ہے جہاں تقریباً 2143 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ تیسرے نمبر پر سمندری علاقوں کے حامل ملکوں میں بولی جانے والی زبانیں ہیں جن کی تعداد 1306 ہے۔ چوتھے نمبر پر براعظم امریکہ ہے جہاں 1060 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اسی طرح پانچویں نمبر پر یورپی ممالک ہیں جہاں 688 زبانیں بولی جاتی ہیں۔

زبانیں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

"اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کیلئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔"

(سورۃ الروم: آیت نمبر: ۲۲)

پیارے بچو!

اس دنیا میں اتنے لوگوں کا مختلف بولیاں بولنا اور آپس میں ان کی سمجھ رکھنا اللہ کی نعمت ہے۔ ہمارے پیارے ملک پاکستان کی قومی زبان اگرچہ اردو ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ 74 کے قریب زبانیں بولی جاتی ہیں۔

ان میں عربی، سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو، سرائیکی، براہوی، پوٹھوہاری، کشمیری اور انگریزی زبان بڑے پیمانے پہ بولی جاتی ہے جبکہ مختلف علاقوں میں اور بھی زبانیں محدود پیمانے پہ بولی جاتی ہیں۔

اسی طرح عربی، انگریزی اور چینی زبانیں بین الاقوامی سطح پہ بھی رابطے کا ذریعہ ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق زیادہ زبانیں بولنے والے افراد کی یاداشت باقی کی نسبت بہتر ہوتی ہے اور وہ دوسروں سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق چند سال کے بچے میں اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ 3،4 زبانیں آسانی سے سیکھ سکتا ہے۔ زبانیں سیکھنے کا عمل ماحول سے متعلق ہے۔ ہم میں سے بہت لوگ بچپن میں ہی اپنے ماحول اردو، انگلش، عربی اور پنجابی، پشتو یا سندھی وغیرہ سیکھ لیتے ہیں۔

پیارے بچو کوشش کریں کہ آپ بھی زیادہ سے زیادہ زبانیں سیکھیں۔ اس سے آپ کو زیادہ لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کا موقع ملے گا اور آپ زیادہ موثر انداز میں غلبہ اسلام کا کام کر سکیں گے۔

میمونہ بنت صادق - لیہ

23 مارچ تکمیلِ پاکستان

پیارے بچو! جب بھی مارچ کا مہینہ آتا اور اقبال پارک کے خوبصورت مینار پاکستان پر نگاہ پڑتی ہے تو آنکھوں سے 23 مارچ 1940 کا منظر گھوم جاتا ہے، جب قراردادِ پاکستان پیش کر کے مسلمانوں نے پاکستان بنانے کا عہد کیا اور پھر رات دن ایک کر کے یہ وطن عزیز کلمہ کی بنیاد پر قائم کر دکھایا۔

24 ,23 ,22 مارچ کو ہونے والے مسلم لیگ کے اس اجلاس کی صدارت قائدِ اعظم محمد علی جناح نے کی اور اس قرارداد کو پیش کرنے کا اعزاز شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق نے حاصل کیا۔ جن کا پورا نام عبد القسیم فضل الحق تھا۔

اس قرارداد میں یہ کہا گیا کہ:

"مسلم اکثریت والا شمال مشرقی حصہ جن میں بنگال اور آسام شامل ہیں، شمالی حصہ جن میں پنجاب، سندھ، سرحد (KPK)، بلوچستان اور کشمیر شامل ہیں، ان سب پر مشتمل ایک آزاد مملکت قائم ہونی چاہیے۔"

لیکن پیارے بچو! ہم نے اس قرارداد کے پیش ہونے کے سات سال بعد اپنا پیارا وطن پاکستان نا مکمل حالت میں حاصل کر لیا۔

ہمارے کئی علاقوں پر ابھی بھی بھارت کا ناجائز قبضہ ہے۔

کشمیر جسے بانی پاکستان، پاکستان کی شہ رگ کہا کرتے تھے۔ جہاں آج بھی پاکستان کے پرچم لہرائے جاتے ہیں۔ جہاں اب بھی پاکستان زندہ باد، تیری جان میری جان پاکستان پاکستان اور پاکستان سے رشتہ کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نعرے لگائے جاتے ہیں، وہاں کے بچے بوڑھے اور جوان سب تکمیل پاکستان کے لیے اپنی جان کے نذرانے پیش کر رہے ہیں اور انڈین آرمی کے ظلم و ستم کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے مختلف ٹولیوں کی صورت میں ہاتھوں میں پتھر پکڑے گلی کوچوں میں گھومتے دکھائی دیتے ہیں۔ جونہی کوئی بھارتی فوجی نظر آتا ہے بچوں کی یہ ٹولی یا ان میں سے کوئی ایک اس پر پتھر برسا کر فرار ہو جاتا ہے۔

یہ کشمیری بچے اپنے پیدائشی حق آزادی کے لیے اپنے بڑوں سے بھی بڑھ کر کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں تکمیل پاکستان کی اس جنگ میں ان بچوں کا ساتھ دینا ہے اور کشمیر کے اک اک ذرے کو بھارتی جبر و تشدد سے آزاد کروانا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب کشمیری بچے بھی آزادی کی فضاؤں میں سانس لیں گے۔ ان شاء اللہ

اخت مجاہد اسلام۔ فیصل آباد

مشکل ہوئی حل!
اب اردو کی گنتی
سمجھیں آسانی سے

سعد اسحاق۔ لاہور

پیارے بچو! آج آپ کی ایک بہت بڑی مشکل کو حل کرنے جا رہے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے ذرا یہ تو بتائیں کہ کیا نیچے دی گئی تاریخ کو آپ با آسانی پڑھ سکتے ہیں: ۱۴-۰۸-۱۹۴۷

پڑھ تو لی ہو گی شاید لیکن بہت مشکل سے یا شاید بالکل سمجھ نہیں آئی ہو گی۔ تو چلیئے پھر آج اس مشکل کا حل تلاش کرتے ہیں۔

پیارے بچو! نمبروں کی یہ ترتیب "اردو کی حروف تہجی" کہلاتی ہے۔ اکثر آپ نے اپنی مطالعہ پاکستان، معاشرتی علوم اور اس کے ساتھ ساتھ اردو یا عربی کی کتابوں میں یہ گنتی دیکھی ہو گی۔ لیکن بہت سے بچے اسے صحیح طرح سے سمجھ نہیں پاتے۔

آگے بڑھنے سے پہلے میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں۔ ایک پانچویں کلاس کا بچہ جس کا نام ابو سفیان تھا وہ بہت لائق اور سمجھدار طالب علم تھا۔ اس لیے اکثر کلاس میں استاد صاحب اسے اردو کا سبق پڑھنے کے لیے کہتے تاکہ باقی طالب علموں کو بھی سبق کی سمجھ آجائے۔ ابو سفیان بہت اچھی اردو پڑھتا تھا اور بغیر رکے پڑھا کرتا تھا۔ اسی طرح ایک دن استاد صاحب نے ابو سفیان کو اردو کا سبق "تحریک پاکستان" پڑھنے کے لیے کہا۔ ابو سفیان نے بلند آواز میں سبق پڑھنا شروع کیا لیکن سبق پڑھنے کے دوران جیسے ہی حروف تہجی میں لکھی ہوئی تاریخ آئی تو وہ وہیں رک گیا اور استاد صاحب کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ ادھر استاد صاحب بھی سمجھ چکے تھے کہ اسے اردو (حروف تہجی) میں لکھی ہوئی گنتی نہیں آتی اس لیے استاد صاحب نے اسے بتایا کہ یہ فلاں تاریخ لکھی ہوئی ہے، پھر ابو سفیان نے باقی سبق پڑھا۔

پیارے بچو! کہیں یہ آپ کو اپنا واقع تو نہیں لگ رہا۔۔۔ کیونکہ یہ واقع صرف ابو سفیان کا نہیں ہے بلکہ کئی بچے ایسے ہیں جن کو اردو میں گنتی نہیں آتی اس لیے آج ہم سیکھیں گے کہ اردو کی گنتی کس طرح یاد کی جائے۔

تو چلیں پھر ہم نمبروں کو ترتیب وار سیکھتے ہیں۔

صفر: انگریزی میں ہم صفر ایک بیضوی دائیرے کی شکل میں لکھتے ہیں جبکہ اردو گنتی میں صفر ا ایک نقطہ کی طرح لکھا جاتا ہے۔

انگریزی کا صفر: 0　　اردو کا صفر: ۰

ایک: ایک کو انگریزی میں دائیں سے بائیں طرف ایک چھوٹی سی لائن کھینچ کر اوپر سے نیچے کی طرف لے آتے ہیں جبکہ اردو میں جس طرح الف لکھا جاتا ہے اسی طرح اوپر سے نیچے کو ایک سیدھی لائن لگائی جائے تو ایک بنتا ہے۔

انگریزی کا ایک: 1　　اردو کا ایک: ۱

دو، تین: انگریزی میں دو اور تین کو جس طرح لکھا جاتا ہے حیران کن بات یہ ہے کہ اردو میں بھی دو اور تین کو اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ انگریزی کا دو بائیں طرف سے شروع کیا جاتا ہے اور دائیں طرف ختم کیا جاتا ہے جبکہ اردو کا دو اوپر سے شروع کیا جاتا ہے اور نیچے کی طرف ختم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح انگریزی کا تین اوپر سے نیچے کی طرف بنایا جاتا ہے اور اس کے دائروں کا منہ دائیں طرف ہوتا ہے لیکن اردو کا تین دائیں سے بائیں لکھا جاتا ہے اور اس کے دائیروں کا منہ نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن اردو کے تین میں دو کی طرح نیچے کی طرف ایک لائن بھی لگائی جاتی ہے۔

انگریزی کا دو: 2　　اردو کا دو: ۲

انگریزی کا تین: 3　　اردو کا تین: ۳

چار: انگریزی کا چار ہم دو طرح سے لکھتے ہیں۔ پہلے طریقے میں ( ) یوں لکھا جاتا ہے جبکہ دوسرے طریقے میں (4) اس طرح لکھا جاتا ہے۔ جس پہلے طریقے کے مطابق ہم انگریزی میں چار لکھتے ہیں اردو میں بھی اس سے ملتا جلتا چار ہی لکھا جاتا ہے لیکن دائیں سے بائیں جانب۔

انگریزی کا چار: 4　　اردو کا چار: ۴

پانچ: پیارے بچو پانچ نمبر یاد کرنا بہت ہی آسان ہے کیونکہ ہم سب جانتے ہیں اسے انگریزی میں پانچ یوں (5) لکھا جاتا ہے لیکن اردو میں اسے دل کی طرح لکھتے ہیں۔ جس طرح ہم دل ( ) بناتے ہیں بس اسی طرح پانچ لکھا جاتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اسے اوپر سے نیچے الٹا ( ) بنایا جاتا ہے۔

ان پڑھ دادی

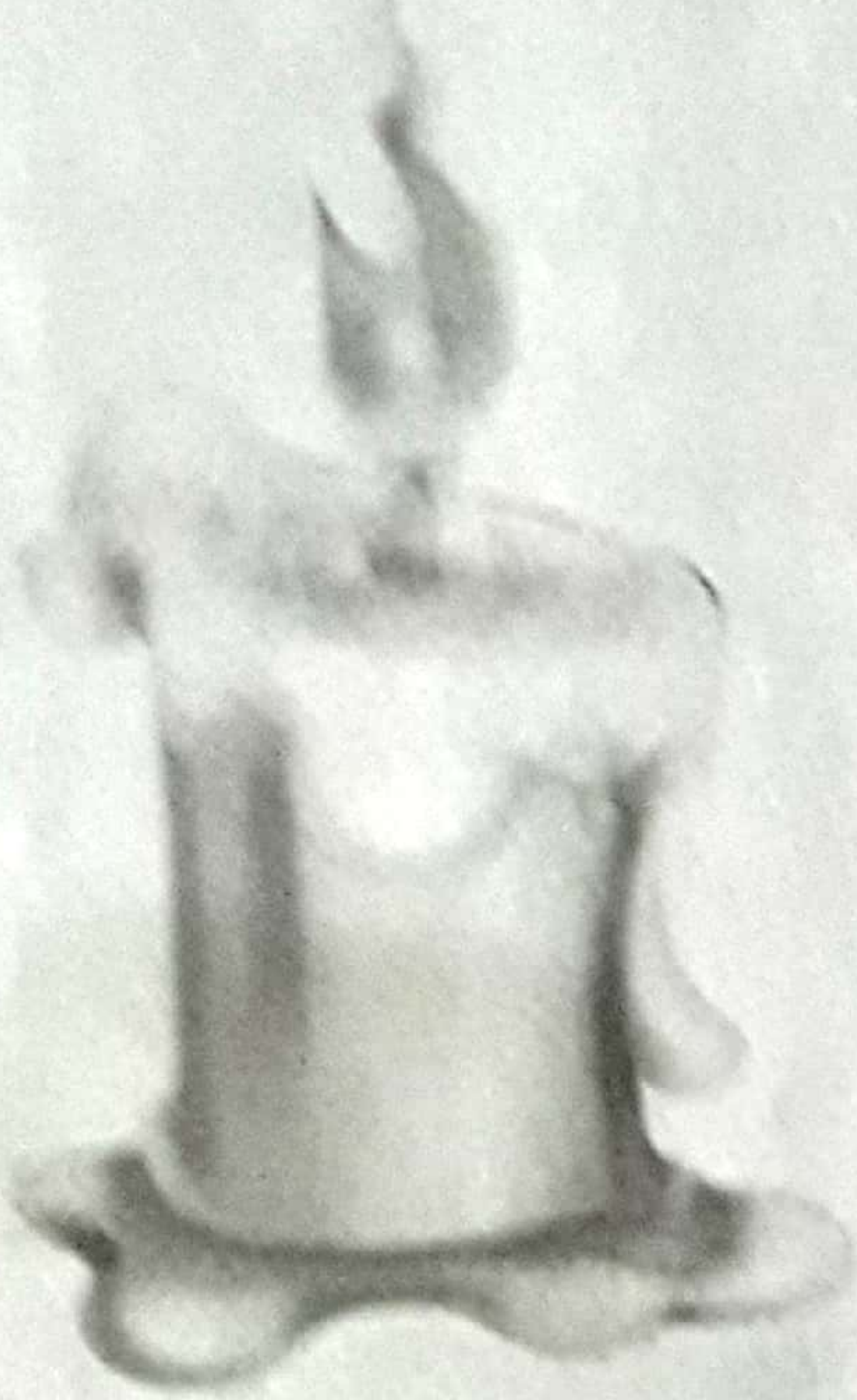

[illegible]

[illegible]

ہم	سیکھ	کی	کو	بتائے	ہم
اب	سے	سب	کو	بتائے	ہم

([illegible])

انگریزی کا پانچ: 5 — اردو کا پانچ: ۵

چھ: انگریزی میں چھ (6) یوں لکھا جاتا ہے جیسے کوئی اردو میں ... لکھا جاتا ہے۔ آپ پہلے ہی یہ جانتے ہیں کہ ... جس طرح آپ نے اردو میں ... لکھنا سیکھا ہے اس طرح ... شروع کیا جاتا ہے اور چھ ... طرف سے۔

انگریزی کا چھ: 6 — اردو کا چھ: ۶

سات: لوجی اب اگر سات کی بات کریں تو یہ ... آسان نمبر ہے ... انگریزی کا سات اور اردو کا سات ایک طرح ... انگریزی کے (Z) ... لائن لگا دیں تو ( ) انگریزی کا سات بنتا ہے اور ... ( ) اردو کا سات بنتا ہے۔

انگریزی کا سات: 7 — اردو کا سات: ۷

آٹھ: اب انگریزی کا آٹھ (8) تو آپ سبھی جانتے ہیں کیوں نہ اردو کا آٹھ بنایا جائے۔ لوجی اردو کا آٹھ بالکل سات کی طرح ہے بس سات میں بھی ... ہوتا ہے جس کا منہ ... طرف ہے اور آٹھ میں بھی ... ہوتا ہے لیکن اس کا منہ اوپر کی جانب ہے۔

انگریزی کا آٹھ: 8 — اردو کا آٹھ: ۸

نو: جس طرح انگریزی کا نو (9) ہے اسی طرح اردو کا نو بھی لکھا جاتا ہے۔ بس فرق تھوڑا سا یہ ہے کہ انگریزی کے نو کا پیٹ ... ہے جبکہ اردو کے نو کا پیٹ چھوٹا ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی کے نو میں نیچے کی جانب لائن کو گھما دیا جاتا ہے لیکن اردو کے نو میں لائن بالکل سیدھی نیچے کی جانب جاتی ہے۔

انگریزی کا نو: 9 — اردو کا نو: ۹

لو پیارے بچو! گنتی تو پوری ہو گئی اب ... ہو جائے ... سے پہلے ایک بار پوری گنتی پر نظر ڈالیں کہیں بھول نہ جائے۔

0,1,2,3,4,5,6,7,8,9

۰،۱،۲،۳،۴،۵،۶،۷،۸،۹

پیارے بچو! یاد کرنے کا سب سے بہترین طریقہ اپنے سبق کو بار بار لکھ کر دیکھنا ہے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ اس گنتی کو لکھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس کے مقصد کی نہیں۔ (ترمذی)

پیارے بچو! بہت دنوں سے میرا دل کر رہا تھا کہ میں روضۃ الاطفال کے قارئین سے کچھ باتیں کروں۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دے ہی دیا۔

پیارے بچو! "میں ہوں پاکستان"

میں 14 اگست 1947 (27 رمضان المبارک 1366ھ) کو وجود میں آیا۔ اگست کی اندھیری راتیں تھیں۔ میرے لوگ مجھ سے ملنے دور دور سے آرہے تھے۔ کوئی ریڑھی پہ سوار تھا تو کوئی گھوڑے پہ۔ کسی کو ٹرین کی چھت پہ جگہ ملی اور کوئی مجھ سے ملنے کیلئے پیدل ہی کھنچا چلا آرہا تھا۔ رات کے اندھیرے اور سورج کی سخت دھوپ بھی انہیں میری طرف آنے سے روکنے میں ناکام تھی۔ میرے معرض وجود میں آنے کی خوشی تھی ہی ایسی کہ کسی نے اپنے کاروبار کی فکر اور نہ کسی نے اپنے آبائی گھر کی۔ یہ لوگ اپنے گھر اور اپنے علاقے جن میں ان کا بچپن گزرا۔ وہ دوست جن کے ساتھ وہ کھیلا کرتے تھے۔ سب کچھ چھوڑ کر میری طرف آرہے تھے۔ کہیں ستر سال کا بوڑھا تھا اور کہیں چھوٹا دودھ پیتا بچہ لیکن سب سفر کی مشکلوں کے باوجود مجھ سے ملنے کو بے قرار تھے۔

انہی میں ایک ٹرین میری طرف سست روی سے چلتی آرہی تھی۔ مجھے اس ٹرین کی سواریوں سے ملنے کا بہت انتظار تھا۔ ٹرین آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پلیٹ فارم پہ پہنچ گئی لیکن ٹرین سے سواریوں کی بجائے خون آلود کپڑوں میں لپٹی لاشیں نکلنے لگیں۔ اتنی بڑی ٹرین میں سے کوئی بھی فرد سلامت نہ نکلا۔ کسی کا بازو کٹا تھا تو کوئی ٹانگ سے معذور ہو چکا تھا۔ اکثریت شہید ہو چکی تھی۔

مجھ تک پہنچنے والے قافلوں کی اکثریت کا یہی حال تھا۔ میرے سے ہندوؤں کو سخت نفرت تھی۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کوئی میرے تک سلامت پہنچ نہ پائے۔

میرے جسم کے کئی حصے تھے۔ میرے وجود میں آنے کے ساتھ ہی میرے دشمنوں نے میرے جسم کو بہت سے حصوں مناوادر، جوناگڑھ، حیدر آباد،، احمد آباد، گورداسپور وغیرہ کو مجھ سے چھین کر مجھے ان حصوں سے محروم کر دیا۔ آج جب میں ان حصوں کو یاد کرتا ہوں تو میرا دل غمگین ہو جاتا ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ میرے دوست بننے لگے۔ سعودی عرب اور چین میرے گہرے دوست ہیں۔ جب کبھی مجھ پہ مشکل آئے یہ میرے کام آتے ہیں۔ آہستہ آہستہ میں بہتر ہونے لگا۔ مجھے اس طرح مضبوط دیکھ کر میرا دشمن بھارت مجھ سے خوف کھانے لگا۔ اس نے میری شہ رگ پہ قبضہ

محمد فیصل۔ گوجرانوالہ

فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے (اس سب) سے بہتر ہے۔ (مسلم)

کرلیا اور اب وہاں کے لوگوں پہ ظلم کرتا ہے۔ جس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میری شہ رگ سے مسلسل خون بہہ رہا ہے۔ بھارت میرا ازلی دشمن ہے۔ یہ بچپن سے لے کر اب تک مجھ پہ ظلم کرتا آیا ہے۔

16 دسمبر 1971 کو دشمن نے مجھ پر ایک اور ظلم۔ اس نے میرے چند نادان لوگوں کو ساتھ ملا کر میرے بہت ہی پیارے مشرقی حصے کو مجھ سے الگ کر دیا۔ اس دن میں بہت رویا۔ مجھ سے محبت کرنے والے لوگ بھی بہت غمزدہ تھے لیکن میں نے خود کو سنبھالا اور آگے بڑھتا رہا۔

میرا دشمن اب بھی مجھے کاٹنا چاہتا ہے اور میرے باقی حصوں کو بھی میرے جسم سے الگ کرنا چاہتا ہے کبھی بلوچستان کو اور کبھی گلگت بلتستان کے اندر جاسوس بھیج کر میرے اندر بیماریوں کو پھیلا کر میرے بلوچستان کو مفلوج کر کے مجھ سے الگ کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں نے الحمدللہ ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور آج میرے لوگ ان سازشوں کو جان چکے ہیں اور مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

کبھی کبھی میں اپنے تمام دکھوں کو یاد کر کے بہت روتا ہوں۔ میرا دل غمگین ہو جاتا ہے۔ اپنے جسم کے کٹے حصوں کو دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ پھر جب میں اپنے باقی حصوں کو دیکھتا ہوں تو میں بہت خوش ہو جاتا ہوں کہ مجھ میں ایسی طاقتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے میں اس دنیا میں ابھر رہا ہوں۔ میرے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں رکھی ہیں جن کی وجہ سے پوری دنیا میں میری شہرت ہے۔

میں نے اپنی زندگی کا ایک اصول بنایا ہے کہ میں کسی سے بھی لڑتا نہیں اور نہ ہی میں کسی پر ظلم کرتا ہوں لیکن جب کوئی مجھے بہت زیادہ تنگ کرتا ہے اور مسلسل مجھ سے لڑنا چاہتا ہے تو میری حفاظت کرنے والے اور مجھ سے اپنی جان سے بڑھ کر محبت کرنے والے پاکستان آرمی کے جوان اس کا وہ حشر کرتے ہیں کہ میرا دشمن ڈر کے بھاگ جاتا ہے۔ وہ میرے ساتھ ہمیشہ رہتے ہیں زمین پر سمندروں پر بھی۔ کبھی میری خاطر لڑنا بھی پڑ جائے تو وہ لڑتے لڑتے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں لیکن مجھ پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ میری سلامتی کے لیے دن رات مصروف رہتے ہیں۔ میرے محافظ فوجی دنیا کے سب سے بہترین فوجی ہیں ان کی دلیری اور بہادری پوری دنیا میں مثال ہے۔

مجھے اللہ نے بہت حسن دیا ہے۔ لوگ مجھے دیکھنے دور دور سے آتے ہیں۔ اور اپنی زندگی کو خوشگوار بناتے ہیں۔ میرا دارالخلافہ اسلام آباد دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ فیصل مسجد، دامن کوہ، شکر پڑیاں، اور مارگلہ کی پہاڑیوں سے کی وجہ سے اس شہر کی خوبصورتی اور بھی بڑھ گئی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ شمالی علاقہ جات کے پہاڑوں، چشموں اور دریاؤں کی خوبصورتی دیکھنے سیاح دور دور سے آتے ہیں۔ ان میں برفوں کے پہاڑ تو مجھے بہت ہی پیارے لگتے ہیں۔ جہاں پر لوگ دور دور سے آ کر سنو کیمپ کرتے ہیں اور برف سے کھیلتے ہیں۔ ان علاقوں میں اگنے والے میٹھے اور مزے دار پھلوں کے باغات سے میرے لوگوں کے ساتھ ساتھ میرے ہمسائے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مالٹوں کی سرزمین سرگودھا سے پوری دنیا میں خوبصورت مالٹے بھیجے جاتے ہیں۔ لوگ ہلکی ہلکی دھوپ میں ان مالٹوں کو کھا کر اپنے جسم کو قوت بخشتے ہیں۔

میرے پاس ایک ایسی چیز بھی ہے۔ جو پوری دنیا کیلئے بہت اہم ہے۔ دنیا کے تمام اچھے ممالک اس کی وجہ سے مجھے پسند بھی کرتے ہیں اور مجھ سے دوستی بھی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ میرے بلوچستان کی بندرگاہ گوادر جو قدرتی طور پر دنیا کی اپنی طرز کی واحد گہرے ساحل والی بندرگاہ ہے۔ میں نے اپنے ایک بڑے دوست چین کو اس کو آباد کرنے کا حق دیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنی تجارت کرے اور مجھے بھی اس سے فائدہ ہو۔ چین نے بھی مجھے بہت سے تحائف دیے ہیں۔ میں نے اس کے ساتھ مل کر جنگی جہاز، ہیلی کاپٹر اور آبدوزیں بنائی ہیں۔

ایک اور بات کہ میں اسلامی دنیا کا سب سے پہلا ملک ہوں جس کو ایٹمی

طاقت بننے کا اعزاز حاصل ہے۔ تمام اسلامی ممالک کو جب بھی کوئی مشکل آئے تو وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور مجھ سے مدد مانگتے ہیں۔

میری ایک پہچان مینار پاکستان ہے۔

یہ قرارداد پاکستان 23 مارچ 1940 کی یاد میں تعمیر کیا گیا۔ آج سے کئی سال پہلے لاہور کے منٹو پارک میں مسلمانوں کے علیحدہ وطن کے لیے یہ قرارداد مسلم لیگ کے ایک تاریخی جلسے میں منظور کی گئی۔ جسے قرارداد لاہور کا نام دیا گیا۔ ہندو اخبارات نے اسے قرارداد پاکستان کا نام دے کر مذاق اڑایا۔ آہستہ آہستہ یہ قرارداد اسی نام سے مشہور ہو گئی اور الٹا ہندوؤں کیلئے ہی باعث شرمندگی بن گئی۔

اس کے علاوہ بھی مجھ میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جن کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ صرف تاریخی مقامات ہی نہیں بلکہ میرے جسم سے بہت سی معدنیات اور قدرتی وسائل حاصل ہوتے ہیں۔ جو پوری دنیا استعمال کرتی ہے۔ کوئلہ، سونا، نمک، لوہا اس کے علاوہ بہت سی استعمال کی چیزیں میرے جسم میں موجود ہیں۔

سب سے بڑھ کر بات تو یہ ہے کہ مجھے اسلام کا محافظ اور اسلام کا قلعہ بھی کہتے ہیں۔ جب میری پیدائش ہوتی تو کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر میرا نام رکھا گیا اور مجھے بنانے مقصد ہی یہی تھا کہ میں اپنے اندر بسنے والے تمام مسلمانوں کو ایسا ماحول دے سکوں جہاں ان کو اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ان میں آسانی ہو۔ مجھے بنانے کیلئے بہت زیادہ محنت کرنے والے محمد علی جناحؒ سے ایک بار میرے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ایک تاریخی جواب دیا۔

انہوں نے کہا۔ "ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

پیارے بچو! میری خوراک نظریہ پاکستان ہے اگر میرے اندر اپنے والے مجھے نظریہ پاکستان کی خوراک دیتے رہیں گے تو مجھے کچھ نہیں ہو گا۔ کوئی دشمن بھی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اسی لیے میرے سے محبت کرنے والے لوگ یہ نعرہ بھی لگاتے ہیں۔

"نظریہ پاکستان ہی بقائے پاکستان ہے"

پیارے بچو! مجھے آپ کی محبت کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور مجھ سے کبھی بھی خفا نہ ہوا کریں۔ میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ آپ کی ہر ضرورت پوری کروں اور کبھی کبھار اگر کوئی مشکل پیش آ جائے تو پریشان نہ ہوا کریں۔ مجھے آپ کی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ میرے ہمسایوں کی طرف سے مجھے بہت خطرات ہیں اور اگر آپ کا ساتھ میرے ساتھ ہو گا تو کوئی بھی میری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔

پیارے بچو! اب ہم اگر دیکھیں تو پاکستان کے محافظ ہم ہیں۔ ہم نے ہی پاکستان کا نام پوری دنیا میں سربلند کرنا ہے۔ ہم نے ہی اپنے پیارے وطن کی حفاظت کرنی ہے اور ہم نے ہی دشمن کے جاسوسوں کو پکڑنا ہے۔ ہمیں اپنے اردگرد نظر رکھنی ہے اور دیکھنا ہے کہ کوئی ہمارے ملک کے خلاف کام تو نہیں کر رہا۔ اگر کوئی ایسا نظر آتا ہے تو فوراً پاک فوج اداروں کو خبردار کرنا ہے تاکہ ہمارے پیارے پاکستانی بھائی کسی بھی مصیبت سے محفوظ رہیں۔

پیارے بچو! ہم اس ملک کی حفاظت تب درست طریقے سے کر سکیں گے جب ہمارا رب ہم سب سے راضی ہو گا اور اگر وہ راضی ہو گا تو ہمیں ملک کی حفاظت کرنے کی توفیق دے گا۔ اور خود بھی حفاظت کرے گا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کن باتوں سے خوش ہوتا ہے۔

کیا ہم پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو اللہ خوش اور اگر نہیں پڑھتے تو اللہ ناراض۔

کیا ہمیں روزمرہ کی دعائیں یاد ہیں۔ اگر پڑھتے ہیں تو اللہ خوش اور اگر نہیں پڑھتے تو اللہ ناراض۔

کیا ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں تو اللہ خوش اور اگر نہیں کرتے تو اللہ ناراض۔

کہیں ہم کافروں اور ہندوؤں کی نقل تو نہیں کرتے؟

یعنی ہیئر سٹائل، شلوار یا پینٹ کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا، اگر نقل کرتے ہیں تو اللہ ناراض اور اگر نہیں کرتے تو اللہ خوش۔

تو پیارے بچو! اس ملک کو ہماری ضرورت ہے۔ ہمیں ہر وقت اس کی حفاظت کرنی ہے اور اس بات کا عزم کرنا ہے کہ جب تک جسم میں جان ہے تب تک کسی دشمن کی کسی بھی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

ان شاءاللہ

آخری پیپر

"السلام علیکم! ابو ہم کب سے آپ کا کھانے پر انتظار کر رہے ہیں۔ ابراہیم تو سو بھی گیا۔ آپ اتنی دیر سے آئے ہیں۔"

میں نے شکوہ اور پیار کے ملے جلے انداز میں کہا!

بتاتا ہوں، بتاتا ہوں۔۔ صبر تو کر لیا کرو۔۔ بیٹھنے دو مجھے۔ "ابو نے تھکن کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

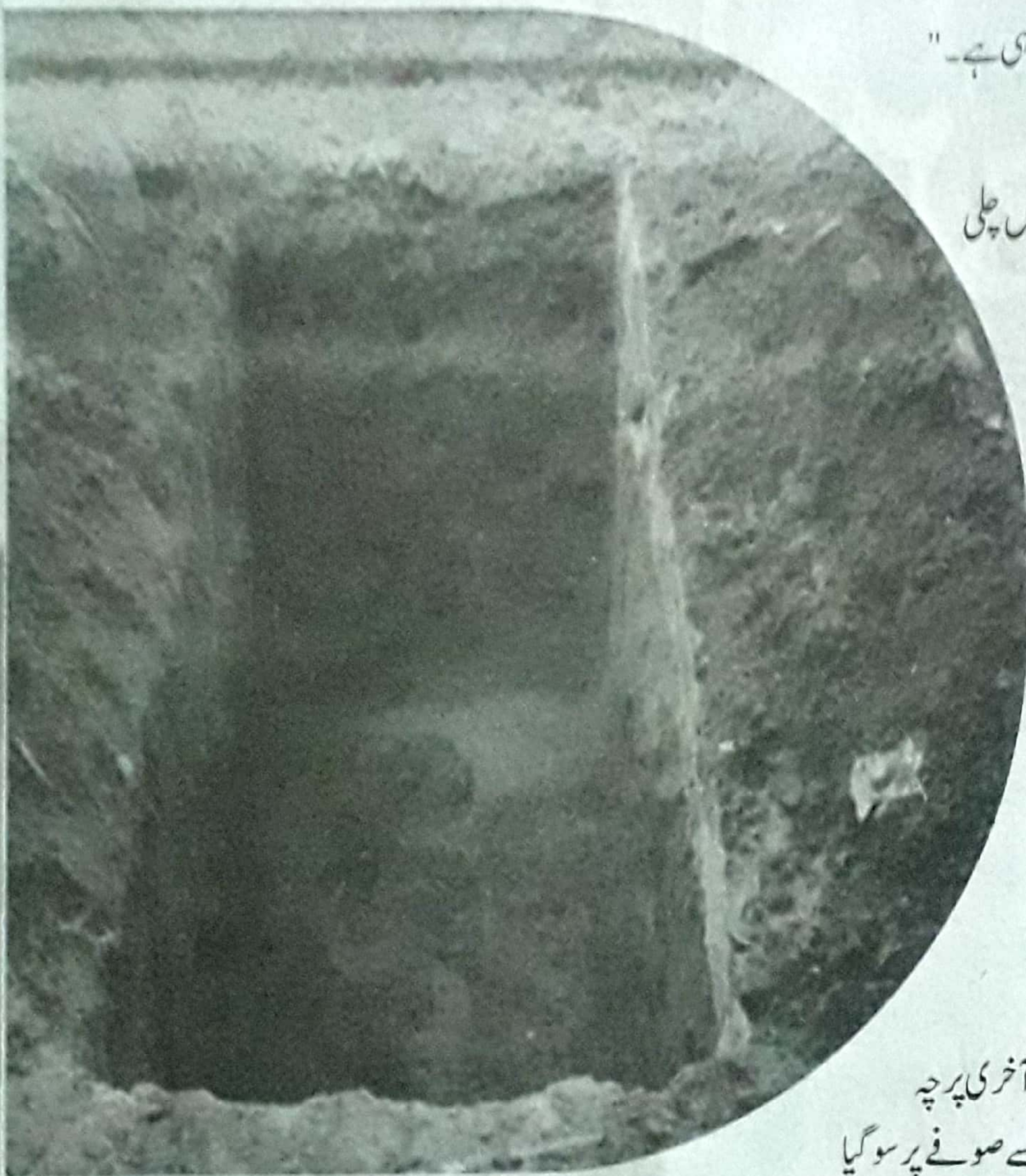

"سعدیہ آکر کھانا لگاؤ، سب کو بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

امی نے باورچی خانے سے آواز لگائی۔

"آرہی ہوں۔" میں نے کہا اور باورچی خانے میں چلی گئی۔

ہم سب کھانے پر بیٹھے تھے۔ ابو نے امی کو مخاطب کر کے کہا۔

ہمارے پرانے والے گھر کے برابر میں جو عبدالمتین صاحب رہتے تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے کا آج دوپہر کو انتقال ہو گیا۔ عشاء کے وقت نماز جنازہ تھی۔ ادھر سے ہی آرہا ہوں۔"

اناللہ وانا الیہ راجعون!

کیا ہوا تھا اُسے؟

امی نے دکھ بھرے لہجے میں پوچھا۔

"بس جس کا وقت آجائے، بیچارہ بچہ سکول سے آخری پرچہ دے کر آیا تھا اور یونیفارم بدلے بنا ہی تھکن کی وجہ سے صوفے پر سو گیا تھا۔ اس کو دو دن سے نزلہ بخار چل رہا تھا۔ سوتے وقت پتا نہیں کس طرح اس کا بلغم سانس کی نالی میں پھنسا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ اللہ عبدالمتین صاحب کو صبر دے۔ کہہ رہے تھے کہ بچہ صبح جانے سے پہلے کہہ رہا تھا کہ بس آخری پیپر دے دوں پھر آرام سے تھکن پوری کروں گا۔

ابو یہ بتا کر ہاتھ دھونے کے لیے اٹھ گئے مگر میں، ادھر ساکت بیٹھی رہی۔ پتا نہیں کیوں مجھے رونا آنے لگا اور میرے ذہن میں اتنے سوال آئے۔ کیا اس بچے کو پتا تھا کہ وہ جو پیپر دے کر آیا ہے اس کا رزلٹ تک نہ دیکھ پائے گا؟ بس نیند کے بعد آنکھیں نہ کھول پائے گا۔ اپنے ماں باپ کو، اس دنیا کو پھر نہ دیکھ پائے گا؟ اس کو کیا معلوم تھا یہ اس کی آخری گھڑی ہوگی؟؟ اس سوچ میں نجانے کیا تھا میں روتی چلی گئی۔ اور سوچنے لگی کہ ہماری بھی ایسے ہی ایک آخری گھڑی ہوگی۔ ہم بھی اس دنیا کو چھوڑ کر جائیں گے لیکن افسوس! ہم اس وقت کو بھولے ہوئے ہیں، جو وقت قریب آلگا ہے۔"

(جویریہ ندیم۔ کراچی)

بے شک لوگوں کو (پانی وغیرہ) پلانے والا خود آخر میں پیے۔ (مسلم)

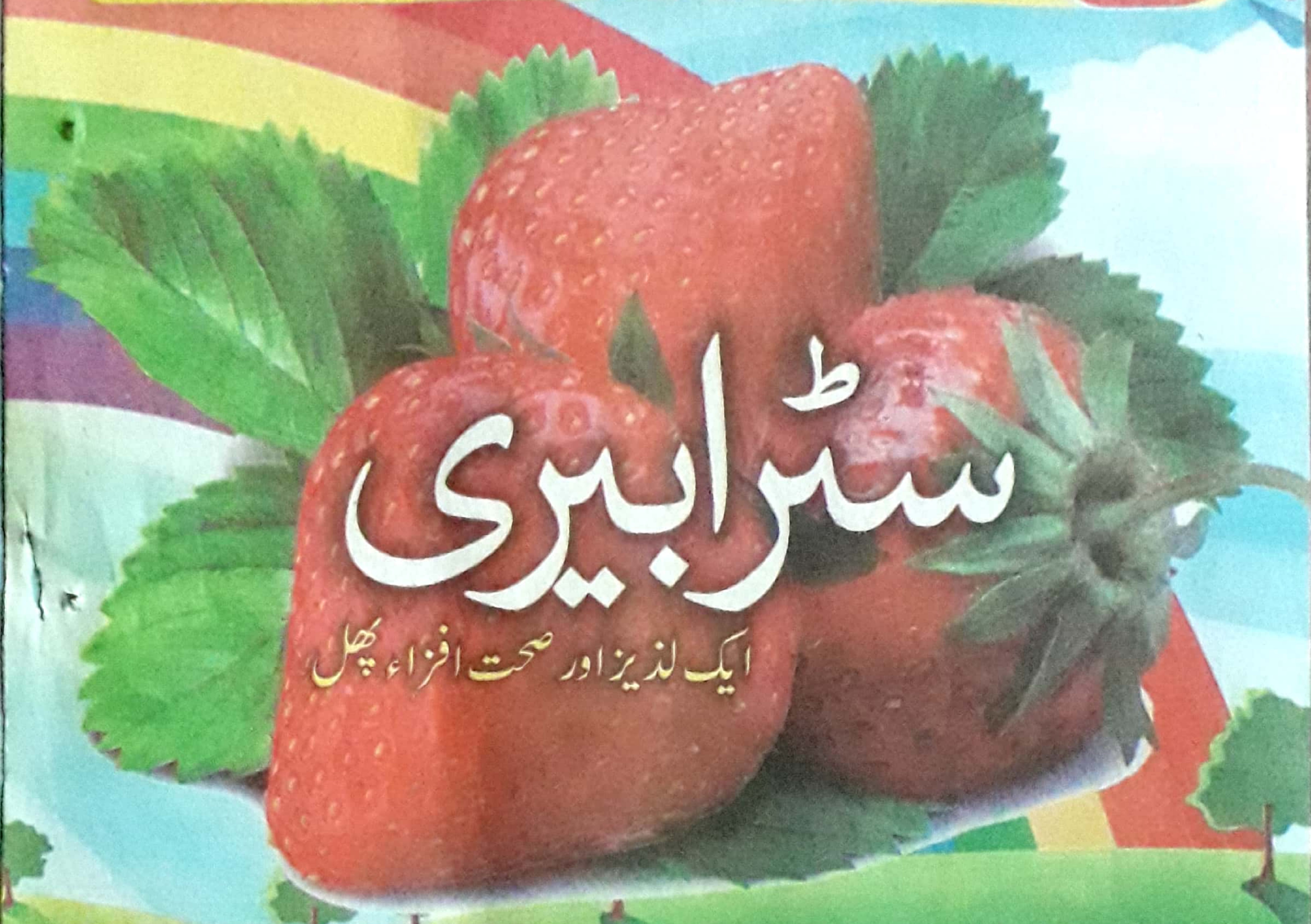

سٹرابیری

ایک لذیز اور صحت افزاء پھل

پیارے بچو! آپ کو سٹرابیری تو یقیناً بے حد پسند ہو گی۔ دیکھنے میں یہ چھوٹا سا پھل جتنا دلکش دکھائی دیتا ہے غذائیت میں یہ اتنا ہی صحت بخش بھی ہے۔ "بیریز" کے خاندان سے تعلق رکھنے والا یہ پھل ذائقے میں کھٹا میٹھا ہوتا ہے۔ اس کی خوشبو نہایت فرحت انگیز ہوتی ہے۔ دہکتے سرخ رنگ اور نرم گودے کی حامل رسیلی سٹرابیری وٹامن C کے حصول کا بڑا ذریعہ سمجھی جاتی ہیں۔ وٹامن C جسم کو طاقت دیتا ہے۔ پٹھوں کو مضبوط بنا کر سستی اور کمزوری دور کرتا ہے۔ جسم میں قوت مدافعت کو مضبوط بناتا ہے۔ وٹامن سی ایسا جز ہے جو کینسر کی روک تھام کے لیے بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جسم کے صحت مند دفاعی نظام کی بدولت امراض سے دفاع بھی مضبوط ہوتا ہے۔

فائبر کی کمی کی وجہ سے قبض جیسے مرض پیدا ہوتے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ سٹرابیری میں فائبر بھی کچھ مقدار میں پایا جاتا ہے جو قبض جیسی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔

وٹامن C کے علاوہ اس میں وٹامن B, E اور K بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سٹرابری میں شامل پوٹاشیم بھی ایک اور صحت بخش جز ہے اور وہ نہ صرف بلڈ پریشر کو کنٹرول میں رکھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ اس سے بلند فشار خون (ہائی بلڈ پریشر) میں بھی کمی لائی جا سکتی ہے۔

سٹرابری قدرتی طور پر کم کیلوریز والا پھل ہے، جس میں چربی نہیں ہوتی جبکہ نمکیات اور قدرتی چینی کی مقدار بھی بہت کم ہوتی ہے، جو جسمانی وزن کو معمول پہ رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

سٹرابیری میں موجود سرخ رنگ دل کی حفاظت کرتا ہے اور اسے قوت دیتا ہے۔ سٹرابیری کا جوس بھی پیا جاتا ہے۔ ملک شیک اور مربہ بھی بنایا جاتا ہے۔ سٹرابیری کھانے سے دانتوں کی پیلاہٹ بھی دور ہو جاتی ہے۔ جن بچوں کو سبق یاد نہیں ہوتا وہ بھی خوب سٹرابیری کھائیں۔ کیونکہ اس میں موجود اجزاء دماغی اور اعصابی کمزوری دور کر کے یادداشت کو بہتر بناتے ہیں۔ یہ بینائی کے لیے بھی مفید ہے۔ آج کل سٹرابیری کا موسم ہے اللہ تعالٰی کی اس انمول نعمت سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

(محمد ابوبکر صدیق۔ چشتیاں)

گلدستہ روضہ

☆۔۔اچھی باتیں۔۔☆

☆کائنات میں کوئی اتنی شدت سے کسی کا انتظار نہیں کرتا جتنا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کا کرتا ہے۔

☆اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ نہیں دیتا جو آپ کو اچھا لگتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ دیتا ہے جو آپ کے لیے اچھا ہوتا ہے۔

(حافظہ ثمرینہ ناصر۔وہاڑی)

☆۔۔نعت۔۔☆

وہ حق کی بات بتانے والے
وہ سیدھا راستہ دکھانے والے
وہ رہبر راہنما ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
بلند نبیوں میں نام ان کا
فلک سے اونچا مقام ان کا
ہمارے ہادی، خدا کے پیارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے

(محمد یوسف۔دیپال پور)

☆۔۔۔ترانہ۔۔۔☆

(ہندو فوجی کا اپنی ماتا کے نام)

کیا بتاؤں ماتا تجھ کو اس دل گیر سے
لشکر کے یہ قافلے رکتے نہیں کسی تدبیر سے
ڈر لگتا ہے ماتا مجھ کو نعرہ تکبیر سے
اس لیے تو کہتا ہوں بھاگو اس کشمیر سے
یہ ایک مجاہد ان کا بھاری ہماری فوج پر
ان کی دہشت ان کا ڈر چھایا ساری فوج پر
آخری دم تک لڑتے ہیں یہ ہماری فوج سے
کیا بتاؤں ماتا تجھ کو اس دل گیر سے
لشکر کے یہ قافلے رکتے نہیں کسی تدبیر سے
بلند عزم ان کے جوانوں کا تازہ ان کے ولولے
نکال کے دم لیں گے ہند کی فوجیں وہ اب کشمیر سے

(علی حمزہ۔خانیوال)

☆۔۔۔دعا۔۔۔☆

کوئی ضبط دے نہ جلال دے مجھے صرف اتنا کمال دے
مجھے اپنی راہ پہ ڈال دے کہ زمانہ میری مثال دے
تیری رحمتوں کا نزول ہو مجھے محنتوں کا صلہ دے
مجھے مال وزر کی ہوس نہ ہو مجھے بس تو رزق حلال دے
میرے ذہن میں تیری فکر ہو میری زبان پر تیرا ذکر ہو
تیرا خوف میری نجات ہو سبھی خوف دل سے نکال دے
تیری بارگاہ میں اے خدا میری روز شب ہے یہی دعا
تو رحیم ہے، تو کریم ہے، مجھے مشکلوں سے نکال دے

(انتخاب: سیف الرحمن۔باسی والا)

2018

کے نام

ننھی منی کہانیوں
اور چھوٹے لطیفوں سے
پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

قیمت 8 روپے

شمارہ نمبر 21/280

جلد نمبر 18

22 صفر 1440ھ

2 نومبر 2018ء

یونس

ایوب

یحیی

یوسف

شعیب

عیسیٰ

نوح

موسیٰ

ادریس

ہارون

ہود

آدم

ذوالکفل

صالح

ابراہیم

زکریا

لوط

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سلیمان

اسماعیل

اسحاق

الیاس

یعقوب

الیسع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمارے کی زینت

3	قاتل بنا عبرت کا نشاں	عبدالحمید صادق
4	ارے! یہ کیا بول رہے ہو؟	ضیاء الرحمن
5	جنت کی کھجوریں	لبابہ فاروق
8	محمد ﷺ	عزیز رفیق
11	عجیب بوسہ	عدیلہ اسلم
13	انار	رقیہ عبدالمجید
14	خط کہانی	ادارہ
15	گلدستہ روضہ	ادارہ

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیارے بچو! آج آپ کو ایسے کام بتاؤں گا۔ جن پہ عمل کر کے آپ جنت کے حقدار بن سکتے ہیں۔ جو بچہ ان باتوں پہ عمل کرے گا اس کو رسول اللہ نے ضمانت دی ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔

پیارے بچو! اس کے لیے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے کاموں پر عمل کرنا ہوگا۔ سب سے پہلا کام یہ ہے کہ:

''لوگوں میں سلام پھیلائیں۔'' آپ کو جو بھی ملے اسے سلام کرنے میں پہل کریں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''سلام میں پہل وہ کرے گا جو زیادہ عزت والا ہے۔''

پیارے بچو! دوسری بات جس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔ وہ ہے ''لوگوں کی دعوت کرنا'' اپنے دوستوں کی دعوتیں کیا کریں۔ ضروری نہیں کہ آپ نے مہنگی ترین دعوتیں کرنی ہیں۔ بلکہ آپ کے پاس جو کچھ میسر ہو وہ اپنے دوستوں میں تقسیم کریں اور خوشیوں کو دوبالا کریں۔

کسی کی آپ کے ساتھ کوئی ناراضی ہوئی ہے یا دل میں ملال ہے۔ اس کے ساتھ صلح کریں اور رشتوں کو جوڑیں اور مل جل کر زندگی بسر کریں۔

آخری بات جس کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ رات سے متعلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کا قیام کرو جب لوگ آرام کر رہے ہیں۔'' مطلب کہ آپ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھیں۔ اگر روزانہ اٹھنا مشکل ہے تو کم از کم ہفتے میں ایسے دو دن ضرور مقرر کریں۔ جب آپ راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھیں۔

پیارے بچو! یہ حدیث اس طرح ہے: أيها النّاس أفشوا السّلام، وأطعموا الطّعام، وصلّوا باللّيل والنّاس نيامٌ، تدخلوا الجنّة بسلام

ترجمہ: اے لوگو، سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رات کا قیام کرو جب سب لوگ سو رہے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

کوشش کریں آپ یہ حدیث یاد کریں اور دوستوں کو بھی یاد کروائیں اور سمجھائیں۔

آپ کے اپنے
ایڈیٹر بھیا جی

شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سکیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

نگران: عبدالحنان | مدیر اعلیٰ: جنید الرحمن | مدیر: محمد سیاف

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن 250 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر 0322-4336456

PO BOX# 102, GPO, LAHORE

rozatulatfaal.pak@gmail.com

rozatulatfaal.pak

0311-6397264

موسیٰ علیہ السلام نے واپس آکر یہ حالات دیکھتے تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

اے میری قوم! میرے بعد تم نے یہ بہت بری حرکت کی ہے۔ کیا تم نے اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے ہی جلد بازی کر لی اور چالیس دن بھی پورے نہ ہونے دیے اور بچھڑے کو معبود بنا لیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں تورات کی تختیاں تھیں۔ آپ قوم کو چھوڑ کر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ڈانٹنے لگے کہ تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھ کر نہ سمجھایا اور نہ مجھے بتانے کے لیے میرے پاس آئے؟ سیدنا ہارون علیہ السلام نے سارا واقعہ بتایا اور کہنے لگے کہ میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور میری بات یاد نہ رکھی۔

سیدنا ہارون علیہ السلام کی بات سن کر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اے میرے رب! تو مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا:

دفعہ ہو جا! تیری سزا یہی ہے کہ تو جب تک زندہ رہے گا یہ کہتا رہے گا کہ:

"دیکھو! مجھے ہاتھ نہ لگانا"

موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بددعا دی کہ تجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے کیوں کہ تو نے ایک ایسی چیز کو ہاتھ لگایا تھا جو تیرے لیے جائز نہ تھی (یعنی جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے چھوڑے قدموں کی مٹی)۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا:

اب تو اپنے معبود کی طرف دیکھ کہ جس کی تو پوجا میں لگا رہا، ہم اسے جلا دیں گے اور اس کی راکھ سمندر میں بکھیر دیں گے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو آگ میں جلا دیا اور اس کی راکھ کو سمندر میں بکھیر دیا تاکہ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا حکم سنایا کہ:

تم نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ لہٰذا اپنے پیدا کرنے والے سے معافی مانگو اور تمہاری سزا یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو قتل کر دو یہ تمہارے رب کے نزدیک بہت بہتر ہے۔

انہوں نے تلواریں پکڑ لیں اور اللہ تعالیٰ سے ان پر دھند اور اندھیرا مسلط کر دیا تاکہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو نہ دیکھ سکیں، اس طرح انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا۔ اس روز ستر ہزار افراد قتل ہوئے۔ جو لوگ بچ گئے ان میں سے ستر آدمیوں کو ساتھ لے کر موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر بچھڑے کی پوجا کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ جیسے ہی وہ کوہ طور پر پہنچے تو اللہ کی طرف سے ان کو زلزلے نے آ لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے ہمارے رب! کیا تو چند بے وقوف لوگوں کی وجہ سے سب کو ہلاک کر دے گا؟ یا اللہ ہم پر رحم فرما اور ہمیں معاف فرما بے شک تو ہی سب سے بہتر معاف کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے عذاب کو ہٹا لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے پورے پہاڑ کو چھپا لیا اور موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو ساتھ لے کر بادلوں میں داخل ہو گئے۔ اب ان لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم بھی اللہ کا کلام سنیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

بقیہ صفحہ نمبر 7 پر

آخری قسط

قاتل بنا عبرت کا نشاں

عبدالحمید صادق۔ ملتان

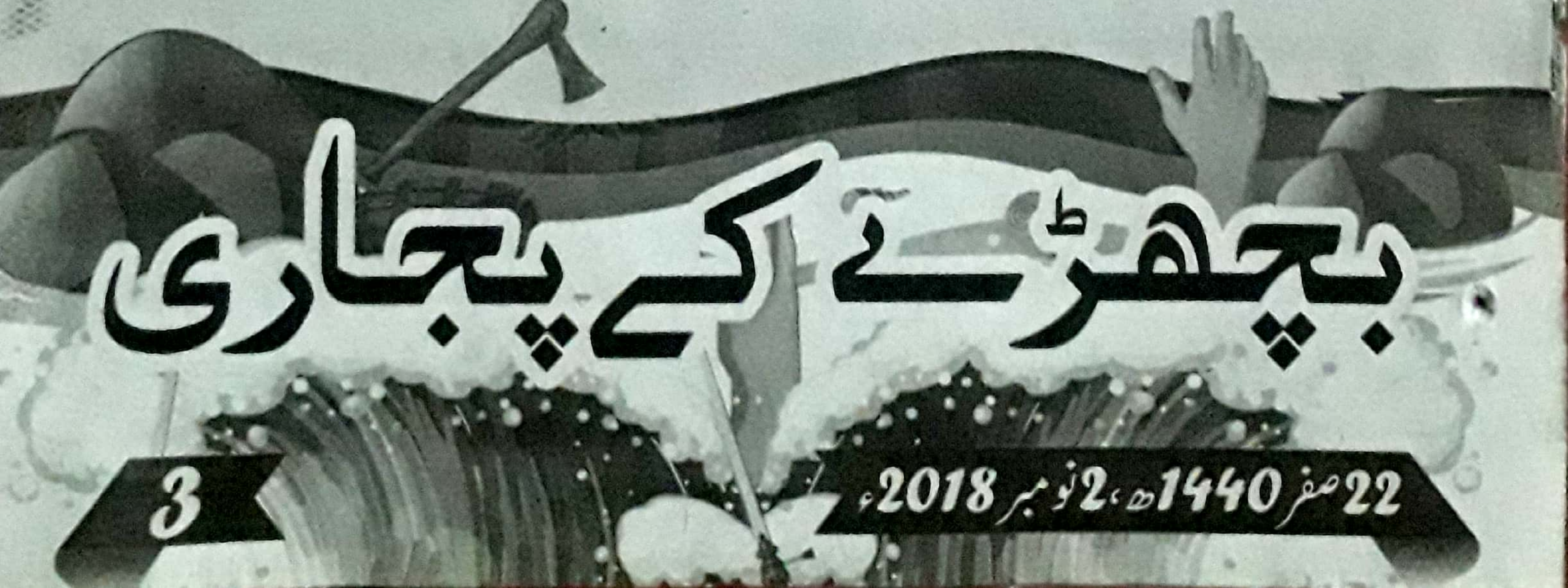

بچھڑے کے پجاری

دوسروں کو معاف کرنے والا جنتی ہے۔ (مسند احمد)

جنت کی کھجوریں

(لبابہ فاروق۔ میرپور آف شاہ کوٹ)

یثرب کی بستی، کھجوروں کی بستی، اب نبی کریم ﷺ کی آمد کے بعد مدینۃ النبی ﷺ کہلاتی تھی۔ اس میں ہر طرف باغات تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔ ان کے مختلف مالکان تھے۔ انھی باغات میں ایک یتیم بچے کا باغ بھی تھا اس کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کا باغ تھا۔ کھجوروں کے درخت اس طرح آپس میں ملے ہوئے تھے کہ آندھی اور بارش میں کھجوروں کے درخت سے کھجوریں گر جاتی تو یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا کہ یہ کس درخت سے گری ہیں۔

یتیم نے سوچا کیوں نہ میں دیوار سے اپنے باغ کو علیحدہ کرلوں، تاکہ ملکیت واضح ہو جائے۔ کسی قسم کا تنازع اور جھگڑا نہ کھڑا ہو۔ چنانچہ اس نے دیوار بنانا شروع کی جب اس نے دیوار بنانا شروع کی تو اس کے ہمسائے کا کھجور کا درخت درمیان میں حائل ہوگیا، دیوار سیدھی اس صورت میں ہوتی تھی جب اس کو یہ درخت مل جاتا۔ وہ یتیم بچہ اپنے ہمسائے کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کے باغ میں بہت ساری کھجوریں ہیں میں دیوار بنا رہا ہوں۔ آپ کی ملکیت کا کھجور کا درخت درمیان میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ یہ کھجور کا درخت مجھے دے دیں تو میری دیوار سیدھی بن جائے گی۔ اس شخص نے انکار کر دیا۔ اس بچے نے کہا اچھا آپ مجھ سے اس کی قیمت لے لیں، تاکہ میں اپنی دیوار سیدھی کرلوں۔ اس نے کہا میں اسے بیچنے کو تیار نہیں۔ یتیم نے خوب اصرار کیا، ہمسائیگی کا واسطہ دیا۔ مگر اس پر دنیا سوار تھی، نہ یتیمی کا لحاظ نہ ہمسائیگی کا پاس۔ یتیم نے کہا کہ دیکھیں کیا میں دیوار نہ بناؤں؟ اس کو سیدھا نہ کروں؟ ہمسائے نے کہا: یہ تمہارا معاملہ ہے، تم جانو تمہارا کام جانے۔ تمہاری دیوار سیدھی رہے یا ٹیڑھی مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ مگر میں کھجور کے درخت کو فروخت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

یتیم جب اس سے مکمل ناامید ہوگیا تو خیال آیا کہ ایک ایسی شخصیت ہیں اگر وہ سفارش کر دیں تو میرا کام بن سکتا ہے۔ دل میں خیال آتے ہی قدم مسجد نبوی کی جانب اٹھ گئے۔ یہ قصہ باعثِ تعجب ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کو آپ سے کس قدر محبت تھی اور آپ ﷺ کے الفاظ کا کس قدر پاس تھا۔ وہ یتیم بچہ جب مسجد نبوی میں آیا تو سیدھا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنا کر سفارش کی درخواست کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اس آدمی کو بلا کر لاؤ۔ وہ یتیم اس شخص کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں۔ وہ شخص مسجد نبوی میں آیا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تمہارا باغ اس یتیم کے باغ سے ملا ہوا ہے، یہ یتیم بچہ دیوار بنا کر اپنے باغ کو تمہارے باغ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ تمہاری ایک کھجور اس کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ تم ایسا کرو کہ اپنے بھائی کو یہ کھجور دے دو۔

اس شخص نے کہا: میں نہیں دوں گا۔ آپ ﷺ پھر فرمایا: اپنے بھائی کو کھجور دے دو۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اپنے بھائی کو

کھجور دے دو اور میں تمہیں جنت میں کھجور کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس شخص نے اتنی بڑی پیشکش سننے کے باوجود بھی کہا: نہیں، میں کھجور نہیں دے سکتا۔ اب آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا آپ نے مناسب نہ جانا۔

صحابہ اکرام خاموشی سے ساری گفتگو سن رہے تھے۔ حاضرین مجلس میں حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ مدینے میں ان کا بڑا خوبصورت باغ تھا جو 600 کھجور کے درختوں پر مشتمل تھا۔ باغ اپنے پھل کے سبب بڑا مشہور تھا۔ مدینے کے بڑے بڑے تاجر اس بات کی حسرت اور خواہش کرتے تھے کہ کاش! یہ باغ ان کی ملکیت ہوتا۔ ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے اس باغ کے وسط میں اپنا خوبصورت سا گھر تعمیر کر رکھا تھا۔ بیوی اور بچوں کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ میٹھے پانی کے کنویں نے اس باغ کی اہمیت کو اور بڑھا دیا تھا۔ ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے جب اللہ کے رسول ﷺ کی پیش کش کو سنا تو دل میں خیال آیا کہ اس دنیا کا کیا ہے؟ آج نہیں تو کل مرنا ہے اور پھر ہمیشہ کی زندگی، عیش و آرام یا دکھ و آلام کی زندگی۔ اگر جنت میں ایک کھجور مجھے مل جائے تو کیا کہنے۔ آگے بڑھے اور کہا: اللہ کے رسول ﷺ یہ جو پیش کش آپ نے کی ہے صرف اسی شخص کے لیے ہے یا اگر میں اس آدمی سے اس کھجور کو خرید کر اس یتیم بچے کو دے دوں تو مجھے بھی جنت میں کھجور ملے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہارے لیے جنت میں کھجور کی ضمانت ہے۔ اب ابو دحداح رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ایسی کون سی چیز ہے جو میں اس شخص کو دے کر اس سے وہ کھجور خرید لوں اور پھر اس یتیم کو دے دوں۔ پھر اچانک ہی یہ فیصلہ کیا اس آدمی سے مخاطب ہوئے اور کہا:

سنو! تم میرے باغ سے واقف ہو جس میں 600 کھجور کے درخت اور کنواں ہے۔

اس نے کہاں مدینے میں کون ہوگا جو اس کو نہ جانتا ہو۔

کہا: تم ایسا کرو میرا سارا باغ اس ایک کھجور کے درخت کے بدلے لے لو۔ اس آدمی کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا۔ اس نے مڑ کر ابو دحداح رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، پھر لوگوں کی دیکھ کر کہا: سن رہے ہو! ابو دحداح رضی اللہ عنہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ابو دحداح نے پھر اپنی بات کو دہرایا، لوگوں کو اس پر گواہ بنایا چنانچہ اس کھجور کے بدلے میں اپنا سارا گھر، باغ، کنواں اس آدمی کے حوالے کر دیا۔ جب اس کھجور کے مالک بن گئے تو یتیم بچے سے کہا: آج کے بعد وہ کھجور تمہاری، میں نے وہ کھجور تمہیں تحفے میں دے دی۔ اب اپنی دیوار سیدھی بناؤ۔ اب تمہارے رستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ کیا اب میں جنت میں کھجور کا مستحق ہوں گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ابو دحداح رضی اللہ عنہ کے لیے جنت میں کتنے ہی کھجوروں کے جھنڈ ہیں۔ (احمد)

اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ ایک، دو یا تین مرتبہ نہیں بلکہ خوشی کے ساتھ متعدد بار دہرائے۔ حتیٰ کہ ابو دحداح رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ جنت میں باغ کی خوشخبری پانے کے بعد باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ دل میں خیال آیا کہ ذاتی کپڑے، کچھ ضروری سامان تو وہاں سے ہٹا لوں۔ باغ کے دروازے پر آئے اندر سے بچوں کی آوازیں سنائی دیں، گھریلو کام کاج میں مصروف بیوی، بچے کھیل رہے ہیں۔ خیال آیا اندر جا کر بیوی کو خبر سناؤں، مگر پھر دروازے پر رک گئے۔ آواز دی: اے ام دحداح! ام دحداح نے بڑا تعجب کیا کہ آج ابو دحداح رضی اللہ عنہ باغ سے باہر دروازے پر کیوں رک گئے ہیں اندر کیوں نہیں آتے؟ دوبارہ آواز آئی ام دحداح نے جواب دیا حاضر! ابو دحداح! فرمایا: اس باغ سے بچوں سمیت باہر نکل آؤ، میں نے اس کو فروخت کر دیا ہے۔ ام دحداح رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ نے اس کو بیچ دیا ہے؟ کس کو فروخت کیا ہے؟ کون خریدار ہے اور کتنے میں فروخت کیا؟

فرمایا: میں نے اس کو جنت میں ایک کھجور کے بدلے فروخت کیا۔

ام دحداح نے کہا: اللہ اکبر! آپ نے بڑا منافع بخش سودا کیا ہے، اب باغ میں داخل نہ ہونا۔

بڑا ہی فائدہ مند سودا ہوا ہے جنت میں ایک درخت جس کے نیچے گھڑ سوار ستر برس چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو۔ ام دحداح نے بچوں کو پکڑا، ان کی جیبوں کو ٹٹولا جو کچھ ان میں تھا ان کو نکالا اور کہا:

کہ اب یہ ہمارا نہیں اور خالی ہاتھ باغ سے باہر نکل آئے! ابو دحداح اور ام دحداح کا یہ واقعہ و کارنامہ کوئی معمولی نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اپنی سب سے قیمتی چیز کو رب کی راہ میں لٹا دیا۔ اپنے آباد گھر، باغ اور کنویں کو چھوڑا اور ہمارے لیے مثالیں قائم کر گئے۔ اس کو کہتے ہیں حقیقی محبت۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے ابو دحداح اور ام دحداح رضی اللہ عنہم پر اللہ کی رحمت کی برسات ہو، تم نے کتنی بڑی قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ یہ کارنامہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا گیا۔

(بحوالہ: سنہرے اوراق)

بقیہ بچھڑے کے پجاری

ایسا ہی ہوگا، تم بھی سن سکو گے۔

جب اللہ تعالیٰ کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ اچانک اس قدر روشن ہو جاتا کہ کوئی بھی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو احکامات دے چکا تو آپ سے بادل ہٹا لیے گئے۔ تب ان لوگوں نے اگلی خواہش ظاہر کر دی کہ:

جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں اس وقت تک آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

ان لوگوں کی اس بات پر اللہ تعالیٰ کو شدید غصہ آیا اور ان لوگوں کو ایک زوردار کڑک کی آواز سنائی دی جسے سننے سے ان کے جسموں سے جان نکل گئی اور موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام لوگ مر گئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عاجزی اور انکساری سے اپنے رب سے دعا کی۔

اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے اور انہیں ہلاک کر دیتا، کیا تو ہم میں سے چند بے وقوفوں کی وجہ سے سب کو ہلاک کر دے گا۔۔۔؟

آپ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے ان ستر آدمیوں کو دوبارہ زندہ کیا تاکہ اللہ کے شکر گزار لوگوں میں سے ہو جائیں۔ اس کے بعد یہ لوگ اپنی قوم کے پاس گئے اور قوم کو یہ سارا واقعہ سنایا اور کہا:

موسیٰ علیہ السلام جو کہتے ہیں وہ حق ہے اور بلاشبہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ جو احکامات آسان ہوں گے ان پر عمل کریں گے اور جو مشکل ہوں گے ان سے باز رہیں گے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں! تمام احکامات پر عمل کرو۔

انہوں نے پھر انکار کیا، موسیٰ علیہ السلام نے پھر اپنی بات دہرائی۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کہنے پر بھی وہ راضی نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ: پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر لے آؤ۔

جب پہاڑ ان کے سروں پر آ گیا تب ان سے کہا گیا کہ اگر نہیں مانو گے تو یہ پہاڑ تمہارے اوپر آ گرے گا۔

تب انہوں نے قبول کیا۔ پھر ان کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو سجدہ کرتے وقت بھی ترچھی نگاہوں سے پہاڑ کی جانب دیکھ رہے تھے کہ کہیں ہمارے اوپر نہ آن گرے۔

یہیں بس نہیں بلکہ بنی اسرائیل نے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ کے نبی کو تکلیفیں دیں اور اللہ کے احکامات کو رد کیا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب بھی مسلط کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ یہ فیصلہ رہا ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کی اللہ نے ان کو ضرور اس کی سزا دی۔ آج ہمیں یہ سوچنا ہے کہ کہیں ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی تو نہیں کر رہے؟ اگر نہیں کر رہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر اللہ کے احکامات پر عمل نہیں کر رہے تو ہم اپنی عادات و اطوار کو بدل لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کا عذاب ہم بھی پر نازل ہو جائے۔

آج بھی گھر والے بہت خوش تھے کیونکہ گھر میں آج ایک پیارا سا بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جسے دیکھ کر سب گھر والے خوشی سے سرشار تھے۔ اس کی پیدائش سے چھ ماہ پہلے ہی اس کے والد وفات پا گئے تھے۔ اس بچے کی پرورش دادا نے کرنی تھی۔ دادا جان بچے سے بہت محبت کرتے تھے۔ بچہ اس قدر پیارا اور خوبصورت تھا کہ دادا کی آنکھ کا تارا بن چکا تھا۔ دادا بچے سے خوب لاڈ پیار کرتا۔ اس علاقے میں جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کی پرورش کے لیے دیہات میں کسی دائی کے پاس بھیج دیا جاتا تھا وہ عورت اس بچے کی دیہات میں پرورش کرتی اور دودھ پلاتی، آج سب عورتوں نے اس بچے کی بستی میں مختلف لوگوں کے بچے لینے آنا تھا۔ سب عورتوں کی کوشش تھی کہ انہیں کوئی اچھے اور امیر ترین گھر کا بچہ ملے تاکہ انہیں پرورش کی اچھی خاصی قیمت ملے۔

سبھی عورتیں جب اس بچے کے گھر آتیں تو اسے اپنی گود لینے سے انکار کر دیتی کیونکہ یہ بچہ یتیم تھا اور ان عورتوں کو علم تھا کہ اس یتیم بچے کے گھر سے ہمیں پرورش کی قیمت بہت کم ملے گی۔ لہٰذا سبھی اس بچے کو چھوڑ کر امیر گھرانے کے بچوں کو گود لیتی۔ حتیٰ کہ کسی بھی عورت نے اس بچے کو گود نہیں لیا۔

لیکن اُن عورتوں میں ایک عورت ایسی بھی تھی جسے آج کوئی بچہ نہیں ملا تھا۔ اس نے سوچا کہ گھر خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے کہ اسی بچے کو اپنے ساتھ لے جاؤں تاکہ کچھ تو مل جائے اور خالی ہاتھ نہ جانا پڑے۔ اس نے بچے کو گود لیا اور قافلے کے ساتھ واپس روانہ ہوگئی۔ باقی عورتوں کے پاس جو سواریاں تھیں وہ بہت تیز ترین تھیں اور جلدی سفر مکمل کرنے والی تھیں۔ لیکن اس عورت کے پاس جو سواری تھی۔ وہ بہت سست اور دھیمے دھیمے چلتی تھی۔ لیکن آج حالات تبدیل ہو چکے تھے۔ وہ سواری جو بالکل دھیمے دھیمے چلتی تھی اس نے بہت تیزی سے چلنا شروع کر دیا جس وجہ سے یہ عورت بہت حیران تھی۔ ساتھ والی عورتیں بہت دور جا چکی تھیں۔ اچانک منظر تبدیل ہوگیا اور یہ سواری تیزی سے بھاگتی ہوئی ان تیز ترین سواریوں والی عورتوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی اپنی منزل کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر دوسری عورتیں بہت حیران ہو رہی تھیں کہ وہ سواری جو سب سواریوں سے سست ہے وہ آج بہت تیزی سے بھاگتے جا رہی ہے۔ گھر میں اس بچے کی آمد ہوئی تو وہ جانور جو دودھ بہت کم دیتے تھے آج ان کے تھن دودھ سے بھر چکے تھے۔ یہ عورت اس طرح کے واقعات سے حیران بھی تھی اور خوش بھی۔ اسی طرح دن گزرتے گئے، بچہ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا گیا کہ اچانک ایک خوفناک واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ یہ بچہ باہر کھیلنے کے لیے گیا۔ کھیلتے کھیلتے اچانک ایک سفید لباس میں ملبوس شخص اس بچے کو پکڑتا ہے اور زمین پر لٹا دیتا ہے۔ اس کے بعد اس بچے کا سینہ چاک کرتا ہے۔ اور اس میں سے دل نکال کر اسے پانی سے دھوتا ہے اور واپس سینے میں رکھ کر سینہ جوڑ دیتا ہے۔ جب اس عورت نے دیکھا تو وہ ڈر گئی اور فوری اس بچے کو اس کی والدہ کے پاس لے گئی اور انہیں سارا ماجرہ سنایا۔ اس کے بعد یہ بچہ اپنی والدہ کے پاس رہنے لگ گیا اب بچہ 4 سال کا ہو چکا تھا۔ والدہ اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتی تھی۔ بچہ بھی اپنی والدہ کا کہنا مانتا تھا۔ بچہ جب 6

عزیز رفیق۔ خانیوال

سال کی عمر کو پہنچا تو اس کی والدہ نے سوچا کیوں نہ اسے اس کے عزیز و اقارب کو ملانے کے لیے جاؤں چنانچہ وہ چلے اور دوسرے گاؤں میں اپنے عزیز و اقارب کے پاس پہنچ گئے۔

وہیں اس بچے کے والد کی قبر بھی تھی۔ عزیز و اقارب اور اپنے والد کی قبر دیکھ کر بچہ اور اس کی والدہ واپس اپنے گھر کی طرف سفر کرنے لگے۔ سفر جاری تھا کہ اچانک اس بچے کی والدہ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ والدہ کی طبیعت دیکھ کر بچہ بہت پریشان تھا۔ کیونکہ پیدائش سے 6 ماہ پہلے اس کے والد بھی دنیا سے جاچکے تھے۔ اب والدہ ہی اس کی پرورش کر رہی تھی۔ والدہ کی طبیعت اس قدر خراب ہوئی کہ وفات پا گئیں۔ والدہ کی وفات پر بچہ بہت غم زدہ ہوا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی اسے والد کی وفات کی پریشانی تھی اور اب 6 سال کی عمر میں والدہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

اب یہ بچہ اپنے دادا کے پاس رہتا تھا۔ دادا جان اس بچے سے جان سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ بچے کو کھیلتا کودتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ اب ایک دادا ہی تو بچا تھا جو اس کو خوش رکھ سکے۔ یہ بچہ دو سال تک دادا کے پاس رہا۔ تو دو سال بعد دادا جان بھی اس بچے کو دنیا میں چھوڑ کر دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ اب تو اس بچے کی پریشانی میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔ دادا جان کی پیدائش کے بعد بچے کی پرورش کی ذمہ داری اس کے چچا کے پاس آئی۔ اب یہ بچہ اپنے چچا کی پرورش میں رہنے لگا۔

یہ بچہ دوسرے بھی بچوں سے منفرد تھا۔ اس کا رہن سہن، چلنا پھرنا سب اس قدر اچھا تھا کہ لوگ اس بچے سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ یہ بچہ دوسرے بچوں کی طرح فضول کھیلوں میں وقت ضائع نہیں کرتا تھا۔ اور نہ ہی کسی فضول گفتگو کرنا پسند کرتا، اس کے رہن سہن سے ایسا معلوم ہوتا جیسے اس نے بڑے ہو کر بہت بڑا کارنامہ سرانجام دینا ہے۔ جس چچا کی پرورش میں یہ بچہ تھا وہ تجارت کرتے تھے، ایک دن تجارت کے لیے جاتے وقت چچا نے اس بچے کو بھی اپنے ساتھ لیا اور تجارت کی غرض سے سفر شروع کیا۔ سفر کے دوران ایک شخص کی نظریں اس بچے پر ٹکی ہوئی تھیں وہ شخص اس بچے کی حرکات و سکنات کو نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ وہ اس بچے سے بہت حیران تھا۔ اس شخص نے اس کے چچا کو بتایا کہ اس بچے میں کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو کہ ایک آنے والے پیغمبر کے بارے میں قدیم آسمانی کتب میں لکھی ہوئی تھیں اور اگر یہ نشانیاں شام کے یہود و نصاریٰ نے پالیں تو وہ اس بچے کی جان کے دشمن بن جائیں گے۔ یہ بات سن کر بچے کے چچا نے یہ سفر ملتوی کر دیا اور واپس اپنے علاقے میں آگئے۔ اس طرح کا ایک واقعی اس وقت بھی پیش آیا جب یہ بچہ بدوی قبیلہ میں اپنی دائی کے پاس تھا۔ تو وہاں کچھ عیسائیوں نے اس بچے کو غور سے دیکھا اور کچھ سوالات کیے یہاں تک کہ نبوت کی نشانیاں پائیں اور کہنے لگے ہم اس بچے کو پکڑ کر اپنی سرزمین پر لے جائیں گے، ان لوگوں کے ڈر سے پھر واپس بچے کو اپنے علاقے میں پہنچا دیا گیا۔

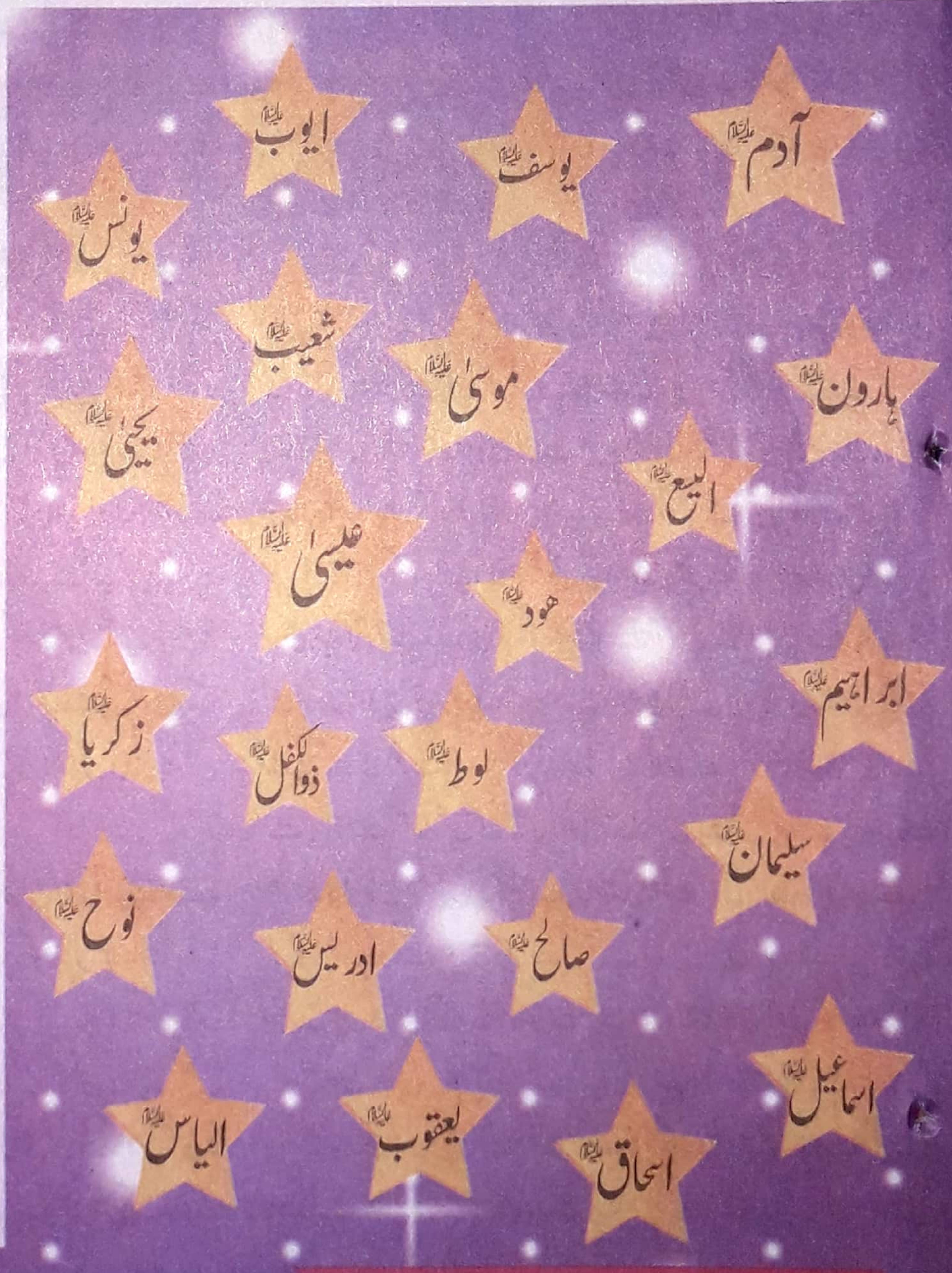

لوگوں کے شر سے ڈر کر چچا نے اس بچے کو پالا کیونکہ اس بچے کو پہلے ہی بہت سے غموں کا سامنا تھا۔ چچا اس بات کا ڈر تھا کہ لوگ اس بچے کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ کیونکہ وہ اس چھوٹی عمر میں ہی بچے کی جان کے دشمن بن چکے تھے۔

پیارے بچو! ان واقعات سے پتا چلتا ہے کہ وہ بچہ دوسرے بچوں سے بالکل منفرد زندگی بسر کرتا اور اس کے رہن سہن کا طریقہ بھی دوسرے بچوں سے الگ تھا۔ چھوٹی عمر میں ہی اس میں نبوت کی نشانیاں دیکھائی دے رہی تھیں۔ جس وجہ سے یہود ونصاریٰ اس بچے کی جان کے دشمن بن چکے تھے۔

جی تو پیارے بچو! اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ اس قدر عظیم مرتبے والا بچہ آخر ہے کون؟ جس کی وجہ سے اس کی دایہ کی سواری تیز بھاگنے لگی، بکریوں کے تھنوں میں دودھ بھر آیا اور چھوٹی عمر میں ہی لوگ اس کی جان کے دشمن بن گئے۔ تو یہ بچہ تھا آخری نبی محمد ﷺ جن کو اللہ تعالیٰ نے 40 سال کی عمر میں نبوت سے نوازا تھا۔ 40 سال کی عمر میں نبوت ملنے کے بعد حضرت محمد ﷺ نے جہالت کے شدید اندھیرے کو اسلام کی روشنی سے منور کرنے کا عزم کیا تو لوگوں نے شدید تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اگر دعوت کے لیے باہر نکلتے تو شریر قسم کے لڑکے آپ ﷺ کو پتھر مارتے اور لہولہان کر دیتے حتیٰ کہ پیارے نبی ﷺ کے پاؤں تک خون بہنا شروع ہو جاتا۔

گلی سے گزرتے تو ان پر کوڑا پھینک دیا جاتا۔ لیکن اللہ کے نبی ﷺ کے انہیں اُف تک نہ کہتے بلکہ دعا دیتے: کہ یا اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرما۔ جب کہ آپ ﷺ اللہ رب العزت سے دعا کرتے کہ ان کو عبرت کا نشان بنا سکتے تھے۔ لیکن پیارے نبی ﷺ نے ایسا ہرگز نہیں کیا کیونکہ جو عورت آپ ﷺ پر کوڑا پھینکتی تھی ایک دن وہ بیماری کی وجہ سے آپ ﷺ پر کوڑا نہیں پھینک پائی تو آپ ﷺ نے خیریت دریافت کی۔ آپ ﷺ کو پتہ چلا کہ وہ بڑھیا بیمار ہے تو اس کے گھر گئے اس کی عیادت کی، اس کے گھر کی صفائی کی، اور اسے پانی بھر کر دیا۔ نبی ﷺ اخلاق کی بہت اعلیٰ مثال تھے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک بڑھیا کو وزنی سامان اٹھا کر چلتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ یہ سامان آپ مجھے پکڑا دیں میں آپ کو منزل تک چھوڑ آتا ہوں۔ تو اس عورت نے اللہ کے نبی ﷺ کو سامان دے دیا اور ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ راستے میں وہ آپ ﷺ نصیحت کرنے لگی کہ ایک شخص سے بچ کر رہنا اس کے قریب مت جانا اور نہ ہی اس کی باتیں سننا۔ اس شخص کا نام محمد ہے اور وہ اپنے آپ کو اللہ کا آخری نبی کہتا ہے۔ یہ باتیں سن کر اللہ کے نبی ﷺ مسکرائے اور بولے کہ اے اماں جان! وہ شخص میں ہی ہوں اور میرا نام محمد ﷺ ہے۔ یہ بات سن کر بڑھیا بہت حیران ہوئی کہ اس قدر اخلاق ومحبت والا شخص اور لوگوں کی عزت وتکریم کرنے والا شخص جسے میں دیوانہ اور مجنوں سمجھتی رہی وہ آپ ہی ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کا اخلاق دیکھ کر وہ بڑھیا مسلمان ہوگئی۔

آپ ﷺ کو بچپن کی طرح بڑے ہو کر بھی بہت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ ﷺ جب لوگوں کو دین کی دعوت دیتے تو بڑے سردار ظلم کی انتہا کر دیتے۔ حتیٰ کہ اللہ کے نبی ﷺ اگر نماز کے دوران سجدے میں ہوتے تو یہ ظالم اونٹ کی اوجھڑی پیارے پیغمبر ﷺ کی گردن پر پھینک جاتے جس کے وزن سے پیارے نبی ﷺ سجدے سے کھڑے نہ ہو سکتے۔ کفار کے ظلم وستم اس قدر تھے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے کھانے میں بھی زہر ملا دیا۔ یہ سارے ظلم وستم کے باوجود پیارے نبی ﷺ نے ان دشمنوں کے لیے دعا ہی کی اور ان کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا اور پیار ومحبت کا سلوک کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آخر کار اللہ کے نبی ﷺ نے گھر گھر میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کو جہالت وگمراہی سے نکال کر اسلام جیسے پیارے دین کی طرف راغب کر دیا۔

تو آیئے پیارے بچو! آج ہمیں بھی اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح اللہ کے نبی ﷺ بچپن سے لے کر جوانی تک اور پھر اس کے بعد تک لوگوں کے ظلم وستم سہتے رہے۔ والدہ، والدہ اور دادا جان کی وفات کی پریشانی اور غم میں مبتلا ہوئے۔ لیکن صبر کا مظاہرہ کیا اور آخر کار اخلاق ومحبت سے لوگوں تک دین اسلام پہنچایا۔

آج ہمیں بھی چاہیے کہ ہم مشکل کی ہر گھڑی میں صبر کا مظاہرہ کریں اور جس طرح پیار اور محبت سے نبی کریم ﷺ نے لوگوں تک دین اسلام پہنچایا ہم بھی لوگوں کو دین کی دعوت دیں، اپنے بہن بھائیوں، دوستوں، کلاس فیلوز کو نماز پڑھنے کی دعوت دی۔ اگر کوئی بچہ جھوٹ بولتا ہے یا کسی کا الٹا نام لیتا ہے تو اسے پیار سے سمجھائیں کہ ہمیں اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان سنائیں کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور جو کسی کے نام کو بگاڑتا ہے تو اسے سورۃ الحجرات کی آیت سنائیں جس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ کسی کے الٹے نام سے مت پکارو۔ اگر کوئی لڑائی جھگڑا کرتا ہے اسے نصیحت کریں۔ اور اسی طرح اگر کوئی آپ کو برا بھلا کہتا ہے تو اللہ کے نبی ﷺ کی طرح اس سے اچھے سلوک کا مظاہرہ کریں تا کہ وہ ہماری اچھی عادات سے متاثر ہو کر درست راستے پر گامزن ہو جائے۔

عجیب بوسہ

انیس ہجری میں حضرت عمر فاروق ؓ نے روم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔ جنگ سے پہلے شاہ روم نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ کوئی بھی قیدی تمہارے ہاتھ آئے تو اسے زندہ پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو بہت سارے قیدیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کو رومی فوج نے گرفتار کرلیا اور قیصر روم کے سامنے پیش کر کے بتایا کہ ہم ایسے شخص کو گرفتار کر کے لائے ہیں جو صحابی رسول ہے۔

جب قیصر روم نے حضرت عبداللہ کو دیکھا تو کہا:

میری ایک تجویز ہے۔

حضرت عبداللہ ؓ نے پوچھا کیا ہے تمہاری تجویز؟

قیصر روم نے کہا:

عیسائیت قبول کرلو تو میں آپ کو آزاد کردوں گا۔

حضرت عبداللہ ؓ نے کہا:

یہ ممکن نہیں اس سے ہزار درجہ بہتر میں مرنا پسند کرتا ہوں۔

قیصر روم نے کہا:

آپ بہادر انسان ہیں آپ میری تجویز قبول کرلیں میں آپ کو اپنی سلطنت میں شریک کرلوں گا۔

بیڑیوں میں جکڑا قیدی مسکرایا اور بولا:

مجھے آپ جزیرۃ العرب کی مملکت بھی دے کر یہ امید نہ رکھیں کہ میں دین محمد ﷺ سے ایک لمحہ کے لیے بھی منحرف ہوجاؤں گا۔

تو اس پر قیصر روم نے کہا:

میں آپ کو قتل کردوں گا۔

آپ ؓ نے فرمایا:

جو چاہیں کردیں۔

قیصر روم نے آپ ؓ کو پھانسی دینے کا حکم صادر کیا اور کہا اس کے ہاتھ اور پاؤں کو تیروں کا نشانہ بناؤ۔

پھر اس نازک موقع پر اس نے آپ ؓ کو عیسائیت کی دعوت دی لیکن آپ ؓ نے صاف انکار کردیا۔

آخری بار اس نے بہت بڑی دیگ منگوائی اس میں تیل ڈال کر نیچے آگ لگانے کا حکم دیا۔ جب تیل کھولنے لگا تو وہ حضرت عبداللہ ؓ کی طرف متوجہ ہوا اور عیسائیت کی دعوت دی لیکن آپ ؓ نے ٹھکرادی۔

جب قیصر روم مایوس ہوگیا تو اس نے آپ ؓ کو تیل میں ڈالنے کا حکم دیا۔ جب آپ ؓ کو تیل کے پاس لایا گیا تو آپ ؓ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو کہا اسے میرے پاس لاؤ جب سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پھر عیسائیت کی دعوت دی۔ آپ ؓ نے انکار کردیا۔ اس نے تعجب سے پوچھا:

پھر روتے کیوں ہو؟

حضرت عبداللہ ؓ نے جواب دیا:

میرے رونے کی وجہ یہ تھی کہ میرے پاس تو ایک ہی جان ہے۔ اگر ہزار جانیں بھی ہوتی تو اس تیل میں ڈال کر اللہ کی راہ میں قربان کردیتا۔

ظالم یہ سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا میرے سر کو چوم لو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ ؓ نے پوچھا:

تمام مسلمان قیدیوں کو بھی رہا کردو گے؟

اس نے کہا: ہاں ان کو بھی رہا کردوں گا۔

حضرت عبداللہ ؓ فرماتے ہیں: میں نے دل میں سوچا کہ اگر اس کا سر چومنے کے بدلے میں تمام مسلمان قیدی رہا ہوتے ہیں تو کیا حرج ہے؟ پھر آپ ؓ اس کے قریب آئے اور اس کے سر پر بوسہ دیا۔ تو قیصر روم نے تمام مسلمانوں کو آزاد کر کے عبداللہ ؓ کے سپرد کردیا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ رہائی پا کر سیدھا عمر فاروق ؓ کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ سنایا۔ فاروق اعظم ؓ مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے بولے:

ہر مسلمان حضرت عبداللہ ؓ کے سر کو چومے۔ لو سب سے پہلے میں اس کے سر کا بوسہ لیتا ہوں۔ پھر آپ ؓ اٹھے اور ان کے سر کا بوسہ کیا۔

(عدیلہ اسلم: جامعہ ام القریٰ سرگودھا)

بقیہ

ارے! یہ کیا بول رہے ہو؟

قال ستجدنی ان شاء اللہ صابرا!

اس لیے اس کا مطلب "اگر چاہا اللہ نے"۔ مثال کے طور پر ایسے الفاظ جو عام طور پر ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے کہ:

غلط لفظ	درست لفظ
پرواہ	پروا
ناراضگی	ناراضی
فوتگی	فوتیدگی
تمغہ	تمغا
اعلانیہ	علانیہ
سوئم	سوم
عیدالضحیٰ	عیدالاضحیٰ
طوطا	توتا
خورد	خرد
پیسہ	پیسا
بھروسہ	بھروسا
میری التماس	میرا التماس
تقاضہ	تقاضا
درستگی	درستی
ڈپلومہ	ڈپلوما
لاچار	ناچار
کاروائی	کارروائی
گرم مصالح	گرم مسالا
روپیہ	روپیا
بمع	بمعہ
آذان	اذان
بوقت	بہ وقت
طلباء	طلبا
طریاق	تریاق
ٹانگہ	تانگہ
برائے کرم	براہ کرم
عجوبہ	اعجوبہ
ناطہ	ناتہ
کارکردگی	کارگزاری
کانٹ چھانٹ	کاٹ چھانٹ
جائیداد	جائداد
چاق وچوبند	چاق چوبند

اس کے علاوہ کئی چیزیں غلط العام ہو چکی ہیں۔ اکثر لوگ "ہ" اور "ھ" میں فرق نہیں سمجھتے۔ ھیں، ھے، لاھور غلط ہیں۔

غلط العوام

اب چلتے ہیں غلط العوام کی طرف۔ یہ وہ الفاظ ہیں جنھیں کم علم یعنی علم نہ رکھنے والے لوگوں نے غلط تلفظ اور معنی کے ساتھ بولنا شروع کر دیے ہیں۔ لیکن وہ ہر قیمت پر غلط ہی سمجھے جائیں گے۔ جیسے کہ عوام مذکر ہے لیکن اکثریت اسے مؤنث پڑھتی ہے۔ یہاں ہم چند الفاظ کی مثالیں دے گے۔ جیسے کہ "صبح کا ناشتہ" تو بھئی ناشتہ ہوتا ہی صبح کے وقت ہے دوپہر یا رات کو تو ناشتہ نہیں ہوتا۔ جیسے کہا جاتا ہے "جھوٹا الزام" تو الزام کا مطلب کیا ہے الزامات میں سچ اور جھوٹ، اس لیے الزامات، الزامات ہی ہوتے ہیں۔

اسی طرح غلط العوام کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جیسے کہ "سرف ایکسل" لیکن یہ تو برینڈ کا نام ہے اصل تو "واشنگ پاؤڈر" ہوتا ہے۔ اسی طرح "آب زم زم کا پانی" لیکن آب تو پانی کو کہتے ہیں پھر ساتھ آب بھی بولتے ہیں اور پانی بھی۔ لہٰذا صحیح لفظ صرف "آب زم زم" ہے۔ مثال کے طور پر "کوہ دامن کا پہاڑ"، "جمعہ کا دن" وغیرہ یہ بھی غلط العوام الفاظ ہیں۔

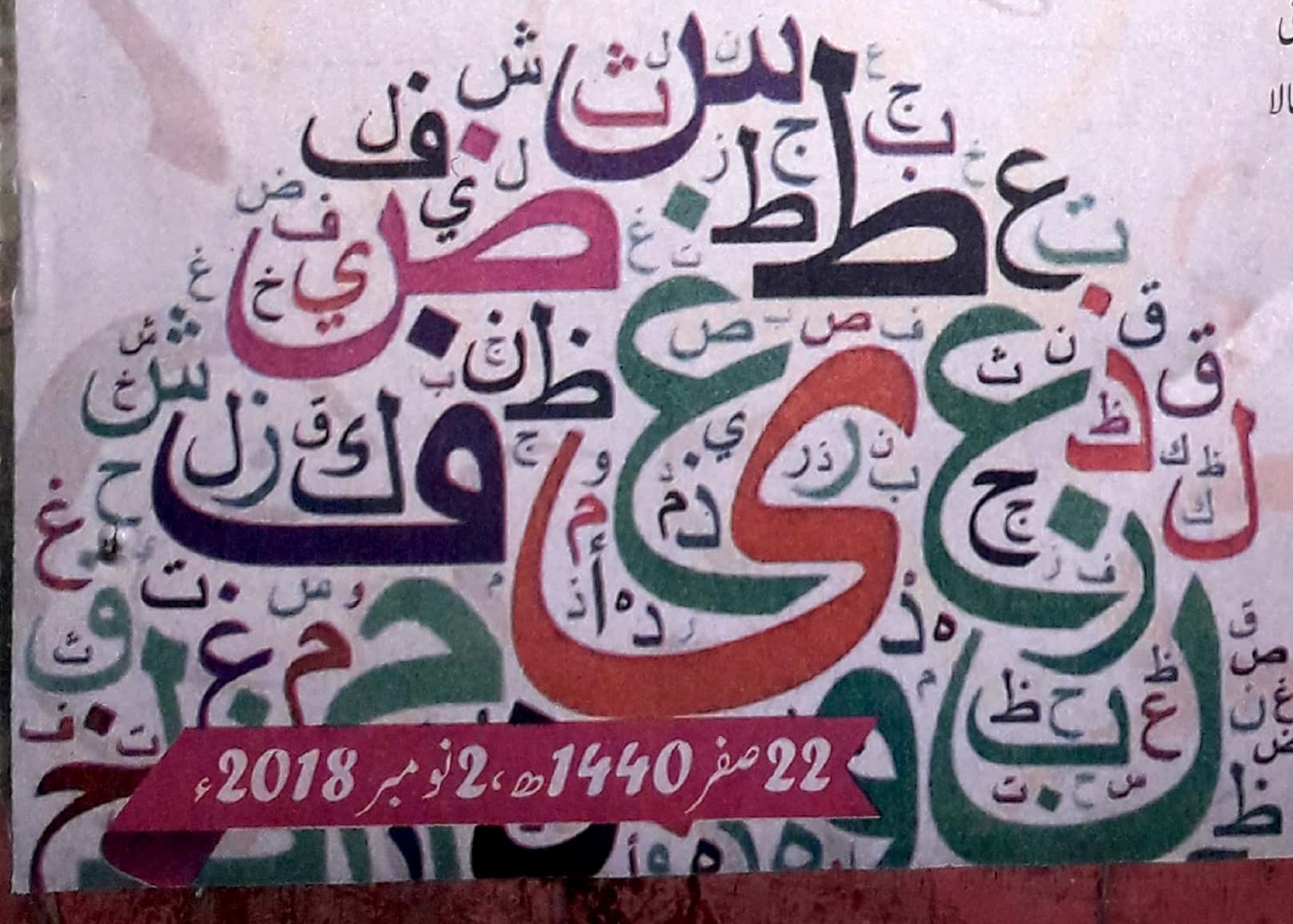

جو کوئی اللہ کی راہ میں خرچ کرے اس کے لیے 700 گنا اجر لکھا جاتا ہے۔ (صحیح الجامع)

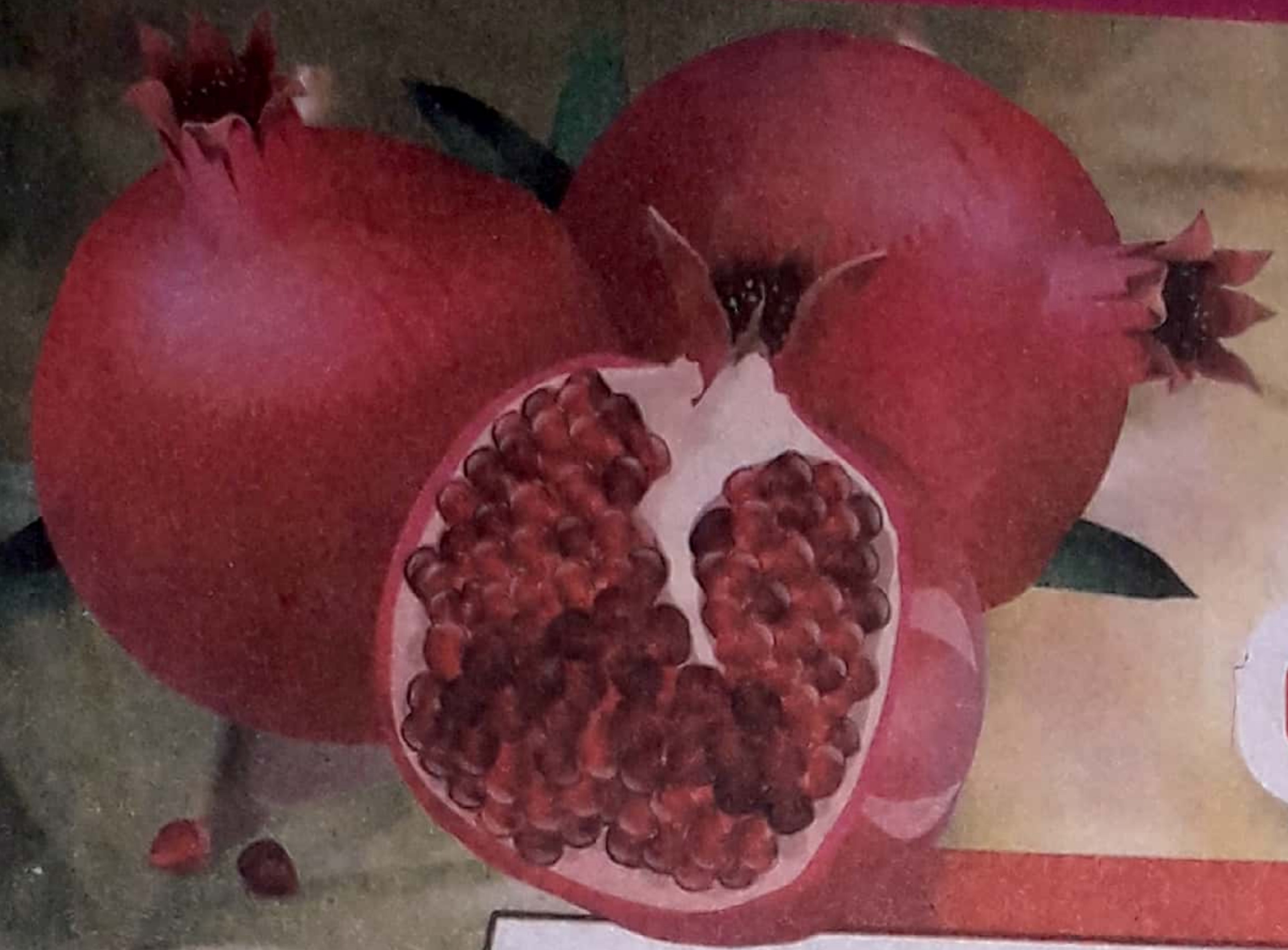

انار

انار اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ایک بیش بہا نعمت اور بے پناہ فوائد کا حامل پھل ہے جسے جنتی میوہ یا جنت کا پھل بھی کہا گیا ہے۔ قرآن پاک کی سورۂ رحمن آیت نمبر 68 میں انار کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ (الرحمن۔68)

ترجمہ: "ان میں میوے، کھجور اور انار ہیں"۔

انار کے طبی فوائد:

☆ کھانسی کا بہترین علاج انار ہے۔

☆ امراض دل میں فائدہ مند ہے۔

☆ اسہال سے چھٹکارا دلاتا ہے۔

☆ قے کو روکتا ہے۔

☆ مریضوں کو توانائی فراہم کرتا ہے۔

☆ انار کا چھلکا پیٹ کے کیڑوں کا بہترین علاج ہے اور قبض کشاء ہے۔

☆ انار کے درخت کو لگنے والے پھول اسہال، پیٹ کے کیڑوں اور خونی بواسیر کا شافی علاج ہے۔

☆ انار جگر کی اصلاح کرتا ہے۔

☆ خون پیدا کرتا ہے جسم کو طاقت دیتا ہے اس ترقی یافتہ دور میں انجیکشن، گولیاں اور سیرپ ہی کو علاج سمجھا جاتا ہے اور بعض بیماریوں کا علاج صرف آپریشن ہی گردانہ جاتا ہے۔ جو کہ تکلیف دہ بھی ہے اور مہنگا بھی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ علاج ہمارے لیے وسیلہ رحمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے دردمند طبیعت کے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسان طریقہ علاج متعارف فرمایا تاکہ انسان ہمیشہ کے لیے آسانی ہو۔

پیارے قارئین! اللہ تعالیٰ کی نعمت انار ہمارے پاس موجود ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اب ہم اس سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(رقیہ عبدالمجید۔ گوجرانوالہ)

گلدستہ روضہ

نماز کی اہمیت

☆ ایمان والوں پر نماز مقررہ وقت میں ادا کرنا فرض ہے۔

(النساء:103)

☆ نماز انسان کو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

(العنکبوت:45)

☆ نماز اسلام کا ستون ہے۔ (ترمذی)

☆ نماز میں سستی کرنے والوں کے لیے جہنم کی وادی ویل ہے۔

(الماعون)

☆ بے نماز جہنم میں ہوگا اور کسی کی سفارش اسے فائدہ نہیں دے گی۔

(المدثر)

☆ اسلام اور کفر میں فرق کرنے والی نماز ہے۔ (مسلم)

☆ بے نمازی کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن حلف کے ساتھ ہوگا۔ (ابن حبان)

☆ نماز فجر اور عشا کے لیے مسجد میں نہ آنا نفاق کی علامت ہے۔

(بخاری ومسلم)

☆ جس کی عصر کی نماز رہ گئی گویا اس کا مال اور اہل ہلاک ہوگیا۔

(سنن دارمی)

(محمد ایوب۔ساہیوال)

توبہ کی حقیقت

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں اور شرعی اصلاح میں کسی گناہ سے باز آنے کو توبہ کہتے ہیں۔

اس کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں:

1۔ جس گناہ میں مبتلا ہو اس کو فوراً ترک کردے۔

2۔ جو گناہ سرزد ہو اس پر شرمندگی ہو۔

3۔ آئندہ اسے ترک کرنے کا پختہ عزم کرلے۔

(میمونہ بنت فاروق۔میر پور آف شاہ کوٹ)

لکھنے کی جسارت

میں نے اس ذات پہ لکھنے کی جسارت کی ہے
جس کے دامن پہ فرشتوں نے عبادت کی ہے
کس کی جرات ہے کہ میرے آقا کے برابر آئے
میرے آقا نے تو نبیوں کی امامت کی ہے
زخم کھا کر بھی جو پھولوں کو ردائیں بخشے
میرے آقا نے تو کانٹوں سے محبت کی ہے
اللہ اللہ وہ کیا لوگ تھے جن لوگوں نے
چلتے پھرتے میرے آقا کی زیارت کی ہے

(عدیلہ اسلم۔جامعہ ام القری سرگودھا)

توحید اور شرک

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتے ہیں: جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اسے یقین ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ جنت میں جائے گا۔ (صحیح مسلم)

یقیناً جو بھی شرک کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو حرام کردی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار۔

(المائدہ)

(محمد ایوب شاہین۔ساہیوال)

میرا پسندیدہ شعر

روضۃ الاطفال ہوا سات سال کا
میں ہوا تیرہ سال کا
فرق ہے چھ سال کا
بلال اور روضۃ الاطفال کا
روضۃ الاطفال ہے شیروں کا مجاہد دلیروں کا
ہر تحریر اس کی بھاتی ہے
اس کے انتظار میں جان جاتی ہے
اس کا ساتھ نبھائیں گے
ہر بچے تک اسے پہنچائیں گے

(بلال احمد محمد مزمل۔لاہور)

مسلسل چالیس روز تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ پانچوں نمازیں پڑھنے والا جنت میں جائیگا۔ (ترمذی)

بہادر نوجوان

دوستو! آج ہم آپ کو ایک بہادر نوجوان کا واقعہ سناتے ہیں جو بہت ہی چست و چالاک اور پھرتیلے تھے۔ تیر اندازی میں بھی بڑے ماہر تھے۔

ایک دفعہ عجیب حادثہ ہوا۔ مدینہ منورہ سے باہر ایک جنگل تھا جسے "غابہ" کہتے تھے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ کافر ڈاکوؤں نے وہاں حملہ کیا اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیاں اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ سب کچھ رات کے آخری پہر میں طلوع سحر کے قریب ہوا۔

یہ نوجوان بھی تیر کمان لیے ہوئے صبح کی اذان سے پہلے اسی جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ کسی نے ان کو حادثے کی اطلاع دی۔ یہ نوجوان فوراً ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور مدینہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ: ڈاکہ پڑ گیا ہے مدد کے لیے جلدی آؤ"

یہ اعلان کر کے نوجوان خود اکیلے ان کافروں کے پیچھے دوڑے اور جلد ہی ان کے قریب پہنچ گئے۔ اس نوجوان نے کافروں پر تیر برسانے شروع کر دیے۔

اس نوجوان کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ جس کافر کو تیر لگتا وہ زخمی یا ہلاک ہو کر گر پڑتا۔ پہلے تو کافر یہ سمجھتے رہے کہ بہت سارے مسلمان ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور تیر چلا رہے ہیں اسی لیے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے رہے مگر بعد میں انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ تو اکیلا لڑکا ہے جو ہمیں پریشان کیے ہوئے ہے۔ ان کافروں نے کئی بار کوشش کی کہ پلٹ کر حملہ کریں اور اس نوجوان کو پکڑ لیں مگر جوں ہی کوئی کافر گھوڑا موڑ کر اس نوجوان کی طرف آتا یہ کسی درخت کے یا پتھر کے پیچھے چھپ جاتا اور تیر مار کر اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیتا۔ وہ کافر اپنی جان بچانے کے لیے واپس بھاگ جاتا۔

اس نوجوان نے دیر تک کافروں کا تعاقب کیا۔ کافر اتنے بدحواس ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں پیچھے چھوڑ دیں اور اپنی جانیں بچانے کے لیے تیزی سے بھاگنے لیے اپنا زادِ سفر اور زائد ہتھیاروں کے بوجھ سے بھی آزاد ہوتے گئے۔ تیس چادریں اور تیس توشہ دان انہوں نے راستے میں پھینکے اور بھاگتے چلے گئے۔

آگے چل کر ان کافروں کو ایک اور جماعت مدد کے لیے مل گئی۔ اب ان کی جان میں جان آئی اور سب نے مل کر اس نوجوان کو گھیرنے کی کوشش کی۔ یہ نوجوان ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور للکار کر کہا میں: "اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزت دی ہے تم میں سے کوئی مجھے نہیں پکڑ سکتا اور میں جس کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔" وہ لوگ گھبرا کر رک گئے۔ اس نوجوان نے ان کافروں کو باتوں میں لگائے رکھا تاکہ مدینہ سے مسلمانوں کی مدد آ جائے چنانچہ کچھ دیر بعد دور سے صحابہ اکرام کا ایک دستہ گھوڑوں پر سوار آتا دکھائی دیا۔ ان کے میدان میں پہنچتے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ کچھ دیر بعد کافروں کا سردار مارا گیا۔ باقی کافر یہ دیکھ کر بھاگ نکلے۔ اس نوجوان نے پھر سے ان کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ یہ نوجوان شام تک ان کافروں کا پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ کافر ایک تالاب کے پاس رک گئے تاکہ پانی پی لیں مگر جب اس نوجوان کو آتے دیکھا تو مارے خوف کے ان کا برا حال ہو گیا اور وہ بغیر پانی پیئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک آدمی پیچھے رہ گیا۔ اس نوجوان نے دوڑتے ہوئے ایک پہاڑ کی گھاٹی میں اس کو جا لیا اور تیر چلاتے ہوئے نعرہ لگایا: "آج ذلیل لوگوں کی ہلاکت کا دن ہے۔" تیر اس کے کاندھے سے پار ہو گیا اور وہ تکلیف سے چلاتا ہوا بولا: "ارے تو وہی صبح والا نوجوان ہے اور ابھی تک ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

نوجوان نے جواب دیا: "ہاں اپنی جان کے دشمن! میں وہی صبح والا نوجوان ہوں۔" اس کے بعد اس نوجوان نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: سو آدمی میرے ساتھ کر دیں تو میں دشمنوں کا مزید تعاقب کر کے ان کو ختم کر دوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کم عمر جانثار کی جرات اور ہمت پر بے حد خوشی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس دیے اور فرمایا: اب مزید تعاقب مناسب نہیں ہے، وہ لوگ اپنے قبائل میں پہنچ گئے ہیں۔ رات بھر آرام کر کے جب مدینہ منورہ کی طرف واپسی ہوئی تو اس نوجوان کو یہ اعزاز ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھا لیا۔ اس نوجوان کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔

پیارے بچو! یہ بہادر نوجوان کوئی اور نہیں بلکہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کی بہادری کی وجہ سے کافر ڈر کر بھاگ گئے۔ ایسی جرات اور ہمت صرف اسی کو نصیب ہوتی ہے جو صرف اور صرف اللہ کا ہو جاتا ہے صرف اللہ سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے۔ پھر اسے دنیا کی کسی طاقت کا خوف نہیں رہتا بلکہ ساری دنیا اس سے ڈرتی ہے۔

(زین علی۔ ساہیوال)

شاعر مشرق علامہ اقبال

عزیز رفیق۔ خانیوال

سیالکوٹ شہر کے باسی شیخ نور محمد کے گھر 1877ء کو ایسے بچے نے جنم لیا جس کے چرچے آج بھی ہر ایک کی زبان پر ہیں۔ بچے کی پیدائش پر والدین بہت خوش تھے۔ اس بچے کا تعلق برہمنوں کی اعلیٰ ترین ذات سپرو سے تھا۔ سپرو ذات کا یہ پہلا خاندان تھا جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ جب سکھوں نے کشمیر پر قبضہ کیا تو اٹھارویں صدی کے آخر میں اس بچے کے خاندان نے کشمیر سے ہجرت کی اور پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں آکر آباد ہو گئے۔ جہاں انہوں نے محلہ کھیتیاں میں رہائش اختیار کی۔ اس بچے کا ایک بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ ایک بھائی اس سے بڑا تھا جس کا نام عطا محمد تھا۔ تین بہنیں طالع، فاطمہ اور زینب تھیں۔ بچے کے والدین تعلیم یافتہ نہیں تھے لیکن اپنے بیٹے کے بارے میں سوچ رکھا تھا کہ اسے ضرور اعلیٰ تعلیم دلوائیں گے۔ پھر اس خواب کو مکمل کرنے پر لگ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس بچے کے والد کچھ عرصہ ایسے ادارے میں ملازمت کرتے رہے جس میں رشوت عام تھی لیکن بچے کے والد نہایت ایماندار تھے اس کے باوجود بھی بچے کی والدہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ غلطی سے بھی گھر میں حرام کمائی نہ آجائے، لہٰذا ماں نے اپنے بیٹے کو حلال غذا دینے کے لیے بکری پال لی۔ ماں ہمیشہ گھر میں اسی بکری کا دودھ بچے کو پلاتیں تا کہ حلال غذا سے پرورش ہو۔ اس بچے کے والد نور محمد دیندار آدمی تھے اور بیٹے کے لیے دینی تعلیم ہی کافی سمجھتے تھے۔ سیالکوٹ کے اکثر مقامی علماء کرام کے ساتھ ان کے اچھے دوستانہ تعلقات تھے۔ جب بچہ پڑھنے کی عمر میں پہنچا تو والد نے محلہ شوالہ کی مسجد میں مولانا عبداللہ کے پاس قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل کروا دیا۔ یہاں سے اس بچے کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ تقریباً سال بھر یہ بچہ اس مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا رہا کہ اچانک شہر کے ایک نامور عالم دین مولا سید میر حسن ادھر آنکلے۔ اس بچے کو بیٹھا دیکھ کر پوچھا کہ کس کا بچہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ بچہ محلہ کھیتیاں میں رہائش پذیر نور محمد کا بیٹا ہے۔ بچے کا والد اور مولانا دونوں قریبی واقف تھے۔ مولانا نے زور دے کر بچے کے والد کو سمجھایا کہ اپنے بیٹے کو مدرسے کی تعلیم تک ہی محدود نہ رکھنا، اسے جدید تعلیم بھی دلوانا جو کہ اس کے لیے بہت ضروری ہے۔ بچے کے اندر اچھی صلاحیتوں کو دیکھ کر مولانا نے خواہش ظاہر کی کہ اس بچے کو ان کی تربیت میں دے دیا جائے لیکن بچے کے والد نے انکار کر دیا۔ کچھ دن یہ بچہ اپنے والدین کے پاس رہا لیکن بہت زیادہ اصرار پر والد نے بچے کو مولانا میر حسن کے سپرد کر دیا۔ یہاں اس بچے نے اردو، فارسی اور عربی ادب پڑھنا شروع کر دیا۔ تین سال گزر گئے بچے کے استاد میر حسن نے ایک سکول میں جانا شروع کر دیا اور اس بچے کو بھی وہیں داخل کروا دیا۔ اب یہ بچہ روزانہ سکول میں پڑھنے کے لیے جاتا۔ اسکول سے آکر اپنے استاد کی خدمت میں چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھتا رہتا۔ جب یہ بچہ نویں اور دسویں کلاس میں پہنچا تو اس نے شاعری کے مقابلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ بچہ بہت ذہین تھا۔ سکول کے سبھی بچوں سے منفرد تھا۔ اس بچے نے میٹرک میں اول پوزیشن حاصل کی۔ جس پر اساتذہ نے بچے کو شاباش دی اور بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اب یہ بچہ بڑا ہو چکا تھا۔ والدین نے اس لڑکے کی ایک اچھی لڑکی کے ساتھ شادی کر دی۔ شادی کے بعد بھی اس نے تعلیم جاری رکھی۔

1895 میں اس نوجوان نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اسی دوران ایک مشاعرے کا انعقاد ہوا جس میں اس نے بھی شرکت کی۔ اس مشاعرے میں اس نوجوان نے اپنے لکھے ہوئے شعر پڑھے تو تمام سامعین داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ شعر اس قدر اعلیٰ تھے کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ اس مشاعرے کے بعد یہ نوجوان شاعر کے نام سے پہنچانا جانے لگا۔

تو پیارے بچو کیسا لگا اس بچے کا بچپن سے جوانی تک کا سفر امید ہے بہت اچھا لگا ہوگا۔ اوہ معذرت۔۔۔! آپ کو اس بچے کا نام بتانا تو بھول ہی

بقیہ صفحہ نمبر 7 پر

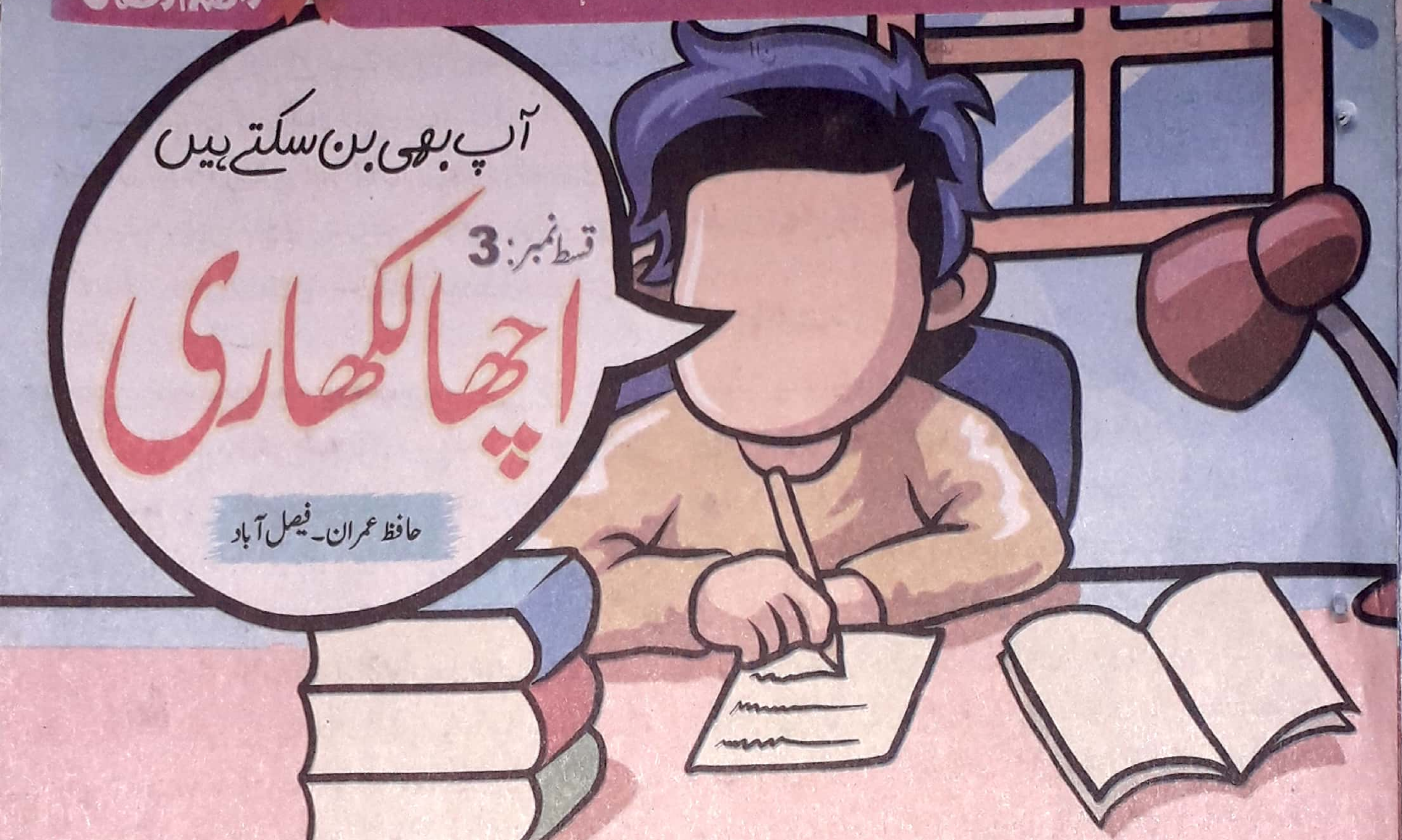

آپ بھی بن سکتے ہیں

قسط نمبر: 3

اچھا لکھاری

حافظ عمران۔ فیصل آباد

تحریر کا مواد حاصل کرنے کے ذرائع

تحریر کا موضوع، مرکزی خیال اور اس کے معاون خیالات کس طرح تلاش کیے جاتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چار ذرائع سے:

1۔ مشاہدہ

2۔ مطالعہ

3۔ مکالمہ

4۔ سماعت

انسان صبح سے شام تک، گھر سے دفتر تک اور انتظار گاہ سے سیر گاہ تک بیسیوں چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اس رنگا رنگ دنیا کی ہر چیز اسے کچھ نہ کچھ کہتی اور سرگوشیوں میں اپنا حال سناتی ہے۔

آدمی اگر بیدار مغز و حاضر دماغ رہے تو مشاہدہ، مطالعہ، مکالمہ اور سماعت چار ایسے ذرائع ہیں جو اسے نت نئے خیالات و افکار سے آگاہ کرتے اور ایسے فوائد و نکات کی دنیا کھولتے ہیں جو کامیاب تحریر کی بنیاد بن جاتے ہیں۔

ذیل میں چاروں پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

1۔ مطالعہ:

اخبارات و رسائل اور کتابوں کے مطالعے سے نت نئے خیالات سامنے آتے ہیں۔ جب مضمون کا مرکزی خیال ہاتھ آجائے تو مزید ایسا مواد پڑھنا چاہیے جس سے لکھاری اپنے موضوع سے متعلق معلومات حاصل کر سکے۔ لکھاری اپنے مطالعے کے لیے کتابیں، انسائیکلو پیڈیا، اخبارات، جرائد و رسائل یا غیر شائع شدہ مواد پڑھتا ہے یا انٹرنیٹ وغیرہ سے استفادہ کرتا ہے۔ پھر وہاں سے اخذ کی گئی باتوں کو اپنے انداز و اسلوب میں احاطہ تحریر میں لاتا ہے۔ مثال کے طور پر لکھنے والا: امام غزالی کے تصور اور فلسفہ کے موضوع پر لکھنا چاہتا ہے۔ تب وہ لازمی طور پر امام غزالی کی کتب سے ان مقامات کو پڑھے گا جن میں تصوف کی تشریح اور قدیم یونانی فلسفہ کا ابطال و تردید کا ذکر ہے۔ پھر ان کتب سے استفادہ کرے گا جو امام غزالی کے اس نظریے کے بارے میں مزید معلومات دے سکیں۔ اس طرح کا سارا مواد اکٹھا کر کے جب اسے ترتیب دی جائے گی تو تحریر لکھنے کے لیے معلومات دستیاب ہو جائیں گی۔

2۔ مشاہدہ:

اس دنیا کی ہر چیز فطرت کا ہر رنگ اور کائنات پر بکھری ہر تصویر انسان

سے کچھ نہ کچھ کہتی ہے۔ اس کے پیغام کو" مشاہدہ" کے کانوں سے سنا جا سکتا ہے۔

مشاہدہ سے مراد ہے اپنے ماحول اور حالات کا جائزہ لینا اور لیتے رہنا، جہاں نت نئی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ حقائق اور حالات سے براہ راست واقفیت حاصل کرنا انسان کی قوتِ تخیل (خیالات کی قوت) میں ہلچل پیدا کر دیتا ہے۔

اس سے تصورات کے نئے نئے موضوعات و خیالات سامنے آتے ہیں۔

مثال کے طور پر تحریر کا موضوع: دیہاتی باشندوں کا سفرِ حج۔ اس کے لیے لکھاری دیہاتوں سے پہلی مرتبہ عمرہ و حج پر جانے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ ان کے احساسات و جذبات کو محسوس کرے گا تب ہی اس کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔

عملی مشاہدہ (یعنی از خود دیکھنا) بہترین تحریر کی ضمانت ہوتا ہے۔ ایک اچھے قلم کار کو اچھا مشاہدہ کرنے والا بھی ہونا چاہیے۔ آپ اپنے اردگرد کے ماحول، حالات اور مظاہرِ فطرت کا مطالعہ و مشاہدہ جتنی گہرائی کے ساتھ کر سکیں گے، آپ کے لیے اتنے ہی موضوعات کاغذ پر منتقل کرنے کے لیے موجود ہوں گے۔ آپ خاص طور پر سفرنامے اور آپ بیتیاں پڑھ کر دیکھیے۔ اس سے آپ کو تحریر نگار کی مشاہدہ کرنے کی صلاحیت و قابلیت کا بھی اندازہ ہوگا کہ کتنی باریک اور معمولی چیزوں پر بھی اس کی نظر ہے۔ آپ کسی بھی نوعیت کی تحریر پڑھیں، اس میں غور کریں کہ تحریر نگار نے کس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور کتنی باریکی سے منظر کشی کی ہے۔

3۔مکالمہ:

مکالمہ سے مراد بات چیت یا گفتگو کرنا ہے۔ اچھی تحریر لکھنے کے لیے اچھی معلومات جمع کرنے کا ایک گر یہ بھی ہے کہ لکھاری کو لوگوں سے کرید کرید کر سوالات کرنے اور کام کی باتیں اگلوانے کا فن آتا ہو۔ لکھاری ان لوگوں سے بات کرے جن سے متعلقہ موضوع پر معلومات دستیاب ہو سکتی ہیں۔

مثال کے طور پر تحریر نگار: سکول جانے والے طلبہ و طالبات کے مسائل پر لکھنا چاہتا ہے۔ اس موضوع کے متعلق مواد حاصل کرنے کے لیے ان طلبہ و طالبات سے گفتگو کرنی ہوگی، یعنی وہ طلبہ و طالبات کن مسائل سے دو چار ہیں؟ کیا ان کے والدین بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں؟ کس طرح کے ماحول میں کس طالب علم کو کیسا مسئلہ در پیش ہے؟ وغیرہ، یہاں لکھاری کو معلوم ہوگا کہ ان مسائل کی نوعیت کیا ہے؟ یہ کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ ان میں سے کتنے مسائل خصوصی اور کس قدر عمومی نوعیت کے ہیں؟ اس طرح اساتذہ سے بات چیت مفید ثابت ہوگی کیونکہ وہ بھی طلبہ کے متعلق ہوتے ہیں۔ ان سب لوگوں سے گفتگو کا فائدہ یہ ہوگا کہ لکھنے والے کے پاس تحریر لکھنے کے لیے اتنی معلومات آ جائیں گی کہ وہ بہتر انداز میں لکھ سکے گا۔

4۔سماعت:

اگر آپ اچھا سننے والے ہیں تو یقین مانیے کہ آپ اچھا لکھنے والے بھی بن سکتے ہیں؟ کیونکہ جس طرح کسی کان سے سونا، چاندی، کسی ہیرے جواہرات، کسی سے قیمتی پتھر اور کسی سے محض کوئلہ برآمد ہوتا ہے، اسی طرح انسانوں میں بھی کچھ علم و فضل، فکر و دانش، اخلاقیات اور روایات کے اعتبار سے مختلف اعلیٰ صفات کے ذخائر ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے ایسے ایسے گوہر نایاب ہاتھ آتے ہیں جن کی چمک سے آنکھیں اور دل روشن ہو جاتے ہیں۔ آپ بھی اہلِ علم و ادب کی صحبت تلاش کریں۔ ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی عادت بنائیں۔ ان کی گفتگو اور بحث و تمحیص کو کان لگا کر غور سے سنیں۔ صاحبِ علم و بصیرت لوگ باتوں باتوں میں ایسے موتی بکھیر جاتے ہیں کہ جو مبتدی کے لیے تحریر کا موضوع بن جاتے ہیں۔ یا پھر وہ انہیں اپنی تحریر میں ٹانک کر اس کے حسن و خوبصورتی میں اضافہ کر لیتا ہے۔

پہلے زمانے میں بڑے شہروں میں ادیبوں اور شاعروں کی محفلیں جمتی تھیں۔ ان میں حاضری سے نو آموز لکھاری کی تربیت ہوتی تھی۔

بہت کچھ سیکھنے کو ملتا تھا۔ اب ایسی بیٹھکیں تو نایاب یا مفقود ہیں، مگر صاحبانِ علم و فضل تو ہر جگہ ہی پائے جاتے ہیں۔ ان کی باتیں عمر بھر کے مطالعے اور ان کے عمر بھر کے تجربے کا نچوڑ ہوتی ہیں۔ آپ ان سے استفادہ کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

آخر میں یہ بات یاد رکھیں کہ موادِ تحریر کے حصول کے لیے کسی ایک ذریعہ پر انحصار نہ کیا جائے۔ ایک جان دار، موثر، دلچسپ، معلومات خیز اور پُر کشش تحریر کے لیے چاروں ذرائع کا استعمال کیا جانا چاہیے۔

اب یہ لکھنے والے کے حالات اور وسائل پر منحصر ہے کہ وہ ان چاروں میں سے کس ذریعہ کو زیادہ یا کم استعمال کرتا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ لکھاری زیادہ سے زیادہ منفرد اور دلچسپ معلومات اکٹھی کر سکے اور اس کی ذہن ساز تحریر سے دوسرے مستفید ہو سکیں۔

اگلے شمارے میں پھر ملیں گے۔

ان شاءاللہ

بقیہ

شاعر مشرق علامہ اقبال

گیا۔ تو آیئے پیارے بچو! میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ اس بچے کا نام کیا ہے جس کے چرچے آج پوری دنیا میں ہیں اور لوگ اسے بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ان کی شاعری، شخصیت اور علم وحکمت کے معترف صرف مشرق کے لوگ ہی نہیں بلکہ مغرب والے بھی ان کی زندگی سے متاثر ہیں۔

بچپن سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے تک ان کی زندگی ایک مومن کی زندگی کا عکاس ہے۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے مسلم امہ کو پیغام دیتے ہیں کہ وہ نہ صرف اس دنیا میں شان سے جیے بلکہ روز آخرت میں بھی اپنے رب کے سامنے سرخروئی حاصل کرے۔ علامہ محمد اقبال نہ صرف ہمارے قومی شاعر ہیں بلکہ وہ پوری اسلامی دنیا کے قومی شاعر ہیں۔ ان کی شاعری انگلش، اردو اور فارسی زبان میں ہے۔ علامہ محمد اقبال 9 نومبر 1877 کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے وہ بچپن سے چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھا کرتے تھے۔ ان کی پرورش ایک مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اور پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے انہیں ایک خاص محبت تھی۔ ان کی شاعری کو بھی اس محبت میں ڈوبا ہوا دیکھا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں مسلمان کو خاص مقام دیا ہے۔ علامہ محمد اقبال کی شاعری کا انداز بیاں دوسرے شاعروں سے ہٹ کر ہے۔ رنگین، بناوٹی اور جھوٹی چمک دمک سے پاک شاعری ہے۔ ایک مرد مومن کی زندگی کے لیے جو فلسفہ وفکر انہوں نے اپنی خوبصورت شاعری میں دیا ہے۔ جب اس کا کوئی صاحب علم مطالعہ کرتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اسے قرآن مجید کا ترجمہ شاعری کی صورت میں مل گیا ہو۔ ان کی شاعری سے علم وحکمت کے ایسے اسرار کھلتے ہیں کہ وہ دنگ رہ جاتا ہے۔

انہوں نے اپنی شاعری میں فلسفہ خودی کو پیش کیا ہے جو بہت ہی مشہور ہے۔ نوجوان کو انہوں نے شاہین سے مماثلت دی ہے۔ ایک دن ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کی شاعری میں فلسفہ خودی کیا ہے تو انہوں نے ان سے قرآن مجید لانے کو کہا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی:

اے لوگو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا۔ (سورۃ الحشر)

روضۃ الاطفال کے چمکتے ستارو! اگر آج ہم اپنی زندگیوں پر غور کریں تو ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی کے شب و روز میں اتنا گم ہو گئے ہیں کہ ہمیں اپنا رب یاد ہے نہ اس کے احکام اور نہ ہی اس کے حبیب ﷺ کا طریقِ زندگی، تو کیا یہ ہماری بدنصیبی نہیں کہ اس نے ہمیں اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم صرف نام کے مسلمان کیوں ہوں؟ تمہارا دل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا نرم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا نڈر کیوں نہیں۔ ہم صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ گئے ہیں۔ ان کی شاعری مسلمانوں کے ضمیر کو بھی جھنجھوڑتی ہے۔ انہیں جگاتی ہے کہ منہ سے صرف مسلمان ہو جانے والو عمل سے بھی مسلمان بنو۔ یہ تو اس پیارے پیغمبر ﷺ کا دین ہے۔ جس نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہہ دیا تھا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ تم نبی ﷺ کی بیٹی ہو بلکہ تمہارا عمل ہی تم کو جنت میں لے کر جائے گا۔

علامہ محمد اقبال نے اپنی شاعری میں امت مسلمہ کو مغربی تہذیب کو اپنانے کی بجائے اسلام جیسے پیارے دین کے طور طریقوں پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

لیکن آج ہم مغربی طور طریقے کو اپنانے کی کوشش میں ہیں۔ ہمارا لباس، بالوں کی کٹنگ، نہ جانے اور کتنے ہی ایسے کام ہیں جو ہم آہستہ آہستہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اور انہیں کی کاپی کرنے پر پوری کوشش میں مصروف ہیں۔

حتیٰ کہ ہم اپنی قومی زبان اردو بولنے کے بجائے انگلش بولنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

تو آئیں پیارے بچو! آج ہم مغربی تہذیب اپنانے کے بجائے علامہ محمد اقبال جیسا پکا سچا مسلمان اور محب وطن بنیں اور کفار کے رسم و رواج کی بجائے اسلام کے طور طریقوں پر عمل پیرا ہوں اور پڑھ لکھ کر علامہ محمد اقبال کی طرح دین اسلام کا پرچار کریں۔ اور ایک اچھا لیڈر بن کر ملک و قوم کی خدمت کریں تا کہ کلمہ طیبہ کی بنیاد پر حاصل ہونے والا یہ ملک جسے ہمارے بزرگوں نے لاکھوں قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے وہ دنیا میں مسلم امہ کا لیڈر ملک بن کر پیارے دین اسلام کو پوری دنیا میں پھیلا سکے۔

دیا۔ سو روپے کا نوٹ دیکھ کر بچی نے کہا کہ یہ پھول 50 روپے کہ ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ 100 روپے ہی رکھ لو۔ تو اس لڑکی نے جواب دیا کہ نہیں میں صدقہ نہیں لیتی۔ میں اس لڑکی کو زبردستی پیسے دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک اشارہ کھل گیا۔ اس لڑکی نے فوراً پھولوں کے دو گجرے مزید گاڑی پر رکھ دیے تاکہ وہ 100 روپے رکھ سکے۔

اسی طرح ایک اور بچے کا واقعہ ہے کہ وہ سخت سردی میں فٹ پاتھ پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے سامنے کچھ کھلونے پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے قریب جا کر اسے اٹھایا اور پوچھا کہ کیوں لیٹے ہو تو اس نے جواب دیا کہ میرے آج کھلونے فروخت نہیں ہوئے اس لیے میں سو رہا تھا کیونکہ میرے پاس گھر جانے کے پیسے نہیں ہیں۔

پیارے بچو! ہمارے معاشرے میں ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں جن کے حالات اس قدر خراب ہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پہ مجبور ہونے کے باوجود ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ ہمیں چاہیے کہ ایسے لوگ جو دوسروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے ہم خود ان کے پاس جائیں اور کسی نہ کسی طریقے سے ان کی مدد کریں۔ اب آگے سردیاں آ رہی ہیں اگر آپ کے پاس دو جرسیاں ہیں تو اپنے غریب دوستوں کا بھی خیال رکھیں اور ان کو بھی سردی سے بچنے کے لیے جرسی وغیرہ دیں۔ اسی طرح ہماری کلاس میں بہت سے بچے ہوتے ہیں جو غریب ہوتے ہیں لیکن کسی سے مانگتے نہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو کتابیں اور سکول کی چیزیں وغیرہ لے کر دیتے رہیں۔

اسی طرح ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی غریب بچہ اپنی غربت کی وجہ سے سکول چھوڑنا چاہ رہا ہے تو ہم خود اس کو فیس ادا کر کے اس کی تعلیم مکمل کروائیں۔

اسلام کے پہلے سفیر

ضیاء الرحمن۔ وہاڑی

وہ نہایت خوبصورت تھا۔ امیر گھرانے کا بیٹا تھا۔ نئے نئے کپڑے پہنتا تھا۔ گفتگو میں اس قدر مٹھاس تھی کہ سننے والے دنگ رہ جاتے۔ اتنا ذہین تھا اور باتیں اتنی مزیدار کرتا کہ ہر مجلس کی جان ہوتا۔ اس کے دوست بھی اس کا بے صبری سے مجلس میں آنے کا انتظار کرتے تھے۔ جب وہ مجلس میں جاتے تو سب خاموشی سے اس کی باتیں سنتے تھے۔ کوئی اس سے گفتگو میں آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ وہ اپنے دین کا پکا تھا۔ سبھی جانتے تھے کہ جب کوئی عزم وارادہ کر لیتا ہے تو پھر کوئی اس کو اس کے عزم سے الگ نہیں کر سکتا۔ تاہم ایک ایسی شخصیت تھی جس سے خوب ڈرتا تھا جس کے سامنے وہ سہم جاتا تھا اور یہ اس کی والدہ تھی۔ اور آج وہ اپنی والدہ قریبی رشتہ داروں اور قوم کے بزرگوں کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی والدہ اسے تھپڑ مارنے ہی والی تھی کہ بزرگوں نے اسے منع کر دیا اور کہا: ہم اس کو سمجھا دیتے ہیں۔ مگر یہ کیا؟؟ اس نوجوان نے بغیر کسی جھجھک سے قرآن حکیم کی آیات سنانا شروع کر دی۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں یہ نوجوان کون تھا؟ یہ نوجوان مکہ مکرمہ کا رہنے والا تھا۔ اس نوجوان کا نام معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ وہ نوجوان تھا جو سب سے مہنگا اور اعلیٰ عطر استعمال کرتا تھا۔ یہ وہ نوجوان تھا جو ایک لباس پہنتا تھا اور اسے دوبارہ نہیں پہنتا تھا۔ والدہ خناس بنت مالک نے اسے خوب سمجھایا، ڈرایا، دھمکایا، لالچ بھی دیا یہاں تک کہ رسیوں سے باندھ دیا۔ دیگر بہت سارے نوجوانوں کی طرح معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ کے نبی ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام قبول کر لیا۔

پیارے بچو! اس نوجوان کو اسلام کا پہلا سفیر بننے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

ایک دن عثمان بن طلحہ نے اپنی آنکھوں سے معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دار ارقم میں داخل ہوتے دیکھا اور دوسرے دن دیکھا کہ محمد ﷺ جیسی نماز پڑھ رہا ہے۔ اُم مصعب کو یہ خبریں مسلسل پہنچ رہی تھیں۔ اس نے پھر سے مصعب کو مارا، رسیوں سے باندھا اور سارے طریقے آزمائے۔ ادھر مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے۔ معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصے کے بعد پھر مکہ آ گئے۔ پھر ایک دن کیا ہوا کہ ماں نے اپنی سختی برقرار رکھی اور معصب رضی اللہ عنہ سے سہولتیں واپس لے لیں حتیٰ کہ کپڑے بھی اتروا لیے۔ پرانے کمبل سے اپنے جسم کو ڈھانپا اور اللہ کے نبی ﷺ کے پاس چلے گئے۔ آج ان کی یہ حالت دیکھ کر اللہ کے نبی ﷺ کے آنسو آئے کہ کہاں خوش لباس اور مہنگا عطر استعمال کرنے والا معصب اور کہاں یہ حالت اللہ کے نبی ﷺ نے شفقت

بھری نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا:

میں نے معصب کو اسلام لانے سے پہلے بھی دیکھا ہے، پورے مکے میں اس سے زیادہ والدین کا لاڈلا کوئی نہ تھا۔ ساری سہولتیں اور آسائشیں اس کو میسر تھیں مگر اس نے یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے قربان کر دیں۔ صرف اتنا ہی نہیں ایک دن ماں نے آخری حربے کے طور پر اسے قید کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت معصب رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ جس کسی نے مجھے رسیوں سے باندھنے میں تمہاری مدد کی، میں اس کو قتل کر دوں گا۔ جب ماں نے اپنے بیٹے کا یہ عزم دیکھا تو ماں نے روتے ہوئے اپنے بیٹے کا راستہ چھوڑ دیا۔

بیٹے نے گھر پر الوداعی نظر ڈالی اور پھر ماں کے راستے میں کھڑا ہو گیا اور نہایت پیار سے بولا:

پیاری اماں جان! میں تمہارا نہایت ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔ بس ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے۔ ماں نے غضب ناک نگاہوں سے دیکھا اور کہا:

ستاروں کی قسم! جب تک میری عقل اور ہوش حواس کام کرتے ہیں۔ میں تمہارے مذہب میں کبھی داخل نہ ہوں گی۔ بیٹا یہ بات سن کر پریشان ہو گیا اور اللہ کے نبی ﷺ کے پاس چلا گیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ایسی ذمہ داری سونپی جو اس سے قبل کسی کو نہ ملی تھی۔

مدینہ منورہ میں کچھ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کی تربیت اور اسلام کی دعوت کو مزید پھیلانے کے لیے سفیر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس ذمہ داری کے لیے معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا گیا۔

حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں حضرت اسعد بن زرادہ کے گھر قیام فرمایا اور دونوں نے مل کر اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ آغاز میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت معصب نہایت ذہین، عقل مند اور بہترین گفتگو کرنے والے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اعلیٰ اخلاق سے بہت سارے لوگوں کو اسلام میں داخل کر لیا۔ پیارے بچو! آپ کو بھی دعوت کے کاموں میں آگے بڑھنا چاہیے۔

ایک دن معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسعد بن زرادہ کے ساتھ بنی عبد اشھل کے محلے میں تشریف لائے۔ وہاں ایک باغ کے اندر برق نامی کنویں پر بیٹھ گئے۔ اس وقت اس قوم کے دو بڑے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن سلمان جعفر جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: دیکھو! اسعد بن زرادہ میرے خالہ کا بیٹا ہے۔ اور میں خود جانا مناسب نہیں سمجھتا۔ لہٰذا یہ لوگ ہمارے قبیلے کے کمزوروں کو بے وقوف بنا رہے ہیں زرا جا کر ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر دو۔

اسید غصے میں اس باغ میں پہنچ گئے اور مخاطب ہوئے۔ تم یہاں کس لیے آئے تو۔ تم ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔ یاد رکھو! اگر تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو ہم سے الگ ہی رہو۔ اس قسم کی سخت گفتگو کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے زبان کھولی اور کہا:

آپ ہم سے ناراض ہو رہے ہیں۔ تشریف رکھیں، ہماری بات سنیں، اگر پسند آ جائے تو قبول کر لیں، پسند نہ آئے تو چھوڑ دیں۔ تو پھر ہم دوسرے محلے میں چلے جائیں گے۔ اسعد نے کہا: یہ تم نے انصاف کی بات کی اور بیٹھ گئے۔ ادھر معصب رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی تلاوت اور تشریح شروع کی اور اُدھر اسید کے ذہن میں تبدیلی آنے لگی اور اسعد مخاطب ہوا کہ کتنا پیارا کلام تھا۔ کتنی اچھی باتیں تھیں اور کہا: اگر اسلام قبول کرنا ہو تو اس کی شرط کیا ہے؟ حضرت معصب نے جواب دیا: بس غسل کریں، کپڑے تبدیل کریں اور کلمہ پڑھ لیں۔ اسید نے کہا صرف اتنا کام ہے اور پھر حضرت اسید رضی اللہ عنہ خود اسلام کے راہی بن گئے۔

اہل جنت

زار اتعبیر۔ قصور

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے تو آپ فرماتے: یہ میرے ماموں ہیں۔ کوئی مجھے ان جیسا دکھائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دادا اہیب بن مناف حضور کی والدہ حضرت آمنہ کے چچا تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سترہ سال کی عمر میں ہی اسلام قبول کرلیا۔

آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ دو عظیم نعمتوں کا ذکر کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے جو کہ ان کے لیے شرف کا باعث تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے: اللہ کی قسم! میں عرب میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا۔ حضرت علی بن ابن طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے کبھی سعد رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور پر رسول اللہ ﷺ کو اپنے والدین قربان کرتے نہیں دیکھا۔ بے شک میں نے غزوہ احد کے دن حضور ﷺ کو یہ کہتے سنا: سعد رضی اللہ عنہ میرے ماں باپ تم پر قربان تیر پھینکو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں اور دوستوں میں اس بات سے مشہور تھے کہ ان کی دعا تلوار کی حیثیت رکھتی ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ جس کے لیے بھی دعا کرتے اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیتے۔ حضرت سعد سادہ زندگی گزارتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ جب حضور ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میری ایک ہی بیٹی ہے جو کہ میری وارث ہے۔ اور میرا مال بہت زیادہ ہے میں دو تہائی مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔ پھر آدھا کہا تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی پھر جب ایک تہائی کہا تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ اور فرمایا: اپنے وارثوں کے لیے اتنا مال چھوڑ دو کہ انہیں دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے۔

ایک دن حضور ﷺ صحابہ اکرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تم لوگوں کے سامنے اہل جنت میں سے ایک شخص نمودار ہوگا۔ تمام صحابہ سامنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان کو اپنے گھر لے گئے اور اصرار کیا کہ آج آپ رضی اللہ عنہ میرے مہمان بنیں۔ اصل میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کا وہ عمل جاننا چاہتے تھے جس کے ذریعے وہ اللہ کے قریب ہوئے۔ سارا دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ساتھ رہے۔ جب سعد رضی اللہ عنہ رخصت ہونے لگے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے:

جو میرا مقصد تھا وہ تو پورا ہی نہیں ہوا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون سا مقصد؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے: صبح کی نماز آپ نے بھی پڑھی میں نے بھی پڑھی۔ ظہر کی نماز آپ نے بھی پڑھی اور میں نے بھی پڑھی۔ عصر، مغرب، عشاء اور تہجد ہم نے ساتھ پڑھی۔ پھر آپ کا وہ کون سا عمل ہے کہ خود آپ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا: اے میرے بھائی! میں کسی کے لیے بھی کینہ، حسد، برائی یا دشمنی دل میں نہیں رکھتا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو عراق کا گورنر بنایا تو ایک دن اہل عراق نے عمر رضی اللہ عنہ کو شکایت کی کہ سعد رضی اللہ عنہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔

جب عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو جواب دہی کے لیے مدینہ بلایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ نہ آیا۔ بلکہ وہ فوراً حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ ہوا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو واپس عراق بھیجنا چاہا۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا: آپ مجھے ایسی قوم کے پاس لوٹنے کا حکم دیتے ہیں جو قوم یہ سمجھتی ہے کہ میں نماز صحیح نہیں پڑھتا۔ لہٰذا انہوں نے مدینہ رہنے کو ہی ترجیح دی۔

54 ہجری کو جب آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 80 برس ہوئی۔ تو آپ کی پاکیزہ روح پرواز کرگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اللہ سعد رضی اللہ عنہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

شاندار تحفہ

عبدالحمید صادق۔ ملتان

پیارے بچو! ہو جائیے تیار! آج میں آپ کے لیے ایک شاندار تحفہ لایا ہوں اور تحفہ بھی ایسا کہ آپ خوشی سے قبول کریں گے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا معمول تھا کہ نماز فجر کا وقت ہونے سے پہلے ہی مسجد میں تشریف لے آتے اور صحابہ کرام آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرتے مگر ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ نماز فجر سے لیٹ ہو گئے اور اتنا لیٹ ہوئے کہ نماز فجر کا وقت گزرنے کا وقت قریب تھا لیکن اس دوران اللہ رب العزت کی طرف سے آپ ﷺ کی امت کے لیے ایک شاندار تحفہ عنایت کیا گیا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ شاندار تحفہ کون سا تھا۔ یقیناً ایسا تحفہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے ہو اس کو پانے کی ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے۔ تو آئیے آپ کے سامنے وہ سارا واقعہ پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو وہ شاندار تحفہ عنایت فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھانے سے رکے رہے۔ قریب تھا کہ ہم سورج کی ٹکیہ کو دیکھ لیں، پھر آپ ﷺ تیزی سے (حجرہ سے) باہر تشریف لائے، لوگوں کو نماز کھڑی کرنے کے لیے بلایا، آپ نے نماز پڑھائی، اور نماز مختصر کی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آواز دے کر لوگوں کو (اپنے قریب) بلایا، فرمایا: اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فرمایا: ”میں آپ کو بتاؤں گا کہ فجر میں بروقت مجھے تم لوگوں کے پاس مسجد میں پہنچنے سے کس چیز نے روک لیا، میں رات میں اٹھا، وضو کیا، (تہجد کی) نماز پڑھی جتنی بھی میرے نام لکھی گئی تھی، پھر میں نماز میں اونگھنے لگا یہاں تک کہ مجھے گہری نیند آ گئی، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے بزرگ و برتر رب کے ساتھ ہوں وہ بہتر صورت و شکل میں ہے، اس نے کہا: اے محمد! میں نے کہا: میرے رب! میں حاضر ہوں، اس نے کہا: ”ملاء الأعلی“

(فرشتوں کی اونچے مرتبے والی جماعت) کس بات پر جھگڑ رہی ہے؟ میں نے عرض کیا: رب کریم میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے یہ بات تین بار پوچھی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اللہ ذوالجلال کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے اندر محسوس کی، ہر چیز میرے سامنے روشن ہو کر آ گئی، اور میں جان گیا (اور پہچان گیا) پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: اے محمد ﷺ! میں نے کہا: رب! میں حاضر ہوں، اس نے کہا:

”ملاء الأعلی“

کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا: ”کفارات“ کے بارے میں، اللہ تعالیٰ نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: نماز باجماعت کے لیے پیروں سے (پیدل) چل کر جانا، نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر (دوسری نماز کے انتظار میں) رہنا، ناگواری (جب سردی یا بیماری کی وجہ سے وضو کرنے کا دل نہ کر رہا ہو) کے وقت بھی مکمل وضو کرنا، اس نے پوچھا: پھر کس چیز کے بارے میں (بحث کر رہے ہیں)؟ میں نے کہا: (محتاجوں اور ضرورت مندوں کو) کھانا کھلانے کے بارے میں، نرم بات چیت میں، جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت اٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں، رب کریم نے فرمایا: مانگو (اور مانگتے وقت کہو) کہو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ، أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَى حُبِّكَ

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی کے کاموں کے کرنے اور منکرات (ناپسندیدہ کاموں) سے بچنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور مساکین سے محبت کرنا چاہتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما، اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنا چاہے، تو مجھے تو فتنہ میں ڈالنے سے پہلے موت دیدے، میں تجھ سے اور اس شخص سے جو تجھ سے محبت کرتا ہو، محبت کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے ایسے کام کرنے کی توفیق چاہتا ہوں جو کام تیری محبت کے حصول کا سبب بنے“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ حق ہے، اسے پڑھو یاد کرو اور دوسروں کو پڑھاؤ سکھاؤ“۔ تو پیارے بچو! دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب پیغمبر ﷺ کو کتنی پیاری اور جامع دعا سکھائی اور اس کے بعد اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ: ”یہ حق ہے، اسے پڑھو، یاد کرو اور دوسروں کو سکھاؤ“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو اس حق کو ادا کر دیا اب یہ حق ہمارے اوپر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خود بھی اس شاندار تحفے کو قبول کریں اور اپنے لیے صدقہ جاریہ بناتے ہوئے یہ تحفہ آگے بھی پہنچائیں۔ (ترمذی۔ 3233)

گلدستہ روضہ

اقوال ذریں

☆ زندگی کا ہر دن آخری سمجھو۔

☆ اپنے دل اور زبان کو ہمیشہ نرم رکھو۔

☆ زبان میں ہڈی نہیں ہوتی مگر یہ آپ کی ہڈیاں تڑوا سکتی ہے۔

☆ دوسروں کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھو۔

☆ علم ایک لازوال دولت ہے اسے جتنا خرچ کرو گے اس میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔

(اقصیٰ الطاف۔ کسووال)

نعت

راہ حق پر چلاتے ہیں میرے رسول ﷺ
حکم رب کے سناتے ہیں میرے رسول ﷺ
جس سے انسان کو عظمتیں ہوں عطا
وہ قرینہ سکھاتے ہیں میرے رسول ﷺ
حق و انصاف پر جس کی بنیاد ہو
درس ایسا پڑھاتے ہیں میرے رسول ﷺ
یوں تو آدم کی اولاد ہیں سب مگر
آدمیت سکھاتے ہیں میرے رسول ﷺ
اپنے بیگانے جس پر کریں اعتبار
ایسا انسان بناتے ہیں میرے رسول ﷺ
خیر کے پھول کھلتے ہیں اس راہ میں
قدم جس سمت اٹھاتے ہیں میرے رسول ﷺ
لب پہ آتا ہے فوراً درود و سلام
یاد جب آتے ہیں میرے رسول ﷺ

(اخت عبدالحماد۔ مدرسہ ام عمارہ للبنات ملتان)

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات

1۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد
2۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ
3۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ
4۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
5۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ
6۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا
7۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش
8۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث
9۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان
10۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب
11۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

(حمنہ بنت محمد عمران۔ جڑانوالہ)

چار چیزیں

☆ چار چیزیں ایسی ہیں جو بدن کو تباہ کر دیتی ہیں۔
رنج غم بھوک رات کا جاگنا

☆ چار چیزیں ایسی ہیں جو چہرے کی رونق اور تازگی کو ختم کر دیتی ہیں:
جھوٹ بے حیائی
کثرت گناہ جاہلانہ طرز کے سوالات

☆ چار چیزیں ایسی ہیں جو بغض وعناء پیدا کرتی ہیں:
غرور جھوٹ حسد چغل خوری

(مسفرہ شہزادی۔ گوجرانوالہ)

نصیحت

لڑنا بھڑنا کام برا ہے
لڑنے کا انجام برا ہے
آپس میں مل جل کر رہنا
جھوٹی بات نہ منہ سے کہنا
کرتے رہو ماں باپ کی خدمت
ماں کے پاؤں تلے ہے جنت
اپنے بڑوں کا کہنا مانو
دل سے ان کو اچھا جانو
کام کی ہیں یہ ساری باتیں
کیسی پیاری پیاری باتیں

(انتخاب: رب اکرم۔ قصور)

2018
کشمیر
کے نام

وضعی قصے کہانیوں
اور جھوٹے لطیفوں سے
پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

قیمت
8 روپے

جلد نمبر
18

شمارہ نمبر
24
283

5 ربیع الثانی 1440ھ
14 دسمبر 2018ء

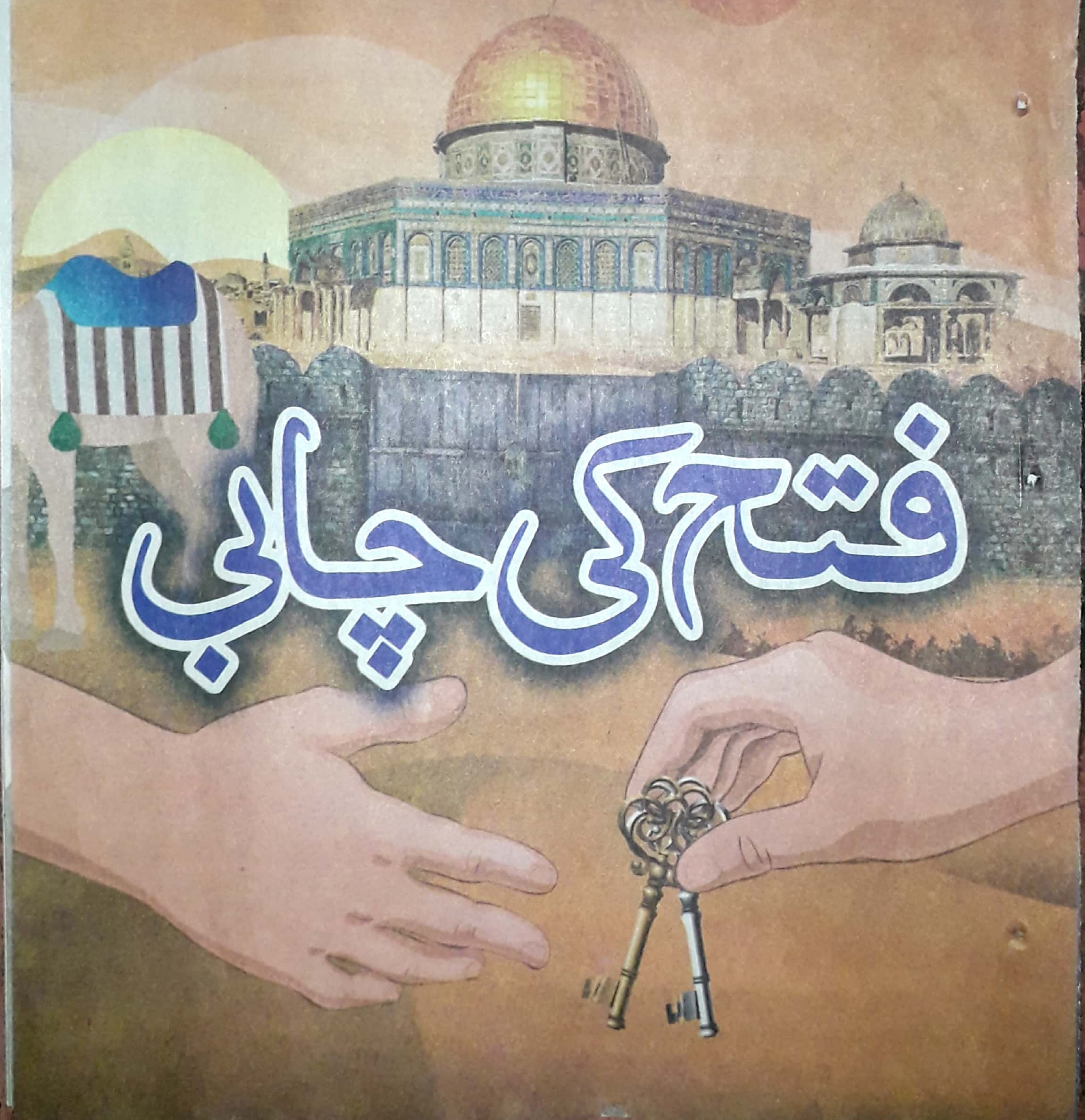

فتح کی چابی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمارے کی زینت

3	ایک درہم کا کھانا	ادریس شاہ
4	پھول کس نے مسلے؟	بنت شفیق
5	فتح مصر	اسد اللہ اکرام
7	آخری سفر	زارا تعبیر
8	فتح کی چابی	عبد الحمید صادق
11	روداد	محمد آصف شہزاد
12	مسجد نبوی کی تعمیر	خدیجہ مریم

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گلشن اسلام کے چمکتے دمکتے ستارو۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔؟

یقیناً سردی بھی مسلسل بڑھ رہی ہے اور امتحانات بھی قریب آرہے ہیں۔ لہذا اپنی صحت کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ خود بھی سردی سے بچیں اور اپنے بہن بھائیوں کو بھی سردی سے بچائیں ورنہ کم از کم ایک ہفتے کے لیے آپ کو رومال ہاتھ میں اٹھانا پڑے گا۔۔۔ ویسے آپ سمجھدار ہیں! میری بات سمجھ تو گئے ہی ہوں گے۔۔؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ بھی رکھا۔ (صحیح البخاری)“

پیارے بچو! اس بات سے تو آپ بھی واقف ہیں کہ ”سردی سبھی کو لگتی ہے“ تو سردیوں کے اس موسم میں ہمارے علاقوں میں بہت سارے ایسے بچے بھی ہوں گے جو گرم کپڑے نہیں خرید سکتے۔ الحمدیہ روضہ سوسائٹی ایسے بچوں کے لیے ایک شاندار ”ونٹر گفٹ“ لائی ہے جس میں گرم ٹوپی، رومال، دستانے، جرسی اور جرابیں وغیرہ شامل ہیں۔ یہ پیکج تقریباً 250 روپے کا بنے گا۔ آپ بھی آگے بڑھیں اور اپنے سکول میں ”سردی سبھی کو لگتی ہے“ سٹوری ٹائم پروگرام کروائیں اور سکول کے بچوں سے ”ونٹر گفٹ“ جمع کرکے ”ننھے مددگار“ ٹیم کے ساتھ مل کر مستحق بچوں تک ”ونٹر گفٹ“ پہنچائیں تاکہ وہ بچے بھی سردیوں میں اپنے آپ کو سردی سے بچا سکیں۔

آپ کے اپنے
ایڈیٹر بھیا جی

نگران عبد الحنان | مدیر اعلیٰ جنید الرحمن | مدیر عبد الحمید صادق

شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سگیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن 300 روپے

rozatulatfaal.pak@gmail.com
PO BOX# 102, GPO, LAHORE
0311-6397264
rozatulatfaal.pak

ایک درہم کا کھانا

ادریس شاہ۔ سرگودھا

حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک بہت بڑی سلطنت کے خلیفہ ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ ایک بار انہیں اطلاع ملی کہ سپہ سالار کے باورچی خانے کا روزانہ خرچ ایک ہزار درہم ہے۔ انہیں بڑا دکھ ہوا کہ جس رقم پر یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے اسے سپہ سالار اڑا رہا ہے۔

انہوں نے سپہ سالار کو پیغام بھیجا کہ تم سے کچھ صلاح مشورہ کرنا ہے۔ کل دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ۔ دوسرے دن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ خوب مزے دار اور لذیز کھانے تیار کیے جائیں اور ساتھ ہی جَو کا دلیا بھی بنایا جائے۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔ جب سپہ سالار آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کے ساتھ باتیں شروع کر دیں اور اتنی دیر تک باتیں کرتے رہے کہ سپہ سالار کے پیٹ میں بھوک کے مارے چوہے دوڑنے لگے۔ بادشاہ کے ادب کی وجہ سے زبان سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر اس کے چہرے سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ بھوک سے اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا کہ اب زیادہ دیر تک بھوک برداشت کرنا سپہ سالار کے لیے ممکن نہیں تو انہوں نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ ہمارا کھانا لاؤ۔

خادم نے جو کا دلیا لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سپہ سالار سے کہا: بسم اللہ، کیجئے۔

سپہ سالار کو بڑے زور کی بھوک لگی ہوئی تھی۔ وہ جو کا دلیا کھانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پھر اپنے خادم سے کہا: ہمارے مہمان کا کھانا لاؤ۔

خادم نے مہمان کے لیے جو لذیز کھانے تیار کیے تھے وہ سب رکھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سپہ سالار سے کہا۔

یہ جو کا دلیا تو میرے لیے تھا۔ آپ کا یہ ہے۔ نوش فرمایے۔

سپہ سالار نے جواب دیا۔ میرا پیٹ تو جو کا دلیا کھا کر ہی بھر گیا ہے۔ اب میں ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکتا۔

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ اس جو کے دلیے پر مشکل سے ایک درہم خرچ آیا ہے۔ جب تمہارا پیٹ ایک درہم میں بھر سکتا ہے۔ تو تم ہر روز اپنے کھانے پر ایک ہزار درہم کیوں خرچ کرتے ہو؟ یہ فضول خرچی ہے۔ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ یہی ایک ہزار درہم اگر تم غریبوں اور مسکینوں کو دو تو خدا تم سے کتنا خوش ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ان باتوں نے سپہ سالار کے دل پر بڑا اثر کیا اور اس نے اسی وقت فضول خرچی سے توبہ کر کے سادہ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا۔

پھول کس نے مسلے؟

(بنت شفیق۔ گوجرانوالہ)

پیارے بچو!

ہمارے پیارے پیغمبر نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے بچوں کو جنت کے پھول سے تشبیہ دی ہے اور کیوں نہ دیتے بچے ہوتے ہی اتنے پیارے ہیں کہ خود بخود ان پہ پیار آتا ہے۔ یہی بچے والدین کی امیدوں اور امنگوں کا محور ہوتے ہیں۔ والدین بچوں کو دیکھ کر جیتے ہیں ان کی امن وسلامتی اور زندگی کے لیے دن رات دعائیں مانگتے ہیں تاکہ ان کے ہی بچے ان کے بڑھاپے میں سہارا بن سکیں کوئی والدین اپنے بچوں کو مستقبل کے ڈاکٹر کے روپ میں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور کچھ والدین انجینئر، پروفیسر، جنرل، کرنل اور کوئی پاک آرمی کے بہادر سپوت کی صورت دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ غرض کہ والدین کے لیے ان کے بچے ایک ایسا چمکتا دمکتا روشن ستارہ ہوتے ہیں۔ جو قوم وملت کے لیے باعث فخر ہوتے ہیں۔ لیکن کون جانتا تھا 16 دسمبر 2014 کی تاریخ پاکستان کے لیے مستقبل میں سیاہ ترین تاریخ ہوگی۔ جی ہاں وہی دن، جس دن سفاکیت و بربریت کا ایک ایسا خونی کھیل کھیلا گیا جس سے انسانیت تو کیا حیوانیت بھی شرما جائے۔ آرمی پبلک سکول پشاور میں 132 سے زائد معصوم بچوں کو درندوں نے بے دردی سے شہید کر دیا ماؤں کے لخت جگر، ماؤں کی امیدوں کے چراغ بجھا دیے، کلیاں کھلنے سے پہلے ہی مرجھا دی گئیں ان کا قصور کیا تھا۔ صرف یہی کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے تھے ان کا جرم یہ تھا کہ وہ پاکستانی تھے اور پاکستان کے لیے کچھ

کرنے کا عزم رکھنے والے تھے۔ ان معصوم بچوں کو سزا صرف اسی لیے دی گئی کہ وہ پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگاتے تھے۔ کتنی ہی ماؤں کی گودیں اجڑ گئیں کتنے ہی گھر ویران ہو گئے۔ اکثر بچے تو ایسے بھی تھے جو اکلوتے ہی اپنے گھر کے وارث تھے اس سب کے باوجود سلام ان والدین پر جنھوں نے چٹانوں جیسا حوصلہ رکھا صبر کا مظاہرہ کیا اور کافروں کو ایک واضح پیغام دیا کہ ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے بلکہ وہ پاک آرمی کے شانہ بشانہ کھڑے اس وطن کی خاطر تن من دھن قربان کرنے کو تیار ہیں۔ یہ ان خارجیوں کے منہ پر زوردار طمانچہ تھا جنھوں نے بچوں کو نشانہ بنایا۔ بچوں پر حملہ کرنے والوں کا کسی بھی صورت اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ پیارے پیغمبر ﷺ جب بھی کسی قافلے کو جنگ کے لیے روانہ کرتے تو بہت سی نصیحتیں کرتے۔ جن میں سے ایک یہ ہوتی کہ بچوں اور عورتوں پر حملہ نہیں کرنا۔ یہ پر امن نبی کا اسوہ۔ خونی کھیل کھیلنے والے ظلم کس منہ سے اسلام کا نام لیتے ہیں۔ ان دہشت گردوں کا کبھی بھی اسلام سے تعلق نہیں ہوسکتا۔

پیارے بچو! ہم نے قلم اور کتاب کو ہتھیار بنانا ہے اس قلم کے ذریعے دنیا تک یہ پیغام پہنچانا ہے کہ اسلام دہشتگرد نہیں پر امن دین ہے۔ اس کے لیے ہمیں عملی کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ دہشتگردوں کی زد میں ہر انسان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے طریقہ یہ ہے کہ ہم ملک وملت کے لیے باعث فخر بنیں اسلام اور وطن عزیز کے لیے اپنی زندگیاں پیش کریں۔ جسمانی صورت میں بہترین کام اپنے حلقہ احباب کو دعوت دین دینا ہے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور زندگی اسلام کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

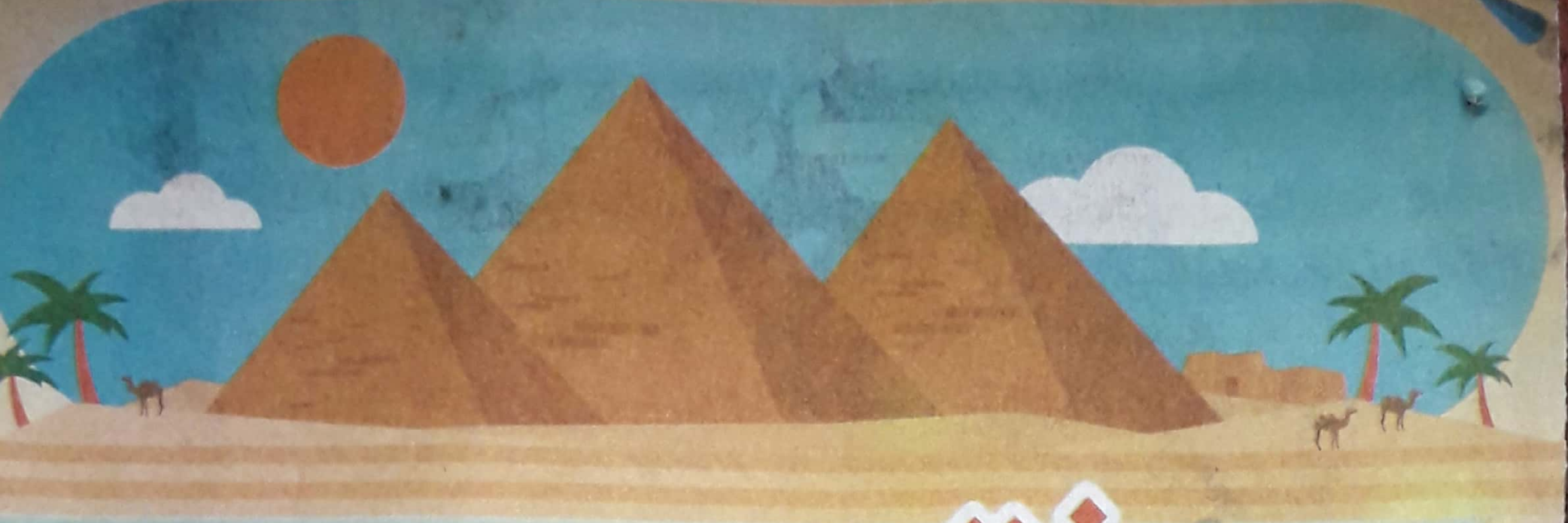

فتح مصر

اسد اللہ اکرام۔ صادق آباد

مسلمانوں کے چار ہزار 4000 جانبازوں نے مصر کی سرحد عبور کی بابلیوں اور العریش پر قبضہ کر کے عین شمس پہنچے اور کافی دن تک اس شہر کا محاصرہ کیے رکھا آخر کار اس شہر کو فتح کر لیا۔ مسلمانوں کے اس لشکر کی سپہ سالاری عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ آپ نے یہ قلعہ فتح کرنے کے بعد یہاں فسطاط کا شہر بسایا۔ جو بعد میں اسلامی مصر کا دارالحکومت بنا۔ اس فتح کا سب سے اہم معرکہ اسکندریہ کی فتح ہے جس کے بعد شاہ مصر نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور ہتھیار گرا دیے۔ مصر مکمل مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے طرابلیس بھی فتح کر لیا۔

مصر کو فتح کرنے سے مصر کے زرخیز علاقے کی آمدن نے مسلمانوں کا معیار زندگی بلند کر دیا۔ حضرت عمر کو عیش عشرت پسند نہ تھی۔ انہوں نے عمر بن العاص کے بیٹے محمد بن عمر کو قبطی کو بیٹے کے بدلے اس قبطی سے کوڑے لگوائے اور عمر العاص کو سختی سے تنبیہ کی۔

عمرو بن العاص مکہ کے مشہور مالدار سردار عاص بن وائل کا بیٹا ہونے کے سبب عیش عشرت میں پلے تھے۔ باپ نے ان کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کیا تھا۔ عاص بن وائل اسلام کا شدید دشمن تھا۔ جس نے آخری وقت تک مسلمانوں کو تنگ کیا۔ عمرو بن عاص نے بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق میں قریش کی طرف سے شرکت کی تھی۔

غزوہ خندق کے بعد عمرو بن العاص نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا کہ اگر بتوں میں کوئی جان ہوتی تو اتنا بڑا لشکر کبھی ناکام نہ ہوتا۔ ان کے اندر سے یہ آواز آئی کہ اگر آخرت کا وجود نہ ہوتا تو دنیا میں کیے گئے ظلم وستم کا حساب کہاں ہوگا۔ اس ذہنی الجھنوں کے دور میں انہوں نے حبشہ کا سفر کیا اور وہاں شاہ نجاشی کی خدمت میں چمڑے کا تحفہ پیش کر کے حضور اکرم ﷺ کے سفیر عمر بن امیر کو قتل کرنے کے اپنے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ نجاشی اس وقت مسلمان ہو چکا تھا۔ اس نے نہایت غضب ناک ہو کر جواب دیا۔

کیا تم ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرنے کے لیے مانگتے ہو جو اس ہستی کا قاصد ہے جس کے پاس ناموس اکبر آتا ہے وہی ناموس اکبر جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔

وہ اس جواب سے حیران ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے کچھ کہے بغیر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں خالد بن ولید ملے، وہ قبول اسلام کی غرض سے مدینہ جا رہے تھے چنانچہ دونوں نے حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اپنے ماضی کے گناہوں سے توبہ کی۔

قبول اسلام کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص کو ذات السلال اور سواع کی مہمات کا امیر مقرر کیا اور دونوں کو آپ نے کامیابی سے فتح کر لیا۔

سواع بت اور اس کے مندر کو مسمار کرنے کی مہم تھی جو مکہ سے تین میل کے فاصلے پر بلند رباط کے مقام پر واقع تھا۔ جس کو آپ نے کامیابی سے مسمار کر کے ایک اللہ کا نام بلند کیا۔ حضور ﷺ نے آپ کو عمان کا عامل مقرر فرمایا۔

عہد صدیقی میں آپ عمان ہی کے حامل رہے یہاں تک کہ انہیں تسخیر فلسطین کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اجنادین کے معرکے میں آپ نے نوے

ہزار کی کمان کی طاعون نے پچیس ہزار مسلمانوں کی جانیں لے لیں جن میں قائد لشکر ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل بھی شامل تھے ان دونوں کے بعد عمرو بن العاص لشکر کے قائد بنے تو انہوں نے حسن تدبر سے مسلمانوں کی جانیں بچا لیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو وبا والے علاقے سے فوراً ہٹا لیا اور پہاڑوں میں منتشر کر دیا۔ اس طرح وبا کے جراثیم ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکے تھے اس طرح جلد ہی مسلمان اس وبا سے محفوظ ہو گئے۔

عمرو بن العاص کو جس کارنامے کی بدولت امتیاز حاصل ہے وہ فتح مصر ہے آپ نے 7 ربیع الاثانی کو محمد بن ابی بکر کو شکست دے کر مصر پر قبضہ کر لیا اور آخری وقت تک مصر پر حکومت کی۔

جب مصر فتح ہوا تو اہل مصر نے فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص سے کہا کہ ہمارے ملک میں کاشتکاری کا دارومدار دریائے نیل پر ہے۔ ہمارے ہاں یہ دستور ہے کہ ہر سال ایک لڑکی دریا میں ڈالی جاتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو دریا خشک ہو جاتا ہے اور قحط پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے انہیں اس رسم سے روک دیا۔ جب دریا سوکھنے لگا تو حضرت عمرو بن عاص نے یہ واقعہ خلیفہ وقت امیر المومنین حضرت عمر فاروق کو لکھ بھیجا۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ اسلام ایسی وحشیانہ و جاہلانہ رسموں کی اجازت نہیں دیتا اور اس نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھ بھیجا۔ اور اسے دریا میں ڈالنے کی ہدایت کی۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے نیل کے نام ہے۔ اگر تو اپنے اختیار سے جاری ہے تو ہمیں تجھ سے کوئی کام نہیں اور اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے تو اب اللہ کے نام پر جاری رہنا۔

اس خط کے ڈالتے ہی دریا نیل بڑھنا شروع ہو گیا پچھلے سالوں کی نسبت 6 گز زیادہ بڑھا اور اس کے بعد سے نہیں سوکھا۔

خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف زخمی ہوئے اور بچ گئے۔

عمر بن العاص بہت بہادر، باصلاحیت انسان تھے۔ بہترین سالار بہت اچھے منتظم سلطنت اور اعلیٰ درجے کے سیاسی مدبر تھے۔

انہوں نے اٹھاسی سال کی عمر میں 43 ہجری میں عیدالفطر کی رات وفات پائی آپ کو مخطم کے قریب دفن کیا گیا۔

خوشخبری۔۔۔خوشخبری۔۔۔خوشخبری

خوشخبری

اب آپ اپنی تحاریر، خطوط، ڈرائنگ، پزل گیم اور قیمتی رائے ہمیں بذریعہ واٹس ایپ بھیج سکتے ہیں۔

ضروری ہدایات:

☆ تحریر کاغذ پر خوشخط لکھ کر واضح تصویر بنائیں اور ہمیں واٹس ایپ کریں۔۔۔ یاد رہے کہ ہر صفحے" پر صفحہ نمبر" ضرور لکھیں۔

☆ اپنا نام اور مکمل پتہ بمعہ رابطہ نمبر لکھنا مت بھولیں۔

☆ واٹس ایپ یا میسج پر آپ کو جواب نہیں دیا جائے گا۔

☆ کال کرنے کا وقت صبح 9 بجے سے شام 5 بجے تک ہو گا۔

واٹس ایپ نمبر
0311-6397264

آخری سفر

(زار تعبیر۔ ارزانی پور قصور)

کیا آپ آخری سفر کے لیے تیار ہیں؟

Are you ready for last Journey?

ٹکٹ	---------	مفت
سیٹ	---------	محفوظ
مسافر کا نام	---------	عبداللہ بن آدم
شناخت	---------	انسان

سفر کی تفصیلات:

روانگی	---------	از دنیا تا آخرت
منزل	---------	جنت/جہنم
مدت سفر	---------	دو میٹر زیر زمین پرواز
پرواز کا وقت	---------	وقت اجل

ضروری ہدایات:

مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ ان لوگوں کو اپنی نظر میں رکھیں جو ان سے پہلے آخرت کی طرف سفر کر چکے ہیں۔

سامان سفر:

ہر مسافر اپنے ساتھ پانچ میٹر سفید کپڑا اور تھوڑی سی روئی لے جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جو ضروری سامان ہے۔ ان میں نیک اعمال، صدقہ جاریہ اور وہ علم ہوگا جس سے بعد میں دوسرے لوگ نفع حاصل کر سکیں۔

خبردار!۔۔۔ اس کے علاوہ سامانِ سفر لانے کی کوشش نہ کریں ورنہ آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔

درخواست:

تمام مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ پرواز کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔ پرواز کے متعلق ہماری ویب سائٹ "کتاب اللہ" اور "سنت رسول" سے رابطہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں روزانہ پانچ وقت اللہ کے گھر کی حاضری ضروری ہے۔ آپ کی سہولت کے لیے عرض ہے کہ آپ کی سیٹ ریزرو ہو چکی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ سب سفر کے لیے تیار ہوں گے۔ یقیناً آپ سب جان چکے ہوں گے کہ یہ کون سا سفر ہے۔

جی ہاں! آپ نے بالکل ٹھیک پہچانا یہ موت کے بعد آخرت کا سفر ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہر شخص کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا دو پل کی خبر نہیں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام اور فلسطین کے اکثر علاقے فتح کر لیے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نابلس، لُد اور عمواس کے علاقے بھی فتح کر لیے تھے۔ عمر بن العاص رضی اللہ عنہ رومی فوجوں کے خلاف فلسطین کے علاقے میں جنگ میں مصروف تھے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مقابلہ رومی فوج سے تھا جس کا سپہ سالار اطربون تھا۔ اس کی فوج فلسطین کے شہر اجنادین میں ٹھہری ہوئی تھی۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رومی فوج کا محاصرہ کر کے اطربون کو بیت المقدس کی طرف جانے پر مجبور کر دیا، تین دن تک اطربون کی فوج محاصرہ میں رہی۔۔۔ اس دوران مسلمانوں نے بارہا ان پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ تین دن بعد اطربون نے عمرو بن العاص کی طرف خط لکھا کہ:

تم اس علاقے کو کبھی بھی فتح نہیں کر سکتے لہٰذا تم لوگ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔

جب یہ خط عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پڑھنے کے بعد جواب میں لکھا کہ:

میں اس ملک کا فاتح ہوں، لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے دوستوں سے مشورہ کر لو، شاید تمہاری عبرتناک شکست سے پہلے تمہیں کوئی اچھا مشورہ دے دے۔

اطربون نے جب یہ خط پڑھا تو ہنسنے لگا کہ یہ شخص کبھی بھی اس ملک کا فاتح نہیں ہو سکتا۔۔۔! لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا خاص وجہ ہے۔۔۔؟ اطربون نے کہا کہ مجھے پادری نے بتایا ہے کہ تورات میں اس شخص کی کچھ نشانیاں بیان کی ہیں جو اس ملک کو فتح کرے گا اور وہ نشانیاں اس شخص میں موجود نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے رخت سفر باندھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔

جب

فتح کی چابی

آپ رضی اللہ عنہ جابیہ کے مقام پر پہنچے تو تمام صحابہ کرام کو ساتھ بٹھا کر مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے؟ اتنے میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط پہنچا کہ بیت المقدس کے پادری اور رومی فوج کے سپہ سالار اطرابون کا یہ پیغام ہے کہ بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خود آنا پڑے گا۔ لہٰذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک غلام کو ساتھ لے کر بیت المقدس کی جانب روانہ ہو گئے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ وقت کے خلیفہ ہیں اور سفر دیکھیں کہ کیسا سادہ۔۔۔ کہ اونٹنی پر صرف دو تھیلے تھے۔ ایک میں ستو اور دوسرے میں کھجور۔۔۔ اور ایک مشکیزہ پانی کا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غلام سے فرمایا کہ اس بات پر پریشان نہ ہونا کہ لمبا سفر ہے اور میں اکیلا ہی سواری پر بیٹھا رہوں گا اور تم مہار پکڑ کر چلتے رہو گے۔۔۔ ایسا بالکل نہیں ہوگا۔ کچھ سفر میں سواری پر بیٹھوں گا اور تم مہار پکڑ کر چلو گے پھر تم سواری پر بیٹھو گے اور میں مہار پکڑ کر آگے چلوں گا۔

سفر شروع ہو گیا۔۔۔ خلیفہ اور غلام باری باری اونٹنی پر سوار ہو کر سفر طے کرتے رہے۔۔۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کے استقبال کے لیے پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ خلیفہ وقت کا کرتا پھٹا پرانا اور میلا کچیلا ہے۔۔۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بہترین پوشاک پیش کی کہ آپ یہ پوشاک زیب تن فرما لیجیے۔۔۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوشاک پہننے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہمیں اسلام کی عزت ہی کافی ہے۔ رومی فوج کے سپہ سالار کے ذہن میں تھا کہ مسلمانوں کا خلیفہ آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی بڑا لاؤ لشکر ہو گا۔۔۔ قافلے کے ساتھ آئیں گے۔۔۔ لیکن جب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ منزل مقصود پہ پہنچے تو اطرابون نے دیکھا کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہے اور دوسرا آدمی اونٹ کی مہار پکڑ کر ساتھ چل رہا ہے۔ جب وہ قریب پہنچے تو ان کا حلیہ دیکھ کر تو وہ اور زیادہ حیران ہوا کہ ٹوٹے جوتے، بادل گرد آلود، کپڑوں پر پوند لگے ہوئے۔۔۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ غلام اونٹ کے اوپر سوار ہے اور خلیفہ نے مہار پکڑی ہوئی ہے۔

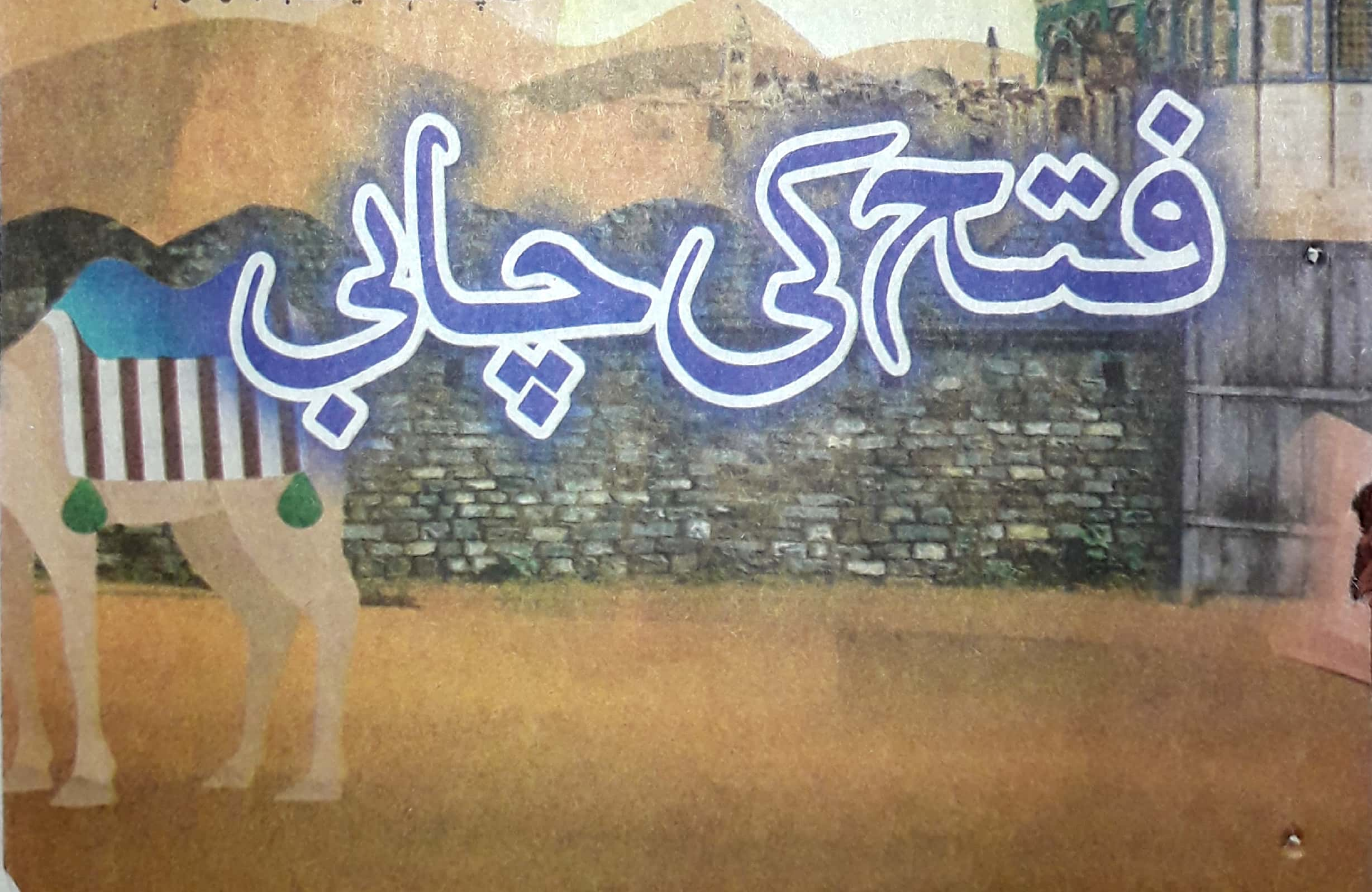

پادری نے تورات میں لکھی ہوئی نشانیوں کو دیکھا تو اس نے پہچان لیا کہ یہی وہ آدمی ہے جس کے بارے میں پہلی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ پادری نے بیت المقدس کی جابیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کرنے کا حکم صادر کیا۔ اطرابون کو اس بات پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ایک ایسا عظیم رتبے والا انسان جو کہ 22 لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا ہے۔۔۔ کیا وہ ایسا ہو سکتا ہے۔۔۔ پادری نے اس کو یقین دہانی کرائی کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہماری کتابوں میں پہلے سے ذکر موجود ہے۔

جب بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی گئیں تو پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی جانب روانہ ہوئے جب آپ بیت المقدس کے قریب پہنچے تو رمیوں نے فاتح بیت المقدس کے لیے دروازے کھول دیے۔ اندر داخل ہوتے ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ داؤد علیہ السلام کے محراب کی جانب بڑھے اور سجدہ والی آیت تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ جس مقصد کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے وہ پورا ہو چکا تھا۔

مسلمان ذاتی لڑائی جھگڑوں اور داخلہ وخارجہ پالیسیوں کی کمزوری کی وجہ سے بیت المقدس پر زیادہ دیر تک اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ سکے اور 1097ء میں یہودیوں نے پھر اس علاقے پر اپنا قبضہ جما لیا اور مسلمانوں پر مسلسل ظلم و ستم شروع کر دیا۔ آخر کار 1352ء میں صلاح الدین ایوبیؒ نے اس علاقے کو دوبارہ فتح کیا اس کے بعد یہودیوں نے باقاعدہ ایک تحریک کھڑی کی جس کا نام صیہونی تحریک رکھا گیا۔ اس تحریک کو اس لیے بنایا گیا تھا کہ فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنایا جائے تو یہودیوں نے اس سازش میں کافی حد تک کامیابی بھی حاصل کی۔۔۔ آخر کار 14 مئی 1948ء کو ڈیوڈ بن گوریان نے اسرائیل کے ملک کے قیام کا اعلان کر دیا۔ امریکہ، انڈیا سمیت دنیا کے بڑے بڑے ممالک نے اسرائیل کے قیام کو تسلیم کر لیا مگر پاکستان نے آج تک اسرائیل کے قیام کو تسلیم نہیں کیا۔ یہودی آج بھی نہتے فلسطینیوں پر مسلسل ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ کبھی ان پر بمباری کی جاتی ہے تو کبھی نہتے فلسطینیوں کو گھروں میں محصور کر دیا جاتا ہے۔ فلسطینی مائیں، بچے، بوڑھے اور جوان امت مسلمہ کو پکار رہے ہیں کہ کوئی عمر فاروق جیسا آئے جو ہمیں یہودیوں سے آزادی دلائے۔ صلاح الدین ایوبی یا محمد بن قاسم جیسا حکمران آئے۔ کوئی جوان ہے جو قبلہ اول کو یہودیوں کے پنجہ ستم سے آزادی دلائے۔ آج مل کر ہمیں ان مظلوم فلسطینی مسلمانوں اور قبلہ اول کے بارے میں سوچنا ہوگا۔

کم از کم 20 روضۃ الاطفال تقسیم کرنے والے بچوں کے درج ذیل کوپن وصول ہو چکے ہیں۔ ان بچوں تک جلد از جلد انعامات بھیج دیے جائیں گے۔

1۔ محمد عاصم ضیاء، سرگودھا
2۔ محمد قتیبہ احمد، فیصل آباد
3۔ اخت مجاہد اسلام، فیصل آباد
4۔ سعد انصاری، شیخوپورہ
5۔ معاذ بن یوسف، شیخوپورہ
6۔ عمر بن یوسف، شیخوپورہ
7۔ عبدالرحمٰن عکاشہ، لاہور
8۔ بلال احمد، لاہور
9۔ اقبال عزیز، لاہور
10۔ محمد اویس، قصور
11۔ ابوطلحہ، قصور
12۔ محمد سراقہ، قصور
13۔ عبداللہ، راجن پور
14۔ محمد انس، خانیوال
15۔ حافظ عبداللہ، وہاڑی
16۔ حارث احسان، صادق آباد
17۔ آذان شاہد، ننکانہ
18۔ محمد بن فرہاد، ملتان
19۔ منیب الرحمن۔ بہاولنگر
20۔ اقراء شاہد۔ صادق آباد
21۔ علی ظفر
22۔ معاذ علی، کشمیر
23۔ اسد الرحمن، بھمبر
24۔ فہیم اختر، بہاؤالدین
25۔ عبدالمنان، گوجرانوالہ
26۔ حذیفہ، حافظ آباد
27۔ محمد طلحہ، وزیر آباد
28۔ محمد فیضان الٰہی، گجرات
29۔ عمار الٰہی، حافظ آباد
30۔ ثمیہ کائنات، ساہیوال
31۔ حماد رفیق، ملتان
32۔ بلال احمد، ملتان

نوٹ:

ایسے بچے جو کم از کم 20 روضۃ الاطفال مسلسل تقسیم کر رہے ہیں اور انہوں نے ابھی تک کوپن پُر کر کے نہیں بھیجا تو وہ اپنا نام۔۔۔ ولدیت۔۔۔ کلاس۔۔۔ عمر۔۔۔ مکمل پتہ۔۔۔ ضلع۔۔۔ فون نمبر۔۔۔ کتنے روضۃ الاطفال تقسیم کرتے۔۔۔ ذمہ دار جس سے روضہ وصول کرتے ہیں اس کا نام۔۔۔ فون نمبر۔۔۔ لکھ کر دیے گئے نمبر پر واٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔

0311-6397264

ہجرت کرنے کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ مسجد نبوی ﷺ کے لیے وہ جگہ منتخب کی گئی جہاں ہجرت کے وقت آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ یہ جگہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل رضی اللہ عنھم کی ملکیت تھی۔ انہوں نے یہ جگہ آپ ﷺ کو بغیر معاوضہ پیش کی۔ مگر آپ ﷺ نے وہ جگہ بغیر قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کی جگہ قیمت ادا کر کے خریدی۔ مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ آپ ﷺ نے پہلے پتھر اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ ایک عام مزدور کی حیثیت سے حصہ لیا۔ مسجد کی عمارت نہایت سادہ تھی۔ مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔ تھوڑے فاصلے پر کھجور کے ستون کھڑے کیے گئے اور ان پر کھجور کی شاخیں، پتے اور گھاس ڈال دی گئی۔ ابتداء میں مسجد کا فرش کچا تھا۔ جب بارش ہوتی تو کیچڑ ہو جاتا۔ بعد میں کنکریاں بچھا دی گئیں۔ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع ہوتی گئی۔

مسجد نبوی ﷺ کی شمال مشرقی حصہ میں ایک چبوترہ تعمیر کیا گیا، جس کو صُفہ کہا جاتا ہے۔ جہاں پر صحابہ کرام تعلیم حاصل کرتے تھے۔ انہیں اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ جن صحابہ کا گھر نہیں تھا وہ یہیں قیام کرتے اور اسلام کی تعلیم حاصل کرتے۔ مسجد نبوی ﷺ مسلمانوں کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور مذہبی سرگرمیوں کا مرکز بنی۔ مجاہدین اسلام کا مرکز تربیت گاہ بھی مسجد نبوی ﷺ ہی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی فضیلت یوں بیان فرمائی ہے۔

جو شخص مسجد نبوی میں نماز ادا کرے گا، اسے بچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔

مسجد نبوی میں آپ ﷺ بیٹھ کر مختلف ریاستی اور بین الاقوامی معاملات کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ مسجد نبوی ﷺ تمام شعبوں کا مرکز بنی۔ مسجد نبوی ﷺ درس گاہ، تربیت گاہ، بیت المال، دارالشوریٰ اور جہاد کا مرکز ہونے کی وجہ سے ایک بنیادی مرکز ہونے کی حیثیت رکھتی ہے۔

(خدیجہ مریم۔ عبداللہ پور، لودھراں)

مسجد نبوی کی تعمیر

گلدستہ روضہ

جہاد کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دے گا۔ (صحیح بخاری)

(حارث احسان۔صادق آباد)

انمول موتی

1۔ عزت ریت کی طرح ہے جس کو تعمیر کرنے میں صدیاں گزر جاتی ہیں اور گرانے میں ہوا کا جھونکا ہی کافی ہے۔

2۔ کچھ شکست ایسی بھی ہوتی ہے، جس کے دامن میں فتح سے زیادہ کامیابیاں ہوتی ہے۔

3۔ زندگی ایسے جیو کہ اپنے رب کو پسند آ جاؤ دنیا والوں کی پسند تو پل میں بدل جاتی ہے۔

4۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو والدین کی خدمت کر کے دعا نہیں لیتا اور لوگوں سے کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کرنا۔

5۔ اپنی صبح کا آغاز صدقے سے کرو چاہے وہ روٹی کا ٹکرہ ہی ہو یا مسکراتا چہرہ۔

(حبیبہ رحیم۔اقبال نگر، L-14-40)

خواہش

اے اللہ جب تک مجھے زندہ رکھنا
میری زبان پہ اپنا قرآن جاری و ساری رکھنا
چاہے آئیں دنیا میں مجھے کتنی تکلیفیں
ہمیشہ اپنی مدد کا ہاتھ میرے سر پر رکھنا
برستی ہے جن لوگوں پر تیری رحمتیں
ان لوگوں میں میرے نام کو شمار رکھنا
کبھی بھٹکوں نہ تیرے راستے سے
اس خوف کو میرے دل میں بپا رکھنا
نیکیوں کی مجھے توفیق عطاء کرنا
گناہوں سے بچا رکھنا
فضول خواہشات کی کبھی بھینٹ نہ چڑھوں
اس سے میرے دامن کو چھپا رکھنا
اس دعا کو میری رگ رگ میں بسا رکھنا
مانگوں میں تجھ سے تو اپنی رحمت میرے اوپر رکھنا

(اخت حافظ حماد الرحمن۔سادہ گورائیہ)

اگر کوئی آپ کو کھانا کھلائے تو اسے دعا دیں

اللّٰھُمَّ، بَارِكْ لَھُمْ فِي مَا رَزَقْتَھُمْ، وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ

اے اللہ ان کے رزق میں برکت عطا فرما اور ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔ (صحیح المسلم)

(اُم افرح۔لاہور)

2018
کے نام
فرضی قصے کہانیوں
اور جھوٹے لطیفوں سے
پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃُ الاطفال
لاہور پاکستان
قیمت 8 روپے
شمارہ نمبر 25/284
جلد نمبر 18
19 ربیع الثانی 1440ھ
28 دسمبر 2018ء
اک خواب
اک تعبیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شمارے کی زینت

3	جب میں پیچھے رہ گیا	ناصر محمود
4	سیدنا سعید بن زید	سلمیٰ گل محمد
5	آئینے کے اوصاف	عبد الحنان
8	اک خواب اک تعبیر	عبد الحمید صادق
10	روداد پانچویں سالانہ ورکشاپ	عزیر رفیق
12	موذن رسول	زارا تعبیر
13	رنگوں کی دنیا	ادارہ

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور سردیوں سے خوب لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ ویسے اب تو ایسا موسم شروع ہو چکا ہے کہ اگر ایک بچے نے آدھ، پونا گھنٹا لگا کر بستر گرم کیا ہو اور کوئی اچانک آکر اوپر سے بستر اتار دے تو اتنا غصہ آتا ہے کہ ابھی تھانے جا کر اس کے خلاف ظلم کی ایف آئی آر درج کروا دوں۔ اور ہاں یہی وہ راتیں ہیں کہ جن میں ساری رات بندہ یہی سوچتا رہتا ہے کہ چاروں طرف سے اچھی طرح رضائی سمیٹنے کے باوجود "ٹھنڈ پتا نہیں کہاں سے آ رہی ہے"---- چلیں بہت مسکرا لیا--- اب ہم آتے ہیں اپنے کام کی طرف--- سردیوں کی چھٹیاں مکمل ہو رہی ہیں اور آپ کے امتحانات بھی شروع ہونے والے ہیں۔ تو اپنا وقت ضائع کیے بغیر امتحانات کی تیاری شروع کر دیں۔ جب امتحانات قریب ہوتے ہیں تو ہر کوئی اسی ٹوہ میں ہوتا ہے کہ کہیں سے کوئی ایسا مواد مل جائے جس سے امتحانات میں کچھ نہ کچھ آسانی ہو سکے۔ تو ہم آپ کو ایک ایسا تحفہ دے رہے ہیں جس سے آپ کو امتحانات میں مدد ملے گی--- اور وہ ہے مشکل میں آسانی کی دعا:

اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہُ سَھْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلًا

"اے اللہ! کچھ آسان نہیں مگر جسے تو آسان بنادے اور تو غم کو جب چاہے تو آسان بنا دے"۔ (صحیح ابن حبان)

اس کے علاوہ صدقہ ایک ایسی چیز ہے جو بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔ تو آپ کے پاس بھی صدقہ کرنے کا شاندار موقع ہے کہ الحمد یہ روضہ سوسائٹی کی "ونٹر گفٹ" مہم میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بھرپور حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین--- اگلے شمارے تک کے لیے اللہ حافظ

آپ کے اپنے
ایڈیٹر بھیا جی

نگران عبد الحنان | مدیر اعلیٰ جنید الرحمٰن | مدیر عبد الحمید صادق

شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سکیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن 300 روپے

PO BOX# 102, GPO, LAHORE
rozatulatfaal.pak@gmail.com
rozatulatfaal.pak
0311-6397264

ان دنوں سخت گرمی کا موسم تھا اور کھجوروں کے باغ پک کر تیار ہو چکے تھے۔ اتنے میں مدینے کے مسلمانوں کو جنگ تبوک کی تیاری کا حکم ہو گیا۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ سپہ سالار اعظم نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں مجاہدین کا ایک لشکر تبوک کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں اس وقت بہت خوشحال تھا اس کے باوجود میں اس لشکر جرار میں شامل نہ ہو سکا۔ بس میری طبیعت میں کچھ سستی اور آرام طلبی آ گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو میں سخت پریشان ہوا کہ اب کیا کروں؟ میں غلط حیلے بہانے سوچنے لگا تا کہ میں آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ سکوں۔

تاجدار مدینہ سفر سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی پھر لوگوں سے ملاقاتیں شروع ہو گئیں۔ جنگ میں شریک نہ ہونے والے صحابہ آپ ﷺ کے سامنے طرح طرح کے عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ آپ ﷺ ان کی باتیں سنتے گئے اور ان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرنے لگے۔ پھر میری باری آئی میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے جہاد کی تیاری نہیں کی تھی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اس وقت آپ ﷺ کے سوا کسی اور سے بات کر رہا ہوتا تو میں کوئی بہانہ گھڑ کر بچ جاتا مگر اس وقت تو میں جھوٹی بات کر کے آپ کو راضی کر لوں گا لیکن بہت جلد اللہ آپ کو سچی بات سے آگاہ کر دے گا اور میرا جھوٹ پکڑا جائے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ میری سستی اور کاہلی نے مجھے جہاد پر جانے سے روک لیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اچھا تم چلے جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تمہارے لیے کوئی حکم بھیجے۔

اس کے بعد میری زندگی کے سب سے مشکل دن شروع ہو گئے۔ نبی ﷺ نے تمام مسلمانوں کو مجھ سے ملنے اور سلام لینے سے منع فرما دیا۔ جو میرے قریبی رشتہ دار تھے اور میرے پہلے دو ساتھی برارہ اور بلال رضی اللہ عنہم بھی جو مجھ پر جان چھڑکتے تھے اب انہیں میں بلاتا تو وہ سلام کا جواب نہ دیتے۔

اس بائیکاٹ سے دور شام سے ایک شخص آیا اور عشان کے بادشاہ کا خط مجھے دیا جس میں لکھا تھا کہ:

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر بہت ظلم کیا ہے۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہیں بہت عزت دیں گے۔

میں نے وہ خط پڑھتے ہی تنور میں پھینک دیا۔ میں نے سوچا یہ بھی ایک آزمائش ہے۔

اس اذیت اور تنہائی کے پچاس دن گزر گئے پچاسویں دن کی صبح میں اپنے گھر کی چھت پر فجر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ دور پہاڑی پر ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی، وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ:

اے کعب بن مالک خوش ہو جا۔

یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول کر لی ہے۔ میں فوراً مسجد نبوی کی طرف دوڑا جب میں مسجد میں داخل ہوا

جب میں پیچھے رہ گیا!

(بحوالہ: صحیح اسلامی واقعات) (ناصر محمود بیگ۔ ساہیوال)

تو میری نظر نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کی طرف پڑی جو خوشی سے چمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ کا حکم سنایا جو سورۃ توبہ کا حصہ بنا:

ترجمہ: پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی، بے شک وہ ہم پر نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے اور خاص طور پر ان تین افراد کی توبہ بھی قبول کی جس کا فیصلہ موخر کر دیا تھا یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے اور انہوں نے یقین کر لیا اللہ کے سوا انہیں کوئی پناہ نہیں دے گا پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (توبہ:118)

عزیز دوستو! یہ کہانی ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی جو ان کی اپنی زبانی احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس میں سب سے بڑا سبق ہمارے لیے یہ ہے کہ انسان ہونے کے ناطے ہم سے زندگی میں بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کچھ غلطیاں ہم ان جانے میں اور کچھ جان بوجھ کر کرتے ہیں۔ مثلاً سکول کا کام نہ کیا ہو تو کوئی نہ کوئی بہانا ہم نے پہلے ہی تیار رکھا ہوتا ہے۔ جھوٹ بول کر ہم سزا سے تو بچ جائیں گے لیکن اللہ کی سزا اس سے بڑی ہے۔ لہٰذا ہمیں ہمیشہ سچی بات کرنی چاہیے۔ کیونکہ سچ میں نجات ہے اور جھوٹ میں ہلاکت ہے۔

تو آیئے! عہد کریں کہ ہم کبھی بھی جھوٹ کا سہارا لے کر بچنے کی بجائے سچ بات کرنے کی جرات اور جذبہ پیدا کریں گے۔ ان شاء اللہ

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

(سلمیٰ گل محمد۔ میلسی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سعید بن زید جنتی ہیں۔ (جامع ترمذی)

سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور رشتے میں ان کے بھتیجے تھے۔ ان کی بہن عاتکہ کی شادی سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ قریشی تھے اللہ کے رسول ﷺ سے انکا نسب نامہ کعب بن لؤی پر مل جاتا ہے۔ ان کے والد زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جاہلیت میں ان گنے چنے افراد میں سے تھے جو علانیہ طور پر بتوں سے برات کا اظہار کرتے تھے انھوں نے بت پرستی سے دین ابراہیمی کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

زید بن عمرو رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر کسی واسطے کے کرتے تھے ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو رضی اللہ عنہم دونوں دین حق کے طلب گار تھے ورقہ پہلے یہودی بنے، پھر نصرانی ہو گئے مگر زید نے دین ابراہیمی کو ترجیح دی۔ ایک ایسے موحد باپ کے بیٹے سعید کو، جو شروع ہی سے خوش بخت روح تھی۔ جیسے ہی اسلام کی دعوت ملی۔

سعید رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں اور پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھیں۔ ان کی کنیت ام جمیل تھی۔ یہ بھی نہایت سمجھ دار اور ذہین خاتون تھیں اور ان چند خواتین میں سے ایک تھیں جو پڑھنا لکھنا جانتی تھیں نہایت پُرعزم اور دلیر جاتون تھیں۔

سیرت نگاروں کے مطابق ان دونوں میاں بیوی نے اکھٹے اسلام قبول کیا تھا اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر ستائیسواں اور اٹھائیسواں بنتا ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رعب کی وجہ سے انکو حبشہ ہجرت کی ضرورت نہیں پڑی۔

غزوۂ بدر کے علاوہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جن دس صحابہ کو جنت کی خوشخبری دی ان میں ایک نام سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا بھی ہے اس طرح وہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب شام پر حملہ کیا گیا تو فوج کے کمانڈر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ پیدل فوج کی کمان سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔

وہ دمشق کی فتح میں بھی شریک تھے فتح کے بعد عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کی دمشق کی گورنری پر مامور کر دیا۔ انھوں نے عہدہ تو قبول کر لیا مگر ان کا دل و دماغ جہاد کی طرف لگا ہوا تھا۔ کچھ دیر تو صبر کر لیا پھر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ:

آپ لوگ جہاد کریں اور میں اس سے محروم رہوں۔ آپ سے میری گزارش ہے کہ خط ملتے ہی کسی کو میری جگہ بھیج دیجئے گا، میں عنقریب جہاد میں حصہ لینے کے لیے آ رہا ہوں۔

چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر ان کی جگہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو دمشق کا گورنر مقرر کر دیا۔ مروان بن حکم کے دور میں اروی بنت اویس نامی ایک خاتون نے ان کے خلاف ایک جھوٹا دعویٰ دائر کر دیا کہ انہوں نے اس کی اراضی پر قبضہ کر لیا ہے مروان نے ان کو بلوا لیا اور ان سے اروی کے موقف کی تصدیق چاہی۔ انھوں نے تعجب سے کہا کہ کیا میں اروی پر ظلم کر سکتا ہوں۔ جب کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان سن رکھا ہے۔ مروان نے پوچھا: کون سا فرمان؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے جس کسی نے کسی مسلمان کی ایک بالشت زمین حق کے بغیر ہتھیا لی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنائیں گے۔

مروان بن حکم نے جب یہ سنا تو کہنے لگا اسکے بعد کسی دلیل یا گواہی کی کوئی ضرورت نہیں اور مقدمہ خارج کر دیا۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی شہرت کو نقصان پہنچا تھا مقدمہ کی وجہ سے تکلیف بھی اٹھائی بشری تقاضے ہیں۔ ان کے دل پر چوٹ پڑی تھی آسمانوں کی طرف ہاتھ اٹھا لیے اور کہا:

اے میرے رب اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسکی بینائی ختم کر دے اور اس کے کنویں کو اسکی قبر بنا دے تا کہ مسلمانوں کو بھی یقین ہو جائے کہ میں نے اس

بقیہ: صفحہ نمبر 7 پر

آئنے کے اوصاف

(عبدالحنان۔لودھراں)

سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

ترجمہ! مومن، مومن کا آئینہ ہے اور مومن، مومن کا بھائی ہے۔ وہ اسکی جائیداد کی نگرانی کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں حفاظت کرتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو آئینے سے تشبیہ دی ہے یعنی جو جو بھی وصف آئینے میں ہوتے ہیں وہی اوصاف ایک مومن میں ہوتا ہے۔

پیارے بچو۔۔۔۔۔!

اس حدیث کی روشنی میں آج ہم سب اپنا اپنا محاسبہ کریں کہ کیا ہمارے اندر وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو ایک آئینے میں ہوتے ہیں۔۔۔!اگر وہ تمام اوصاف ہمارے اندر موجود ہیں۔

تو پھر ہم سب کو پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ اوصاف ہمارے اندر نہیں ہیں تو پھر ہمیں ان اوصاف کو اپنانا چاہیئے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ بھلا آئینے کے اندر بھی کوئی وصف ہے۔ یہ تو صرف چہرہ دیکھنے کے کام آتا ہے۔

جی ہاں! پیارے بھائیو۔

آئیے پہلے ہم آئینے کے اوصاف پر غور وفکر کرتے ہیں کہ یہ آئینہ اپنے اندر کون کون سی صلاحیتوں کو سموئے ہوئے ہے۔ پھر اس کے ساتھ اپنا موازنہ بھی کرتے ہیں۔

جب ہم آئینے کی صفات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں درج ذیل خوبیاں نظر آتی ہیں۔

(1) ہم وقت اصلاح

آئینے کو جس وقت بھی اُٹھا کر دیکھا جائے تو یہ اسی وقت ہماری اصلاح کرتا ہے یعنی ہمارا چہرہ دِکھاتا ہے۔ گرمی ہو یا سردی، دھوپ ہو یا چھاؤں، دن ہو یا رات۔ یہ ہر وقت اپنی ذمہ داری سے انکار نہیں کرتا، اسی طرح ایک مومن کو بھی ہر وقت دوسروں کی اصلاح میں مصروف رہنا چاہیے۔ دن ہو یا رات، سردی ہو یا گرمی، آندھی ہو یا بارش، الغرض دوسروں کی اصلاح میں مومن کو ہر وقت لگے رہنا چاہیے۔ جب بھی کسی میں عیب دیکھے اصلاح کی کوشش کرے۔

(2) مجسمہ عدل وانصاف

آئینے میں انتہاء درجے کا انصاف ہوتا ہے۔ دیکھنے والے کا جتنا عیب ہوگا، اسے اتنا ہی دکھائے گا۔ عیب نہ تو کم کرکے دکھائے گا اور نہ ہی زیادہ کرکے۔ بلکہ جتنا ہوگا اتنا ہی دکھائے گا۔ اسی طرح ایک مومن میں بھی یہ وصف ہونا چاہیے۔ کہ جتنا عیب اپنے مسلم بھائی میں دیکھے اُتنا ہی اسے بتائے۔ نہ اپنی طرف سے اس کے عیبوں میں اضافہ کرے اور نہ ہی کمی۔ ایک عیب دیکھ کر چار بتائے جائیں تو اصلاح کی بجائے نفرت وحسد ہی پروان چڑھے گا۔

(3) عزت وآبرو کی حفاظت

آئینہ اپنے دیکھنے والے کی عزت وآبرو کا بہت تحفظ کرتا ہے۔ جس کا عیب ہوگا اسی کو ہی دکھائے گا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کا عیب اور نقص دوسرئے کو دکھائے۔ مطلب وہ دوسروں کو اس کا عیب دکھا کر ذلیل ورسوا نہیں کرتا ایک مومن میں بھی یہ وصف ہونا چاہیے۔ کہ وہ جس میں عیب دیکھے، تنہائی میں اس کو بتائے اور اصلاح کرے۔ پورے معاشرے میں اس کی بدنامی کا ڈھنڈورا نہ پیٹے، اس سے اصلاح کی بجائے نفرتیں پروان چڑھتی ہیں۔

(4) کمال وسعت ظرفی

آئینہ اپنے اندر بہت زیادہ وسعت ظرفی اور فراخ دلی رکھتا ہے دیکھنے والے کا عیب واضح کرنے کے بعد اپنے سینے میں محفوظ نہیں کرتا بلکہ مِٹا دیتا ہے اور خود کو اس عیب سے صاف کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن میں بھی وصف بھی ہونا چاہیے کہ اپنے بھائی کی اصلاح کرنے کے بعد اس کے عیب کو

اپنے سینے میں رکھنے کی بجائے مٹا دے۔ اگر وہ اپنی اصلاح نہ بھی کرے تو وہ خود ہی ذمہ دار ہو گا لیکن اس کو اپنا سینہ صاف کر دینا چاہیے۔ اگر دل میں عیب رکھے گا تو پھر دوبارہ اصلاح نہیں کر سکے گا۔

(5) صبر و استقلال

آئینے میں انتہاء درجے کا صبر و استقلال ہوتا ہے۔ آئینے نے دیکھنے والے کو اس کا عیب دکھایا، اس نے غصے میں آکر آئینے کو زور سے دیوار پر دے مارا۔ آئینہ پاش پاش ہو گیا۔ اب اگر وہی شخص آئینے کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا بھی اٹھا کے دیکھے گا تو وہ ایک ٹکڑا بھی اس کے عیب کی نشاندہی کر رہا ہو گا اور پاش پاش ہونے کے باوجود بھی وہ اپنے اصلاحی مشن سے باز نہیں آتا۔ اسی طرح ایک مومن میں بھی یہ وصف ہونا ضروری ہے کہ مخالفین جس قدر اذیتیں پہنچائیں، رشتہ دار تعلق منقطع کر دیں حتی کہ جینا دوبھر کر دیں تب بھی اسے اپنے اصلاحی مشن کو جاری و ساری رکھنا چاہیے۔

(6) محبت و خلوص کا پیکر

آئینے میں انتہاء درجے کی محبت اور خلوص کی خوشبو محسوس ہوتی ہے آئینے کو صحیح جگہ پر رکھیں، اس کی حفاظت کریں، اس کو ہمیشہ صاف رکھیں گے تو وہ بھی آپ کو آپ کا عکس بالکل واضح کر کے دکھائے گا اور اگر آپ آئینے سے بے وفائی کریں گے، اس کو صاف ستھرا نہیں رکھیں گے بلکہ گرد و غبار کی حالت میں اس میں اپنا عکس دیکھے گے تو وہ بھی آپ کے سلوک کی بنیاد پر آپ کا عکس واضح نہیں دکھائے گا بلکہ گدلہ اور گرد و غبار سے بھرا پڑا ہو گا اسی طرح ایک مومن کو بھی چاہیئے کہ وہ دوسروں کیلئے محبت اور خلوص کی چابی بن جائے۔ پیار اور محبت سے پیش آئے، جب وہ دوسروں کے ساتھ وفاداری کرے گا تو صاحب عقل و دانش اس کی ہر بات کو تسلیم کریں گے اور اس کے معاون ثابت ہوں گے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا تو ایک مومن کی عزت و عظمت میں اضافے کی بجائے کمی ہو گی۔

پیارے بھائیو!

یہ تھے وہ چند اوصاف جو آئینے میں پائے جاتے ہیں لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان اوصاف کو اپنائیں اور نبی کریم ﷺ کے بیان کردہ فرمان پر عمل پیرا ہو کر امن و سلامتی والے معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت نبوی ﷺ کو اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

(عبدالحنان۔ لودھراں)

جنت میں اللہ کا دیدار

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ جنتیوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا۔ ان نعمتوں کے علاوہ تمہیں مزید کسی چیز کی ضرورت ہے یا کوئی خواہش ہو تو میں عطا کر دوں؟ جنتی کہیں گے:

اے ہمارے رب! اس سے بڑھ کر ہمیں اور کیا چاہیے؟ اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ اے اللہ! کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں عطا فرمائی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنتیوں اور اللہ کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا جائے گا پھر تمام جنتی اللہ رب العزت کے چہرے کا دیدار کریں گے، انہیں ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی ہو گی جو دیدار الٰہی سے زیادہ محبوب ہو۔

اس کے بعد سورۃ یونس کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

جن لوگوں نے اچھے اعمال کیے ان کے لیے جنت کے علاوہ مزید بھی ہے۔

(بحوالہ: تفسیر سورۃ التوبہ)

(ماریہ ادریس۔ قصور)

بقیہ

سعید بن زید رضی اللہ عنہ

پر ظلم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا کچھ ہی دن گزرے تھے کہ یہ عورت اندھی ہوگئی اور تھوڑے عرصے کے بعد یہ اپنے گھر کے کنویں میں گر گئی اور وہیں اسکی قبر بنی۔

امہات المومنین میں سے ایک نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے چنانچہ حاکم وقت مروان بن حکم رضی اللہ عنہ نے ان سے اختلاف کے باوجود ان کو مصلیٰ پر کھڑا کیا اور انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک دن سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک شخص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ انکا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا فرمانے لگے:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس بات کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل و دماغ میں ثبت ہوگئی میں جھوٹا راوی نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹی بات بیان کروں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دس لوگ جنت میں ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم جنت میں ہیں اور اگر تم چاہو تو میں دسویں کا نام بھی لے دوں۔ لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے ان کو اللہ کا واسطہ دیا اور کہنے لگے اے صحابی رسول بتائیں وہ دسویں شخصیت کونسی ہے؟ تو سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تم لوگ مجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہو تو اللہ کی قسم! دسواں میں ہوں۔ پھر فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی شخص نے کسی جنگ میں حصہ لیا یا حاضر ہوا اور اسکا چہرا غبار آلود ہوگیا تو اسکا یہ عمل تمہارے ایک شخص کی ساری زندگی سے افضل ہے خواہ اسکی عمر سیدنا نوح علیہ السلام کی عمر کے برابر ہو۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی عمر ستر برس سے کچھ زائد تھی۔ مدینہ سے دس میل دور عقیق کے مقام پر سن 52 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انھیں غسل دیا اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔ وہ لوگوں کے ساتھ ان کی میت کو لے کر مدینہ طیبہ آئے اور وہیں انھیں دفن کیا گیا۔ ان کی قبر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اترے اور انھیں آخری آرام گاہ میں لٹایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کڑوروں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

مٹی بھی سونے جیسی

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عروہ بن زبیر بارقی رضی اللہ عنہ کو ایک دینار دیا اور فرمایا کہ بازار سے ایک بکری قربانی کے لیے خرید لاؤ۔ انھوں نے بازار سے ایک دینار میں دو بکریاں خرید لیں۔ پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا اور ایک دینار اور ایک بکری لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں پھر ان میں سے ایک کو میں نے ایک دینار میں فروخت کر دیا اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کی سودے بازی پر اتنے خوش ہوئے کہ اس کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے تجارت میں برکت کر دے اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ اگر میں مٹی بھی خریدتا تو مجھے اس میں بھی فائدہ ہوتا۔ (ابوداؤد: 3384)

(محمد ایوب۔ ساہیوال)

اک خواب اک تعبیر

عبدالحمید صادق۔ ملتان

بچہ نیند سے اچانک بیدار ہوا اور دوڑتا ہوا اپنے والد کے پاس آیا اور گویا ہوا:

بابا جان! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔۔۔ اور خواب بھی بڑا عجیب جو میرے ذہن سے نہیں نکل رہا۔ ننھے بچے نے معصومانہ انداز میں بات کی۔

میرے بیٹے نے کیا خواب دیکھ لیا۔۔۔؟ والد نے سوالیہ نظروں سے ننھے بچے کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ننھے بچے نے اباجان کو بتایا کہ: میں نے فلاں خواب دیکھا ہے۔

بیٹا اپنے خواب کا ذکر اپنے بڑے بھائیوں سے نہ کرنا۔۔۔ ورنہ وہ ضرور تیرے خلاف کوئی چال چلیں گے۔۔۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے گا۔۔۔ تمہیں اپنا مقرب بنائے گا اور تمہیں خواب کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔ والد نے بچے کو نصیحت بھرے انداز میں جواب دیا۔ بچے کا باپ اللہ کا برگزیدہ بندہ اور بہت نیک انسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب کی تعبیر کا علم بھی دے رکھا تھا۔۔۔ اسی لیے تو بیٹے کا خواب سنتے ہی وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو بلند مقام عطا کرنا ہے۔ اس وجہ سے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ یہ خواب کسی اور کو مت بتانا ورنہ شیطان تیرے خلاف کوئی چال چل سکتا ہے۔

ننھے بچے کے گیارہ بھائی تھے، جن میں سے ایک سگا اور دس سوتیلے تھے۔ تمام بھائیوں میں سے یہ بچہ سب سے خوبصورت تھا اور چھوٹا ہونے کی وجہ سے والدین باقی بیٹوں کی نسبت اس سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ ننھے بچے کے سوتیلے بھائی اسی وجہ سے اس سے حسد رکھتے تھے کہ ہمارے بابا جان اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور ہم سے اتنی محبت نہیں کرتے۔ اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس بچے سے زیادہ محبت کیوں اور باقی بھائیوں سے زیادہ

کیوں نہیں؟

تو پیارے بچو! گھر میں جو بچے سب سے چھوٹے ہوتے ہیں گھر کے سارے افراد بڑوں کی نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس ننھے بچے سے والدین اس لیے بھی زیادہ محبت کرتے تھے کہ وہ بہت نیک تھا۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، لڑائی جھگڑا اور چوری جیسے تمام برے کاموں سے بہت دور رہتا تھا۔ یہاں پر ہمیں یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ جو بچے نیک ہوتے ہیں والدین ان سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اس بچے کے بھائیوں نے پروگرام بنایا کہ ہم کوئی ایسا طریقہ اپنائیں کہ ہمارے والدین اس سے زیادہ ہم سے محبت کریں۔ مشورے ہونے لگے۔۔۔ کسی نے مشورہ دیا کہ ہم اس کو قتل کر دیتے ہیں۔ جب زندہ ہی نہیں ہوگا تو والدین خود بخود ہم سے محبت کریں گے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ اس کو دور کسی جنگل میں چھوڑ آتے ہیں۔۔۔ ایک بھائی نے مشورہ دیا جسے سب نے قبول کیا۔۔۔ اور وہ مشورہ یہ تھا کہ:

ہم اپنے چھوٹے بھائی کو کسی کنویں میں پھینک دیتے ہیں۔۔۔ جو لوگ پانی بھرنے کے لیے آئیں گے وہ خود ہی اس کو نکال کر لے جائیں گے۔۔۔ اور اس طرح ہمارے والدین بھی ہم سے محبت کرنے لگیں گے۔۔۔ اب وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ہم اسے اپنے ساتھ کس طرح لے کر جائیں گے۔۔؟ ابو نے تو ہمارے ساتھ اس کو بھیجنا ں۔۔۔ تو ہم کس طرح لے کر جائیں گے۔۔؟

یہ طے پایا کہ ہم کھیل کے بہانے اس کو ساتھ لے کر جائیں گے اور پھر کنویں میں پھینک دیں گے۔ وہ تمام بھائی اکٹھے ہو کر والد کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ:

ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے چھوٹے بیٹے کے بارے میں ہمارے اوپر اعتماد نہیں کرتے۔۔۔؟ آپ کل اسے ہمارے ساتھ جنگل میں کھیلنے کے لیے بھیج دیں تاکہ وہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے۔ ہم اس کی نگرانی کریں گے۔ یہ سن کر ان کے والد نے جواب دیا کہ:

میں تمہاری بات سن کر پریشان ہو گیا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ تم میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور تم کھیل کود میں مصروف ہو جاؤ تو اسے کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے۔۔۔ اس لیے میں اس کو تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔

بیٹوں نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو والد نے ننھے بچے کو ساتھ بھیج دیا۔ جنگل میں جاتے ہی انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کی قمیص اتار لی اور اس کو کنویں میں پھینک دیا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی حفاظت فرمائی اور اس کو کوئی چوٹ نہ لگی اور اسے کنویں میں محفوظ رکھا۔

ادھر بھائیوں نے اس کی قمیص پر کسی جانور کا خون لگا کر رات کے وقت روتے، پیٹتے گھر میں داخل ہوئے۔۔۔ جب والد نے وجہ پوچھی تو بتانے لگے کہ بابا جان! ہم ہلاک ہو گئے۔۔۔ ہم دوڑ لگانے کے لیے دور چلے گئے اور چھوٹے بھائی کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو پیچھے سے بھیڑیا آکر اسے کھا گیا۔۔۔ والد نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی نشانی ہے کہ اس کو بھیڑیے نے کھالیا ہے؟ تو انہوں نے خون آلود قمیص والد کے سامنے پیش کی کہ یہ دیکھو! ہم آپ کو دکھانے کے لیے لائے ہیں تاکہ آپ ہمارے اوپر یقین کر لیں۔

والد نے جب قمیص دیکھی تو کہنے لگے بڑا سیانا بھیڑیا تھا کہ قمیص کہیں سے بھی پھٹنے دی اور اندر سے اس کو نکال کے کھا گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے کوئی چال چلی ہے میرے بیٹے بھیڑیے نے نہیں کھایا۔

انہوں نے بیٹوں سے کہا کہ: ایسا ہرگز نہیں۔۔۔ یہ تو تم جھوٹی بات بنا رہے ہو۔۔۔ میں اب اس معاملے پر صبر ہی کر سکتا ہوں اور جو کچھ تم نے کیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کروں گا۔

اس کے بعد والد نے ان بیٹوں سے علیحدہ رہنا شروع کر دیا اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔۔۔ وہ بیٹے کی جدائی میں اکثر روتے رہتے۔۔۔ اور روتے بھی کیوں ناں۔۔۔؟ ننھے بچے کی عمر ابھی سات سال تھی اور اتنی چھوٹی سی عمر میں بچے اس طرح سے غائب کر دیے جانے پر والدین کے دل پر کیا گزرتی ہے۔۔۔؟ لیکن بوڑھے باپ کو اس بات پر یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک وقت ایسا ضرور لائے گا کہ یہ نافرمان بیٹے اپنی غلطی کا ضرور اعتراف کریں گے۔

(جاری ہے۔۔۔)

موذنِ رسول ﷺ

دبلے پتلے، سیاہ رنگ کے مالک، موذنِ رسول ﷺ۔ وہ خوش نصیب بلال رضی اللہ عنہ بن رباح کے نام سے جانے جاتے تھے۔

جب کفار کو معلوم ہوا کہ ان کا حبشی غلام مسلمان ہو چکا ہے۔ تو کافروں کا سردار بولا:

کوئی بات نہیں، آج کا سورج غروب ہونے کے ساتھ ساتھ اِس بھگوڑے غلام کا اِسلام ڈوب جائے گا۔ لیکن سورج حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اِسلام کے ساتھ غروب نہیں ہوا بلکہ ایک دن قریش کے تمام بتوں اور بت پرستی کے محافظوں کو لے کر ڈوب گیا۔ کفار نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سخت ترین سزاؤں کے مقابلے میں بھی ثابت قدم رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اِن کو ایک مثال بنا دیا۔ اِنھیں ننگے بدن انگاروں پر لٹایا گیا، تاکہ وہ دین اسلام سے منہ پھیر لیں، مگر وہ ثابت قدم رہے۔ کافر اِن کے جسم پر انگارے اور بھاری پتھر رکھ دیتے۔ سزا کا یہ وحشیانہ طریقہ ہر روز دہرایا جاتا۔ یہاں تک کہ بعض جلادوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ ظلم سہتے ہوئے دیکھا تو اِنکے دل بھی نرم ہو گئے۔ آخر کار وہ اِس بات پر راضی ہو گئے کہ اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک بار ان کے معبودوں لات اور عزیٰ کا نام لے لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا مگر انہوں نے اس بات سے بھی انکار کر دیا اور اپنا ہمیشہ والا پُرسحر جملہ دہرانے لگے:

اَحد... اَحد... !

جلاد چلانے لگے۔ کہ لات وعزیٰ کا نام لے لو، تو وہ اِن کا جواب دیتے:

اَحد... اَحد... !

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کافروں کی بات نہ مانتے تو وہ چلّا کر کہتے وہی کہو جو ہم کہہ رہے ہیں۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ دل جلانے والے انداز میں مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیتے:

میری زبان اس جملے کو کہنے سے قاصر ہے۔۔۔!!

کفار سارا دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انگاروں پر لٹاتے اور جب شام ہوتی تو اِن کے گلے میں ایک رسی ڈال دیتے پھر لڑکوں کو کہتے کہ اِن کو لے کر مکہ کی سڑکوں اور پہاڑوں پر گھومو۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی زبان سے ایک ہی مبارک گیت بولتے۔

اَحد... اَحد... !!

ایک دن دوپہر کے وقت کفار حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم وستم کر رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اِدھر سے گزر ہوا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ حشر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُمیہ بن خلف سے کہا:

اے ظالم! آخر کب تک اِس مسکین پر ظلم کے پہاڑ توڑے گا؟ اِس بیچارے کا قصور کیا ہے؟

لیکن کفار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات پر کان نہ دھرے۔ واپسی پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اِس ظلم کا تذکرہ آپ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ بھی آبدیدہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کا جب اُدھر سے گزر ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ہونے والے ظلم کو دیکھ کر آپ ﷺ بہت ہی بے تاب ہوئے اور سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُنھیں فرمایا:

اُمیہ میرے بلال رضی اللہ عنہ کو سخت تکلیفیں دے رہا ہے۔ اگر میرے پاس پیسے ہوتے تو میں بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کروا لیتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً اُمیہ کے پاس گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بھاری قیمت ادا کر کے ان کو آزاد کروا لیا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے انھیں دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور اُنھیں سینے سے لگا لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں آپ ﷺ کے سینے سے لگا تو مجھے اپنے سارے غم بھول گئے اور میں یوں محسوس کرنے لگا جیسے میرے جسم پر کوئی زخم تھا ہی نہیں۔ سبحان اللہ!

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کے لیے کہا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان دی۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام میں بلال رضی اللہ عنہ کو ملنے گئے تو مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آمادہ کریں کہ وہ اذان دیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو تمام صحابہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے اور انھیں رسول ﷺ کا وہ زمانہ یاد آ گیا جب آپ رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملکِ شام میں اسلام کا پرچم لہراتے ہوئے اپنے مالک سے جا ملے۔ اور انہیں دمشق میں دفن کیا گیا۔

(زار اتعبیر۔ ارزانی پور، قصور)

اور (مومن) اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الدھر)

رنگوں کی دنیا

زینب شوکت۔ رحیم یار خان

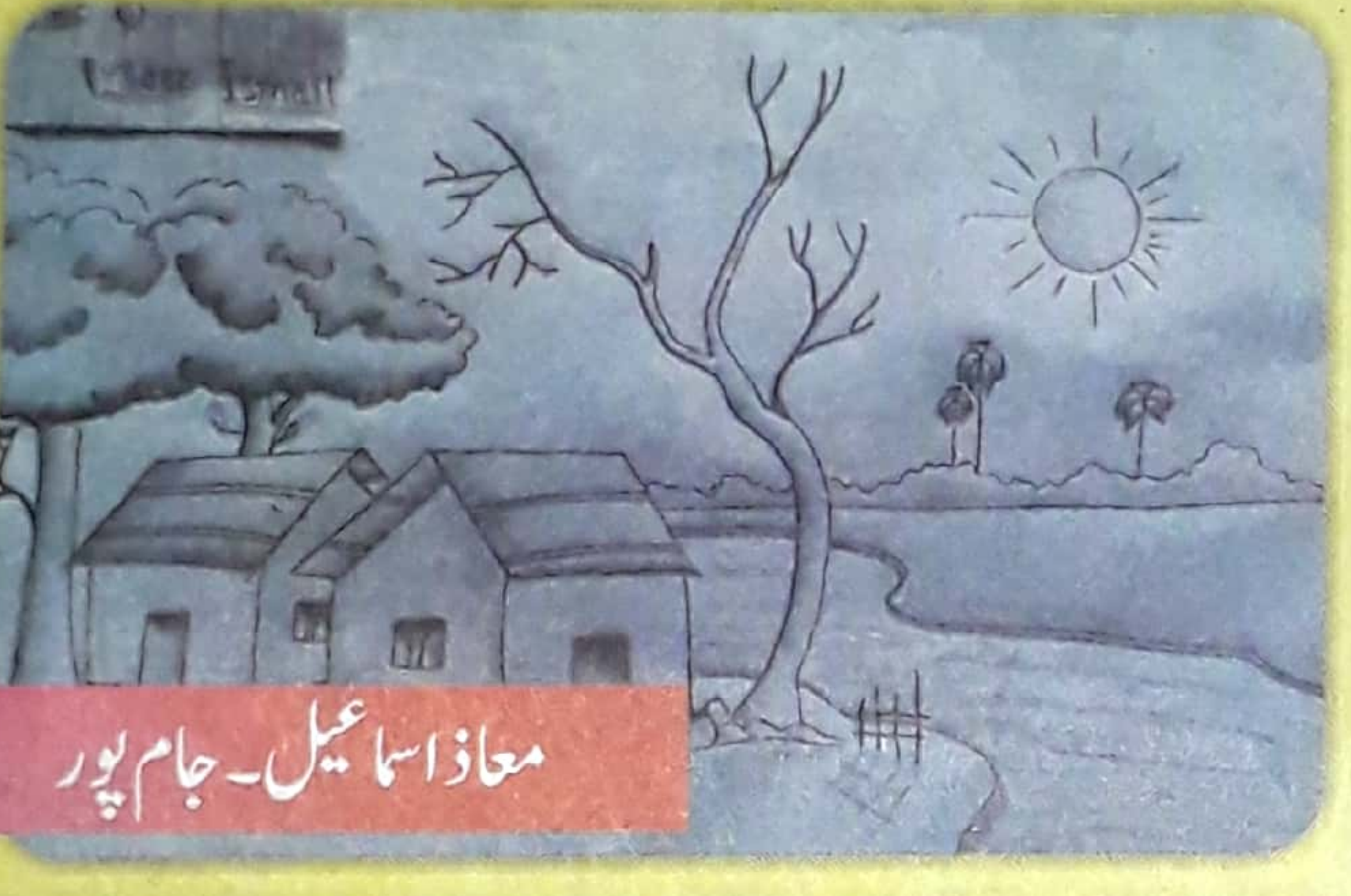

معاذ اسماعیل۔ جام پور

اخت معوذ مجاہد۔ لاہور

اخت حافظ محمد صہیب۔ لاہور

جاویریہ بنت ہارون۔ شام نگر

گلدستہ روضہ

چار خطرناک بیماریوں سے حفاظت

ایک بوڑھے صحابی حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بڑھاپے اور کمزوری کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ کلمات پڑھ لیا کریں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

تو اللہ تعالیٰ آپ کو چار (خطرناک) بیماریوں سے نجات دلائے گا یعنی پاگل پن، کوڑھ، برص اور فالج۔

(عمل الیوم واللیلۃ:۱۱۶)

(منزہ بلال۔قصور)

حب دنیا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے والا دستر خوان پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ فرمایا: تم تعداد میں بہت زیادہ ہوں گے لیکن تمہاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی سی ہوگی۔ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں "وہن" پیدا ہو جائے گا۔

ہم نے پوچھا: وہن کیا ہوگا؟ فرمایا:

زندگی سے محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد:4299)

(میمونہ بنت فاروق۔میرپور آف شاہ کوٹ)

حسد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حسد سے بچتے رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑی آگ سے جل کر خاکستر ہو جاتی ہے۔

(مدیحہ محمد ادریس۔قصور)

مسواک کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مسواک منہ کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

(صحیح بخاری: کتاب الجمعہ، باب السواک فی الجمعۃ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی اکرم ﷺ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔

(مسلم، کتاب الطھارہ، باب السواک)

سیدنا حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھتے تو مسواک کرتے تھے۔

(بخاری، کتاب الوضو، باب السواک)

(ابوحماس عبدالحمید۔قصور)

کیا حال ہے سب کا؟ آج میں آپ کو (ذباب) کے بارے بتاؤں گی۔

یقیناً کچھ قارئین تو جانتے ہوں گے کہ ذباب کیا ہے اور اگر نہیں معلوم تو آج میں آپ کو بتاؤں گی۔

ویسے تو ذباب ایک بہت ہی عام سی مخلوق ہے۔ سب نے اس کو دیکھا ہے اور اس سے خوب واقفیت بھی ہے۔

آپ کو زیادہ انتظار کروائے بغیر میں آپ کو بتاتی ہوں کہ (ذباب) کیا ہے۔ ذباب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ اس کو اردو میں "مکھی" کہتے ہیں۔

جی ہاں آپ سب نے مکھی دیکھی ہوئی ہے۔ اللہ کی ننھی منی سی یہ مخلوق ہمارے گھروں میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے ایسے، جیسے ان کو دعوت پر بلایا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ بے کار نہیں بنایا اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے ہم انسانوں کے لیے۔ ہم میں سے بعض بچے، بڑے سب ہی مکھی سے تنگ ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں میں یہ زیادہ کثرت سے پائی ہیں لیکن آپ زیادہ پریشان نہ ہوں سردیوں کی وجہ سے بہت کم نظر آتی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں مکھی کے بارے میں ہمارے پیارے محبوب جناب محمد ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟

چلیں میں آپ کو بتاتی ہوں ہمارے نبی ﷺ نے مکھی کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے!

صحیح البخاری میں روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

اگر تم میں سے کسی کے مشروب (پانی، دودھ، کافی، چائے اور جوس وغیرہ) میں مکھی گر جائے تو اسے چاہیے کہ اس کو مشروب میں ڈبکی دے پھر اسے نکال پھینکے۔ کیوں کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا۔

طبعی طور پر اب یہ بات معروف ہے کہ مکھی اپنے جسم کے ساتھ کچھ جراثیم اٹھائے پھرتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے 1400 سال پہلے بیان فرمایا:

کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری دوسرے پر میں شفاء ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ ذرائع پیدا کیے ہیں جو ان جراثیم کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

مثلاً پنسلین، پھپھوندی اور سٹیفا کلوکوسائی جیسے جراثیم کو مار ڈالتی ہے۔

حالیہ تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مکھی (بیماری) جراثیم کے ساتھ ساتھ ان جراثیم کا تریاق بھی اٹھائے پھرتی ہے۔

عام طور پر جب مکھی کسی مائع غذا کو چھوتی ہے تو وہ اسے اپنے جراثیم سے آلودہ کر دیتی ہے۔ لہٰذا اسے مائع میں ڈبکی دینی چاہیے تاکہ وہ ان جراثیم کا تریاق بھی اس میں شامل کر دے جو جراثیم کو ختم کرے گا۔

نبی ﷺ نے حکم دیا کہ مکھی خوراک میں گر جائے تو اسے اس میں ڈبویا جائے۔ اس طرح مکھی مرجائے گی۔ بالخصوص اگر غذا گرم ہو۔ اگر غذا کے اندر مکھی کی موت غذا کو ناپاک بنانے والی ہوتی تو نبی ﷺ اس غذاء کو پھینک دینے کا حکم دیتے۔

اس کے برعکس نبی ﷺ نے اسے استعمال کرنے کی ہدایت کی۔

جی ہاں! ننھے قارئین مکھی کے بارے میں اتنا جان کر آپ کو کیا سبق حاصل ہوا؟

1: کیا مکھی گر جائے تو اب بھی آپ اپنے کھانے پینے کی چیزیں گرادیں گے یا اس کو استعمال میں لائیں گے؟

2: مسلمان ہونے کے ناطے چھوٹی چھوٹی سنتوں پر عمل بھی کرنا ہمارے اوپر فرض ہے۔

3: کیا پتہ ہماری کوئی چھوٹی سی نیکی اللہ قبول کر لے اور ہمیں جنت میں داخل کر دے۔

ہم سب کو ان تمام پہلوؤں پر سوچنا چاہیے؟

(سمیعہ شاہین۔ پتوکی)

آدمی کو گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ان افراد کو ضائع کرے جن کی خوراک اس کے ذمہ ہے۔ (ابوداؤد)

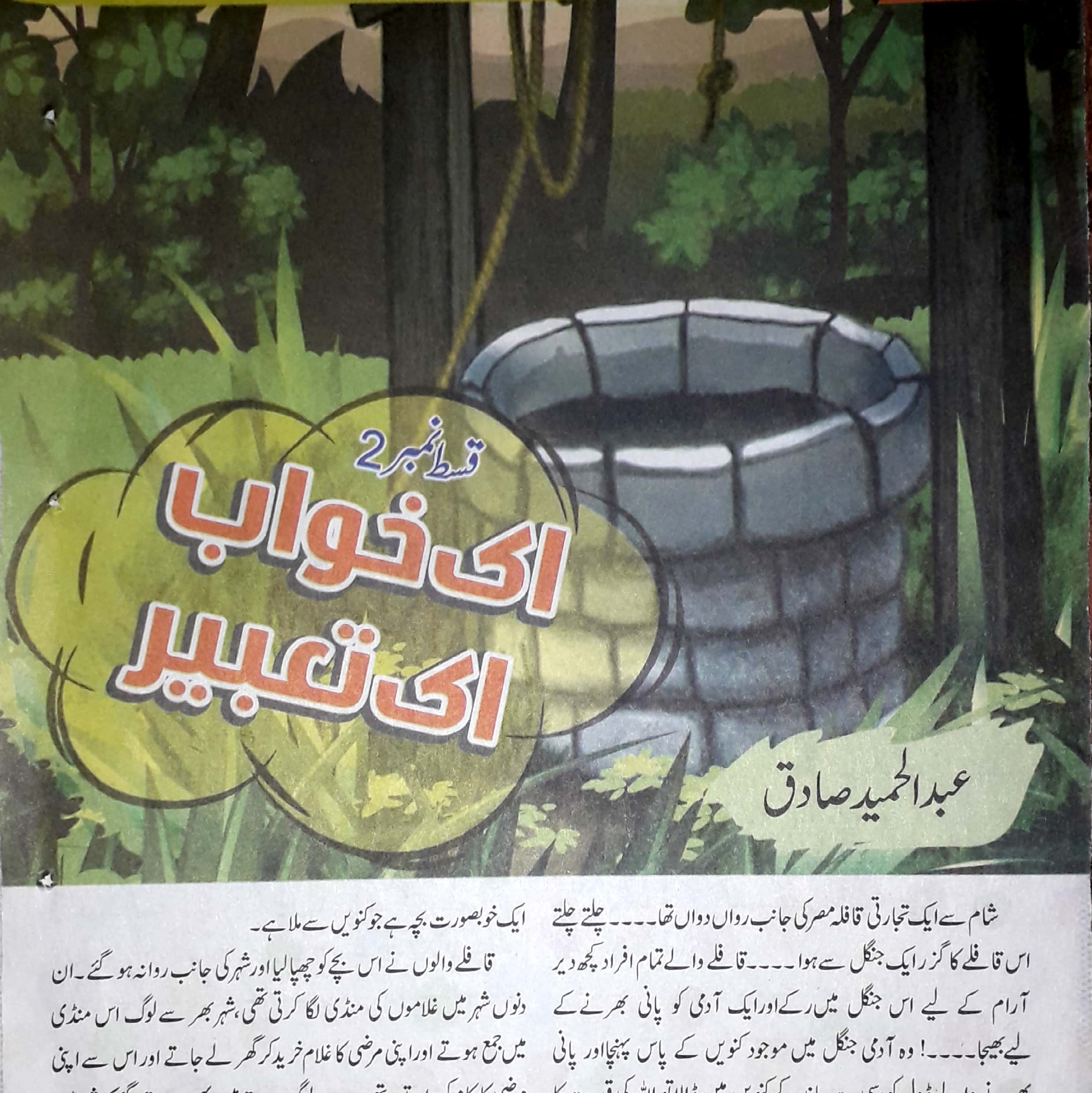

قسط نمبر 2

اک خواب اک تعبیر

عبدالحمید صادق

شام سے ایک تجارتی قافلہ مصر کی جانب رواں دواں تھا۔۔۔۔ چلتے چلتے اس قافلے کا گزر ایک جنگل سے ہوا۔۔۔۔ قافلے والے تمام افراد کچھ دیر آرام کے لیے اس جنگل میں رکے اور ایک آدمی کو پانی بھرنے کے لیے بھیجا۔۔۔۔! وہ آدمی جنگل میں موجود کنویں کے پاس پہنچا اور پانی بھرنے والے ڈول کو رسی سے باندھ کر کنویں میں ڈالا تو اللہ کی قدرت کا عجیب کرشمہ رونما ہوا۔۔۔۔ ہوا یہ کہ کنویں میں موجود پہلے سے موجود ننھا بچہ اللہ کی مدد کے انتظار میں تھا۔۔۔۔ ڈول کنویں میں لٹکانے کے بعد جب اس کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ ڈول پانی سے بھر گیا ہے تو اس نے رسی کو کھینچنا شروع کیا تو اس کو اس بات پر حیرت ہوئی کہ ڈول میں پانی کے بجائے ایک ننھا اور خوبصورت بچہ موجود ہے۔۔۔۔ اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی، وہ خوشی کے مارے زور سے چلایا کہ اے لوگو! بہت بڑی خوشخبری ہے۔ تمام قافلے والے اس کی جانب لپکے اور پوچھا کہ کیا خوشخبری ہے۔۔۔؟ اس نے بتایا کہ ایک خوبصورت بچہ ہے جو کنویں سے ملا ہے۔

قافلے والوں نے اس بچے کو چھپا لیا اور شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ ان دنوں شہر میں غلاموں کی منڈی لگا کرتی تھی، شہر بھر سے لوگ اس منڈی میں جمع ہوتے اور اپنی مرضی کا غلام خرید کر گھر لے جاتے اور اس سے اپنی مرضی کا کام کرواتے تھے۔۔۔۔ وہ لوگ رستے میں یہی سوچتے گئے کہ شہر میں پہنچ کر ہم اس بچے کو بیچ دیں گے اور جو دام وصول ہوں گے ان سے اپنا گزر بسر کریں گے۔

ننھے بچے کو بیچنے کے لیے جیسے ہی وہ بازار میں پہنچے تو وہاں غلاموں کے خریدار پہلے سے ہی موجود تھے۔ جیسے ہی لوگوں کی نظر اس خوبصورت بچے پڑی تو سب لوگ اس بچے کی جانب لپکے۔۔۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی اس غلام کو ہم خرید لیں۔۔۔ اسی اثناء میں ایک جانب سے ایک امیر ترین آدمی کا

بقیہ: صفحہ نمبر 7 پر

کسریٰ کے کنگن

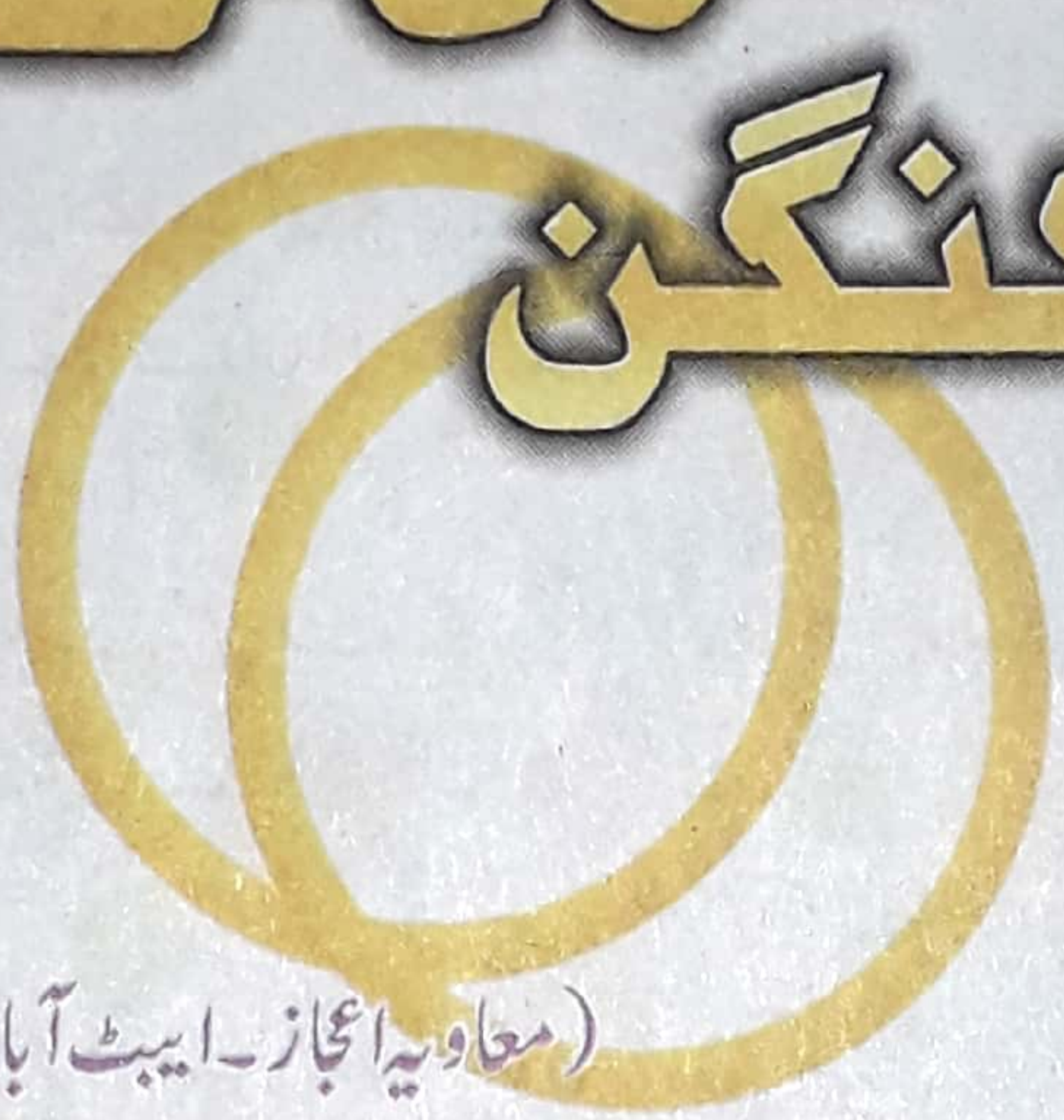

(معاویہ اعجاز۔ ایبٹ آباد)

میٹنگ انتہائی اہم تھی اور خفیہ مقام پر رکھی گئی تھی اس کی خبر سوائے مکہ کے سرداروں کے اور کسی کو نہ تھی۔ طے شدہ وقت پر مکے کے تمام قبیلوں کے سردار جمع ہو گئے۔ ابھی بات شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ دروازے پر ایک لمبا تڑنگا آدمی دیکھ کر سارے دنگ رہ گئے انہوں نے بغیر بولے ایک دوسرے کی طرف آنکھوں ہی آنکھوں میں دیکھا! گویا ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ اس خفیہ میٹنگ کی خبر اس شخص کو کسی نے دی آدمی کا چہرہ رعب دار تھا اس نے لمبی عبا پہن رکھی تھی۔ وہ خاموشی سے دروازے میں کھڑا اجازت کا منتظر تھا کہ اسے اندر ملایا جائے۔۔۔ دونوں طرف سے شش و پنج کی سی کیفیت تھی۔ مکہ کے سردار اس لیے پریشان تھے کہ اس خفیہ میٹنگ کی کسی کو کان و کان خبر نہ تھی اور پھر یہ آدمی بن بلائے کیسے آ گیا۔۔؟

جب کہ لمبا آدمی اس لیے حیران کھڑا تھا کہ یہ خلاف توقع اسے اندر کیوں نہیں بلا رہے حالانکہ عربوں کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ مہمان کی آؤ بھگت کرتے ہیں اور اس کی مہمانداری میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے لیکن یہاں تو اسے اندر بلایا نہیں جا رہا۔ آخر عرب سرداروں کی طرف پہل ہوئی ایک سردار نے پوچھا: تم کون ہو؟ وہ آدمی گویا پہلے سے ہی منتظر تھا جھٹ بولا:

میں مسجد سے آیا ہوں۔۔۔ مجھے آپ کے پروگرام کے متعلق خبر ہوئی تو میں نے مناسب سمجھا کہ میں بھی اس میٹنگ میں حاضری دوں آپ پریشان مت ہوں! میں بھی آپ ہی کا ساتھی ہوں جس طرح آپ مشکلات اور پریشانی کا شکار ہیں۔ میں بھی اسی طرح مصیبت میں گرفتار ہوں۔۔۔ گویا آپ کا اور میرا دکھ برابر کا اور مشترکہ ہے۔ آپ اس محمد ﷺ سے تنگ ہیں اور میں بھی اسی سے پریشان ہوں۔

میں نے سمجھا اس نبوت کے دعویدار کے متعلق میٹنگ ہے۔ تو چلو کچھ آپ کی سنوں گا کچھ میں سناؤں گا شاید کوئی بات بن جائے۔

لمبا آدمی چپ ہوا تو سرداروں نے دوبارہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ سارے دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ آدمی تو اپنے ذہن کا ہی ہے۔ اور آنکھوں میں ایک دوسرے کی رضا مندی دیکھ رہے تھے۔ بالآخر سردار نے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ وہ آدمی اندر داخل ہوا میٹنگ شروع ہوئی۔ کوئی خاص بات نہ تھی بس محمد ﷺ سے کس طرح نمٹا جائے۔ اس کی دعوت بہت پھیل رہی ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو رہی ہے۔ یہ سوال تھا، اب جواب تجویز کرنا تھا۔

سب سے پہلے ابوالاسود بولا: کیوں نہ ہم اس شخص کو مکہ سے نکال دیں۔ اور جلاوطن کر دیں۔ اس سے ہمارا شہر صاف ہو جائے گا۔

نجد سے آنے والا لمبا آدمی جلدی سے بولا:

نہ نہ ہرگز ایسا نہ کرنا۔۔۔ اس کا اخلاق اتنا عمدہ ہے۔ جہاں جاتا ہے۔ لوگوں کے دل جیت لیتا ہے اور وہ اچھے اخلاق کی وجہ سے اپنے نئے ساتھی بنا لے گا۔ پھر وہ ان کے ساتھ مل کر دوبارہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔

دوبارہ سوال اٹھا تو پھر کیا کیا جائے؟

لمبا آدمی بولا کوئی اور تجویز نکالو۔

قبیلہ بنی اسد کے سردار نے مشورہ دیا کہ یوں کرتے ہیں کہ انہیں قید کر لیتے ہیں۔ اور اندھیری کوٹھری میں بند کرتے ہیں اور یہ اندھیرے کی وجہ سے مر جائے گا۔

لمبا آدمی بولا: نہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا۔ اگر قید کریں گے تو اس کے ساتھیوں کو جب خبر ملے گی تو وہ حملہ کر کے چھڑا لیں گے۔ قید کرنے سے لوگ اسے بے قصور سمجھ کر ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ کوئی اور حل ڈھونڈو۔

قبیلہ قریش کا بدبخت سردار ابوجہل نے کہا۔

یوں کرتے ہیں مکہ کے تمام قبیلوں کا ایک ایک کڑیل جوان جمع کر کے ایک بار حملہ کرتے ہیں اور نعوذ باللہ۔۔۔ محمد ﷺ کو قتل کر دیتے ہیں۔ اس کا فائدہ نبوت کے دعویدار سے جان چھوٹ جائے گی اور اس کے خون کا الزام بھی سب پر ہوگا۔ چونکہ سب کا مقابلہ اس کے ساتھی نہیں کر سکتے زیادہ سے زیادہ دیت دینی پڑے گی اور وہ ہمارے لئے مشکل نہیں۔

لمبا شخص خوشی سے اچھلا ابوجہل کو شاباش دیتے ہوئے بولا!

واہ یہ ہوئی نہ بات۔۔۔ اس جوان نے مسئلے کا صحیح حل نکالا ہے اور مناسب تجویز پیش کی۔ بھئی میری رائے بھی یہی ہے، لمبے آدمی نے سب کی طرف دیکھا تو مکے کے تمام سرداروں نے اس پر اتفاق کر لیا۔

یوں اس مجلس میں اللہ کے رسول جناب محمد ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی سازش تیار ہوگئی کہ جونہی آدھی رات ہو محمد ﷺ کے گھر پر حملہ کر کے انہیں قتل کردیں گے۔ مجلس ختم ہوئی سب سردار گھروں کو چلے گئے۔

اب یہ لمبا آدمی جو نجد سے آیا تھا۔ وہ اصل میں (شیطان ابلیس) تھا یہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کے لیے عرب شیخ کے روپ میں آیا تھا۔

اب طے شدہ وقت پر ہر قبیلے کے جوان لڑکے ایک لشکر کی صورت میں آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیے کھڑے تھے تاکہ جیسے ہی نبی ﷺ باہر نکلیں ان کو قتل کر دیا جائے۔

ادھر عرب کے وہ سردار جب آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے تو اُدھر آسمانوں پر اللہ رب العزت آپ ﷺ کو بچانے کا منصوبہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ گھر سے نکلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور ان کے سروں پر مٹی ڈال کر نکل گئے مدینہ کی طرف۔

جب ان بدبخت سرداروں کو خبر ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کے سر کی قیمت مقرر کردی یعنی جو آپ ﷺ کو پکڑ کر لائے گا اسے 100 اونٹ دیے جائیں گے۔

تو پیارے بچو! اب بہت سارے لوگ سو اونٹ حاصل کرنے کے لالچ میں آپ ﷺ کو قید کرنے کے پیاسے ہوگئے لیکن آپ ﷺ تک ایک ہی شخص پہنچا۔

مکہ سے باہر ساحل سمندر سے ذرا ہٹ کر رابغ کا قلعہ اپنی عظمت کا نشان بنا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس بنی مدلج کا علاقہ پھیلا ہوا تھا۔ اس علاقے کا رئیس وہی شخص تھا جو آپ ﷺ تک پہنچا تھا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ کسی نے آکر اسے بتایا:

یا شیخ! میں نے ابھی ابھی ساحل کے ساتھ کچھ اونٹ دیکھے ہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ وہ محمد ﷺ ہی ہیں۔ اس شخص نے رودار لہجے میں بات کی اور ان میں سے اٹھ کر سو اونٹوں کے لالچ میں آپ ﷺ کے پیچھے نکل پڑا۔ باقی لوگ ادھر ہی موجود تھے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ محمد ﷺ ہی ہیں۔ یہ شخص اپنے گھر گیا، اپنا نیزہ اٹھایا، تلوار کو کمر سے لٹکایا اور گھوڑی پر سوار ہوگیا۔ اس کی گھوڑی ہوا سے باتیں کرتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس نے دو اونٹ نہایت تیزی کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھے جن پر دو آدمی سوار تھے۔ وہ اپنا شکار دیکھ کر خوش ہوا اور پھر اس نے اپنا فال نکالا دیکھا تو وہ مقصد کے خلاف تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا، سو اونٹ لینے کا وقت آیا تو فال نے دھوکا دے دیا۔ اب اس نے گھوڑی کو ایڑ لگا دی۔ جیسے ہی گھوڑی نے دوڑنا شروع کر دیا تو اس کے دوڑنے کی آواز آنا شروع ہوگئی جو کہ پہلے نہیں آ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک خیال تھا کہ ان پر جلد از جلد قابو پا کر انعام حاصل کروں۔

نبی ﷺ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چوکس تھے۔ سراقہ اچانک گھوڑی سے گرا پھر سنبھلا دیکھتے ہی دیکھتے ان کے عقب میں جا پہنچا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے:

اے اللہ کے رسول تعاقب کرنے والا قریب آن پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے پیچھے دیکھا اور دعا کی: "الٰہی ہمیں اس کے شر سے بچا۔"

آپ ﷺ نے دعا کی تو سراقہ کی اونٹنی پیٹ تک زمین میں دھنس گئی۔

وہ شخص ڈر گیا کہ اس سخت زمین میں جہاں سم تک نہیں دھنستی وہاں پیٹ تک گھوڑی کیسے دھنس گئی؟ وہ بے اختیار سوچنے لگا کہ میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ محمد ﷺ پر قابو پانا آسان نہیں ہے۔ وہ یقیناً کامیاب ہوگئے۔ وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوا:

میں سراقہ بن مالک ہوں اور آپ سے امان کا طلب گار ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے دعا کی تو گھوڑی زمین سے آزاد ہوئی۔ اس نے محمد ﷺ کا چہرہ دیکھا اور رعب نبوت سے لرز اٹھا اور پھر بتایا کہ آپ کے سر کی قیمت لگی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ سنو! ہماری اطلاع کسی کو نہ ہونے پائے۔

آپ مطمئن رہیں، میں آپ کا تعاقب کرنے والوں کو پیچھے ہی روکوں مگر مجھے اپنی طرف سے ایک امان نامہ لکھ دیجیے۔

امان نامہ سنبھالا اور واپس جانے کے لیے قدم اُٹھایا۔ تو اللہ کے وہ رسول جو کافروں کی مشکلات کی وجہ سے ہجرت کر رہے تھے سراقہ سے مخاطب ہوئے: "سراقہ اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔"

سراقہ یہ عظیم خوشخبری سن کر ششدہ رہ گیا اور سوچا کہ آپ ﷺ خود پریشانی کی وجہ سے ہجرت پر مجبور ہیں ان کی یہ بات کیسے مانوں؟ اس نے سوالیہ نظروں سے پوچھا:

کسریٰ بن ہرمز شاہ ایران کے کنگن؟

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں اس کے۔

سرقہ بن مالک نے پھر پوچھا: "وہ کنگن میں پہنوں گا؟"

نبی ﷺ نے پھر فرمایا:

"ہاں تم ہی پہنوگے۔"

(جاری ہے)

بقیہ اک خواب اک تعبیر

گزر ہوا تو اس نے بچے کو دیکھتے ہی خرید لیا۔ یہ آدمی بادشاہ کا وزیر تھا۔ ننھے بچے کو لے کر جب گھر پہنچا تو بیوی نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے۔۔۔؟ تو اس نے بیوی سے کہا کہ یہ ایک غلام ہے اور میں اس کو بازار سے خرید کر لایا ہوں، اس کو ہم عزت اور احترام سے رکھیں گے، ہوسکتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا اسے ہم اپنا بیٹا بنالیں۔

پیارے بچو! یہ کہاوت تو آپ نے سنی ہوگی کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے، قدرت نے یہ بات سچ کر دکھائی۔۔۔ جس بچے کو اس کے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا اسے اللہ نے کس طرح عزت دی اور اس کے رہنے کے لیے خوبصورت محل میں محفوظ جگہ عطا کی۔

یہ بچہ اب وزیر کے گھر میں پرورش پانے لگا۔ جب یہ بچہ جوان ہوا تو اللہ تعالی نے اس کے بچپن کے اس خواب کو پورا کرتے ہوئے عزت سے نوازا، اپنا مقرب بنایا اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطاء کیا۔

ویسے تو یہ بچپن سے ہی بہت خوبصورت تھا مگر جب اللہ نے اسے اپنا مقرب بنایا تو مزید حُسن سے نواز دیا۔ یہ جوان اب وزیر کے گھر میں رہتے ہوئے بھی اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے عبادت میں مصروف رہتا۔

ایک دن وزیر کی بیوی کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ اس نوجوان کو برائی کے جال میں ایسا پھنساؤ کہ یہ اپنے رب سے دور ہوجائے۔ وزیر کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔۔۔ ایک دن جوان محل کے اک کمرے میں موجود تھا کہ عورت نے گھر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور نوجوان کے پاس جا کر اسے برائی کی دعوت دی۔ عورت کی طرف سے برائی کی دعوت کا سنتے ہی نوجوان نے اس معاملے پر اللہ کی پناہ طلب کی اور دروازے کی جانب دوڑا۔۔۔ نوجوان بھلا اس برائی کی دعوت کو کیوں قبول کرتا۔۔۔؟ اس کا تو بچپن ہی اتنا پاکیزہ تھا کہ اس نے کبھی برائی کا سوچا بھی نہیں تھا اور اب تو اسے اللہ نے اپنا مقرب بنالیا تھا۔ نوجوان جب دروازے کی جانب دوڑا تو اللہ کی جانب سے واضح مدد ملی کہ وہ دروازے جو تھوڑی دیر پہلے عورت نے بند کیے تھے وہ اللہ کی مدد سے خود ہی کھلتے گئے۔ اس دوران دوڑتے ہوئے جوان کی قمیص پیچھے سے پھٹ چکی تھی۔ جیسے ہی باہر والے دروازے پر پہنچے تو ان کی ملاقات وزیر سے ہوئی، عورت نے جیسے ہی اپنے خاوند کو دیکھا تو فوراً اپنی بات کو بدلا اور نوجوان پر الزام لگا دیا کہ بھلا بتاؤ اس آدمی کے لیے کیا سزا ہوسکتی ہے جو تمہاری بیوی سے برائی کا ارادہ کرے؟ میں تو کہتی ہوں اسے جیل بھیج دیا جائے یا کوئی اور سخت سزا دی جائے۔ عورت کی بات سنتے ہی نوجوان نے اپنی صفائی پیش کی کہ یہ بات نہیں۔۔۔ بلکہ اس عورت نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی ہے۔ ابھی یہ باتیں چل ہی رہی تھیں کہ وزیر سارے معاملے کو سمجھ چکا تھا۔ اس نے کہا کہ عورتوں کا ہی مکرو فریب ہے، پھر اس نے نوجوان سے کہا کہ تم اس بات سے درگزر کرو۔۔۔! پھر اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے گناہ پر معافی مانگ، بے شک تو ہی تو خطا کار ہے۔

یہ واقعہ پورے شہر میں مشہور ہوگیا اور سب لوگ وزیر اور اس کی بیوی پر طنز کرنے لگے۔ جب عورت سے لوگوں کے طعنے برداشت نہ ہوئے تو اس نے اپنے خاوند کو اس بات پر رضامند کیا کہ نوجوان کو جیل بھیج دیا جائے تاکہ اس کے اہل خانہ کے عیب چھپ سکیں۔

بلآخر نوجوان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔۔۔!

(جاری ہے۔۔۔!)

گلدستہ روضہ

اللہ کو پسند ہے

☆۔۔۔وہ دل جس میں مخلوق کا درد ہو۔

☆۔۔۔وہ جگہ جہاں اللہ کا ذکر ہو۔

☆۔۔۔وہ آنکھیں جس میں حیاء ہو۔

☆۔۔۔وہ شخص جو وعدہ وفا ہو۔

☆۔۔۔وہ آنسو جو خوف خدا سے گرے۔

☆۔۔۔وہ خدمت جو بغیر مطلب کے ہو۔

☆۔۔۔اے اللہ! ہم سب میں ایسی صفات پیدا کر۔ (آمین)

(راحیلہ شہزادی۔ مستوال، قصور)

درود کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم: 408)

(جام ارسلان احمد۔ صادق آباد)

فکر آخرت

شہر سے نکلنا تو دل میں کچھ ارمان تھے
اک طرف جھاڑیاں اک طرف قبرستان تھے
پاؤں تلے پڑی اک ہڈی کے یہ بیان تھے
سنبھل کر چل اے جانے والے کبھی ہم بھی انسان تھے

(محمد اسماعیل ولد عبدالستار۔ ساہیوال)

قرآن کریم

قرآن میرے رب کی عظیم کتاب ہے
دلوں کو جو بدل دے ایسا انقلاب ہے
ہدایت کا سرچشمہ ہے سراپا نور ہے
اندھیروں کو دور کر دے خوشیوں میں بدل دے
جو سکون سے دل کو بھر دے ایسا سیلاب ہے
پڑھتا جو ہے اس کو دن رات رب کی خاطر
عزت جو ہے اس کو ملتی وہ لازوال ہے
مہکا دیتی ہے انسان کو زمانے میں اس قدر
پھولوں میں مہکتا ہوا جیسے گلاب ہے
زمین و آسمان کے ہوں دین و دنیا کے ہوں
مسائل کو کرتی ہے حل، پورا دیتی جواب ہے
قرآن میرے رب کی عظیم کتاب ہے
دلوں کو جو بدل دے ایسا انقلاب ہے

(بنت عبدالغفار۔ فیصل آباد)

نظم

اک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلقہ احباب میں یہ لفظ
دہرائے تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی
اصحاب نے کہا کہ یہ کم بخت کون ہے؟
توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزند نا خلف
گھر جس کے جنت آئی اور آ کر پلٹ گئی
ماں باپ کا نہ ہو جسے پڑھاپے میں خیال
اس نا سعید بیٹے کی قسمت الٹ گئی۔

(عائشہ نعیم۔ ملتان)

خوشگوار اور محروم

☆۔۔۔اگر آپ اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں تو عیب جوئی اور نکتہ چینی سے دور رہے۔

☆۔۔۔مایوس وہ ہوتا ہے جو اللہ پر یقین نہیں رکھتا محروم وہ ہوتا ہے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔

(عائشہ صدیقہ اکرم۔ سندھ)

جب تو شوربا پکائے تو اس کا پانی زیادہ کر لے اور اپنے ہمسایوں کا خیال رکھ۔ (مسلم)

لفظ بنائیں کمال دکھائیں

دیے گئے حرف ملا کر لفظ بنائیں

درج ذیل الفاظ تلاش کریں:

(ونٹر گفٹ، ننھے، مددگار، اونٹنی، اسلام، اردو، کشمیر)

ا	س	ل	ا	م	ج	ا
ٹ	ا	ا	ر	د	و	و
ن	ن	ھ	ے	د	پ	ن
و	ن	ٹ	ر	گ	ف	ٹ
ڈ	ص	ک	ت	ا	ب	ن
ک	ش	م	ی	ر	ک	ی

نوٹ: جو لفظ مل جائے اس کو دائرہ لگا دیں۔ نیز آپ کے جوابات 31 جنوری 2019 تک موصول ہو جانے چاہئیں۔ لیٹ ہونے کی صورت میں آپ کو قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ جوابات صرف بذریعہ ڈاک ہی بھیجیں۔

آدمی کو گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ان افراد کو ضائع کرے جن کی خوارک اس کے ذمہ ہے۔(ابو داؤد)

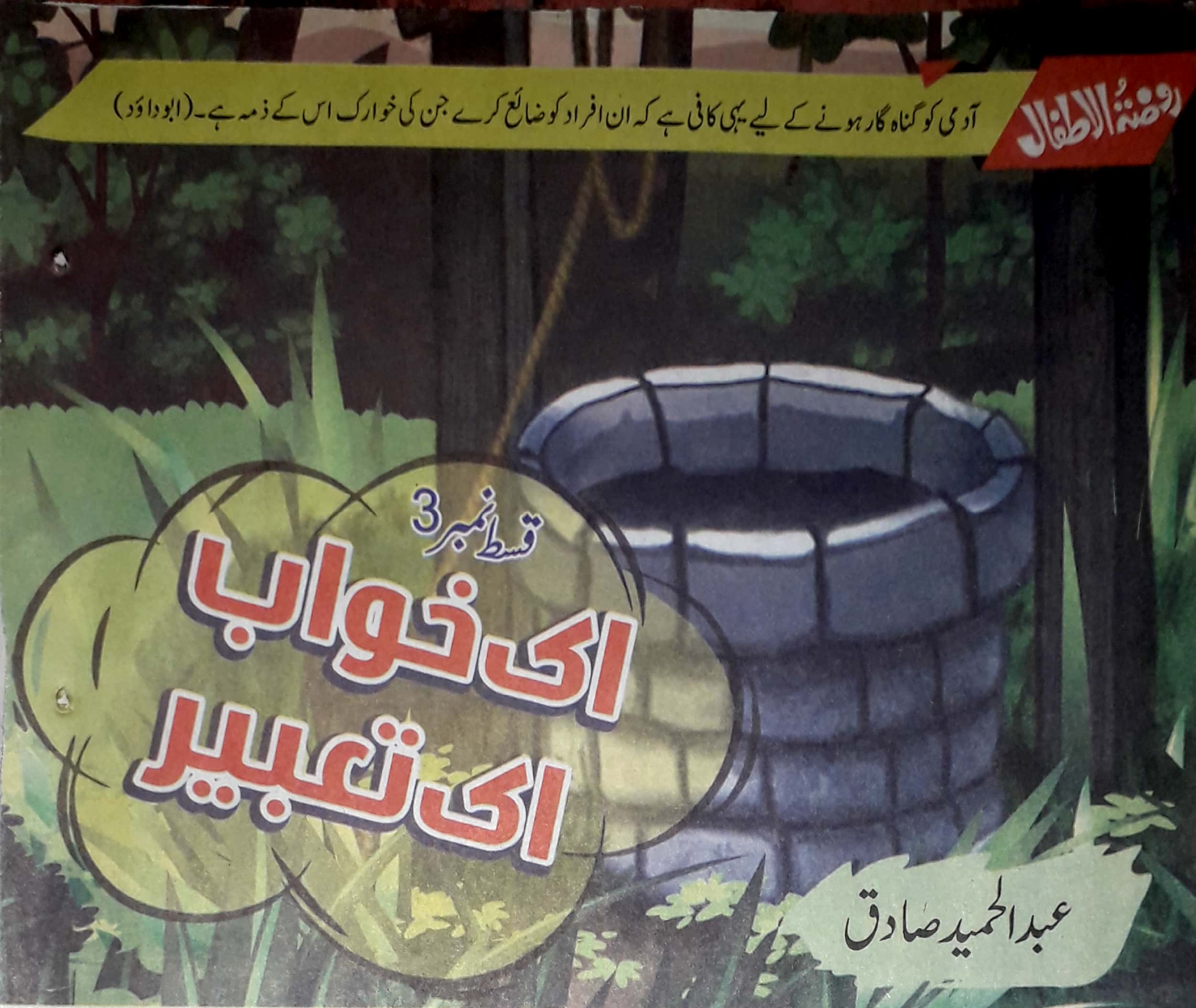

قسط نمبر 3

اک خواب اک تعبیر

عبدالحمید صادق

جرم ثابت نہ ہونے کے باوجود بھی نوجوان جیل میں سزا کاٹ رہا تھا۔ جیل میں رہتے ہوئے بھی اس نے اپنے رب سے رشتہ جوڑے رکھا اور ہمیشہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا۔۔۔ اسی دوران مزید دو آدمیوں کو کسی جرم کی پاداش میں جیل بھیج دیا گیا۔ ان میں سے ایک بادشاہ کا ساقی یعنی بادشاہ کو پانی پلانے والا تھا اور دوسرا شخص باورچی تھا۔ یہ دونوں شخص اس نوجوان سے بہت متاثر ہوئے کیونکہ انہوں نے نوجوان سے کبھی کوئی بری بات نہ سنی تھی بلکہ اس نوجوان کے اخلاق، عادات اور اطوار بہت اچھے تھے۔

ایک رات دونوں آدمیوں نے خواب دیکھے جن پر وہ بہت پریشان تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ وہ جیل میں موجود نوجوان سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھیں گے۔ بالآخر انہوں نے نوجوان سے اپنا اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔

ساقی نے اپنا خواب بتایا کہ:

"میں نے دیکھا کہ ایک انگور کی بیل ہے جس کی تین شاخیں ہیں اور ان سے انگوروں کے خوشے لٹک رہے ہیں جو پکے ہوئے ہیں اور اس نے ان انگوروں سے شراب نچوڑ کر بادشاہ کو پلا رہا ہے۔"

باورچی نے خواب دیکھا کہ:

"اس نے سر پر روٹیاں اٹھائی ہوئی ہیں اور اس سے پرندے کھا رہے ہیں۔"

نوجوان نے ان دونوں آدمیوں کے خواب سننے کے بعد ان سے کہا کہ:

"میں خوابوں کی تعبیر کے بارے میں اچھی طرح واقف ہوں اور یہ سب مجھے اللہ نے سکھایا ہے، کیونکہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں ان لوگوں کا دین چھوڑ آیا ہوں جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور کفر کرتے ہیں۔"

اس کے بعد نوجوان نے ان دونوں آدمیوں کو توحید کی دعوت دی تا کہ وہ بھی اللہ پر ایمان لے آئیں۔ نوجوان نے ان سے پوچھا کہ:

"اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا الگ الگ رب بہتر ہیں یا اللہ، جو اکیلا اور نہایت زبردست ہے۔ اس کے سوا تم جس کی پوجا کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بنا رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں، اس کا فرمان ہے کہ تم میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن

بقیہ: صفحہ نمبر 7 پر

بقیہ: اک خواب اک تعبیر

اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

انہوں نے صرف خواب کی تعبیر پوچھی مگر نوجوان نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے انہیں عقیدہ توحید کی دعوت بھی دے دی۔ توحید کی دعوت دینے کے بعد ان کو خواب کی تعبیر بتلائی کہ:

"تم میں سے ایک کو تو رہائی مل جائے گی اور اُسے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر کر دیا جائے گا اور دوسرے کو پھانسی دے دی جائے گی اور پرندے اس کا سر نوچ کر کھائیں گے۔"

پھر نوجوان نے ان میں سے پہلے سے کہا کہ:

"جب تم رہا ہو جاؤ تو بادشاہ سے میرا ذکر بھی کرنا کہ جیل میں ایک ایسا نوجوان بھی گرفتار ہے جو بے گناہ ہے۔" اس کے بعد وہ دن بھی آ گیا کہ جب تعبیر کے عین مطابق ایک نوجوان کو رہا کر دیا گیا اور اُس کی ڈیوٹی بادشاہ کو شراب پلانے کی لگا دی گئی اور دوسرے آدمی کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا گیا۔ لیکن ساقی اپنے بادشاہ سے اس نوجوان کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اس طرح نوجوان کو تقریباً سات سال جیل میں گزارنا پڑے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ:

"سات موٹی تازی گائیں ہیں جن کو سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک خوشے ہیں۔"

یہ وہ خواب تھا جس کی وجہ سے بادشاہ بہت زیادہ پریشان تھا۔ بادشاہ نے کابینہ کی میٹنگ بلائی اور درباریوں سے کہا کہ میرے اس خواب کی تعبیر کون بتائے گا؟ درباری کسی نتیجے پر نہ پہنچے۔ بالآخر انہوں نے مایوس ہو کر بادشاہ سے کہا کہ یہ خواب نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں جن کا کوئی حل نہیں۔۔۔ ہم تو صرف سچے خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں مگر پریشان خیالات کا حل نہیں نکال سکتے۔

اسی لمحے ساقی کو یاد آیا کہ جیل میں ایک نوجوان تھا جو کہ خوابوں کی تعبیر بتاتا تھا، اس کا پتہ کرنا چاہیے۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ کے خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں بس مجھے جیل میں جانے کی اجازت دی جائے تاکہ میں وہاں پر قید نوجوان سے اس خواب کی تعبیر جان سکوں۔۔۔ بادشاہ سے اجازت لے کر وہ جیل میں پہنچا تو وہ نوجوان ابھی بھی وہاں قید تھا۔ جوان سے ملتے ہی اس نے کہا کہ ہمارے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی ہمیں تعبیر چاہیے۔۔۔! آپ اللہ کے دیے ہوئے علم کے مطابق خوابوں کی تعبیر بتانے کے ماہر ہیں لہٰذا مہربانی فرما کر اس خواب کی تعبیر بتا دیں اس کے بعد اس نے وہ سارا خواب بیان کیا جو بادشاہ نے دیکھا تھا۔

خواب سننے کے بعد نوجوان نے کہا کہ:

"تم لوگ سات سال مسلسل کھیتی باڑی کرتے رہو گے، تم اس غصے کو اس طرح استعمال کرنا کہ بہت کم اس میں سے کھاؤ اور باقی غلہ بالیوں میں ہی رہنے دو، سات سال اسی طرح کرتے رہو، پھر اس کے بعد سات سال قحط سالی کے آئیں گے اس میں فصلیں نہیں اگیں گی، اب سات سال تم نے جو غلہ جمع کیا اسی سے گزارہ کرو، پھر خوب بارشیں ہوں گی اور فصلیں اُگیں گی، تم لوگ پھلوں کے خوب رس نچوڑو گے۔" ساقی نے جب بادشاہ کو خواب کی تعبیر بتائی تو وہ یہ تعبیر سن کر بہت خوش ہوا کہ یہ اس نوجوان کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں مشکل وقت سے پہلے ہی اس کے بارے میں آگاہ کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس نوجوان کو میرے پاس لایا جائے تاکہ میں اسے اپنے خاص مشیروں میں شامل کر لوں۔

جب نوجوان تک یہ پیغام پہنچا تو اس نے رہا ہونے سے انکار کر دیا اور بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ پہلے اس کی بے گناہی کا اعلان کیا جائے تاکہ سب لوگ جان سکیں کہ وہ بے گناہ ہے۔ بادشاہ نے اس سارے واقعے کی تحقیق کی جس کی وجہ سے اس کو قید کیا گیا تھا۔۔۔ بالآخر بادشاہ اس نتیجے پر پہنچا کہ نوجوان بے گناہ ہے۔

بادشاہ نے اس نوجوان کی بے گناہی کا اعلان کیا اور اسے رہا کر کے اپنے خاص مشیروں میں شامل کر لیا۔

(جاری ہے)

کسریٰ کے کنگن

(قسط نمبر: 2)

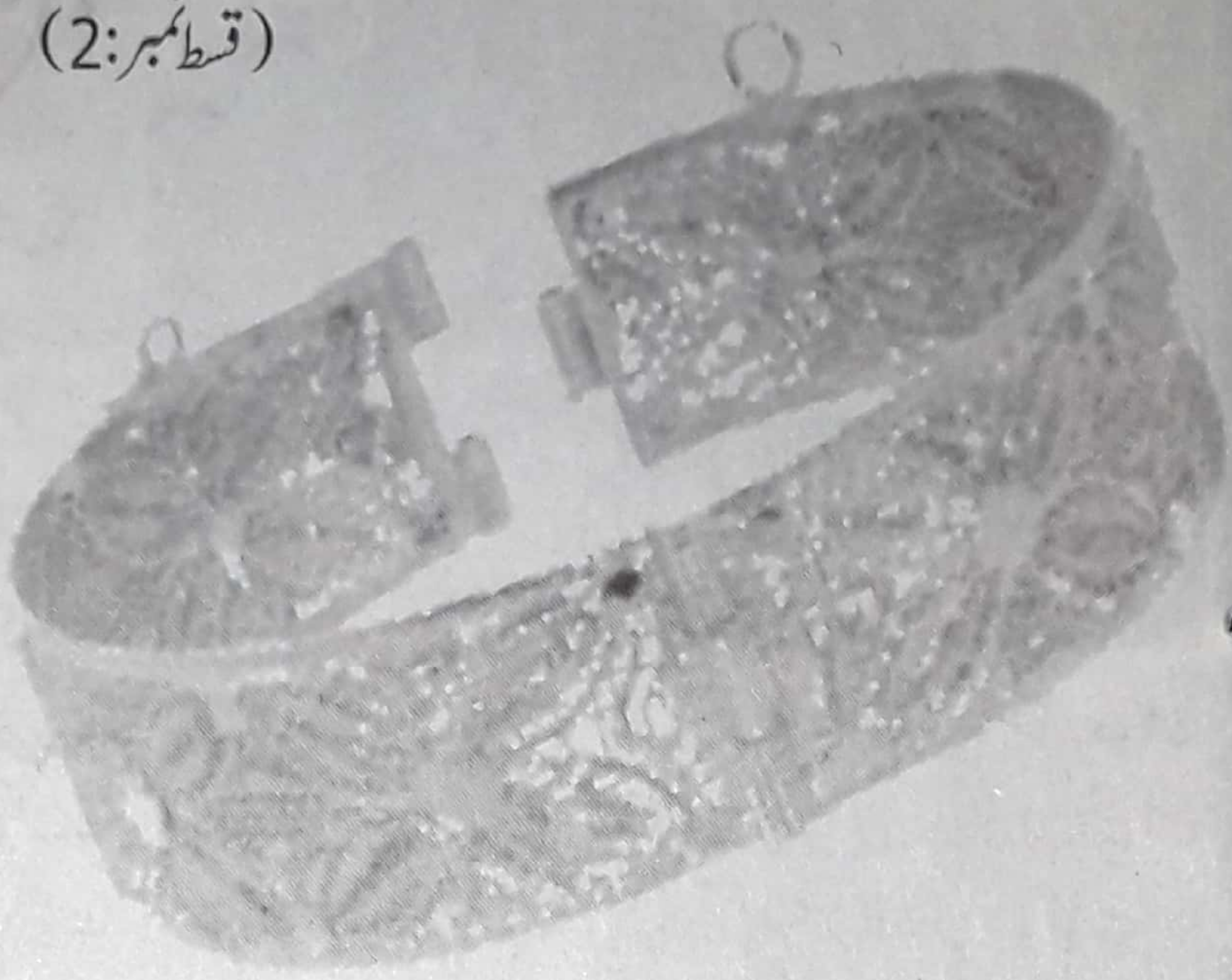

رسول اللہ ﷺ نے جب سراقہ بن مالک کو یہ بات بتائی کہ تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے تو یہ سن کر سراقہ بن مالک حیران ہو رہا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود قرض کی اونٹنی پر سفر کر رہے تھے۔ اس لیے سراقہ بن مالک نے رسول اللہ ﷺ سے ثبوت کے طور پر تحریری پروانہ لکھوالیا۔

سراقہ بن مالک نے واپس جا کر دوسرے لوگوں سے کہا میں دیکھ آیا ہوں نبی ﷺ وہاں نہیں ہیں۔

آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ادھر کسریٰ کے کنگن کی خوشخبری سننے والے سراقہ بن مالک کے دل میں اسلام کی محبت گھر کر چکی تھی مگر وہ باقاعدہ طور پر ہجرت کے دس سال بعد مسلمان ہوا۔

حالات کی کشیدگی کی وجہ سے انہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ حالات نے پلٹا کھایا اور ہر طرف اسلام پھیلا تو سراقہ بن مالک نے بھی اسلام قبول کیا۔

سراقہ اپنی گھوڑی پر سوار مدینہ میں داخل ہوا۔ سراقہ نے آپ ﷺ کو پہنچان لیا۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا گھیرہ توڑ کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لے گیا اور جاتے ہی کہا میں سراقہ بن مالک ہوں۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو سراقہ پروانہ لیے کھڑا تھا۔ وہ پروانہ سامنے کیا اور بولا:

اے اللہ کے رسول ﷺ یہ وہی تحریری پروانہ ہے جو آپ نے مجھے دیا تھا اور کہا تھا کہ کسریٰ کنگن میں پہنوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

تو ننھے پھولو! اب جانیے کہ سراقہ بن مالک نے کب اور کہاں کسریٰ کے کنگن پہنے۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ ﷺ کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی۔ یہ 16 ہجری 635ء کی بات ہے۔ کہ جب سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے قادسیہ کا شاندار معرکہ لڑ کر کسریٰ کے ایوانوں کو روند ڈالا؟

مسلمانوں کو ہیرے جواہرات سونے کی اشرفیاں اور زیورات مال غنیمت میں ملے۔

بادشاہ کے زیر استعمال لباس اس قدر فاخرانہ تھا کہ دیکھنے والے کی آنکھوں کو حیران کر دیتا تھا۔ سارا مال غنیمت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منادی کروائی۔ کہ سبھی مہاجرین اور انصار آؤ اور مال غنیمت میں اپنا اپنا حصہ لے جاؤ۔ سب جمع ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب خلیفۃ المسلمین کے سامنے بادشاہ کا لباس آیا تو انہوں نے حاضرین پر ایک نگاہ دوڑائی گویا کسی خاص آدمی کو تلاش کر رہے ہیں۔

بالآخر نظر ایک شخص پر جا کر ٹھہر گئی۔ انہوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا اور سامنے کھڑا کر کے بادشاہ کا لباس زیب تن کرنے کا حکم دیا۔ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو شاہی لباس پہنایا گیا۔ کمر پر بادشاہوں کی قیمتی پٹی باندھی گئی۔ ہیروں جواہرات سے سجے سونے کا تاج رکھا گیا اور وہ سونے کے دو کنگن جو بادشاہوں کے لیے ہی خاص تھے سراقہ کے ہاتھوں میں پہنائے گئے جن کے متعلق ہجرت والے دن نبی اکرم ﷺ نے کہا تھا کہ:

سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم شاہ ایران کے کنگن پہنو گے۔

جب وہ کنگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنچائے گئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے جو اس بات پر سچائی کی مہر ثبت کر رہے تھے کہ آج محمد عربی ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔

پیارے بچو! ذرا سوچیں کہ نبی ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو خوشخبری سنائی وہ بالکل اسی طرح پوری ہوئی۔ اچھے اعمال کرنے پر جو خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ آج اگر ہم ان پر غور کریں اور اچھے اعمال کریں تو ہم بھی جنت کے حقدار بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(معاویہ اعجاز۔ ایبٹ آباد)

گلدستہ روضہ

علم اور دولت

علم روشنی ہے۔ دولت اندھیرا ہے۔
علم سے عزت وعظمت بڑھتی ہے۔ دولت سے تکبر بڑھتا ہے۔
علم سے دوست بنتے ہے۔ دولت سے دشمن بنتے ہیں۔
علم چوری نہیں ہوتا۔ دولت چوری ہو جاتی ہے۔
علم پرانا ہو تو مضبوط ہوتا ہے۔ دولت پرانی ہو تو بے کار ہوتی ہے۔
علم کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ دولت کا حساب دینا پڑے گا۔
علم دلوں کی روشنی ہے۔ دولت دلوں کی سیاہی ہے۔

(محمد حنظلہ مکی۔ گوجرانوالہ)

نظم

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
ہر شیشہ ٹوٹ جاتا ہے پتھر کی چوٹ سے
پتھر ہی ٹوٹ جائے وہ شیشہ تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر
ایمان تیرا لُٹ گیا رہزن کے ہاتھ سے
ایمان تیرا بچا لے وہ رہبر تلاش کر
ہر شخص جل رہا ہے عداوت کی آگ میں
اس آگ کو بجھا دے وہ پانی تلاش کر
کرے سوار اونٹ پہ اپنے غلام کو
پیدل خود چلے جو وہ آقا تلاش کر

(انتخاب: اخت ابوحیدر۔ چنیوٹ)

اقوال زریں

☆ برے دوستوں سے بچو، یہ نہ ہو کہ وہ تمہارا تعارف بن جائیں۔
☆ جو گمراہ ہو، اسے رہبر تسلیم کر لینا کسی حادثے سے کم نہیں ہے۔
☆ معافی مانگنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم غلط اور وہ صحیح ہے، بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ ہم رشتہ نبھانے کی صلاحیت اس سے زیادہ رکھتے ہیں۔
☆ جو شخص تمہارا غصہ برداشت کرے اور ثابت قدم رہے۔ وہ تمہارا دوست ہے۔

(مزمل اللہ توکل۔ فیروزوٹواں)

سچے مومن

درحقیقت مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں نماز (پڑھتے) قائم کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا اس میں سے (نیک کاموں) میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے رب کے ہاں (بڑے بڑے) درجات ہیں۔ (سورۃ الانفال: 2 تا 4)

(محمد فاروق۔ ساہیوال)

باپ کی موجودگی

باپ کی موجودگی سورج کی طرح ہوتی ہے۔ سورج گرم تو ضرور ہوتا ہے۔ مگر سورج نہ ہو تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔

(زارا تعبیر۔ قصور)

بکھرے موتی

☆ اپنی غلطی تسلیم کرنا سب سے بڑی عقل مندی ہے۔
☆ دنیا عقل مند کی موت پر اور جاہل کی زندگی پر آنسو بہاتی ہے۔
☆ جو شخص مسجد سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اس سے محبت کرتے ہیں۔
☆ جس شخص میں دنیا کی محبت زیادہ ہو گی اس میں رنج و غم بھی زیادہ ہوں گے۔

(حب زارا۔ ام القریٰ)

یہ نہ صرف آپ ﷺ کے صحابی تھے بلکہ رسول اکرم ﷺ کے بچپن کے ساتھی، دوست اور چچا بھی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مشغلہ شکار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ روزانہ شکار کے لیے جاتے تھے۔ ایک دن جب آپ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آئے تو ان کی لونڈی نے ہی بتایا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی حضرت محمد ﷺ کو برا بھلا کہتے رہے ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فوراً کعبہ کے صحن میں پہنچے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی سب موجود تھے۔ آپ نے اپنی کمان اس کے سر پر ماری اور بولے: ”لو میں مسلمان ہو گیا ہوں جو کرنا ہے کرلو۔“ ابوجہل کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ ادھر موجود تمام لوگ ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے جیسے پوچھ رہے ہوں۔ کیا واقعی حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ بس یہی وہ دن تھا جب اسلام کا سب سے عظیم بہادر نوجوان دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلا جھنڈا جو کسی مسلمان کے ہاتھ میں دیا وہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ ہی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت ہی بہادر اور رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت کرنے والے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ حضرت حمزہ کی بہت بڑی دشمن تھی۔ جنگ بدر میں وہ اپنے کافر والد، چچا، بھائی اور بیٹے سے محروم ہو چکی تھی۔ ہندہ کو کہا گیا تھا کہ ان میں سے بعض کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے اور بعض جو زخمی تھے، یہ کارنامہ بھی آپ رضی اللہ عنہ نے ہی سرانجام دیا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے علاوہ کچھ نہیں چاہتی تھی۔ اس نے ایک وحشی غلام سے کہا کہ اگر تم نے حمزہ کو قتل کر دیا تو میری ساری دولت تمہاری ہو جائے گی۔ وحشی اس کے لالچ میں آ گیا اور وہ یہ کام کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ غزوہ احد میں جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی عادت کے مطابق اپنے سینے پر شتر مرغ کے بال لگا کر دشمن پر حملہ کر رہے تھے وہ مشرکین کو مسلسل ضربیں لگا رہے تھے۔ وحشی نے جب موقع پایا تو نشانہ لے کر تیر پھینک دیا۔ جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ کا نچلہ حصہ زخمی کر دیا اور وہ شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جدائی کا بہت بڑا صدمہ ہوا۔ کافی عرصہ بعد جب وحشی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم وحشی ہو۔ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا۔ پھر اس نے سارا قصہ سنایا اور رسول اللہ ﷺ تیرا ستیاناس ہو اپنا چہرہ مجھ سے دور کرلو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک میدان احد میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

(زارا تعبیر۔ارزانی پور)

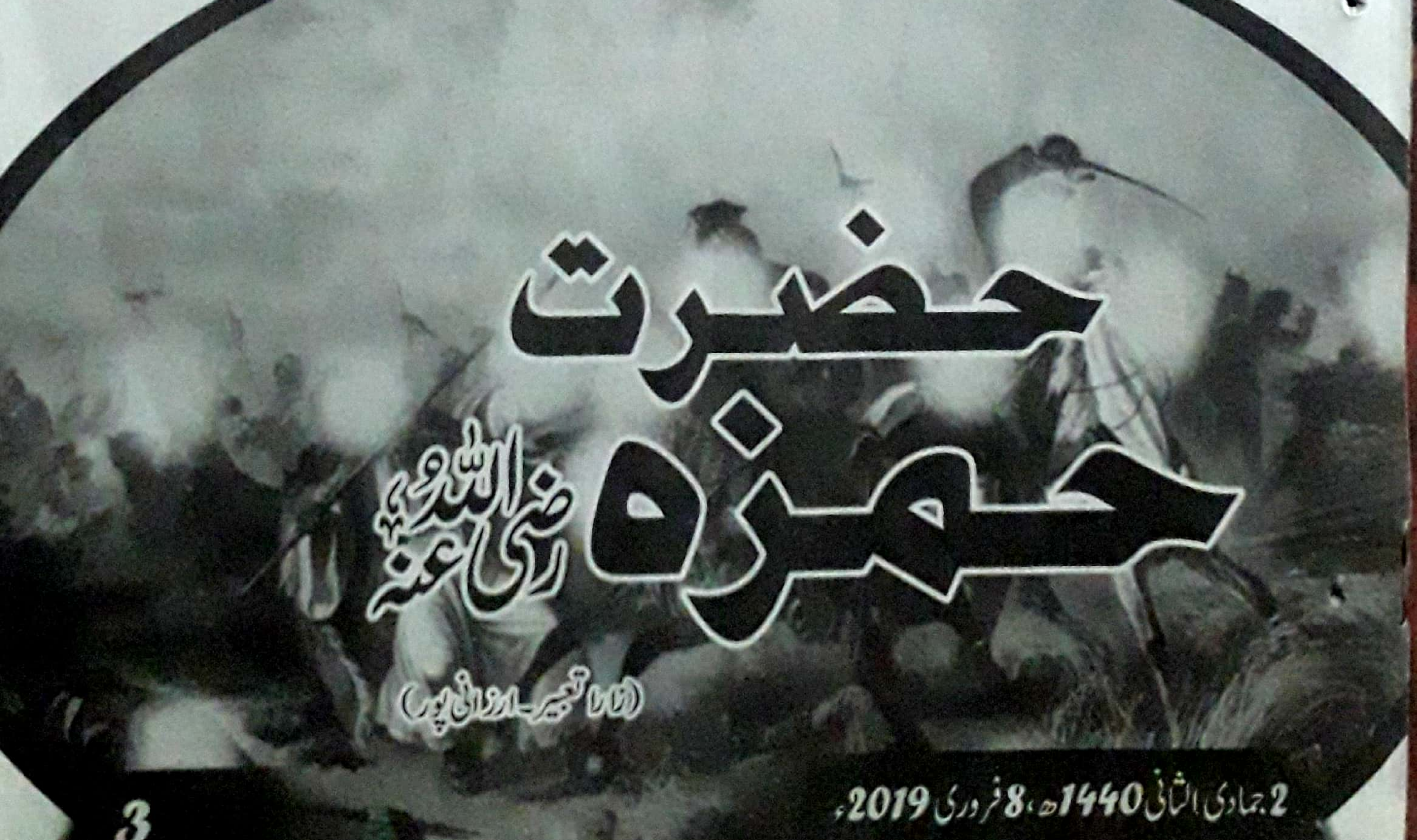

جانثار صحابی رسول ﷺ

اسد اللہ اکرام۔ صادق آباد

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عام الفیل کے دو برس اور چھ ماہ بعد سن 573ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ دور جہالت میں ان کا شمار قریش کے معزز افراد میں ہوتا تھا۔ آپ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں وہ کفر و شرک کا دور تھا۔ خانہ کعبہ کا متولی بھی دوسرے لوگوں کی طرح کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔

عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا اور اکثریت ان پڑھ لوگوں کی تھی۔ البتہ بہت کم لوگ پڑھنا جانتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔ ان کے والد ابو قحافہ نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ اس طرح آپ نہ صرف پڑھنا لکھنا جانتے تھے بلکہ ہتھیاروں کا استعمال، شعر گوئی، اور تجارت وغیرہ بھی جانتے تھے۔ گھر میں دولت کی فراوانی تھی لیکن آپ عیش و عشرت اور شراب خوری جیسے کاموں سے ہمیشہ دور تھے۔

قریش کی ساری قوم تجارت کا پیشہ کرتی تھی۔ چنانچہ آپ نے بھی جوان ہو کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔ جس میں آپ کو غیر معمولی نفع حاصل ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی خوبصورت شخصیت اور اعلیٰ اخلاق نے آپ کو بہت جلد کامیاب تاجر بنا دیا۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ سال تھی تو آپ نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملک شام گئے اور ایک مقام پر بیری کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ قریب ہی ایک اہل کتاب راہب رہتا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو اس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بیری کے درخت کے نیچے کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: "محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب"

اس راہب نے کہا واللہ یہ نبی ہیں۔ اس درخت کے سائے میں حضرت مسیح کے بعد سوائے حضرت محمد ﷺ کے اور کوئی نہیں بیٹھا، یہ بات آپ کے دل میں جم گئی اور اسی دن سے انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت و محبت اختیار کر لی۔

آپ بچپن سے ہی بری عادات سے محفوظ رہے آپ نے دور جاہلیت میں اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کبھی شراب پی؟ آپ نے فرمایا نعوذ باللہ کبھی نہیں۔ اس نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرے بدن سے بدبو آئے۔

چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ بن عبداللہ کو اپنا آخری نبی مبعوث کیا۔ جیسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کے ظہور کی خبر ملی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی۔

سیدنا ابوبکر صدیق اسلام قبول کرنے والے دوسرے شخص تھے۔ آپ سے پہلے حضور ﷺ کی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے تمام ساتھیوں اور دوستوں تک اسلام کی دعوت پہنچاتے رہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آپ ﷺ کی دعوت قبول کرنے کے لیے تیار کرتے رہے۔ آپ کی دعوت کی بدولت ہی عرب کے بڑے سرداروں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز ہمارے ابا جان ایمان لائے گھر آتے ہیں ہم سب کو اسلام کی دعوت دی جب تک ہم سب دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور دین توحید کو قبول نہیں کر لیا مجلس سے نہیں اٹھے۔

اعلان نبوت کے چوتھے سال جب اعلانیہ دعوت اسلام کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اعلانیہ حق کی جانب بلانا شروع کر دیا۔ اس پر مشرکین قریش بھڑک اٹھے اور انہوں نے مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم و ستم ڈھانا شروع کر دیا۔ بالخصوص اسلام قبول کرنے والے غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے سنگدل آقاؤں سے خرید خرید کر آزاد کروایا۔ آغاز اسلام میں اکثر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے۔ کیوں نا ہم لوگوں کے سامنے اپنے ایمان و عقیدہ کا برملا اظہار کریں۔ آخر کب تک ہم چھپتے چھپاتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ صرف اتنا فرماتے:

ابوبکر رضی اللہ عنہ! ابھی ہماری تعداد تھوڑی سی ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 7 پر

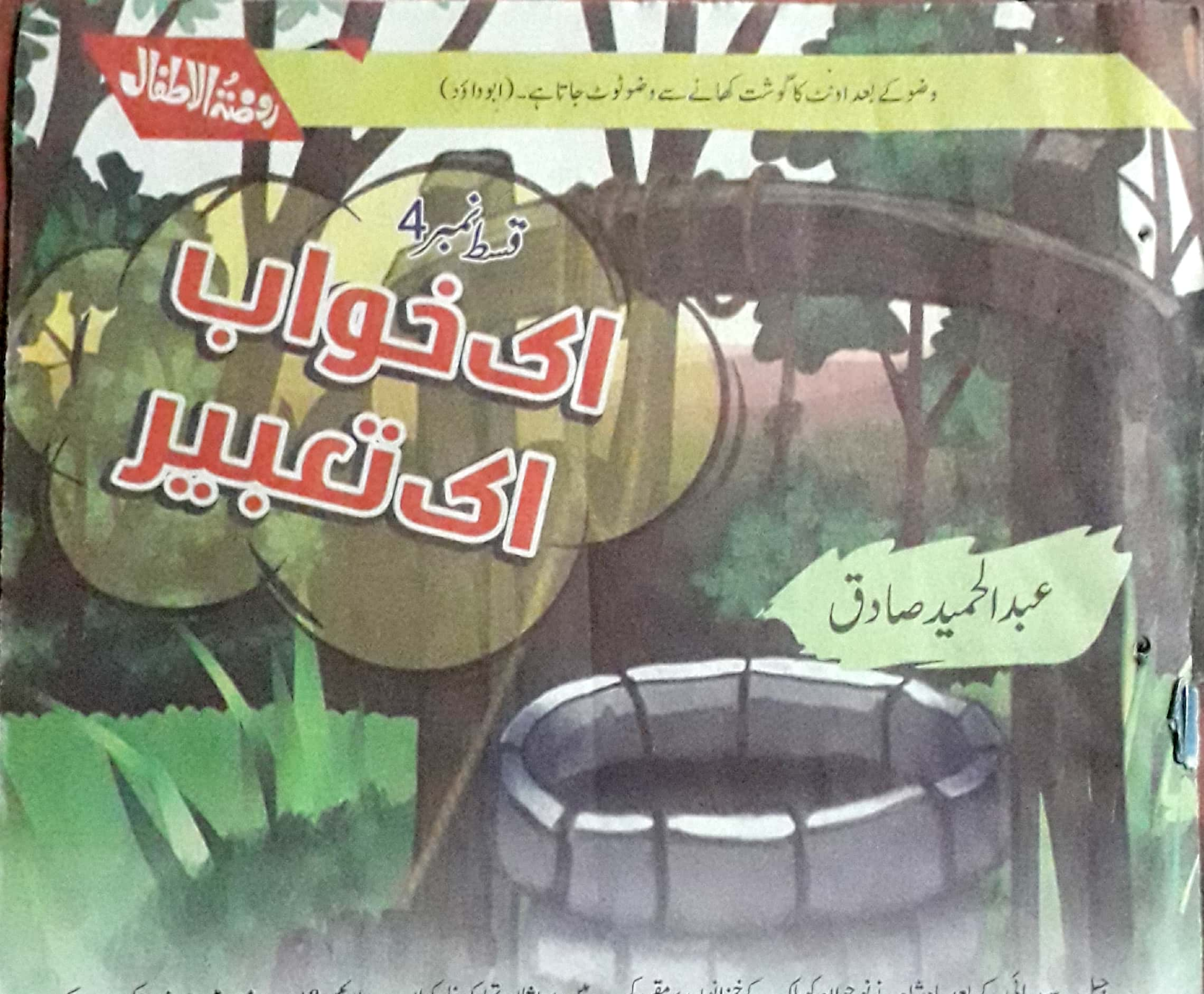

قسط نمبر 4

اک خواب اک تعبیر

عبدالحمید صادق

جیل سے رہائی کے بعد بادشاہ نے نوجوان کو ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیا۔ نوجوان نے اس ذمہ داری کا خوب حق ادا کیا اور اس دوران نوجوان پر بادشاہ کا اعتبار مزید پختہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ بادشاہ نے حکومت کا سارا نظام ہی اس نوجوان کے سپرد کر دیا۔ اب پورے مصر کی سلطنت اسی نوجوان کے حکم پر چلنے لگی۔

اتنی زیادہ تکالیف، پریشانیوں اور آزمائشوں پر صبر اور مستقل مزاجی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو اتنا بڑا انعام عطا کیا کہ پوری سلطنت عنایت کر دی۔

وہ نوجوان کہ جس کے بچپن میں ہی بڑے بھائی دشمن بن گئے اور کنویں میں پھینک کر اس کی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنا بڑا مقام عطا فرما دیا۔

مصر کے بادشاہ کے حکم کے مطابق خواب کی تعبیر کے نتیجے میں سات سال فصلوں سے حاصل ہونے والے غلے کو جمع کیا گیا اور اگلے سات سال قحط سالی کے شروع ہو گئے۔ دور دور تک نہ بارش ہوئی اور نہ ہی فصلیں اگیں۔

جب فصلیں ہی نہ اگیں تو اناج کہاں سے؟؟؟ ہر بندہ اس بارے میں پریشان تھا کہ غلہ کہاں سے لائیں؟ پورے مصر میں صرف حکومت کے پاس ہی غلہ موجود تھا کیونکہ بادشاہ نے خواب کی تعبیر معلوم ہو جانے کے بعد سات سال مسلسل غلہ جمع کروایا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگلے سات سال قحط سالی کے آنے ہیں۔

دور دراز علاقوں سے لوگ چل کر بادشاہ کے دربار میں آتے اور وہاں سے غلہ خرید کر لے جاتے اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے۔

یہ نوجوان کہ جو اب مصر کا بادشاہ بن چکا ہے، ان کے وہ بھائی (جنہوں نے ان کو صرف والد کی محبت حاصل کرنے کی غرض سے کنویں میں پھینک دیا تھا) بھی قحط سالی کا شکار ہو گئے۔ ان کا بوڑھا باپ جو اپنے سات سالہ بچے کے کھو جانے کے غم میں باقی ماندہ زندگی رو رو کر گزار رہا تھا۔ بیٹے کے غم میں مسلسل رونے کی وجہ سے وہ اپنی آنکھوں کی بینائی بالکل کھو چکا تھا۔ قحط سالی نے ان کو مزید پریشان کر دیا۔ مگر میرا اللہ بڑا مہربان ہے۔ اس نے اپنے نیک بندے کی پریشانیوں کو دور کرنے کا ذریعہ پیدا کرنا تھا۔ جب گھر سے اناج بالکل ختم ہو گیا تو بوڑھے باپ نے بیٹوں کو رقم دے کر مصر کی جانب روانہ کر دیا۔ کہ بادشاہ کے پاس جاؤ اور انہیں جا کر ہماری ساری پریشانی بیان

جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں ادا کرے۔ (ابو داؤد)

کرو۔ سنا ہے کہ ابھی ایک نوجوان مصر کا بادشاہ بنا ہے وہ بڑا رحم دل ہے۔ امید ہے کہ وہ تمہیں ضرور غلہ دے دے گا۔ بوڑھے باپ نے سب سے چھوٹے بیٹے کو اپنے پاس رکھ لیا اور باقی دس بیٹوں کو غلہ لینے کے لیے مصر کی جانب روانہ کر دیا۔

جیسے ہی یہ دس نوجوان اکٹھے بادشاہ مصر کے دربار میں داخل ہوئے تو بادشاہ نے فوری پہچان لیا کہ یہ میرے وہی بھائی ہیں جو بچپن میں میرے دشمن بن گئے تھے۔ مگر آپ نے بھائیوں کو بالکل بھی محسوس نہ ہونے دیا۔ بھائیوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مصر کے تخت پر بیٹھا ہوا شخص ان کا بھائی ہے۔ کیونکہ ان کے ذہن میں تو یہی تھا کہ ہم نے اس کو کنویں میں پھینک دیا تھا لہٰذا وہ مر چکا ہوگا۔

بادشاہ نے ان سے مختلف سوالات پوچھے کہ وہ کہاں سے آئے ہیں؟ کتنے بھائی ہیں؟ والد کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے بادشاہ کو ساری تفصیلات بتا دیں، حتیٰ کہ یہ بھی بتا دیا کہ ان کے دو سوتیلے بھائی بھی ہیں جن میں سے ایک کو تو بچپن میں ہی ان سے بچھڑ گیا تھا اور دوسرے کو ہمارے والد صاحب کہیں بھی نہیں جانے دیتے۔ بادشاہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کو غلہ دے دیا جائے۔ یہ لوگ واقعی پریشان ہیں اور حقدار بھی۔

بادشاہ کے حکم پر غلہ ان کے اونٹوں پر لاد دیا گیا۔ جب وہ واپسی کے لیے روانہ ہونے لگے تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ: ''آئندہ جب تم غلہ لینے آؤ تو اپنے اس چھوٹے (سوتیلے) بھائی کو ساتھ لانا، تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ میں نے تمہیں کتنا غلہ دیا ہے اور میں بہت اچھا میزبان ہوں۔''

یہ ساری باتیں کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اگلی بار اپنے چھوٹے بھائی کو لازمی ساتھ لائیں۔ آخر میں بادشاہ نے سخت الفاظ میں یہ بھی کہا کہ: ''اگر تم اسے (چھوٹے بھائی) ساتھ نہ لائے تو تمہیں غلہ نہیں دیا جائے گا۔'' اس موقع پر بادشاہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ یہ لوگ غلہ خریدنے کے لیے جو کچھ ساتھ لائے تھے وہ سب کچھ انہیں بتائے بغیر ان کے سامان میں واپس رکھ دو۔ بادشاہ نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ یہ لوگ واپس جلد لوٹ آئیں اور اپنے چھوٹے بھائی کو لازمی ساتھ لے کر آئیں کہ یہ بادشاہ تو ہمارا بڑا خیر خواہ ہے۔

دس بھائیوں کا یہ قافلہ جب غلہ لے کر واپس اپنے گاؤں کنعان پہنچا تو انہوں نے جاتے ہی اپنا سامان کھولا۔

سب اس وقت بہت حیران ہوئے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی وہ ساری جمع پونجی جو وہ غلہ خریدنے کے لیے لے گئے تھے۔ غلے کے ساتھ واپس آ گئی ہے۔ اب انہوں نے بوڑھے باپ کو سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس بات پہ بہت خوش ہوئے کہ بڑا رحم دل بادشاہ ہے جس نے ہماری رقم واپس کر دی اور غلہ بھی دے دیا۔

کچھ عرصے بعد جب غلہ دوبارہ ختم ہونے لگا تو بوڑھے باپ نے بیٹوں سے پھر کہا کہ اک بار تم پھر مصر جاؤ اور غلہ لے کر آؤ۔

اس پر بیٹوں نے کہا کہ:

''ابا جان! کہ جب تم ہم چھوٹے بھائی کو ساتھ نہیں لے کر جائیں گے ہمیں غلہ نہیں ملے گا۔ لہٰذا آپ اسے ہمارے ساتھ بھیج دیں۔''

بوڑھا باپ یہ بات سن کر تڑپ اٹھا اور بولا کہ:

''چھوٹے بیٹے کو میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیج سکتا کیونکہ تم پہلے بھی میرے ساتھ دھوکہ کر چکے ہو اور تم نے جھوٹ بولا کہ میرے بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔''

ابا جان کا یہ جواب سن کر بیٹوں نے کہا کہ

''دیکھیے ابا جان! ہمیں تو غلے کے ساتھ ہماری رقم بھی واپس مل گئی ہے۔ ہمیں اور کیا چاہیے، بس آپ اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس کو صحیح سلامت واپس لائیں گے۔''

جب انہوں نے زیادہ منت سماجت کی تو والد نے بڑی مشکل سے چھوٹے بیٹے کو ان کے ساتھ بھیجنے کی اجازت دے دی اور انہیں نصیحت کی کہ:

''تم لوگ ایک ہی دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے نہیں ٹال سکتا، حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے۔''

بالآخر وہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر کنعان سے مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔ والد کی نصیحت کے مطابق الگ الگ دروازوں سے مصر میں داخل ہوئے۔ جیسے ہی وہ دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے انہیں پہچان لیا۔ ان سب کو اپنے قریب بٹھا لیا اور ان کے چھوٹے بھائی کو خفیہ طور پر بتا دیا کہ میں تمہارا وہی بھائی ہوں جو تم سے بچپن میں ہی جدا ہو گیا تھا۔ یہ بات دوسرے بھائیوں کو بالکل نہیں بتانا اور پریشان نہیں ہونا۔

بادشاہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کا سامان اونٹوں پر لاد دو مگر ایک کام اضافی کرنا ہے کہ میرا قیمتی پیالا ان کے چھوٹے بھائی والے تھیلے میں ڈال دینا اور یہ دھیان رکھنا کہ ان لوگوں کو بالکل پتہ نہ چلے۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق ان کا سامان اونٹوں پر سوار کر دیا گیا اور چھوٹے بھائی کے سامان میں وہ قیمتی پیالہ بھی ڈال دیا گیا۔۔۔! (جاری ہے)

بقیہ جانثار صحابی رسول ﷺ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار رسول اللہ ﷺ پر برملا اظہار کرنے کے بارے میں اصرار کرتے رہتے۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ سارے مسلمان خانہ کعبہ کے اردگرد پھیل گئے اور اپنے اپنے خاندان والوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو دین اسلام میں پڑھا گیا۔ اس خطبے میں اسلام کی دعوت تھی۔ مشرکین کو بہت ناگوار گزرا، وہاں موجود سارے مشرکین سیدنا ابوبکر اور مسجد حرام میں موجود دوسرے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور بری طرح سے مارنے لگے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ کثرت خون سے آپ کا چہرہ پہنچانا نہیں جا رہا تھا۔ جب آپ کے قبیلے کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ آپ کی مدد کو پہنچ گئے۔ انہوں نے مشرکین سے آپ کو اٹھایا اور لے گئے۔ آپ کو اتنی شدید مار پڑی تھی کہ بنو تمیم کو یقین تھا کہ آپ کی موت یقینی ہے۔ بنو تمیم آپ کو گھر پہنچا کر مسجد حرام میں واپس آئے اور کہنے لگے:

اللہ کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو ضرور قتل کر ڈالیں گے۔

بنو تمیم مسجد حرام میں سرعام یہ دھمکی دے کر چلے گئے۔ سیدنا ابوبکر کے گھر گئے ابو قحافہ اور بنو تمیم کے لوگوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح ابوبکر کی زبان کھل جائے اور وہ کچھ بات کریں۔ سارے اسی انتظار میں ان کے اردگرد بیٹھے تھے جب دن کے آخر میں آپ کو کچھ افاقہ ہوا اور زبان کھولی، پہلا جملہ جو زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا۔۔؟ وہ کیسے ہیں؟

جب آپ نے یہ کہا تو قوم کے لوگوں کو قدرے غصہ بھی آیا اور آپ کو ملامت کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ صرف آپ کی ماں آپ کے پاس رہ گئی۔ وہ بیٹے سے اصرار کرتی رہی کہ کھانا کھا لو لیکن آپ اپنی ماں سے صرف یہی پوچھتے رہے: رسول اللہ ﷺ کا کیا۔۔۔؟ ہوا وہ کیسے ہیں؟

چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بالکل صحیح ہیں اور دار ارقم میں موجود ہیں تو آپ کو دار ارقم میں حضور ﷺ سے ملانے کے لیے لے جایا گیا۔ جیسے ہی آپ ﷺ کی نظر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پڑی تو خوشی سے آگے بڑھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ بالکل صحیح ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں میں ٹھیک ہوں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ ٹھیک ہیں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے اسلام کی دعوت دینے کے لیے مار پڑی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری ماں کے لیے دعا کریں تاکہ وہ بھی مسلمان ہو کر جہنم کی آگ سے بچ سکیں۔ آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد رسول اکرم ﷺ کی نظر میں ابوبکر کی وقعت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاص رازدار اور محبوب بن گئے۔

آپ ﷺ کی ہر مشکل میں آپ ہی ساتھی رہے۔ ہجرت کی رات آپ ﷺ اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی 23 سالہ نبوت کی زندگی میں ابوبکر صدیق ہی وہ شخص تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور ساتھ دیا۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے اسلامی خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا جو خطبہ دیا وہ یہ تھا۔

اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک رہوں تو میری مدد کرو اور اگر بری راہ اختیار کر لوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچ امانت اور جھوٹ خیانت ہے اور تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق اسے نہ دلوا دوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اس سے حق واپس نہ لے لوں کوئی شخص جہاد ترک نہیں کرے گا۔ کیونکہ اللہ جہاد کو چھوڑنے والوں پر ذلت ڈال دیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں اور جب نافرمانی کرنے لگوں تو میری اطاعت نہ کرو۔ اچھا اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم پر رحم کرے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لیے بے پناہ قربانیاں دیں۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں بہت ساری اصلاحات کیں اور بہترین اسلامی نظام وضع کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ والد محترم کی علالت کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ نے سات جمادی الثانی کو غسل کیا اس روز سردی شدید تھی پس آپ کو بخار ہو گیا اور پندرہ روز تک آپ علیل رہے۔ اس عرصہ میں آپ نماز کے لیے بھی باہر تشریف نہ لا سکے۔ آخر کار اسی بخار کے باعث 63 سال کی عمر میں 22 جمادی الثانی 13 ہجری کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

اسامہ: انکل اسد کو بلا دیں ہم نے علی کے گھر جا کر امتحانات کی تیاری شروع کرنی ہے۔

خالد صاحب: بیٹا وہ بازار گیا ہے، ابھی آتا ہی ہوگا۔

اتنے میں اسد گھر داخل ہوا جسے دیکھتے ہی اسامہ بولا: چلو اسد چلیں علی انتظار کر رہا ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں دوست علی کے گھر پہنچے تو ادھر علی مکمل تیاری کے ساتھ بیٹھا تھا کہ جیسے ہی اسامہ اور اسد آئیں گے ہم مل کر امتحانات کی تیاری شروع کریں گے۔ تینوں نے کتاب کھولی اور تیاری شروع کر دی۔

علی: چلو بھائی ابھی باتیں نہیں کرنی دھیان سے پڑھیں گے۔ سب سے پہلے اس کتاب کا پہلا مضمون کرتے ہیں۔

اسد: یہ تو پڑھا ہی نہیں، استاد صاحب نے کہا تھا کہ بعد میں سمجھاؤں گا، اگلا مضمون کرتے ہیں۔

ارے! یہ تو انتہائی آسان ہے اس کو بعد میں دہرا سکتے ہیں، تیسرا مضمون کرتے ہیں۔

ایسے کرتے کرتے پوری کتاب مکمل ہوگئی لیکن یاد کرنے کے لیے کتاب میں سے کچھ نہ ملا۔

علی: چلو یار باہر روڈ پر ایک بریانی والا ہے اس سے کھانا کھا کے آتے ہیں۔ کل سے پڑھنا شروع کریں گے ترتیب کے ساتھ۔

اگلے دن علی کو بلانے کے لیے گئے تو اس نے کہا کہ آج نہیں آ سکتا مجھے ذرا کام ہے میں وہ کرلوں۔ تو کل سے پڑھنا شروع کریں گے۔ کل کرتے کرتے امتحانات بالکل قریب آ گئے اور تیاری ادھر کی ادھر ہی رہ گئی۔

صرف ان تینوں کی بات نہیں بلکہ ہر طالب علم یہی سوچتا ہے کہ:

"کل سے پڑھوں گا!"

لیکن جب تک کل آتی ہے اس وقت تک پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے اور جب رزلٹ آتا ہے تو منہ چھپانے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ کچھ بچوں کا رویہ پڑھائی کے حوالے سے انتہائی نامناسب ہوتا ہے یا تو وہ کلاس روم میں

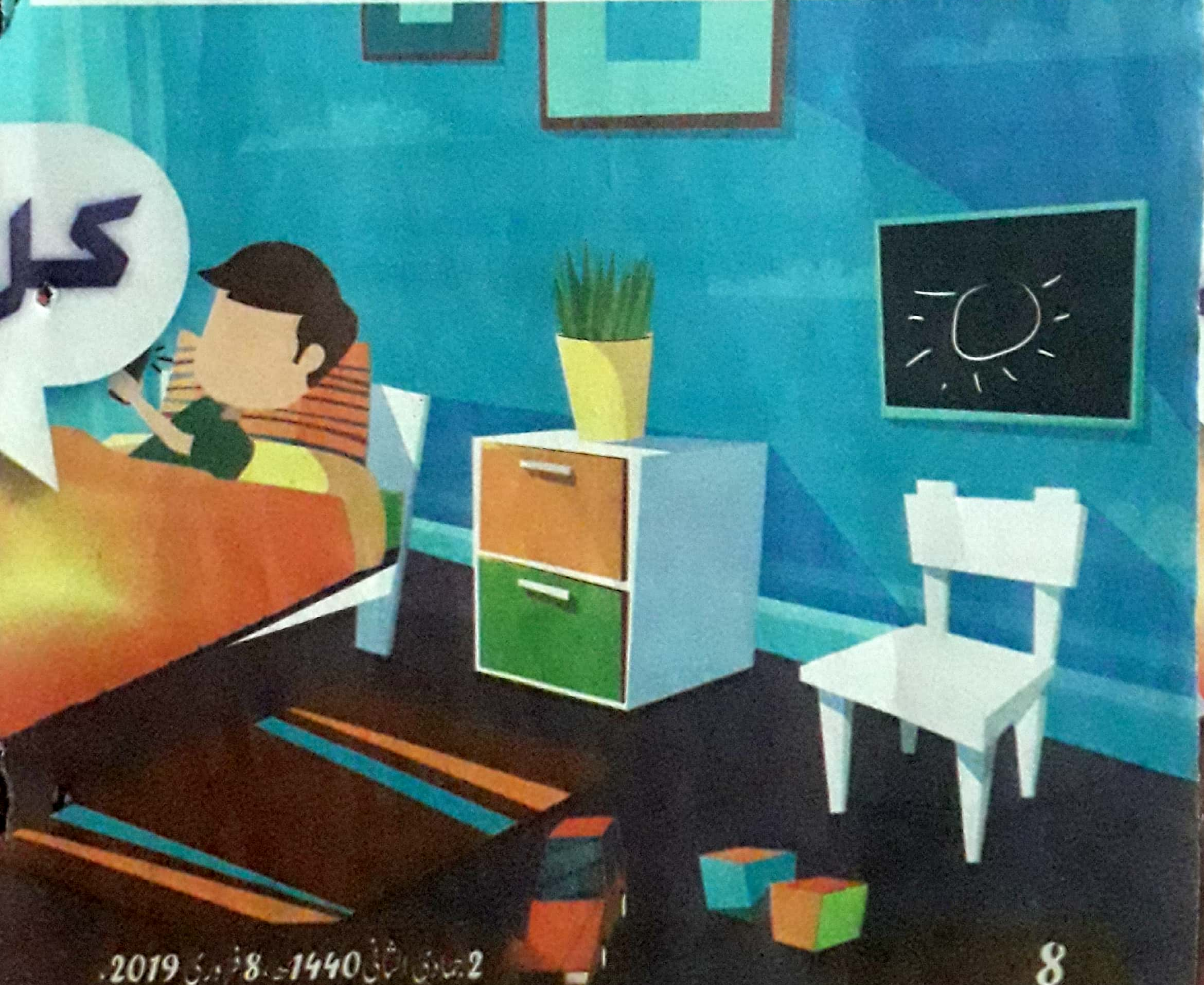

بیٹھ کر سو رہے ہوتے ہیں یا پھر کلاس کے اندر شرارتیں اور پڑھائی کو سنجیدگی سے نہ لینا اور نہ خود پڑھنا نہ دوسروں کو پڑھنے دینا۔ رات گئے تک کمپیوٹر اور موبائل پر مصروف رہنا لیکن پڑھائی کے وقت آنکھیں ایسے بند ہوتی ہیں جیسے کتنے دنوں سے نیند نہ پوری ہوئی ہو۔ وہ خود تو اپنا نقصان کر ہی رہے ہوتے ہیں لیکن ساتھ میں دوسروں کا نقصان بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنی تعلیم کو اس طرح سے لے کر چلیں کہ بعد میں سر اٹھا کر دوستوں میں چلا جائے۔

کچھ طریقے ہم آپ کو بتائیں گے جن سے آپ اپنی پڑھائی کو بہتر کر سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اگر اس فقرے کو چھوڑ دیں کہ:

"کل سے پڑھوں گا!"

بہترین مطالعے کے طریقے:

1۔ وقت کا صحیح استعمال:

ہم بہت سا وقت ضائع کرتے ہیں جس کا ہمیں اندازہ ہی نہیں ہوتا۔ موبائل پر مصروف ہیں تو گھنٹوں گزر جاتے ہیں۔ کمپیوٹر پر مصروف ہیں تو پتہ ہی نہیں چلتا وقت کا، اور بہت سارا وقت ضائع کرنے کے بعد ہم اہم کاموں کو جلدی میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے سارا کام خراب ہو جاتا ہے۔ وقت اور کاموں کو چار حصوں میں تقسیم کریں تو اس کی ترتیب کچھ یوں بنتی ہے:

Q1۔ اس میں سارے وہ کام جو ہمارے لیے اہم بھی ہوتے ہیں اور فوری کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔

Q2۔ اس میں ہمارے کام اہم تو ہوتے ہیں لیکن فوراً کرنے والے نہیں ہوتے ان کو ایک ترتیب سے کرتے ہیں تاکہ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر ہو اور کاموں کو سر پر سوار نہیں ہونے دیا۔

Q3۔ اس میں وہ کام ہوتے ہیں جو اہم تو نہیں ہوتے لیکن پھر بھی ان کو

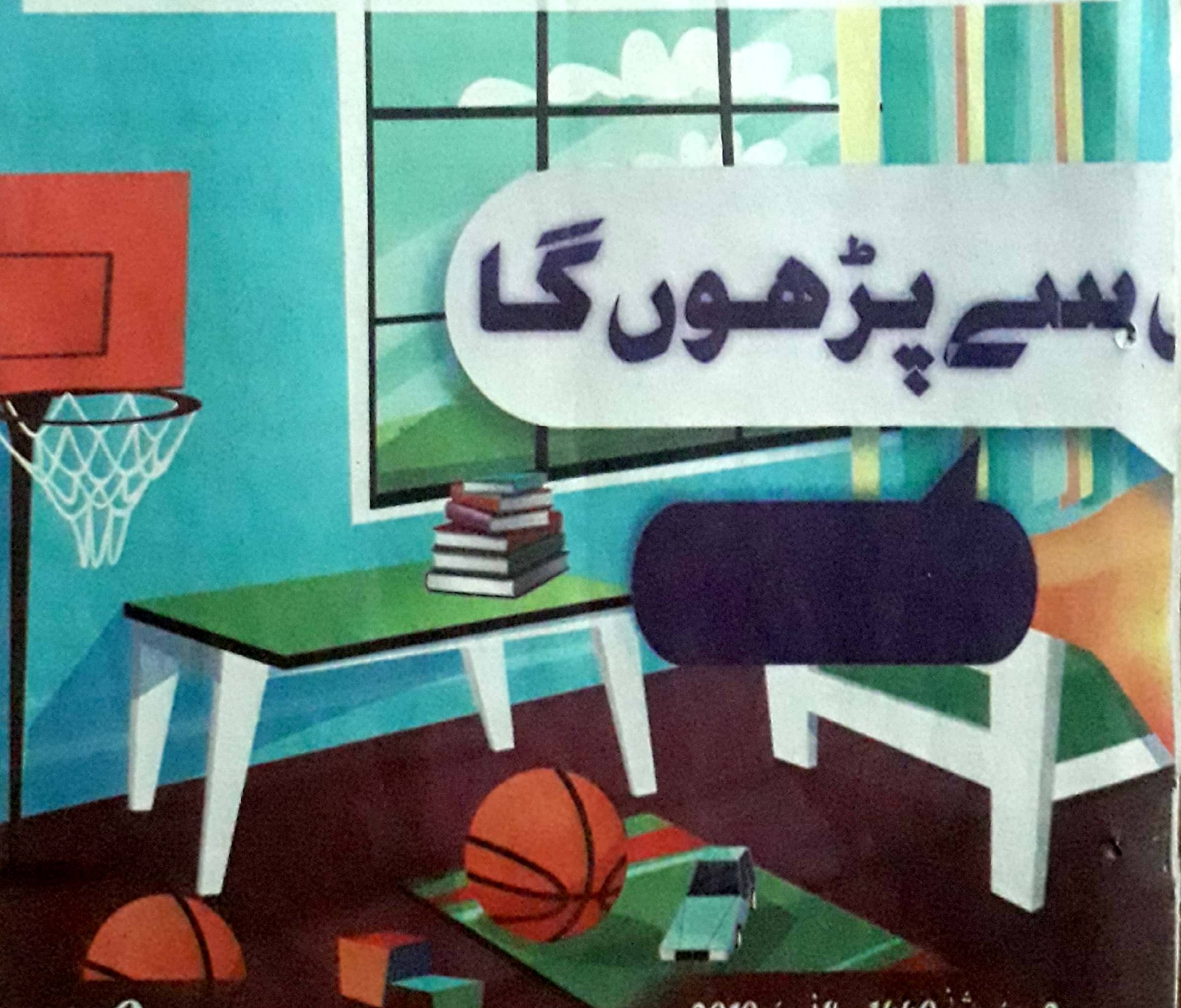

ترجیح دے کر کر رہے ہوتے ہیں۔ غیر اہم کام ہوتے ہیں۔

Q4۔ اس میں وہ کام ہیں جو نہ تو اہم ہوتے ہیں اور نہ ہی فوری کرنے والے، لیکن ہم بہت محنت کے ساتھ ان کو کرتے ہیں جس کا ہمیں بالکل بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

تو جو اچھا طالب وہ ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو ہمیشہ Q2 میں رکھتا کہ اہمیت تو ہوتی ہے ان کاموں کی لیکن سر پر سوار نہیں کرتا اور مقررہ وقت میں ہر کام کرتا رہتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنا پورے دن کا ٹائم ٹیبل بنائیں جس میں کرنے والے کاموں کو ترتیب دے سکتے ہیں۔ کہ آپ صبح اتنے بجے اٹھیں گے پھر یہ کام کریں گے پھر فلاں کام۔ اسی طرح پورے دن کے کام ترتیب کے ساتھ اپنے اس شیڈول کے اندر شامل کریں۔ اس میں آپ کے پڑھنے کا ٹائم، کھیلنے کا ٹائم، سونے کا ٹائم، دوستوں سے ملنے کا ٹائم، قرآن مجید، نماز، اذکار کرنے کا ٹائم وغیرہ سب شامل ہو۔

2۔ مطالعے کا ٹائم ٹیبل

جو آپ نے پورے دن کا ٹائم ٹیبل بنایا ہے اس میں جو مطالعے کا ٹائم ٹیبل بنایا ہے اس کا الگ سے شیڈول بنالیں کہ اگر میں سکول کے علاوہ 3 گھنٹے بیٹھ کر پڑھتا ہوں تو اس میں میں نے کتنا وقت کس کتاب کو دینا ہے اور پہلے کونسی کتاب پھر اس کے بعد کونسی کتاب۔ اسی طرح اپنے تمام اسباق کو اپنے پڑھائی کے ٹائم میں شامل کریں۔ مطالعے کا شیڈول بناتے وقت یہ خیال رکھیں کہ مشکل سبق پہلے کیا جائے کیونکہ جب آپ پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو آپ کا ذہن تروتازہ ہے مشکل سبق کو کم ٹائم دینا پڑے گا اور جلدی یاد ہو جائے گا اور آسان کام بعد میں۔

3۔ ایک وقت میں ایک کام

ایک وقت میں ایک کام ہی کریں یعنی جب آپ کے پڑھنے کا وقت ہے تو صرف آپ پڑھیں جب کھیلنے کا وقت ہے تو اس میں صرف کھیلیں۔ جب آپ پڑھنے کے لیے بیٹھے ہیں اور ساتھ میں کھانا بھی کھا رہے ہیں اور موبائل کا استعمال بھی جاری ہے تو اس طرح آپ کو پڑھائی نہیں کر سکیں گے۔

4۔ ماحول

جہاں آپ پڑھنے بیٹھے ہیں وہاں صفائی والا ماحول ہونا چاہیے۔ نہ کہ کمرے میں گند پڑا ہوا ہے اور آپ پڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں تو آپ کا ذہن بوجھل سا ہو جائے گا۔ اچھے طریقے سے پڑھ نہیں سکیں گے۔ اس لیے صاف ستھرا ماحول رکھیں اپنے کمرے کا خصوصاً مطالعہ کرتے وقت۔

5۔ کتابوں کی ترتیب

اپنی کتابوں کی ترتیب ہمیشہ اچھے انداز سے لگائیں نہ تو کمرے میں بکھری ہوئی ہوں اور نہ ہی مختلف کمروں میں بلکہ اپنی لائبریری میں کتابیں اس طرح رکھیں کہ آپ کو کتاب ڈھونڈتے ہوئے بھی آسانی ہو اور آپ کا وقت بھی بچ جائے۔

6۔ صحت کا خیال

کچھ بچے بیمار ہونے کے لیے طرح طرح کے ٹوٹکے استعمال کرتے ہیں کہ سکول سے چھٹی ہی ہو جائے لیکن اس سے ان کی پڑھائی کا حرج ہوتا ہے۔ اپنی صحت کا خیال رکھیں تاکہ صحت مند رہ کر اچھی پڑھائی کر سکیں۔ ایک تندرست جسم ہی تندرست ذہن کی علامت ہے۔ ایسی چیزوں سے پرہیز کریں جو آپ کو بیمار کر سکتی ہیں۔ مثلاً فاسٹ فوڈ کا زیادہ استعمال وغیرہ اور ایسی چیزیں کھائیں جو آپ کی صحت کو برقرار رکھیں۔ مثلاً دودھ، ملک شیک، فروٹ وغیرہ۔

مختلف جسمانی ورزشیں کریں جو آپ کے جسم کو فریش رکھیں۔ جو بچے کھیلتے نہیں صرف پڑھائی کرتے رہتے ہیں وہ بھی بہت جلد بیمار ہو جاتے ہیں اس لیے پڑھائی کے ساتھ ساتھ کھیل بھی ضروری ہے۔

7۔ موبائل یا کمپیوٹر کی کشش

یقیناً موبائل، کمپیوٹر، فیس بک وغیرہ میں بہت کشش ہے یہ آپ کو اپنی طرف کھینچیں گی لیکن آپ جب پڑھنے بیٹھیں تو موبائل، کمپیوٹر وغیرہ سے بہت دور ہو کر بیٹھیں۔ اگر آپ ساتھ ساتھ ان کو بھی دیکھتے رہیں گے تو تھوڑی دیر بعد کتاب کو بند کر کے اسی میں گم ہو جائیں گے کہ آپ خود کو بھی تلاش نہیں کر سکیں گے۔ اور موویز، ڈرامے، گانے ان کو تو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا چاہیے کہ یہ ہمارے لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں۔ یہ کام شیطان کو خوش کرتے ہیں تو ہمیں اس طرح کے کاموں سے بچنا ہے جو شیطان کو خوش کریں۔

8۔ فضول خیالات

جب پڑھنے کے لیے بیٹھیں تو ساری توجہ صرف پڑھائی میں ہو۔ یہ نہ ہو آپ بیٹھے تو پڑھنے کے لیے ہیں لیکن ذہنی طور پر آپ مختلف جگہوں کی سیر و تفریح کر رہے ہیں اور ذہن میں فضول قسم کے خیالات آ رہے ہوتے ہیں۔ ان سے مکمل کنارہ کشی کریں۔

9۔ ضروری اشیاء

جب پڑھنے کے لیے بیٹھیں تو اس سے پہلے پڑھائی سے متعلقہ تمام ضروری اشیاء مکمل کر لیں۔ مثلاً گیند، بلا، فٹ بال۔۔۔ اوہ! یہ ہم کدھر کو نکل گئے۔ نہیں نہیں ان چیزوں سے پڑھائی کے وقت دور رہیں اور مطالعہ کے

لیے ضروری اشیاء پہلے سے اپنے پاس رکھیں۔ مثلاً پنسل، ربڑ، شارپنر، پیمانہ اور دیگر اشیاء۔ یہ نہ ہو آپ کے پاس سامان موجود نہیں اور آپ پہلے پنسل لینے کے لیے گئے پھر آپ کو یاد آیا کہ پیمانہ نہیں پھر وہ لینے گئے اس طرح آپ اپنا ٹائم ضائع کریں گے۔

10۔ نوٹس بنائیں

جو لیکچرز آپ سنتے ہیں یا جو آپ کا سبق ہے اس کے آپ نوٹس بنائیں اور اپنے طریقے سے بنائیں جو آپ کو سمجھ بھی آسکیں اور یہ آپ کے بنائے ہوئے نوٹس امتحانات میں آپ کے کام آئیں گے۔ امتحانات میں ان کو دہرا کر سارا سبق آپ کے ذہن میں دوبارہ نقش ہو جائے گا۔

11۔ اپنے الفاظ میں دہرائیں

بنائے گئے نوٹس یا سبق کی اپنے الفاظ میں دہرائی کریں جو آپ کے ذہن میں رہ سکیں۔ انتہائی آسان الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے۔

12۔ سوال بنائیں

اپنے سبق سے متعلقہ اپنے ذہن میں سوال بنائیں اور ان کا جواب تلاش کریں۔ سبق سے جتنے زیادہ سوال بنا کر ان کے جواب بنانے میں کامیاب ہوں گے تو اتنا ہی اچھا یاد ہوگا۔ ممکن ہے جو سوال آپ نے یہاں بنایا ہے وہی امتحان میں آجائے اور آپ آسانی سے اس کا جواب لکھ سکیں گے۔

13۔ کلاس روم

کلاس روم میں تین چیزوں کو مدنظر رکھیں:

1۔ دیکھنا 2۔ سننا 3۔ لکھنا

جو کام ہو رہا ہے اس کو غور سے دیکھیں کہ سبق کون سا ہے، کتاب کون سی ہے۔ پھر اس کو غور سے سنیں کہ ٹیچر کیا کہہ رہا ہے اور پھر آخر میں اس کو اپنی نوٹ بک میں کاپی کر لیں۔

ان تینوں کاموں سے آپ کو بہت اچھے طریقے سے آپکا سبق یاد ہو جائے گا۔

14۔ استاد سے سوال

کلاس میں استاد کے سبق پڑھانے کے بعد بھی آپ کو سمجھ نہیں آئی تو آپ اپنے استاد سے دوبارہ پوچھیں۔ پھر سمجھ نہیں آئی تو تیسری بار بھی پوچھیں اس سے آپ کا اعتماد بحال ہوگا اور آپ کے اساتذہ بھی خوش ہوں گے۔ اپنے ذہن کو مطالعے کے حوالے سے کلیئر رکھیں۔

15۔ دوستوں کے ساتھ

اگر آپ کو سمجھ نہیں آرہی تو کلاس کے دوستوں سے اس بارے میں پوچھ لیں۔ یا پھر اگر آپ کو اچھی سمجھ آگئی ہے تو کلاس کے کند ذہن دوستوں کو بخوشی پڑھائیں گے تو ان کا فائدہ تو ہوگا ہی لیکن آپ کا سبق آپ کو مزید پکا ہو جائے گا۔ ایک دوسرے کی مدد کریں گے تو دل میں خوشی کا احساس ہوگا۔

16۔ عملی مشق

اگر ممکن ہو تو مطالعے کی عملی مشق کریں یعنی بائیولوجی، فزکس یا سائنس کے مضامین کی عملی مشق کریں اگر پیپرز میں سوال کا جواب نہ بھی آیا تو عملی مشق کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں آپ لکھ سکتے ہیں۔

17۔ دوران مطالعہ کچھ منٹ کے لیے آرام

دوران مطالعہ کچھ منٹ کے لیے آرام کریں۔ یعنی آپ نے ایک کتاب کا سبق یاد کیا ہے اور اگلی کتاب کا سبق یاد کرنے سے پہلے آپ ایک منٹ کے لیے لیٹ جائیں۔ یاد رہے صرف لیٹنا ہے نا کہ آپ خوابوں کی دنیا میں چلے جانا۔

18۔ پریشانی کی بجائے مطالعے پر دھیان

اگر آپ نے پہلے بہت سا وقت ضائع کر دیا ہے تو پریشان ہونے کی بجائے بقیہ وقت میں سبق کو یاد کریں اور پرسکون ہو کر یاد کریں مطمئن رہیں۔

نوٹ: ضروری کام

اب آپ نے پڑھائی کے سارے حربے استعمال کر لیے لیکن ایک بات جو سب سے ضروری ہے۔ اس کے بغیر آپ پڑھائی میں کیا دنیا کے کسی کام میں کامیاب نہیں ہو سکتے وہ ہے اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق۔ اگر اللہ سے آپ کا تعلق مضبوط ہوگا اور آپ اس سے کوئی التجا کریں گے تو وہ لازمی آپ کی التجا سنے گا اور آپ کی خواہشات پوری کرے گا۔

ذکر و اذکار، قرآن مجید کی تلاوت، نماز، درود ابراھیمی اور دعاؤں کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کر سکتے ہیں۔

آخری بات:

اگر آپ نے سارے طریقے آزما لیے ہیں لیکن نتیجہ اس طرح نہیں آیا جس طرح آپ چاہتے ہیں تو مایوس ہو کر پڑھائی سے دور نہیں ہونا اور نہ ہی کوئی غلط اقدام اٹھانے ہیں بلکہ نبی ﷺ نے ایک دعا بتلائی ہے جو اس موقع پر آپ پڑھیں:

قدر اللہ وماشاء فعل (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر میں لکھا اور جو چاہا، وہ ہو گیا۔

آپ اس دعا کو پڑھیں اور اپنی پڑھائی کو دوبارہ توجہ دیں۔ بار بار کوشش کرتے رہیں جب تک آپ کامیاب نہیں ہو جاتے۔

صلاح الدین ایوبیؒ

صلاح الدین ایوبی تاریخ اسلام کے نامور مجاہد اور عظیم سپہ سالار تھے آپ کا اصل نام یوسف تھا۔ آپ 1138ء عراق کے شہر تکریت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام نجم الدین ایوب تھا۔ وہ عراق اور شام کے حکمران نورالدین زنگی کی فوج میں اعلیٰ افسر تھے۔ آپ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نورالدین کی فوج میں شامل ہوگئے۔ 1169ء میں نورالدین کا انتقال ہوگیا اور پھر اس کا بیٹا ملک الصالح حکمران بنا، جو ایک نااہل حکمران تھا۔ اس کی کمزوریوں سے عیسائیوں نے فائدہ اٹھانا چاہا اور دارالحکومت دمشق پر قبضہ کرنا چاہا صلاح الدین ایوبی کو جب اس منصوبے کی خبر ہوئی تو اس نے دمشق میں ملک الصالح کو برطرف کر کے خود حکومت سنبھال لی۔ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول تھا۔ جو فلسطین میں ہے۔ پہلی صلیبی جنگ (وہ مذہبی جنگیں جن میں یورپ کی عیسائی حکومتیں مل کر مسلمانوں سے مسلسل 2 سال تک لڑتی رہیں صلیبی جنگیں کہلاتی ہیں) کے بعد عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔ آپ اسے آزاد کروانا چاہتے تھے۔ 1187ء میں آپ نے یروشلم (جس میں بیت المقدس ہے) پر منجنیق کے ذریعے حملہ کردیا۔ آخر کار شہر والے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے۔ صلاح الدین ایوبی کا سب سے بڑا کارنامہ بیت المقدس کی فتح ہے۔ پہلی صلیبی جنگ کے بعد مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے گئے تھے۔ آپ نے ان کا بدلہ نہ لیا بلکہ اعلان کردیا کہ عیسائی فدیہ ادا کرتے ہوئے 40 دن کے اندر چلے جائیں۔ آپ نے بہت سے شہریوں سے فدیہ نہ لیا۔ مورخ لین پول آپ کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: "اس دوران کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ اس نے کسی عیسائی پر زیادتی کی ہو۔"

بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کے گنبد سے صلیب ہٹادی گئی اور اسے بحال کردیا گیا۔ 1193ء میں آپ نے وفات پائی انہوں نے اپنے آخری ایام اپنے اہل وعیال کے ساتھ دمشق میں گزارے۔ آپ 55 برس کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کرگئے۔ انہیں دمشق میں بنوامیہ مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(رومیلہ ذوالفقار۔ سرگودھا)

خالد بن ولیدؓ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا نام خالد اور لقب سیف اللہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ولید اور والدہ کا نام لبابہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی رشتہ دار تھیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں بھی معزز تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ جس لڑائی میں بھی آپ ﷺ کے خلاف جاتا ہوں۔ واپسی پر میرے دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ میرا دل مجھے ملامت کرتا تھا کہ تیری کوشش بے فائدہ ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام کی محبت آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ اس میں اضافہ اس وقت ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کے بارے میں یہ الفاظ کہے کہ: تعجب ہے خالد جیسا عقل مند انسان ابھی تک اسلام سے ناآشنا ہے۔

چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کردیا ہے۔

8 ہجری میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگ موتہ لڑی گئی۔ حضرت خالد بن ولید کے اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی یہ پہلی جنگ تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے آٹھ تلواریں ٹوٹیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمال مہارت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے لے کر مدینہ منورہ لے آئے۔ اس جنگ میں بہادری کی بنا پر آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی جنگ کے میدان میں گزاری، مگر شہادت نصیب نہ ہوئی۔ بستر مرگ پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جنگ کے میدان میں شہید ہونا چاہتا تھا لیکن میری قسمت میں یہی لکھ دیا گیا تھا۔ کہ موت کا استقبال اپنے بستر پر کروں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ 21 ہجری میں حمص ک قریب ایک گاؤں میں فوت ہوئے۔

(ثمرہ ذوالقرنین)

گلدستہ روضہ

گڑ کھاؤ

معدہ اپنا صحیح بناؤ
کھانے کے بعد گڑ کھاؤ
دائمی قبض کو بھگاؤ
ہلکا براؤن گڑ کھاؤ
کھانسی اگر ہو جائے تو
ٹافی کی طرح گڑ کھاؤ
موٹاپا اگر ہو جائے تو
پابندی سے گڑ کھاؤ
ہو جائے اعصابی کھینچاؤ
تھوڑا تھوڑا گڑ کھاؤ
ریشہ بلغم سب بھگاؤ
گڑ کھاؤ گڑ کھاؤ گڑ کھاؤ

(رقیہ بنت حکیم عبدالمجید۔ گوجرانوالہ)

مردے کو کیا پہنچتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے:

1۔ صدقہ جاریہ

2۔ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے

3۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے

(صحیح مسلم: 1631)

(حافظ محمد طیب جمیل۔ لاہور)

تحویل قبلہ

جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو 16، 17 مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے جبکہ دوسری طرف آپ ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھی جائے جو قبلہ ابراہیمی ہے۔ اس کے لیے آپ ﷺ دعا بھی فرماتے اور بار بار آسمان کی طرف نظر بھی اٹھاتے۔ بالآخر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی خواہش کو دیکھتے ہوئے تحویل قبلہ کا حکم دے دیا۔ جس پر یہودیوں اور منافقین نے شور مچادیا۔ حالانکہ نماز اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے اور عبادت میں عابد کو جس طرح حکم ہوتا ہے، اسی طرح کرنے کا وہ پابند ہوتا ہے۔ اس لیے جس طرف اللہ نے رخ پھیر دیا، اس طرف پھر جانا ضروری تھا۔ علاوہ ازیں جس اللہ کی عبادت کرنی ہے مشرق، مغرب ساری سمتیں اسی کی ہیں، اس لیے سمت کی کوئی اہمیت نہیں، ہر سمت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس سمت کو اختیار کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہو۔ تحویل قبلہ کا یہ حکم نماز عصر کے وقت آیا اور عصر کی نماز خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی۔ (تفسیر احسن البیان)

(حارث احسان۔ صادق آباد)

اقوال زریں

1۔ کم بولنا حکمت، کم کھانا صحت اور کم سونا عبادت ہے۔

2۔ انسان شکل سے نہیں، کردار سے پہچانا جاتا ہے۔

3۔ کامیابی ان کو ملتی ہے جو ہمیشہ اس پر یقین رکھتے ہیں۔

4۔ بھلائی کی خواہش، برائی کی طاقت کو دبا دیتی ہے۔

(محمد عمیر۔ خانیوال)

میری پسندیدہ دعا

اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ (ابو داؤد)

اے اللہ! مجھے میرے جسم میں عافیت دے، اے اللہ! مجھے میرے کانوں میں عافیت دے، اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت دے، تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(ام افرح۔ لاہور)

عاشورہ کے دن کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسلم)

زاہد کو ایک شخص نے پیچھے سے اپنے بازوؤں کی گرفت میں لیا ہوا تھا۔

زاہد بن حرام نامی یہ شخص دیہات کی چیزیں شہر لا کر بیچا کرتا تھا۔ زاہد جب بھی مدینے آتا تو رسول اللہ ﷺ کے لیے دیہات کی سوغات لے کر آتا واپسی پر نبی کریم ﷺ بھی اسے مدینے کی سوغات تحفہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو زاہد سے بہت محبت تھی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے

نزدیک تم قیمتی ہو۔

(مسند احمد)

آج کل لوگوں کی کثیر تعداد کے اخلاق تجارتی نوعیت کے ہیں۔ بناوٹی اور تکلف بھرا لہجہ اپنائے ہوئے ہیں۔ امیر آدمی کی خوشامد کی جاتی ہے اس کی ہر غلطی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مگر غریب اور کمزور شخص کو جھاڑ دیا جاتا ہے۔

چھوڑو مجھے! کون ہو تم

کہ زاہد ہمارا دوست ہے اور ہم اس کے دوست۔ زاہد ظاہری شکل وصورت سے ایک عام انسان تھا۔

ایک دن زاہد مدینے آیا تو رسول اکرم ﷺ کے گھر گیا۔ مگر آپ ﷺ گھر پر نہیں تھے زاہد کے پاس کچھ سامان تھا۔ جسے وہ لے کر بازار چلا گیا اور بیچنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب پتا چلا تو اس کو ڈھونڈنے کے لیے بازار چلے گئے۔ اور اس کو تلاش کرنے لگے ایک جگہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا۔

وہ پسینے میں شرابور کھڑا اپنا سامان بیچ رہا تھا۔ اس کے کپڑے گندے تھے اور جسم سے بدبو آرہی تھی۔ سفر کے آثار تھے اور اس کی کیفیت بہت بگڑی ہوئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ اس کے عقب سے گئے اور زاہد کو بازوؤں میں بھر لیا۔

زاہد اپنے آپ کو چھڑوانے لگا۔ جب اس نے پیچھے مڑ کر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو اطمینان کی کیفیت میں آ گیا اور گھبراہٹ جاتی رہی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے سینے سے اپنی کمر چمٹانے لگ گیا اور آپ ﷺ اس سے خوش طبعی کرنے لگے اور فرمانے لگے:

یہ غلام کون خریدے گا۔ یہ غلام کون خریدے گا۔

اس پر زاہد کہنے لگا:

اللہ کے رسول ﷺ تب تو آپ کو میری زیادہ قیمت نہیں ملے گی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن اللہ کے ہاں تم کم قیمت نہیں ہو۔ اللہ کے

ایسے آدمی سے غلطی ہو جائے تو اس کی خوب تضحیک کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل بہت سادہ تھا۔ آپ ﷺ امیر اور غریب دونوں سے برابر کا سلوک رکھتے تھے۔ اسی لیے غرباء اور مساکین کے دل نبی کریم ﷺ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ ان سے دوستانہ اور ہمدردانہ رویہ رکھتے تھے۔ اکثر غرباء وفقراء کو مالداروں سے یہ شکایت نہیں ہوتی کہ وہ پیسے خرچ نہیں کرتے بلکہ ان کے رویے سے شکایت ہوتی ہے۔

(عتیق الرحمن۔ اسلام آباد)

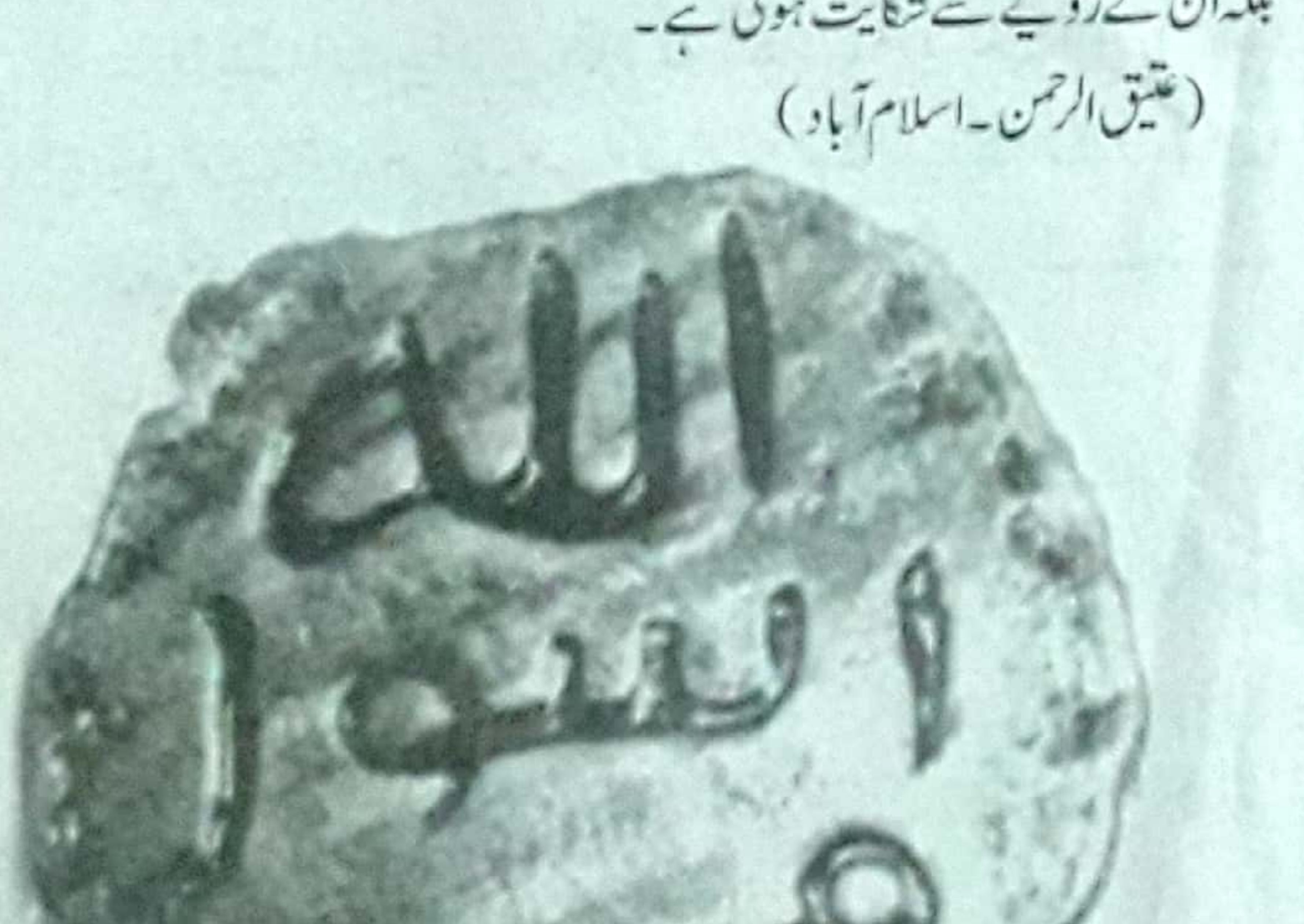

آدمی کو گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ان افراد کو ضائع کرے جن کی خوراک اس کے ذمہ ہے۔ (ابوداؤد)

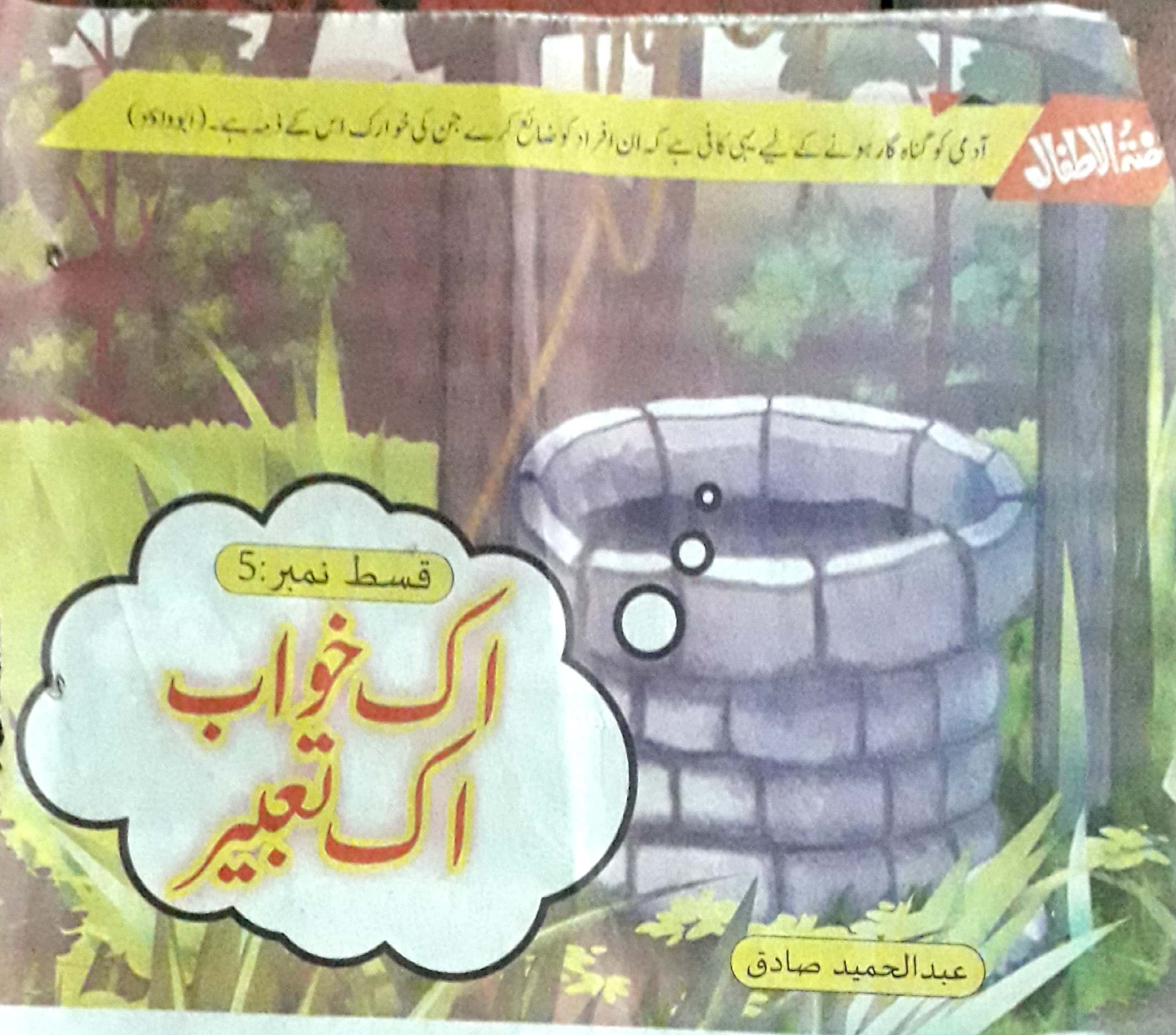

قسط نمبر:5

اک خواب اک تعبیر

عبدالحمید صادق

"اے قافلے والو۔۔۔! تم چور ہو۔۔۔ تم چور ہو۔۔۔!"

بادشاہ کے دربار سے غلہ لے کر جانے والے قافلے کی طرف سپاہی تیزی سے دوڑتے ہوئے یہ آوازیں لگا رہے تھے۔۔۔ دربار میں موجود تمام لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیسے قافلے والے ہیں کہ غلہ بھی لے کر جا رہے ہیں، اس کے باوجود چوری بھی کر کے لے جا رہے ہیں۔

" کیا چیز گم ہو گئی ہے تمہاری۔۔؟ کیوں ہم پر الزام لگا رہے ہو۔۔؟"

قافلے والوں نے واپس کی جانب پلٹتے ہوئے سوال کیا۔ سپاہی آگے بڑھے! قافلے کو روکتے ہوئے کہنے لگے کہ:

"بادشاہ کا قیمتی پیالہ گم ہو گیا ہے۔۔۔ ......! اور وہ تمہارے سوا کسی نے نہیں نے چرایا ہے۔"

"جو شخص چوری کا پتہ لگا دے گا کہ بادشاہ کا قیمتی پیالہ کس نے چرایا ہے، اسے غلے کا لدا ہوا ایک اونٹ انعام میں دیا جائے گا۔"

دربار میں کھڑے ایک سپاہی نے گرج دار آواز میں اعلان کیا۔

قافلے والوں نے سپاہیوں کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ دیکھو۔۔۔!

" تم جانتے ہو کہ ہم ملک میں فساد کرنے والے نہیں اور نہ ہی ہم چور ہیں۔"

سپاہیوں نے جواب دیا کہ:

" اگر تمہارے پاس سے بادشاہ کا قیمتی پیالہ نکل آیا تو پھر تمہاری کیا سزا ہوگی؟"

انہوں نے کہا کہ: ہمارے علاقے کے قانون کے مطابق جو چور ہوتا ہے اسے مالک کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر ہمارے سامان میں سے پیالہ نکل آیا تو اس شخص کو تم اپنے پاس ہی رکھ لینا۔" یہ بات انہوں نے پر اعتماد ہو کر کی تھی کیونکہ انہیں یقین تھا کہ پیالہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ سامان کی تلاشی شروع ہو گئی۔۔۔ ایک ایک کر کے سب کے سامان کو کھول کھول کر چیک کیا گیا اور آخر میں سب سے چھوٹے بھائی کے سامان کی جب تلاشی لی گئی تو اس کے سامان میں سے بادشاہ کا قیمتی پیالہ نکل آیا۔۔۔ دربار میں کہرام برپا ہو گا

بقیہ صفحہ نمبر 7 پر

کمزور لوگوں کی وجہ سے اللہ تمہیں رزق دیتا ہے اور تمہاری مدد کرتا ہے۔ (بخاری)

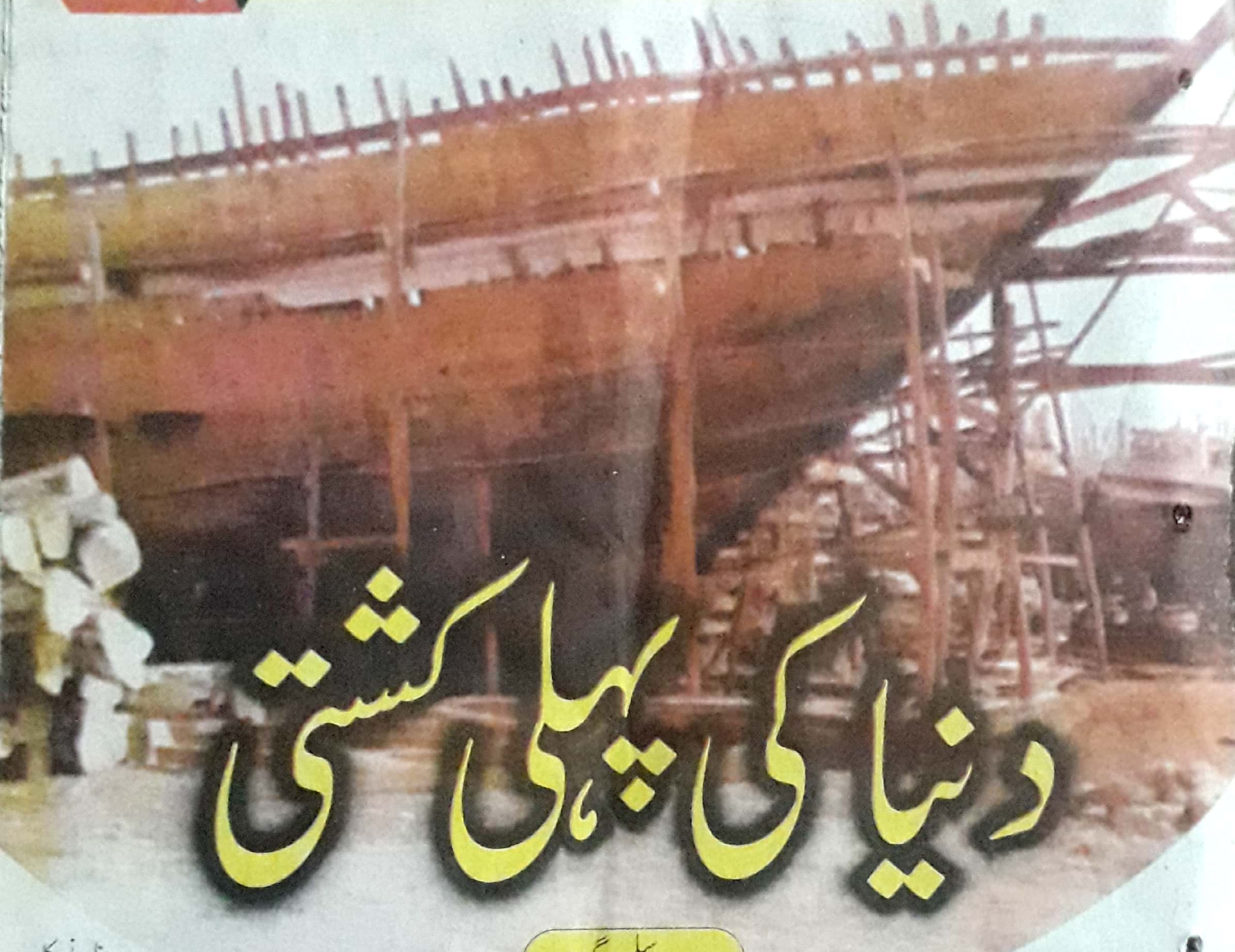

دنیا کی پہلی کشتی

سعدیہ اسلم۔ گوجرہ

پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ دنیا کی سب سے پہلی کشتی کب اور کس نے بنائی تھی۔ اگر نہیں معلوم تو آیئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ اللہ کے نبی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دین کی تبلیغ کر رہے تھے اور ان کو سیدھی راہ پر لانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ 950 سال تک آپ علیہ السلام نے تبلیغ کی لیکن 80 افراد کے علاوہ کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ جب آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ قوم تو بالکل بھی بات نہیں مانتی۔۔۔ الٹا اللہ کے دین کو ٹھکراتی ہے اور مذاق کرتی ہے تو آپ نے اس قوم کی اللہ سے شکایت کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی قوم پر طوفان کی شکل میں آنے والے عذاب کی خبر دی اور آپ علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ایمان لانے والوں کے ساتھ مل کر دنیا کی پہلی کشتی بنانے کا کام شروع کر دیا۔

اس دوران آپ علیہ السلام کی قوم کے بڑے لوگ آپ کو ستانے کے لیے دل دکھانے والی باتیں کرتے تھے۔ لیکن آپ صبر سے کام لیتے رہے اور ان لوگوں کی باتوں پر دھیان دیے بغیر کشتی بنانے میں مصروف رہے۔

پیارے بچو! دنیا کی اس پہلی کشتی میں درج ذیل خوبیاں تھیں:

☆ یہ کشتی ایک اندازے کے مطابق 300 گز لمبی 50 گز چوڑی اور 300 گز اونچی تھی۔

☆ کشتی کو تارکول (یعنی ڈامر) کے ساتھ لیپا گیا تھا۔

☆ کشتی میں تین منزلیں بنائی گئیں تھیں۔

☆ سب سے نچلی منزل درندوں، پرندوں اور حشرات الارض (یعنی زمینی کیڑے) کے لیے تھی۔

☆ درمیان والی منزل چوپایوں اور دیگر اس جیسے جانوروں کے لیے

تھی۔

☆ سب سے اوپر والی منزل انسانوں کے لیے بنائی گئی تھی۔

اس کشتی کو بڑی محنت کے ساتھ مضبوط ترین لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ یہ تو آپ نے پڑھ لیا کہ کشتی کتنی شاندار اور بے مثال تھی۔ لیکن جو طوفان آنے والا تھا وہ کئی گنا خطرناک اور ہولناک تھا۔ اس طوفان کے آنے کی نشانی یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے گھر کے تندور سے پانی ابل کر باہر آنے لگے گا۔ چنانچہ جب ایک دن حضرت نوح علیہ السلام نے تندور کو ابلتے دیکھا تو پرندوں جانوروں اور مومنوں کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا اور سب کشتی میں سوار ہو گئے۔ طوفان کی شدت میں اضافہ ہونے لگا۔ اتنی زوردار بارش ہونے لگی کہ زمین بھی کئی جگہوں سے پھٹ گئی اور اس سے بھی پانی نکلنے لگا۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں کو دین کی دعوت دی مگر انہوں نے واضح انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام اپنے بیٹے کی منتیں کرتے رہے کہ بیٹا اگر بچنا ہے تو دین قبول کر لے اور کشتی میں سوار ہو جا۔۔۔ مگر بیٹے نے کہا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ 40 دن تک یہ بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں بھی پانی میں ڈوب گئیں۔ کشتی میں موجود افراد کے علاوہ کوئی بھی زندہ نہ بچا، حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کا بیٹا بھی پانی میں مغرق ہو گیا۔

بالآخر اللہ کے حکم سے یہ طوفان تھم گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔ سب لوگوں نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ بھی رکھا۔

یوں دنیاں کی پہلی کشتی کا سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔

پیارے بچو! اس واقعے سے ہمیں یہ چیزیں سیکھنے کو ملتی ہیں کہ خوب نیکی کی دعوت عام کرنی چاہیے۔ کوئی نیکی کی دعوت قبول نہ کرے تو پھر بھی یہ سلسلہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اللہ والوں کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیے۔ ہر نعمت پر شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

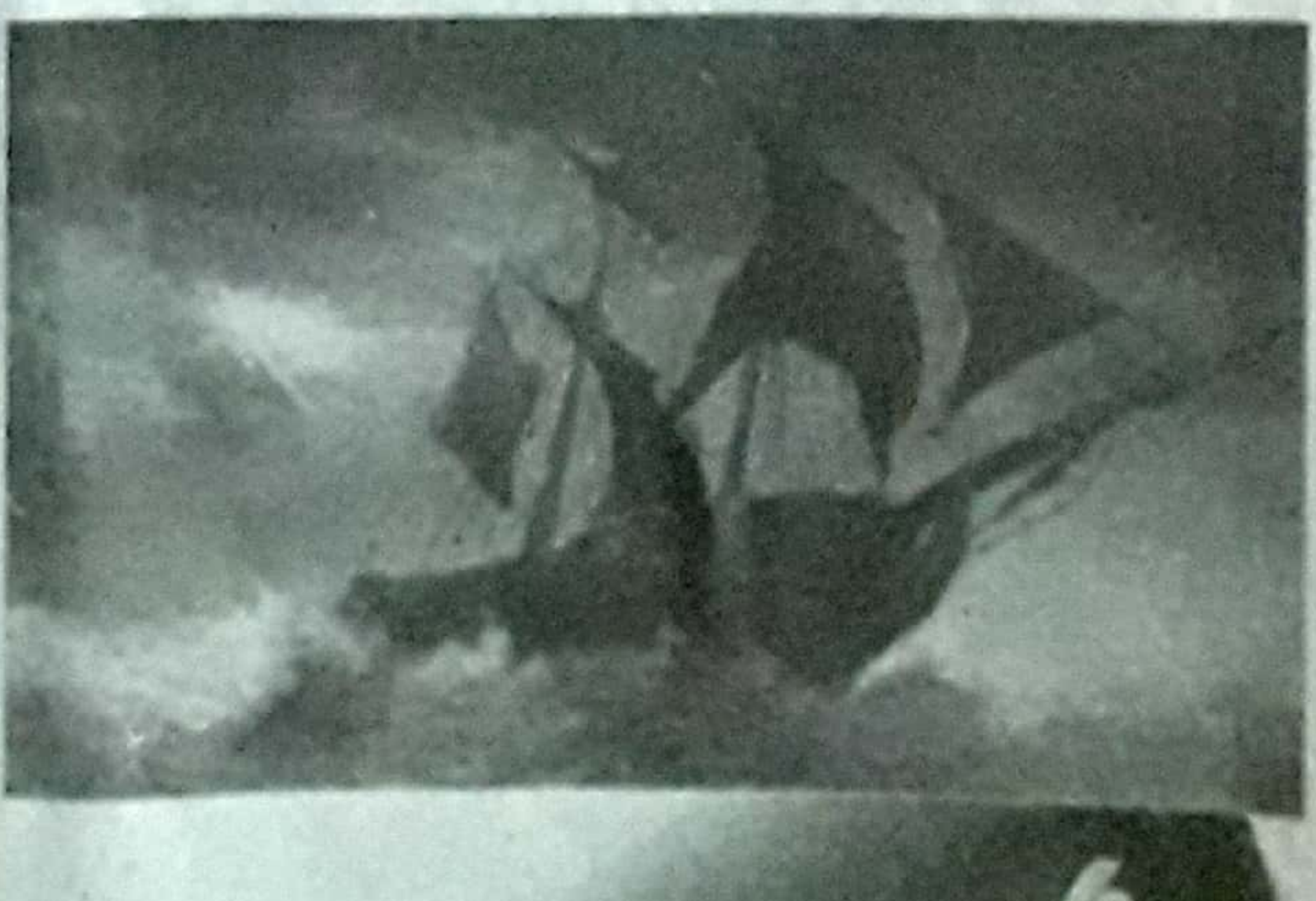

باتیں کچھ کشمیر کی

السلام علیکم! کیا ہم آپ سے بات کر سکتے ہیں؟

ٹویٹر انباکس میں آنے والے اس پیغام سے میں حیران ہوئی کہ آخر یہ کون ہو سکتا ہے۔۔۔؟ بالآخر میں نے جواب دیا: وعلیکم السلام! فرمایئے کیا بات کرنی ہے آپ کو؟

جواب ملا: بات تو کچھ خاص نہیں کرنی بس ہم بات کرنے سے پہلے اجازت لیتے ہیں اور کیا آپ پاکستان میں رہتی ہیں۔۔۔؟

میں نے فوراً جواب دیا: جی الحمدللہ! میں پاکستانی ہوں؟ اور آپ کہاں رہتی ہیں۔۔ اس نے کہا: ہم تو مقبوضہ کشمیر میں رہتے ہیں۔ یہ جواب پڑھ کر ایک لمحہ کے لیے میں سکتے میں آ گئی اور وادی میں ہونے والے ظلم کی داستان میرے ذہن میں گھومنے لگی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم لوگ آپ کے لیے بہت دعائیں کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ وہ دن جلد آئے گا جب کشمیر آزاد ہو گا اور ہم سب مل کر رہیں گے۔

پیارے بچو! ہمارے کشمیری بھائی بہن ہماری طرف امید کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ وہ خود کو پاکستانی کہلانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ ہمیں بھی ہر طرح سے اپنے کشمیری بھائیوں اور بہنوں کی مدد کرنا ہو گی۔

(اریشہ۔شیخوپورہ)

نبی کا فیصلہ

بنی اسرائیل کی دو عورتیں تھیں ان دونوں کے پاس ایک ایک لڑکا تھا۔ دونوں کے بچے ایک جگہ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ایک بچہ اٹھا کر لے گیا۔ ایک عورت نے جب یہ دیکھا تو فوراً بچے کو پکڑا اور دوسری عورت سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ بھیڑیا لے گیا ہے یہ میرا بچہ ہے۔ نہیں یہ میرا بچہ ہے۔ دونوں آپس میں جھگڑنے لگیں حتیٰ کہ فیصلہ کروانے کے لیے داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں تو انہوں نے بڑی عورت کو بچہ دلا دیا کیونکہ اس وقت بچہ اسی کے پاس تھا۔ پھر دونوں سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور ان سے کہا تو انہوں نے کہا کہ چھری لاؤ۔ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو دے دیتا ہوں۔ یہ سنتے ہی چھوٹی عورت بولی ایسا نہ کرو کیونکہ یہ اسی بڑی عورت کا بچہ ہے۔ پھر انہوں نے وہ بچہ چھوٹی عورت کو دلا دیا کیونکہ وہ پہچان گئے کہ یہی بچے کی اصل ماں ہے جو کہ بچے کو اپنے سامنے قتل ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی اور دوسری جھوٹی تھی۔۔۔ اسی وجہ سے خاموش رہی۔ (محمد عامر۔ملتان)

بقیہ اک خواب اک تعبیر

کہ تم لوگ کتنی صفائیاں دیتے تھے کہ ہم نے نہیں چرایا پیالہ۔۔۔

اب بتاؤ کے کس کے سامان سے نکلا؟ بھائیوں نے جب دیکھا کہ چھوٹے بھائی کے سامان سے پیالہ نکل آیا ہے تو وہ بول اٹھے کہ: "اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔۔۔ اس کا بھائی 9 پہلے چوری کر چکا ہے۔" یوں سمجھیں کہ انہوں نے یہ بات کر کے بادشاہ کو چور کہہ دیا۔ بادشاہ نے یہ بات سن لی مگر خاموشی اختیار کی اور صبر کیا۔ اس بڑے الزام پر بھی ان کو کچھ نہ کہا۔ انہوں نے بہت منت سماجت کی کہ یہ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی ہے آپ مہربانی کریں اس کو ہمارے ساتھ واپس جانے دیں۔۔۔ ہم میں سے کسی اور کو اپنے پاس رکھ لیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ:

"اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ ظلم ہوگا۔۔۔ لہٰذا ہم اسی کو پکڑیں گے جس نے یہ جرم کیا ہے۔"

سارے بھائیوں نے مل کر مشورہ کیا کہ اب اگر ہم چھوٹے بھائی کو چھوڑ کر واپس جاتے ہیں تو والد محترم نے بہت ناراض ہونا ہے۔ لہٰذا ایسا کیا جائے کہ ہم میں سے ایک چھوٹے بھائی کے ساتھ ادھر ہی رک جائے اور باقی جا کر والد کو سارا ماجرا سنائیں۔ سب سے بڑا بھائی اور سب سے چھوٹ بھائی دونوں بادشاہ کے دربار میں رک گئے اور باقی تمام بھائی کنعان کی جانب واپس روانہ ہو گئے۔ بیٹوں نے جا کر ساری کہانی والد کو سنائی تو یہ سن کر والد کے زخم پھر تازہ ہو گئے، وہ تو ابھی تک پہلے بیٹے کا غم نہیں بھولے تھے کہ اب دوسرا بیٹا بھی جدا ہو گیا۔ اس سب کے باوجود آپ نے صبر کیا اور اللہ سے امیدیں باندھ لیں اور بیٹوں کو فرمایا کہ:

"یہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے، اب صبر ہی بہتر ہے۔"

چھوٹے بیٹے کے غم کی وجہ سے پہلے والا غم بھی تازہ ہو گیا اور بوڑھا والد رو کر آنکھوں کی بینائی گنوا بیٹھا تھا۔ انہیں حد درجے کا غم زدہ دیکھ کر بیٹوں نے کہا:

"اگر آپ اسی طرح بیٹوں کے غم کو یاد کر کر کے روتے رہے تو آپ کا یہ جسم لاغر ہو جائے گا اور طاقت بھی ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ صبر کریں۔ بوڑھے باپ نے بیٹوں سے فرمایا: "میں تو اپنی پریشانیوں اور غموں کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں۔۔۔ مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تمہیں نہیں معلوم۔ اس کے بعد انہوں نے بیٹوں سے کہا:

"میرے بیٹو، تم لوگ جاؤ اور اپنے دونوں بھائیوں کو پوری طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا، کیونکہ اللہ کی رحمت سے تو کافر ہی ناامید ہوتے ہیں۔"

والد کی نصیحت پر یہ بھائی اک دفعہ پھر مصر کی جانب روانہ ہوئے۔۔۔ سارے بھائی اپنی اپنی کی کوئی غلطیوں پر بہت زیادہ پریشان تھے۔ انہیں اس بات کا علم تھا کہ جتنی بھی پریشانیاں آرہی ہیں یہ ان کی غلطیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ 9 بھائیوں کا قافلہ اک بار پھر سے بادشاہ کے دربار میں داخل ہوا۔۔ بادشاہ نے انہیں دیکھ کر پہنچان لیا۔۔۔ ان کے اوسان خطا تھے، پریشان حال چہروں کے رنگ اڑے ہوئے اور ساتھ تھوڑا سا سرمایہ لے کر بادشاہ کے پاس حاضر ہو گئے اور کہنے لگے:

"بادشاہ سلامت! ہمیں اور ہمارے اھل وعیال کو بڑی مشکلات کا سامنا ہے، ہم سرمایہ بھی بہت تھوڑا لائے ہیں لیکن آپ ہمیں اس کے بدلے پورا غلہ عطا کر دیجئے اور خیرات کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو اجر عطا کرتا ہے۔"

(جاری ہے)

اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کا پہرا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر میں قیام کرنے سے بہتر ہے۔ (ابن حبان)

یار آج کل اویس گراؤنڈ میں کھیلنے کے لیے نہیں آ رہا۔ پتا نہیں کیا وجہ ہے؟ اویس کے دوست ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ ایک دوست نے بتایا یار میں کل اویس کے گھر گیا تھا تو وہ گھر پر بھی نہیں تھا۔ میں نے اس کی امی سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اگلے مہینے اویس کے امتحان ہونے والے ہیں اس لیے وہ آج کل سوائے اکیڈمی کے کہیں بھی نہیں جاتا۔

☆☆☆☆

بھائی جان میں نے تو آپ کے تمام گھر والوں کو شادی پر آنے کی دعوت دی تھی لیکن آپ اکیلے ہی آ گئے ہیں؟ آپ کے بچے کیوں نہیں آئے؟

قیصر صاحب: آپ کو پتا ہے کہ بچوں کے امتحانات میں صرف ایک ماہ رہ گیا ہے۔ اگر میں ان کو اپنے ساتھ شادی پر لے آتا تو ان کی دو دن کی پڑھائی کا حرج ہوتا تھا۔ اس لیے میں کسی کو بھی ساتھ نہیں لایا۔

☆☆☆☆

قاری صاحب کیا وجہ ہے آج کل مسجد میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ کہاں گئے سارے بچے؟ کوئی پریشانی تو نہیں بنی؟ کیا وجہ ہے بچوں کے نہ آنے کی...؟ اجمل صاحب: میں خود پریشان ہوں اس معاملے سے۔ بس جیسے ہی سکول کے امتحانات قریب آتے ہیں سارے بچے مسجد میں سپارہ پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں اور گھر بیٹھ جاتے ہیں، دو تین ماہ بعد مسجد کی رونق دوبارہ بحال ہوتی ہے۔

☆☆☆☆

یار اسامہ تم اتنے دن کہاں غائب رہے ہو؟ مجھے تم سے بہت ضروری کام تھا؟ جس کے لیے میں فون کرتا رہا۔۔۔۔لیکن پچھلے 25،30 دن سے تمہارا نمبر بند ہے۔ موبائل خراب ہوگیا ہے یا گم گیا ہے؟

نہیں عبداللہ! موبائل خراب ہوا ہے نہ گم ہوا ہے۔ اصل میں میرے امتحانات چل رہے تھے جس وجہ سے میں نے خود ہی موبائل بند کر رکھا تھا۔ تا کہ میری پڑھائی اور امتحانات میں کوئی حرج نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

آج احمد نے کافی دنوں کے بعد ارمغان کو مسجد میں دیکھا تو اس کی طرف لپکا اور سلام دعا کے بعد پہلا سوال یہی کیا کہ یار اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے؟ میں روزانہ ساری نمازوں میں تمہیں تلاش کرتا رہا ہوں۔ لیکن تم نہیں ہوتے تھے۔

ارمغان نے کہا: یار احمد تمہیں پتا تو ہے کہ امتحان چل رہے ہیں اور میں اس کی تیاری کر رہا ہوں۔ جس وجہ سے کہیں بھی جانے کا وقت بالکل بھی نہیں ملتا۔ بس آج تھوڑا سا فارغ تھا تو میں نے سوچا نماز ہی پڑھ لوں۔

☆☆☆☆☆

پیارے بچو! آج کل ہر طرف امتحانات کا زور و شور ہے۔ ہر طرف ایک ہی بات سننے کو ملتی ہے کہ میرے امتحان ہیں۔۔۔۔میرے امتحان ہیں! تو اگر آپ کے بھی امتحانات ہیں تو خوب دل لگا کر پڑھیں، محنت کریں سبق اچھے سے یاد کریں، سمجھیں، پوچھیں اور بہترین سی تیاری کر کے کامیاب نتائج حاصل کریں۔

ہر انسان کے لیے وقت بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ وقت بہت قیمتی خزانہ ہے۔ جو لوگ وقت کا صحیح استعمال کر لیتے ہیں۔ وہ کامیاب ٹھہرتے ہیں اور جو لوگ اپنا وقت برباد کرتے ہیں پھر وہ ناکامیوں کی دلدل میں پھنستے

ایک اور امتحان

احمد طیب۔ بہاولپور

جاتے ہیں اور بالآخر اس دنیا سے بغیر کچھ حاصل کیے چلے جاتے ہیں۔ اپنے وقت کا اچھا استعمال کریں۔ وقت ایسا خزانہ ہے کہ جو اس کی قدر کرتا ہے وہ اس کی بھاری قیمت حاصل کر لیتا ہے اور جو اس کی قدر نہیں کرتا وہ پھر ساری زندگی پچھتاوے میں گزارتا ہے۔

کچھ طالب علم واقعی محنتی ہوتے ہیں۔ وہ اپنا سارا کام منظم انداز میں کر کے اپنی تیاری مکمل کر لیتے ہیں۔ وہ صرف اور صرف پڑھائی کو سب کچھ نہیں سمجھتے بلکہ وہ نمازوں کے وقت میں مکمل نمازیں بھی پڑھتے ہیں اپنے دوستوں کو وقت بھی دیتے ہیں اور کچھ وقت کے لیے کھیلنے بھی جاتے ہیں۔ ایسے طالبعلم بہت کم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی کامیابی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ کچھ طالبعلم یہ محسوس کرواتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ پڑھاکو خان ہیں ان سے زیادہ تو شاید ہی کوئی دنیا میں پڑھتا ہو۔ لیکن حقیقت میں وہ کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ جب کتاب لے کر بیٹھتے ہیں تو کتاب کے اندر موبائل لے کر گیم کھیل رہے ہوتے ہیں۔ یا کوئی کہانی کی کتاب رکھ کر پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی محنت کا پردہ تب فاش ہوتا ہے کہ جب ابو جان کمرے میں اچانک داخل ہوتے ہیں تو موبائل چھپانے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ اور پھر اگلا کام ابو اور ابو کی جوتی کرتی ہے۔

کچھ طالبعلم نہ ہی خود پڑھتے ہیں اور نہ ہی کسی اور کو پڑھنے دیتے ہیں۔ انہوں نے قسم کھائی ہوتی ہے کہ پڑھنا نہیں ہے اگر کوئی پڑھ لیا تو بہت نقصان ہو جائے گا۔

امتحانات کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کسی نے آپ کو دعوت دی ہے تو آپ اس کی دعوت قبول ہی نہ کریں اور اس کی دعوت میں نہ جائیں۔ کسی کی طرف سے دعوت آئے تو اس میں ضرور جائیں اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس دعوت والے دن سے اگلے اور پچھلے دن میں اس دن کا بھی کام کر لیں۔ تاکہ نہ آپ کو پریشانی ہو اور نہ ہی آپ کا دوست یا رشتہ دار آپ سے ناراض ہو۔

امتحانات یہ بھی ہرگز نہیں کہ ان دنوں میں مسجد میں جا کر قرآن پڑھنے سے چھٹی کر لیں بلکہ عام دنوں کی طرح مسجد میں پارہ پڑھنے کی روٹین جاری رکھنی چاہیے بلکہ ان دنوں میں تو اپنے آپ کو اللہ کے زیادہ قریب کرنا چاہیے اور اس سے آپ کا ذہن بھی تیز ہوگا اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا۔

امتحانات سے یہ مطلب لینا بھی بالکل غلط ہے کہ لوگوں سے ناطہ توڑ کر ہر قسم کا رابطہ منقطع کر کے صرف تیاری میں وقت صرف کرنا ہے۔

ان دنوں میں بے شک دوستوں کے ساتھ لمبی لمبی گپ شپ نہ کریں لیکن ملتے جلتے رہیں اور اگر آپ کے پاس موبائل ہے تو اس کا استعمال نہایت کم کریں یا صرف کال سننے کی حد تک محدود ہو جائیں۔

امتحانات کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ آپ نمازیں ہی نہ پڑھیں اور مسجد میں جانا ہی چھوڑ دیں۔ اصل کامیابی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اس اللہ سے ہی رابطہ ختم ہو جائے گا تو ہم کامیاب کس طرح ہوں گے۔

پیارے بچو! یہ تو ہے دنیا کا امتحان جس کے لیے ہم کام چھوڑ کر اپنی جان کھپاتے ہیں اور سکول سے پہلی، دوسری یا تیسری پوزیشن کی لڑائی کے لیے انتھک محنت کرتے ہیں اس امتحان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس دنیا کے امتحان میں کامیاب ہونے والا ضروری نہیں کہ آخرت کے امتحان میں بھی کامیاب ہو جائے۔ ہاں! لیکن جس نے آخرت کے امتحان کی اچھی تیاری کر لی وہ ضرور بالضرور دنیا کے امتحان میں بھی کامیاب ہو جائے گا۔ آخرت کے امتحان کی تیاری کریں۔ وہ پیپر جو اللہ نے قیامت والے دن ہم سے لینا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آؤٹ کر دیا ہے اور پانچ سوالوں کی تیاری کا حکم دیا ہے۔

اہم بات یہ کہ دنیا کے امتحانات میں اگر کوئی فیل ہو جائے یا سپلی آ جائے تو دوبارہ امتحان دینے کا چانس موجود ہوتا ہے مگر آخرت کا امتحان ایک ہی بار ہوگا۔۔۔۔ اس میں کوئی چانس نہیں ملے گا۔

تو پیارے بچو! یہ ساری باتیں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ امتحانات کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ آپ گھر میں بند ہو کر بیٹھ جائیں اور دنیا کے تمام معاملات سے تعلق ختم کر کے بیٹھ جائیں۔

تو آیئے! اپنے اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں دنیا کے عارضی امتحانات میں بھی کامیاب کرے اور آخرت کے امتحان کی تیاری کرنے کی بھی توفیق دے اور جنت الفردوس کا داخلہ نصیب کرے۔ آمین

جو کوئی اللہ کی راہ میں خرچ کرے اس کے لیے 700 گنا اجر لکھا جاتا ہے۔ (صحیح الجامع)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا۔ میں نے ایک دن انہیں دعوت دی تو والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسے الفاظ کہے جو میں گوارہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کی: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا تھا اور وہ انکار کرتی تھی۔ آج جب میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے آپ کی ذات کے بارے میں بعض الفاظ کہے جو میرے لیے ناقابل برداشت تھے۔" "میری درخواست ہے کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری والدہ کو ہدایت عطا فرمائے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: "اے اللہ! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔" میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا لے کر خوشی سے نکلا۔ جب میں گھر آیا اور دروازے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا۔ اے ابوہریرہ اپنی جگہ رک جاؤ، میں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ والدہ نے غسل کیا، کپڑے پہنے اور اپنا دوپٹہ اوڑھتے ہوئے دروازے کو کھولتے ہوئے جلدی سے باہر آئیں اور کہا، اے ابوہریرہ: "میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹا اب میں خوشی سے رو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی دعا قبول ہو گئی اور اللہ نے میری والدہ کو ہدایت عطا فرمادی۔" یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خوبی کے الفاظ کہے۔ پھر میں نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ سے دعا مانگیں کے وہ میری اور میری والدہ کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت پیدا فرمادے۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! انہیں اپنے بندوں کے ہاں محبوب بنادے اور اہل ایمان کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔" بعد میں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آج کوئی بندہ مومن ایسا نہیں ہے جس نے میرا ذکر سنا یا مجھے دیکھا ہو اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ کی ہو۔

(صحیح مسلم)

(ادریس شاہ۔ سرگودھا)

چغل خور جنت میں نہیں داخل ہو گا۔ (متفق علیہ)

گلدستہ روضہ

چند کبیرہ گناہ

☆ عورت کا غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

☆ حدیہ دے کر واپس لینا کبیرہ گناہ ہے۔

☆ اپنے گناہوں کا راز فاش کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

☆ کسی کے خلاف خفیہ سازش کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

☆ دوران نماز امام کی اقتدا نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

(صباء زکوان۔قصور)

خوبصورت باتیں

☆ انسان کی انسانیت تب ہی ختم ہو جاتی ہے جب اس کو دوسرے کے دکھوں پر ہنسی آتی ہے۔

☆ جس کے پاس امید ہے وہ لاکھ بار ہار کر بھی ہار نہیں سکتا۔

(رابعہ خان۔لودھراں)

اللہ کو پسندیدہ باتیں

☆ دو گھونٹ اللہ کو بہت پسند ہیں:

ایک غصے کا دوسرا صبر کا

☆ دو قطرے اللہ کو بہت پسند ہیں:

ایک جہاد میں خون کا دوسرا خوف خدا سے نکلے ہوئے آنسو کا

☆ دو قدم اللہ کو بہت پسند ہیں:

ایک جو فرض نماز کے لیے اٹھا ہو دوسرا جو بیمار کی عیادت کے لیے اٹھے

(محمد احمد یوسف۔گوجرانوالہ)

دنیا میں جنت کی نعمتیں

1۔ حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے جو کہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن لوگوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔ (ترمذی)

2۔ عجوہ کھجور جنت کا پھل ہے۔

3۔ مقام ابراھیمی جنت کا پتھر ہے۔

4۔ زیتون جنت کا پھل ہے۔

5۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے حجرے سے ممبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا ممبر میرے حوض پر واقع ہے۔ (بخاری)

(بنت عبدالغفار۔فیصل آباد)

ماں

اگر کسی روز عرش والا
مجھ سے یہ سوال پوچھے
بتاؤ کیا چاہتے ہو مجھ سے
جو مانگ لو گے عطا کروں گا
میں سر جھکا کہ اسے کہوں گا
تو جیسے رکھے خوش رہوں گا
بس اک ہستی سنبھال رکھنا
تو میری ماں کا خیال رکھنا

(حفصہ بشیر۔لاہور)